تشریحات بخاری (اردو)

جلد دوم

افادات

۱۔ قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ

۲۔ شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ

۳۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ

ترتیب:

حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمی رحمۃ اللہ

کتب خانہ مجیدیہ ملتان

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃً

جلد دوم

افادات

قطبُ العالم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ
شیخ العرب والعجم مولانا سید حُسین احمد مدنی رحمہ اللہ
شیخ الحدیث مولانا محمّد زکریا رحمہ اللہ

مرتبہ

اُستاذ العلماء مولانا محمّد عبد القادر قاسمی رحؒ فاضل دیوبند

ناشر

کُتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ مُلتان

نام کتاب ——— تشریحاتِ بخاری جلد دوئم

افادات ——— قطب عالم الشیخ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

——— شیخ العربؒ والعجم الشیخ مولانا حسین احمد مدنیؒ

——— شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ

ترتیب، ترجمہ وتشریح ——— حضرت مولانا عبدالقادر صاحب قاسمیؒ

ناشر ——— کتب خانہ مجیدیہ ملتان

تعداد ——— ایک ہزار

صفحات ——— ۶۴۰

ایڈیشن ——— طبع دوم 2004ء

طباعت ——— حسینیہ پریس ملتان

ملنے کے پتے

کتب خانہ رشیدیہ ——— راجہ بازار راولپنڈی

کتب خانہ رشیدیہ ——— سرکی روڈ کوئٹہ

مکتبہ سید احمد شہید ——— اردو بازار لاہور

مکتبہ رحمانیہ ——— اردو بازار لاہور

مکتبہ زکریا ——— بنوری ٹاؤن کراچی

اسلامی کتب خانہ ——— بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ قاسمیہ ——— بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ بنوریہ ——— بنوری ٹاؤن کراچی

بسم الله الرحمن الرحيم
اللهم
صل على محمد وعلى آل محمد
كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
انك حميد مجيد
اللهم
بارك على محمد وعلى آل محمد
كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
انك حميد مجيد

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عرضِ ناشر

حضرات! اکابر علماء دیوبند کے وہ افادات جو عربی زبان میں تھے۔ ان کو عوام اور خواص تک پہنچانے کے لئے ہمارے اِدارے نے کئی کتابیں شائع کی ہیں مدارس عربیہ اور عوام کے استفادہ کیلئے احادیث کے عربی سے اُردو میں تراجم ایک خاص نظریۂ فکر کے بازار میں موجود ہیں عربی متن ترجمہ اور اکابر کی وہ تشریحات جو عربی میں تھیں۔ حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ فاضل دیو بند نے بڑی عرق ریزی سے ان کو اُردو میں منتقل کیا ہے تقریر ترمذی۔ تشریحات بخاری جلد اول اور اب جلد ثانی اس سلسلہ کی کڑیاں ہیں اللہ تعالیٰ خلوص قلب سے علم حدیث کی خدمت کی توفیق بخشے۔

بحمد اللہ! تشریحاتِ بخاری جزء اوّل میں جو شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کاندھلویؒ کے افادات پر مشتمل تھی۔ ہمارے اِدارہ سے طبع ہوئی۔ اب اس جزء ثانی کی اشاعت کی سعادت بھی ہمارے ادارہ کو حاصل ہو رہی ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ فاضل دیو بند کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس جلد میں حضرت قطب عالم مولانا رشید احمدؒ گنگوہی کی تشریحات کا اضافہ کر کے کتاب کے افادات کی تکمیل کر دی۔ اور ارادہ یہ ہے کہ تشریحاتِ بُخاری کی ایک ایک جلد ہر سال شائع ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ توفیق ارزانی فرمائیں۔ آمین

الحمد اللہ:۔ مولانا قاسمیؒ کی مرتبہ کتاب تقریر ترمذی از افادات مولانا مدنیؒ جو ہند و پاکستان میں مقبول عام ہوئی۔ اب ہمارے ادارہ اسے دوسری مرتبہ طبع کرا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین۔

فقط

بلال احمد

عرض مؤلف

تشریحات بخاری کی جلد اوّل کے مارکیٹ میں آنے کے بعد سوال ہوا کہ عنوان میں تین اکابر دیوبند کے اسماء گرامی درج ہیں۔ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے افادات سے جلد اوّل خالی ہے۔ دراصل جلد اوّل کی ترتیب کے وقت کتاب لامع الداری علی جامع البخاری میسّر نہ ہو سکی تھی۔ بعد ازاں ضمیمہ کی صورت میں جلد ثانی کے اوائل میں حضرت مولانا گنگوہیؒ کے افادات کو تحریر کیا گیا۔

بخاری شریف کا تیسرا پارہ مواقیت الصلوٰۃ سے شروع ہو کر چوتھے پارہ کے آخر تک ہے جس میں تینوں اکابر کے افادات آگئے ہیں البتہ تحیۃ المسجد تک حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے افادات حسب سابق جاری رہے ۔

۲ ۔ ناسپاسی ہو گی اگر ان حضرات کا شکریہ ادا نہ کیا جائے جنہوں نے جلد ثانی مکمل کرنے میں تعاون کیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زرولی خان مہتمم جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی۔ سردار احمد یار خان ملغانی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ پائلٹ سیکنڈری سکول ملتان نیز ! پاکستان بھر کے دیوبندی جید علماء و مہتمم مدارس عربیہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے کتاب تشریحات بخاری جلد اوّل خرید کر کے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ کہ میں دوسری جلد کو جلد ہی منصۂ شہود پر لانے کے قابل ہوا۔ انشاء اللہ اب باقی جلدیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور احباب علماء کے بھرپور تعاون سے ہر سال ایک جلد مارکیٹ میں آجایا کرے گی۔

نیز ! قطب عالم حضرت گنگوہیؒ محدث۔ مفسر۔ اور فقیہہ ہونے کے ساتھ ساتھ ادیب و اریب بھی تھے۔ لامع کے متن میں ایجاز اور اغلاق تھا جس کو حل کرنے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی شرح سے مدد لی گئی۔ نیز ! مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی خانپور۔ اور مولانا محمد عبداللہ اسلام آباد کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے جلد اوّل کی فروختگی میں خصوصی تعاون کیا ۔

جَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ

فقط

محمد عبدالقادر قاسمیؒ فاضل دیوبند

فہرست تشریحات بخاری جلد ثانی

ضمیمہ از افادات حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ از باب بدء الوحی تا تحیۃ المسجد بخاری شریف

کتاب الجمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ

افادات قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

منقول از **کتاب لامع الداری علی جامع البخاری**

ابتداء از **بدء الوحی**

تا

تحیۃ المسجد

کتاب لامع الداری تحیۃ المسجد تک لکھ لینے کے بعد دستیاب ہوئی۔ اس لئے ابتداء سے یہاں تک قطب عالم حضرت گنگوہیؒ کے افادات بطور ضمیمہ کے دوسری جلد میں شامل کئے گئے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کے افادات ابتداء سے آخر کتاب بخاری تک چلے گئے ہیں۔

ترتیب وترجمہ۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالقادر قاسمیؒ فاضل دیوبند ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب بدء الوحی

اللهم لك على ماأوليت من آلاء لاحدلها ولانهاية وافضلت عن لغماء لابدء لها ولاغايت وعلى نبيك الصلوة والسلام على ماحمل من اعباء الرسالة مايكاد يبهض كل ذى نجدة وبسالة وعلى من جمعه واقتفى آثاره لاسيما حملة الدين الذين قصوا علينا اخباره واثاره وصلوة يوازى عناء هم فى نشر شرائعه ويجازى امانتهم فى تبليغ ودائعه ..

باب كيف كان بدء الوحى الى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

مئولف پر خطبہ ترک کر دینے کا الزام اس لئے صحیح نہیں ہے کہ مقصود ذکر اللہ ہے جو بسملہ سے حاصل ہو گیا۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے اوصاف کمال کا ذکر ہے۔ لفظ جلالۃ کے ساتھ الرحمن الرحیم ہے۔ اور بسملہ کے بعد حمد کا ذکر ہو تا تو کتاب اللہ کی اقتداء ہو جاتی۔ یہ اشکال بھی وارد نہیں ہو سکتا کہ یہ صفات کمال حمد میں بھی داخل ہیں۔ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اگر ابتداء بالبسملہ اور بحمداللہ کی احادیث صحیح بھی ہوں تو ان کی تعمیل الحمدللہ کہنے پر موقوف نہیں ہے۔ صرف بسملہ کا ذکر ہی کافی ہے۔ وجہ اس ترک کی غالباً جناب نبی کریم علیہ السلام کے وہ اکثر رسائل ہیں اور کتب ہیں جن میں صرف بسملہ پر اکتفاء کیا گیا ہے بالخصوص کتاب بخاری کی حدیث نبوی جس میں ہر قل کو خط لکھا گیا ہے۔ اس میں الحمدللہ نہیں ہے۔ اور علامہ عینیؒ نے اس اشکال کے سات جواب دینے کے بعد جو یہ جواب دیا ہے کہ اصل مسودہ میں الحمدللہ کا ذکر تھا ناسخین نے اسے ترک کر دیا۔ اس صورت میں تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

ثم لایخفی امام بخاریؒ پر اکثر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس باب بدء الوحی کے تحت چھ احادیث لائے لیکن ان کی ترجمہ سے مناسبت نہیں ہے۔ سو واضح رہے کہ امام بخاریؒ اپنی عادت کے مطابق کبھی ادنیٰ مناسبت پر اکتفا کرتے ہیں۔ کبھی باب کی ہر ہر حدیث سے ترجمہ کو ثابت نہیں کرتے۔ بلکہ مجموعہ احادیث سے مناسبت ثابت کرتے ہیں اس مقام پر بھی ترجمہ کو مجموعہ روایات سے ثابت کیا ہے۔ نیز غور و فکر سے معلوم ہو گا کہ ہر حدیث ترجمۃ الباب سے مناسبت رکھتی ہے۔ جیسا کہ تفصیل سے واضح ہو گا۔ اور یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ بسا اوقات

مؤلف ترجمہ میں کوئی آیت یا اثر لاتے ہیں جس کو باب سے مناسبت ہوتی ہے۔ یہ بات ابواب اور ان کے تراجم کی زیادہ تفصیل سے واضح ہو گی انشاءاللہ۔ اس مقام پر مقصود آیت اور روایت کی ترجمہ سے مناسبت کرنا ہے۔ پس جو شخص با ب بدء الوحی میں اضافت بیانیہ کا قائل ہے اس کے نزدیک عبارت یوں ہو گی۔ هذا با ب فی بیان هذا الامر و هو الوحی اس صورت میں مناسبت تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ بعد میں جو آیت اور روایات آرہی ہیں ان کی وحی سے مناسبت ہے اور ان میں وحی کا ذکر ہے۔ اس طرح اگر لفظ باب کو کیف بدء کا مضاف نہ بنایا جائے بلکہ اس کو الگ جملہ قرار دیا جائے اور اسے مبتدأ محذوف کی خبر قرار دیا جائے تو معنی ہوں گے هذا با ب من ابواب الحدیث پھر اس باب کے تحت جو کچھ لائے اس کا عنوان ہے کیف کا ن بدء الوحی۔ اس صورت میں بھی ترجمہ اور ہر روایت وارده میں مناسبت ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ ایسی روایت کا لانا مناسب ہے جس کا اثبات نبوات میں دخل ہو۔ اور ان خصائل حمیدہ کا تذکرہ ہو جن سے آنحضرت رسول اللہ ﷺ متصف تھے یا وہ عادات جو جبلی تھیں جو نبوت سے قبل آپؐ میں پائی جاتی تھیں۔ اگر اضافۃ بیانیہ نہ ہو جیسا کہ اظہر ہے تو پھر مناسبت ثابت کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ تو ہم کہیں گے قولہ تعالیٰ اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ الآیۃ اس میں جناب رسول اللہ ﷺ کی وحی کو انبیاء سابقین کی وحی سے تشبیہ دی گئی۔ کہ وہ وحی ارسال ہے جیسے وحی ارسال ان کی طرف ہوئی تھی۔ جب آپؐ کے لئے وصف ایحاء ثابت ہو گئی تو اس کی کیفیت بھی انبیاء سابقین کی وحی کی کیفیت کی طرح ہو گی اور اس کی ابتداء بھی ایسے ہو گی جیسے ان انبیاءؑ کی طرف ابتداء ہوئی تھی۔ تو اس صورت میں بدء الوحی کی کیفیت کو بیان کرنا مقصود ہو گا جو دیگر انبیاء کی بدء الوحی کی کیفیت کے مماثل ہو گی اس طرح مناسبت ظاہر ہو گئی۔ البتہ ایک اشکال باقی رہے گا کہ آپؐ کی وحی کو نوح علیہ السلام کی وحی اور من بعدھم کی وحی سے تشبیہ دی گئی۔ اس سے آدم علیہ السلام اور ان کے بعد کے انبیاء کی وحی خارج ہو گئی۔ جواب یہ ہے کہ دو چیزوں کے درمیان تشبیہ غیر کے اندر وجہ شبہ کے نہ ہونے کو تقاضا نہیں کرتی۔ جیسے کالے بال کو اگر کوے سے تشبیہ دی جائے تو دوسروں کی نفی نہیں ہوتی بلکہ وہ کوئلے اور اندھیری رات وغیرہ کے مشابہ ہے۔ اگر بالفرض اعتراض تسلیم بھی کر لیا جائے تو کہا جائے گا کہ مقصود اولو العزم رسل سے تشبیہ دینا تھا۔ حضرت آدمؑ و من بعدھم اگرچہ انبیاء تھے لیکن ان کے رسول ہونے میں کلام ہے کیونکہ جس قدر کفر و شرک نوح علیہ السلام اور من بعد کے انبیاء کے دور میں شائع فائع ہوا ہے وہ ان انبیاء کے دور میں نہیں ہوا۔ تو ان کی طرف سے وحی وحی رسالت نہ ہوئی۔ بلکہ ان کے دور میں دنیا آباد کرنے کے متعلق وحی آتی تھی کفر و شرک تھا ہی نہیں۔

قولہ انما الاعمال بالنیات صفحہ ۲۔۵ بظاہر اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے کوئی مناسبت نہیں اسلئے کہ اس میں سرے سے وحی کا ذکر ہی نہیں ہے۔ اس کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے زیادہ وقیع یہ جواب ہے کہ اگرچہ رسالت اور نبوت وھبی ہے کسبی نہیں محض اللہ کا فضل ہے۔ مگر بعض اعمال ایسے ہیں جن پر فواضل اور بعض انعامات مرتب ہوتے ہیں۔ آیت کریمہ ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور حدیث شریف میں ہے اَسْلَمْتَ عَلٰی مَآ اَسْلَفْتَ مِنْ خَیْرٍ۔ ترجمہ۔ کہ اپنی گزشتہ نیکیوں کی بنا پر اسلام لانے کی توفیق ملی۔ اسی طرح یہ حدیث بدء الوحی کا بیان ہوئی کہ بدء الوحی میں جناب نبی اکرم ﷺ کے اخلاص نیت کو اللہ رب العالمین سے

خیر خواہی کو اور مخلوق خدا سے خیر خواہی کو جبلی خصائل کا بھی دخل ہے۔ اور وہی اس کا سبب ہیں۔ البتہ یہ توجیہ اس پر مبنی ہے کہ لفظ کیف جیسے حال الشیٔ کے دریافت کرنے کے لئے آتا ہے۔ اس طرح سبب وجود الامر کے لئے بھی آتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کیف جئت جس سے مقصود آنے کا سبب پوچھنا ہے آنے کی کیفیت نہیں پوچھنا کہ پیدل آئے یا سواری پر آئے۔ تو اس صورت میں لفظ کیف جو ترجمہ میں وارد ہے اس سے عموم فی المجاز پر وہ معنی مراد لئے جائیں گے جو ان تمام معانی کو شامل ہوں۔ مشہور معنی سوال عن حال الشیٔ نہیں ہوگا۔ پس اس روایت کو اوّل باب بلکہ اوّل کتاب میں لانے کی وجہ سے طالب کو تنبیہ کرنا ہے کہ حصول علم حدیث سے اس کا مقصد محض رضاء الٰہی ہونا چاہئیے۔ اور اس کتاب میں جو مخالفین کے مذاہب کی تردید ہے اس سے بھی مقصود سنت کی مدافعت ہے تاکہ ان کے گمان کے مطابق لوگ سنت کو اختیار کریں اس کی مخالفت کو چھوڑ دیں۔ دریں صورت مناسب یہ تھا کہ اس حدیث کو ترجمہ سے پہلے ذکر کیا جاتا لیکن مؤخر اس لئے کر دیا کہ حدیث کے معنی وحی پر موقوف ہیں۔ اور کلمہ حصر کی وجہ سے جو بدون نیت عمل کی نفی معلوم ہوتی ہے وہ موجود شرعی ہے جو عند اللہ معتبر ہو۔ مطلق وجود کی نفی نہیں خواہ وہ حسی ہو یا شرعی ہو۔ تو عادت کے مطابق امام بخاریؒ ترجمہ کے بعد اس روایت کو اس لئے لائے ہیں تاکہ احتمالی معنی کی تعیین ہو جائے۔ نیز ! الاعمال پر الف لام عہد خارجی کا ہے استغراق کے لئے نہیں۔ اور نیّت بھی مؤمن کی معتبر ہے۔ واللہ الھادی الی سبیل الرشادؒ۔

قولہ کیف یاتیك الوحی ظاہر یہ ہے کہ سائل نے وحی کے تمام اقسام کے متعلق سوال نہیں کیا بلکہ وحی اترنے کی اس کیفیت کو معلوم کرنا تھا جو اکثر اور غالب زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ پر ہوتی تھی اس کا جواب تین طرح سے ممکن تھا خود آنحضرتؐ کی طرف جو وحی ہوتی تھی اس کی کیفیت کو بیان کیا جائے یا موحی وحی لانے والے فرشتہ کی کیفیت بتلائی جائے یا نفس وحی کی کفیت بیان ہو۔ تو آپ نے مثل صلصلة الجرس سے وحی کے نزول کے وقت جو خود آنحضرت ﷺ کی کیفیت ہوتی تھی اس کو بیان کیا یہ جبرائیل علیہ السلام کی آواز نہیں جیسے کہ بعض حضرات نے سمجھا ہے۔ اس لئے کہ صوت جبرائیل تو الفاظ اور حروف سے مرکب ہے۔ جو بات سمجھ نہ آئے اس کا تلفظ کیسے ممکن ہے۔ اس طرح وہ کلام جو مبہم اور چپ کرا دینے والی ہو اس کی قرأت کیسے ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا تو اس صورت میں احیاناً یتمثل یہ اصل جواب سے ایک زائد افادہ ہوگا جس سے بتلانا یہ ہے کہ وحی محض اسی ایک طریقہ پر منحصر ہے بلکہ اس کے اور وجوہ بھی ہیں۔ تو اس سے وحی کی کیفیت کا بیان واضح ہو گیا۔ یہ وحی مطلق کی کیفیات تھیں۔ تو بدء الوحی کی بھی مختلف صورتیں ہوں گی۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اب مجموعہ اجزاء ترجمہ کو ہر روایت سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اور یہی حال آنے والی روایات میں رہے گا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

قول عائشةؓ ان جبینہ فیتفصد عرقاً صفحہ ۲-۱۱ نزول وحی کے وقت آپؐ کی پیشانی سے پسینہ بہتا تھا حالانکہ غار حراء سے نزول وحی کے بعد آپؐ نے زمّلونی زمّلونی فرمایا جیسے ٹھنڈک سے بخار والے پر کپڑے ڈالے جاتے ہیں۔ ان دونوں حالتوں میں منافات نہیں۔ اس لئے کہ ایک میں نزول وحی کے وقت کی حالت بیان کی گئی اور دوسری حدیث میں نزول وحی کے بعد کی کیفیت بتلائی ہے۔

وجہ یہ ہے کہ آپؐ کے باطن میں حرارت تھی۔ لیکن کبھی خوف اور دہشت کی وجہ سے ظاہر پر برودت آجاتی تھی۔ یہاں تک کہ آپؐ پر کپڑے ڈالے جاتے۔ تو دو مختلف حالتیں ہوئیں۔

قوله حتي بلغ مني الجهد صفحہ ۲۔۱۵ لفظ جهد یا مفعول ہے تو فاعل ملک ہو گا یا وہ غلط ہو گا جو غطبی میں مذکور ہے۔ جہد سے جہد نبی اکرم ﷺ بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ اور بطور مجاز کے جهد الملك بھی ہو سکتا ہے۔ تو معنی ہوں گے کہ اگر فرشتہ کی بجائے وہاں پر کوئی انسان ہوتا تو اس کو بھی یہ مشقت (سختی) پہنچتی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ الجهد فاعل ہو معنی ہوں گے کہ یہ مشقت (سختی) میری طرف سے اپنی انتہا کو پہنچی۔ بہر حال یہ نہایت مشقت (سختی) سے کنایہ ہے۔ اسی بنا پر فرشتہ نے آپ کو چند مرتبہ دبایا ہے تاکہ آہستہ آہستہ آپؐ اس کے عادی ہو جائیں۔

ولقد خشيت علي نفسي الخ صفحہ ۳۔۱۵ ترجمہ۔ مجھے اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ اور یہ خوف و دہشت اس وجہ سے تھی کہ میں رسالت کی کماحقہ ذمہ داریوں کے بوجھ اٹھانے سے عاجز ہوں۔ یا آپ کو سینہ چاک ہونے اور جھپڑنے کی وجہ سے جو سختی پہنچی اس کی وجہ سے اپنی ہلاکت کا خطرہ لاحق ہو گیا۔ چونکہ ان صورتوں میں آپؐ کے لئے جو اجر و ثواب اور ستائش مقدر تھی اس سے محرومی تھی۔ بنابریں حضرت خدیجہؓ نے یہ کہہ کر اس کی نفی کر دی کہ لایخزنک اللہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن خصائل اور اخلاق کریمانہ پر آپ کو پیدا کیا ہے جو عموماً کسی عام انسان میں کاملاً نہیں پائے جاتے اور نہ ہی کسی انسان کے جمیع جسم میں یہ عادتیں ودیعت رکھی گئی ہیں۔ تو معاملہ ایسا نہیں ہو گا جس کا آپ کو خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی ذات ستودہ صفات کو جن بھوت کے حوالے کر دے۔ بلکہ انشاء اللہ تبلیغ و رسالت کا یہ کام آپؐ کے ہاتھوں انجام پائے گا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

وکان یکتب الکتاب صفحہ ۳۔۶ یہاں سے زبان میں ان کی مہارت کا بیان ہے۔ اور یہ کہ وہ کتب منزلہ کی مرادات پر پوری اطلاع رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کا ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کر سکتا ہے۔ اور ترجمہ کرنے کی طاقت اسی کو ہوتی ہے جو اپنے ہجولیوں پر مہارت تامہ اور فوقیت کاملہ رکھتا ہو۔ اور اس میں شہرت کا مالک ہو اس بنا پر عربی اور عبرانی کتابوں کی مراد اور مطالب ایک ہو گا۔

قوله هذا لناموس الخ صفحہ ۳۔۹ جاننا چاہئے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو نہ تو رسالہ کے معاملہ میں شک و شبہ تھا اور نہ ہی اس پیغام میں شبہ تھا کہ یہ وحی ہے۔ جیسا کہ ہم نے خشیة کی وجوہ میں بیان کیا ہے کہ یہ خشیت شک و شبہ و ریب کی وجہ سے نہیں تھی۔ جیسا کہ بعض کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ البتہ بایں ہمہ یہ شک ممکن ہے کہ اس بارے میں ہو کہ آپ کو اس کا علم نہ ہو کہ یہ فرشتہ جو میرے پاس بھیجا گیا ہے یہ وہی ہے جو دیگر انبیاء سابقین علیہم السلام کی طرف وحی لایا کرتا تھا اور نہ ہی آپ کو اس کے نام کا علم ہو تو یہ کوئی نقصان کی بات نہیں ہے۔

قوله یالیتنی اکون حیا صفحہ ۳ ۔ ۸ یعنی اگر میری جوانی اور طاقت نے ساتھ نہ دیا پھر بھی میں اگر زندہ نہ رہا تو آپ کی زبان سے یا جو صورت بھی ممکن ہوئی آپؐ کی ضرور مدد کروں گا۔ یہ دعا علی سبیل التنزل ہے۔ اَوَمُخرِجِیَّ هم آنحضرت ﷺ نے قوم کے

نکالنے کو تعجب اور استفہام انکاری کے طور پر اس لئے بعید سمجھا کہ آپؐ نے سوچا میں ان کو نصیحت کرتا ہوں اور خیر کی طرف دعوت دیتا ہوں پھر بھی وہ مجھے اپنے شہر سے نکال دیں گے۔ آپ کا گمان تھا کہ کوئی عاقل اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ جو شخص ان کو بھلائی بلکہ نجات کی دعوت دیتا ہو اس سے دشمنی کریں۔ میں ان کو نفع پہنچانے کی کوشش کروں اور وہ مجھے نقصان پہنچائیں یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ تو ورقہ بن نوفل نے ایک ایسا عجیب جواب دیا جس کے بعد بحث کی ضرورت نہیں رہتی کہ عادت اللہ ایسے ہی جاری ہے کہ جو ذات عوام کی خیر خواہی کی طالب ہو لوگ اس سے عداوت رکھتے ہیں۔ اگر چہ یہ مدعی اس طرح بھی ثابت کرنا ممکن تھا جس میں قدرے طوالت تھی کہ انسانی نفوس کی جبلت یہ ہے کہ جن امور کے وہ عادی ہوتے ہیں اس کی مخالفت کو وہ ناپسند کرتے ہیں حالانکہ اس میں ان کی بھلائی اور بہتری ہوتی ہے۔ اس کی کچھ تفصیل بعد میں آئے گی۔

ویحدث من فترة الخ صفحہ ۳ ۔ ۱۲ مطلب یہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے ایک ایسی حدیث بیان کی جس کا اوائل ایام وحی سے تعلق تھا یہاں تک کہ ان کی حدیث یہاں تک پہنچی۔ **الی قولہ وھو یحدث** تین سال تک وحی اس لئے منقطع رہی تاکہ آنحضرت ﷺ پہلے نازل شدہ آیات کے معانی اور مفاہیم پر غور فکر کرلیں۔ وجہ یہ کہ کتاب کا جو حصہ پہلے نازل ہوا اس میں جمیع نصوص کی مراد سمجھنے میں اجمالی اشارہ ہوتا ہے۔ جس پر تفکر اور تدبر کی حاجت ہوتی ہے۔ دوسرے تاخیر وحی کی ایک وجہ یہ بھی ہے تاکہ شوق میں اضافہ ہو۔ اور مسلسل نازل ہونے میں کلفت محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ پہلی دفعہ آپؐ پر جب وحی کا نزول ہوا تو کلفت کا سامنا کرنا پڑا اور اسی طرح فترت کے بعد جب نزول ہوا تو سختی اور مشقت میں مبتلا ہوئے۔ اگر پہلے سے ہی وحی کا تسلسل ہوتا تو ممکن ہے آپؐ کی ہلاکت کی نوبت آجاتی۔ یا آپ کا جسم اطہر سخت مصائب و آلام کا نشانہ بنتا۔

قولہ فرغبت منہ صفحہ ۳ ۔ ۱۲ یہ دہشت فرشتہ کو اپنی اصلی صورت میں دیکھنے سے لاحق ہوئی۔

ثم علینا ان نقرء صفحہ ۳ ۔ ۲۲ قرأت سے دونوں جگہ ایک مراد نہیں بلکہ دوسری قرأ یعنی اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ میں محض بیان مقصود نہیں بلکہ قرأۃ بھی مراد ہے۔ جبکہ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ بیان کی تفسیر انہوں نے قرأۃ سے کی ہے۔ اور پہلا مقام یعنی اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ میں قرآن سے قرأۃ مراد ہے۔ اور دونوں قرأتوں میں بڑا فرق ہے۔ اس لئے کہ پہلی قرأۃ سے مقصد یہ ہے کہ ہم قرآن مجید کو آپؐ کے سینہ اور دل میں اس طرح جمادیں گے کہ آپؐ خود اس کے پڑھنے پر قادر ہو جائیں گے اور دوسری قرأۃ سے مراد **قرأۃ علی الامۃ** ہے۔ کہ وہ ایسی قرأۃ واضحہ ہوگی جو امت پر خلط ملط نہیں ہوگی۔ اور یہی لفظ بیان کا مدلول ہے۔ تو بیان سے مراد قرأۃ **قرأۃ علی القوم** ہے جس میں بیان کے معنی ملحوظ کئے ہیں۔ کہ وہ قرأت نہایت واضح اور ظاہر ہوگی۔ نیز ! حدیث کو باب سے مناسبت اس طرح ہوئی کہ جب اوائل ایام نبوت میں آپ کا یہ حال تھا تو پہلے پہل جو آپؐ پر وحی نازل ہوئی ہوگی اس میں بھی یہی حال ہوگا۔ تو **بدء الوحی** کی بعض کیفیت کا بیان ہوگیا۔ کہ نزول وحی کے وقت آپؐ سختی برداشت کرتے تھے۔ اور یہ بھی ہم ذکر کر چکے ہیں کہ کیفیت وحی کا بیان بظاہر وحی کا سبب کیا بنا کہ ان میں سے ہر ایک فضل اور احسان الہی تھا۔ آیت نازل شدہ کا اور حکم نازل کردہ کا حال بیان ہوگا۔

اورمنزل علیہ یعنی جن کی طرف وحی کی گئی ان کی اردات کابیان یافرشتہ کی بعض کیفیات کابیان اوراس کے احوال کابیان ہوگا۔ چنانچہ اس روایت میں موحی الیہ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔اگر یوں کہا جائے کہ یہ حدیث اسلئے لائی گئی کہ اس میں وحی کا ذکر ہے اس سے کوئی بحث نہیں کہ اس کی ابتداء یا کیفیت کیا تھی تو اس صورت میں کسی تکلف کی ضرورت نہیں رہتی مناسبت واضح ہے۔

اخبرنایونس بن معمر نحوہ الخ صفحہ ۳ ۔ ۲۵ نحوہ سے اشارہ ہے کہ معمر راوی کے الفاظ حدیث یونس راوی کے الفاظ حدیث کے خلاف ہیں۔اگرچہ دونوں کا معنی میں اتحاد ہے۔اگر لفظ اور معنی دنوں میں اتحاد ہو تو مثلہ کالفظ بولا جاتا ہے ۔

فیدارسہ القران صفحہ ۳ بظاہر روایت ترجمہ سے مناسبت نہیں ہے مگر امام سیوطیؒ کی یہ روایت صحیح ہو کہ حضرت جبرائیلؑ ہر سال رمضان شریف میں قرآن مجید کا آپؐ کے ساتھ دور کرتے تھے۔ خواہ وہ نازل ہو چکا ہو یا نازل نہ ہوا ہو۔بعد ازاں آنحضرت ﷺ اس کو بھول جایا کرتے تھے۔ تو پھر جبرائیلؑ کا آپؐ پر قرأۃ کرنا یہ بھی وحی کی ایک قسم ہوگی۔ کہ فرشتہ آپؐ کے سامنے آجاتا تھا تو اس کی ابتداء غیر منزل کے مقابل میں ظاہر ہے۔ یعنی وحی کی ابتداء کبھی پہلے طریقہ کے خلاف ہوئی تھی۔ کہ نزول مَلک کی صورت میں ایک دوسری کیفیت ہوتی تھی۔ اور عادت کے خلاف ایک قرأۃ کاایک دوسرا طریقہ اختیار کیا جاتا تھا۔اگر مشہور روایت پر قرأۃ ہو کہ جبرائیلؑ ما نزل یعنی جو حصہ اتر چکا تھا اس کی آپؐ پر قرأۃ کرتے تھے۔ پھر بھی یہ قسم اقسام وحی میں سے ہوگا۔ کہ دوسری مرتبہ قرأۃ وحی کی یہ قسم ہوگی کہ فرشتہ قرأۃ کرتا تھا۔البتہ تکرار وحی کاالزام رہے گا کہ موحی ایک ہے اور قرأۃ دوبارہ ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیوں کہ بعض صور توں کانزول دوبار ہوا ہے۔ ہاں یہ تکرار تکرار سُور سے کم درجہ کا ہوگا۔ کیوں کہ یہ اسی فرشتہ کی طرف سے ہے آسمان سے اس کا نزول نہیں ہے اور کوئی بعید نہیں اگر یہ توجیہ بیان کی جائے کہ جب رمضان شریف میں جناب جبرائیلؑ سے ملاقات کے وقت آنحضرت نبی اکرم ﷺ کا یہ حال ہوتا تھا کہ باہمی دونوں کے انوار کا عکس ایک دوسرے پر چڑھ جاتا تھا تو بدءٔ وحی کے وقت جب آپؐ کی جبرائیلؑ سے ملاقات ہوتی ہوگی تو یہی حال اس وقت بھی ہوتا ہوگا جیسا کہ روایت دلالت کرتی ہے کہ پہلی مرتبہ بدءٔ الوحی میں جبرائیلؑ نے آنحضرت ﷺ کو توجہ القائی کے لئے جھپیٹا تو جیسے جھپٹنے کا اثر آپؐ پر ظاہر ہوتا تھا۔ایسے ہر ملاقات میں اثر خفی ضرور ہوتا ہوگا واقعی یہ غور طلب بات ہے۔ واللہ اعلم

قولہ من الریح المرسلة صفحہ ۴۔ ۱ س جیسے سخت آندھی ہر چیز تک پہنچتی ہے آنحضرت ﷺ کی سخاوت اس سے بھی زیادہ ہوتی تھی۔ کہ جو چیز بھی آپؐ کے ملک میں ہوتی تھی اس کو آپؐ باقی نہیں چھوڑتے تھے۔

قولہ ان هرقل ارسل الیه في رکب صفحہ ۴۔ ۳س فی رکب یا الیہ کی ضمیر مجرور سے متعلق ہے۔ تو معنی ہوں گے کہ یہ بھی اس قافلہ میں تھے۔ یا اس کا تعلق ارسل فعل سے ہے۔ کہ ان کی طرف پیغام اس لئے بھیجا تاکہ ان سے قافلہ کا حال معلوم کریں اور پھر ان کو اپنے ہاں بلائیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کلمہ فی اجلیہ ہو۔ پھر بھی ابو سفیانؓ کا اس قافلہ سے خارج ہونا لازم نہیں آتا۔ اور نہ ہی ان کی طرف ارسال کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ قافلہ کے سردار تھے اور ان سب سے افضل تھے۔

وقوله وهم بایلیا صفحہ ۴ ۔ ۴ س وجہ یہ ہوئی کہ کسریٰ بادشاہ فارس نے حملہ کر کے ہرقل بادشاہ روم سے اس کا ملک چھین لیا تھا ہرقل نے منّت مانی تھی کہ اگر کسریٰ سے اس کا ملک ہرقل کو واپس مل گیا تو وہ پیدل ایلیاء یعنی بیت المقدس آکر عبادت کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے جب اس کا ملک اسے واپس کر دیا تو وہ بیت المقدس میں آکر ایک رات وہ خواب دیکھ رہا تھا جس کا روایت میں ذکر ہے کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ اس ملک پر غالب آجائے گا۔ اتفاق سے بادشاہ غسان نے بھی ایک آدمی بھیج کر اس کی تصدیق کر دی۔ تو ہرقل نے رومیہ کے حاکم کی طرف دریافت احوال کے لئے خط لکھا۔ ابھی اس کا جواب نہیں آیا تھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا والا نامہ اس کے پاس پہنچ گیا۔ جس سے آنحضرت ﷺ کی بعثت اس کے نزدیک واضح ہو گئی۔ تو یہ تینوں واقعات ایلیاء بیت المقدس میں اس کے سامنے پیش آئے۔ تو اس نے اپنے وطن واپس ہوتے ہوئے دوبارہ اس کی تحقیقات شروع کی۔ چنانچہ جب وہ اپنے دار الخلافہ حمص میں پہنچا تو اسے حاکم رومیہ کا جواب موصول ہوا۔ تو اس نے اپنے حاشیہ نشینوں کو جمع کیا۔ اس طرح واقعات کی ترتیب مناسب رہے گی۔

قوله ایك اقرب نسباً صفحہ ۴ ۔ ۵ س یہ اس نے اس لئے پوچھا کہ صاحب البیت ادری مافیه کے مطابق قریبی رشتہ دار ہی اپنے قریبیوں کی خوبیوں اور برائیوں سے خوب واقف ہوتا ہے۔

قوله ان کذبنی الخ صفحہ ۴ ۔ ۴ س یہ بادشاہ نے ان سے اس لئے کہا کہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ یہ سب لوگ کفر میں اس کے شریک رہے ہیں۔ میرا گمان ہے کہ جھوٹ کی قباحت بالخصوص بادشاہ کے سامنے اس کے جھٹلانے سے ان کو خاموش نہیں رہنے دے گی۔ اب جبکہ میں خود بادشاہ ان کو حکم دے رہا ہوں تو وہ کیسے اس کی تکذیب نہیں کریں گے۔ نیز ! بادشاہوں کا رعب داب اور ان کا ہمارے شہروں کو آنا جانا یہ ایسے حالات ہیں جو اس کو سچ بولنے پر مجبور کریں گے۔ اگر بالفرض اس نے اپنی گفتگو میں کوئی جھوٹی بات کہہ بھی دی تو اس کی جھوٹی باتیں کسی پر مخفی نہیں رہیں گی۔ اگرچہ کچھ زمانہ بعد ہی کیوں نہ ہو۔ شہروں میں اس کا جھوٹا پن مشہور ہو جائے گا۔ نیز ! یہ بھی ممکن ہے کہ بادشاہ کو اس کا علم نہ ہو کہ یہ لوگ کفر میں ابوسفیان کی موافقت کرتے ہیں۔ اور ابوسفیان کی پیٹھ کے پیچھے اس لئے بٹھلایا کہ آمنے سامنے کسی کو جھٹلانا آسان نہیں ہوتا۔ شاید لحاظ ومروت اور آنکھوں کے سامنے ہونا ان کو اس کی تکذیب سے مانع ہو۔ اس لئے پیٹھ کے پیچھے بٹھایا۔

قوله ان یاثرو الخ صفحہ ۴ ۔ ۸ س یعنی جب ان لوگوں کو میرے جھوٹے ہونے کا علم ہو جائے گا تو میری بعد کی گفتگو پر سے ان کا اعتماد اٹھ جائے گا۔ اور عرب کا جو آدمی بھی یہ واقعہ سنے گا وہ مجھے جھوٹا شمار کرے گا اس طرح اکناف علم میں شہر و دیہات میں میرے جھوٹ کا چرچا ہو گا۔ عام شراح یہی معنی لیتے ہیں۔ اور علی کو عنی کے معنی میں لیتے ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ کے نزدیک دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ ہرقل کی مجلس میں قوم عرب کا ان کو جھٹلانا اگرچہ معنیً بعید ہے لیکن لفظاً صحیح ہے۔ اس لئے کہ ابوسفیان کو اعتماد تھا کہ یہ لوگ میری تصدیق کریں گے۔ اور جو کچھ میں کہوں گا اس پر خاموش رہیں گے۔ کیونکہ معنی یہ ہو جائیں گے کہ یہ لوگ بادشاہ کی طرف

نقل کریں گے کہ میں نے جھوٹ بولا حالانکہ یہ معنی بعید ہیں۔

قوله ونحن منه في مدة الخ صفحہ ۴ ۔ ۱۲اس ابوسفیانؓ کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس وقت آنحضرت ﷺ سے غائبانہ نہیں جان سکتے۔ کہ آپؐ اس بارے میں کیا کرنے والے ہیں یا ہم نے ان سے صلح حدیبیہ کر تو لی ہے اب دیکھیں وہ اس میں کیا کرتے ہیں۔ صلح کو نبھاتے ہیں یا نہیں۔ بہر حال جو احتمال بھی ہو وہ اپنے اس قول سے اپنے ضمیر کے اعتقاد کے خلاف خبر دے رہے ہیں۔ اس لئے اسے یقین تھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ دھوکہ باز نہیں۔ اور نہ ہی عہد شکن ہیں لیکن دل کے احوال اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اگر میں نے آپؐ کی طرف غدر کی نسبت کر دی تو مجھے کوئی نہیں جھٹلائے گا کیونکہ وہ کہہ سکتا تھا کہ مجھے جناب نبی اکرم ﷺ پر وثوق نہیں ہے کہ وہ غدر نہ کریں۔ تو یہ بات اس کے گمان کے مطابق جھوٹی نہ ہوتی۔ مگر اس کا یہ گمان واقع اور نفس الامر کے خلاف ہوتا۔ نیز ! اس نے اپنے اس گمان کو کذب سے اس لئے تعبیر کیا کہ وہ اس کے یقین کے مخالف تھا کیونکہ وہ آپؐ کی صداقت امانت اور اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ آپؐ نے کبھی اپنے عہد و پیمان میں غداری نہیں کی۔

قوله وكذلك الرسل تبعث الخ صفحہ ۴ ۔ ۱۶ یہ اس لئے تاکہ اہل قدر و منزلت انبیاء و رسل علیہم السلام کے پاس بیٹھنے سے نفرت نہ کریں۔ او کوئی ان کی اطاعت سے گھن نہ کرے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ مصائب اور نتائج کی وجہ سے رسولوں کو عار دلائی جائے۔

قوله لو كان احد الخ صفحہ ۴۔ ۷ اس معلوم ہوا کہ ان کی قوم میں سے کسی کی یہ عادت نہیں کہ وہ اس قسم کے دعاوی کرے

قوله ويكذب على الله الخ صفحہ ۴ ۔ ۲۰س یہ دلیل اگرچہ کفار قریش پر حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ لوگ تو حشر و نشر کے منکر تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ کے نزدیک حجت بن سکتی ہے۔ کیونکہ آپؐ تو حشر و نشر کا اقرار کرنے والے ہیں اور یہ رسالت کے دعویٰ کرنے والے پر حجت تامہ ہے۔ اس لئے کہ جب اس نے رسالت کا دعویٰ کیا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو آپؐ کے نزدیک یہ بات حق ہے کہ جھوٹ کا انجام آپ کو بھگتنا ہوگا۔ کیونکہ جو کام بھی آپؐ اچھا یا بُرا کریں گے اس کا بدلہ ملے گا۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس دعویٰ کے باوجود آپؐ اللہ تعالیٰ پر افتراء کریں اور وہ چیز کہیں جو آپ کی طرف وحی نہیں کی گئی۔ نیز ! یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مشرک اور کافر اکثر حشر و نشر اور اللہ کی طرف واپس جانے کا اعتقاد نہ رکھتے ہوں لیکن مجموعی طور پر وہ لوگ اس کا انکار نہیں کرتے تھے کہ آدمی کو اپنے اعمال کا بدلہ ملے گا نیکی ہے تو نیک بُرائی ہے تو برا بہر حال بدلہ ملے گا۔ آخرت میں نہ سہی دنیا میں بدلہ ملنے کا ان کو بھی اعتراف تھا کیونکہ جو قبائح اور برائیاں ان میں شائع ذائع تھیں ان میں سے اکثر کی بنیاد اس پر قائم تھی کہ وہ اپنے گمان فاسد کے مطابق انہیں قربات اور طاعات شمار کرتے تھے۔ تو ہو سکتا ہے کہ آپ کا یہ ارشاد خود ان پر بھی حجت ثابت ہو۔ نیز ! بادشاہ کا قافلہ کو طلب کرنا اور ان سے پوچھ گچھ کرنا اس سے اس کا مقصود جناب نبی اکرم ﷺ کے حالات کی تفتیش کرنا تھا۔ اور آپ کی بعثت پر یقین حاصل کرنا تھا کیونکہ اس نے ایک تو خود ستاروں سے غور و خوض

کرنے کے بعد معلوم کر لیا تھا۔ دوسرے غسانی بادشاہ کی طرف سے حالات پہنچے تھے۔ اس سے اس کا مقصد تو حاصل ہو گیا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ جو خیر و برکت اس کو ان سے حاصل ہوئی تھی وہ اپنے پاس سے بھی ان کو فائدہ پہنچائے۔ تاکہ غور و تدبّر کے بعد جو بات انہیں بھی معلوم ہو اسے اختیار کریں۔ نیز ! جناب نبی اکرم ﷺ کی جو محبت اس کے اندر پیدا ہو چکی تھی اس نے اسے مجبور کیا کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق آنحضرت ﷺ کی ضرور مدد کرے بایں ہمہ وہ اپنی سلطنت کے عمائدین کو حاضرین کو سنانا چاہتا تھا کیونکہ یہ بات ان کیلئے زیادہ نفع بخش تھی اس سے کہ بادشاہ خود ان سے بالمشافہ بات کرتا۔ اس طرح اب یہ کہنا خلوص اور خیر خواہی پر مبنی ہو گا اس لئے کہ یہ خطاب غیر لوگوں کو ہے۔ اور ہرقل کی قوم کتاب اور ملۃ والے لوگ تھے تو اس کا یہ کہنا لم یکن لیذر الخ یہ اہل ملۃ پر حجت قائم کرنا ہے اسلئے کہ یہ لوگ حشر و نشر کو تسلیم کرتے تھے۔ اور حشر و نشر پر ان کا یقین تھا۔ اسی طرح ان کا یہ کہنا سیملك موضع قد قطعی هاتین کہ عنقریب وہ میرے ان دو قدموں کی جگہ کا بھی مالک ہو جائے گا۔ اس سے بھی اس کا مقصود اپنی قوم کو سنانا تھا تاکہ بعد میں اس کی دعوت خطاب نتیجہ خیز ثابت ہو سکے

ولم یذکر الخ روایت میں گیارہ باتوں کا سوال تھا۔ جواب میں نو ۹ کا ذکر ہوا۔ دو باتیں یعنی آپؐ کے قتال اور ان کے قتال کا ذکر چھوڑ گئے صرف یہ جواب دیا کہ الحرب بیننا و بینه سجال کیونکہ بادشاہ قتال کے سوال سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آیا یہ وہی نبی موعود ہے یا کوئی اور ہے۔ اور کتب قدیمہ سماویہ میں قتال کے بارے میں لکھا ہوا تھا اس کو اس لئے نہیں دہرایا کہ یہ کوئی بڑی علامت کی چیز نہیں تھی اور نہ ہی دشمن اور مخالف پر کوئی حجۃ قائم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ہر دو لڑنے والوں اور مخالف گروہوں میں یہی عادت جاریہ ہے کہ کبھی ایک کا پلڑا بھاری ہوتا ہے کبھی دوسرے کا۔ البتہ الحرب سجال پر ایک اشکال ہے کہ جب سے ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے محاربہ اور مقاتلہ شروع کیا ہے۔ نہ تو آپؐ نے شکست کھائی ہے اور نہ ہی کبھی آپ کی مدد چھوڑ دی گئی ہے۔ تو پھر الحرب سجال کیسے ہوا۔ جواب یہ ہے کہ بادشاہ نے نبی کی شکست اور بھاگ جانے کے متعلق اس لئے سوال نہیں کیا کہ اس کو یقین تھا کہ رسل کی شان ثابت قدمی اور صبر سے مصائب کو جھلینا ہے۔ تو اب مقصود یہ ہو گا کہ آیا یہ لوگ قتل کرتے ہیں یا قتل ہوتے ہیں یا معاملہ مختلف رہتا ہے۔ تو یہ حق جس میں کوئی شک نہیں کہ کفار نے مسلمانوں کو اُحد کی لڑائی میں قتل کیا اور بدر کی لڑائی میں مقتول ہوئے۔ اور حرب کے ڈول سے تشبیہ اس لئے دی گئی کہ جب ڈول کسی کے ہاتھ میں ہو اور دوسرے لوگ خالی کھڑے ہوں تو جب فتح و کامیابی کا معاملہ مختلف ہو تو ڈول کی طرح ہو گیا۔ کہ ایک مرتبہ وہ اس کو پکڑتا ہے اور دوسرے مرتبہ دوسرے کو پکڑتا ہے۔ لکڑی کے دونوں کنارے پر ڈول باندھ دیتے تھے۔ جب کنویں میں پانی بھرنے کیلئے ان کو ڈالتے تو ان میں سے ایک نیچے چلا جاتا دوسرا اوپر کو رہ جاتا۔ واللہ اعلم

قوله سخطة لدينه الخ صفحہ ۴۔ ۲۳س اس قید کے اضافے سے اس طرف اشارہ ہے کہ ارتداد کبھی دوسرے عوارض اور اسباب کی وجہ سے ہوتا ہے جو اسلام لانے کے بعد مرتد کو لاحق ہو جاتے ہیں۔ ایسا ارتداد نہ اسلام کے باطل ہونے کی دلیل ہے اور نہ ہی اس بات کی نشانی ہے کہ وہ دین جس سے وہ پھر گیا ہے اس میں کوئی نقص یا کچھ مفاسد ہیں۔ اسی وجہ سے ابو سفیانؓ نے ارتداد کی نفی کر دی۔ اگر مطلق ارتداد سے سوال کرتا تو پھر نفی سے جواب دینے کی گنجائش نہیں تھی۔ ورنہ وہ کہہ سکتا تھا کہ بعض لوگ اسلام سے پھر گئے ہیں۔

جیسے عبداللہ بن الخطل وغیرہ کیونکہ ان کا ارتداد عن عوارض اور اسباب کی وجہ سے تھا جن کا ذکر تواریخ میں ہے ملت اسلام سے کراہت کی وجہ سے نہ تھا۔ عبیداللہ بن جحش زوج ام حبیبہ نصرانی اس لئے بن گیا کہ وہ اسلام میں علی وجہ البصیرت داخل نہیں ہوا تھا۔

لم اکن اَظنّ انہ منکم صفحہ ۴۔ ۲۶ حالانکہ کتب ساویہ میں بھی لکھا ہوا تھا کہ نبی آخر الزمان عرب اور قریش میں سے ہوگا لیکن معلوم نہیں تھا کہ ابوسفیان خاص کروہ تمہارے خاندان میں سے ہوگا تو ہو مناف میں سے ہونا مخفی نہ ہو البتہ وہ تو اسکے نزدیک ظاہر تھا۔

قولہ ثم دعا بکتاب رسول اللہ ﷺ صفحہ ۴۔ ۲۷ یہ ہرقل کی کمال دانشمندی ہے کہ جب تک خط بھیجنے والے کی حقیقت اور اصلیت معلوم نہیں کر لی اس وقت تک خط کو نہیں کھولا۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت دحیہ کلبیؓ کو عظیم بصریٰ تک والانامہ پہنچانے کا حکم دیا تھا۔ اور عظیم بصریٰ اس کو لیکر بیت المقدس پہنچا اس لئے کہ ہر ایک کو بادشاہ تک پہنچنا ممکن نہیں ہوتا۔

قولہ یؤتك اللّٰہ اجرك مرتین صفحہ ۵۔ ۲ یا تو اس کو کثرت پر محمول کیا جائے کہ یہ اجر و ثواب بار بار ملتا رہے گا اس لئے کہ اپنی رعایا اور متبعین کے اسلام لانے پر اسے ثواب ہوگا۔ یا حقیقتاً تثنیہ مراد ہے۔ کیونکہ وہ اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لایا اور آنحضرت ﷺ پر بھی ایمان لے آیا جس سے وہ دوہرے ثواب کا مستحق ہوا۔

قولہ اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا الخ صفحہ ۵۔ ۳ اس سے مقصود یہ ہے کہ میں تمہیں ایسی بات کی طرف دعوت دے رہا ہوں جو فریقین کے درمیان تسلیم شدہ ہے۔ اور غیر اللہ کو رب بنانا کہ ان کے احکام کی اطاعت کی جائے یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مخالف ہے اسلئے کہ انجیل میں وجوبی حکم موجود ہے کہ محمد ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ تو آپؐ پر ایمان لانا درحقیقت اپنی کتاب کے مضمون پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا ہے۔ بشرطیکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس حکم انجیلی کی تعمیل کریں اور اپنے علماء کی بات کو نہ مانیں جو انہیں اسلام لانے سے روک رہے ہیں۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا الخ صفحہ ۵۔ ۵ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہے۔ شاید ہرقل کو یہ معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اسلئے اس کو اس پر تنبیہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ نیز! کلام کا سیاق سباق بھی یہی بتلاتا ہے۔ اس لئے اس کی تصریح کی ضرورت نہیں رہی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

قولہ کثر عندہ الصخب الخ صفحہ ۵۔ ۵ شاید ان لوگوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے معاملہ اور والانامہ کے جواب دینے میں باہمی مشورہ کیا ہو۔ اجنبی زبان ہونے کی وجہ سے ابوسفیان اور ان کے ساتھی اس کو نہ سمجھ سکے ہوں جس کو انہوں نے شور و شغب سے تعبیر کیا۔

قولہ و کان ابن الناطور الخ صفحہ ۵۔ ۷ یہاں سے امام زہری کے قول کے مطابق قصہ کی ابتداء ہو رہی ہے۔

اور امام بخاریؒ نے بغیر فصل کے ایک قصہ کا دوسرے قصہ پر عطف اس لئے کر دیا کہ ان کے پاس یہ دونوں قصے ایک سند سے پہنچے ہوں گے۔ اور اس سے مقصد یہ ہے کہ ابن ناطور نے ہر قل کے قصہ میں سے وہ حصہ بیان کیا جو امام زہریؒ تک نہیں پہنچا۔ اور جو کچھ ان تک پہنچ چکا تھا اتنا حصہ اس قصہ میں سے انہوں نے چھوڑ دیا جیسا کہ قصص کی ترتیب ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔ اگر اعتراض ہو کہ جب ہر قل کے نزدیک مختلف اسباب کی بدولت آنحضرت ﷺ کی رسالت کا معاملہ بیت المقدس میں واضح ہو چکا تھا تو پھر اس نے اس کو اپنے لواحقین تک پہنچانے میں حمص تک تاخیر کیوں کی۔ جواب یہ ہے کہ اسے خود تو یقین ہو چکا تھا مگر اپنی رائے کے ساتھ اپنے ساتھی رومیہ والے کی رائے بھی ملانا چاہتا تھا۔ کیونکہ ہر قل کے علم کی طرح اس کے ساتھی کا علم بھی قوم کے نزدیک تسلیم شدہ تھا اور ان دونوں کی دانشمندی کے لوگ معترف تھے۔ تو کسی معاملہ پر ان دونوں کا اتفاق کر لینا غلطی کے احتمال کو زیادہ دور کرنے والا تھا اس لئے تاخیر ہوئی اور فوائد بھی ہوں گے۔

قولہ فلا یھمنك شانھم صفحہ ۵۔۱۱ کیونکہ یہودیوں کی کوئی سلطنت اور حکومت نہیں تھی وہ توضربت علیھم الذلة والمسکنة کا مصداق ہیں۔ تو وہ آپ کی رعایا اور ذمی بن کر رہیں گے جن کا قتل کرنا تھوڑی سی ہمت کرنے سے آسان ہو جائے گا۔

ثم کتب ھرقل الی صاحب له صفحہ ۵۔۱۵ جناب رسول اللہ ﷺ کے والا نامہ کے آنے اور ہر قل کے ابو سفیانؓ سے سوال جواب یہ اس کے ساتھی کے جواب آنے سے پہلے واقع ہوئے۔ کیونکہ اس کا جواب ہر قل کو اس وقت پہنچا جب وہ ایلیا بیت المقدس سے اپنے دار الخلافہ کو واپس پہنچا ہے۔

قولہ فلم یرم حمص الخ صفحہ ۵۔۱۵ ظاہر یہ ہے کہ ساتھی کے خط کے جواب کے لئے اس نے حمص میں انتظار نہ کیا کیونکہ اس سے پہلے اسے علم تو حاصل ہو چکا تھا لیکن اتفاقاً جب اسے حمص میں قیام کرنا پڑا تو وہاں اسے خط کا جواب موصول ہوا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں پر اس نے انتظار بھی کیا ہو۔ البتہ یہ انتظار حصول یقین کے لئے نہ ہو گا۔ کیونکہ وہ تو اسے حاصل ہو چکا تھا۔ بلکہ انتظار اس لئے ہو گا تاکہ قوم پر حجۃ پوری ہو جائے۔

ثم امر بابوابھا صفحہ ۵۔۱۷ دروازے اس لئے بند کرائے تاکہ حاضرین میں سے کوئی کھسک نہ سکے جس سے فتنہ برپا ہو گا اور جب سب قیدی اور محصور ہوں گے تو پھر کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اور یہ معاملہ طے شدہ تھا۔ چنانچہ بعد میں اس نے سب کے سامنے اس کا اظہار کیا۔ دراصل اس طرح وہ انہیں مانوس کرنا چاہتا تھا اور ان کی وحشت کو دور کرنا تھا۔ لیکن قوم بھڑک اٹھی۔ اس کے بعد اس سے کوئی اسلام کی علامت ظاہر نہیں ہوئی۔ بلکہ اس نے اپنے اسلام کو چھپایا۔ شاید سلطنت کی حرص تھی۔ یا اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوا۔ یا اپنے سابقہ یقین سے پھر گیا۔ امام بخاریؒ کا کلام اس پر محمول ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کان ھذا آخر شان ھرقل یعنی آخر میں جو اس نے بات کہی وہ یہی تھی کہ میں تمہارا امتحان لینا چاہتا تھا۔ ثابت ہوا کہ تم اپنے دین پر پختہ ہو۔ اب بین اللہ وبینه کیا حکم ہے یقین اور جزم سے کچھ کہنا مشکل ہے اور نہ ہی کسی کو اس کی جرأت ہو سکتی ہے پس مؤلف امام بخاریؒ کی طرف یہ منسوب کرنا کہ انہوں نے ہر قل کے کفر کا حکم دیا ہے

یہ ان کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ غزوۂ تبوک میں اس کا آنجناب محمد ﷺ کے مقابل میں آنا۔ اور اسی طرح غزوۂ موتہ میں خروج کرنا یہ اس کے کفر کی دلیل نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ ان دونوں واقعات سے اس کا فسق لازم آئے گا۔

هل لكم في الفلاح والرشد صفحہ ۵۔۱۸ جو چیز فلاح میں ہے وہ رشد میں نہیں۔ بنا علیہ دونوں حقیقی بھی ہو سکتے ہیں اور اضافی بھی۔ فلاح اور رشد کی حقیقت اسلام ہے یہاں دونوں جمع ہو گئے۔ اور ان میں سے ایک اضافی ہوا اور ایک حقیقی۔ کفر اور سرکشی کی صورت میں دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ البتہ جزیہ خرچ کرنے اور ذمی ہونا قبول کر لینے میں فلاح ہے رشد نہیں ہے۔

قوله تبايعوا دونوں امور کو شامل ہے کیونکہ مبایعہ مبایعۃ اسلام کی بھی ہو سکتی ہے۔ اور مبایعۃ عہد اور ذمی ہونے کی بھی ہونے کی بھی ہے۔ تو اس نے ان کو افضل الامرین اسلام کی ہدایت کی پھر مفضول بتلایا کہ اہل کتاب رہ کر جزیہ ادا کرتے رہو ۔ واللہ اعلم

قوله حمر الوحش صفحہ ۵۔۱۹ گدھے زیادہ وحشت اختیار کرتے ہیں اور یہی وجہ شبہ ہے کہ انہوں نے سخت نفرت کا اظہار کیا

كِتَابُ الْإِيْمَانْ

قوله وقول وفعل الخ صفحہ ۵۔۲۵ شاید فعل سے امام بخاریؒ کی مراد عام فعل ہو جو فعل قلب اور فعل الجوارح کو شامل ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ صرف اعضاء کا فعل مراد ہو۔ تو اس صورت میں ایمان کا تیسرا رکن تصدیق کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ علماء کا اتفاق ہے کہ تصدیق قلبی ایمان میں بہر حال معتبر ہے۔ پھر اس عبارت سے مقصد مرجیہ پر رد کرنا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ گناہ کرنے سے ایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اور معتزلہ پر بھی رد کرنا ہے جو ایمان اور کفر کے درمیان فسق کا ایک درجہ ثابت کرتے ہیں اور اس سے ہمارے فقہاؔ اور متکلمین کے مقصد کو بیان کرنا ہے۔ جو فرماتے ہیں کہ ایمان زیادۃ اور نقصان کو قبول کرتا ہے۔ کیونکہ قول اور فعل کمی بیشی کو قبول کرتے ہیں۔ چونکہ مرجیہ کے عقائد ایسے ہیں جن سے اعمال کا دروازہ بالکل بند ہو جاتا ہے۔ اس لئے مؤلفؒ نے آیات روایات اور آثار کثیرہ سے ان کا رد کیا ہے۔ پھر امام بخاریؒ کے نزدیک ایمان اور اسلام میں اتحاد ہے۔ اس لئے ان کے استدلال کا دارومدار بھی اسی پر ہے جس کے حق ہونے میں کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ جو ایمان شریعت میں معتبر ہے وہ کبھی اسلام سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ حکماً ہی کیوں نہ ہو اور ایمان انقیاد باطنی کا نام ہے۔ اپنے گناہوں اور تقصیرات کا اعتراف کرنا ہے۔ اگر اعمال میں کوئی خلل آجائے یا کئی گناہ اس سے سرزد ہوں تو توبہ سے ازالہ ہو سکتا ہے ایمان سے خارج نہیں ہوگا۔ اس طرح اسلام شرعی کا بغیر ایمان کے متحقق نہ ہونا بھی

ظاہر ہے۔ اور عبارت میں الھدی سے مراد ایمان ہے۔ روایات اور آیات میں سے جو ایمان کی زیادتی معلوم ہوتی ہے وہ مؤلف امام بخاریؒ کے نزدیک مؤمن بہ کی زیادتی پر محمول ہے نفس ایمان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے۔ یا ایقان کے مراتب اور تصدیق کی کیفیات کی زیادتی پر محمول ہے نفس ایمان میں کوئی زیادتی نہیں کیونکہ وہ تو ایک بسیط شئی ہے مرکب نہیں ہے۔

قوله ان للایمان فرائض الخ صفحہ ۶-۲ آثار کا بیان شروع کیا ظاہر ہے فرائض اور شرائع نفس ایمان نہیں ہیں۔ کیونکہ ایمان تو تصدیق عندالکل کا نام ہے۔ کیونکہ ایمان کے دو فرائض ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں جب تک کہ اعمال کا بھی اس میں دخل نہ ہو۔ اور خود امام بخاریؒ سے الایمان فرائض کے الفاظ منقول ہیں۔ اس صورت میں اعمال کا ایمان میں داخل ہونا بدیہی امر ہوگا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے اثر کے یہ معنی تو ممکن نہیں ہیں کہ جس شخص کے اعمال میں خلل ہو وہ اس کی تکفیر کرتے تھے۔ جیسے اعمال کو ایمان میں داخل ماننے کی صورت میں یہ لازم ہے۔ کیونکہ یہ تو بالکل بعینہ مرجیہ کا مذہب ہے۔ جو نصوص قطعیہ کے خلاف ہے۔ لہذا ان کی مراد یہ ہوگی کہ اعمال ایمان کامل میں داخل ہیں اور یہی بعینہ ہماری مراد ہے۔

قوله فمن استکملها الخ یہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے کلام سے دوسرا استدلال ہے۔

ولکن یطمئن قلبی صفحہ ۶-۴ اطمینان زیادہ یقین کا نام ہے۔ اس سے پہلے یقین کی نفی ممکن نہیں کیونکہ ابراہیم علیہ السلام اس سے پہلے مؤمن تھے۔ تو لازم آیا کہ یقین اور تصدیق کے مراتب میں تفاوت اور تشکیک ہے اسی کو زیادۃ فی الایمان کہا گیا ہے۔ اور اس آیت کو دوسری آیات سے الگ کر کے اس لئے لائے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلام ہے اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے۔ اگرچہ بطور حکایت قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اسی طرح حضرت معاذؓ کا ارشاد کہ آؤ مذاکرہ سے کچھ گھڑی ایمان میں اضافہ کرلیں۔ اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ کا قول بھی۔ یہ سب کے سب اقوال مؤلف امام بخاریؒ کے مقصد پر دلائل ہیں۔ ان سے ہمیں کوئی نقصان نہیں۔ اس لئے کہ کیفیات میں زیادتی تو تسلیم شدہ ہے سب کے نزدیک۔

قوله الیقین الایمان کله صفحہ ۶-۵ یعنی یقین کل ایمان ہے اس میں دو دلیلیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ ایمان کی تاکید لفظ کل سے لائی گئی ہے۔ اور لفظ کل سے تاکید ہمیشہ ذواجزاء اور ذوابعاض کی ہوا کرتی ہے۔ تو لازم آیا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں کیونکہ نفس ایمان میں تو کوئی جزء اور حصہ نہیں ہے وہ بسیط ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ایمان کا یقین پر حمل ہے یا اس کا عکس۔ کہ یقین پر ایمان کا حمل ہے۔ اور یقین کے مراتب مختلف ہوتے ہیں۔ لازم آیا کہ ایمان کے بھی اسی طرح مختلف مراتب ہیں۔

قوله حقیقة التقوی صفحہ ۶-۶ تقویٰ بھی ایمان ہے تو لازم آیا کہ جس طرح تقویٰ کے مراتب ہیں جو ایک دوسرے سے افضل ہوں گے۔ تقویٰ کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ شرک سے بچے اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ماسوا اللہ کو چھوڑ دے۔ اس طرح ایمان کے بھی ادنیٰ اور اعلیٰ درجات ہوں گے۔ کیونکہ ایمان کا نام تقویٰ رکھا گیا ہے۔

قَوْلُہٗ شَرَعَ لَکُمْ مِنَ الدِّیْنِ، الخ صفحہ ۶۔۶ حضرت مجاہد کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور دین ایک چیز ہیں اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ شرائع اور احکام کے درمیان اختلاف ہے تو ایمان و دین کی وحدت کا تقاضا یہ ہو گا کہ دین کی طرح ایمان میں بھی زیادتی و نقصان ہو۔ اس مطلب پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جس میں ہے کہ میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے مکان بنایا اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ دیگر ادیان میں جو کمی تھی آپؐ نے اسے مکمل کر دیا۔ اور یہی معنی حضرت ابن عباسؓ کے قول کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لئے ایک راستہ ۔ سبیل اور طریقہ بنایا ہے۔ تو بعض سبیل میں زیادہ ہدایت ہو گی۔ اور بعض میں کم ہو گی تو اس سے بھی ایمان کے درجات میں تفاوت پایا گیا۔ کیونکہ دین اور ایمان ایک ہے۔ اور یہ توجیہ بھی ممکن ہے۔ لکل الخ سے افراد امت نبی اکرم ﷺ مراد ہوں۔ کہ ہم نے ہر ایک کے لئے شرعة ومنهاجا بنایا ہے۔ تو اس صورت میں خطاب خاص طور پر امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوة والسلام کو ہو گا۔ دوسری امم مراد نہ ہوں گی۔ مطلب یہ ہو گا کہ مناہج اور شرائع مختلف ہونے کے باوجود ان کا مقصود ایک ہے جب کہ ان کی شریعت اور ان کی کتاب ایک ہے۔ تو ہر ایک پر شریعت اور منہاج کا اطلاق اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ تسلیم کر لیا جائے کہ تعدد مراتب سے دین میں تعدد نہیں ہو گا۔ اور نہ ہی اس کے اوصاف شدت اور کمزوری میں تفاوت کی وجہ سے دین میں تفاوت ہو گا۔ تو اب آخری توجیہ پر شرعة ومنهاجاً کے معنی یہ ہوں گے کہ غلام۔ آزاد۔ مرد۔ عورت۔ مقتدا۔ اور مقتدی۔ جوان۔ اور بوڑھے۔ تندرست۔ اور بیمار وغیرہ کے احکام میں بہت اختلاف ہے۔ بایں ہمہ دین ایک ہے۔ یا امت کا ہر فرد جو عمل کرتا ہے اس میں کثرت عبادت۔ قلت عبادت دین میں سختی اور کمزوری۔ جمعہ۔ جماعات کی کثرت سے پابندی کرنا یا تھوڑی پابندی کرنا ان میں باہمی تفاوت کے باوجود دین ایک ہے تو ایمان کے درجات کے تفاوت کے باوجود ایمان ایک ہو گا۔ اسی طرح تصدیق کے بھی منازل ہوں گے۔ اگر اس نے اعمال کو ان میں داخل کر لیا تو پھر تفاوت اور زیادہ ظاہر ہو گا۔ محشیؒ نے ایک اعتراض نقل کیا ہے کہ پہلی آیت کی تفسیر مجاہدؒ باب ترجمہ سے مناسب نہیں ہے۔ البتہ تفسیر ابن عباسؓ اس کے مناسب ہے۔ تو قطب گنگوہیؒ اس کے متعلق فرما رہے ہیں کہ دونوں تفسیروں کا مجموعہ ایک دلیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تفسیر مجاہد کا حاصل یہ ہے کہ تمام ادیان متحد ہیں۔ اور ابن عباسؓ کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ سنن اور مناہج وہی شرائع ہیں۔ تو دونوں آیات میں جمع کی یہی صورت ہو گی کہ فروع ایمان یعنی اعمال میں جو تفاوت ہے اس کو نظر انداز کر دیا جائے۔ کیونکہ ادیان میں اتحاد ہے۔ اور فروع اعمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ تو معلوم ہوا کہ دین واحد ہے اس میں کمی و بیشی قلت اعمال اور زیادۃ اعمال کی وجہ سے ہے۔ اگر یہ وہم ہو کہ جب دین اور ایمان اعتقاد اور عمل کے مجموعہ کا نام ہے تو جزء کا تغیر کل کے تغیر کو لازم ہو گا۔ تو تغیر جزء کے بعد مجموعہ باقی نہ رہا یہ وہم اس لئے ساقط ہے کہ ایک اجزاء متقومه ہوتے ہیں جن کے تغیر سے مجموعہ میں تغیر آجاتا ہے۔ دوسرے اجزاء مکمله ہوتے ہیں جن کے ایک جزء کے تغیر سے کل میں تغیر نہیں آتا۔ اس مقام پر اجزاء متوقفه الوجود میں بحث نہیں ہے۔ بلکہ ایمان کامل کے اجزاء سے بحث ہے۔ جیسے انسان بلکہ سب حیوانات میں مشاہدہ ہے کہ ان کے ہاتھ پاؤں کان ناک دانت اور دُم ان کے اجزاء ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی کے تغیر سے کل میں تغیر نہیں آتا۔ الحاصل اجزاء دو قسم ہوئے۔ ایک وہ جن پر وجود اور تحقق موقوف ہوتا ہے

دوسرے وہ جو وصف کمال پیدا کرتے ہیں۔ تو اعمال کا ایمان میں داخل ہونا دوسرے قسم کمال میں سے ہے۔ اجزاء مقومہ میں سے نہیں۔ جیسے آدمی کی ناک یا کان کٹ جائے یا آلۂ تناسل کٹ جائے تو اس کے وصف کمال میں تغیر آیا وجود میں نہیں۔ اسی طرح اعمال کا تعلق ایمان کامل سے ہے مطلق ایمان سے نہیں۔

قوله بني الاسلام على خمس الخ ۶۔۹ اگر اشکال ہو کہ یہ حدیث تمہارے دعویٰ کی دلیل نہیں بن سکتی اس لئے کہ اس سے اسلام اور اعمال کی مغایرت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ مبنی اور مبنی علیہ مغایر ہوتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ اسلام مجموعہ اعمال ہے اور مجموعہ ہر ہر رکن کے مغایر ہوتا ہے۔ تو وجود کل وجود اجزاء کے مغایر ہوا۔

باب امور الايمان وقول الله عزوجل الخ صفحہ ۶۔۱۰

قول الله الخ کا عطف امور الایمان پر ہے۔ جو ترجمہ میں اخل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس باب میں دو باتیں بیان ہوں گی۔ ایک امور ایمان یعنی اس کا ذکر ہوگا کہ حقیقت ایمان ایک امر بسیط ہے جس کا کوئی جز نہیں۔ دوسرا یہ کہ یہ حقیقت تالیفیہ ہے جو چند امور پر مبنی ہے۔ جس کے ثبوت سے دوسرے امر کا ثبوت ہوگا اس کی طرف **قوله لَيْسَ الْبِرَّ الخ** سے اشارہ کیا ہے۔ الغرض باب کے تحت میں جو روایت لائی گئی ہے وہ دونوں امور کو ثابت کرتی ہے۔ اس لئے کہ روایت سے ثابت ہوا کہ ایمان کی ساٹھ سے زائد شاخیں ہیں۔ تو ایمان ایک ایسی چیز ہوئی جو ذواجزاء وابعاض ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ ایمان ایک ایسی حقیقت ہے جو اجزاء متناسبہ سے مرکب ہے۔ اسی طرح **قوله تبارك وتعالى لكن البر من اٰمن بالله الخ** کو اگر ظاہر پر حمل کیا جائے بشرطیکہ مضاف محذوف مانا جائے۔ **اى ذوالبر من امن** اور بر حقیقی وہی ایمان ہے۔ تو سب امور مذکورہ ایمان میں داخل ہوں گے۔ اگر سوال ہو کہ امور الایمان کا معنی یہ ہے کہ وہ امور جن پر لفظ ایمان کا اطلاق ہوتا ہے۔ تو یہ **اطلاق الكل على بعض اجزاء** نہ ہوا تو علاقہ مجاز کی تصحیح کے لئے ان اجزاء کو ایمان میں داخل ماننا پڑے گا جواب یہ ہے کہ علاقہ مجاز صرف کل اور جز میں منحصر ہے۔ ممکن ہے سبب ومسبب کا علاقہ ہو۔ یا انجام کے اعتبار سے ہو کہ مؤمن بالآخر ان امور کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔ جیسے مبتدی کو مولوی کہہ دیتے ہیں وہ مایئول کے اعتبار سے ہے۔

قوله لَيْسَ الْبِرَّ الخ صفحہ ۶۔۱۰ بر سے ایمان مراد ہے۔ کیونکہ وہی **اعلى البر** ہے۔ اسی طرح **ولكن البر من اٰمن الخ** میں بھی اگر شبہ ہو کہ عطف تو مغایرت چاہتا ہے جیسا کہ ضابطہ ہے۔ جب تک اس کے خلاف پر کوئی دلیل قائم نہ ہو تو معطوف علی الایمان ایمان کے مغایر ہوگا نہ کہ اس میں داخل ہوگا۔ تو جواب یہ ہے کہ ایمان دو قسم ہے کامل جس کو البر سے تعبیر کیا گیا تو وہ بھی ایمان ہے۔ اور وہ جن امور کا اس پر عطف کیا گیا ہے۔ دوسرا ناقص جس کو الایمان سے تعبیر کیا گیا تو معطوفات اس سے خارج ہوں گے۔ یہ ظاہر ہے اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

قوله قد افلح المؤمنون الخ صفحہ ۶۔۱۱ قولہ سے پہلے واؤ عطف کو اس لئے حذف کر دیا کہ یہاں کوئی التباس نہیں ہے۔

ورنہ روایت اصیلی میں واؤ عطف موجود ہے۔ اور آیت کا دلیل ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ لفظ المؤمنون کے بعد جو صفات ذکر کی گئی ہیں۔ وہ ایمان اور مؤمنین کا بیان ہیں قید احترازی نہیں ہیں۔ اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ ترجمہ میں ہے باب امور الایمان تمام شراحؒ اس پر متفق ہیں کہ اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض جزئیۃ اعمال ثابت کرنا ہے۔ یا یہ کہ ایمان زیادہ و نقصان کو قبول کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بحث تو ختم ہو چکی ہے بلکہ اس جگہ مقصود ایمان کے بعض مقتضیات اور اس کے آثار کی تفصیل کرنی ہے جس سے تنبیہ کرنا ہے کہ مؤمن کے لائق نہیں ہے کہ ان امور میں سے کسی کو چھوڑ دے۔ بلکہ یہ ان صفات سے متصف ہو۔ اس باب میں جو آیات اور روایات ذکر کی گئی ہیں وہ بھی اس کی تائید کرتی ہیں معارض نہیں ہیں۔

قوله الایمان بصنع الخ صفحہ ۶۔۱۳ یعنی ایمان کا کمال اور اس کا اثر کئی شاخیں ہیں۔ لیکن ذات ایمان منقسم نہیں ہے

وقال ابو معاویه صفحہ ۶۔۱۷ اس سے تصریح کرنا ہے کہ شعبی کا عبداللہ سے سماع ہے اور بھی فوائد ہیں۔ نیز! کئی اسناد سے روایت میں قوت پیدا کرنا ہے۔

بین ایدیکم وارجلکم صفحہ ۷۔۱۷ اس سے فعل افتراٗ کی قباحت بیان کرنا ہے کہ اس میں جھوٹ تو ہے ہی لیکن بین ایدیکم کا لفظ اگرچہ سامنے کی قریب اور بعید چیزوں پر صادق آتا ہے مگر لفظ بین ایدیکم وارجلکم قریب ترین چیز پر صادق ہے۔ جیسا کہ وجدان کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو قریب ترین چیز کے اندر جھوٹ بولنا یہ زیادہ معلوم ہونے والی چیز کے اندر افتراء ہوگا۔ جس کا خوب علم حاصل ہو۔ اور اس کے باطل ہونے سے اچھی طرح واقفیت ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد نفس یا دل مراد ہو۔ کیونکہ وہ بھی ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ہیں۔ یا اس کا فرج مراد ہو تو اس بنا پر افتراٗ کی تخصیص سے نسب کا ثابت کرنا اور اس کی نفی کرنا لازم آئے گا۔ تو اس صورت میں اس کا مصداق عورتیں ہونگی۔ اگرچہ مردوں پر بھی اس کا صادق آنا ممکن ہے۔

قوله یفرّ بدینه صفحہ ۷۔۲۲ ظاہر یہ ہے کہ دین سے مراد اعمال ہیں کیونکہ فتنہ و فساد ان کے ارتکاب سے مانع ہے۔ لیکن نفس اعتقاء کو فتنہ سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا اعمال میں ضرور گڑبڑ ہوتی ہے۔ بنا بریں یہ دلیل پوری ہو گئی کہ فرار من الفتن بھی دین ہے۔ یا یہ کہ اعمال دین ہیں کیونکہ روایت میں ان پر لفظ دین کا اطلاق کیا گیا ہے۔ لیکن یہ ہمارے بیان کردہ مقصد کے خلاف ہے البتہ اس میں مؤمنین کی بعض خصلتیں ذکر کی گئی ہیں۔ جنہیں مؤمن کو اختیار کرنا چاہئیے۔ تو اب کسی توجیہ کی ضرورت نہیں رہے گی البتہ یہاں پر یہ اشکال ضرور ہے کہ روایت ترجمہ کے مطابق نہیں۔ کیونکہ ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ فتنوں سے بھاگنا دین کے بعض اجزاء میں سے ہے۔ جیسا کہ من تبعیضیہ کا تقاضا ہے۔ اور مؤلفؒ بھی اس کے ثابت کرنے کے درپے ہیں۔ تو قطب گنگوہیؒ کا جواب والد محترم مرحوم یا تو بھول گئے یا شیخؒ سے رجوع کا موقع نہیں ملا۔ البتہ فتح الباری میں شیخ نوویؒ کی نظر بیان کی ہے کہ فرار من الفتن تو دین نہیں بلکہ دین کی حفاظت کرنا ہے۔ جس پر لفظ دین کا اطلاق کیا گیا۔ علامہ عینیؒ نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ دین کے خوف سے بھاگ جانا یہ بھی دین کے

شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے اس لئے من تبعیضیہ ذکر کیا۔ اس سے قطب گنگوہیؒ کے اشکال کا جواب ہو جائے گا۔

باب قول النبی ﷺ انا اعلمکم باللہ الخ صفحہ ۷۔۲۲

جاننا چاہئیے کہ علم دو قسم ہے۔ ایک کسبی جو اختیار سے حاصل ہوتا ہے دوسرا غیر کسبی اور وھبی جس کا جو اضطرار ادل میں القاء ہوتا ہے۔ ایمان میں جو تصدیق معتبر ہے وہ ہے جو اپنے اختیار سے ہو۔ جو اضطرار ادل میں واقع ہو۔ وہ ضروری ہے کسبی نہیں۔ جس کا اعتبار تصدیق میں نہیں۔ اسی کو یعرفونه کما یعرفون ابناء هم میں بیان کیا گیا ہے۔ اور کسبی ممدوح ہے اور وہی انا اعلمکم باللہ میں مراد ہے۔ اور یہ فعل قلب ہے آیت سے اس پر مؤاخذہ ثابت ہے۔ تو ترجمہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ جب نبی اکرم ﷺ نے اپنے لئے اعلم ہونا ثابت کیا اور علم یہی ایمان ہے۔ تو افراد ایمان اور مؤمنین میں فرق واضح ہوا۔ جب ایمان علم کی طرح کسبی ہوا مطلق نہ ہوا تو آیت سے استدلال صحیح ہوا۔ کیونکہ مؤاخذہ افعال اختیاریہ پر ہوتا ہے تو مأمور بہ علم کسبی ہوگا علم ضروری نہیں ہوگا۔ اور روایت میں یہی مراد ہے کیونکہ یہ مدح کے موقع پر لایا گیا ہے۔ اور مدح امر اختیار پر ہوتی ہے۔

قولہ اتقاکم یہ دوسری دلیل ہے کہ ایمان کمی بیشی کو قبول کرتا ہے اس لئے کہ تقویٰ ایمان ہے۔ یا اس لئے کہ تقویٰ برائیوں سے بچنے کا نام ہے تو تقویٰ ایمان میں داخل ہوا۔ اور تقویٰ میں کمی وبیشی کا فرق ایسے ہوگا جیسے ایمان میں زیادتی ونقصان کا فرق ہوتا ہے کیونکہ جب کل میں تغیر آگیا تو اجزاء ضرور تغیر سے متصف ہوں گے۔ واللہ اعلم

باب تفاضل الایمان الخ صفحہ ۸۔۲

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض متکلمین اور فقہاء کے مسلک کو ثابت کرنا ہے کہ ایمان میں زیادتی اور نقصان یہ کیفیات زائدہ اور ثمرات مرتبہ میں سے ہے۔ نفس تصدیق جو خلود جہنم سے نجات دینے والی ہے وہ امر بسیط ہے جس میں ترکیب نہیں ہے۔ وہ زیادتی اور نقصان کو قبول نہیں کرتا۔ اس لئے فرمایا کہ تفاضل الایمان بحسب الاعمال تو ترجمہ میں لفظ اعمال کے اضافہ کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ روایات میں جو اس قسم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں مثلاً قریب میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت گذری ہے۔ اس میں جو تفاوت ہے وہ بھی بحسب الاعمال ہے۔ نفس تصدیق سب میں موجود ہے۔ تو اس طرح امام بخاریؒ کی ترتیب ابواب اس پر دال ہے کہ زیادۃ نفس ایمان میں بطور جزئیہ کے مراد نہیں ہے۔ تاکہ ہمارے اور ان کے درمیان اختلاف ثابت کیا جائے۔ بلکہ ان کی غرض مرجیہ کا رد کرنا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ اعمال کا ایمان میں کوئی دخل نہیں اور نہ ہی ان کا کوئی فائدہ ہے۔

قولہ الدین صفحہ ۸۔۱۱ ترجمہ میں لفظ اعمال کا اضافہ اس بنا پر ہے کہ دین عمرؓ میں زیادتی کو اس پر محمول کیا جائے۔ اس لفظ من کا اضافہ جس پر پہلی حدیث مشتمل ہے کہ ان حضرات کے دین کا کمال کثرت عبادت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اس سے ہمیں مزید فائدہ

یہ بھی ہوا کہ جزئیہ کی نفی ہو گئی۔ یعنی اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں۔

بَابُ فَإِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ الخ

ان لوگوں پر مؤاخذہ نہ کرنے کو تو یہ نماز کی پابندی اور زکوٰۃ سے معلق کیا گیا۔ کہ ایمان کا کمال بغیر ان دونوں کے معتبر نہیں۔ تو یہ دونوں ایمان کامل کے اجزاء ہوئے یہی مراد ہے جس کو آیت اور روایت دنوں سے ثابت کیا ہے۔

بَابُ من قال الایمان هو العمل صفحہ ۸۔۲۰

اس عنوان سے امام بخاریؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر چہ متبادر عمل کے ذکر سے اعضاء کے اعمال مراد لئے جاتے ہیں مگر کبھی فعل قلبی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت اور روایت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ کیونکہ جو شخص ایمان کی تفسیر عمل سے کرتا ہے اس کی مراد جوارح نہیں ہوتے تاکہ اس پر اعتراض ہو کہ یہ بداہت کے خلاف ہے بلکہ اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ایمان میں عمل قلبی ہے

قَوْلُهٗ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ صفحہ ۸۔۲۱ ظاہر ہے کہ ایمان جنت کی وراثت کے اسباب میں سے سب قوی ہے تو لفظ عمل سے وہی مراد ہو گا اور یہی مقصود مؤلفؒ ہے۔

قوله عدة من اهل العلم الخ صفحہ ۸۔۲۱ اہل علم کی مراد حصر نہیں کہ لفظ عمل سے صرف ایمان ہی مراد لیا جائے۔ بلکہ ان کی مراد عمل میں تعمیم ہے۔ تاکہ وہ عمل قلب اور افعال جوارح کو شامل ہو۔ وجہ یہ ہے کہ اگر آیت میں مراد صرف ایک ہی ہو تو بظاہر دوسرے کا ثواب سے خالی ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ ثواب کا تعلق ان دونوں کے ساتھ متعلق ہے۔ لیکن جبکہ بظاہر عمل انہیں افعال پر صادق آتا ہے جو اعضاء سے سرزد ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے ذکر کی ضرورت نہیں تھی۔ نیز ! جن اعمال پر مؤاخذہ ہوتا ہے ان میں سے ایمان اعلیٰ درجہ کا عمل ہے پس بہتر تھا کہ اسی کا ذکر کیا جاتا۔

قوله ای العمل افضل صفحہ ۸۔۲۴ اس حدیث سے ترجمہ تو ثابت ہے ہی۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ کیونکہ کامل مؤمن وہی ہے جس کا عمل بہتر ہو۔ اس لئے عمل ایمان میں داخل ہے۔ پس دیگر راوایات اور اس روایت سے جو بعض اعمال کی فضیلت دوسرے اعمال پر ثابت ہوتی ہے اور فضیلت میں بھی زیادتی معلوم ہوتی ہے تو اس صورت میں بعینہ ایمان میں بھی زیادتی ہو گی۔

باب اذالم یکن الاسلام علی الحقیقة صفحہ ۸ ۔ ۲۶

جاننا چاہئیے کہ جو اسلام شریعت میں معتبر ہے وہ ایمان کو لازم ہے۔ اسی طرح ایمان بھی اسلام کو لازم ہے۔ اگر چہ اسلام اور انقیاد حکمی ہو حقیقی نہ ہو پھر بھی ان میں تلازم ہے۔ جس کا تھوڑا سا بیان گذر چکا ہے۔ تو جب ایسا ہے تو اسلام اور ایمان کبھی ایک دوسرے سے

جدا نہیں ہوں گے۔ اور نہ ہی ایک دوسرے کے بغیر ان کا تحقق ہوگا۔ البتہ جس طرح اسلام کا اطلاق اسی معنی پر ہوتا ہے جو ایمان کو لازم ہیں اسی طرح بسااوقات اس کا اطلاق اس انقیاد ظاہری پر بھی ہوتا ہے جس کا شریعت میں اعتبار نہیں ہے۔ ہاں ایسے شخص پر مسلمانوں کے احکام جاری کرنے کے لئے اس کے اسلام کا اعتبار ہوگا۔ کیونکہ دلوں کے اسرار و رموز پر لوگوں کا واقف ہونا مشکل ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی خاصیت ہے البتہ کسی علامت کا ہونا ضروری ہے۔ جس سے مسلمان کی غیر مسلم سے تمیز ہو سکے۔ اسلام کا ایسا اطلاق عرف شریعت میں جاری ساری ہے۔ اور بہت سی آیات اور روایات سے بھی ثابت ہے۔ اس لئے مؤلفؒ نے اس کیلئے ایک باب باندھ کر اشارہ کر دیا کہ اگرچہ اسلام اور ایمان جو شریعت میں معتبر ہیں وہ ایک دوسرے کے بغیر نہیں پائے جاتے۔ لیکن کبھی شریعت میں لفظ اسلام کا اطلاق اس شرعی معنی کے علاوہ بھی ہوتا ہے جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اس لئے دیکھنے والے پر معاملہ خلط ملط ہو جاتا ہے۔ نیز ! مؤلفؒ کے کلام میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ بعض حضرات کے کلام سے ان دونوں میں مغایرت ثابت ہوتی ہے۔ تو ان حضرات کی غرض تغایر باعتبار مفہوم کے ہے مصداق کے اعتبار سے نہیں۔ کیونکہ مسلم اس کی صفت باعتبار ظاہر ہے۔ اور مؤمن اس کی صفت باعتبار اعتقاد کے ہے۔ اگرچہ ان دونوں میں تحقق اور وجود کے اعتبار تلازم ہے۔ یا مغایرۃ سے ان کا مقصد یہ ہے کہ ان دونوں کا تغایر اس اسلام کے دوسرے اطلاق کی وجہ سے ہے جو شریعت میں معتبر نہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا الآیۃ کیونکہ اس آیت میں ان کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اپنے آپ کو اس حقیقی اسلام کی طرف منسوب کریں جس کا شریعت میں اعتبار ہے۔ کیونکہ اگر وہ اس سے متصف ہوتے تو ان سے ایمان کی نفی صحیح نہ ہوتی کیونکہ ان دونوں میں تلازم ہے۔ بلکہ ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی طرف صورت اسلام اور ظاہر اسلام کی نسبت کر سکتے ہیں اور اس روایت میں بھی یہی مراد ہے۔ جس میں حضرت سعدؓ کو روک دیا گیا کہ وہ کسی آدمی پر ایمان کا حکم نہ لگائیں۔ کیونکہ وہ تو پوشیدہ معاملہ ہے جو خود اس پر مخفی ہے۔ اسلام حقیقی کا بھی یہی حکم ہے۔ البتہ جس شخص کو دیکھو کہ وہ احکام شرعیہ پر عامل ہے اور منہیات شرعیہ سے بچتا ہے تو اس پر حکم لگایا جا سکتا ہے کہ یہ مسلم ہے یعنی فرمانبردار ہے۔ اس لئے کہ یہ تو یقینی ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن ایمان اور اسلام حقیقی کا حکم ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے گمان کے درجہ میں ممکن ہے کیونکہ ہمیں ظاہر کی بنا پر حکم لگانے کا امر ہے۔ البتہ یہ خلاف ادب ضرور ہے اس لئے کہ یہ حکم درحقیقت ان امور پر ہے جس کا ہمیں علم نہیں ہے۔ خوب غور کرو کیونکہ یہ باریک مسئلہ ہے پھر معلوم رہے کہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد میں اَوْ مُسْلِمًا ظاہر یہ ہے کہ کلمہ او بمعنے بل کے ہے۔ کیونکہ جس چیز کو انہوں نے جزم اور یقین سے کہا آپؐ نے ان کو اس سے روک کر امر متیقن کی طرف واپس کیا۔ وہ انقیاد ظاہری ہے۔ اس لئے کہ حضرت سعدؓ کو ان کے دل کے کفر و ایمان کا یقین نہیں تھا اگرچہ جناب نبی اکرم ﷺ جانتے تھے کہ وہ مؤمن ہے۔ جیسا کہ آپؐ کے قول وَغَيْرُهُ اَحَبُّ اِلَيَّ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کلمہ او شک کے لئے ہو۔ اس لئے کہ جب تک ایمان اور نفاق اس کے نزدیک واضح نہ ہو جائیں بلکہ مشتبہ رہے تو ان میں سے ایک متعین کر دینا ان کی شان نہیں ہے۔ ان کو لائق یہ تھا کہ یوں کہتے کہ میں اس کو مؤمن سمجھتا ہوں اگر اس کا باطن ظاہر کی طرح ہے یا اسے مسلمان سمجھتا ہوں اگر وہ اس طرح ممکن ہے پس آنحضرت ﷺ کے ارشاد اَوْ مُسْلِمًا کا عطف قولہ اراد کے مفعول پر ہوگا۔

اور کلام عرب میں ایسا استعمال بہت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

قَوْلُهُ اَحَبَّ اِلَیَّ صفحہ ۹۔۶ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایمان کمی بیشی کو قبول کرتا ہے اسلئے کہ ایمان کے مراتب بڑھنے سے جناب نبی اکرم ﷺ کی محبت بڑھتی ہے۔ سیاق سباق حدیث اس پر دلالت کرتا ہے۔ پھر جب غیر کے لئے ثابت ہو گیا کہ آپ کو محبوب ہے تو اس کا ایمان اس شخص سے زائد ہوا جو آپ کو محبوب نہیں ہے۔ اور حدیث کی باب سے مناسبت مسلماً کے لفظ سے حاصل ہو گئی۔ اس لئے کہ ایمان اور اسلام میں فرق ہو گیا۔ تو اب اطلاق ثانی جائز ہو گا اطلاق اوّل جائز نہ ہو گا۔ یہ اس لئے کہ اسلام کے لئے ایک ایسے معنی ہیں جو اس کے شرعی معنی سے عام ہیں۔ وہ معنی انقیاد ظاہر کے ہیں خواہ ان کے ساتھ پایا جائے یا نہ پایا جائے۔

قوله الانصاف من نفسك صفحہ ۹۔۷ باب كفران العشير وكفر دون كفر الخ صفحہ ۹۔۱۱

اس میں صراحت ہے۔ ہمارے مذہب کے مطابق اعمال ایمان میں داخل نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کفر دون کفر کا تحقق نہ ہوتا بلکہ گناہ کرنے والا اور ان کے چھوڑنے والا کافر ہوتا مؤمن نہ ہوتا۔ اس لئے کہ ایمان اس پر صادق نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا ایک جزء اعمال کا لانا اس پر صادق نہیں ہے اور اس باب کے منعقد کرنے سے امام بخاریؒ کی غرض معتزلہ پر رد کرنا ہے جو ایمان اور کفر کے درمیان ایک درجہ مانتے ہیں اور یہ کہ گناہ کبیرہ کرنے والا ایمان سے خارج ہے۔ ردّ کا خلاصہ یہ ہے کہ آیات اور روایات میں مرتکب کبیرہ پر مؤمن کا اطلاق شائع ذائع ہے۔ اور وہ جو بعض گناہوں پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے اس سے وہ کفر مراد نہیں ہے جو ایمان کی ضد ہے۔ اس لئے کہ کفر کے بھی کئی اقسام ہیں جو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اور اعلیٰ درجہ کا کفر وہ ہے جو ایمان کا مقابل ہے۔ روایت ترجمہ پر صراحۃً دال ہے۔

ان امرء فيك جاهلية الخ صفحہ ۹۔۱۵ حضرت ابوذرؓ کو جاہلیت کی طرف منسوب کیا گیا۔ حالانکہ جاہلیت کوئی آسان چیز نہیں ہے اس نسبت کے باوجود انہیں تجدید ایمان کا حکم نہیں دیا گیا۔ یا کفر کے دوسرے احکام جاری نہیں کئے گئے۔ معلوم ہوا کہ کبائر کے ارتکاب سے عاصی کافر نہیں بن جاتا۔

اذا التقى المسلمان صفحہ ۹۔۲۱ لڑائی جھگڑے میں مشغول ہونے کے باوجود انہیں مسلمان کہا گیا۔ حالانکہ مسلمان سے مقاتلہ گناہ ہے۔

اينا لم يظلم صفحہ ۱۰۔۲۰ صحابہ کرامؓ نے آیت سے متبادر یہی سمجھا کہ لم يلبس ايمانهم بظلم میں نکرہ تحت النفی واقع ہے اس لئے ظلم کو عموم پر رکھا۔ نیز ! ہم ہر قسم کے ظلم سے جو مکروہات تنزیہیہ تحریمیہ اور چھوٹے بڑے گناہوں سے بچنا مشکل ہے۔ حضرات انبیاؑ علیہم السلام ہی اپنی معصومیت کی وجہ سے ان سے بچ سکتے ہیں۔ دوسروں کا بچنا متعذر ہے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ لبس کا لفظ اس بات کا قرینہ ہے کہ ظلم سے اس کا معظم فرد شرک مراد ہے۔ چھوٹے گناہوں کا قصد کرنا اس سے اسلام میں کوئی فرق نہیں پڑتا اسی طرح بڑے بڑے گناہوں کا قصد کرنا بھی ایمان کے مقابل میں کچھ نہیں ہے جب تک کہ کفر کو اختیار نہ کرے۔

پس اس آیت نے بیان کر دیا کہ ظلم کا اطلاق کفر اور شرک پر ہوتا ہے۔ اور وہی اس کا بڑے سے بڑا فرد ہے۔ رہ گئی تنکیر سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ظلم کے اندر تنکیر تعظیم کیلئے ہے جس پر لفظ لبس قرینہ ہے۔ کیونکہ ایمان کا شرک کے ساتھ خلط ملط اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

باب علامة المنافق صفحہ ۱۰۔۳

ان احادیث کو اس لئے لایا گیا تا کہ مسلمان ان قبائح سے چتا رہے۔ نیز! اس باب میں اس پر بھی دلیل ہے۔ کہ ان صفات اور دوسرے گناہوں کے ارتکاب سے ایمان سے خروج لازم نہیں آتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان روایات میں نفاق سے نفاق عملی مراد ہے۔ یا اس کو نفاق صورۃً کہا گیا ہے حقیقۃً نفاق نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ایسے شخص پر لفظ نفاق کا اطلاق نہیں کیا گیا بلکہ اس کی علامتیں اور نشانیاں بتلائی گئی ہیں کہ جس میں ایک نشانی ہوگی اسی قدر اس میں نفاق ہوگا۔ جس میں زیادہ علامتیں ہوں گی اس میں زیادہ نفاق ہوگا۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ منافق ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان کے اجزاء نہیں ہیں۔ پس یہ نہیں ہوسکتا کہ ایسا شخص جس میں ایک علامت یا دو علامتیں یا تین علامتیں نفاق کی پائی جائیں تو اس کے لئے کچھ حصہ ایمان کا ثابت کیا جائے۔ اور کچھ حصہ کفر کا ثابت ہو۔ نیز! یہ بھی معلوم ہوا کہ ان علامات کے پائے جانے کے باوجود ایسا شخص ایمان سے نہیں نکلتا جس کی دلیل حتی یدعھا کا لفظ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض چھوڑ دینا ہی کافی ہے تجدید ایمان کی ضرورت نہیں۔ نیز! اس سے ایمان کا زائد اور ناقص ہونا بھی معلوم ہو گیا کیونکہ جب وہ شخص منافقوں کی علامات سے متصف ہوا تو اس قدر اس کے ایمان میں نقص آگیا خوب غور کرو۔

قولہ ایمانا واحتسابا صفحہ ۱۰۔۱۰ روایت کا ترجمہ سے مناسب ہونا اس پر موقوف ہے کہ کسی چیز کا اثر اور اس کا حاصل بھی اس کے ساتھ لاحق ہوتا ہے۔ تو جب قیام ایمان پر مرتب ہوا اور اس کا مسبب بنا تو اس سے لاحق ہوگا اور اس کا جزء بنے گا۔ اس کے بعد بہت سے تراجم میں اس کا لحاظ کیا گیا ہے۔ تو یہ کہنا ممکن ہوگا کہ اس قسم کے تراجم سے امام بخاریؒ کا مقصد جزئیہ ثابت کرنا نہیں ہے جس کے لئے تکلف کرنا پڑے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ چیزیں ثابت کی جائیں کہ جو ایمان کا تقاضا اور اس کا سبب بنتی ہیں تا کہ مسلمان ان کی طرف متوجہ ہو اور انہیں عمل میں لائے۔

قولہ ولو یشاد الدین احد الخ صفحہ ۱۰۔۲۲ یعنی جس شخص نے عظیمت کے اعلیٰ مرتبہ کو لازم پکڑا تو دین اس پر غالب آجائے گا کہ اس مرتبہ پر قائم دائم رہنے کی اسے جرأت نہ ہوسکے گی کیونکہ عزیمت کا یہ درجہ بڑا سخت ہے جس پر ہمیشگی بڑی دشوار ہے۔ نیز! عزیمت کے بھی مختلف مقامات ہیں ہر مرتبہ دوسرے سے بڑھا ہوا ہے۔ مزید برآں اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ زیادتی اور نقصان کے اعتبار سے ایمان میں تفاوت ہوتا ہے کیونکہ جو شخص عزیمت کے اعلیٰ مرتبہ کو اختیار کرے گا وہ انبیاؑ علیہم السلام کی طرح سب سے زیادہ قوی ایمان والا ہوگا۔

قولہ واستعینوا الخ صفحہ ۱۰۔۲۳ یعنی جب عزیمت کے اعلیٰ مرتبہ کا التزام باقی نہ رہے تو بالکلیہ اسے چھوڑ دینا چاہئے

بلکہ جس قدر کثرت نوافل اور عبادات کا ان اوقات میں التزام ہو سکے اس پر ہیشگی کرنی چاہیئے۔ان اوقات ثلاثہ کی تخصیص ظاہر ہے بہر حال دین میں نرمی اختیار کرے۔ عبادات میں تشدد و تعمق عبادات کو ترک کرادے گا وہ غیر محمود ہے۔

قولہ ما کا ن اللہ لیضع ایما نکم صفحہ ۱۰۔ ۲۴ اس آیت سے ترجمہ کی تائید ہوئی کہ اس میں ایمان کا اطلاق نماز پر ہوا جو اطلاق الکل علی الجزٗ کا مصداق ہے۔ تو نماز اگر چہ اعمال میں سے ہے لیکن وہ ایمان میں داخل ہے۔ نیز! نمازں کے تفاوت کی وجہ سے نمازیوں کے مراتب مختلف ہوں گے۔ یہ تفاوت حسن وقبول کے اعتبار سے ہوگا۔ تو اس سے ایمان کے مراتب بھی مختلف ہو جائیں گے اور شاید صحابہ کرام کے سوال کی غرض محض نفس ثواب نہ ہو بلکہ ان کا سوال اس لئے ہو کہ وہ جانتے تھے کہ ناسخ منسوخ سے بہتر ہوتا ہے۔ یا اس کے برابر ہوتا ہے نیز !ان کو اس کا بھی علم تھا کہ دین تو دن بدن مکمل ہو رہا ہے اس کا تقاضا ہے کہ ایک حکم کے بعد آنے والا حکم پہلے سے اکمل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہوگا۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ کعبہ کی طرف پھر جانے کو پسند کرتے تھے۔ تو یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ کعبہ کی طرف نماز پڑھنا افضل ہوگا۔ تو آیت نے ثابت کر دیا کہ وہ ثواب جو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے پر مرتب ہوگا وہ یا تو صلوٰۃ الی الکعبہ کے مساوی ہوگا یا اس سے کم ہوگا۔ بالکلیہ اسے ضائع نہ کیا جائے گا۔

قولہ اول صلوۃ صلاھا الخ صفحہ ۱۰۔ ۲۷ روایات باب سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ تحویل قبلہ کا واقعہ ظہر کی نماز کا ہے تو باقی روایات میں تاویل کی جائے گی۔ اس طرح کہ راوی نے ظہر کی نماز آپؐ کے ہمراہ نہ پڑھی ہوگی تو انہوں نے اپنے گمان کے مطابق کہہ دیا کہ پہلی نماز جو انہوں نے کعبہ کی طرف پڑھی وہ عصر کی نماز تھی یا معنی یہ ہوں کہ عصر کی نمازوں میں سے پہلی نماز جو انہوں نے کعبہ کی طرف پڑھی وہ یہی تھی مطلقاً نمازیں مراد نہ ہوں۔ اس کے علاوہ اور تاویلات بھی ہو سکتی ہیں۔ کہ مسجد نبوی میں جو پہلی نماز پڑھی وہ عصر کی تھی ظہر انہوں نے بنو سلمہ میں پڑھی تھی ۔

قولہ فحسن اسلامہ صفحہ ۱۱۔ ۶ حسن اسلامہ اور الی سبعمأتہ ضعف دونوں جملے اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ایمان زیادتی اور نقص کو قبول کرتا ہے۔ کیونکہ حسن میں تفاوت ہوتا ہے اس طرح دس سے سات سو گنا تک کا ثواب بھی اس تفاوت کی خبر دیتا ہے اس طرح باب سابق میں لایضیع ایمانکم بھی مراتب ایمان کے تفاوت پر دال ہے۔ جیسے کہ نماز کے مراتب حسن و قبول میں مختلف ہیں کیونکہ جب نماز ایمان ہے تو اس کے درجات میں تفاوت اسی طرح ہوگا جس طرح ایمان کے درجات اور مراتب میں تفاوت ہے اور نمازیوں کے درمیان تفاوت تو کسی بیان کا محتاج نہیں ہے۔

باب احب الدین الخ صفحہ ۱۱۔ ۱۰

محبت کے مختلف مراتب ہیں۔ تو جو ایمان اس پر مرتب ہوگا وہ بھی متفاوت ہوگا۔ جیسا کہ روایت سے یہ ترتب واضح ہے۔ اور باقی معنی حدیث ظاہر ہیں۔

باب زیادۃ الایمان ونقصانہ صفحہ ۱۱ر ۱۳

اس زیادۃ و نقصان سے مراد مؤمن بہ کے اعتبار سے کمی وبیشی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الخ اس پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اس اکمال سے مراد احکام اور شرائع کا اکمال ہے۔ اور یہی حق ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ اور یہی مراد اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات میں ہے۔ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى اور لِيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِيْمَانًا۔ کیونکہ جب کوئی حکم نازل ہوا تو وہ اس پر ایمان لائے تو احکام کی زیادتی سے ان کے ایمان میں زیادتی ثابت ہوئی اور مؤلف ؒ کے قول کے بھی یہی معنی ہیں۔ کہ جب کمال میں سے کوئی چیز چھوٹ گئی تو وہ ناقص ہوگا اس لئے جب دین کامل ہے تو اس سے کم پر ایمان لانا اس اعتبار سے ناقص ہوگا۔ جس پر اکمال کے وقت امر قرار پایا تھا اگر چہ درحقیقت یہ بھی کامل ہے پس جو لوگ اکمال سے پہلے وفات پا چکے ہیں ان کے ایمان میں نقصان لازم نہیں آئے گا یہ ایمان تفصیلی کے اعتبار سے ہے۔ پس جو لوگ احکام کے مکمل ہونے کے بعد ایمان لائے ان کی ان مؤمنین پر فضیلت ہوئی جو اکمال سے پہلے وفات پاگئے لیکن ایمان اجمالی کے اعتبار سے سب کے سب برابر ہیں۔ کیونکہ پہلے لوگ بھی بعینہ اسی پر ایمان لائے جس پر آخری لوگ ایمان لائے ہیں۔ ہاں اس صورت میں روایت ترجمہ پر منطبق نہیں ہوگی کیونکہ مؤمنین میں مؤمن بہ کے اعتبار سے تفاوت ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ اخرجوا من کان فی قلبه مثقال ذرة من الایمان میں یہ تعلیل مؤمن بہ کی قلت کے اعتبار سے ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ بعض پر ایمان لانا اور بعض پر نہ لانا یہ تو بعینہ کفر ہے۔ البتہ تفاوت کے اعمال کے اعتبار سے جواب دینا ممکن ہے تو روایت کا حاصل یہ ہوگا کہ جن امور پر مؤمنین کو ایمان لانے کا حکم تھا اس پر وہ ایمان لے آئے۔ البتہ ان کے درمیان اعمال خیر کے اعتبار سے بہت تفاوت ہوگیا۔ کہ بعض ان میں سے وہ ہیں جن کے پاس ایک ذرہ سے زیادہ کوئی نیکی نہیں ہے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے پاس اس سے زیادہ نیکی ہے۔ البتہ اگر ترجمہ میں تعمیم کردی جائے کہ وہ زیادتی اور نقصان باعتبار کیفیت کو شامل ہو۔ اور تفاوت مؤمن بہ کے اعتبار سے ہو تو اس طرح ترجمہ اور روایت میں مطابقت آسان ہو جائے گی۔ کیونکہ کیفیات کے مراتب اور تصدیق کے درجات میں تفاوت ہے۔ بعض کا یقین پختہ ہوگا بعض کا اس سے کم ہوگا۔ مگر ان میں ہر ایک اس ایمان سے متصف ہوگا جس پر خلود من النار سے نجات کا دارومدار ہے۔ اور یہ مراتب ذرہ سے لے کر اوپر تک اور اس سے اوپر تک جاسکتے ہیں۔

قوله بقیراطین صفحہ ۱۲۔ ۸ ثواب کی مقدار بیان کرنے اور اس کو اُحد پہاڑ سے تشبیہ دینے میں اس پر تنبیہ کرنا ہے کہ جنت کے قیراط اس مقدار پر ہیں تو ان وزنون کا کیا کہنا جو قیراط سے اوپر ہوں۔ نیز! اس سے بھی جاہل نہیں رہنا چاہیئے کہ قیراط کو اُحد پہاڑ کے ساتھ تشبیہ دینے میں کوئی تعیین اور تحدید کرنا نہیں ہے۔ بلکہ ان کے خیال خانہ میں ثواب کی کثرت بٹھانا ہے۔ ورنہ نماز جنازہ کا اور اس میت کو دفن کرنے کا ثواب اس سے بہت زیادہ بڑھتا رہے گا۔ یہ ایسے ہے جیسے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی دو سنتیں پڑھنے کا ثواب سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ چونکہ سرخ اونٹ عرب کے نزدیک عمدہ مال شمار ہوتا تھا تو اس پر اس کو فضیلت دینے سے مقصد یہ ہے کہ ان دو رکعت فجر پر ہیشگی کی جائے۔ یہ نہیں کہ بس اتنا ہی ثواب ملے گا اور بس اس لئے کہ جب سبحان اللہ کہنا اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا

دنیااور جو کچھ اس کے اندر ہے اس سے بہتر ہے۔ تو فجر کی دو سنتوں نماز جنازہ اور ان میں جو ذکر کثیر ہے اس کی تو کوئی انتہا نہیں۔ پھر جنازے کے ساتھ جانااو جنازہ کی نماز پڑھنا چونکہ ایمان کے مسببات اور اس کے ثمرات میں سے ہیں لہذا ان کو بھی ایمان کے ساتھ لاحق کر دیا گیا جیسا کہ گذر چکا۔ بنابریں ترجمہ میں من الایمان وفیہ زیادۃ ونقصان للایمان یہ بھی اسی کے مطابق ہو گا جس کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب اعمال ایمان میں داخل ہیں تو جو نماز جنازہ پڑھنے والا اور دفن کرنے میں شریک ہونے والا ہے تو یہ اس شخص سے کامل ایمان والا ہو گا جو ان میں ایک پر کفایت کرتا ہے۔

باب خوف المؤمن ان یحبط عمله الخ صفحہ ۸/۱۲

اس سے اشارہ ہے کہ مؤمن کو اپنے اعمال ضائع اور کفر کے خطرہ سے بے خوف نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ جب تک آدمی زندہ ہے اس کا فتنہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہمیشہ مراقبہ اور انتظار میں رہے۔ پھر حبط اعمال کے بھی کئی مدارج ہیں۔ اس کا ادنیٰ یہ ہے کہ انسان اپنے افضل اعمال سے محروم ہو جائے۔ درمیانہ یہ ہے کہ اس کی قبولیت نہ ہو۔ اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ایمان سلب ہو جائے اور کفر تک پہنچا دے۔ ان مراتب کے اعتبار سے ایمان میں قوت اور ضعف کے اعتبار سے تفاوت ہو گا۔ اگرچہ کسی مؤمن کو حبط کے ان تمام مراتب سے بے خوفی نہ ہو مگر غالب یہ ہے کہ ان کا حال ان مراتب میں سے کسی ایک مرتبہ پر ضرور ہو گا اور اسی کے مطابق اس کا ایمان سے متصف ہونا مختلف ہوتا رہے گا۔ اسی طرح ایمان جبرائیلؑ سے تشبیہ دنے سے معلوم ہوا کہ مؤمنوں کے درمیان اپنے ایمان کے اعتبار سے فرق ہے۔ بعض مؤمن وہ ہیں جو یقین کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں بعض اس سے کم درجہ کے ہیں اسی طرح گناہ کبیرہ پر اصرار کرنا انسان کو کفر تک اور اعمال کے ضائع ہونے تک پہنچانے والا ہے۔ تو جو مؤمن اصرار کبیرہ سے جس قدر دور ہو گا اسی قدر وہ کفر سے بعید ہو گا۔ اور اس شخص کی بنسبت یہ قوی ایمان والا ہو گا جو کفر کے زیادہ قریب ہے جو کہ گناہ کبیرہ پر اصرار کرتا ہے۔ اور وہ روایت جو باب کے تحت لائی گئی ہے وہ اسی معنی پر محمول ہو گی جس پر ترجمہ باندھا گیا ہے۔ تو روایت کے اندر جو ہے اس سے جو کچھ مراد ہے ترجمہ اس کا بیان ہو گا۔ اور جب مؤمن پر ہر وقت حبط اعمال کا خطرہ ہے خواہ اس کے اقسام مذکورہ میں سے کسی ایک قسم کا حبط بھی ہو تو کبائر پر اصرار کرنا کفر تک پہنچانے والا ثابت ہو گا۔ تو اس سے مرجیہ پر رد ہو گا جو اس بات کے قائل ہیں کہ گناہ سے ایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ پس گویا کہ باب کا انعقاد بھی اسی مقصد کے لئے ہے جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے جو باب کے تحت لائی گئی ہے۔ اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس باب سے امام بخاریؒ امام ہمام قدوۃ الامام ابی حنیفہ نعمان بن ثابتؒ پر رد کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایمانی کایمان جبرائیل علیہ السلام اگر معاملہ اسی طرح ہے جیسا یہ قائل کہتا ہے فَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ کیونکہ امام اعظمؒ کا نہ تو اس مقالہ سے یہ مقصد ہے اور نہ ہی انہوں نے اس میں کسی قسم کی غلطی اور زیغ کا ارتکاب کیا ہے۔ اولاً تو اس لئے کہ یہ مقالہ جو ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ ان کی بعض تصانیف سے اس طرح واضح ہوتا ہے ایمانی کایمان جبرائیلؑ ولا اقول مثل ایمان جبرائیلؑ اور ان دونوں میں فرق ہے۔ اس لئے کہ پہلے جملہ سے کسی نہ کسی وصف سے مشارکت معلوم ہوتی ہے۔ اور دوسرا جملہ مماثلہ اور مساوات کا تقاضا کرتا ہے پس اپنے ایمان کو جبرائیلؑ کے ایمان سے

تشبیہ دینے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ مؤمن بہ میں اتحاد ہے۔ تو جبرائیلؑ بھی بعینہ اسی ذات پر ایمان لانے والے ہیں جس پر ہر مؤمن کا ایمان ہے۔ کیونکہ ایمان اجمالی میں سب کے سب متحد ہیں البتہ فرق اور تفاضل اگر ہے تو وہ تفاصیل کے اعتبار سے ہے تو حضرت امام اعظمؒ نے اپنے تفصیلی ایمان کو جبرائیلؑ کے تفصیلی ایمان سے تشبیہ نہیں دی بلکہ ایمان اجمالی سے تشبیہ دی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مراتب یقین کے بڑھنے سے ایمان میں زیادتی آتی ہے۔ اور ان کے اندر نقص سے ایمان ناقص ہوتا ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ ایمان کی حد شرعی کے اندر اس یقین کو داخل مانا جائے۔ اگر یقین سے کوئی کم درجہ ہے جو تصدیق اور یقین میں داخل نہیں ہے تو اس سے ہماری بحث نہیں۔ ہماری گفتگو تو یقین کے مراتب میں ہے۔ تو جب ایمان کی قوت اور ضعف کا دارومدار یقین پر ہے تو اگر مؤمن بندوں میں سے کوئی اذعان اور یقین کے اس درجہ تک پہنچ جائے جہاں فرشتے پہنچے ہیں تو اس میں کیا استحالہ ہے۔ اگرچہ علم الیقین اور عین الیقین میں فرق بہت ہے۔ مگر اگر کسی کے علم الیقین کے درجات اس حد تک پہنچ جائیں جہاں تک دوسروں کا یقین مشاہدہ پہنچتا ہے تو اس میں سے کون سی چیز مانع ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجھہ کا یہ قول بھی اسی کی تائید کرتا ہے کہ لو کشفت الخ اگر درمیانی پردے ہٹ جائیں تو میرا یقین اور بڑھ جائے گا۔ تو اگر حضرت علیؓ کے اس ارشاد پر کوئی اشکال وارد ہو سکتا ہے تو مقالہ امام ھمامؒ پر وارد ہو جائے تو کوئی ضرر نہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ روحوں کی حاضری اور ان بعض پر واقفیت جن پر اللہ تعالیٰ کسی کو مطلع کرے اس کا کوئی منکر نہیں ہے۔ تو اس میں کون سی دشواری ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بعض مخلص بندوں کو ان چیزوں پر مطلع فرمادیں جن کی اطلاع فرشتوں کو ہے اور فرشتوں کی طرح وہ بھی ان کا مشاہدہ کریں تو ان کا ایمان بھی فرشتوں کی طرح ہو گیا۔ کہ سماع اور بیان کے علاوہ مشاہدہ اور معائنہ دونوں سے ان کو تقویت ملی۔ اور ان احوال و مقامات کی واقفیت بہت سے مشائخ سے منقول ہے۔ تو اگر امام اعظم ابو حنیفہؒ مشاہدہ کرلیں تو اس کے جواز میں کون سی قباحت ہے۔ اس لئے کہ شیخ عبد العزیز باغؒ کی کتاب الابریز کا مطالعہ کافی ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ قوی ایمان والے اذعان اور یقین کی اس حد تک پہنچ جاتے ہیں بلکہ شرائع اور احکام کے تسلیم کرنے والے بھی اس حقیقی تسلیم کے اعتبار سے جو دوام کو مستلزم ہے ایسے مقام تک پہنچ جاتے ہیں کہ اس حدث تک پہنچنے کے بعد مشکل ہے کہ ان کو کوئی ایسا عارض پیش آجائے جو ان کو مامورات سے روک دے۔ چہ جائیکہ تسلیم اور اذعام سے روکے۔ کیونکہ ان کو وثوق اور اعتماد ہے کہ اب وہ اپنے معتقدات سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ اس بارے میں وہ حدیث ثبوت کے طور پر کافی ہے جس میں آپ کا جملہ دعائیہ ہے۔ اللّٰھم ثبت قلبی علی دینکم و طاعتك جس پر ایک صحابیؓ نے پوچھا یا نبی اللّٰہ ھل تخاف علینا صحابہ کرامؓ کو یہ معلوم تھا کہ یہ دعا امت کو تعلیم کے لئے ہے۔ لیکن انہیں اپنے اوپر اعتماد اور وثوق کی وجہ سے یہ مشکل نظر آیا اور اسے بعید سمجھا کہ جن منازل اور مقامات تک ہم پہنچ چکے ہیں وہ بدل جائیں یا ان سے یہ واپس آجائیں گے۔ تو بتلاؤ ان حضرات کا یہ کہنا ھل تخاف علینا یارسول اللّٰہ یہ امام اعظمؒ کے اس مقولہ کی طرح نہیں ہے جس پر آپ لوگ نکیر کر رہے ہیں۔ آنحضرت رسول اللہ ﷺ نے ان کے استبعاد پر شدت یقین کو رد نہیں فرمایا

بلکہ فرمایا اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے قلوب پر قدرت حاصل ہے۔ وہ دلوں کو پھیرتے رہتے ہیں کفر و ایمان بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے جو چاہیں وہ کر سکتے ہیں اور جس چیز کا ارادہ کریں اس کا حکم دے سکتے ہیں تو کسی بندے کے لائق نہیں اگرچہ وہ یقین کے اعلیٰ مقام تک پہنچ چکا ہو وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہ رہے۔ لایأمن مکر اللہ الاالخاسرون امام اعظمؒ کے اس کلام کا بھی یہی مقصد ہے کہ وہ یقین کے اس اعلیٰ مقام تک پہنچ چکے ہیں لیکن اپنے آپ پر فتنہ سے بے خوف نہیں ہیں۔ کیونکہ کفر وارتداد اللہ تعالیٰ کی مقدورات میں سے ہیں۔ جب ایسا کلمہ کوئی قلیل الفہم نہیں بول سکتا تو ایسا علامۃ جلیل بحر قمقام نبیل کیسے کہہ سکتا ہے۔ تو جیسے یہ بے خوفی اللہ تعالیٰ کی طرف سے امام اعظمؒ کو نہیں اس طرح ملائکہ اور دیگر اللہ کے مکرم و معزز بندے بھی بے خوف نہیں ہیں۔ کیونکہ کفر و ایمان ان کے حق میں بھی مقدور اللہ میں سے ہیں۔ تو امامؒ کے تشبیہ دینے میں کون سی وجہ ممانعت آگئی۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ عالم ارواح میں ان کا ایمان فرشتوں کی طرح ہو جب کہ کفر وطغیان کے عوارض طاری نہ ہوئے ہوں کیونکہ اس عالم سے پہلے ارواح کا وجود تھا اور اس دنیا کی پیدائش سے پہلے بھی پیدائش تھی جہاں نہ کفر تھا نہ سرکشی تھی وہاں پر محض اذعان اور تسلیم تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے میثاق وعہد لیا جہاں ہر ایک نے اپنے اپنے ایمان کا اظہار کیا۔ پھر جب ان کو دار تکلیف دنیا میں بھیجا گیا تو فرقہ بندی ہو گئی اور آپس میں کئی طبقوں میں بٹ گئے۔ بعض لوگ تو اپنے عہد و میثاق پر قائم دائم رہے۔ اور بعض نے اپنے قول اور وعدے کا احساس بھی نہ کیا کہ بالکل منکر ہو گئے۔ پس جو شخص اللہ پر ایمان لے آیا اس کے رسولوں کی تصدیق کی اور ان کے احکام کو اس طرح مانا کہ اوامر پر عمل کیا اور منہیات کو چھوڑ دیا تو اس کا ایمان بے شک فرشتوں کی طرح ہے جن میں کوئی مانع پیش نہیں آیا جو ایمان کے منافی ہوتا جب کہ اس شخص کے پیش آگیا جس نے اپنے برے اختیار سے کفر وارتداد کا ارتکاب کر لیا۔ تو ملائکہ اور یہ لوگ جب سے انہوں نے ایمان قبول کیا اس وقت سے اس پر قائم دائم ہیں۔ شیخ سعدی شیرازیؒ کا شعر ہے۔

الست از ازل ہمچناں شان بگوش بفریاد قالوبلی در خروش

چھٹا جواب یہ ہے کہ یہ جو نقل کیا جاتا ہے کہ ہم نے تیس ۳۰ علماء میں سے کسی سے نہیں سنا کہ اس نے ایسا کہا ہو یہ بھی کوئی نفع بخش قول نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان حضرات کا ایسا قول نہ کرنا اس کے بطلان کی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے اعتقادی امور ایسے ہیں جن کو بولنے کی زندگی بھر نوبت نہیں آتی۔ کیا ان تحویلات اور مختلف اسناد کے بولنے کی ان کو نوبت آئی۔ یا کسی نے اس پر کوئی تالیف یا تصنیف لکھی۔ تو کیا ان کی طرف سے یہ حکم لگایا جائے گا کہ سب ناجائز ہیں۔ یا ان میں سے کسی نے فن حدیث کے اندر کوئی جمع کردہ کتاب پڑھی ہو تو کیا یقین و وثوق سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ صحیح بخاری کا پڑھنا اور استاد کے سامنے پیش کرنا یا اسناد کا اپنے شاگردوں پر اس کا پڑھنا ناجائز ہے۔ یہ ایسے واضح دلائل ہیں جو حضرت امام اعظمؒ کے مقالہ کے صحیح ہونے پر دال ہیں۔ اگر امام بخاریؒ کی رفعت شان اور علوم کے اندر ان کی جلالت قدر مانع نہ ہوتی تو ہم کہہ دیتے کہ حضرت امام اعظمؒ کے مقالہ کی مراد کو امام بخاریؒ سمجھے ہی نہیں۔ لیکن ہم ایسا اقدام نہیں کریں گے۔ البتہ اتنا ضرور کہیں گے کہ امام اعظمؒ پر اعتراض کرنے والے اس کی مراد سمجھے نہیں۔ ان کا مقصود تو یہ ہے کہ ایمان کے مراتب

مختلف ہیں۔ کیونکہ بہت سے ایسے ہیں جن کا ایمان ایمان ملائکہ اور ایمان عامة المؤمنین اور اہل فسق کے ایمان کے درمیان بہت ہی دوری ہے۔ وغیر ذلك واللہ اعلم

وقولہ رُدُّوہ الخ صفحہ ۱۲۔ ۱۶ آنحضرت ﷺ کا ردوہ حکم اس جاننے کے باوجود ہے کہ یہ لوگ اس کی واپسی پر قادر نہیں ہیں۔ اس لئے دیا کہ تاکہ ان کے تعجب میں اضافہ ہو۔ اور جو کچھ انہوں نے سنا اس کے یاد رکھنے کی طرف پوری توجہ ہو کیونکہ آنحضرت ﷺ سے فرشتے نے سوال وجواب ان کی تعلیم کے لئے کئے تھے۔

قولہ وکذٰلك الایمان حتی یتم الخ صفحہ ۱۳۔ ۳ ایمان کے تمام ہونے سے ہرقل کا مقصد تو ایمان کے شرائع اور احکام کا مکمل ہونا اور ان کا شہروں کے اندر پھیلنا ہے۔ لیکن امام بخاریؒ تمام کے لفظ سے اس پر دلیل قائم کررہے ہیں کہ ایمان پورا بھی ہوتا ہے اور ناقص بھی ہوتا ہے۔ محدثین کے بہت سے دلائل اسی پر مبنی ہوتے ہیں کہ وہ عموم لفظ سے استدلال کرتے ہیں اگرچہ معنی مرادی وہ نہیں ہوتے جن سے وہ استدلال کرتے ہیں۔ نیز! یہ اگرچہ ہرقل بادشاہ روم کا کلام ہے مگر آنحضرت ﷺ نے اس کی تقریر فرمائی ہے۔ بلکہ آپؐ کے زمانہ میں بھی اس پر کوئی نکیر نہیں کی گئی تو اس کو سنت کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تمام سے مؤمن بہ کی زیادتی کے اعتبار سے تمام اور کمال مراد ہو جو دن بدن بڑھنے والا ہے۔ اس بنا پر لفظ تمام سے جو ہرقل کے کلام میں وارد ہے مؤلف کا استدلال کرنا ظاہر ہے۔

باب فضل من استبرأ لدینہ الخ صفحہ ۱۳۔ ۴

کیونکہ استبرأ مختلف ہوتا ہے لہذا ایمان میں بھی تفاوت ہوگا۔

قولہ ان تعطوا من الغنم الخمس الخ اعطاء خمس کو ایمان میں داخل کرنے سے معلوم ہوا کہ زیادۃ اعمال سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔ لیکن یہ تقریر ان لوگوں کی رائے کے مطابق ہے جو امور مذکورہ کو ایمان کی تفسیر قرار دیتے ہیں باقی تین امور کا یہاں ذکر نہیں ہے جو مذکور ہیں وہ ایمان کی تفسیر ہیں اور یہ ایمان ان چار میں سے ایک ہے۔

باب ماجاء ان الاعمال بالنیة صفحہ ۱۳۔ ۱۷

امام بخاریؒ کی مراد یہ ہے کہ اعمال کا ثواب نیت کے مطابق ہوگا یہی احناف کا مسلک ہے۔

قولہ حتی یاتیکم امیر صفحہ ۱۴۔ ۲ حضرت امیر مغیرہؓ نے ان کو تقویٰ کا حکم اس لئے دیا کہ ان کے شہر کا امیر سے خالی رہنا ان کیلئے فساد کا باعث ہوگا۔ کہ گناہوں کے ارتکاب پر جب حدود اور تعزیرات قائم کرنے والا کوئی نہ ہوگا تو فساد و فتنہ برپا ہوگا۔ اس لئے ان کو تقوی اللہ کی وصیت کی۔

استعینوا الامیر کم صفحہ ۱۴/۴ جیسے پہلے دو کام قوم کی خیر خواہی کے لئے تھے۔ اور یہ حکم امیر کی خواہی کے لئے ہوگا۔
ثم قال اپنے آپ کو امارت کی تہمت کو دفع کرنے کے لئے فرمایا کہ اپنے آپ کو امارت کی طرف منسوب کریں یہ لائق نہیں ہے واللہ اعلم بالصواب ..

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کِتَابُ الْعِلْمْ

باب فضل العلم صفحہ ۱۴/۴

علم کی فضیلت دو آیتوں سے ثابت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے زیادتی علم کا سوال کریں۔ دوسرے علم کو علماء کے درجات کی بلندی کا سبب قرار دیا۔ لیکن اس بارے میں حدیث کوئی نہیں لائے۔ جس سے اشارہ کرنا ہے کہ مسائل کو آیات سے نکالا جائے یا یہ کہ ان کی شرط پر کوئی حدیث انہیں ملی نہیں۔ حقیقت حال تو اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والے ہیں بظاہر یہ ہے کہ دوسرے باب کی روایت سے ان کا مدعی ثابت ہوتا ہے۔ لیکن ان کے درمیان باب کو ایک نئے فائدہ کے لئے لایا گیا ہے۔ جب کہ مؤلف کی بہت سے تراجم میں یہ عادت ظاہر ہو چکی ہے کیونکہ حدیث جس سے مدعی ثابت ہوتا ہے وہ آپ کا ارشاد مبارک ہے۔ اذا وُسِّدَ الامر الیٰ غیر اهله الحدیث کہ جب معاملات نااہلوں کے سپرد ہوں گے تو قیامت کا انتظار کرو اور یہ اس پر موقوف ہے کہ معاملات کے مراتب اور ان کے اہالیان کی وضاحت کی جائے تو اس کا علم پر موقوف ہونا واضح ہے۔ حاصل معنی یہ ہوا کہ تمام عالم کی بقاء اس پر موقوف ہے کہ معاملات ان کے اہل کے سپرد کئے جائیں اور یہ علم پر موقوف ہے۔ تو علم کی فضیلت یہ ہے کہ اس پر بقاء نظام عالم موقوف ہے۔

باب من سُئِلَ علماء وھو مشتغل صفحہ ۱۴/۶

اس حدیث میں سے یہ فائدہ معلوم ہوا کہ مستفتی کا جواب دینا فوری طور پر ضروری نہیں جب تک وقت کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو۔

فقال بعض القوم صفحہ ۱۴/۸ ای فی نفوسھم یعنی بعض نے بعض سے کہا۔

قولہ اذا وسدالامر الی غیر اھلہ صفحہ ۱۴/۸ یہ بھی امانت کو ضائع کرنے کی ایک قسم ہے اس لئے کہ ہر کام کا یہ حق ہے کہ وہ اس کے اہل میں ہو۔ جب نالائق کے سپرد ہو گیا تو یہ امانت تھی جو اس کے اہل کے پاس نہ پہنچی بلکہ ضائع ہو گئی۔ یہ حدیث مدعی پر دلالت کرنے میں زیادہ ظاہر تھی بایں ہمہ ضیاع امانت کو بعید بھی نہیں سمجھا جاتا اس لئے اس حدیث کی طرف رجوع کیا۔ تاکہ قاعدہ کو ایک صورت جزئیہ یا اس کے افراد میں سے ایک معین مثال کی صورت میں پیش کیا جائے۔

باب من رفع صوتہ قولہ فَنَادٰی بِاَعْلٰی صَوْتِہٖ صفحہ ۱۴/۹

چونکہ آواز کو بلند کرنا اور شور مچانا عرف میں عیب شمار کیا جاتا ہے۔ اور شریعت میں اس سے ممانعت آچکی ہے۔ حضرت لقمانؑ کی حکایت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ آواز کو پست کرو۔ اس لئے وہم ہو تا تھا کہ شاید رفع صوت ناجائز ہو۔ امام بخاریؒ نے باب باندھ کر ثابت کر دیا کہ دور کے لوگوں کو خبر سنانے کی ضرورت کی بنا پر رفع صوت جائز ہے۔

باب قول المحدث اخبرنا حدثنا وانبأنا صفحہ ۱۴/۱۴

امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ متقدمین کے یہاں ان سب الفاظ کا استعمال جائز رہا ہے وہ ان الفاظ کے بولنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ تو ان الفاظ کا استعمال ایک دوسرے کی جگہ جائز ہوگا۔ کیونکہ یہ سنت سے ثابت ہے۔ رہ گیا فرق اصطلاحی شاید اس کا کوئی بھی انکار نہ کرے۔ چہ جائیکہ مؤلفؒ اس کا انکار کرے۔ تو مؤلفؒ کے اس مقالہ کا مقصد اس مقام پر یہ ہوگا کہ اکثر شرعاً ان الفاظ کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال کیا جائے تو یہ بھی جائز ہوگا۔ اگرچہ اولیٰ یہ ہے کہ اصطلاحی فرق ملحوظ رکھا جائے۔ اس بارے میں جو روایت امام بخاریؒ لائے ہیں وہ بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ کہ لفظ حدثنا کا اطلاق معلم کی طرف سے جائز ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے حدثونی ماھی تو اخبرو اعنھا ماھی کی جائے تحدیث سے تعبیر کیا گیا۔ نیز اگر جناب رسالت مآب ﷺ کو وہ لوگ ماھی کی خبر دے دیتے تو لفظ ان کے فائدہ کے لئے ہوتا نہ کہ آپؐ کے فائدہ کے لئے غور کرو اور غنیمت سمجھو۔

باب القرأۃ والعرض علی المحدث وقولہ یقرء علی القوم صفحہ ۱۴۔ ۲۲/۲۵

دستاویز کو یا تو قاضی پڑھے گا یا اس کے اتباع میں سے کوئی ایک پڑھے گا۔ اس کے باوجود گواہ یہی کہیں گے کہ ہمیں فلاں نے گواہ بنایا تو گواہ بنانے کی نسبت یا تو وہ مدعی کی طرف کریں گے یا قاضی کی طرف کریں گے۔ حالانکہ لفظ مدعی کے نہیں ہیں کیونکہ یا تو ان دو میں سے

ایک غیر معین ہے۔ یا قاضی کے نائب کے الفاظ ہیں تو وہ متعین ہے اور گواہ اسے قاضی کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ یہ گفتگو اس دستاویز کے بارے میں ہے جس کو قاضی اپنے دوسرے قاضی کی طرف بھیجتا ہے۔ یا اس صورت میں ہے جب کہ بائع اور مشتری میں سے کوئی ایک اسے لکھ دیتا ہے تو مثلاً بائع کے حکم سے کاتب اس دستاویز کو پڑھتا ہے جس میں یہ مضمون تحریر ہو کہ یہ وہ چیز ہے جس کو فلاں نے فلاں سے خرید کیا۔ پھر کاتب اس کے بعد اس مضمون کو متعاقدین یعنی بائع و مشتری اور گواہوں کو پڑھ کر سناتا ہے۔ کہ فلاں نے ہمیں گواہ بنایا۔ بائع یا مشتری کا نام لیتے ہیں۔ کاتب کا کوئی نام نہیں لیتا۔ تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عرض جائز ہے اور جس کی طرف روایت منسوب ہے وہ صرف ہاں کہنے پر اکتفاء کرے۔ اور اس طرح جو کچھ قاری قرآن کرتا ہے کہ شاگرد استاد کے سامنے قرآن پڑھتا ہے نہ کہ استاد شاگرد پر قرآن پڑھتا ہے پھر لوگ ایسی قرأۃ پر اعتماد کرتے ہیں۔ اسے فضول اور بے فائدہ شمار نہیں کرتے۔ شرقاً و غرباً ان دونوں فعلوں کا پھیل جانا اور علماء کا ان کو قبول کرنے پر اتفاق کر لینا یہ اس کے جواز کے سبب سے قوی دلیل ہے۔

باب مایذکر فی المناولة صفحہ ۱۵/ ۱۷ قوله ان یدفعه الی عظیم البحرین صفحہ ۱۵/ ۲۳

اس حدیث سے واضح ہوا کہ مکاتبة (خط و کتابت) جائز ہے۔ اگر کتابۃ علم کے لئے فائدہ بخش نہ ہوتی تو آپ ﷺ بادشاہ روم کی طرف خط نہ بھیجتے۔ کتابت کی طرح مناولۃ کا جواز بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے فوج کے سالار کو خط دیا کہ مقام نخلہ پر جاکر ان کو سنانا

قوله باب من قعد حیث ینتهی به المجلس صفحہ ۱۵/ ۲۶

اس باب کے باندھنے کی غرض یہ ہے کہ مردوں میں جو غرور و نخوت پائی ہے کہ وہ قوم کے اواخر میں بیٹھنے کو پسند نہیں کرتے اس کو دفع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علم کا ادب یہ ہے کہ اس مجلس میں جہاں پر جگہ مل جائے وہاں بیٹھ جائے۔ اس جگہ بیٹھنے سے گھن نہ کرے اور نہ ہی اس قسم کی مجالس سے روگردانی کرے۔ استحیاء جو روایت کے اندر موجود ہے اس کا معنی یہ ہے کہ لوگوں پر بھیڑ بھڑکنا کرنے سے گریز کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس سے حیاء کرنا یہ ہے کہ اس کو بہت بڑا ثواب عطا فرمائے اور اس کے بخت کو بڑھائے۔ اور استحیاء سے جو لوگ استحیاء عن الاعراض مراد لیتے ہیں اس سے میری توجیہ بہتر ہے۔ اس لئے کہ روایات میں مطلق کو مقید پر محمول کرنا اسی طرح بعض کو بعض پر محمول کرنا اگرچہ فقہا اور مجتہدین کے نزدیک شائع ذائع اور کثیر الوقوع ہے۔ لیکن محدثین کی جماعت میں ایسا کرنا قلیل الوقوع بالخصوص امام بخاریؒ کے یہاں۔ کیونکہ وہ تو مطلق کو الگ دلیل بناتے ہیں اور مقید کو الگ دلیل بناتے ہیں اور جب تک خلاصی ممکن ہو ایک بعض کو دوسرے بعض پر محمول نہیں کرتے۔

باب رب مبلغ اَوْعٰی مِنْ سَامِعٍ صفحہ ۱۶/ ۵

اس باب کے انعقاد سے امام بخاریؒ نے اس مشہور مفروضہ کا دفعیہ کیا ہے کہ شاگرد کا علم استاذ سے کم ہوتا ہے اور کہہ دیتے ہیں کہ (جائے استاذ خالی است)

قوله فسکتنا صفحہ ۱۶/ ۷ ان حضرات کے خاموش رہنے کی وجہ ظاہر ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ کا اس بارے میں سوال کرنا اسلئے تو نہیں تھا کہ آپؐ پر یہ امر پوشیدہ تھا۔ کوئی حکمت ضرور ہوگی اس لئے **الله ورسوله اعلم** کہہ دیا۔

قوله عسي ان يبلغ صفحہ ۱۶/ ۱۰ اس سے معلوم ہوا کہ بہت سے وہ آدمی جن تک بات پہنچے وہ اس شخص سے زیادہ بات کو محفوظ کرنے والے ہوتے ہیں جو بغیر واسطے کے خود سنے۔

باب العلم قبل القول والعمل صفحہ ۱۶/ ۱۰

آیات کریمہ سے واضح ہوا کہ وعظ ونصیحت کرنے اور ان کے تقاضے پر عمل کرنے سے پہلے علم ضروری ہے کیونکہ وہ افضل ہے اور جس پر دارومدار ہو اس کو دوسرے سے پہلے لانا اولیٰ ہے۔ اسی طرح لائی ہوئی روایات اور آثار میں تھوڑا سا غور کرنے سے یہ فضیلت علم ظاہر ہوگی۔

قوله حکماء علماء فقهاء صفحہ ۱۶/ ۱۶ علم کے مراتب میں سے اعلیٰ مرتبہ حکمت ودانش کا ہے۔ ادنیٰ درجہ علم کا ہے اور فقہ یعنی دین کی سمجھ ہو یہ درمیانی درجہ ہے۔ باوجود کم درجہ ہونے کے علماء کو درمیان میں اس لئے ذکر کیا تاکہ یہ گمان نہ ہو کہ علم فضل کے مراتب میں سے خارج ہے۔

ويقال الرباني ربانی کے اصل معنی بیان کرنے کے بعد یقال للربانی سے ظاہر یہ ہے کہ اس کی الگ تفسیر بیان کرنا مقصود ہے اور یہ بھی ممکن ہے علماء کو ربانیین کہنے کی وجہ تسمیہ پر تنبیہ کرنا ہو تو پھر یہ معنی اوّل کا تتمہ ہوگا نہ کہ دوسرے معنی کا۔

قوله کراهية السأمة صفحہ ۱۶/ ۱۸ اس باب سے مقصد اس وہم کو دفع کرنا ہے کہ جب علم کے یہ فضائل ہیں جو ذکر کئے گئے ہیں تو ضروری ہے کہ انسان ہر گھڑی اس میں مشغول رہے۔ کوئی وقت اس سے خالی نہ ہو۔ فرمایا علم ہو جس سے نفرت پیدا نہ ہو ۔

باب من جعل لاهل العلم ايامًا معلومة صفحہ ۱۶/ ۲۰

جن امور میں زمانی اور مکانی تعیین ہو شرعاً ثابت نہ ہو اسے بدعت اور کراہت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تو امام بخاریؒ نے اس وہم کا دفعیہ کر دیا کہ علم میں ایام کی تعیین جائز ہے۔ کیونکہ اگر یہ نہ ہو تو طلاب حرج وتنگی میں ہوں گے حالانکہ علم واجب التحصیل ہے جس کا چھوڑنا ممکن نہیں۔ اس لئے کوئی دن اس کے لئے مقرر کرنا ضروری ہوا۔ تاکہ لوگ اس مقررہ وقت میں حاضر ہوں اور فیض حاصل کریں اسی طرح ان کے گذرانی معاملات میں حرج نہیں ہوگا۔ اور مقصود بھی حاصل ہو جائے گا ۔ **والله اعلم**

باب الفهم في العلم صفحہ ۱۶/ ۲۶

اس سے امام بخاریؒ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ فقہ علماء کے اعلیٰ مراتب میں سے ہے۔ اگر کسی کو یہ مقام حاصل نہ ہو سکے تو کم از کم مطالب (معانی) سمجھنے کی کوشش ضرور کرے اور یہ ممدوح بھی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ کا ذہن کھجور کی طرف گیا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو نے اسے کیوں ذکر نہیں کیا۔ اس سے مجھے فخر حاصل ہوتا۔ حمر نعم (سرخ اونٹ) سے بہتر تھا۔ اس سے فہم فراست کی انتہائی مدح ومنقبت ثابت ہوئی۔ لیکن یہ فقہ نہیں وہ تو مسائل کے نکالنے اور شریعت کی باریکیوں پر واقفیت حاصل کرنے کا نام ہے۔ تاکہ احکام شریعت کے دلائل اور علل معلوم ہوں۔ البتہ یہ بھی ممکن ہے اس باب سے امام بخاریؒ یہ بیان کرنا چاہتے ہوں کہ فقہ اور فہم کوئی دو الگ متغایر چیزیں نہیں بلکہ دونوں ایک شئ ہیں۔ واللہ اعلم

باب الاغباط في العلم والحكمة صفحہ ۲۰/۱۷

اس سے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ روایت میں جو مفسد کا لفظ ہے وہ غبط اور اوشک پر محمول ہے۔ اور حضرت عمرؓ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ سردار بننے سے پہلے فقہ حاصل کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر سرداری فقہ میں مشغول ہونے سے مانع ہو تو فقہ کو پہلے حاصل کرو۔ کیونکہ سرداری میں فقہ حاصل کرنے میں بڑی مشکلات اور اشغال رکاوٹ بنتے ہیں پس بہتر یہ ہے کہ سردار بننے سے پہلے فقیہ بن جاؤ یہ مطلب نہیں کہ سرداری کے بعد فقہ حاصل نہ کرو۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ سرداری کے بعد اس کا حصول آسان نہیں رہے گا۔ پس مؤلفؒ نے اپنے قول بعدها سے حضرت عمرؓ کی مراد پر تنبیہ کردی تاکہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ سیادت کے بعد علم حاصل کرنے سے روک دیا ہے

قوله لَاحَسَدَ صفحہ ۶/۱۷ مطلب یہ ہے کہ اگر حسد جائز ہوتا تو ان دو چیزوں علم اور مال میں ہوتا۔ یا یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی حسد کرنا چاہے تو ان دو چیزوں پر حسد کرے۔ ان دونوں صورتوں میں حسد کے حقیقی معنی مراد ہوں گے۔ لیکن ان دو کے علاوہ اور کوئی چیز اس لائق نہیں ہے کہ ان پر حسد کیا جائے ۔

باب ماذكر في ذهاب موسىٰ في البحر الى الخضر صفحہ ۶/۱۷

الي الخضر کے لفظ نے حضرات شراح کو مشکل میں ڈال دیا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سمندری سفر حضرت خضر علیہ السلام کی طرف نہیں تھا۔ جواب یہ ہے کہ کلمہ الیٰ بمعنے کلمہ مع کے ہے۔ اور یہ استعمال میں کثیر واقع ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلا کی طرف جانے کا حکم ملا تو ان پر واجب تھا کہ جس طرح ممکن ہو ان تک پہنچیں خواہ ان کا سفر خشکی کا ہو یا سمندری ہو۔ تو لفظ بحر اس حکم ذھاب کے اطلاق سے مفہوم ہوا۔ لیکن پہلی توجیہ بہتر ہے ۔

قوله بلى عبدنا خضر اعلم منك صفحہ ۱۲/۱۷ یعنی بعض وہ علوم جو آپ نہیں جانتے۔

قوله اثر الحوت في البحر صفحہ ۱۳/۱۷ جار مجرور اثر کے متعلق ہے تتبع کے متعلق نہیں ہے خوب سمجھو۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم علمه الکتاب صفحہ ۱۵/۱۷

اس میں اشارہ ہے جس شخص کے پاس کتاب اللہ کا علم ہو گویا کہ وہ جناب نبی اکرم ﷺ کے سینہ مبارک سے فائدہ حاصل کر رہا ہے۔ گویا کہ اس کا سینہ جناب اکرم ﷺ کے سینہ مبارک سے مل رہا ہے۔ کیونکہ آپ آنحضرت ﷺ نے اپنا سینہ حضرت ابن عباسؓ کے سینہ سے ملایا تھا اس میں لطیف اشارہ ہے۔

قولہ متی یصح سماع الصغیر صفحہ ۱۶/۱۷ باب کا مقصد یہ ہے کہ تحمل علم کے لئے بلوغ شرط نہیں ہے البتہ دوسرے کو سنانا بعد البلوغ ہے۔

باب الخروج فی طلب العلم صفحہ ۲۱/۱۷

چونکہ سفر کے بارے میں ہے السفر قطعة من النار اور یہ بھی وارد ہے کہ لاتشد الرحال الاالی ثلاث الخ اگرچہ اسکی مراد خاص سفر ہے لیکن یہ باب باندھ کر امام بخاریؒ نے ان سب اوہام کو دفع کر دیا کہ حصول علم کے لئے ہر قسم کا سفر جائز ہے۔

باب فضل من عَلِم وعَلّم صفحہ ۳/۱۸

حضرت شیخ الہندؒ کے تراجم میں ہے کہ ابواب سابقہ میں تحصیل علم کی فضیلت بیان ہوئی اس سے فراغت کے بعد چند ابواب میں تعلیم کی فضیلت پر تنبیہ فرماتے ہیں۔

قولہ ونفعه بما بعثنی اللہ صفحہ ۶/۱۸ شاید اس جملہ میں وضع المظھر موضع المضمر ہے یا یہ باب تنازع فعلین میں سے ہے بہر حال اس سے مشہور اعتراض کا جواب دینا ہے کہ مشبہ بہ کی جانب میں تین اقسام ہیں۔ مشبہ میں دو قسم بیان ہوئے۔ قطب گنگوہیؒ اس کا جواب دے رہے ہیں کہ یہ جملہ تینوں اقسام کو شامل ہے۔ مشبہ کے دو قسم تو آپؐ کے قول فعلم وعلم میں داخل ہیں کیونکہ تعلیم کا نفع فقط غیر تک پہنچے گا۔ جیسے محدثین حضرات کہ جنہوں نے مسائل کا استنباط نہیں کیا یا اس کا نفع اپنے آپ کو اور غیر دونو کو ہوگا۔ جیسے فقہاء عظام جن کا نفع متعدی ہے تو اہل نفع کو ایک ہی زمرہ میں بیان کر دیا۔ اور طائفہ مذمومہ جن میں کوئی نفع نہیں ان کو شورزمین سے تشبیہ دی اور الگ ذکر کیا۔

قولہ ومثل من لم یرفع بذلك رأسا صفحہ ۶/۱۸ بظاہر اس سے کافر مراد ہے۔ اگرچہ اس کو اس شخص پر محمول کرنا ممکن ہے جس نے مسلمان ہو کر علم قبول نہیں کیا۔ اور وہ شخص بھی مراد ہو سکتا ہے جو لفظ حدیث کے ظاہری معنی بھی نہیں جانتا۔ فقہ اور دین کی سمجھ تو اس سے بہت دور ہے۔

قولہ قال یعلوہ الماء صفحہ ۹/۱۸ یعنی وہ چٹیل میدان جس پر پانی چڑھتا تو ہے لیکن نہ تو زمین اسے جذب کر کے

قبول کرتی ہے اور نہ ہی پانی کو روک لیتی ہے۔ گویا کہ پانی اور زمین دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے انکاری ہے اور اونچا ہے۔ اور ضعف کی تفسیر اس لئے کر دی کہ وہ قاع کے پہلو میں آیت کریمہ کے اندر واقع ہے ۔ قَاعًا صَفْصَفًا ۔

قولہ ان یضیع نفسہ صفحہ ۱۸/ ۹ یعنی جو شخص اپنے علم پر عمل کرنے سے اور امت کو تعلیم دینے سے رک گیا جس سے اس نے اپنے آپ کو ضائع کر دیا۔

قولہ تشرب الخمر وتظھر الزنا صفحہ ۱۸/ ۱۱ شراب خوری اور زنا کی کثرت علم دین کے اٹھ جانے کی وجہ سے ہو گی جو کہ گناہوں کے قبائح کو ظاہر کرنے والا تھا ۔ علم کے نہ ہونے کی وجہ سے کثرت اور شہرت آجائے گی۔

قولہ لایحدثکم احدبعدی الخ صفحہ ۱۸/ ۱۲ یعنی میرے اور جناب نبی اکرم ﷺ کے درمیان بلاواسطہ حدیث بیان کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اس لئے صحابہ کرام میں سے کوئی بھی میرے سوا اس جگہ موجود نہیں ہے۔

قولہ با ب فضل العلم صفحہ ۱۸/ ۱۲

اوّل باب میں علماء کی فضیلت بیان ہوئی اس باب میں علم کی فضیلت بیان فرمائی لہذا تکرار نہیں ہو گا۔

قولہ یخرج فی اظفاری صفحہ ۱۸/ ۱۵ اس جملہ میں کنایہ اور مبالغہ ہے۔ کہ علم ان کے دواخل بدن میں اس قدر سرایت کر جائے گا حتی کہ بہنے لگ جائے۔ اور مولانا مکیؒ فرماتے ہیں کہ پہلے باب میں علم کی فضیلت جزئی بیان ہوئی۔ اور اس باب میں فضیلت کلیہ کا ذکر ہے فلا تکرار۔ اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص نے علم کا جس قدر حصہ حاصل کیا۔ اس نے جناب نبی اکرم ﷺ کے نصیب سے ایک حصہ حاصل کیا اور یہ علم کی بہت بڑی ظاہری فضیلت ہے۔ اس طرح روایت ترجمہ کے مطابق ہو جائے گی حضرت شیخ الہندؒ کے تراجم میں ہے کہ اس جگہ علم سے فاضل عن الحاجۃ مراد ہے تب بھی تکرار نہیں ہو گا۔ زیادۃ علم کی ترغیب ثابت ہوئی جو قدر حاجۃ سے زیادہ ہو۔

قولہ با ب الفتیا وھو واقف علی ظھرالدابۃ وقولہ وقف فی حجۃ الوداع صفحہ ۱۸/ ۱۵

اور حجۃ الوداع میں آپؐ نے اونٹنی پر کھڑے کھڑے خطبہ دیا جیسا کہ روایات سے معلوم ہے۔ اس مقصد کے لئے امام بخاریؒ کو مستقل باب باندھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ احادیث میں وارد ہے کہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے دابہ پر ٹھہرنا چھوڑ دو چنانچہ آپؐ کا ارشاد ہے اِيَّاكَ اَنْ تَتَّخِذُوْا ظُهُوْرَ دَوَابِّهِمْ مَنَابِر یعنی اپنے جانوروں کی پیٹھوں کو منبر نہ بناؤ۔ نیز! اس صورت میں جانوروں کو تکلیف پہنچانا ہے۔ تو امام بخاریؒ نے اس کا دفعیہ کیا کہ اشاعت علم کی ضرورت کے لئے وقوف علی الدابہ جائز ہے۔ ورنہ دوسری صورت میں سوائے نزدیکی لوگوں کے اور کوئی آپؐ کے خطبہ کو نہ سن سکتا۔

باب من اجاب الفتیا باشارۃ الید والرأس

مصنفؒ نے ترجمہ سے جواز اشارہ بالید والرأس کو ثابت فرمایا

قوله فحرفها صفحہ ۱۸ / ۲۲ یعنی راوی نے واضح کر دیا کہ ہاتھ اشارہ تحرف تھا جیسے قتل کے وقت تلوار کو حرکت دی جاتی ہے اس طرف ہاتھ کو حرکت دی تو اس ہیئت کی طرف اشارہ ہوا۔

قوله اشارت برأسها صفحہ ۱۸ / ۲۳ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا آسمان کی طرف اشارہ کرنا اور سبحان اللہ کہنا یہ دونوں سوال کے جواب کی نیت سے نہیں تھے۔ بلکہ یہ ان کی اپنی طرف سے ایک نئی نیکی تھی۔ پس اس سے نماز کا فاسد ہونا لازم نہیں آئے گا۔ شیخ گنگوہیؒ نے تسبیح اور اشارہ ایک حکم میں جمع کر دیا۔ جیسے تسبیح مفسد صلوٰۃ نہیں ایسے اشارہ سے بھی فساد لازم نہیں آئے گا۔

باب الرحله فی المسئلة النازلة صفحہ ۱۹ / ۹

مقصد یہ ہے کہ جیسے کلیات العلم کے لئے سفر جائز ہے ایسے کوئی جزئی مسئلہ پیش آجائے تو اس کے لئے بھی سفر کرنا جائز ہے جہالت کوئی عذر نہیں ہے۔

قوله باب التناوب فی العلم صفحہ ۱۹ / ۱۳

تراجم شیخ الہندؒ میں ہے کہ جو شخص تحصیل علم کے لئے اپنی ضروریات کی وجہ سے تمام وقت نہ دے سکے تو اسے وقفہ وقفہ سے علم سیکھنا چاہئے اگر خود علم کی مجلس میں حاضر نہیں ہو سکتا تو کسی معتمد علیہ کو بھیج کر علم حاصل کرے۔ جیسے حضرت عمرؓ کرتے تھے۔

قوله فاذا هی تبکی جب لوگوں میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ تو اس خبر سے حضرت حفصہؓ رو رہی تھیں یا اس وجہ سے رونا تھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کا اپنی بیویوں سے ناراض ہو کر بالا خانہ پر جانے کا علم ہوا تو یہ رونے لگیں۔ حضرت عمرؓ کے سوال پر جب آپؐ نے فرمادیا کہ میں نے ان کو طلاق نہیں دی تو اپنے انصاری کے گمان پر کہ انہوں نے علیحدگی پسندی کو طلاق سمجھ لیا۔ تعجب کرتے ہوئے اللہ اکبر کہا کہ مرد لوگ ایسی باتیں کر دیتے ہیں جن کا کوئی اصل نہیں ہوتا ان هو الا الظن

باب الغضب قوله لك اولاخيك صفحہ ۱۹ / ۲۶

ظاہر یہ ہے کہ امام بخاریؒ اس باب سے واعظ اور معلم کے لئے صرف غصہ کرنے کا جواز ہی نہیں بلکہ استحسان ثابت کر رہے ہیں البتہ حاکم کو غصہ کی حالت میں فیصلہ نہیں کرنا چاہئے لك او لاخيك میں متعلق محذوف ہے۔ یعنی گم شدہ بکری گم شدہ اونٹ کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کو پکڑ لو۔ اگر تم نہیں پکڑو گے تو اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ کسی دوسرے کے ہاتھ آئے گی یا بھیڑیا اٹھا کر لے جائیگا۔

باب من برك علي ركبتيه صفحہ ۲۰/۲

حاکم اور امام کے پاس برد ک سے ظاہر امراد یہ ہے کہ اپنے اوپر کے نصف اعلیٰ حصہ کو اپنے گھٹنوں پر کھڑا رکھے۔ جیسا کہ کوئی شخص بیٹھے ہوئے کسی چیز کو جھانک رہا ہو۔ اور اس کی طرف تک رہا ہو چونکہ یہ ہیئت ادب کے خلاف تھی۔ بلکہ اس کے منافی تھی۔ جواز کو ثابت کیا جائے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کیا جب کہ ان کو وہم ہوا کہ جناب نبی اکرم ﷺ غضب ناک ہیں۔ اور ان لوگوں پر ناراضگی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اگر برد ک سے مراد التحیات والا بیٹھنا مراد ہے تو پھر مسئلہ ظاہر ہے کہ امام اور حاکم کے پاس کس طرح بیٹھنا چاہیئے۔ لیکن اس پر اعتراض ہوگا کہ جب حضرت عمرؓ آپؐ کے بیٹھے تو انہوں نے اس ادب پر عمل کیوں نہیں کیا۔ کیونکہ ان کی بات چیت کے وقت یہ برد ک تشہد تو نہیں تھا۔ اس کا جواب یہی دیا جا سکتا ہے کہ خطاب کی بابت میں وہ اہتمام کرنا پڑتا ہے جو غیر خطاب کی حالت میں نہیں کرنا پڑتا۔ پس ادب کا تقاضا یہ ہے کہ خطاب کے وقت ان کا بیٹھنا اسی حالت وہیئت پر ہو جیسے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آکر بیٹھتے تھے جب کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ایمان۔ اسلام۔ اور احسان کے متعلق سوال کیا تھا۔ اور غیر حالت خطاب میں ادب اور مستحب طریقہ وہی ہے۔ عام شراحؒ نے دوسرے معنی لئے ہیں لیکن حین قعد کے اعتراض کا جواب نہیں دیا۔ شیخ گنگوہیؒ نے پہلے معنی مراد لے کر اعتراض سے بچنے کی کوشش کی ہے کہ متأدب کے لئے رکوب تشہد واجب ہے۔

باب من اعاد الحديث ثلاثا ليفهم صفحہ ۲۰/۴

اس علۃ کی زیادۃ نے بتلا دیا کہ روایت میں جہاں پر تثلیث وارد ہے۔ اس سے وہ تثلیث مراد ہے جو سمجھانے کے ارادہ سے ہو وہاں یہ اہتمام اور توجہ تام کی جائے یا جہاں پر بھیڑ بھڑ کے کی وجہ سے نہ سنے جانے کا خدشہ ہو اس بنا پر ۔

قوله سلم ثلاثاً یہ تاویل مناسب ہوگی کہ مسلم علیہ سلام نہ سن پائے تو تین مرتبہ سلام کیا جائے۔ لیکن اس صورت میں یہ حکم دروازے سے واپس چلے جانے کے بارے میں ہوگا جیسا کہ حضرت ابوذرؓ کی روایت میں وارد ہے کہ تین مرتبہ سلام کرنے پر اجازت نہ ملے تو دروازے سے واپس لوٹ جاؤ۔ اور جو لوگ تین تسلیمات میں سے ایک کو استیذان اجازت طلب کرنے پر محمول کرتے ہیں۔ اور دوسرا اسلام دخول کے وقت ہو اور تیسرا واپسی کے وقت ہو۔ اگرچہ معنی روایت کے طور پر صحیح ہے۔ لیکن ترجمۃ الباب کے مناسب نہیں ہے۔ اور عرف عام میں گذرنے والا سلام پر تکرار نہیں کرتا۔ طبرانی میں حضرت جندب بن عبداللہؓ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا

اذا استاذن احد کم ثلاثا فلم یوذن فلیرجع ۔ حضرت ابوذرؓ سے یہ روایت میری نظر سے نہیں گزری۔

باب تعليم الرجل امته واهله صفحہ ۲۰/۸

یعنی اپنی باندی اور بیوی کو دین کی تعلیم دینے سے نفرت نہ کرنی چاہیئے اس لئے کہ اگرچہ باندی اور بیوی سے خدمت لینے کا

اسے حق حاصل ہے تو ان کو تعلیم دینے کا حق بھی اس پر واجب ہے۔ قُوْلُهٗ اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا حدیث میں باندی کا لفظ صراحۃً ہے اہل کی تعلیم کو قیاس سے ثابت کیا۔ ترجمہ سے امام بخاریؒ نے ثابت کر دیا کہ جب باندیوں کی تعلیم کا حکم ہے تو اہلیہ حرہ کی تعلیم اس سے زیادہ اہم ہے۔ کہ ان کو فرائض اللہ اور سنن رسولہ کی تعلیم دی جائے۔

باب عظة الامام النساء وتعليمها صفحہ ۳۰/۲۰

چونکہ عورتوں کا خلوت اور تنہائی میں مردوں کے ساتھ جمع ہونا ممنوع تھا اس لئے اس کا دفعیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی حرمت فتنہ کی وجہ سے ہے۔ اگر فتنہ کا خطرہ نہ امام کو ہو اور نہ عورتوں پر ہو تو ان کے لئے خیر خواہی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ امام اعظم تھے۔ آپؐ کا وعظ اور تعلیم امیر المؤمنین کی حیثیت سے تھا نہ کہ نبی کی حیثیت سے۔ لہذا امام بخاریؒ نے اس باب سے اشارہ کر دیا کہ ہر امام اور اس کا نائب یہ فریضہ انجام دے سکتا ہے۔ اسے آنحضرت ﷺ امام اعظم کی اقتدا کرنی چاہئیے۔

قوله حتى يكون العلم سرًا صفحہ ۲۲/۲۰ مولانا حسین علی پنجابیؒ کی تقریر میں یہ زائد قول ہے کہ علماء باریک مسائل کو لوگوں سے پوشیدہ رکھیں تاکہ کوئی ان جیسا نہ ہو جائے۔

باب من سمع شيئا فلم يفهمه فراجعه صفحہ ۲۱

جو شخص کوئی مسئلہ سنے لیکن اسے سمجھ نہ آئے تو دوبارہ اس کا سوال کر سکتا ہے۔ روایت باب سے اس کا جواز ثابت ہوا۔ بلکہ استحباب معلوم ہوا۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس پر ہیشگی کی۔ اور آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے اس کی تقریر فرمائی۔ نیز! حضرت عائشہؓ کا **من حوسب هلك** جس کا حساب ہو او وہ تباہ ہوا۔ کے متعلق سوال کرنا احنافؒ کے اصول کے مطابق ہے کہ لفظ عام کو اپنے عموم پر رکھنا چاہئیے جب تک اس کے خلاف کوئی قرینہ نہ ہو۔ اگر عقل اس کا استثناء کر دے تو اس سے ہماری بحث نہیں۔ کیونکہ وہ تو عقلاً خارج ہے ہماری گفتگو تو شرعیات میں ہے۔ اگر ہر عام مخصوص البعض ہو تا جیسا کہ شوافعؒ کے یہاں ضابطہ ہے تو پھر حضرت عائشہؓ کو سوال کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ آیت کو ان بعض افراد پر حمل کر سکتی تھیں۔ جو **من حوسب هلك** کے عموم سے خارج تھے۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آیت کے اندر جو حساب کا ذکر ہے اس سے مراد پیشی ہے۔ جس کا نام حساب رکھا گیا۔ کیونکہ صورۃ محاسبہ کی ہے۔ در اصل حساب نہیں ہے کیونکہ حساب تو اس کو کہتے ہیں کہ نقصان کی پوری پوری تلافی کر دی جائے۔ لیکن اس پیشی میں نہ تو حقوق واجبہ کا بالکل مطالبہ ہو گا۔ اور نہ ہی تمام کبیرہ گناہوں پر بلکہ محض اس کے اعمال نیک وبد کے پیش کرنے پر اکتفا کیا جائے گا اور بس۔ واللہ اعلم بالصواب

قَوْلُهٗ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الخ صفحہ ۱۴/۲۱ جب کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی قوم اور اپنی امت میں تلوار چلنے کا خطرہ محسوس ہوا تو آپؐ نے خون بہانے اور عزت برباد کرنے کی حرمت کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا آپؐ نے خبر دی تھی۔

اگر چہ اس حدیث میں صراحۃً آپؐ نے خون بہانے کی خبر نہیں دی تھی۔ لیکن قتل کے بارے میں آپؐ کی تاکیدات سے یہی ظاہر ہوتا ہے جبکہ آپؐ نے فرمایا ان دما نکم الخ ہمیشہ اسی حکم کی تاکید کی جاتی ہے۔ جس پر عمل نہ کرنے کا خدشہ ہو۔ اور نہی کی تاکید وہاں لائی جاتی ہے جہاں کسی کام کے عمل میں آنے کا خطرہ ہو۔ تو قطب گنگوہیؒ کے نزدیک ابن سیرین کے مقالہ میں ذلک کا اشارہ سفك الدماء یعنی خون بہانے کی طرف ہوا دیگر شراح حضرات کی توجیہات سے یہ توجیہ عمدہ ہے اور یہی مولانا حسین علی پنجابیؒ کی تقریر سے واضح ہوتا ہے کان ذلك ای القتال ای وقع بعده ﷺ القتال ...

باب اثم من كذب علی النبی ﷺ

یہ ترجمہ ترجمہ سابقہ کا تتمہ اور تکملہ ہے تاکہ آنحضرت ﷺ پر کذب بیانی سے بچا جائے۔

باب كتابت العلم صفحہ ۲۴/۲۱

جن روایات سے کتابت علم کی نہی معلوم ہوتی ہے اس کا دفعیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نہی و ممانعت اوّل الامر میں تھی۔ بعد میں رخصت دی گئی کیونکہ ابتداء اسلام میں قرآن مجید سے خلط ملط ہونے کا خطرہ تھا بعد ازاں جب یہ خطرہ نہ رہا تو اجازت دی گئی۔ بلکہ کتابت علم مستحب ہے تاکہ نسیان کی وجہ سے علم ضائع ہونے سے بچ جائے۔

قوله الاما کان من عبدالله بن عمر و بن عاصؓ صفحہ ۲۲/۷ حضرت عبداللہؓ کی کتابت کے متعلق یہ حضرت ابو ہریرہؓ کا گمان ہے ورنہ ان کی روایات روایات ابو ہریرہؓ سے قلیل ہیں۔ حالانکہ حضرت عبداللہؓ حضرت ابو ہریرہؓ سے بہت پہلے اسلام لا چکے تھے۔ اور ان کا روایت کو سننا حضرت ابو ہریرہؓ کے روایات کو سننے سے زیادہ ہے۔ تو اب یہ اشکال وارد نہیں ہوگا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے محفوظات تو ان کی کتابت سے اس لئے کم نہ ہوں گے کہ ایک آپؐ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے لئے چادر والا عمل کیا۔ جس سے ان کے حافظہ میں اضافہ ہوا کوئی چیز بھولی نہیں۔ تو حضرت ابو ہریرہؓ کا حضرت عبداللہؓ کو مستثنیٰ کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ اعتراض اس لئے وارد نہیں ہو سکتا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کا سماع تو حضرت ابو ہریرہؓ کے آنے سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں رہا ہے۔ اور دونوں اوقات میں برابر لکھتے رہے۔ جس سے ان کی راوایات کی زیادتی ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ اعزاز صحابہ کرامؓ میں سے اور کسی کو حاصل نہیں۔ اسلئے وہ محض سماع پر اکتفاء کرتے تھے کتابت سے رکے رہتے تھے۔

قوله فخرج ابن عباسؓ صفحہ ۲۲/۱۱ حضرت نبی اکرم ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد جب صحابہ کرامؓ کا اختلاف اس حد تک پہنچا کہ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان جنگ و جدال تک نوبت پہنچی اور اس میں لاکھوں جانیں قربان ہوئیں تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو صحابہ کرامؓ کے اس عمل پر افسوس ہوا کہ انہوں نے صرف کتاب اللہ پر اکتفا کیا۔ حسبنا الله كتاب الله

اگر آنحضرت ﷺ بالترتیب خلفاء کی خلافت کی تصریح فرمادیتے تو کسی کو نہ مخالفت کی جرأت ہوتی نہ قتل وقتال تک نوبت پہنچتی۔اور حضرت عمرؓ کا معاملہ اس لئے قابل تحسین ہے کہ ان کو علم تھا کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے متعلق لکھنے والے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ادعی لی اباك حتی اکتب کتابا الخ کہ اپنے باپ کو بلاؤ میں اس کو کتاب لکھ دوں کہیں کوئی آرزومند آرزو کرنے لگے کیونکہ ہم تو اس پر اتفاق کرنے والے ہیں اس کے کھول کر بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔آنحضرت ﷺ کو ان کی یہ بات اس لئے پسند آئی کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی کتابت واجب ہوتی تو کسی کے کہنے پر آپؐ اسے ترک نہ کرتے روایت کی دلالت ترجمہ پر ظاہر ہے۔کہ اگر آپؐ لکھ دیتے تو وہ چیز لکھتے جو قرآن میں نہیں یہ وہ احکام تھے جن کی وصیت کی جاتی تو اس سے کتابت العلم کا جواز ثابت ہوا۔آپؐ اس واقعہ کے پانچ دن بعد تک زندہ رہے چند وصایا فرمائیں۔وفود کی تعظیم۔جزیرۃ العرب سے مشرکین کو باہر نکال دینا وغیرہ ذلك۔اگر خلافت کی وصیت کرنی تھی تو اس کے بعد بھی کی جاسکتی تھی۔نیز !آپؐ نے کاغذ قلم دوات لانے کا حکم حضرت علیؓ کو دیا تھا وہ کیوں نہ لائے بلکہ انہوں نے فرمایا یارسول اللہ اسمع واعی میں سنتا ہوں اور محفوظ کر رہا ہوں۔حضرت ابن عباسؓ کا شبہ ان کے دوسرے شبہات کی طرح ہے۔کبار صحابہؓ نے آپؐ کا مقصود سمجھ لیا اس لئے کتابت نہ ہوئی۔

باب العلم والعظة باللیل صفحہ ۲۲/۱۲

رات کے وقت قصہ گوئی ممنوع ہے۔اس باب سے بتلایا گیا کہ قصہ گوئی ممنوعہ امور دنیا کے بارے میں ہے۔مطلقاً ممانعت نہیں ہے کیونکہ سمر عشاء کے بعد سونے سے پہلے ہوتا ہے۔سونے کے بعد قصہ گوئی سمار نہ ہوگی۔اس لئے امام بخاریؒ نے ہر مقصد کے لئے الگ باب باندھا ہے۔

باب السمر بالعلم صفحہ ۲۲/۵

جواز کی وجہ یہ ہے کہ قصہ گوئی لذاتہ ممنوع نہیں بلکہ وہ ممنوع ہے جو فجر کی نماز کے فوت ہو جانے کا سبب بنے باجماعت نہ مل سکے علمی گفتگو عادۃً ان امور کا باعث نہیں بنتی۔کیونکہ اتنا لمبا وعظ جس سے قوم اکتا جائے اس کی ممانعت ہے۔بس وعظ تو تھوڑے وقت کیلئے ہوگا بخلاف سمر فی امور الدنیا یا قصہ گوئی کے کہ نفس ان کی طرف مائل ہوتا ہے۔لمبے قصے کہانیاں۔کھیل تماشا۔اور آجکل کے ڈرامے۔وی سی آر۔ان سے تو نمازیں قضا اور فوت ہو جاتی ہیں۔دوسرے علم اور وعظ کی مجلسیں خیر کے لئے معاون بنتی ہیں۔اس لئے نیند میں اگر وقت سے تاخیر ہو جائے تو خیر کی توفیق ملنے سے اس کا نقصان پورا ہو جائے گا۔نقصان نہیں ہوگا بخلاف لہو ولعب اور کھیل تماشا ڈرامہ وغیرہ سے جو بیداری ہوتی ہے اسے اس سے ایک تو بلاوت پیدا ہوتی ہے۔دوسرے وہ شر سے نہیں روکتی بلکہ شر کا اثر اس میں ہوتا ہے لہذا مصیبت پر مصیبت کا اضافہ ہوا۔

قولہ نام الغلیم صفحہ ۱۲/۲۰ لڑکا سو گیا۔شاید استفہام کے لئے ہو یا خبر دینا ہے تاکہ آدمی اپنی بیوی سے بوس وکنار میں

مشغول ہو سکے۔ نام الغلیم ہی محل ترجمہ ہے۔ کہ سمر کا اطلاق کبھی ایک جملہ پر بھی کیا جاتا ہے۔ اور آپؐ کے استفسار سے ثابت ہوا کہ بیوی سے چھیڑ چھاڑ پوشیدہ ہونی چاہیئے بچے بھی نہ دیکھیں یہی علم ہے۔

قوله بشبع بطنه صفحہ ۲۲ / ۲۴ یعنی پیٹ بُھرداری پر قناعت کرتے تھے۔ زیادہ مال حاصل کرنے کی کوشش اس لئے نہیں کرتے تھے کہ ایسا کوئی شخص موجود نہیں تھا جن کا حق ان کے ذمہ ہوتا ہو یعنی بال بچوں کی کفالت ان کے ذمہ نہیں تھی۔ یہ حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کا حال بیان ہوا۔ جس سے ان کی کثرت روایات کا سبب واضح کرنا ہے کہ یہ لوگ اسی کام کے لئے فارغ تھے۔ معاشی مسئلہ سے بے نیاز تھے۔ معاذاللہ ! ان حضرات کی تحقیر یا بے قدری کرنا مقصود نہیں ہے کہ یہ لوگ روٹی کھانے کے لئے یہاں پڑے رہتے تھے حاشا و کلّا ایسا نہیں تھا۔ واما الآخر لَوْ بَثَثْتُهُ الخ اگر میں دوسرے علم کو پھیلا دوں تو میری گردن اڑادی جائے۔ صوفیاء کرام نے اس کو اپنے ڈھب پر ڈالا ہے اور وہ بعید بھی نہیں ہے۔ کہ پہلا علم الاحکام ہے اور دوسرا علم الاسرار ہے۔ جو اغیار سے محفوظ ہے اور علماء نے اسے امراء سوء پر محمول کیا ہے۔ شیخ المشائخ نے اسے علم الفتن اور تغیر احوال الناس پر محمول کیا ہے۔ شیخ گنگوہیؒ کے نزدیک اس سے باطنیہ فرقہ مراد نہیں ہے۔ کیونکہ تصوف پر شاہ ولی اللہؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتب موجود ہیں جس کی صحت پر قرآن و احادیث سے دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ التشرف فی احادیث التصوف مولانا تھانویؒ کا رسالہ چھپا ہوا ہے۔

باب الانصات للعلماء صفحہ ۲۴ / ۴

قوله استنصت الناس حدیث باب سے ثابت ہوا کہ علم کے لئے چپ کرانے کا حکم دینا جائز ہے۔ اگرچہ لوگ ذکر و اذکار میں مشغول ہوں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے جب چپ کرانے کا حکم دیا تو لوگ تلبیہ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہہ رہے تھے۔ اور تلبیہ ذکر ہے۔ اس جواز کو ثابت کرنے کے لئے باب باندھنے کی ضرورت پیش آئی۔ ورنہ ظاہراً ذکر تلاوت قرآن اور دوسری طاعات سے روکنا جائز معلوم نہیں ہوتا روایت سے ثابت کر دیا کہ علم اور وعظ نصیحت کے لئے ذکر وغیرہ سے روکنا جائز ہے۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ علماء کیلئے شاگردوں پر چپ کرانا لازم ہے۔ تراجم شیخ الہندؒ میں ہے کہ ابن عباسؓ کی حدیث ہے کہ کسی قوم کے کلام کو قطع نہ کرو۔ اس باب سے ثابت ہوا کہ ضرورت کے لئے قطع کلام جائز ہے۔

باب مایستحبُّ للعالم اذا سئل اَیُّ الناس اعلم صفحہ ۲۴ / ۵

جب کسی عالم سے یہ پوچھا جائے کہ لوگوں میں سے کون سا شخص سب سے زیادہ عالم ہے تو بظاہر اس کے لئے جائز ہے کہ وہ انا اعلم کہہ سکتا ہے۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان اس سے بلند تھی کہ وہ اپنے آپ کو صاحب کمال گمان کرتے۔ کیونکہ اس سے کبر اور عجب کا دروازہ کھلتا ہے۔ بالخصوص بنو اسرائیل کے لئے۔ کیونکہ وہ تو اس میدان کے شاہسوار تھے۔ سرکشی اور کبر کے جھنڈے اٹھانے والے تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسا کلام جلدی میں کہنے کی اس لئے ضرورت لاحق ہوئی کہ ان کو معلوم تھا کہ اللہ کا رسول اللہ تعالیٰ کے

بندوں میں سے برگزیدہ اور برتر ہوتا ہے۔ اسی بنا پر تو انہیں اپنے شہروں کی طرف رسالۃ کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے اس گمان کے اندر صائب تھے۔ کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ علم الاحکام والشرائع میں اعلم ہونا لازم آتا ہے جو بالکل صحیح ہے۔ لیکن کریم اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی مخلوقات میں کئی طرح کے عجائبات ہیں۔ بظاہر اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علی الاطلاق اعلم ہیں۔ یعنی ہر قسم کے علوم کو خوب جاننے والے ہیں۔ اس لئے ان پر عتاب ہوا۔ کہ انہیں کیا معلوم شاید کوئی اور شخصیت بعض دوسرے علوم کے اعتبار سے ان سے اعلم ہو۔ اگرچہ ان کو اقسام علوم میں سے اعلیٰ قسم کے علم میں فضیلت حاصل ہو۔ وہ علم الشریعت ہے جو تمام علوم سے افضل ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کی پیروی کرنا اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے تھا۔ تو حضرت خضر علیہ السلام جو کچھ کر رہے تھے وہ بالکل قطعی طور پر حق تھا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ممکن نہیں تھا کہ وہ خضر علیہ السلام کی کارگزاری پر صبر کرتے۔ پس آجکل ہمارے زمانہ کے صوفیاء جو شرعی امور منکرہ کا ارتکاب کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہم پر اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ ہم تو حضرت خضر علیہ السلام کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید   کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا   (از مرتب غفرلہ)

اس لئے کہ حضرت خضر علیہ السلام تو نبی تھے تم تو نبی نہیں ہو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی نہیں تھے ولی تھے پھر بھی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی پیروی کرتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ جو کچھ وہ کر رہے تھے وہ یقیناً ٹھیک تھا۔ لیکن جن خلاف شرع امور کو تم لوگ انجام دیتے ہو ان پر یقین نہیں کہ وہ شرع کے موافق ہوں۔ لہذا کسی اہل علم کو تمہاری ان بدعات اور رسوم پر خاموشی اختیار نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی تمہارے لئے جائز ہے کہ تم ان منکرات کا ارتکاب کرو۔ البتہ جو شخص جذب کی حالت میں اپنے آپ پر اختیار نہ رکھتا ہو وہ تو پاگلوں میں داخل ہے اس سے تکلیف شرعی مرفوع ہے۔ بہر حال حضرت شیخ الہندؒ کے تراجم میں ہے کہ علماء کو تواضع اختیار کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے۔ کیونکہ علماء میں کبر وعجب کے بہت اسباب پائے جاتے ہیں۔

قولہ وھو اعلم منك صفحہ ۸/۲۳ یعنی وہ بعض علوم میں تم سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں دراصل نوف بکالی کو ان دونوں ہم نام موسیٰ کے درمیان مغایرت کا وہم ہوا کہ انہوں نے سمجھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اولو العزم پیغمبر ہیں اور کلیم اللہ ہیں وہ خضر علیہ السلام کی شاگردی اور تعلم کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس تعلم کا حکم انہیں کیسے دیا جا سکتا ہے۔ درحقیقت نوف بکالی کعب الاحبار کی بیوی کا بیٹا تھا جس نے تورات میں پڑھا تھا کہ وہ موسیٰ بن میشا تھا۔ اس لئے ابن عباسؓ کو غصہ آیا۔ کیونکہ خضر علیہ السلام نبی مرسل تھے۔ جو ما فعلتہ عن امری فرما رہے ہیں۔ ایک نبی دوسرے نبی سے تعلیم حاصل کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ (از مرتب)

قولہ فنا ما صفحہ ۹/۲۳ نوم سے مجازاً لیٹنا مراد ہے۔ کیونکہ یوشع علیہ السلام سوئے ہوئے نہیں تھے۔ اگر سو جاتے تو انہیں مچھلی کا حال کیسے معلوم ہوتا۔

وقوله وکان لموسیٰ وفتاہ عجباً صفحہ ۱۰/۲۳ شبہ ہے کہ جب دونوں سوئے ہوئے تھے یا ایک سویا ہوا تھا تو دونوں کے لئے تعجب کیسے ہوا جواب یہ ہے کہ یہ قصہ کے آخر کا بیان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ یوشع علیہ السلام کے لئے تعجب نہیں تھا لیکن آخر الامر جب دونوں تعجب میں شریک ہو گئے تو اختصاراً دونوں کو جمع کر دیا۔ یا ممکن ہے کہ یہ معنی ہوں کہ مچھلی کا چلا جانا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی کے لئے تعجب کا باعث بن گیا تو اس وقت سبب تو متحقق ہو گیا۔ لیکن اس میں اس بات کی صراحۃ نہیں ہے کہ انہیں تعجب ابھی لاحق ہوا تاکہ اشکال وارد ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ جب ان دونوں حضرات نے اس معاملہ کو دیکھا تو یہ حضرت موسیٰ ؑ اور یوشع ؑ کے لئے تعجب کا سبب بن گیا۔ خواہ وہ دونوں حضرات اس معاملہ پر اکٹھے واقف ہوئے ہوں۔ یا یوشع ؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے مطلع ہوئے ہوں خوب سمجھ لو اللہ ہی توفیق دینے والے ہیں۔

قولہ قال نعم ھل اتبعک صفحہ ۱۳/۲۳ اس مقام پر عبارت محذوف ہے محض مدعی پر اکتفاء کیا گیا ہے عبارت یوں تھی **ای فقام والتقیا وتخاطبا** یعنی خضر علیہ السلام کھڑے ہوئے۔ دونوں پیغمبر آپس میں ملے اور گفتگو شروع کی جو کچھ موسیٰ ؑ نے فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہاں میں موسیٰ بنی اسرائیل ہوں کیاں میں آپ کی پیروی میں چل سکتا ہوں۔

قولہ وانت علی علم من علم اللہ الخ صفحہ ۱۴/۲۳ اس سے صاف واضح ہے جیسا کہ ہم بتلا چکے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کی اعلمیۃ مخصوصہ تھی۔

قولہ فقال الخضر یا موسٰی مانقص الخ صفحہ ۱۷/۲۳ یہ حضرت موسیٰ ؑ پر لطیف چوٹ ہے کہ انہوں نے علم کو کوئی معتدبہ شئ سمجھ لیا۔ اور خضر علیہ السلام کو یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی یا تو خود موسیٰ علیہ السلام کے بیان سے ان کو معلوم ہوا یا بذریعہ کشف انہیں اس کا علم ہوا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں نقص محال ہے۔ اس لئے علم بمعنے معلوم ہو گا۔ ورنہ علم تو اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے اس میں کمی بیشی ممکن نہیں۔

قولہ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَانَسِیْتُ صفحہ ۱۸/۲۳ نسیان کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے ایک منکر شرعی کو دیکھا تو اس پر صبر نہ کر سکے تغییر منکر کا غلبہ ہوا۔ اور اسی طرح باقی میں سے پہلے یعنی قتل غلام وغیرہ میں یہ غلبہ کار فرما تھا۔ یہ نسیان مع شرط تھا۔

قولہ فقال لہ موسٰی لو شئت الخ صفحہ ۲۲/۲۳ یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جان بوجھ کر کہی کیونکہ اب وہ جدائی کے طالب تھے۔ کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا کہ اس علم اسرار میں کوئی زیادہ فائدہ نہیں ہے۔ دوسرے یہ شان نبوت کے خلاف ہے اس لئے اس میں اسرار ورموز کی باتیں ہیں اور انبیاءؑ علیہم السلام کو ظاہر امور کے لینے کا حکم ہے۔ دوسرے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے کی غرض بھی پوری ہو گئی۔ کہ خضر علیہ السلام کے ایک قسم کے علم کی واقفیت ہو گئی ۔ **وھو المطلوب**

باب من سئل وهو قائم صفحہ ۲۳/۲۴

اس باب اور آئندہ باب سے ان لوگوں کا رد کرنا مقصود ہے جن کو وہم ہے کہ کھڑے ہو کر سوال کرنا اور مفتی کی مشغولیت کی حالت میں سوال کرنا مسئلہ پوچھنا بے ادبی ہے۔ اس کا دفعیہ اس طرح ہوا کہ ضروریات ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ مناسک حج کے بارے میں سوال کرنے والا اگر آنحضرت ﷺ کے بیٹھنے کا انتظار کرتا یا آپ کی مشغولیت سے فراغت کا منتظر ہوتا تو وقت بیت جاتا۔ نیز ! اس باب سے یہ بھی واضح ہوا کہ اگر مفتی عبادات میں مشغول ہو تو سائل اس سے مسئلہ پوچھ سکتا ہے۔ بشرطیکہ کلام ان عبادات کے منافی نہ ہو اگر منافی ہے جیسے نماز میں کلام مفسد ہے تو پھر مسئلہ پوچھنا جائز نہ ہوگا۔ شیخ الہندؒ کے تراجم میں ہے کہ یہ جواز اس پر تنبیہ کرنے کے لئے بیان کیا کہ امام اور محدث کے سامنے گھٹنوں پر بیٹھنا زانوادب تہ کرنا واجب نہیں ہے۔

قوله باب وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا صفحہ ۲/۲۴

بقول علامہ عینیؒ اس باب سے مقصود اس پر تنبیہ ہے کہ بعض علوم ایسے ہیں جن پر نبی کو اطلاع ہوتی ہے اور نہ غیر نبی کو۔ اس ترجمہ سے مقصود غیر اللہ تعالیٰ سے علم غیب کلی کی نفی کرنا ہے۔ اور شیخ الہندؒ کے تراجم میں ہے کہ اس باب سے غرض تنبیہ کرنا ہے کہ کوئی اگر چہ اکابر علماء میں سے ہو وہ بھی اپنے علم کو قلیل اور ناقص شمار کرے۔ کیونکہ جب لوگوں کے جمیع علوم قلیل ہیں تو ہر فرد کے متعلق کیا گمان ہے۔ اس کا ثمرہ انتہائی تواضع ہے تاکہ عجب میں مبتلا نہ ہو۔

باب من ترك بعض الاختيار صفحہ ۲۴/۷

یعنی فتنہ کے خوف سے بعض مختارات اور مستحبات کو چھوڑ دینا جائز ہے۔ امام بخاریؒ نے اس ترجمہ کو عام رکھا ہے۔ قول ہو یا فعل اس کا ترک کرنا جائز ہے۔ حالانکہ آنے والی روایت میں صراحۃ ہے کہ فعل کا چھوڑنا جائز ہے قول کا ترک جائز نہیں۔ امام بخاریؒ کی تعمیم سے اس طرف اشارہ ہے کہ ان میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ جب فتنہ کے خوف سے مستحبات اور سنن کا ترک جائز ہے تو مباحات کو کیسے نہیں چھوڑا جائے گا۔ چونکہ آئندہ ترجمہ بھی اس کے قریب قریب ہے۔ اس لئے یوں فرق کیا گیا کہ یہ ترجمہ اقوال کے بارے میں ہے۔ اور وہ افعال کے بارے میں یا دونوں کے لئے ہے۔ اور صاحب فیض نے یوں فرق بیان کیا ہے کہ پہلا باب سمجھ دار ذکی اور بے وقوف اور غبی کے درمیان فرق کے لئے ہے۔ اور دوسرا باب شریف اور ذلیل کے درمیان فرق کرنے کے لئے ہے۔ حالانکہ دون معنے ادون کے نہیں بلکہ سوی کے معنی میں ہے۔ نیز ! اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تقلید غیر شخصی اگر چہ دراصل چھوڑ دینا جائز ہے لیکن ہمارے زمانے میں تقلید غیر شخصی کا چھوڑ دینا واجب ہے۔ کیونکہ ہر شخص نہ تو استنباط کے طریقوں کو جانتا ہے اور نہ ہی اسے روایات کے قواعد کا علم ہے۔ چہ جائیکہ زبان عربی سے نابلد ہوں بلکہ محض تراجم پر ان کی نظر ہو۔

باب الحیاء فی العلم

کلام شیخ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے اس ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ علم میں حیا کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ آثار اور روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے تراجم میں ہے کہ بظاہر اس سے عدم استحباب ثابت ہوتا ہے۔ لیکن نظر دقیق کے اعتبار سے اس میں تفصیل ہے۔ البتہ اشارات لطیفہ سے بیان کرنا ہے کہ غرض یہ نہیں کہ علم میں حیا نہ کرنا چاہیئے بلکہ تعلم میں حیا کا اہتمام کیا جائے۔ یہی ترجمہ کی غرض اصلی ہے۔ کیونکہ آپؐ نے چہرہ کو ڈھانپ لیا تبت یداك فرمایا تیرے دنوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔ جس کی تائید بعد والے باب سے ہوتی ہے۔

قوله لان تکو ن قلتها احبّ الیّ الخ اگر تم کہہ دیتے حیا نہ کرتے تو مجھے زیادہ پسند تھا۔ اس سے ترجمہ ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ نے ابن عمرؓ کے حیاء کی وجہ سے نہ بتانے پر نکیر کیا اور اس پر وہ ان سے راضی نہ ہوئے۔ اگر ابن عمرؓ کسی اور کے ذریعہ بتا دیتے تو حیا بھی رہ جاتا اور حضرت عمرؓ کو مسرت بھی حاصل ہوتی دراصل ان کا عتاب اسی پر تھا۔ چنانچہ مصنفؒ اسی کو دوسرے باب سے واضح کر رہے ہیں

باب من استحییٰ فامر غیره

یعنی کوئی شخص حیا کی وجہ سے خود مسئلہ نہیں پوچھتا تو دوسرے کو حکم دے وہ مسئلہ پوچھ لے۔ تو امام بخاریؒ کا مقصد اس ترجمہ سے یہ ہے کہ پہلے باب میں جو مسئلہ میں حیا کی کراہت معلوم ہوئی اگر دوسرے کو حکم دے کر مقصود حاصل ہو جائے اور حیا بھی بر قرار رہے تو اس میں کوئی کراہت نہیں کیونکہ حیاءٌ کله خیر ہے۔ اور اپنی طرف سوال کرنے کی نسبت بنی الامیر المدینه کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ حضرت علیؓ نے حضرت عمارؓ اور مقدادؓ کو سوال کرنے کو کہا تھا۔

باب ذکر العلم والفتیا فی المسجد الخ صفحہ ۲/۲۵

امام بخاریؒ نے اس باب سے اس وہم کا دفعیہ کیا ہے کہ جب مسجد میں آواز بلند کرنا ممنوع ہے حتیٰ کہ علماء کرام نے ذکر جہری کو اس صورت میں مکروہ قرار دیا ہے جب کہ اس سے نمازیوں کو نقصان پہنچتا ہو۔ پس اولیٰ ہے کہ علم اور فتویٰ بھی مسجد میں نہ ہو۔ کیونکہ عادۃً یہ بھی رفع صوت سے خالی نہیں۔ تو جواب دیا کہ رفع صوت کی کراہت تب ہے جب کہ حد معتاد سے بڑھ جائے۔ اگر حد کے اندر رہ کر علم کے لئے رفع صوت ہو تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ خود جناب نبی اکرم ﷺ نے مواقیت احرام کو مسجد نبوی کے اندر بیان فرمایا۔ اگر رفع صوت نہ ہوتی تو ابن عمرؓ جو ابھی بچے تھے وہ کیسے سن لیتے۔ اگر کہا جائے ممکن ہے کہ وہ آپؐ کے قریب ہوں۔ تو کہا جائے گا پھر میقات یلملم ان پر کیوں مبہم رہا۔ معلوم ہوا کہ وہ قریب نہیں تھے۔ شیخ الہندؒ کے تراجم میں ہے کہ مساجد میں تعلیم افتاء اور قضاء کے بارے میں کراہت کا گمان تھا ۔ مصنفؒ نے اس باب کے انعقاد سے اس کی وسعت بیان کردی۔ جیسے کہ کتا ب العلم والقضاء سے واضح ہے۔

افسوس یہاں تک شیخ الہندؒ کے تراجم ختم ہوگئے امراض اور مشاغل کی وجہ سے ان کی تکمیل نہ ہو سکی ۔ نور اللہ مرقدہ

باب من اجاب السائل صفحہ ۲۵

فضول باتوں سے رکنا اور سوال سے زیادہ بات نہ کرنا روایات سے واضح ہے۔ اس سے وہم ہوتا تھا کہ شاید جواب میں زیادتی اسی میں داخل ہو۔ تو اس وہم کو دفع کرتے ہوئے ثابت کیا کہ ایسا مکروہ نہیں بلکہ مندوب ہے۔ اس لئے کہ ہمیں علم دین کی اشاعت کا حکم دیا گیا ہے اور روایت ترجمہ پر ظاہر طور پر دلالت کر رہی ہے۔ کیونکہ سائل نے محض ملبوسات کے متعلق سوال کیا تھا۔ آپ ﷺ نے ملبوسات بھی بتلائے۔ اور جس لباس کو چھوڑ دینا ہے وہ بھی بتلایا بلکہ جوتے اور موزوں کے متعلق بھی بیان فرمایا جب کہ جوتے نہ ہونے کی صورت میں موزے پہن لئے ہوں تو ان کو کاٹ کر جوتے کی شکل بنالیا جائے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کِتَابُ الوُضُوء

وَقُولُہُ بَیَّنَ النَّبِیُّ ﷺ صفحہ ۲۵ / ۱۰ اگر آنحضرت ﷺ اس کو بیان نہ بھی کرتے تب بھی حکم اسی طرح تھا۔ اس لئے کہ امر تکرار کو نہیں تقاضا کرتا۔ تو مصنفؒ کی غرض یہ بتلانا نہیں ہے کہ ہر ہر عضو ایک مرتبہ دھونا اس کی مشروعیۃ سنت سے ثابت ہے۔ بلکہ بتلانا یہ ہے کہ جس طرح افراد یعنی ہر ہر عضو کا ایک مرتبہ دھونا کتاب اللہ سے ثابت ہے اسی طرح سنت سے بھی ثابت ہے۔

باب لا تقبل صلوۃ بغیر طھور

یہ روایت مسلم کی ہے جو امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہیں تھی اسلئے اس کو ترجمہ میں رکھ دیا اور باب میں اس کے قائم مقام کو لائے۔

قولہ ما الحدث الخ صفحہ ۲۵ / ۱۳ جب کہ حدث کے معنی مشترک تھے اس حدث کو بھی کہتے ہیں جو طہارت کے مقابل ہے اور احداث امر کے معنی میں بھی کہ معاملہ خلط ملط رل مل گیا تو سائل نے ایک معنی کی تعیین کے بارے میں پوچھا آپؓ نے پہلے معنی وہ بھی اس طرح کہ اس کے بعض افراد کو بیان کر دیا۔ سب اقسام اس لئے نہیں بیان کئے کہ ان کے بغیر مقصود حاصل ہو گیا۔

قولہ غر المحجلین صفحہ ۱۵/۲۵ بظاہر یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں اور چہرہ کا روشن ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت مرحومہ کی تعظیم اوران پر احسان ہے۔ ورنہ وضو تو پہلی امم کے اندر بھی تھا غرّمحجل ہونا یہ اس امت کی خصوصیت ہے۔

باب اسباغ الوضوء صفحہ ۲۵

باب سابق سے معلوم ہوا تھا کہ وضو میں تخفیف افضل ہے۔ اس باب سے اس کا دفعیہ کر دیا کہ تخفیف کہ ساتھ اکمال ضروری ہے۔ دراصل اسباغ سے مراد انقاء ہے۔ کیونکہ محدود شرعی سے کمیت میں زیادتی کرنا بھی اکمال نہیں۔ اور نہ ہی تعداد میں زیادتی اکمال ہے۔ بلکہ مراد اکمال کیفیت ہے۔ تاکہ انقاء اور صفائی حاصل ہو جائے۔ تو ان دونوں بابوں کا مقصد وضو کے دونوں طرف بتلانے ہیں ادنیٰ تخفیف ہے اور اعلیٰ اکمال ہے۔

قولہ نزل فتوضاء صفحہ ۱/۲۶ ہمارے علماء احناف کے نزدیک وضوٗ پر وضوٗ کرنا اس وقت تک مستحب نہیں ہے جب تک ان دونوں میں کسی چیز کا فصل نہ کر لیا جائے۔ یعنی ذکر ہو یا کوئی نماز ادا کر لی جائے اس لئے کہ وضو عبادت تب بنے گا جب وہ نماز یا ذکر کیلئے مفتاح بنے۔ تو جب تک اس سے اس کا کام نہ لیا جائے وہ عبادت نہیں بنے گا۔ کیونکہ عبادت مقصودہ تو ہے نہیں بلکہ عبادت کا ذریعہ ہے۔ پس اس میں تسلسل مناسب نہیں ہے۔ روایت کا جواب یہ ہے کہ کبھی ان دونوں کے درمیان ذکر حائل ہو جاتا ہے۔ دوسرے پہلا وضو نامکمل تھا پس اس کو مکمل کرنا چاہا اس لئے دوسرا وضو کیا تاکہ فرائض کی ادائیگی میں طہارت نامکمل نہ رہے۔ پس دوسرا وضو پہلے کے منافی نہ ہوا بلکہ اس سے پہلے کی تکمیل ہوئی۔ نیز ! مراقی الفلاح میں ہے کہ وضوء علی الوضوء تب نور علی نور ہو گا جب کہ مجلس بدل جائے یا پہلے وضوء سے عبادت ادا کر لی جائے۔

قَوْلُہٗ ثُمَّ اَخَذَ غُرْفَۃً مِنْ مَّاءٍ فَجَعَلَ بِھَا الخ صفحہ ۴/۲۶ مقصد یہ ہے کہ پانی ایک چلو کے برابر ایک ہی ہاتھ سے لیا جائے۔ پھر دونوں ہاتھوں سے دھوئے تاکہ پانی ضائع نہ ہو۔ دسرے دونوں ہاتھوں سے دھونے پر زیادہ قدرت حاصل ہو گی بنسبت ایک ہاتھ کے۔

باب التَسمِیۃِ عِندَ کُلِّ حَالٍ الخ

تراجم کی ترتیب میں امام بخاریؒ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس مقام پر تسمیہ یعنی بسم اللہ پڑھنا تو منہ دھونے سے پہلے ہوتا ہے نہ کہ اس کے بعد پھر ابواب الوضوء میں خلاء اور جماع کی بحث چھیڑ دی۔ پھر کتاب الوضوء کے چھ ابواب ایسے ذکر کئے ہیں جن میں مقدمات وضوٗ تو ہیں اوصاف وضو نہیں ہیں۔ تو ایک تو مصنفؒ نے ان ابواب سے یہ بتلانا ہے کہ ترتیب اور ولاء وضوء میں شرط نہیں ہے۔ نیز! تھوڑے سے غور سے ان کی مناسبت باہمی سمجھ میں آجاتی ہے۔ جیسا کہ اس جگہ مقصود اصلی تسمیۃ عند الخلاء ہے کہ بیت الخلاء جاتے وقت

بسم اللہ پڑھے اس لئے خلاء کو وضوء پر مقدم کردیا۔ جب خلاء اور جماع کے وقت تسمیہ سنت ہے وضوء کے وقت بطریق اولیٰ ہوگا۔

قولہ فاخبر الخ صفحہ ۲۶/۱۵ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کے اس فعل کو جو انہوں نے بغیر کسی کے اشارے کے خو انجام دیا تھا کہ استنجاء کے لئے پانی رکھ دیا اس فعل کو اچھا سمجھا اور انہیں دعا دی۔ آپ ﷺ کی دعا کا نتیجہ تھا کہ ابن عباسؓ صحابہ کرامؓ میں فقیہ مشہور ہوئے۔

باب من تبرز علی لِبْنَتَيْنِ صفحہ ۲۶/۱۶ ترجمہ۔ جو شخص دو کچی اینٹوں پر بیٹھ کر پاخانہ پھرے

باب سابق سے جو مقصد حاصل تھا روایت باب نے بھی اسی کو بتلایا لیکن اس میں ایک فائدہ ہے کہ قضاء حاجت والے کو کسی اونچی چیز پر بیٹھنا چاہئیے تا کہ نجاست اس کے بدن کو نہ پہنچے۔ اس زیادتی پر تنبیہ کرنے کیلئے الگ باب باندھا۔ گویا روایت باب سابق کے مضمون پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ قضاء حاجت والا کس طرح بیٹھے اس کا ادب بھی بتلا دیا۔ اس طرح کے فوائد جلیلہ مصنفؒ کی کتاب میں بہت ہیں جنہیں خوب یاد رکھنا چاہئیے۔ پھر پہلے ترجمہ میں عند البناء جدار او نحوہ سے دو روایتوں کے محمل کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا تا کہ روایات جمع ہو جائیں۔ اور اختلاف معانی کی وجہ سے جو تعارض پیدا ہوتا ہے وہ رفع ہو جائے۔ دراصل یہاں مشہور اختلافی مسئلہ ہے کہ عند قضاء الحاجت استقبال واستدبار قبلہ کیسے ہے۔ امام بخاریؒ نے بنیان اور صحاریٰ میں فرق بیان کر کے ائمہ ثلاثہ کا مسلک بیان کر دیا کہ آبادی میں استقبال استدبار جائز ہے اور صحاریٰ میں ناجائز ہے۔ احناف کا مسلک ہے کہ دونوں مطلقاً ممنوع ہیں۔ تیسرا مذہب اہل ظواہر کا ہے جو مطلقاً اباحت کے قائل ہیں اور احادیث نہی کو منسوخ مانتے ہیں۔ اس کی تفصیل کو کب دری بذل اوجز وغیرہ میں ہے۔

قولہ فانزل اللہ الحجاب صفحہ ۲۶/۲۶ اس حجاب سے وہ تستر یعنی کپڑوں سے چھپنا مراد ہے جو حضرت عمرؓ کی خواہش تھی کیونکہ حجاب شرعی تو اس سے پہلے نازل ہو چکا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ یہ چاہتے تھے کہ ازواج مطہرات پردے میں بھی باہر نہ نکلیں اور قضائے حاجت گھروں میں ہو۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد ایسے ہی مستحب ہو گیا۔ اگر چہ اس کے بعد جواز اب بھی باقی ہے۔ تو **قولہ فانزل اللہ** میں فاء ایسی تعقیب کے لئے نہیں ہے جس میں تراخی نہ ہو۔ تو ازواج مطہرات کے علاوہ دوسری نساء مؤمنین کے لئے براز کیلئے باہر نکلنا اب بھی جائز رہا۔ جیسا کہ دیہات میں آج کل رائج ہے۔ ازواج مطہرات کے لئے حجاب سے وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ والا حجاب ہے۔ کہ وہ گھروں سے نہ نکلیں حضرت عمرؓ یہی چاہتے تھے۔

باب التبرز فی البیوت الخ صفحہ ۲۶/۲۷

جب کہ گھر میں پاخانہ پھرنے سے گندگی کا قریب ہونا اور اس کا گھر میں موجود ہونا ناپسندیدہ فعل تھا۔ چنانچہ دیہات والے گھروں کو پاک صاف رکھتے ہیں۔ قضائے حاجت باہر کھیتوں میں جا کر کرتے ہیں۔ تو اس وہم کو رد کرتے ہوئے گھروں میں اس کا جواز

ثامت کرتے ہیں۔ ساتھ ہی پاکی اور صفائی بھی مطلوب ہے۔ اس لئے گندگی کے بدبودار اور خراب ہونے سے پہلے گھر سے اسے دور کر دینا چاہیئے۔ اور اسے چھوڑا نہ جائے کہ گندگی کے ڈھیر لگ جائیں۔ حدیث میں ہے کہ اذا اراد البراز ابعد (الحدیث) آپؐ قضائے حاجت کے لےء بہت دور نکل جاتے تھے۔

باب الاستنجاء بالحجارة صفحہ ۱۶/۲۷

اس باب سے ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ استنجاء پانی کے ساتھ مختص ہے۔ دوسرے مؤلفؒ کا استنجاء بالحجارة کی حقیقت میں جو اختلاف ہے اس کی طرف بھی اشارہ فرماتے ہیں کہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک اس سے طہارۃ تعبدی حاصل ہوتی ہے۔ احناف اور مالکیہ کے نزدیک نجاست کو قلیل کرنے والا ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی عادت کے مطابق کوئی حکم بیان نہیں کیا۔

قولہ باحجار صفحہ ۱۷/۲۷ پیشاب کرنے کے بعد پتھر سے استنجاء نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا مطلوب قطروں کو جذب کرنا ہے۔ پتھروں میں جاذبیت نہیں ہے کچے ڈھیلے میں ہے۔ البتہ اگر کسی کو تقاطر بول ہو یعنی پیشاب کے قطرے نہ رکتے ہوں تو وہ استنجاء کے لئے پتھر استعمال کر سکتا ہے۔ اگر تقاطر بول نہ ہو تو استنجاء بالحجر سے تلوث ہوگا کہ بدن لبڑ جائے گا۔

قولہ وقال انّھا رکسٌ صفحہ ۲۱/۲۷ اس حدیث سے واضح ہوا کہ جانوروں کا گوبر نجس ہے ایسے نہیں جو امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ گوبر پاک ہے۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی مسلک احناف کی طرف معلوم ہوتا ہے۔

قولہ مابینہ وبین الصلوٰۃ صفحہ ۴/۲۸ مطلب یہ ہے کہ اس بندے کی ذات اور اس نماز کے درمیان کے گناہ معاف ہوں گے۔ اور نفس سے مراد اس کا حد تکلیف کو پہنچنا ہے۔ کیونکہ بلوغ سے پہلے گناہوں کا شریعت میں کوئی اعتبار اور شمار نہیں۔ یہ تقریر اس وقت ہے جبکہ ماتقدم میں ما موصولہ مع صلہ کے فعل مجہول یعنی غفرلہ کا مفعول ہو۔ اگر کلمہ ما ظرفیہ ہو تو معنی ہوں گے کہ وضوء شروع کرنے کے اوقات سے لیکر نماز کے تمام کرنے کے وقت کے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ مزید بحث کو کب دری میں دیکھی جائے

باب الاستجمار وتر الخ صفحہ ۲۸

یہ باب بھی باب سابق کی طرح ایک زائد فائدہ پر مشتمل ہے۔ وہ یہ کہ پتھروں سے استنجاء کرنے میں ایتار یعنی طاق اور وحدت کو ملحوظ رکھا جائے اس لئے ایک باب کا اضافہ کر کے اس فائدہ پر متنبہ کر دیا۔

قولہ ذکرہ عثمان صفحہ ۶/۲۸ یعنی اس باب میں روایت ان حضرات سے بھی مروی ہے اختصاراً ایسا کیا ہے۔

باب غسل الرجلین ولا یمسح صفحہ ۲۸

پاؤں کو وضوء میں دھویا جائے ان کا مسح نہ کیا جائے۔ اس لئے اگر مسح کرنا جائز ہوتا تو پھر اس پر جہنم کی دھمکی نہ دی جاتی۔ دوسرے کسی مسح میں استعباب یعنی پورا کرنا شرط نہیں مسح ہوتا ہی بعض اعضاء پر ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ غسل رجلین یعنی پاؤں کا دھونا ہی فرض ہے۔ اس باب کو باب الاستجمار والمضمضه کے درمیان داخل کرنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مصنفؒ اس باب کو پہلے باب کے بعد اس لئے لائے ہیں کہ اس سے اشارہ لطیف کرنا ہے کہ مأمور بہ میں اپنی طرف سے معنی کی طرف نظر کرتے ہوئے بدل مقرر نہیں کرنا چاہئیے جیسے مسح قدمین ان کے غسل کا بدل نہیں ہو سکتا۔ اور کپڑے اور انگلی سے ناک کو صاف کرنا ناک میں پانی ڈالنے اور ناک جھاڑنے کا بدل نہیں ہو سکتا۔ ان اشارات لطیفہ کے لئے مصنفؒ نے ابواب الوضوء کی ترتیب رکھی ہے۔ اس ترجمہ سے ایک تو شیعہ کا ردّ کرنا ہے دوسرے حدیث کی شرح کرنی ہے۔ جس میں نمسح علی ارجلنا کا لفظ وارد ہوا ہے۔ اس سے مسح علی نعلیه وقدمیه کا ردّ کرنا ہے۔

باب غسل الاعقاب

مصنفؒ اس باب کو باب المضمضه کے بعد لائے ہیں۔ حالانکہ اس سے پہلے لانا چاہئیے تھا۔ شیخ المشائخؒ نے اس کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ پہلے باب سے روافض کا رد کرنا تھا جو قائل ہیں کہ پاؤں کا حکم مسح کا ہے دھونا نہیں ہے۔ دوسرے اس باب سے بتلانا ہے کہ اعضاء وضو میں استیعاب واجب ہے۔ اور اعقاب کو اس لئے ذکر کیا کہ وہ حدیث میں وارد ہے۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس باب سے ایک دقیقہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس طرح پاؤں کے آخری حصہ کو دھونے کا خاص اہتمام کرنا ہے ویل الاعقاب کی وجہ سے اس طرح مضمضه یعنی کلی کرنے میں بھی منہ کے آخری حصہ کا خاص خیال رکھنا چاہئیے کہ آخری حصہ میں پانی کو گھمایا جائے۔ یعنی غرغرہ کیا جائے۔ البتہ پاؤں کا دھونا فرض ہے اس کے آخری حصہ کو چھوڑ دینے پر عذاب ہے۔ کلی کرنا فرض نہیں۔ لہذا اس کے آخری حصہ کے ترک پر عذاب نہ ہوگا۔ قاله الشیخ زکریا

باب غسل الرجلین فی النعلین ولا یمسح علی النعلین

غرض یہ ہے کہ جب پاؤں جوتے کے اندر ہوں تب بھی ان کا دھونا ضروری ہے جوتوں پر مسح کرنا کافی نہیں ہوگا اور قوله فیهما سے مراد یا تو یہ ہے کہ پاؤں دھو کر تر بتر ان کو جوتوں میں داخل کر دیا جائے تو بعد ازاں جوتوں پر مسح کرنے کی ضرورت نہیں۔ یا دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب پاؤں دھوئے جائیں تو وہ جوتوں کے اندر ہوں ان کو جوتوں سے نہ نکالا جائے۔ اس صورت میں بھی جوتوں پر مسح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن یہ عربی جوتوں میں صحیح ہے۔ ہندی جوتوں میں پاؤں چھپ جاتا ہے اس لئے ان کا نکالنا ضروری ہے۔ ربڑ کے چپل پہنے ہوں تو ان میں پاؤں دھو لینا جائز ہے۔ شیخ زکریاؒ کے نزدیک ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے جب کہ جوتے میں مشغول ہونے کے باوجود دھونے کے لئے پاؤں کو جوتے سے نکالنا ضروری ہے۔ اس طرح کلی کرتے وقت اگر منہ میں کوئی چیز پان تمبا کو ہو تو

اس کو نکال کر کلی کرنی چاہیئے ان کے ہوتے ہوئے کلی کرنا ترک نہ کیا جائے۔

قَوْلُهُ اَبْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا صفحہ ۲/۲۹ جب مُردے کو غسل دینے میں دائیں جانب سے شروع کرنے کا حکم ہے تو زندہ میں بطریق اولیٰ دائیں جانب سے شروع کرنا ہوگا۔ اس حدیث سے مصنفؒ نے پاؤں کو دھونے کا ادب بتلایا ہے۔ یہ باب ابواب سابقہ کا تکملہ ہے۔

باب التماس الوضوء اذا حانت الصلوة

جب نماز کا وقت آجائے تو وضو کا پانی تلاش کرنا چاہیئے مقصد باب یہ ہے کہ تیمم کرنے اجازت تب ہے جب تلاش کرنے کے باوجود وضوء کے لئے پانی نہ مل سکے۔ تو تفصح تلاش ضروری ہوا۔ جس پر فالتمیو ماء کے الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ مناسبت ظاہر ہے کہ مفسولات کے بیان سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اب مسح ہی باقی رہ گیا۔ اس کے بعد اب پانی کے احکام بیان کر رہے ہیں جس کی غسل یعنی دھونے کے لئے ضرورت پیش آتی ہے۔ اس لئے طلب الماء کو بیان کیا۔ کیونکہ پانی کا پایا جانا طلب پر مرتب ہے۔ اور امام بخاریؒ کا مقصد صحابہ کرامؓ کی عادت بتلانا ہے۔ کہ جواز تیمم کے لئے صرف پانی کا موجود ہونا کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کی تلاش کے بعد تیمم کرتے تھے۔

باب الماء الذی یغسل به شعر الانسان

امام بخاریؒ طلب ماء کے بعد احکام میاہ بتلا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں وہ پانی جس سے انسان کے بال دھوئے جائیں اس سے وضو جائز ہے۔ کیونکہ بال پاک ہیں۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں انسان بالوں سے نفع نہ حاصل کرنے کا اس لئے حکم ہوا کہ اس طرح اس کے بالوں کی اور باقی اجزاء بدن کی تعظیم ملحوظ ہے۔ حضرت عطاءؒ نے جو انسان کے بالوں سے رسیاں اور دھاگے بنانے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اس سے ان کی غرض یہ ہے کہ بالوں کی طہارت کی طرف نظر کرتے ہوئے ایسا کرنا جائز ہے۔ اگرچہ انسانی اجزاء سے نفع حاصل کرنا مکروہ بلکہ ممنوع ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اباحۃ اور حرمۃ کبھی کبھی الگ الگ دلیلوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ دونوں ایک چیز میں پائے جاتے ہیں تو حرمت یا اباحت کا حکم اس دلیل پر مبنی ہوگا کہ ایک علت اس کا جواز ثابت کرتی ہے دوسری علت اس کے خلاف کو ثابت کر رہی ہوتی ہے۔ بنابریں انسان کے بالوں کے بارے میں دونوں احتمال جاری ہیں۔ طہارت کو مدنظر رکھتے ہوئے انسانی اجزاء سے نفع حاصل کرنا جائز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن انسان کی اہانت کرنا اس کی حرمت کی متقاضی ہے۔ ہمیں انسان کی اکرام و تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔ تو جہاں محترم اور مبیح دونوں جمع ہو جائیں وہاں محترم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ تو انسانی بالوں میں حکم حرمت کا ہوا۔ حضرت عطاءؒ کے قول کو اسی پر محمول کیا جائے گا

قوله سور الکلاب وممرها صفحہ ۹/۲۹ کتوں کا جھوٹا اور ان کا مساجد میں سے گذرنا۔ امام بخاریؒ اس باب میں روایت نہیں لائے اگلے باب کی روایت ان کے مدعیٰ پر صریح دلالت کرنے والی ہے اس پر اکتفاء کرتے ہوئے وہ اس روایت کو اس باب میں نہیں لائے۔

قوله باب اذاشرب الکلب الخ

یہ باب درباب کے قبیلہ میں سے ہے۔اوراس کو درمیان میں لاناالگ دوسرے مسئلہ پر دلالت کرنے کے لئے ہے۔جوایک مزید فائدہ ہے جو پہلے ذکر نہیں ہوا بایں ہمہ یہ پہلے ترجمہ پر بھی دلالت کرنے والا ہے۔

قَوْلُهٗ یَتَوَضَّاء وَیَتَیَمَّمُ صفحہ ۲۹/ ۹ گویا کہ امام بخاریؒ نہ سور کلب کی نجاست کے قائل ہیں اور نہ ہی اس کا خیال ان کو آیا ورنہ وضواور تیمم دونوں کو جمع نہ کرتے۔بلحہ اس سے اس کی پاکی کا فائدہ دینے میں شک پیدا کر دیا۔جیساکہ **مأ مشکوک** کا حکم ہے اگر دونوں کو جمع کرنا جائز ہوا تو یقیناً طہوریت ثابت ہو جائے گی۔

قَوْلُهٗ احب الی من الدنیا الخ صفحہ ۲۹/ ۱۲ یہ قول اور اس طرح **اول من اخذ من شعرہ** کا قول دونوں اس کی طہارت پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ مسلمان کو حکم ہے کہ وہ نجاسات سے بچے نہ یہ کہ نجاسات کا تلبس کرے یعنی ان کو استعمال میں لائے۔

قَوْلُهٗ فَجَعَلَ یُغْرِفُ لَهٗ به صفحہ ۲۹/ ۱۷ یعنی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے جب اس واقعہ کا ذکر فرمایا تو یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اس کے اس فعل سے اس کا موزہ نجس ہو گیا۔اور اسی طرح آنے والی روایت میں جو یہ ہے **فَقَتَلَ فَکُلْ الخ** لاریب کتے نے اپنے منہ سے شکار کو پکڑا ہو گا۔اور یہ بھی ثابت نہیں کہ اتنے حصے کو کاٹ کر پھینک دیا گیا ہو تو یہ تو آنحضرت ﷺ کی طرف اس کی طہارت کی دلیل ہو گئی۔اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے نجس ہونے کے دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت اس لئے پیش نہیں آئی کہ اس سے پہلے آنحضرت ﷺ جس برتن میں کتا پانی پی جائے اس برتن کو دھونے کا حکم دے چکے تھے۔اسی طرح کی چیزیں بہت سی ہیں جن کا ذکر اس جگہ نہیں ہے۔مثلاً یہ نہیں فرمایا کہ نہ اس کے پاخانہ کو کھاؤ اور نہ ہی اس کے پیشاب کو پیؤ۔اور اسی طرح اس کے دوسرے اجزاء بدن کا ذکر نہیں ہے جن کا کھانا جائز نہیں۔اور آنحضرت ﷺ نے صرف اپنے قول **فکل** کھاؤ پر اکتفاء نہیں فرمایابلحہ بعض روایات میں ہے **کل ما امسك علیك** یعنی جو شکار اس نے تمہارے لئے روک رکھا ہے اس کو کھا سکتے ہو۔پس کھانے کا حکم تو سارے حیوان پر واقع ہے پھر تو شکاری جانور کے سارے اجزاء کھانے کا حکم ہوا۔پس اس اشکال سے بچنے کیلئے جو جواب تمہارا وہی جواب ہماری طرف سے اس اشکال کا ہے جو خلاصی کی صورت آپ نکال لیں گے وہی خلاصی کی صورت ہمارے لئے ہے۔جاننا چاہیے کہ سور کلب کے بارے میں جمہور علماء اسکی نجاست کے قائل ہیں کہ کتے کا جھوٹا نجس اور ناپاک ہے امام مالکؒ اس کی طہارت کے قائل ہیں۔امام بخاریؒ بھی اسی طرف مائل ہیں۔

فلایکونوا یرشوّن شیئا من ذٰلك صفحہ ۲۹/ ۱۹ امام بخاریؒ کے استدلال کا دارومدار اس پر ہے کہ کتوں کا مسجد نبوی میں آنے کا یہ فعل عام ہے جو کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں۔جس سے معلوم ہوا کہ کتوں کے مسجد آنے جانے سے کبھی مسجد ناپاک نہیں ہوتی۔خواہ وہ گیلے بدن سے مسجد میں داخل ہوں یا خشک پاؤں سے وجہ یہ ہے کہ جب کتوں کی عادت ہے کہ وہ مسجد داخل ہوتے رہتے ہیں تو بارش

اور کیچڑ کے بعد ان کو داخل ہونے سے کوئی روکنے والا نہیں۔ پس اگر کتے ناپاک ہوتے تو مسجد بھی ناپاک ہوتی۔ اور یہ ثابت نہیں ہے کہ صحابہ کرامؓ کو مسجدوں کے پاک کرنے کا حکم دیا گیا ہو۔

پہلا جواب یہ ہے **ذکوٰۃ الارض یبسھا** کہ جب زمین خشک ہو جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے پس پانی چھڑکنے کی کوئی ضرورت نہیں اور صحابہ کرامؓ سے اس کا ثابت نہ ہونا ہمارے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔

دوسرا جواب جو بالکل حق ہے وہ یہ ہے کہ کتے کا جھوٹا نجس ہے نہ اس کا پسینہ ناپاک ہے اور نہ ہی اس کے بدن کے چمڑے کا کوئی حصہ ناپاک ہے۔ پس اگر اس کا چمڑا کسی تر چیز کو لگ گیا تو وہ چیز نجس نہیں ہوگی۔ اسی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ کسی کتے کا اس طرح منہ بند کر دیا جائے کہ اس سے کوئی چیز باہر نہ نکلے پھر کتے کو کنویں میں اس طرح ڈال دیا جائے کہ اس کا منہ پانی سے باہر رہے تو کتے کے کنویں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ اسی بنا پر کتے کے مسجد میں داخل ہونے سے مسجد ناپاک نہیں ہوگی۔ اگرچہ کتا گیلا کیوں نہ ہو۔ بات یہ ہے کہ احناف کا مذہب اصح یہ ہے کہ کتا نجس العین نہیں ہے۔ تو اس کا چمڑا ہمارے نزدیک طاہر اور پاک ہوگا۔ خواہ کتے کے پاؤں تر ہوں یا خشک اس کے داخلہ سے مسجد ناپاک نہ ہوگی۔ البتہ شوافع کے نزدیک کتا نجس العین ہے تو اس کا چمڑا بھی نجس ہوگا پھر وہ حدیث کو خشک پاؤں پر محمول کریں گے۔

باب من لم یر الوضوء الا من المخرجین صفحہ ۲۹

اگلی اور پچھلی طرف کے علاوہ جس جگہ سے بھی نجاست نکلے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس پر جس قدر دلائل پیش کئے گئے ہیں ان سے امام بخاریؒ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ قبل اور دبر کے علاوہ کسی اور جگہ سے نکلنے والی چیز ناقض وضو نہیں۔ ان کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہے کہ اِذَا جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ کہ جس میں صرف پاخانہ کا ذکر ہے۔ ان کا استدلال اس سے اس لئے صحیح نہیں کہ کسی خاص چیز کے حکم کا ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں ان سے حکم کی نفی ہے یہ تو ظاہر ہے۔ اور جو لوگ ان دو راستوں کے علاوہ نکلنے والی چیز کو بھی ناقض سمجھتے ہیں پھر بھی وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ طہارت ان سے زائل نہیں ہوتی تو جس سے وہ اپنے مدعی کو ثابت کرتے ہیں اس میں اس کے خلاف کا احتمال ہے۔ کہ ممکن ہے اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہو۔ تو جب احتمال آگیا دلیل باطل ہوگئی۔ نماز میں ہنس دینا اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اس سے ہم بھی متفق ہیں۔ البتہ احنافؒ کے نزدیک نماز میں زور سے ہنسنا اس سے وضو نہیں رہتا نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ رہ گیا موزے اتارنے سے وضو کا ٹوٹ جانا ہم بھی اس کے قائل نہیں ہمارے نزدیک موزے اتارنے سے دونوں پاؤں کا دھونا واجب ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ فرمانا کہ حدث کے بغیر وضو نہیں ٹوٹتا یہ دونوں کے مذہب کے موافق ہے۔ بحث تو اس میں ہے کہ حدث کیا چیز ہے۔ اگر حدث سے وہی مراد ہے جس کی تفسیر حضرت ابو ہریرہؓ نے پھسکی اور پاد سے کی ہے پھر تو ان پر لازم آئے گا کہ پیشاب نکلنے سے پاخانہ نکلنے سے منی نکلنے سے اور مذی کے آنے سے بے ہوشی طاری ہونے سے

جنون یعنی پاگل ہو جانے سے یا انزال کے بغیر محض ذکر کے داخل کرنے سے وضو نہ ٹوٹے۔ حالانکہ اس کے آپ لوگ بھی قائل نہیں ہیں اور **قوله فنزفه الدم فركع وسجد** کہ خون نکل آیا پھر بھی رکوع اور سجدہ کرتے رہے۔ تو اس سے دونوں فریق پر اشکال ہے کہ اس میں کپڑوں کے نجس ہونے کے باوجود نماز پڑھتے رہے۔ نیز ! اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کو نماز لوٹانے کا حکم دیا ہو راوی نے اس کا ذکر چھوڑ دیا ہو۔ اور امام بخاریؒ کا یہ استدلال کہ مسلمان برابر اپنے زخمی ہونے کی حالت میں نماز پڑھتے رہے۔ یہ حکم یا تو نہ بہنے والے خون کے بارے میں ہے یا وہ لوگ معذور تھے۔ معذور خون بہنے کی حالت میں بھی نماز پڑھ سکتا ہے۔ جیسے مستحاضہ پڑھتی ہے۔ اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ خون میں وضو نہیں ہے ممکن ہے نہ بہنے والے خون کے بارے میں ہو۔ اس طرح جب پھوڑے کو نچوڑنے سے خون نکل آئے تو وہ خود نکلنے والا نہیں بلکہ نکالا گیا ہے اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔ یہی حکم اس تھوک کے بارے میں ہے جب کہ خون مغلوب ہو تھوک غالب ہو تو اس سے طہارت زائل نہیں ہوتی۔ اور حضرت حسن بصریؒ اور ان کے ساتھیوں کا یہ کہنا کہ صرف پچھنے لگانے کی جگہ کو دھونا لازم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پچھنے لگانے سے غسل واجب نہیں البتہ جس جگہ خون لگ گیا ہے اس جگہ کے دھونے پر اکتفا کرے۔ رہ گیا وضو کرنا اس بارے میں نہ نفی ہے اور نہ ہی اس کا اثبات کا حکم دیا گیا ہے۔ باقی جو روایات مؤلفؒ لائے ہیں ان سے دلیل پکڑنے کا خلاصہ یہ ہے کہ دوسری چیزں کا ان میں ذکر نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ بغیر ان چیزوں کے اور کوئی چیز ناقض وضو نہیں کیونکہ محل بیان میں سکوت اختیار کرنا بیان ہی کا حکم رکھتا ہے۔ آپ کو اس کا جواب معلوم ہے کہ مفہوم مخالف ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہے یعنی یہ ضروری نہیں کہ جس چیز کا ذکر نہ ہو اس کا حکم نفی ہے۔ کوکب دری میں قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ وضو واجب ہونے کے اسباب میں تین قول ہیں۔ پہلا قول احناف اور امام احمدؒ اور سفیان ثوریؒ کا ہے۔ کہ بدن سے نجاست کا نکلنا وضو کا سبب ہے۔ اس لئے جو نجس چیز مخرج معتاد اور غیر معتاد سے نکلے گی اس سے وضو کرنا واجب ہو گا۔ خون نکسیر اور قے وغیرہ اس میں داخل ہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو دونوں راستوں سے عادۃً خارج ہوتی ہے یا نکالی جائے تو اس سے وضو واجب ہو گا ورنہ نہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مخرج معتاد سے جو چیز نکلے وہ ناقض وضو ہے اور کچھ نہیں۔ شراح حضرات امام بخاریؒ کا مسلک امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ امام شافعیؒ تو مس ذکر اور مس مرأۃ کو بھی ناقض وضو کہتے ہیں۔ اور امام بخاریؒ اس کے قائل نہیں ہیں۔ ان حضرات کے مسلک پر احنافؒ کی طرف سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کی ناف میں نیزہ مارا جس سے پیشاب اور پاخانہ نکل آیا تو تمہارے نزدیک بھی وضو نہیں رہتا۔ معلوم ہوا مخرج معتاد و غیر معتاد برابر ہیں۔

قوله ولم يقل غندر ويحيى عن شعبة الوضوء صفحہ ۱۱/۳۰ اس عبارت کے معنی میں شراحؒ کا اختلاف ہے بعض فرماتے ہیں کہ آپؐ نے لفظ الوضوء نہیں فرمایا صرف لفظ عليك پر اکتفا کیا۔ دوسرے حضرات فرماتے ہیں و عليك لفظ بھی نہیں فرمایا کیونکہ یہ دونوں مل کر ایک جملہ بن جاتا ہے۔ امام بخاریؒ نے لفظ الوضؤ کی نفی کر کے لفظ عليك کی بھی نفی کر دی جو کچھ بھی ہو جناب نبی اکرم ﷺ نے جو کچھ جن الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غسل کی نفی فرمادی۔ معنی ہوئے **ليس عليك غسل**۔

قوله باب الرجل یوضی صاحبه صفحہ ۳۰

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ حدیث باب یا دوسری روایات سے جو عبادات میں دوسرے سے مدد لینے کی ممانعت وارد ہے وہ تحریم کے لئے نہیں۔ بلکہ عند الضرورت مدد لی جاسکتی ہے۔ یعنی ایک آدمی دوسرے کو وضوء کرا سکتا ہے۔

باب قراة القران بعد الحدث وغیره صفحہ ۳۰

وغیرہ سے سلام اور ذکر اذکار مراد ہیں جن کے لئے وضو کا پہلے ہونا ضروری نہیں ہے اگرچہ افضل ہے۔ حمام وغیرہ میں اکثر بے وضو لوگ داخل ہوتے ہیں تو باب سے بتلادیا کہ طہارة والا اور بے وضو داخل ہو سکتے ہیں۔ اس مسئلہ کی خصوصیت سے ضرورت اس لئے پیش آئی کہ منصور اور ابراھیم حمام میں قرأة قرآن کو جائز کہتے ہیں تو معلوم ہوا کہ قرأة کے لئے طہارت شرط نہیں ہے۔ اس طرح خطوط وغیرہ جو ذکر اللہ اور آیت قرآنیہ مثلاً بسم اللہ وغیرہ سے خالی نہیں ہوتے۔ جب ان کی کتابت بغیر وضو کے جائز ہے تو ان کا پڑھنا بھی جائز ہوگا اسی طرح حمام والوں پر سلام کرنا جائز ہوگا۔ حالانکہ وہ ذکر ہے جس کا تقاضا ہے کہ ذکر بے وضو جائز ہے۔ اس لئے کہ جب سلام کرنے والا ان پر سلام کرے گا تو لازماً وہ لوگ اس کو سلام کا جواب دیں گے اور وہ بے وضو ہوں گے۔ تو معلوم ہوا کہ بے وضو ذکر اللہ تعالیٰ جائز ہے۔ کیونکہ سلام بھی تو ذکر ہے۔ اسی طرح روایت سے بھی استدلال ہے۔ کیونکہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد وضو سے پہلے آپؐ نے ان آیات کو پڑھا۔ اگرچہ انبیاؑ علیہم السلام کی نیند ناقض وضو نہیں ہوتی مگر رات کے وقت گھر والوں سے دل لگی بھی ہوتی ہے جس سے مذی نکل سکتی ہے پیشاب اور پاخانہ وغیرہ بھی نکلتے ہیں۔ دوسرے حضرت ابن عباسؓ نے آنحضرت ﷺ کے فعل کی نقل اتاری تو وہ طہارت پر نہیں تھے۔ یہ کام انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں کیا جس سے ان کے فعل کی آپ کی طرف سے تقریر بھی ہوگئی۔ تو اس فعل کو بھی دلیل بنایا جاسکتا ہے۔

باب من لم یتوضأ الامن الغشی المثقل

امام بخاریؒ اس باب سے ان لوگوں کا رد کر رہے ہیں جن کے نزدیک مطلق غشی ناقض وضو ہے۔ روایت اس معنی پر ظاہر ہے کیونکہ حضرت اسماءؓ پر غشی طاری ہوئی لیکن انہوں نے وضو نہیں کیا۔ اس لئے ثقیل بے ہوشی وہ ہے جس سے اپنے حال کی بالکل خبر نہ رہے حضرت اسماءؓ تو آسمان کی طرف اشارہ کر رہی ہیں اور گرمی کی شدت سے اپنے اوپر پانی بھی ڈال رہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر غشی ناقض وضو نہیں۔ البتہ جس غشی کے بعد اپنے حال کا بالکل علم نہ رہے وہ ناقض ہے۔ اس طرح جنون اور نشہ آجانا بھی ناقض ہے۔

باب مسح الرأس کله صفحہ ۳۱

فَامْسَحُوا بِرُؤُسِكُمْ (الاية) میں آیت کریمہ تو مطلق ہے۔ اس سے سر کے بعض حصہ میں فرضیت ثابت کرنا اور

دوسرے حصہ میں فرضیت کا نہ ہونا ترجیح بلا مرجح ہے۔ تو آیت مجملہ ہوئی آنحضرت ﷺ کے فعل سارے سر پر مسح کرنے نے اجمال کو دور کر دیا۔ لہذا سارے سر کا مسح واجب (فرض) ثابت ہوا۔ اس طرح امام بخاریؒ نے آیت اور حدیث سے سارے سر کے مسح کی فرضیت ثابت کر دی۔ جواب واضح ہے کہ آپؐ سے بعض حصہ سر کا مسح کرنا بھی ثابت ہے۔ پیشانی پر مسح کر کے آپؐ نے سارے سر پر مسح کرنے کی فرضیت کو ساقط کر دیا۔ باقی آپ کا سارے سر کا مسح کرنا وہ سنت کے طور پر ہے۔ جس سے ہمیں کوئی نقصان نہیں۔ مسح کل رأس کی سنیۃ ثابت ہونے سے ہمارا کوئی نقصان نہیں۔ اگر آپؐ نے ناصیہ ومادو ن الکل کا کبھی مسح نہ کیا ہوتا تو پھر نقصان تھا۔ جب وہ ثابت ہے تو فرضیت ساقط ہوئی کل رأس کے مسح کی سنیت ثابت ہوئی جس کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ مسح رأس میں مشہور یہ ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک سارے سر کا مسح کرنا فرض ہے۔ شوافعؒ کے نزدیک سر کے بعض حصہ کا فرض ہے جس قدر بھی ہو۔ احنافؒ کے نزدیک مقدار ناصیہ فرض ہے۔ ویسے جمیع رأس کا مسح باتفاق العلماء مستحب ہے۔

باب استعمال فضل وضوء الناس صفحہ ۳۱

ماء مستعمل امام بخاریؒ کے نزدیک طاہر ہے۔ روایت سے احنافؒ کا رد کرنا ہے۔ جو ماء مستعمل کو طاہر مانتے ہیں طہور تسلیم نہیں کرتے۔ امام بخاریؒ کے استدلال کا دارومدار طاہر اور طہور کے درمیان فرق نہ کرنے پر ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں فرق ہے۔ احنافؒ کے نزدیک ماء مستعمل طاہر ہے۔ غیر طہور یعنی دوسرے کو پاک نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ اس پانی کو عبادت کیلئے استعمال کیا گیا ہو۔ اگر ٹھنڈک حاصل کرنے یا نظافت کے لئے استعمال ہو تو وہ اپنی طہارت پر باقی رہے گا۔ روایت ابو جحیفہؓ سے ماء مستعمل کی طہارت ثابت ہوتی ہے۔ وہ ہمارے نزدیک بھی مسلم ہے۔ لیکن وہ مطہر نہیں ہے۔ اگر فضل وضوء سے وہ پانی مراد ہو جو برتن میں بچ جاتا ہے تو اس کے طاہر اور طہور ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ دوسری روایت ابو موسیٰؓ میں اس پانی سے کوئی عبادت ادا نہیں کی گئی بلکہ وہ تو تبرک کے لئے ہے۔ جس سے پانی کی صفت طہوریت کا زائل ہونا لازم نہیں آتا۔ ہماری بحث تو اسی میں ہے۔ گویا کہ ان حضرات نے دھونا برائے عبادت اور بغیر عبادت میں فرق نہیں کیا۔ حالانکہ یہ فرق تو ملحوظ ہے۔ چوتھی روایت سے جو پینے کا جواز معلوم ہوتا ہے وہ بھی مسلم ہے کہ اسے عبادت کے لئے استعمال نہیں کیا گیا بلکہ علاج مرض کے لئے استعمال کیا ہے۔ جس کی طہارت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ہمارا نزاع اس پانی کی طہوریت کے بارے میں ہے جس سے کوئی عبادت ادا کرنا مقصود ہو۔ اور روایات سے جو کچھ ان حضرات نے ثابت کیا ہے وہ اس سے عام ہے۔ جس سے ہم پر الزام عائد نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ان کے لئے مفید ہوگا۔ تیسری حدیث کا ذکر قطب گنگوہیؒ نے اس لئے نہیں کیا کہ اس کا جواب حضرت ابو جحیفہؓ کی روایت میں آچکا ہے۔ حدیث سائبؓ میں صرف مستملی نے باب بلا ترجمہ ذکر کیا ہے۔ باقی حضرات نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ اگر باب کا لفظ نہ ہو جیسے اکثر کی روایت ہے پھر تو کوئی اشکال نہیں۔ اگر لفظ باب موجود ہو تو اس سے مؤلفؒ فضل الوضوء کی دو قسمیں بیان کرنا چاہتے ہیں۔ جن کا ذکر اول باب استعمال الفضل میں آیا ہے ایک باقی رہنے والا برتن میں

اور دوسرا ماء مستعمل ہے۔ اس کے بعد مؤلفؒ نے مضمضہ اور استنشاق من غرفه واحدة کا ذکر کیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام بخاریؒ ماء مستعمل (استعمال) کے جواز کو ثابت کر رہے ہیں اس لئے اس جگہ اس کا ذکر کیا۔

قوله وتوضاء عمرؓ صفحہ ۹/۳۲ جاننا چاہئے کہ مؤلفؒ نے دو ترجمے قائم کئے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ وضوء الرجل مع اهله دوسرا الوضوء بفضل المرأة یہی دوسرا ترجمہ مقصود بالذکر ہے۔ اس لئے کہ نص حدیث سے یہی ثابت ہے۔ اور دوسرا ترجمہ دلیل کے طور پر ہے اور بمنزلہ شرح حدیث کے ہے کہ عورتوں سے خاص کر گھر کی عورتیں مراد ہیں۔ اس لئے ترجمہ میں مع امرأته کے الفاظ لائے۔ حضرت عمرؓ کا اثر ترجمہ پر اس طرح دلالت کرتا ہے کہ عام لوگوں کی عادت ہے کہ جب پانی آگ پر گرم ہو رہا ہو تو انگلی ڈال کر اس کی حرارت کی مقدار معلوم کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے یہ نہیں پوچھا آیا کسی نے اس گرم پانی میں ہاتھ ڈالا ہے یا نہیں ڈالا۔ تو معلوم ہوا کہ اس القاء اور عدم القاء سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ آیا یہ ہاتھ قربت اور عبادت کے لئے ڈالا گیا ہے یا کسی اور ضرورت کے لئے ڈالا گیا ہے۔ تو جب گرم پانی کے استعمال کا جواز ثابت ہوا تو ماء مستعمل کے استعمال کا جواز ثابت ہوا اور ماء مستعمل کے جواز سے گرم پانی کے استعمال کا جواز ثابت ہو یہ ایک واقعہ ہوا۔ دوسرا نصرانیہ کے گھر سے وضو کرنے کا دوسرا مسئلہ اس طرح ہے کہ حضرت عمرؓ نے نصرانیہ عورت سے یہ نہیں پوچھا کہ آیا اس نے اس پانی کو استعمال کیا ہے یا نہیں کیا۔ یا کیا اس نصرانیہ نے اس پانی میں ہاتھ ڈالا یا نہیں ڈالا معلوم ہوا کہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تو اس سے حضرت عمرؓ کے اس دوسرے اثر سے ترجمہ کا دوسرا اجزء الوضوء بفضل المرأة ثابت ہوا۔ کیونکہ اس میں کوئی تفصیل نہیں۔ نیز یہ بھی جائز ہے کہ وہ کسی مسلمان کے نکاح میں ہو اور اس نے حیض سے غسل کیا ہو تاکہ اس سے وطی حلال ہو سکے پس اس سے پانی بچ رہا ہو۔ اور اس بات کی دلیل بھی ہے کہ مسلمان عورت کے وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا جائز ہے کیونکہ وہ نصرانیہ سے تو بری نہیں ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بغیر تفصیل کے اہل کتاب کے پانی کا استعمال کرنا جائز ہے۔

باب الغسل والوضوء في المخضب والقدح والخشب والحجارة الخ صفحہ ۳۲

ٹب اور پیالے۔ لکڑی اور پتھر یا جو ٹب اور پیالہ لکڑی اور پتھر سے بنے ہوئے ہیں ان میں سے غسل کرنا اور وضو کرنا جائز ہے۔ اس صورت میں والخشب والحجارة میں واؤ خطف تفسیر کے لئے ہوگا اس باب کا فائدہ یہ ہے کہ سارے برتن زمین کی پیداوار ہیں پاک اور صاف ہیں غسل اور وضو دونوں جائز ہیں بشرطیکہ ان میں نجاست نہ ہو۔ البتہ پیتل کے برتن جو ہمارے زمانہ میں ہندؤوں کے لئے خاص تھے اور ان کی علامت ہیں۔ اس لئے ان کا استعمال مشابہت کی وجہ سے ممنوع ہوگا۔ کلمہ فی اس پر دال ہے کہ برتن اس متوضی وغیرہ کے فعل کے لئے ظروف ہوں گے۔ خواہ وہ غاسل ان میں بیٹھ کر غسل اور وضو کرے۔ جیسے آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے کیا۔ اپنی مرض کے زمانہ میں ایسا کیا۔ یا غسل اور وضو تو باہر ہو لیکن غسالہ کے قطرے اس میں پڑتے ہوں۔ تو یہ بھی ان میں سے ایک قسم ک

وضوء ہے۔ کیونکہ جب آپ کسی حوض سے اس طرح وضو کریں کہ غسالہ کے قطرے اس میں گرتے ہوں۔ تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ میں نے حوض میں وضو کیا۔ لیکن ٹپ اور پیالے سے وضو کرنا تب ہوگا جب کہ آپ اس سے پانی لیں اور بدن کے کسی عضو کو اس سے اس طرح دھوئیں کہ دوبارہ پانی برتن میں نہ جائے کیونکہ کلمہ من میں ابتداء کے معنی ملحوظ ہیں بنا بریں اگلا ترجمہ جس میں ہے باب الوضوء من التور اس پر یہ اشکال نہ ہوگا کہ جب ان برتنوں کی طہارت معلوم ہو گئی تو پھر تکرار ترجمہ کی کیا ضرورت تھی۔ تو دونوں ترجموں میں فرق ظاہر ہو گیا کہ پہلے ان برتنوں کا بیان تھا جن میں غسالہ کے قطرے گرتے تھے۔ تور یعنی چھاگل اور ٹھلیہ وہ برتن جس میں استعمال شدہ پانی واپس نہیں جاتا۔ اس لئے ترجمہ میں تکرار نہیں رہے گا۔ لیکن اس میں خوب غور فکر کی ضرورت ہے۔ کیونکہ روایات کے بعض الفاظ اس مقصد پر دلالت نہیں کرتے۔ کلمہ من ابتدائیہ دوسرے باب میں ہے پہلے ترجمہ میں نہیں ہے وہاں **فی مخضب** ہے۔ اور اس تقریر سے یہ دوسرا اشکال بھی رفع ہو جائے گا۔ کہ حضرت انسؓ کی حدیث کو دونوں باب میں ذکر کیا گیا ہے۔ تو اس کی تاویل یہ ہو گی کہ پہلے باب میں تو اس اعتبار سے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس برتن میں ڈالا تھا اور دوسرے باب میں اس حیثیت سے ذکر ہوا کہ صحابہ کرامؓ نے اس برتن سے وضو کیا۔ اور حضرت ابو موسیٰؓ کی حدیث دونوں باب میں اس لئے دوبارہ لائی گئی کہ اس باب میں حدیث ابو موسیٰؓ میں وضو بالکل نہیں بلکہ پانی کا استعمال اعضاء وضوء پر ہے۔ لیکن وضو کرنے کی نیت سے نہیں ہے تبرک کے لئے ہے۔

قوله كان عمي يكثر من الوضوء صفحہ ۳۳/۴ مقصد یہ ہے کہ ان کے چچا ہر نماز کے لئے الگ وضو کرتے تھے خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بغیر فصل نماز کے وہ وضوء پر وضوء کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر حدث کے بعد وضوء بنا لیتے تھے۔ کیونکہ ہمیشہ باوضو رہنا پسند کرتے تھے۔

قوله سأل عمرؓ عن ذلك صفحہ ۳۳ حضرت عمرؓ کا سوال کرنا شاید اس لئے ہو کہ ان کو حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کے قول پر اعتماد نہ ہو یا اس لئے کہ اس سے مزید اطمینان حاصل ہو جائے۔ یہ مقصد نہیں تھا کہ وہ خبر واحد کو قبول نہیں کرتے تھے۔ اس لئے کہ بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابن عمرؓ سے فرمایا جب حضرت سعدؓ نبی اکرم ﷺ سے کوئی بات روایت کریں تو پھر کسی دوسرے سے اس کے متعلق مت پوچھو۔ دوسرے خود حضرت ابن عمرؓ سے **مسح علی الخفین** کی روایات مرفوعہ مروی ہیں تو ممکن ہے پہلے ان کو علم نہ ہو بعد میں علم ہو گیا ہو تو روایت کرنے لگے۔

قوله ادخلتهما طاهرتين الخ صفحہ ۳۳/۲۶ اس سے معلوم ہوا کہ جواز مسح کے لئے موزے پہنتے وقت حدث سے پاک ہونا ضروری ہے۔ پہنتے وقت جواز مسح کے لئے کمال طہارت شرط نہیں ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے ایک اختلافی جزئیہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ خوارج اور شیعہ تو بالکل **مسح علی الخفین** کا انکار کرتے ہیں لیکن اہل سنت والجماعۃ اس پر متفق ہیں کہ جب موزے کامل طہارت پر پہنے جائیں تو ان پر مسح کرنا جائز ہے پھر ائمہ اربعہ میں ایک جزئیہ میں اختلاف ہو گیا۔ جس کی طرف شیخ گنگوہیؒ نے

اشارہ کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے وضوء کی ترتیب میں عکس کرتے ہوئے پاؤں پہلے دھولئے۔ موزے پہن کر پھر وضوء مکمل کیا۔ آئمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کے لئے مسح موزوں پر کرنا جائز نہیں ہے۔ علماء حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ مسح جائز ہے۔ ترتیب وضوؑ میں واجب نہیں ہے۔

قولہ فمضمض ومضمضنا صفحہ ۳۴/۱۱ کئی مرتبہ گزر چکا ہے کہ باب درباب کا اضافہ وہاں ہوتا ہے جہاں کوئی مزید فائدہ ہو چونکہ روایت ایک مستقل مسئلہ پر مشتمل تھی۔ اس لئے باب درباب لائے۔ تواب یہ اشکال نہیں ہوگا۔ اس باب میں حدیث میمونہؓ کو کیوں لائے جس میں بکری کے کندھے کے گوشت کا ذکر ہے۔ تو یہ ترجمہ کے مناسب نہ ہوئی۔ لیکن کہا جائے گا کہ اس باب سے ستو کھانے سے وضو نہیں کرنا۔ البتہ اس سے کلی کرنا مستحب ہے۔ تو فائد جدیدہ یہ ہوا کہ ستو اور اسی طرح آگ کی پکی ہوئی چیز سے صرف کلی کرنا ہی کافی ہے۔ وضو کی ضرورت نہیں ہے۔

باب الوضوء من النوم صفحہ ۳۴/۱۴

امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے دو مسئلے بیان کئے ہیں پہلا یہ ہے کہ نیند سے وضوء ہے اور دوسرا یہ کہ اونگھ سے وضو نہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ نیند میں غفلت کی وجہ سے ہوا کے خارج ہونے کی اطلاع نہیں ہوتی کیونکہ اونگھ میں معلوم نہیں رہتا کہ اس کے اندر سے کیا خارج ہوا ہے۔ تو جب سو جائے بطریق اولیٰ معلوم نہیں ہوگا کہ سرین سے کیا نکلا اس لئے نیند میں اونگھ سے زیادہ غفلت ہوتی ہے۔ امام اسحاق بن راہویہؒ کے نزدیک نیند ہر حال میں ناقض ہے۔ امام اوزاعیؒ کا مسلک اس سے بالکل برعکس ہے۔ کہ نیند کسی حال میں ناقض وضو نہیں۔ تیسرا مسلک آئمہ اربعہ کا یہ ہے کہ نوم کثیر ناقض ہے۔ قلیل ناقض نہیں ہے پھر قلیل وکثیر کی تفسیر ہر ایک کے نزدیک الگ ہے۔ بہر حال باب کی دونوں روایتیں اس معنی پر واضح ہیں۔

باب الوضوء من غیر حدث صفحہ ۳۴/۱۸

بغیر بے وضو ہونے کے وضو کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ باب کی دونوں روایتوں میں سے پہلی روایت ترجمہ کے دونوں جزٔ پر دلالت کر رہی ہے۔ اور دوسری روایت محض دوسرے جزء پر دال ہے۔ امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے عدم وجوب پر اجماع کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بَاب اِذَا تَبرزَ لِحَاجَتہٗ اَتَیتَہٗ بِمَاءٍ صفحہ ۳۵/۶

بظاہر حدیث ترجمہ کے مطابق نہیں کیونکہ ترجمہ غسل البول کے بارے میں ہے حدیث سے غسل براز معلوم ہوتا ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے جواب دیا کہ قضاء حاجت کے لئے پانی لے جائے گا تو اس سے قُبل وُدبر دنوں کو دھوئے گا یہ نہیں کہ صرف ایک کو دھوئے

تواس سے بول کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔ تو اس عموم سے امام بخاریؒ نے ثبوت غسل من البول پر استدلال کیا۔ اگرچہ اس کے دھونے کیلئے تھوڑا سا پانی لینا پڑے۔ اس مقام پر امام بخاریؒ نے مطلق کو علی اطلاقہ نہیں رہنے دیا بلکہ اسے مقید پر محمول کر دیا حالانکہ یہ نہ ان کا مسلک ہے اور نہ ہی اس کتاب میں ان کی یہ عادت ہے کہ لا یستتر من البول بول مطلق کو خاص کر بول الناس پر محمول کیا ہے۔

ولنا روایات کثیرۃ اس سے شیخ گنگوہیؒ نے اختلاف ائمہ کی طرف اشارہ کیا۔ امام مالکؒ وغیرہم جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے پیشاب کو نجس کہتے ہیں۔ ائمہ ثلاثہؒ کا مسلک ہے تنزھو امن البول کہ پیشاب سے بچو ہر ایک کا پیشاب نجس ہے حالانکہ استنزھو ا من البول کا حکم خاص طور بکریوں کے پیشاب کے بارے میں تھا۔

قوله باب صفحہ ۷/۳۵

اس باب کی غرض بیان کرنے میں کئی اقوال ہیں ۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ پہلے باب میں بول انسان کے ساتھ مقید کیا تھا اس لفظ باب بلا ترجمہ کے اضافہ سے مطلق بول کی طرف اشارہ کیا تو وہ ہر بول کو شامل ہو گا۔ پھر یہ وہم نہ کیا جائے کہ حکم نہی تو اپنے پیشاب کے ساتھ خاص تھا۔ تو اسکے غیر کو کیسے شامل ہو گا۔ خواہ وہ انسان ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے ایسے مواقع پر حکم کسی شخص کے ساتھ مختص نہیں ہوتا۔ بلکہ حکم عام ہوتا ہے۔ چنانچہ استنزھو ا کا حکم بھی عام ہے۔ (۲) شیخ المشائخؒ کی رائے ہے کہ اس جگہ لفظ باب کا اضافہ صحیح نہیں ہے۔ شیخ الہندؒ کی رائے ہے کہ تنبیہ کرنا ہے کہ پیشاب عذاب قبر کا باعث بنتا ہے۔ حافظؒ کی رائے ہے کہ جب پیشاب اپنے محل سے دوسری جگہ پھیل جائے تو اس کا دھونا واجب ہے اس پر تنبیہ کرنا ہے۔ علامہ عینیؒ کی رائے ہے کہ اختلاف مسئلہ پر تنبیہ کرنا ہے کرمانیؒ کی رائے ہے کہ وجوب غسل البول پر تنبیہ کرنا ہے۔ اور مولانا زکریا کاندھلویؒ کے نزدیک وجوب الاستنجاء پر تنبیہ کرنا ہے امام بخاریؒ نے اپنے قول ولم یذکر سوی بول الناس سے اس نہی مخصوص کی طرف اشارہ کیا ہے۔

باب تَرْكَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَالنَّاسُ الْأَعْرَابِيَّ الخ صفحہ ۱۲/۳۵

پیشاب کے بارے میں سخت احکام نازل ہوئے تھے۔ جن کا تقاضا تھا کہ جو کام دیہاتی نے کیا کہ مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا ایسے شخص پر سخت تشدد کیا جاتا۔ امام بخاریؒ نے اس کے لئے الگ باب منعقد کر کے اشارہ کیا کہ دیہاتی کو پیشاب کرنے سے روکنے پر بہت سے مفاسد کا سامنا کرنا پڑتا جو اس سے اکثر اور اشد تھے۔ مثلاً اگر اسے روکا جاتا تو ممکن ہے وہ ساری مسجد کو ناپاک کر دیتا۔ اور اس کے اپنے کپڑے بھی ناپاک ہوتے۔ یا اس کے مرض میں اضافہ کا باعث بنتا جو پیشاب روک دینے سے پیدا ہوتا پھر دوسرا باب صب الماء امام بخاریؒ لائے ہیں۔ اس کے بارے میں قطب گنگوہیؒ نے کوکب دری میں اور حاشیہ ابو داؤد میں لکھا ہے کہ پانی کا ڈول اس پیشاب پر اس لئے ڈالا گیا ایک تو اس وجہ سے کہ بدبو کا ازالہ ہو۔ دوسرے اگرچہ زمین خشک ہو جانے سے پاک ہو جاتی ہے پھر بھی لوگوں کے دفع وسواس کے لئے پانی کا ڈول بہایا گیا۔ تیسرے جب پانی اس مقام پر بہا دیا گیا تو نجاست اس جگہ سے زائل ہو گئی۔ اب وہ جگہ نماز پڑھنے اور تیمم کرنے کے

لائق ہو گئی۔ خشک ہونے سے محض نماز پڑھنے کے قابل ہوتی تیمم کے قابل نہ ہوتی۔ اور زمین کا جو پانی جمع ہوا ممکن ہے وہ مسجد سے باہر ہو جس کا نجس باقی رہنا کوئی مضر نہیں۔ یا اگر وہ ماء جاری کی حد تک پہنچ جائے تو پھر اس جگہ کی طہارت بھی بعید نہیں ہے۔

باب البول قائِمًا وقاعِداً

امام بخاریؒ نے ترجمہ میں دو جزء بیان کئے لیکن ان میں سے ایک مسئلہ کے اثبات کے لئے حدیث لائے ہیں دوسرے کے لئے نہیں۔ دراصل امام بخاریؒ مسلک امام احمدؒ کی طرف مائل ہیں کیونکہ بول قائماً میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام احمدؒ اسے مطلقاً مباح فرماتے ہیں امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر چھینٹے اڑ کر بدن اور کپڑوں پر نہیں پڑتے پھر تو کوئی حرج نہیں ورنہ بول قائماً مکروہ ہے۔ عامۃ العلماء فرماتے ہیں کہ بول قائماً مکروہ ہے۔ کراہت بھی تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔ الا لعذر مگر عذر کی وجہ سے کوئی کراہت نہیں۔ اور بول قاعداً یا تو قیاس سے ثابت ہے یا اس کی دلیل اس لئے ذکر نہیں کی کہ وہ متفق علیہ ہے۔

باب غسل الدم صفحہ ٣٦/٦

امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ بیان کرنا ہے کہ اگرچہ خون نکلنے سے نقض وضوء میں ائمہ کا اختلاف ہے لیکن وہ اس کی نجاست پر متفق ہیں۔ باب کی پہلی روایت سے کپڑے سے خون دھونے کا حکم ثابت ہوتا ہے اور دوسری روایت سے اگر بدن کو خون لگا جائے تو بدن کو دھونا واجب ہے۔ ممکن ہے ترجمہ کی غرض ان لوگوں کے قول کو ترجیح دینا ہے۔ جو خون کے قلیل وکثیر کا فرق نہیں کرتے بلکہ مطلقاً خون سے دھونے کا حکم دیتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خون کے بارے میں جو نضح کے الفاظ وارد ہیں ان کی شرح کرنا مقصود ہو کہ نضح سے غسل مراد ہے۔ جیسے بول صبیان میں علماء احنافؒ نضح سے غسل مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ پہلے حدیث نضح کو لائے بعد ازاں حدیث غسل کو لائے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے ترجمہ سے بتلانا ہو کہ خون کے لئے غسل ضروری ہے رگڑنا کافی نہیں۔ جیسے منی میں رگڑ دینے پر بھی اکتفا کیا جاتا ہے۔ بنابریں دونوں باب متصل لائے ہیں تاکہ دونوں کے حکموں کے درمیان فرق ہو جائے۔

باب غسل المنی وفرکه وما یصیب من المرأة صفحہ ١٢/٢٦

اصل مسئلہ کے بارے میں قطب گنگوہیؒ کوکب دری میں طویل بحث کر چکے ہیں کہ احنافؒ کے نزدیک منی نجس ہے۔ اس کا قلیل معاف ہے۔ اور خشک منی کو رگڑنا کافی ہوگا۔ تر منی کے لئے غسل ضروری ہے۔ امام مالکؒ منی کو نجس کہتے ہیں لیکن تر اور خشک منی دونوں کے لئے غسل ضروری ہے۔ فرک جائز نہیں امام احمدؒ سے تین روایات ہیں ان میں سے ایک میں ہے کہ منی طاہر ہے۔ دوسری نجس کی ہے خون کی طرح قلیل معاف ہے۔ تیسری یہ ہے کہ قلیل بھی معاف نہیں البتہ رگڑنا دونوں کے لئے کافی ہوگا۔ خواہ تر ہو یا خشک ہو امام شافعیؒ سے بھی تین روایات ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ منی طاہر ہے دوسری یہ ہے کہ مرد کی منی طاہر ہے عورت کی نہیں۔ تیسری روایت

یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی نجس ہے۔ ترجمہ کے تین اجزاء ہیں۔ ترجمہ کا پہلا جزء کہ منی کو دھونا واجب ہے وہ دونوں روایات کے الفاظ سے ثابت ہے۔ تیسرا اجزء کہ عورت کی طرف سے مرد کو جو کچھ لگ جائے وہ جنابت کے لفظ سے ثابت ہے۔ کیونکہ جنابت مطلق ہے۔ جنابۃ رجل اور مراۃ دونوں کو شامل ہے۔ ترجمہ کا دوسرا اجزء فرک وہ قیاس سے ثابت ہے۔ کیونکہ جب نماز اس کپڑے میں جائز ہے جس میں منی کا کچھ اثر باقی ہو تو اس کپڑے میں بھی جائز ہوگی جس سے منی کو رگڑ دیا گیا ہو اور اسے دھویا نہ گیا ہو۔ کیونکہ دونوں صورتوں میں میں نجاست کو تھوڑا کرنے کا مقصود حاصل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ منی کے معاملہ میں اکثر لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کا بالکل ازالہ واجب نہیں کیا گیا بلکہ نجس ہونے کے باوجود اس کا تھوڑا حصہ معاف کر دیا گیا ہے۔ اس تقریر سے ترجمہ کے تینوں اجزاء میں سے کوئی جزء بھی فوت نہ ہوگا۔ باقی شراح حضرات اثبات ترجمہ میں پریشان ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ نے دوسرے جزء کو قیاس سے ثابت کر کے بہت اچھا کارنامہ انجام دیا۔ نیز ! امام بخاریؒ نے اس باب میں منی کی روایات ذکر کی ہیں۔ اور آنے والے باب میں اکسال کی روایات لائے ہیں جس میں منی نہیں ہوتی۔ اس میں صرف فرج کی رطوبت ہوتی ہے۔ جس کا حکم کتاب الغسل کی آخری حدیث عثمان میں بیان کیا ہے۔ اس صورت میں مؤلفؒ پر تکرار ترجمہ کا اشکال بھی وارد نہیں ہوگا۔

قوله وان بقع الماء فی ثوبه الخ بقع الماء۔ سے مراد اس جگہ بقیہ منی ہے کیونکہ اس سے خشک منی کے رگڑ دینے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ اور اس پر بعد کا ترجمہ باب اذا غسل الجنابة او غیرها فلم یذهب اثره کی ضمیر منی کی طرف راجع ہے۔ بقع جمع بقعة کی ہے جس میں دو معنی کا احتمال ہے۔ ایک تو اس پانی کی تری جس سے کپڑا دھویا گیا ہے۔ دوسرے اثر جنابۃ جس کو پانی سے دھویا گیا ہے۔ اس صورت میں ضمیر اثر الجنابة کی طرف راجع ہوگی۔ اثر الماء کی طرف راجع نہیں ہوگی۔ کیونکہ دوسری روایت میں ہے کانت تغسل المنی سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ ضمیر اقرب کی طرف راجع ہے۔

باب ابوال الابل صفحہ ۳۶/۲۴

امام بخاریؒ کی تبویب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا میلان اونٹوں کے پیشاب کی طہارت کی طرف ہے جو امام مالکؒ کے مسلک کے تو موافق ہے لیکن احنافؒ اور شوافعؒ اور جمہور علماء کے خلاف ہے۔ نیز ! امام بخاریؒ نے لفظ الدواب کے اضافہ سے اہل ظاہر کے مذہب کی موافقت کی ہے۔ جو تمام حیوانات کے پیشاب کو اونٹوں کے پیشاب پر قیاس کر کے ان کی طہارت کا حکم لگاتے ہیں۔ اس لئے وصلی ابو موسی کہہ کر تمام حیوانات کے گوبر اور ان کے پیشاب کی طرف اشارہ کیا ہے احنافؒ اور شوافعؒ سب حیوانات کے گوبر کو نجس کہتے ہیں امام مالکؒ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے گوبر ان کے پیشاب پر قیاس کرتے ہوئے طہارت کا قول کرتے ہیں۔

قوله والسرقین الی جُنبِه صفحہ ۳۶/۲۵ دار البرید میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ امیر کوفہ کے گندگی کے قریب نماز پڑھنے سے امام بخاریؒ نے جانوروں کے گوبر اور پیشاب کے پاک ہونے پر اس طرح استدلال کیا کہ اگر یہ جگہ ناپاک ہوتی تو حضرت ابو موسیٰؓ

نماز نہ پڑھتے۔امام بخاریؒ کے اس استدلال پر یہ اشکال تھا۔اثر ابو موسیٰؓ سے گوبر کا پاک ہونا معلوم ہوتا ہے پیشاب کی پاکی کیسے ثابت ہو گئی شیخ گنگوہیؒ اس کا جواب دیتے ہیں اور امام بخاریؒ کے استدلال کو پختہ کررہے ہیں کہ ناممکن ہے کہ ایسی جگہ پر پیشاب نہ ہو۔کیونکہ جانور جب پیشاب کرتا ہے تو اس کے چھینٹے اس جگہ اور اس کے کناروں میں پھیل جاتے ہیں۔توضروری ہے کہ اس کا کچھ حصہ حضرت ابو موسیٰؓ کے قدموں کے نیچے ہوگا لہذا پیشاب اور گوبر دونوں کا پاک ہونا ثابت ہوا۔جواب یہ ہے کہ اس میں یہ تصریح نہیں ہے۔ان کا نماز پڑھنا اور کسی چیز پر نہیں تھا جائز ہے۔کہ انہوں نے کسی پاک چیز پر نماز پڑھی ہو اس سے اھمنا وثم کابرابر ہونا صحیح ہو جائے گا۔کیونکہ گوبر کی نجاستہ پر سب کا اتفاق ہے۔تو یقیناً اس جگہ کوئی کپڑا بچھا کر نماز پڑھی ہوگی۔لیکن یہ سبقت قلم ہے۔کیونکہ امام مالکؒ اور امام بخاریؒ کے نزدیک حیوانات کا گوبر اور پیشاب دونوں پاک ہیں۔دراصل اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰؓ نے ایسی جگہ نماز پڑھی جس کے قریب گندگی تھی۔جس پر مقتدیوں نے اعتراض کیا کہ آپ دروازے کے پاس نماز پڑھ لیتے اس جگہ نہ پڑھتے۔حضرت شیخ گنگوہیؒ نے قصہ عرنیین کو اس لئے پیش نہیں کیا کہ وہ کوکب۔ ی میں اس پر بحث کر چکے ہیں۔

قوله في مرابض الغنم صفحہ ۷ ۳/ ۵ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے مخالفین کا مدعی اس وقت ثابت ہوتا جب آپؐ نے بغیر حائل کے اس جگہ نماز پڑھی ہوتی۔ممکن ہے جائے نماز بچھا کر نماز پڑھی ہو نیز! ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ زمین گندگی کے بعد سوکھ جانے سے پاک ہو جاتی ہے۔اور عقل بھی اس کو قبول نہیں کرتی کہ جناب نبی اکرم ﷺ جیسا لطیف مزاج انسان ایسی جگہ نماز پڑھے جو جانوروں کے پیشاب سے تربتر ہو۔نیز ! آپ لوگ جو چھینٹوں کے پھیل جانے کا استدلال کرتے ہیں تو ہمارا جواب یہ ہے کہ زمین کی بنسبت چھینٹے جلدی خشک ہو جاتے ہیں۔پہلی روایت یعنی اثر ابو موسیٰؓ میں بھی یہی جواب چل سکتا ہے۔

قوله مايقع عن النجاسات في السمن الماء صفحہ ۷ ۳/ ۵ امام بخاریؒ کے اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مسلک بھی امام مالکؒ کے مسلک پر ہے۔کہ اگر پانی میں نجاست گر پڑے اس وقت تک پانی نجس نہیں ہوگا جب تک اس کی تین اوصاف میں سے کسی ایک میں تبدیلی نہ آئے۔وہ رنگ بو اور ذائقہ ہیں۔خواہ پانی تھوڑا ہو یا بہت ہو۔اس بارے میں امام بخاریؒ ایک اثر لائے ہیں اور حدیث بیان کی ہے۔یہ مسئلہ مشہور اختلافی ہے۔شیخ گنگوہیؒ نے اس کی تفصیل کو کب دری میں بیان کر دی ہے۔ظاہریہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر نجاستہ غالب ہے تو پانی نجس ہوگا ورنہ نہیں۔امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ جب تک تین اوصاف میں سے کسی وصف میں تغیر نہ ہو پانی وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوتا۔امام شافعیؒ قلتین کا اعتبار کرتے ہیں قلتین سے کم نجس ہوگا زیادہ نجس نہ ہوگا۔پھر قلتین کی مقدار میں اختلاف ہے۔احنافؒ کا اصلی مسلک رائے المبتلی به کا اعتبار ہے۔وہ دردہ اس کی ایک صورت ہے۔امام زہریؒ کا کلام امام مالکؒ کے مسلک پر ظاہر الدلالت ہے۔حضرت حمادؒ جو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے استاد ہیں ان کا ارشاد ہے کہ لا بأس بريش الميتة الخ تو ان کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ کسی پرندے کا پر یا مردہ جانور کی ہڈی جب پانی میں گر جائے تو جب تک پانی میں تغیر نہ آئے پانی نجس نہیں ہوگا اور اسی طرح امام زہریؒ نے ہاتھی دانت کے بارے میں فرمایا ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ محض کسی نجاست کا پانی سے مل جانا یہ نجاست کا

موجب نہیں جب تک اس کا غلبہ نہ ہو۔

امام بخاریؒ کے استدلات کا خلاصہ یہ ہے کہ گھی اور پانی کا ایک حکم ہے ۔اگر گھی میں چوہا گر کر مر جائے تو گھی نجس نہیں ہو گا کیونکہ گھی کی کسی وصف میں تغیر نہیں آیا۔ مردہ پرندے کا پر جو نجس ہے بقول حمادؒ اس کے گرنے سے پانی نجس نہیں ہوتا کیونکہ تغیر نہیں آیا ہاتھی دانت کی ہڈی نجس ہے جب تیل اس سے مل گیا تو وہ نجس ہوتا لیکن علماء اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ معلوم ہوا کہ نجاسۃ کا دارومدار تین اوصاف میں سے کسی ایک کے تغیر پر موقوف ہے۔ان کا جواب یہ ہے کہ امام زہریؒ کا پہلا کلام ماکثیر میں ہے۔ مطلقاماء کے بارے میں نہیں اس طرح حضرت حمادؒ کے کلام میں جو مردار کے پر کا ذکر ہے جب پر کے اوپر کی نجاست خشک ہو جائے تو وہ نجس نہیں۔اس لئے کہ وہ ہڈی ہے۔اسی طرح ہاتھی کا دانت ایک ہڈی ہے۔ہڈی پاک ہے۔ اور یہی بال کا حکم ہے۔ تو اسی طرح امام زہریؒ کا تیسرا کلام اس سے بھی دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔ نیز !ان حضرات کے کلام کا اس لئے اعتبار نہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کی حدیث کے مخالف ہے۔اور روایات جو امام بخاریؒ باب کے تحت لائے ہیں ان کی مؤلفؒ کے مقصد پر دلالت ظاہر ہے۔ کیونکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ گھی نجس اس لئے نہیں ہوا کہ اس میں چوہے کے گرنے سے کسی وصف میں تغیر نہیں آیا۔ اسی طرح امت کا کستوری کے پاک ہونے پر اتفاق ہے۔ حالانکہ وہ دراصل خون ہے۔ تو معلوم ہوا کہ طہارت سے نجاست کی طرف تغیر یا نجاست سے طہارت کی طرف تغیر تغیر ذات کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی طرح اوصاف کے تغیر سے حکم متغیر ہوتا ہے۔ تو جب تک کسی وصف میں نجاست کے گرنے سے تغیر نہیں آئے گا طہارت سے نجاست کی طرف حکم متغیر نہیں ہوگا۔ان سب کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ پانی کی نجاست کا حکم دیتے ہیں۔اگرچہ اوصاف میں سے کسی میں تغیر نہ آئے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں تغیر صرف ان اوصاف میں منحصر نہیں ہے جن کا آپ لوگوں نے ذکر کیا بلکہ تغیر کبھی ایسی چیز کی وجہ سے بھی آجاتا ہے جن کا ادراک حواس خمسہ نہیں کر سکتے۔ بلکہ شارع علیہ السلام کے بتلانے سے اس کا علم ہوا پھر اس تحدید شارع میں دونوں مذاہب مختلف ہیں۔ شوافعؒ کے نزدیک قلتین کے بعد تغیر آتا ہے۔ احنافؒ کے نزدیک رائے مبتلی بہ سے اس کی تعیین ہوتی ہے۔ بہر حال اس سے یہ ضرور معلوم ہوا کہ پانی تھوڑا ہو یا بہت اس میں نجاست کے وقوع سے مطلق تغیر مراد نہیں بلکہ اس کی تحدید ہے۔ کہ پانی وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوگا۔ ماء قلیل نجس ہو جائے گا۔

باب اذاالقی علی ظهر المصلی قذر اوجیفة لم تفسد علیه صلوته صفحہ ۳۷/۱۷

جب نمازی کی پیٹھ پر کوئی گندگی یا مردار ڈال دیا جائے تو اس سے اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی۔ حدیث باب کی دلالت ترجمہ پر غیر واضح ہے اس لئے کہ شاید آپؐ نے نماز لوٹائی ہو۔ اس مقام پر اس لئے نہیں لوٹائی کہ وہاں شیاطین سرکش قریش کا اجتماع تھا۔ رہے آثار کہ ابن عمرؓ نے اپنے کپڑے پر خون دیکھا اور برابر نماز پڑھتے رہے ممکن ہے کہ وہ خون قدر درہم سے کم ہو تو استدلال تام نہ ہوا اور اسی طرح ابن المسیب اور شعبیؒ کے آثار ہیں کہ وہ خون اور جنابت کے علم ہو جانے کے بعد بھی نماز پڑھتے رہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ

اتنی مقدار ہو جو قابل معافی ہے تب بھی استدلال تام نہ ہوا۔ کیونکہ علماء احناف ؒ کے نزدیک جو شخص نماز میں کسی نجاست پر مطلع ہوا اور وہ مقدار درہم سے کم ہے تو اس کی نماز جائز ہے۔ البتہ حالت نماز میں تیمم والے نے پانی دیکھ لیا تو ہمارے اور ان دونوں حضرات کے درمیان اتفاق ہے کہ تیمم کی صورت میں اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر نماز میں معلوم ہوا کہ استقبال قبلہ نہیں ہوا تو نماز ہی میں صحیح سمت کی طرف پھر گھوم جانا چاہیئے۔ یہی احناف ؒ اور شوافع ؒ کا قول ہے۔ یاد رہے کہ امام بخاری ؒ کے اس طرز سے یہ واضح ہوتا ہے کہ منی ان کے نزدیک نجس ہے۔ ورنہ اس باب میں لانا صحیح نہ ہوتا۔ قطب گنگوہی ؒ نے جو آثار کی توجیہات بیان فرمائی ہیں مسلک حنفیہ ؒ کے مطابق ہیں۔ اور امام بخاری ؒ کا استدلال تب مکمل ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ مقدار معاف نہ ہو۔ اور دوران صلوٰۃ ان کا علم ہو جائے۔

قوله بسلا جزور بني فلان صفحہ ۲۶/۳۷ جناب نبی اکرم ﷺ نماز میں تھے کہ اشقی القوم نے وہ جھلی جس میں بچہ ہوتا ہے۔ خون پیشاب اور گوبر سمیت آپ کی پیٹھ پر رکھ دیا جس کا آپ کو علم نہ ہو سکا کہ کوئی پاک چیز رکھی ہے یا نجس ہے۔ ممکن ہے وہ چیزیں رکھتے وقت سوکھ چکی ہوں۔ رہ گئی اوجھر کی نجاست۔ سجدے کی حالت میں آپ کی پیٹھ پر رکھی ہوئی چیز کا علم نہ ہو سکا۔ وہ جھلی جس میں بچہ ہوتا ہے وہ ایک قسم کا پٹھہ ہے جو فی ذاتہ نجس ہے۔ محض اس کی طرف نظر کرتے ہوئے تو آپ کی نماز فاسد نہیں ہو سکتی۔ باقی اشیاء کا علم نہ ہونے کی وجہ سے آپ ؐ نے نماز جاری رکھی۔ علم ہو جانے کے بعد نماز کا اعادہ کر لیا ہو روای نے اس کا ذکر نہیں کیا اور نماز کو لوٹانے کی تصریح پائی نہیں جاتی۔

قوله وانا انظر لا اغني شيئا صفحہ ۲۷/۳۷ حضرت ابن مسعودؓ قبیلہ ہذیل میں سے تھے جو قریش کا حلیف تھا باقی اشقیا قریش میں سے تھے۔ نہ تو میں اکیلے ان کا مقابلہ کر سکتا تھا اور نہ ہی اپنی قوم کے ساتھ مل کر ان سے مقاتلہ کر سکتا تھا۔ ہاں حضرت فاطمہ ؓ قریش میں سے تھیں جن کو وہ کچھ زک نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اگر انہیں کوئی گزند پہنچتی تو دونوں گروہوں میں لڑائی چھڑ جاتی۔

قوله اذا دعا عليهم صفحہ ۲/۳۸ قریش کو علم تھا کہ جناب محمد ﷺ کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔ بالخصوص مکہ معظمہ میں وکانو یرون سے یہ بتلانا ہے کہ ان کا مقصود حصر کو ایک شق میں بند کرنا نہیں تھا۔ بلکہ ان کا اعتقاد تھا کہ آنحضرت ﷺ کی دعا بھی مقبول ہے۔ اور مکہ مکرمہ میں جو دعا مانگی جائے وہ بھی مقبول ہوتی ہے۔

قوله دلك بها وجهه صفحہ ۷/۳۸ تھوک کو صحابی نے اپنے چہرہ پر مل لیا جس سے معلوم ہوا کہ تھوک پاک ہے کیونکہ نجس کا استعمال ناجائز ہوتا ہے اور ما تنخم سے دوسری حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا معاملہ حدیبیہ میں پیش آیا۔ اس سے امام بخاری ؒ نے اشارہ کیا کہ اگر تھوک اور رینٹ پانی میں گر جائے تو وہ نجس نہیں ہوگا اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

باب لا يجوز الوضوء بالنبيذ ولا بالمسكر صفحہ ۷/۳۸

امام بخاریؒ نبیذ کو مسکر کے مقابلہ میں لائے ہیں۔ جس سے واضح کرنا ہے کہ نبیذ سے وہ نوع مراد ہے جو نشے کی حد تک نہ پہنچی ہو نبیذ جو حد سکر کو پہنچ جائے اس سے بالاتفاق وضو جائز نہیں ہے۔ تیسرا قسم کھجور یا کشمش کو پانی میں ڈالا جائے اس میں نہ مٹھاس آجائے اور نہ ہی رقت دور ہو یعنی پتلا پن باقی ہو اس سے بالاتفاق وضو جائز ہے۔ اختلاف دوسرے قسم میں ہے جس میں مٹھاس تو آجائے لیکن اس کا پتلا پن زائل نہ ہو۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اس سے وضو کو جائز فرماتے ہیں۔ حالانکہ یہ ماء مطلق نہیں رہا۔ امام اعظمؒ صاحب آیت سے اس کی تخصیص اس لئے کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کی لیلتہ الجن والی روایت اس بارے میں آچکی ہے۔ تو اس خبر واحد سے کتاب اللہ کی تخصیص نہیں ہوگی۔ بلکہ آیت میں ماء طہور اواقعہ ہوا۔ اس حدیث نے اس کی تفسیر کردی۔ شیخ گنگوہیؒ نے کوکب دری میں اس مسئلہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے جو نبیذ حد سکر کو پہنچ جائے اس سے بالاتفاق وضو کرنا ناجائز ہے۔ دوسری قسم کے جواز میں ائمہ ثلاثہ احنافؒ کی مخالفت کرتے ہیں۔ ایک چوتھی قسم ہے جس میں خود احنافؒ کے درمیان اختلاف ہے۔ امام بخاریؒ احنافؒ کے خلاف کوئی روایت نہیں لائے تابعین کے آثار ذکر فرمائے ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ ابو العالیہؒ وغیرہ تابعین ہیں۔ جن کا اتباع امام اعظمؒ پر لازم نہیں ہے کیونکہ وہ بھی توان کی طرح تابعی ہیں هم رجال ونحن رجال ترجمہ وہ بھی آدمی ہیں ہم بھی آدمی ہیں۔

حدیث باب ترجمہ کے ایک جزء پر دلالت کرتی ہے۔ وہ یہ کہ مسکر سے وضو کرنا حرام ہے۔ رہ گیا نبیذ اس سے وضو کرنا اگر حد سکر تک پہنچ گیا ہے تو ظاہر ہے کہ اس سے وضو کرنا ناجائز ہے۔ اگر حد سکر تک نہیں پہنچا تو اس میں ایک قسم کا خفاء ہے یہی وجہ ہے کہ شراحؒ کو مطابقہ حدیث بالترجمہ میں اشکال پیش آیا کہ حدیث جو ثابت ہے وہ یہ کہ مسکر کا پینا حلال نہیں اور نہ ہی اس سے وضو جائز ہے۔ اور جو نبیذ مسکر نہیں وہ باقی رہ گیا۔ شاید امام بخاریؒ کی اس جگہ مسکر لفظ لانے سے اور باب میں اس روایت کے لانے سے جو مسکر کا حکم بیان کرنے والی ہے۔ نبیذ کے دو معنی میں سے ایک کی تعیین کرنا ہو پھر تو احنافؒ کے موافق ہے۔ کہ جس نبیذ میں نشہ آجائے وہ جوش مارنے لگے اور جھاگ پھینکے اس سے وضوٴ کرنا حرام ہے۔ اور جو ایسا نہیں اس سے وضوٴ جائز ہے۔ تو امام بخاریؒ احنافؒ کے موافق ہوگئے۔

باب غسل المرأة اباها الدم صفحہ ۳۸/۱۱

عورت کا اپنے باپ سے خون کو دھونا۔ بظاہر اس ترجمہ کے انعقاد سے امام بخاریؒ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ اگر مس مرأة یعنی عورت کو ہاتھ لگانا ناقض وضو ہوتا تو نہ حضرت فاطمہؓ اپنے باپ کو ہاتھ لگاتیں اور نہ آپؐ اسے ہاتھ لگاتے۔ معلوم ہوا کہ دونوں جائز ہیں اور اس حدیث فاطمہؓ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر مس مرأة ناقض ہے تو اس چھونے سے مس مرأة کی حرمت لازم نہیں آتی اور نہ ہی اس کی کراہتہ لازم آتی ہے اور ممکن ہے اس باب سے امام شافعیؒ پر تعریض کرنا ہو جو فرماتے ہیں کہ مس مرأة سے طہارت چلی جاتی ہے وہ اس طرح کہ حضرت فاطمہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کا زخم دھویا اور یہ ثابت نہیں ہے کہ آپؐ نے دوبارہ وضو کیا ہو۔ نیز! اگر مس مرأة ناقض ہوتا تو جناب رسول اللہ ﷺ کو ان کے مس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی اس لئے ایسے بہت سے لوگ موجود تھے جن کے مس کرنے سے وہ انتقاض وضوء لازم نہیں آتا جو عورت کے مس کرنے سے لازم آتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ ہمیشہ

وضو کے ساتھ رہنا پسند کرتے تھے جو محتاج بیان نہیں ہے۔ یہ شوافعؒ پر ہمارا الزام ہے۔ ورنہ ہمارے احنافؒ کے نزدیک تو خون بہنے سے آنحضرت ﷺ کی طہارت زائل ہو گئی۔ اور حضرت ابو العالیہؒ کے اثر کو بھی انہیں دو وجہوں پر حمل کیا جا سکتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ ابو العالیہؒ کی روایت میں اِمْسَحُوْا کا امر ہے جو صیغہ عموم کے ساتھ ہے کسی کی تخصیص نہیں۔ تو یہ امر عورتوں اور مردوں دونوں کو شامل ہے اگر مس مرأۃ ناقض ہوتا یا ممنوع ہوتا تو آپؐ عورتوں کو روک دیتے معلوم ہوا کہ مس مرأۃ ناقض وضوء نہیں ہے۔ اسی طرح مس ذکر بھی ناقض نہیں بنابریں امام بخاریؒ نے ان کا ترجمہ نہیں باندھا اس اثر کی باب سے مناسبت ظاہر ہے کہ ازالۂ نجاست دوسرے کے ہاتھ سے جائز ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابْ۔

کِتَابُ الْغُسْلِ

آیت کریمہ میں فَاطَّهَّرُوْا کا صیغہ مبالغہ کا ہے جس کا مصداق غسل ہی ہو سکتا ہے۔

قوله دخلت انا اخو عائشةؓ الخ صفحہ ۳۹/۱۲ شاید ابو سلمہ ان دنوں چھوٹے ہوں اس لئے حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوئے یا ان کے رضاعی بھائی ہیں تب بھی داخل ہونا جائز ہوا۔ **بیننا و بینها حجاب** حجاب سے بالکل ساتر مراد نہیں ہے۔ ورنہ ان کی موجودگی میں غسل کرنا کیسے ثابت ہوگا۔ بلکہ حجاب سے ننگ کی مقدار کو چھپانے والا حصہ مراد ہے۔ گویا کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کا وہ حصہ دیکھا جس کو محرم دیکھ سکتا ہے۔ جیسے سر وغیرہ بدن کا وہ اوپر کا حصہ جس کو محرم دیکھ سکتا ہے۔ اور بدن کا نچلا حصہ جس کی طرف محرم کو بھی دیکھنا ناجائز ہے وہ حصہ انہوں نے چھپا رکھا تھا حضرت عائشہؓ کا یہ فعل دلیل ہے کہ تعلیم فعلی مستحب ہے۔ ان حضرات کا سوال کیفیت اور کمیت سے تھا کیفیت تو پانی بہانے سے بتلائی اور ایک صاع پانی پر اکتفاء کر کے کمیت بتلائی۔

قوله الصحيح مارواه ابو نعيم صفحہ ۳۹/۱۱ مقصد یہ ہے کہ ابن عباسؓ کی ایسے امور میں اکثر روایات ان کی

حضرت میمونہؓ سے ہوا کرتی ہیں۔ بعض نے اس مقام پر حضرت عائشہؓ کے نام کا اضافہ کیا ہے جو صحیح نہیں۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ بہت سے صحابہ کرامؓ اور حضرت میمونہؓ کے علاوہ باقی ازواج مطہرات سے بھی روایت کرتے ہیں۔ شاید یہ روایت حضرت میمونہؓ کے علاوہ کسی اور بی بی سے مروی ہو۔ بہر حال اس صورت میں حدیث مسانید میمونہؓ سے ہوگی۔ اور پہلی صورت میں مسانید ابن عباسؓ میں سے ہے۔

قولہ یعرض بالحسن صفحہ ۲۱/۳۹ یہ مقولہ ابو جعفر کا ہے۔ اور یعرض کا فاعل جابرؓ ہے۔ ابو جعفر سے امام باقر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب مراد ہے۔ اور حسن سے حسن بن محمد بن الحنیفہ مراد ہے۔ بہر حال حسن بن محمدؒ دونوں مسئلوں میں حضرت جابرؓ سے جھگڑا کرنے والے ہیں۔

باب من بدء بالحلاب والطیب قبل الغسل صفحہ ۲۶/۳۹

امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ غسل سے پہلے خوشبو کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ اگرچہ جناب نبی اکرم ﷺ سے غسل سے پہلے خوشبو کا استعمال ثابت ہے۔ یہ اس لئے کرتے تھے تاکہ خوشبو کا اثر سارے جسم کے اطراف میں پھیل جائے۔ ترجمہ کا حاصل یہ ہوا۔ **ان هذا با ب يذكر فيه جواز الابتداء بالحلا ب من غير ان يتقدمه طيب** گویا کہ خوشبو سے غسل کی ابتداء کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔ جب روایت میں ابتداء بالحلاب کا ذکر آگیا تو اس سے معلوم ہوا کہ خوشبو کو چھوڑ دینا جائز ہے۔ ابتداء غسل میں خوشبو کا استعمال کرنا واجب نہیں ہے۔ اگرچہ اس روایت کے علاوہ دوسری روایت میں وارد ہونے کی وجہ سے ابتداء بالطیب جائز ہے خوب غور کرو یہ مسئلہ معرکۃ الآراء ہے۔ مشائخ اور شراح امام بخاریؒ کی مراد بیان کرنے میں بڑی مشکل میں ہیں۔ بعض حضرات نے حلاب دودھ دوہنے والا برتن کی بجائے ایک قسم کی خوشبو مراد لی ہے۔ اور بعض نے اور معنی مراد لئے ہیں۔ فیض الباری میں ہے کہ حلاب سے دودھ والا برتن مراد ہے۔ جس میں دودھ کی چکناہٹ باقی رہ گئی ہو۔ تو امام بخاریؒ اس باب سے اشارہ کر رہے ہیں کہ اگر برتن میں دودھ کی بو اور رنگ رہ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح خوشبو کا اثر بعد از غسل رہ جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

باب المضمضة والاستنشاق صفحہ ۱/۴۰

کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا دونوں حدیث سے ثابت ہیں۔ بعض ان کے وجوب کے قائل ہیں جیسے احنافؒ اور بعض اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں جیسے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ وضو اور غسل دونوں میں سنت کہتے ہیں۔ احنافؒ وضو میں سنت اور غسل میں واجب کہتے ہیں۔

باب المسح بالتراب صفحہ ۶/۴۰

علماء احنافؒ کے نزدیک مخرج کی طہارت اور ہاتھ کی طہارت کے بارے میں اختلاف ہے۔ جب کہ جرم نجاستہ زائل ہو جانے کے بعد

ہاتھ میں کچھ بدبو رہ جائے تو بعض نے کہا ہاتھ پاک ہے۔ اور بعض نے کہا جب تک نجاست کا اثر زائل نہ ہو ہاتھ ناپاک رہے گا۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ سے اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ زمین پر ہاتھ کا ملنا تطہیر کیلئے نہیں بلکہ تنظیف کے لئے ہے۔ اور شیخ گنگوہیؒ نے کوکب دری میں اسی طرح اشارہ کیا ہے فرماتے ہیں۔ **هذ االدلك للمبالغة في التنظيف**

باب هل يدخل الجنب يَدَهُ في الاناء قبل ان يغسلها صفحہ ۴۰/۸

کیا جنبی آدمی ہاتھ کو دھونے سے پہلے اسے برتن میں ڈال سکتا ہے۔ امام بخاریؒ کا جواب یہ ہے کہ ہاں ایسا کرنا اس کے لئے جائز ہے۔ اگرچہ اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ ان کو دھولے۔ روایات اور آثار دونوں امور کے جواز پر دلالت کرتے ہیں جس کی طرف امام بخاریؒ نے اشارہ کیا ہے۔ اس سے غرض ماء مستعمل کی طہارت اور طہوریت کو ثابت کرنا ہے۔ لیکن اس سے پہلے معلوم ہو جائے ماء مستعمل اس وقت بنتا ہے جب پانی کسی عبادت کے لئے استعمال کیا جائے۔ یا حدث کے ازالہ کے لئے استعمال ہو۔ جمہور کے نزدیک ابھی اس کا تحقق نہیں ہوا اور امام بخاریؒ کے استدلال کا دارومدار اس پر ہے کہ وہ اس پانی کے درمیان فرق نہیں کرتے جو ازالۂ حدث کے لئے استعمال ہوا ہو یا اس کے بغیر کسی اور مقصد کے لئے استعمال ہو۔ اور نہ ہی طاہر اور طہور کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ دراصل امام بخاریؒ ہاتھ کو دھونے سے پہلے برتن میں داخل کرنے کے جواز کو بیان کر کے ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جن کے نزدیک ہاتھ داخل کرنے سے باقی پانی نجس ہو جاتا ہے اور حضرت عائشہؓ کی روایت میں جو تَختَلِفُ اَیدِیْنَا کے الفاظ ہیں اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ ہم ہاتھوں کو پہلے دھوتے تھے یا نہیں دھوتے تھے۔ اسی طرح ابوالولید کی تیسری اور چوتھی روایت جس میں ہے کہ ہم ایک ہی برتن سے غسل جنابۃ کرتے تھے۔ اس میں بھی ہاتھوں کو پہلے دھونے کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ ان کے درمیان جو روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے ہاتھ کو پہلے دھونا مستحب ہے۔ اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس میں ادنیٰ غور وفکر سے مخالفت کے دلائل کے جوابات حاصل ہو جاتے ہیں۔ مؤلفؒ کے استدلال میں غور کرنے سے بھی جواب مل جاتا ہے کہ دونوں امر جائز ہیں۔

باب من افرغ بيمينه على شماله صفحہ ۴۰/۱۸

اس ترجمہ سے امام بخاریؒ اس مشہور بات کا رد کرنا چاہتے ہیں کہ غسل سے پہلے استنجاء کرتے وقت دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالنا یہ عورتوں کا شیوہ ہے۔ روایت باب اگرچہ اس کے جواز پر دال ہے کہ جب شرمگاہ کو دھونے کا ارادہ کرے تو دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالے۔ تو یہاں مطلق مقید کے ضمن میں ثابت ہوا۔ بہر حال اگرچہ شرمگاہ دھونے کا ارادہ نہ بھی ہو پھر بھی اس سے اس فعل کا جواز واضح ہوا تو مقید سے مطلق کو ثابت کیا گیا۔ دراصل امام بخاریؒ نے ایک باریک مسئلہ پر تنبیہ فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ غسل فرج میں دو حکم ہیں ایک پانی ڈالنے کا دوسرا اعضاء کو دھونے کا اور یہ معلوم ہے کہ افعال شریفہ دائیں ہاتھ کے ساتھ شروع کئے جاتے ہیں تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمائی کہ پانی کا ڈالنا اعضاء کو ملنے سے اشرف ہے۔ لہذا **اصب الماء** دائیں ہاتھ کا وظیفہ ہوگا۔ اور **دلك الاعضاء** بائیں کا فریضہ ہوا

نیز ! ترجمہ سے صب الماء بالیمین علی الیسری کی ترجیح پر تنبیہ فرمائی کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالنا افضل ہے

باب تفریق الغسل والوضوء صفحہ ۴۰/ ۲۳

بعض حضرات جیسے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وضوء اور غسل میں تسلسل مستحب ہے۔ امام احمدؒ اس کے وجوب کے قائل ہیں ان میں تفریق نہ ہونی چاہیئے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تفریق جائز ہے۔ تسلسل ضروری نہیں۔ تو امام بخاریؒ نے اس باب سے ان حضرات پر رد کیا جو موالات اور تسلسل کی فرضیت کے قائل ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ کے فعل سے ثابت کیا کہ ارکان غسل میں باہمی تفریق جائز ہے۔

قوله ثم تنحى من مقامه صفحہ ۴۰/ ۲۶ شاید کوئی مٹی و کیچڑ لگ گیا ہو اس کے ازالہ کے لئے دوسری مرتبہ پانی طلب کیا یا اور کوئی امور انجام دیئے۔ حالانکہ تھوڑی سی تفریق وجوب موالاۃ کے منافی نہیں ہے۔ پس اگر موالاۃ واجب ہوتی تو اس مکان سے الگ ہونے سے پہلے اپنے دونوں پاؤں کو دھولیتے۔ پھر اگر چاہتے تو کیچڑ وغیرہ کے دور کرنے کے لےء دوسری مرتبہ انہیں دھولیتے۔ اگر چاہتے تو گارے کو دور کرنے کے لئے پاؤں کو کسی چیز کے ساتھ مل دینے پر کفایت کرتے۔ بہر حال ثم تنحی میں لفظ ثم بھی تراخی پر دال ہے۔ اور یہ لفظ وضوء اور غسل دونوں میں موجود ہے۔ لہذا دو اجزاء ترجمہ ثابت ہوئے۔ تو جب وضوء میں تفریق کا جواز ثابت ہوا تو غسل میں بطریق اولیٰ ثابت ہوگا۔

قوله کا فی انظر الی وبیض صفحہ ۴۰/ ۱۱ پہلی روایت میں اسکی تصریح نہیں تھی۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ اسلئے زائد کئے تا کہ بیان ہو جائے کہ خوشبو چمک والی تھی۔

قوله کنت اُغتَسِلُ انا الخ صفحہ ۴۱/ ۱۳ حضرت عائشہؓ اس قول سے ظاہر کرنا چاہتی ہیں کہ وہ اس قصہ کو خوب جانتی ہیں کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس موجود تھیں۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے ایک اختلافی مشہور مسئلہ کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک غسل جنابت اور غسل حیض دونوں برابر ہیں۔ بخلاف امام احمدؒ کے ان کے نزدیک غسل حیض میں مینڈھیوں کا کھولنا واجب ہے غسل جنابۃ میں واجب نہیں۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حنفیہؒ پر رد کرنا ہو۔ کہ وہ غسل کے وقت مرد کے لئے بال کھولنا ضروری قرار دیتے ہیں عورتوں کے لئے ضروری نہیں ہے۔ حالانکہ ابو داؤد کی روایت احنافؒ کیلئے نص صریح ہے۔

باب اذا ذکر فی المسجد انه جنب صفحہ ۴۱/ ۴۵

یعنی جب کسی کو مسجد میں داخل ہونے کے بعد یاد آئے کہ وہ جنبی ہے تو آیا اسے تیمم کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ تو شاید امام بخاریؒ کی مراد

اس ترجمہ سے یہ ثابت کرنا ہو کہ اگرچہ مسجد سے نکلنے کے لئے تیمم کر لینا مستحب ہے جیسا کہ احناف ؒ کے ہاں مشہور ہے لیکن واجب نہیں ہے کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مسجد سے نکلنے کے لئے تیمم نہیں کیا اگر اس ترجمہ سے احناف ؒ پر رد کرنا مقصود ہو جو اسے مستحب کہتے ہیں تو یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ حدیث سے جناب نبی اکرم ﷺ اور حضرت علیؓ کے لئے تو جنبی حالت میں مسجد سے نکلنا گذرنا اور داخل ہونا ایک حدیث سے جائز ثابت ہوتا ہے۔ ترمذی میں ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا **لا یحل لاحد ان یطرق هذا المسجد جنبا غیری وغیرك** ترجمہ۔ یعنی میرے اور تیرے سوا اور کسی کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ جنابت کی حالت میں اس مسجد کو راستہ بنائے۔ تو جو لوگ ان حضرات کے مرتبہ کے نہیں ان کو ان دو پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے۔

باب من اغتسل عریانا وحدہ صفحہ ۴۲/۱

جو شخص اکیلے ہو کر ننگا نہائے۔ اس ترجمہ سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اگرچہ اکیلے آدمی کے لئے بھی پردہ کرنا عند الغسل افضل ہے جب کہ اس پر دلیل دال ہے۔ کہ ان اللّٰہَ حَیِیٌّ سِتِّیرٌ اللہ تعالیٰ حیاء دار اور پردہ پوش یا پردہ پسند ہیں۔ اور تستر یعنی پردہ اس وقت افضل ہے جب کہ کسی کے جھانکنے کا خطرہ ہو۔ اگر اس سے بے خوفی ہو جیسا کہ غسل خانہ میں تو پھر پردہ نہ کرنا جائز ہے تو یہ حکم اس حکم کے خلاف نہیں ہوگا جو ہمارے علماء کے درمیان مشہور ہے۔ ہمارے مشائخ میں اختلاف ہے کہ آیا جناب نبی اکرم ﷺ نے چادر باندھ کر غسل کیا ہے یا نہیں۔ شیخ گنگوہیؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے کہ آنحضرت ﷺ بغیر ساتر کے غسل نہیں کرتے تھے۔

قولہ ثوبی یا حجر صفحہ ۴۲/۵ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پتھر نے حیوانات کے کام شروع کر دیئے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگا۔ اور بنی اسرائیل کی ایک مجلس کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر ایسی زندگی رکھ دی ہے جو حیوانات اور جمادات سے بڑھ کر ہے تو اس کو خطاب کرنا پکارنا صحیح ہوا۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام کی مار کے نشانات اس کے جسم میں پڑ گئے۔

ومن ھذہ صفحہ ۴۲/۱۲ شاید ابھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہانا شروع نہ کیا۔ اور اپنے کپڑے پورے طور پر نہ اتارے ہوں۔ یا غسل سے فارغ ہو کر کپڑے پہن لئے اس لئے گفتگو شروع کر دی۔

قولہ یحتجم الجنب ویقلم الخ صفحہ ۴۲/۲۲ یعنی آدمی پچھنے لگوا سکتا ہے اور ناخن کاٹ سکتا ہے۔ اس باب سے امام بخاریؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جنبی آدمی پر جلدی غسل کرنا واجب نہیں ہے۔ حضرت عطاءؒ کے قول کے مطابق ان امور میں اس کا مشغول ہونا جائز ہے۔ جب غسل میں تاخیر کرنا جائز ہوا تو بازار وغیرہ کی طرف جانا بھی جائز ہوا۔ کیونکہ پھر بازار وغیرہ حکم میں برابر ہیں۔ اس لئے کہ ایک کے جواز ثابت کرنے سے دوسرے کا جواز ثابت ہو جائے گا۔ یا یوں کہا جائے کہ جب مطلق ثابت ہے تو اس کا جواز جس فرد میں چاہے ثابت ہو جائے گا۔ تو جواز بازار و غیر بازار ثابت ہوا۔

باب اذاالتقی الختانان صفحہ ۴۳/۵

اس پر اجماع ائمہ ہے کہ محض دو شرمگاہوں کا ملنا وجوب غسل کے لئے کافی نہیں بلکہ ایک کا دوسرے میں داخل کرنا ضروری ہے۔ تو التقاء ختانین ایلاج سے کنایہ ہوا۔ یہ مسئلہ صحابہ کرامؓ میں مشہور رہا ہے۔ ابتداء میں کچھ لوگ اس کے قائل تھے کہ جب تک منی کا انزال نہ ہو غسل واجب نہیں۔ الماء من الماء لیکن بعد میں امت کا اجماع ہو گیا کہ محض ایلاج سے ہی غسل واجب ہو جائے گا۔ انزال کبھی مخفی رہتا ہے۔ لیکن مشکل معاملہ امام بخاریؒ کا ہے۔ جو اس میں اختلاف کرتے ہیں کہ ایلاج سے غسل کرنا مستحب ہے۔ دراصل امام بخاریؒ نے ترجمہ تو التقاء ختانین کا باندھا اور جو حدیث اس کے تحت لائے ہیں اس سے ایجاب غسل معلوم ہوتا ہے۔ حدیث اکسال کو اس جگہ ذکر نہیں کیا کہ جو شخص انزال سے پہلے آلۂ تناسل کو نکال لے۔ اور جب حدیث اکسال کا ذکر کیا تو اس پر ترجمہ باندھا کہ شرمگاہ کی رطوبت کو دھونا ضروری ہے۔ اور امام بخاریؒ کا الغسل احوط کہنا دونوں احادیث کے تعارض کی وجہ سے ہے۔ یعنی دین میں احتیاط برتنا ضروری ہے۔ تو یہی امام بخاریؒ کی شان کے لائق ہے تاکہ اجماع کی مخالفت لازم نہ آئے۔ تو قولہ احوط کے معنی یہ ہوں گے اس صورت میں غسل واجب کرنا احتیاط کی وجہ سے ہے جیسے نیند میں احتیاطاً وضوء واجب ہے۔

وقولہ هذا اجود واوکد صفحہ ۴۳/۷ هذا کا اشارہ وجوب کی طرف ہے اور دوسرا حکم الماء من الماء کا منسوخ ہے جو معمول بہ نہیں رہا۔ کیونکہ ائمہ حدیث کے نزدیک افعل التفضیل کا صیغہ اثر تو کید اور تشدید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ماخذ اشتقاق کی دوسرے پر زیادتی مراد نہیں ہوتی۔ پس الآخر او رمفضل علیه بہتر اور زیادہ مؤکد نہ ہوگا۔ اور جو لوگ اکسال کی صورت میں وضوء کی روایت نقل کرتے ہیں کہ اس میں یہ صراحۃ نہیں کہ ان حضرات کا مذہب یہی ہے۔ کیونکہ احتمال ہے کہ یہ ان کی پہلی روایت ہو۔ اور بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا ہو۔ اور اس طرح کے احکام بہت ہیں۔ اس لئے راوی حضرات بسا اوقات احکام منسوخہ کو روایت کر دیتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ عدم ایجاب غسل ان کا مذہب ہو۔ جب ان کو نسخ کا حکم پہنچا تو انہوں نے اپنے مذہب سے رجوع کر لیا اور اسے چھوڑ دیا تو ذلك الآخر موصوف صفت مل کر مبتدا ہوا انما بيناه اس کی خبر ہوگی یہ نہیں ذلك مبتداء اور باقی اس کی خبر ہو۔

كِتَابُ الْحَيْضِ

امام بخاریؒ نے کثرت ابواب کی وجہ سے کتاب الحیض کا ترجمہ قائم کیا اور کتاب میں استحاضہ اور نفاس کو تبعاً ذکر کیا۔

وقال بعضهم ارسل صفحہ ۴۳/۱۷ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض کی ابتدا حضرت حواء سے ہوئی۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی عورتوں پر بطور عذاب کے بھیجا امام بخاریؒ کا یہ قول کہ قول النبی اکثر یعنی نبی اکرم ﷺ کا قول بنات آدم اور بنات اسرائیل کو شامل ہے۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کو جمع کرنے کی ایک یہ صورت بھی ممکن ہے کہ مطلق حیض کی ابتدا تو حضرت حوا اور ان کے بعد آنے والی عورتوں سے ہوئی ہو۔ لیکن اس کی کثرت بنو اسرائیل سے ہوئی ہو۔ جیسا کہ لفظ ارسل اس پر دلالت کرتا ہے ۔

قوله هذا امر كتبه الله على بنات آدم صفحہ ۴۳/۲۰ امام بخاریؒ اس روایت کو اس لئے لائے ہیں کہ بنات آدم کا کلمہ ثابت کرنا ہے بس اور کوئی مقصد نہیں۔ جس سے بتلانا ہے کہ حیض کا وجود کسی زمانہ کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ کہ ایک زمانہ میں ہو اور دوسرے میں نہ ہو جب سے بنات آدم کا وجود ہے حیض کا وجود بھی ہے۔ ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ احرام کے وقت حائضہ کو بھی نظافت کیلئے غسل کرنے کا حکم ہے۔

قوله باب غسل الحائض رأس زوجها صفحہ ۴۳/۲

ترجمہ۔ حیض والی عورت اپنے خاوند کا سر دھو سکتی ہے۔

امام بخاریؒ اس ترجمہ کو اس وہم کے دفع کرنے کے لئے لائے ہیں کہ اس نجاست حکمیہ کی وجہ سے حائضہ سے مصاحبۃ اور مخالطۃ حرام نہیں۔ جیسے کہ یہود کا گمان تھا۔ اور وہ ایسے کرتے تھے کہ حائضہ کو الگ ایک کوٹھڑی میں بند کر دیتے تھے اس کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا سب حرام تھا۔ اسلام میں حائضہ سے جماع کرنا حرام باقی سب جائز ہے۔ مصاحبۃ کی نسبۃ جائز ہے۔ آپ کا ارشاد لَيْسَتْ حَيْضَتُكِ فِي يَدِكِ کہ تیرے ہاتھ میں حیض نہیں ہے۔ آپ مجھے مسجد سے چٹائی اٹھا کر دے سکتی ہیں۔ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتیں۔ یہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا تھا۔

باب قرأة الرجل فى حجرا مرأته صفحہ ۴۳/۲۷

ترجمہ۔ آدمی اپنی حائضہ بیوی کی گود میں قرآن مجید پڑھ سکتا ہے۔

حضرت ابو وائلؒ اپنے خادم کو قرآن مجید کا نسخہ دے کر حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجتے تھے جس کو وہ غلاف سے پکڑ لیتی تھیں اس اثر سے ترجمہ کی تائید ظاہر ہے۔ کہ جب حائضہ نقش قرآن کی مقارنت کر سکتی ہے تو الفاظ قرآن کی نزدیکی اس کے لئے جائز ہوگی گویا کہ نقش اور الفاظ دونوں قابل احترام ہیں۔ جب ابو وائلؒ کے اثر سے حائضہ کے لئے نقش قرآن کی نزدیکی ثابت ہوئی تو حائضہ کی جھولی میں قرآن کا پڑھنا بھی جائز ثابت ہوا۔ اگرچہ اس میں حائضہ کو الفاظ قرآن کے ساتھ ایک قسم کی نزدیکی ثابت ہے۔ صاحب توضیح فرماتے ہیں کہ

اس باب سے حائضہ کا قرآن اٹھانا جائز ثابت کرنا ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ حائض تھیں۔ ان کے کپڑے بمنزلہ علاقہ کے ہو گئے۔ اور شارع علیہ السلام بمنزلہ مصحف کے ہوئے۔ قرآن آپؐ کے سینہ میں تھا اور آپؐ اس کے حامل تھے۔ تو حضرت عائشہؓ بھی اس طرح قرآن کی حامل ہو گئیں۔ ایک اختلافی مسئلہ کو بیان کیا ہے۔

باب من سمی النفاس حیضا صفحہ ۴۴/۲

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ بتلانا ہے۔ کہ حیض اور نفاس دونوں خون ہیں جو بچہ دانی سے نکلتے ہیں۔ تو اس اشتراک مطلق کی وجہ سے نفاس کا اطلاق حیض پر اور حیض کا نفاس پر جائز ہو گا۔ اس باب سے غرض اسی صفت میں اشتراک کو بتلانا ہے۔ یہ اطلاق دونوں کے جمیع احکام میں اشتراک کو مقتضی نہیں ہے بلکہ ہر ایک کے احکام مختصہ ہیں البتہ احکام میں دونوں شریک ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے اطلاق مجازی میں بھی اشتراک ہے۔ کہ ہر ایک کا دوسرے پر اطلاق مجازاً جائز ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ قولہ حیضاً سمی کا مفعول اوّل ہو۔ والنفاس مفعول ثانی ہو۔ تو اس صورت میں روایت کی مطابقت ترجمہ کے ساتھ ظاہر ہے۔ تو پھر اس باب کی غرض اس وہم کو دفع کرنا ہے کہ اشتراک اسمی کی وجہ سے کہیں احکام میں اشتراک نہ سمجھ لیا جائے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ روایات میں جو نفاس کا اطلاق حیض پر آیا ہے وہ محض اشتراک اسمی ہے۔ کہ دونوں خون ہیں۔ جو بچہ دانی سے نکلتے ہیں۔ ایک ولادت بچہ کے بعد اور دوسرا ہر ماہ میں کچھ مدت کے لئے خارج ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ سب احکام میں متحد ہوں۔ ابن عابدین نے نفاس کا حیض سے سات چیزوں میں افتراق بیان کیا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ اس میں کچھ خفاء ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے اس قول سے اس طرف اشارہ کیا کہ جب احکام میں اشتراک نہیں ہے تو اتحاد اسمی کا کیا فائدہ ہوا شیخ کاندھلویؒ کے نزدیک امام بخاریؒ نے اس سے دونوں کے احکام کے اتحاد پر استدلال کیا ہے۔ کہ جب اشتراک اسمی ہے تو اشتراک احکام بھی ہو گا۔

باب تقضی الحائض المناسك كُلَّها ترجمہ۔ حائضہ سب عبادات ادا کر سکتی ہے

اس مقصد پر روایت باب کی دلالت ظاہر ہے۔ اس کے بعد امام بخاریؒ نے آثار سے بھی اس ترجمہ کو ثابت کیا ہے۔ ان آثار سے قراۃ قرآن اور ذکر کا جواز ثابت کیا ہے۔ جب ذکر جائز ہے تو سب احکام حج بجالانے جائز ہوں گے۔ کیونکہ ان سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ ان میں ذکر ہے۔ جب ذکر اور قراۃ قرآن حائض کے لئے جائز ہوا تو باقی احکام حج کا بجالانا بھی جائز ہو گا۔ البتہ طواف زیارت اس کے لئے جائز نہیں۔ کیونکہ وہ مسجد حرام میں ہوتا ہے۔ اور عورت حائضہ کا داخلہ مسجد میں ممنوع ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ طواف حول البیت ایسے ہے جیسے نماز کا حکم ہے۔ جب نماز جائز نہیں ہے۔ تو حائضہ کے لئے طواف بھی ممنوع ہو گا۔ یہ سب تقریر اس وقت ہے جب مؤلفؒ امام بخاریؒ کا ان آثار کے ذکر کرنے سے مقصد ترجمہ کو ثابت کرنا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان آثار کا اس مقام پر لانا اس مناسبت سے ہو کہ جب حائضہ کے روزے نماز اور حج کا ذکر ہوا تو اب بعض دوسرے احکام بھی ذکر کر دیئے۔ بہر حال دونوں تقاریر کی بنا پر

احنافؒ پر تھوڑا اور شوافعؒ پر زیادہ اعتراض ہوگا۔ کہ ابن عباسؓ جنبی کو قرأۃ قرآن کی اجازت دیتے ہیں۔ احنافؒ اس کا یہ جواب دے سکتے ہیں کہ یہ رخصت مَادُوْنَ الآیة یعنی آیت سے کم کی قرأۃ پر محمول ہو۔ البتہ شوافعؒ جنبی کو کثیر اور قلیل قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے ان سے خلاف رہے گا۔ احنافؒ کے ساتھ خلاف نہیں رہے گا۔ روایت سے استدلال اس طرح ہوا کہ جب آنحضرت نبی اکرم ﷺ ہر وقت ذکر الٰہی کرتے تھے تو جنابت کی حالت میں بھی ذکر کرتے ہوں گے۔ کیونکہ جنابت بھی آپ کا ایک حال ہے۔ تو جنبی اور حائضہ کا حکم مختلف نہ ہوگا۔ تو حائضہ کو بھی ذکر اور اداء مناسک کی اجازت ہوگی۔ نیز ! امام بخاریؒ نے آپؐ کے خط سے استدلال اس طرح کیا کہ آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے ہرقل کی طرف اپنا والا نامہ لکھتے ہوئے آیت قرآنی تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ الخ لکھی ۔ حالانکہ آپؐ کو علم تھا کہ وہ مشرک ہے۔ اور مشرکین جنابت سے غسل نہیں کرتے یہ استدلال قوی نہیں۔ اسلئے کہ اصل انسان میں طہارت ہے اور کسی عارض کا ان عوارض میں سے پیش آجانا جو انسان کو اس کی اصل جبلت سے نکالنے والے ہوں۔ اس عارض کے طاری ہو جانے کے احتمال سے رسالۃ کے اہم امر تبلیغ کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اور آیت کریمہ آپ کی عبادت سے مقصودی معنی پر زیادہ دلالت کرنے والی ہے۔ نیز ! آیت کریمہ میں اعجاز بلاغت اور دلوں کے اندر اثر کرنا ایسے فوائد ہیں جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔ احنافؒ کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے کہ کافر کا وضو اور اس کا غسل کرنا صحیح ہے۔ کیونکہ کوئی کافر ایسا نہیں جس نے کبھی غسل نہ کیا ہو بلکہ ان کے نزدیک تو ہر دن صبح کو غسل کرنا معروف و مشہور ہے۔

باب الاستحاضة صفحہ ۴۴/۲۷

یعنی اس کا کیا حکم ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے اس ترجمہ سے جو مصنفؒ کی غرض ہے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس لئے کہ روایات میں مختلف احکام وارد ہوئے ہیں۔ امام ابو داؤدؒ نے تو ہر حکم پر ایک مستقل ترجمہ قائم کیا ہے۔ بہر حال جمہور ائمہ کے نزدیک حیض کے ختم ہونے پر ایک مرتبہ غسل کرنا واجب ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہو۔ اور روایت جو باب میں لائے ہیں اس سے فریقین کے دلائل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں دیا۔

باب غسل دم الحيض

اس باب کی غرض اور جو کتاب الوضوء میں گذرا ہے قطب گنگوہیؒ نے ان میں فرق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ چونکہ منی اور حیض میں ابتلاء عام ہے۔ منی میں تخفیف کا حکم تھا کہ غسل اور فرک دونوں جائز تھے۔ شاید حیض میں بھی یہی حال ہو تو مؤلفؒ حیض کو منی پر قیاس کرنے کے واہمہ کو دفع کرنا چاہتے ہیں کہ اس میں سہولت نہیں دی گئی۔ کیونکہ منی میں تخفیف کا حکم خلاف قیاس تھا۔ لہذا اس کی تعدی نہیں ہوگی۔ بلکہ حیض کے خون کو دھونا ہی پڑے گا۔

باب اعتكاف المستحاضة صفحہ ۴۵/۴

امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ استحاضہ کی حالت میں عورت کسی چیز سے نہیں رُک سکتی جن سے حالت حیض میں بچتی تھی۔ مثلاً حالت حیض میں مسجد میں اعتکاف نہیں بیٹھ سکتی استحاضہ کی حالت میں بیٹھ سکتی ہے۔ البتہ مساجد وغیرہ کو اپنے خون سے ناپاک کرنے میں احتیاط برتے یہ مسئلہ متفق علیہا ہے کسی کا اختلاف نہیں۔ امام بخاریؒ کو اس باب کے منعقد کرنے کی ضرورت اسلیئے پیش آئی کہ بظاہر احکام مسجد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اعتکاف مستحاضہ حرام ہوگا۔ لیکن روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحاضہ کا مسجد میں اعتکاف بیٹھنا جائز ہے۔

قوله من كست اظفار صفحہ ۱۴/۴۵ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ **قوله من كست اظفار** دراصل **من كست واظفار** عطف کے ساتھ تھا کیونکہ یہ دونوں خوشبو کی قسمیں ہے۔ لیکن کست کی اظفار کی طرف اضافت قلت میں تشبیہ دینے کیلئے ہے۔ ای من کستٍ مثل اظفار کست الکث ہے اور اظفار رنگ ہے۔ نیز ! اظفار ایک شہر کا نام بھی ہے۔ اور رنگ ہندوستان میں ایک مشہور خوشبو ہے جو ناخن کی طرح ہوتی ہے۔ عموماً دلہن کے کپڑے اس سے مہکائے جاتے ہیں۔ اسے کٹ ہندی میں بولتے ہیں فارسی میں کوشتہ اور یونانی میں قرسطوس کہتے ہیں بہر حال عبارت میں حرف عطف محذوف ہے۔ اور یہ محاورت میں جاری ساری ہے۔ اس سے مراد قسط اظفار ہے۔ الحاصل یہ دونوں خوشبو ہوں یا کوئی اور خوشبو ان کے علاوہ ہو عدت گذارنے والی عورت کے لئے اس خوشبو کا استعمال جائز ہے۔ تاکہ رائحہ کریہہ کا ازالہ ہو حالانکہ عدت گذارنے والی کو خوشبو استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن روایت باب کی ترجمہ پر دلالت واضح ہے کہ جب معتدہ عورت کو اس خوشبو کے استعمال کی اجازت ہے تو غیر معتدہ کو تو بطریق اولیٰ اجازت ہوگی۔ تاکہ خون کی بدبو کو اس سے دفع کرے۔ کیونکہ بعد میں اس نے نماز ادا کرنی ہے۔

قَوْلُه تَتَبِعِي بها اثر الدم صفحہ ۱۸/۴۵ یہ خوشبو لگانا اس وقت سود مند ہوگا جب اس جگہ سے خون زائل کر دیا جائے تو ضرورت کی بنا پر اس جگہ کا رگڑنا ملنا ثابت ہوا۔ کیونکہ خون بغیر خوشبو ملنے کے زائل نہیں ہوتا۔ یہ مطلب اس وقت ہو سکتا ہے اگر ترجمہ کے لفظ نفس سے مقام مخصوص مراد لیا جائے جو خون کی جگہ ہے۔ اگر نفس سے مراد عورت کی ذات اور اس کا باقی بدن ہے تو پھر **دلك** اور رگڑنے کو محض قیاس سے ہی ثابت کیا جائے گا۔ اس لئے کہ جب خون والی عورت کو اس اہتمام کے ساتھ مقام مخصوص سے میل کچیل دور کرنے کا حکم ہے اور غسل کے بعد خوشبو استعمال کرنے کا اور خوب ملنے کا حکم بھی ہے تو بدن کے باقی حصہ کے لئے بھی اس کا حکم ثابت ہوگا کیونکہ اس مدت میں وہ بھی میلا کچیلا ہو چکا ہے پھر اس نے مسلمان عورتوں سے ملنا ہے اور رب تبارک وتعالیٰ کے دربار میں نمازوں اور دعاؤں میں حاضر ہونا ہے اور فرشتوں سے بھی ملاقات ہوگی۔ پس بہتر ہوگا کہ اس کو سارے بدن کے صاف ستھرے کرنے کا حکم دیا جائے۔ اور سب میل کچیل دور کی جائے۔ اور یہ سب کچھ **دلك** یعنی بدن کو خوب ملنے سے حاصل ہوگا۔ صرف پانی بہانے سے کام نہیں چلے گا۔ مولانا مکیؒ فرماتے ہیں کہ بدن کو خوب ملنا **قوله تطهری** اور **قوله تتبعی** سے ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں صیغے مبالغے کے ہیں تو جیسے طہارت میں مبالغہ باطن بدن کے اندر تھا اس طرح ظاہر بدن میں بھی مبالغہ کرنا ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں

الدلك کا لفظ بڑھا کر اس طرف اشارہ کیا کہ غسل کرنے میں دلک کے مناسب مراد ہے خوشبو مراد نہیں۔ کیونکہ اس کو تو پہلے ترجمہ سے ثابت کر چکے ہیں۔

باب غُسل المحیض صفحہ ۱۸/۴۵

اگر غسل بضم الغین ہے اور محیض مصدر ہے تو اضافۃ اختصاص کے لئے ہوگی معنی ظاہر ہیں۔ اگر غسل بفتح الغین ہوا اور محیض اسم مکان ہو تو حدیث ترجمہ کے مطابق ہوگی لیکن تکرار لازم آئے گا۔ کیونکہ باب غسل دم الحیض گذر چکا ہے۔ اس کا جواب قطب گنگوہیؒ کے یہاں یہ ہے کہ پہلے باب میں کپڑے کے دھونے کا حکم تھا جس کو خون لگ جائے۔ اور اس جگہ بدن کے دھونے کا حکم ہے جیسا کہ ان دونوں روایات سے واضح ہوتا ہے جو اس باب میں لائی گئی ہیں۔ تو اس وقت جونسی روایت بھی ہو تکرار لازم نہیں آئے گا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام بخاریؒ نے پہلے باب غسل الجنابة کو بیان کیا اور اس باب میں حیض سے غسل کرنے کی کیفیت بیان کی ہے۔ اس بیان فرق کی وجہ سے دونوں ابواب میں تکرار نہیں رہے گا۔

باب امتشاط المرأة عند غسلها من الحیض صفحہ ۴۵

ترجمہ۔ حیض سے غسل کرتے وقت کنگھا استعمال کرسکتی ہے۔

یہاں اشکال یہ ہے کہ حدیث باب میں کہیں حیض سے غسل کرتے وقت کنگھا کرنے کا حکم نہیں ہے تو حدیث باب سے حکم ثابت کرنا قیاس سے ہوگا۔ وہ اس طرح کہ حضرت عائشہؓ کو احرام کے وقت غسل کرنے اور اس کے بعد کنگھا کرنے کا حکم ہے۔ غسل عند الاحرام سنت ہے۔ اور غسل حیض فرض ہے۔ جب غسل احرام میں کنگھا کرنا سنت ثابت ہوا تو غسل حیض میں بطریق اولیٰ ثابت ہوگا کیونکہ اس سے مقصود نظافت ہے۔ تو حیض جو نجاست غلیظہ ہے اس کے اثر کو زائل کرتے وقت اس امتشاط کا ہونا اہم ہوگا۔ دوسرے یہ کہ جب نفل میں مسنون ہے تو فرض میں بطریق اولیٰ ہوگا۔ حضرت عائشہؓ اس غسل میں حائضہ تھیں۔ تو جب ان کو اس غسل احرام میں کنگھا کرنے کا حکم ہوا تو غسل حیض میں افضل ہوگا۔ کیونکہ اس میں خوشبو اور طہارت زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ وہ نماز کے لئے ہے۔ اور یہ غسل افعال حج کے لئے ہے۔ بلکہ ایک امر زائد ہے جس کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ غسل احرام تو اس سے پہلے تھا۔ ذوالحلیفہ میں اب تو وہ احرام باندھنے والی نہیں رہی تھیں کیونکہ وہ عمرہ چھوڑ چکی تھیں۔ ارفضی عمر تك کا حکم ہوا تھا۔

بَابُ قَوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَعَزَّ وَجَلَّ مُخَلَّقَةٍ وَّغَیْرُ مُخَلَّقَةٍ صفحہ ۱/۴۶

اس ترجمہ سے مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ مخلقه کا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے ایک تو وہ بچہ جس کی پیدائش پوری اور مکمل ہو چکی ہو تو اس اعتبار سے غیر مخلقه وہ ہوگا جس میں کچھ نقص ہو۔ اور دوسرے وہ جس نے ابھی کوئی صورت اختیار نہ کی ہو۔ اور ولد کا ابھی

تھوڑا سا حصہ پیدا ہوا ہو۔ مثلاً ہاتھ یا پاؤں تو اس صورت میں غیر مخلقه کا معنی یہ ہو گا کہ ابھی تک اس سے کچھ بھی پیدا نہ ہوا ہو۔ پس اس مقام پر اگر مخلقه کے پہلے معنی مراد ہیں۔ تو اس باب کے اندر اس کے لانے کی غرض یہ ہو گی کہ مخلقه اور غیر مخلقه احکام میں دونوں برابر ہیں۔ مثلاً عدت ختم ہونے میں اور نفاس وغیرہ کے حکم میں۔ اگر مراد دوسرے معنی ہیں تو پھر اس باب کے لانے کا فائدہ یہ ہے کہ مخلقه اور غیر مخلقه حکم میں برابر نہیں ہیں۔ بلکہ مخلقه کا حکم ان احکام مذکورہ میں ولد کا حکم ہے۔ غیر مخلقه میں یہ حکم نہیں ہو گا۔ حتی کہ غیر مخلقه کے اس معنی کے اعتبار سے جو خون اس کے بعد آئے گا وہ نفاس نہیں بلکہ حیض ہو گا۔ اس حیثیت سے اس تفسیر کا کتاب الحیض میں لانا صحیح ہو جائے گا۔ کیونکہ علماء احنافؒ کے نزدیک حاملہ کو حیض نہیں آتا اس لئے کہ حمل پورا ہو جاتا ہے۔ اور بچہ دانی اس میں مصروف ہو جاتی ہے جو خون وغیرہ اس سے ٹپکے گا وہ غذا کا فضلہ ہے۔ تو حیض کا خون نہ ہوا جو رحم سے نکلتا ہے۔

بَابُ اِقْبَالَ الْحَيْضِ وَاِدْبَارِه الخ صفحہ ۴۶/۹

حیض کے آنے اور جانے کے کچھ علامات ہیں۔ جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں اور حیض کے آنے کا حکم جانے کے حکم کے خلاف ہے۔ پہلے میں نماز وروزہ وغیرہ چھوڑنا پڑے گا اور دوسرے میں اس کے خلاف کرنا پڑے گا۔ بشر طیکہ یہ سب خون کا آنا حیض کے ایام میں ہو اور حیض کے جانے میں اختلاف ہے۔ بعض تو خشک ہو جانے کو علامت قرار دیتے ہیں بعض نے کہا سفید خالص پانی نکلے۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے کہ وہ خون کے رنگوں کا اعتبار نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کے اثر کو لائے ہیں۔

حتی ترین القصّة البیضاء اس سے غرض حضرت عائشہؓ کی یہ ہے کہ طہر اس وقت تک متحقق نہیں ہو گا جب تک خاص سفید پانی نہ دیکھیں۔

قوله و کانت اختی مَعَهُ الخ صفحہ ۴۶/۲۵ یہ سب آنے والی عورت کے گفتگو کے الفاظ میں سے ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے۔ قالت المرأۃ و کانت اختی معه

قوله اذا حَاضَتْ فِيْ شَهْرٍ ثلاث حیض صفحہ ۴۷/۲ اس کا دارومدار اس پر ہے کہ اس کے قائل کے نزدیک اقل مدۃ حیض واکثر مدت متحقق نہیں ہے۔ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کی غرض دو مسئلے بتلانا ہے۔ ایک تو یہ کہ مدت حیض میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ اس جزء کو اس دعوٰی سے ثابت کیا کہ ایک مہینہ میں عورت کو تین حیض آسکتے ہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حیض کے بارے میں عورتوں کی بات کو سچ مانا جائے گا۔ روایت باب سے پہلا جز ترجمہ اس طرح ثابت ہوا۔ آیت کریمہ مطلق ہے اس میں کسی مقدار کا ذکر نہیں ہے۔ تو اپنی طرف سے دنوں کی قید نہ لگائی جائے۔ جب کہ حیض کے بارے میں بغیر تعیین ایام کے عورتوں کی رائے کا اعتبار ہے۔ امام اعظمؒ کے نزدیک جب روایت ثابت ہو گئی کہ اقل حیض تین دن ہے اور اکثر حیض دس دن ہے۔ تو اقبال اور ادبار شرعاً متعین ہو گئے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں ہے لَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ الآیة تو اللہ تعالٰی کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب اس آیت کی رُو سے کتمان یعنی چھپانا

حرام ہے توان کی بات کو جھوٹ پر محمول کرنا ایک مسلمان کی گفتگو کو جھوٹ پر محمول کرنا ہوا جو جائز نہیں ہے۔

ایذکر عن علیؓ وشریح صفحہ ۴۷/۴ حضرت علیؓ اور قاضی شریحؒ کے مکالمہ سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اقل الطهر متعین نہیں ہو سکا تو فیصلہ کیسے ہو گا۔ اور حضرت عطاءؒ کا یہ قول کہ اس کے حیض وہی ہیں جو اس کی عادت تھی۔ ان اقوال سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ ان کے اطلاق اور کسی مدت کے قید نہ ہونے سے ثابت کر رہے ہیں کہ ایام حیض متعین نہیں ہیں۔ اور جو کچھ عورت کہے اس کی بات مان لی جائے گی۔ خواہ وہ ایک مہینہ میں تین حیض کا قول کرے۔

وقول عطاء الحيض يوم الى خمسة عشر الخ صفحہ ۴۷/۵ اس سے مصنفؒ اپنا دعویٰ ثابت کر رہے ہیں کہ جب طہر کی اقل مدت متعین نہیں ہے تو ایک مہینہ میں تین حیض کا گذرنا کیسے ناممکن ہو گا۔ اس طرح اگر پانچ دن طہر ہو تو ایک ماہ میں پانچ حیض ممکن ہیں۔

قوله ومعنى قول ابن سيرين الخ دراصل لفظ قرء کے معنی احنافؒ کے نزدیک حیض کے ہیں۔ اور ائمہ ثلاثہ اس سے طہر مراد لیتے ہیں۔ اب اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور ایک مہینہ کے اندر تین حیض گذر جانے کا دعویٰ کرتی ہے تو امام احمدؒ کے نزدیک اس عورت کی تصدیق کی جائے گی۔ جب کہ اس پر گواہ قائم ہوں۔ اس طرح امام مالکؒ کے نزدیک تیس دن اور چار لحظات میں اس کی بات مانی جائے گی۔ امام شافعیؒ کے نزدیک بتیس ۳۲ دن اور دو لحظہ میں اس کا قول قابل قبول ہو گا۔ اور احنافؒ کے نزدیک ساٹھ ۶۰ دن سے کم میں اس کی بات مقبول نہیں ہو گی۔ اس بناء پر امام بخاریؒ کا ترجمہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے مسلک کے موافق ہو گا۔ لیکن احنافؒ اور شوافعؒ کے مذہب کے موافق نہ ہو گا۔ اور ابن سیرینؒ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے سوالوں کے بارے میں ان عورتوں کو ہمارے پاس آنے کی ضرورت نہیں ان کی اپنی بات معتبر ہو گی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہمیں اس کا علم نہیں ہے۔ تو اس سے بھی مؤلفؒ کے دعویٰ کی دلیل ثابت ہوئی کہ جب عورتیں اپنے حالات کو بہتر جاننے والی ہیں تو اپنے حالات کے متعلق جو کچھ وہ دعویٰ کریں اس کی تصدیق کی جائے گی۔ پس اگر کوئی عورت خبر دیتی ہے کہ ایک مہینہ میں اس کے تین حیض گذر چکے ہیں تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔

باب الصفرة والكدرة صفحہ ۴۷/۱۲

وقوله في غير ايام الحيض اس لفظ کی زیادتی سے امام بخاریؒ روایات میں تطبیق دینا چاہتے ہیں جن میں تعارض ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جلدی نہ کرو جب تک سفید پانی نظر نہ آئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زردی مٹیالا رنگ حیض کا ہے۔ اور ام عطیہؓ کی روایت سے صفرت اور کدرت یعنی زردی اور مٹیالا خون حیض میں سے نہیں ہے تو امام بخاریؒ نے ترجمہ میں تنبیہ کر دی کہ صفرت اور کدرت کا حیض ہونا ایام حیض کے ساتھ مختص ہے اگر ایام حیض کے نہ ہوں تو وہ کوئی چیز نہیں ہے تو امام بخاریؒ نے دونوں احادیث کے جمع کی طرف اشارہ فرمایا کہ صفرت کدرت کا حیض نہ ہونا تب ہے جب کہ حیض کے ایام نہ ہوں۔ اور ایام حیض میں انہیں حیض کا خون شمار کیا جائیگا۔

باب عرق الاستحاضة صفحہ ۴۷/۱۰

یعنی اس باب میں یہ بیان کرنا ہے کہ استحاضہ کا خون رگ کا خون ہے بچہ دانی کا نہیں ہے کیونکہ یہ احدالسبیلین یعنی قعر الرحم اورفم الرحم میں سے کسی سے نکلنے والا نہیں اس لئے دونوں خون کا حکم ایک نہیں ہوگا۔اس لئے کہ اصل اور ذات میں ان کے بہت دوری ہے۔لہذا آثار اور ثمرات میں اختلاف کا باعث ہوگا۔بات یہ ہے کہ حیض اس خون کا نام ہے جو عورت کی بچہ دانی کی گہرائی سے نکلتا ہے۔اور استحاضہ وہ خون ہے جو رحم کے منہ کے پاس ایک رگ سے خارج ہوتا ہے۔ توجب یہ دونوں مختلف خون ہوئے تو ان کے احکام میں بھی اختلاف ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے تصریح فرمادی۔انما ذلك عرق ليست بالحيضة واحدالسبیلین میں سبیل سے مراد پیشاب جاری ہونے کی جگہ ہے فرج مراد نہیں ہے۔ قعر رحم سے حیض کا خون اور فم رحم سے استحاضہ کا خون جاری ہوتا ہے۔

قوله لاتنفر الخ صفحہ ۴۷/۱۸ حضرت ابن عمرؓ فتویٰ دیتے تھے کہ چونکہ طواف صدر یا طواف وداع واجب ہے اس لئے اسے نہیں چھوڑا جائے گا۔حائضہ عورت اس کے لئے انتظار کرے لیکن جب انہیں آنحضرت ﷺ کی طرف سے نص پہنچ گئی تو انہوں نے اپنے قیاس کو چھوڑ دیا اور نص کی طرف رجوع کیا۔یا بھول گئے تھے اب انہیں یاد آگیا۔

باب اذارأت المستحاضة الطهر صفحہ ۴۷/۱۹

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَغْتَسِلُ الخ اس ترجمہ کی مراد میں اختلاف ہے۔علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی مراد اس ترجمہ سے یہ ہے کہ جب مستحاضہ طہر دیکھے یعنی اس کا خون منقطع ہوجائے تو وہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ اس کا طہر ایک گھڑی کا ہو۔اس کی دلیل اثر ابن عباسؓ ہے جس کو اس کے بعد ذکر کیا ہے۔کہ ابن عباسؓ کے نزدیک طہر کی اقل مدت ایک گھڑی ہے اور جمہور علماء کے نزدیک طہر کی اقل مدت پندرہ دن ہے۔دوسرا مسئلہ امام بخاریؒ نے مسئلہ استظہار میں مالکیہ کا رد کیا ہے۔جو فرماتے ہیں کہ حیض میں نہ عادت کا اعتبار ہے نہ تمیز لون کا اعتبار ہے۔اگر عورت متمیزہ نہ ہو تو زمانہ عادت کے بعد تین دن انتظار کرے بشرطیکہ پندرہ دن سے تجاوز نہ کرے اس کے بعد وہ مستحاضہ ہوگی۔ائمہ ثلاثہ میں سے کوئی استظھار کا قائل نہیں ہے۔ تیسرا مسئلہ ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو مستحاضہ سے وطی کرنے کو منع کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس پر ان کا قول يَأْتِيهَا زَوْجُهَا کہ اس کا خاوند مستحاضہ سے وطی کرسکتا ہے۔اثر ابن عباسؓ اور قوله والصَّلٰوة اعظم سے استدلال کیا کہ جب نماز جائز ہے تو وطی بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ سب توجیہات سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کی مراد یہ ہے کہ مستحاضہ جب پاک ہو مطلب یہ ہے کہ جب اس کی جو مدت حیض ہے ختم ہوجائے تو اس کے بعد وہ اور کسی شے کا انتظار نہ کرے۔بلکہ دن اور رات کی جس گھڑی میں بھی فارغ ہو تو غسل کرے اور نماز پڑھے یا یہ مطلب ہے کہ اگر دن کی ایک گھڑی بھی باقی ہو تو مدت گذرنے کے بعد اور کسی چیز کا انتظار نہ کرے۔اگر اس سے وہ مطلب لیا جائے کہ جس گھڑی بھی پاک ہو اسی وقت نماز پڑھے اس سے انقطاع دم مراد نہیں کیونکہ وہ تو مستحاضہ ہے۔بلکہ انقطاع حیض مراد ہے کیونکہ یہ ابن عباسؓ کی شان سے

بعید ہے کہ وہ ایام حیض میں خون کے بند ہونے پر اگر چہ وہ ایک گھڑی بھی ہو۔ نماز پڑھنے کا حکم کیسے دے سکتے ہیں۔ اور یہ اس سے زیادہ بعید ہے کہ ایام حیض کے علاوہ ایام استحاضہ میں نماز پڑھنے کے حکم کا ارادہ کر رہے ہوں۔ کیونکہ استحاضہ کی حالت میں نماز طہر پر موقوف ہے اور نہ ہی خون کے بند ہونے پر موقوف ہے۔ کیونکہ روایات اس پر ظاہراً دلالت کر رہی ہیں کہ استحاضہ اسے نہ نماز سے روکتا ہے اور نہ ہی روزہ رکھنے سے روکتا ہے۔ تو ترجمہ میں مستحاضہ سے حائضہ مراد ہو گی یا وہ عورت مراد ہے جو استقرار عادت کے بعد اب اس کا خون بند ہونے میں نہیں آتا۔ تو جب اس کی عادت کی مدت گذر جائے اور اس کے ایام طہر آجائیں تو وہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگر چہ اس کا طہر معتاد ایک گھڑی کا بھی ہو۔ پس وہ اسی گھڑی غسل کر کے نماز پڑھے تو حضرت ابن عباسؓ سے ایسی عورت کے متعلق سوال ہو گا جس کا انہوں نے یہ جواب دیا۔

قوله والصّلوٰة اعظم یعنی جب نماز اس عظمت کے باوجود استحاضہ کی حالت میں جائز ہے تو خاوند کا بیوی مستحاضہ سے وطی کرنا اس سے آسان ہے۔

فاغسلي عَنكِ الدم صفحہ ۴۷/۲۲ شیخ گنگوہیؒ نے اس جملہ سے استدلال کیا ہے کہ ترجمہ میں طہر سے مراد اور ابن عباسؓ کے اثر میں طہر سے مراد انقضاء الحیض ہے انقطاع دم نہیں ہے کیونکہ مدت حیض ختم ہو جانے کے بعد خواہ وہ عادت سے ہو یا تمیز سے ختم ہو جمیع فقہاء کے نزدیک یہی ادبار حیض ہے۔ کہ حیض چلا گیا حالانکہ خون ابھی موجود ہے۔

بَابُ الصَّلوٰة عَلَى النفساء صفحہ ۴۷/۲۳

امام بخاریؒ نے اس باب میں دو مسئلے بیان کئے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ کہ نفاس والی عورت اگر چہ اس کا حکم شہداء کا ہے لیکن شہید قتال نہیں ہے کہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے بلکہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے اس کی نماز جنازہ پڑھاتے وقت امام کہاں کھڑا ہو تو پہلے مسئلہ کے بارے میں شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ متوہم کا یہ واہمہ دفع کرنا ہے کہ اگر نفساء موت کی وجہ سے نجس نہ ہوتی تو شارع علیہ السلام اسے حکم نہ دیتے کہ نہ وہ نماز پڑھے نہ روزہ رکھے اور نہ ہی وہ مسجد میں داخل ہو۔ اور میت پر نماز پڑھنے کی شرط یہ ہے کہ وہ طاہر ہو تو نفاس والی عورت کی نماز جنازہ نہ پڑھی جاتی۔ حالانکہ نماز پڑھنا حدیث باب سے ثابت ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ قول غلط ہے کہ ابن آدم موت سے نجس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ نفاس والی نے تو موت کو بھی جمع کیا اور اس نجس خون کو بھی اٹھالیا ہے جو اس کے ساتھ لازم ہے لیکن بایں ہمہ یہ اس کے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔ تو جس سے خون نہیں بہہ رہا ہو وہ بطریق اولیٰ طاہر ہے۔ اور ترجمہ کا دوسرا جز یہ ہے کہ حائضہ نفساً وغیرھا کے جنازہ میں امام کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ چارپائی کے درمیان میں کھڑا ہو تاکہ پردہ حاصل ہو۔ چونکہ اس زمانہ میں جنازہ پر نعش پردہ نہیں بنایا جاتا تھا۔ اس لئے عورت کے تستر کے لئے اس کی سرین کے پاس کھڑا ہونے کا حکم تھا۔ اب نعوش بن چکے ہیں لہذا اب جیسے مردوں کے لئے سینے کے وسط میں امام کھڑا ہوتا ہے عورتوں کے لئے بھی یہی حکم ہے اس لئے عورتیں بھی مردوں کی جوڑ ہیں

پس عارض کے اٹھ جانے کے بعد ان کے لئے بھی مردوں والا حکم ہوگا۔ البتہ یہ اشکال باقی رہے گا۔ کہ اس مسئلہ کا محل کتاب الجنائز ہے کتاب الحیض سے اس کو کیا مناسبت ہوگی۔ تو کہا جائے گا کہ امام بخاریؒ اس سے تنبیہ کرنا چاہتے کہ نفساء وغیرھا میں کوئی فرق نہیں ہے کتاب الجنائز میں وہ بر محل ہے۔

وَهِيَ مُفْتَرِشَةٌ صفحہ ۷ ۴/۲۶ اس ترجمہ کی مناسبت یہ ہے کہ حائضہ او نفسا دونوں پاک ہیں۔ جیسے نفسا پر نماز جنازہ ہے ایسے حائضہ کے قریب بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔ کہ حائضہ کا قرب نماز کے جواز سے مانع نہیں ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا کپڑا اس بی بی کو لگتا تھا جب کہ آپؐ سجدہ میں جاتے تھے حالانکہ وہ حائضہ ہوتی تھیں۔ تو یہ مسئلہ پہلے باب کی نظیر کے طور پر ہوگا۔ اس لئے اس باب کو بلاترجمہ لائے۔ لیکن ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ پہلا کیونکہ پہلے نفساء میں قرب سے اس پر نماز جنازہ پڑھنا مراد ہے بخلاف ثانی کے اس سے محض سامنے لیٹنا مراد ہے جو مقصود نہیں۔ دوسرا ان کے لئے پہلا باب نفسا کے ذکر کے لئے منعقد ہوا ہے۔ اور دوسرے میں حائض کا ذکر ہے۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ پہلے باب میں نمازی کے آگے لیٹنے والی مقصود ہے کیونکہ اس پر نماز جنازہ قصداً پڑھنی ہے بخلاف ثانی کے کہ وہ اتفاقی طور پر امام کے آگے سوئی ہوئی ہے۔ چوتھا فرق یہ ہے کہ دوسرے باب میں نماز حقیقۃً مراد ہے اور پہلے باب میں میت پر محض دعا کرنا ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر اس باب کو پہلے باب سے الگ کر دیا اور باب بلاترجمہ لائے جو فصل کی طرح ہے۔

کِتَابُ التَّیَمُّمِ صفحہ ۷ ۴/۲۷

قوله الآية بعض نسخوں میں لفظ آیت کے بعد تمام آیت ذکر کی گئی ہے۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو جمع کرنا اچھا نہیں ہے۔ دراصل بخاری کے دو نسخے ہیں بعض نسخے میں آیت بتمامہا مذکور ہے اور بعض میں صرف لفظ آیت پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ آیت کے ذکر سے مبدء تیمم کی طرف اشارہ کیا ہے۔

باب اذا لم یجد ماءً ولا ترابًا صفحہ ۸ ۴/۱۱

جس کو نہ پانی ملے اور نہ مٹی ملے جسے فاقد الطہرین کہتے ہیں امام مالکؒ تو فرماتے ہیں کہ وہ بالکل نماز نہ پڑھے اور نہ اس پر قضاء ہے جیسے حائضہ کا حکم ہے اور امام احمدؒ فرماتے ہیں اداءً بلا وضو واجب ہے۔ قضا واجب نہیں۔ امام شافعیؒ کے چار قول ہیں۔ امام اعظمؒ کا مسلک وجوب القضاً اور اداً واجب نہیں۔ امام بخاریؒ کا میلان امام احمدؒ کے مسلک کی طرف ہے کہ بغیر وضو کے نماز پڑھے تیمم نہ کرے اور نہ قضا واجب ہے۔ روایت سے استدلال ظاہر ہے کیونکہ جب انہیں مٹی کا حکم معلوم نہیں تو مٹی ان کے بارے میں عدم کے حکم میں ہے۔ اس سے مصنفؒ پر جو اشکال ہوتا تھا کہ ترجمہ میں تو مٹی اور پانی دونوں کا ذکر کیا تھا روایت میں پانی کا بیان ہے تو اس کا جواب یہ ہے ہوا کہ جب ان کو مٹی کا حکم معلوم نہیں تو گویا مٹی ان کے حق میں نایاب ہے احنافؒ کی طرف سے جواب کا دارومدار اس پر ہے۔ جب کہ وہ قضاء کو واجب کہتے ہیں اور اداً کو نہیں کہ نماز کے قضا نہ کرنے کا ثبوت مل جائے۔ اور وہ ثابت نہیں اور عدم ثبوت ثبوت عدم کے برابر نہیں ہوتا۔ کہ جو چیز ثابت نہیں وہ ہے ہی نہیں۔ نیز! ابھی تک ان کو تیمم کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا یہ نہیں کہ انہیں حکم تو تھا لیکن انہیں حکم کا علم نہ ہو سکا کیونکہ حکم تو تبلیغ کے بعد واجب العمل ہوتا ہے ابھی تک حکم پہنچا نہیں تو عمل کیسے واجب ہوگا۔ اور حدیث میں ہے **لا صلوٰۃ الا بطہور** جس سے معلوم ہوا کہ جب طہارت نہ ہو تو نماز صحیح نہیں ہے۔ اس لئے احنافؒ نے پانی اور مٹی دونوں کی عدم موجودگی میں عدم جواز صلوٰۃ کو اختیار کیا اور اس کی صورت آجکل تو یہ ہے کہ ہوائی سفر میں اگر دونوں پانی اور مٹی نایاب ہوں تو نماز قضا پڑھے اور شوافعؒ کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ اداً بھی واجب اور قضاً بھی واجب ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام نے بغیر وضوء کے نماز پڑھی۔ آنحضرت ﷺ نے ان پر کوئی نکیر نہیں کیا۔ اور قضا اس لئے واجب ہے کہ اصل الطہورین مل گیا۔

باب التیمّم فی الحضر صفحہ ۴۸/۱۵

آیت تیمم سفر کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ تو اس ترجمہ سے اشارہ ہوا کہ سفر کی قید اتفاقی ہے۔ حضر میں بھی تیمم جائز ہے۔ جبکہ مریض کو پانی نہ ملے یا اس کے استعمال سے مرض کے بڑھ جانے کا خطرہ ہو۔ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک تیمم کی اجازت تو ہے لیکن وجوب قضاء اور عدم قضاء میں ان کا اختلاف ہے۔ لیکن نماز میں تیمم کا حکم قیاس سے ثابت کیا ہے۔ کہ جب ان صورتوں میں تیمم حضر کے اندر جائز ہے جو فوت ہونے کے خطرہ پر موقوف نہیں ہیں تو نماز بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔ کیونکہ وہ اہم ہے۔ مگر وہ فوت کے خطرہ پر موقوف ہے اس لئے ردّ سلام کے لئے حدیث تیمم ثابت ہے جو بغیر طہارت کے بھی جائز ہے۔ تو جب نماز کے فوت ہونے کا خطرہ ہو اس کے لئے تیمم بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔

باب هل ينفخ فی يديه صفحہ ۴۸/۱۹

چونکہ تیمم وضو کا خلیفہ ہے۔ اور جیسے وضو میں ہر وہ عضو جیسے دھویا جاتا ہے اس کو پورا دھویا جائے تو یہاں پر بھی وہم ہوتا تھا۔ کہ شاید عضو ممسوح پر مٹی کو پورے عضو پر استعمال کیا جائے تو اس واہمہ کا دفعیہ اس طرح کیا کہ اگرچہ استیعاب مشروط ہے مگر مٹی کا استیعاب

سارے عضو پر مشروط نہیں ہے اور روایت اس معنی پر واضح الدلالۃ ہے۔ کیونکہ مٹی کا بھی استیعاب مقصود ہوتا تو جناب نبی اکرم ﷺ اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک نہ مارتے۔ کیونکہ اس سے مٹی کم ہوتی ہے۔ اور اس صورت میں مٹی کا کم کرنا خلاف مقصود ہے۔ اور لفظ ھَلْ تردّد کے لئے نہیں بلکہ احتمال اور اختلاف مذاہب کے لئے ہے۔ کیونکہ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ تیمم صرف ایک ضرب ہے جو چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے لئے کافی ہے۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ احنافؒ اور شوافعؒ فرماتے ہیں کہ اَلتَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ایک ضربہ فرض اور دوسری سنت ہے۔ اور پہلی ضربہ چہرے کے لئے اور دوسری دونوں ہاتھوں کے لئے کہنیوں تک ہے۔

وقال النضر انا شعبة الخ صفحہ ۴۸/۲۵ اس سند میں اس کی تصریح ہے کہ حَکَم کا روای سے سماع ثابت ہے۔

وقال الحكم وسمعته الخ صفحہ ۴۸/۲۶ اس سے بتلانا ہے کہ جس طرح حکم نے اس روایت کو خود روای سے لیا ہے اس طرح ان کے استاد سے بھی اسے سنا ہے۔ پھر مؤلف کا مقصود ان کثیر اسانید کو لانے سے یہ ہے کہ حضرت عمارؓ کی روایت جو کثیر الاضطراب ہے جس کا مشاہدہ کتب حدیث بالخصوص ابو داؤد میں کیا جاسکتا ہے اور اس التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين کی وجہ سے مرجوح ہوا اور روایت ضربة للوجه والكفين کی روایت کثرۃ طرق کی وجہ سے راجح ہے۔ حالانکہ ائمہ صحیح نے باوجود اضطراب کے عمارؓ کی حدیث پر اتفاق کرلیا ہے۔

باب الصعيد الطيب طهور المسلم صفحہ ۴۹/۵

اس ترجمہ سے مقصود امام بخاریؒ کا یہ ہے کہ پانی کی عدم موجودگی میں پاک مٹی کا حکم پانی کا ہے تو پانی سے وضو کی طرح اس سے بھی فرائض اور نوافل سب ادا کئے جاسکتے ہیں۔ جب تک بے وضو نہ ہو۔ امام شافعیؒ اور دیگر ائمہ کا حنافؒ سے اختلاف ہے۔ امام بخاریؒ احناف کی موافقت میں ہیں اور حدیث باب میں ترجمہ عليك بالصعيد فانه يكفيك سے ہے۔ کیونکہ کفایت کے لفظ سے متبادر یہی معلوم ہوتا ہے کہ پاک مٹی کا حکم پانی کی طرح ہے ورنہ کفایۃ ناقصہ ہوگی۔ نیز اثر حسن بصریؒ سے بھی احنافؒ کی موافقت ثابت ہوتی ہے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہر عبارت کے لئے الگ الگ تیمم کرنا پڑے گا۔

قوله على السبخة صفحہ ۴۹/۶ سبخہ شور زمین کو کہتے ہیں۔ اس سے ترجمہ میں وہ زمین مراد ہے جس میں کچھ شور ہو بالکل شور زمین نہ ہو جس سے کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ طیب کے معنی طاہر کے ہیں۔ اور سبخہ طاہرہ ہے۔ اس لئے اس سے تیمم کرنا جائز ہوگا۔ اسحاق بن راہویہ مخالفت کرتے ہوئے اس کے عدم جواز کے قائل ہیں۔ کیونکہ حدیث میں دار الھجرت مدینہ کو سبخہ ذات نخیل کہا گیا ہے۔ اور مدینہ کا نام آپؐ نے طیبہ رکھا ہے۔ لہذا سبخہ طیبہ میں داخل ہوگا۔ جس سے تیمم کرنا جائز ہوگا بالکل شور کی نفی اس لئے کردی تاکہ مذہب احنافؒ کے خلاف نہ ہو۔ صراح میں ہے سبخہ شورہ گندھک لیکن محیط اعظم میں ہے کہ گندھک اور چیز ہے جسے عربی میں کبریت کہا جاتا ہے۔ کلام شیخ سے یہ معنی واضح ہوئے کہ شورہ فوراً آگ سے جل جاتا ہے اور بالکل شور زمین

آگ سے نہیں جلتی۔

امس هٰذا لساعة صفحہ ۱۵/۴۹ تو اس سے ایک دن رات کی مسافت ثابت ہوئی۔

ونفرنا خلوفًا یہ عورت کا پانی لینے کے لئے جانے کا عذر بیان کرنا ہے۔ کہ ہمارے مرد سفر پر گئے ہوئے ہیں۔ خالف بمعنے سافو کے ہے۔ اور ہم عورتیں باقی رہ گئی ہیں جن کو پانی وغیرہ ضروریات کا انتظام خود کرنا پڑتا ہے۔

فَاسْتَنْزِلُو ها صفحہ ۶/۴۹ اس کو نیچے اتارلو تاکہ محل برکت سے دور ہو جائے کیونکہ وہ مشترکہ تھی۔ اس کے پانی میں تصرف اس لئے کیا گیا کہ وہ حربیہ تھی۔ یا آنحضرت ﷺ نے کلی وغیرہ کرنے سے اس میں تصرف کر کے اسے پورا کر دیا۔ یا ممکن ہے آپؐ نے اس پر کچھ پڑھا ہو۔ جس سے پانی بڑھ گیا۔ یا آپؐ کی تھوک مبارک پانی کے ساتھ ملاقی ہوئی تو اس کی برکت سے پانی میں اضافہ ہوا۔

قالت باصبعیها الوُسطیٰ الخ صفحہ ۲۳/۴۹ یعنی دونوں انگلیوں کو ملا کر پہلے اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا بعد ازاں زمین کی طرف ۔

ان هؤلاء القوم صفحہ ۲۴/۴۹ حرف ان بالکسر والفتح یعنی زبر زیر دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ بہر حال دونوں صورتوں میں کلمہ ما موصولہ ہوگا۔ پہلی صورت میں کلمہ ان مع جملہ کے قائم مقام خبر کے ہوگا۔ اور دوسری صورت فتح میں بتاویل مفرد ہوگا مفعول بنے گا۔

اذالم یجد الماء لا یصلی صفحہ ۱/۵۰ اور یہ اختلاف جنبی کے بارے میں تھا جیسا کہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں یعنی ابن مسعودؓ اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ جنبی کے لئے تیمم جائز نہیں ہے۔ اور یہ حضرات آیت کریمہ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ سے لمس بالید مراد لیتے ہیں کہ جس نے عورت کو شہوت سے ہاتھ لگالیا تو اس کا وضو نہیں رہے گا۔ آیت کے جواب سے حضرت ابن مسعودؓ کا خاموش رہنا جیسا کہ بعد میں اس کی تصریح ہے وہ اس پر دال ہے کہ ان کے نزدیک مس سے مراد جماع ہے۔ ورنہ اگر لمس بالید مراد ہوتا تو وہ آیت کی تفسیر کرتے وقت خاموش نہ رہتے بلکہ فرمادیتے کہ اس سے جماع مراد نہیں بلکہ ہاتھ لگانا مراد ہے۔

قوله وزاد یعلی عن الاعمش صفحہ ۱۴/۵۰ اور زیادہ اس میں باعتبار معنی کے ہے۔ اس لئے کہ مؤلفؒ اس کے ثابت کرنے کے درپے ہیں کہ تیمم کی ایک ہی ضربۃ ہے۔ اور پہلی روایت اس کو ثابت نہیں کرتی جس طرح دوسری روایت جو اس کے بعد ہے ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ ضربہ ایک ہے۔ پہلی روایت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی تنوین وحدت کے فائدہ دینے میں نص نہیں ہے۔ نیز !اس میں زیادۃ لفظیہ بھی ہے۔ وہ لفظ انا و انت ہے۔ اور ترجمۃ الباب میں جو ضربۃ واحدۃ ہے ممکن ہے اس سے مسحۃ واحدۃ مراد ہو جو لفظ واحدۃ سے ظاہر ہے۔ پھر تیمم ضربتین رہے گا۔

کِتَابُ الصَّلٰوۃُ صفحہ ۱۶/۵۰

نماز واقعہ معراج میں فرض ہوئی۔ معراج اور اسراء کو امام بخاریؒ نے ایک باب میں ذکر کر کے اس کو ترجیح دی ہے۔ ورنہ اس میں اختلاف مشہور ہے۔ بعض اسے خواب کہتے ہیں لیکن در حقیقت جمہور کے نزدیک بیداری میں ستائیس ربیع الثانی ہجرت سے ایک سال پہلے معراج ہوئی۔ امام زہریؒ کے نزدیک پانچ سال بعثت کے بعد ہوا ہے۔ اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت خدیجہؓ نے نماز کی فرضیت کے بعد آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ اور ان کی وفات ہجرت سے تین یا پانچ سال پہلے ہے۔ اور اس باب میں فرضیہ صلوٰۃ کے تین وقت کی تعیین بتلائی گئی اور اس میں دیگر شرائط صلوٰۃ کا ذکر بھی ہوا۔

قولہ لستم بنیة صفحہ ۲۷/۵۰ کہ آدم کے بیٹوں کی صورتیں دکھائی گئیں یا خود اشخاص دکھائے گئے۔ شاید یہ وہ ہوں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے تھے۔

ثمّ مررت بموسٰی الخ صفحہ ۴/۵۱ حضرت انسؓ جیسے بیان فرما چکے ہیں ان کے قول کے مطابق لفظ ثم ترتیب ذکری کے لئے ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت انسؓ نے اس واقعہ کو حضرت ابوذرؓ کے علاوہ اور کسی سے بھی سنا ہو۔

قولہ فاذا فیھا حبائل اللؤلؤ صفحہ ۱۴/۵۱ بعض حضرات نے اس میں تصحیف قرار دیتے ہوئے جنا بذ پڑھا ہے جس کے معنی خیمہ کے ہیں۔ کہ موتیوں کے خیمے ہوں گے لیکن شیخ گنگوہیؒ کے نزدیک اس کی ضرورت نہیں۔ حبائل جمع حبالہ کی جس طرح اس کے معنی خوشے کے آتے ہیں اس طرح ہار کو بھی کہتے ہیں تو معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لئے موتیوں کے ہار تیار رکھے ہیں جن کو وہ پہنیں گے۔

قولہ وزید فی الحضر اس سے شیخ گنگوہیؒ نے ایک مشہور اعتراض کا جواب دیا ہے۔ اشکال یہ ہے کہ یہ حدیث دو وجہ سے آیت قرآنیہ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا کے خلاف ہے اسلئے کہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ سفر میں قصر کی گئی ہے حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قصر نہیں بلکہ حضر میں زیادتی ہوئی ہے۔ دوسرے یہ حضرت عائشہؓ کے فعل کے مخالف ہے۔ کیونکہ ان سے مروی ہے کہ وہ قصر نہیں بلکہ سفر میں بھی پوری نماز پڑھتی تھیں۔ تو قطب گنگوہیؒ نے ایک توجیہ یہ بتلائی کہ صلوٰۃ سفر کو قصر باعتبار انجام کے کہا ہے۔

کہ پوری نماز میں کمی کی گئی۔ تو اس اعتبار سے باقی نماز اپنے حال پر مقصورہ یعنی کمی شدہ رہی۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں فاقرت صلوۃ السفر یعنی باعتبار انجام کے تخفیف رہی۔ یہ نہیں کہ اسی طرح بر قرار ہی جیسا کہ فرض ہوئی تھی۔

بَابُ وُجُوبُ الصَّلٰوۃُ صفحہ ۱۶/۵۱

ترجمہ کی غرض مالکیہؒ پر رد کرنا ہے کہ ان کے نزدیک خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ الآیۃ سے تستر یعنی بدن کو چھپانا سنت ہے جس کے چھوڑنے سے نماز باطل نہیں ہوگی۔ دوسرے جان بوجھ کر کرنے والا اور بھول کر کرنے والے میں بھی فرق کرتے ہیں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ سے تستر کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی کہ جس سے کم از کم بدن چھپ جائے اس پر اکتفاء کیا جاسکتا ہے اس آخری جزء کی کچھ تفصیلات ہیں اور اس کے کئی شعبے ہیں۔ جن کے اکثر پر امام بخاریؒ نے تنبیہ کی ہے۔ اور ان اقسام کے تمام ابواب اس پہلے باب کی تفصیل ہیں۔ لہذا تکرار تراجم کا اعتبار لازم نہیں آئے گا۔ گویا کہ خذو زینتکم سے مطلق بدن چھپانا مراد ہو اگر چہ وہ کسی چھوٹے لباس سے بھی ہو۔ تجمل اور عرفی زینت مراد نہیں۔ بنابریں ومن صلی ملتحفا یہ آیت کی تفسیر ہوگی۔ اسی کی طرف امام بخاریؒ نے یہ باب باندھ کر اشارہ کیا ہے کہ آپؐ نے حکم دیا کہ لا یطوف بالبیت عریا ن کہ کوئی ننگے بدن بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ چونکہ آیت میں محض بدن ڈھانکنا مراد ہے اور طواف بیت اللہ نماز کا حکم رکھتا ہے اس لئے ترجمہ کے اس جزء کو الگ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ و اللہ اعلم بالصواب

قولہ لتلبسھا صاحبتھا صفحہ ۲۰/۵۱ کہ اگر کسی کے پاس پردہ کا کپڑا نہ ہو تو اس کی ساتھی عورت اسے اپنی لمبی چادر میں لے لے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کپڑے کے بغیر نماز جائز نہیں ہوتی۔ خواہ وہ کپڑا عاریت کا یا کسی اور طریقہ سے حاصل کیا گیا ہو جب یہ حکم نماز عید کے لئے ہے تو فرض نماز کے لئے بطریق اولیٰ یہ حکم ثابت ہوگا۔

وقولہ احمق مثلك صفحہ ۲۳/۵۱ ترجمہ کی غرض ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ اس کو ثابت کرنا ہے اور احمق سے جاہل مراد ہے جو واجبات سنن اور مستحبات میں امتیاز نہیں کرتا۔ اس سخت لفظ کو استعمال کرنے کی غرض یہ ہے کہ علماء پر انکار نہیں کرنا چاہیئے کبھی وہ بیان جواز کے لئے بھی ایک کام کر لیتے ہیں جس پر لوگ عیب گیری کرتے ہیں۔ ان روایات اور آثار کے لانے سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ثابت کرنا ہے کہ ہر قسم کے کپڑے میں نماز جائز ہے۔ اگر چادر چھوٹی ہے تو اس کو لنگی کی طرح باندھ لے۔ اگر لمبی چادر نہیں تو اس کو کندھے پر ڈال کر گدی کے پاس گرہ باندھ دی جائے جب کہ یہ ممکن ہو۔ اگر اس سے بڑی لمبی چادر ہے تو اسے لحاف کی طرح اوڑھ لے تا کہ زیادہ تاکید کی رعایت ہو جائے ۔

یصلی فی ثوب صفحہ ۲۵/۵۱ جناب نبی اکرم ﷺ سے جو ایک کپڑے کے اندر نماز پڑھنا ثابت ہے وہ یہ ہے کہ آپؐ اسے لحاف کی طرح لپیٹے ہوئے تھے۔ اگر چہ التحاف سے کم میں بھی نمام جائز ہے لیکن افضل التحاف ہے۔

ذهبت الی رسول الله ﷺ صفحہ ۶/۵۲ آنحضرت ﷺ فتح مکہ کے دن حضرت ام ہانیؓ کے گھر میں تھے وہ کسی کو امان دینا چاہتی تھیں جسے حضرت علی المرتضیٰؓ امان نہیں دے رہے تھے تو یہ اپنے گھر میں جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے لئے امان لے آئیں یا وہ اپنی کسی ضرورت کے لئے اپنے گھر کی کسی کوٹھڑی کی طرف گئیں۔

اولکل لکم ثوبان صفحہ ۱۰/۵۲ اس سے اشارہ ہے کہ یہ سوال بے محل ہے۔ کیونکہ جب جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کو ایک ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا اور انہیں نہیں روکا تو یہ آپؐ کی طرف سے تقریر ہو گئی۔ پھر اس کے بعد اس کے متعلق سوال کرنا بے معنی ہے مطلب یہ ہوا کہ سوالات نہیں کرنے چاہئیں۔ اس تنگی کے وقت کو یاد کرو کیا تم میں سے ہر ایک کیلئے دو کپڑے ہوا کرتے تھے۔

قوله فلیجعل علی عاتقیه الخ صفحہ ۹/۵۲ اپنے کندھوں پر کپڑے کو ڈالنے کا حکم اس وقت ہے جب کہ کپڑا میں وسعت ہو ورنہ اس کی لنگی باندھ لے۔

قوله هذا الاشتمال صفحہ ۱۶/۵۲ اشتمال یہ ہے کہ کپڑے کو بدن پر اس طرح لپیٹ لے کہ ہاتھ بھی اس سے نہ نکال سکے ابو داؤد میں حضرت جابرؓ کے واقعہ کی تفصیل بیان ہوئی ہے کہ میری ایک چادر تھی جس کو میں اپنے دونوں کندھوں پر مخالفانہ باندھنا چاہتا تھا لیکن وہ پوری نہیں تھی۔ میں نے اس کے کناروں کو ٹیڑھا کر کے اس کو اس طرح جھکا لیا کہ وہ گر نہ پڑے۔ یہ سارا واقعہ آنحضرت ﷺ دیکھ رہے تھے مجھے علم نہیں تھا میں نماز سے فارغ ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر کپڑا وسیع ہے پھر تو کندھوں پر ڈالو۔ تنگ ہو تو اسے کمر پر باندھ لو اگر یہ اشتمال کا اور تو اقص والا واقعہ ابو داؤد والا ایک ہیں پھر تو کوئی اعتراض نہیں۔ البتہ اگر یہ دو واقعے ہیں تو پھر اشکال ہے کہ ممانعت کے بعد حضرت جابرؓ نے اس کا کیوں ارتکاب کیا۔ جواب یہ ہے کہ دوسری مرتبہ ان کا گمان یہ تھا کہ اگرچہ کپڑے میں التحاف کی گنجائش نہیں ہے کم از کم اتنا کر لو کہ اس کی توڑ مروڑ سے سینہ اور پیٹ تو چھپ جائے۔ اسی گمان کی بنا پر انہوں نے اس سے لنگی نہیں باندھی اور ٹیڑھا توڑ مروڑ کر کے سینہ اور پیٹ چھپا لیا۔ اگر یہ معلوم ہو کہ کپڑا فراخ ہے تو پھر ادب یہ ہے کہ اس سے التحاف کیا جائے یہی قصہ پر دال ہے۔

بَابُ الصَّلٰوةِ فِی الْجُبَّةِ الشَّامِیَّة صفحہ ۱۹/۵۲

کفار اور مشرکوں کے علاقہ کے کپڑو میں بغیر دھوئے نماز پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ اصل طہارت ہے اور نجاست عارضی ہے جب تک دلیل نہ ہو اصل کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اگر نجاست کا علم ہو جائے تو پھر انہیں دھو لینا چاہیئے۔ جیسے آجکل امریکہ، برطانیہ سے ہمارے ملک میں لنڈے کے کپڑے آتے ہیں جن میں شراب وغیرہ کے پڑنے کا احتمال ہی نہیں بلکہ یقین ہے۔ تو انہیں دھونے کے بعد استعمال کیا جائے۔

وما صبغ بالبول یعنی جن کپڑوں کو پیشاب کے ساتھ رنگا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ رنگ میں پیشاب ڈال کر

عادت یہ ہے کہ یہ لوگ دھو لینے کے بعد اسے پہنتے ہیں اسلئے نجاستہ کا وہم نہ کیا جائے جب تک اس کا نشان ظاہر نہ ہو۔ یا جب تک کہ ان کے دھونے کا یقین نہ ہو جائے۔ جب کہ نجاست کے ڈالنے کا پہلے سے یقین ہو پھر وہ نہ دھوئیں تو استعمال نہ کیا جائے۔

باب کراھیة التعری فی الصلوة وغیرھا صفحہ ۲۳/۵۲

نماز اور غیر نماز میں ننگا ہونا ناپسندیدہ ہے۔ آخری جملہ سے باب سے مطابقت ہو گئی ورنہ نماز کے لئے کپڑا کا ہونا ضروری ہے اس کا بیان ہو چکا ہے۔ تو جب غیر نماز میں روایت سے کراہیۃ ثابت ہو گئی تو نماز میں یہ حکم بطریق اولیٰ ثابت ہو گا۔

باب الصلوة فی القمیص والسراویل والتبان والقباء وغیرھا صفحہ ۲۶/۵۲

اس باب کا مقصد یہ ہے کہ جس کپڑے سے ننگ ڈھکا جاسکے۔ اس میں نماز جائز ہے۔ خواہ وہ قمیص ہو یا سلوار ہو یا کچھا (جانگیہ) ہو یا اچکن ہو۔ تنہا جانگیہ میں اگر چہ نماز کے اندر تستر نہیں ہو سکتا لیکن دوسرا کپڑا ملا کر بدن چھپایا جاسکتا ہے۔ پس اسی طرح وہ کپڑا جس کے ساتھ دوسرے کپڑے کو ملانے سے ستر ہو جائے اس سے نماز جائز ہے یہ جواز کا حکم ہے۔ مستحب یہ ہے جس کو جس قدر گنجائش ہو وہ لباس میں وسعت اختیار کرے۔ جس پر اِذَاوَسَّعَ اللہ فَاَوْسَعُوْا دلالت کرتا ہے۔

قولہ ولایلبس القمیص الخ شاید اس روایت کو اس جگہ لانے کی وجہ یہ ہو کہ اس قسم کے کپڑوں سے جس کو روکا گیا ہے کہ وہ سلے ہوئے نہ پہنے وہ مُحرم یعنی احرام باندھنے والا ہے۔ تو غیر محرم کے لئے ان کا پہننا جائز ہو گا۔ کیونکہ اس محرم کو بھی نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ زعفران اور گیرو کا رنگا ہوا کپڑا بھی محرم کے لئے ناجائز ہے لیکن اس کا ثبوت دوسری نص سے ہے۔ یا یوں کہا جائے گا کہ رنگدار کپڑے عورتوں کے لئے کافی ہیں ان سے وہ نماز ادا کر سکتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس حدیث کا اس مقام پر لانا اس وجہ سے ہو کہ وہ کپڑے جن میں نماز ادا کرنا جائز ہے ان کے استثناء کے بعد اب باقی دو کپڑے چادر اور لنگی رہ گئے۔

باب مایستر من العورة صفحہ ۷/۵۳

ننگ کتنا چھپانا ضروری ہے ننگ کی حد میں اختلاف ہے۔ اہل ظواہر کے نزدیک تو قُبل اور دبر کے علاوہ مرد کے لئے اور کوئی ننگ نہیں۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ننگ ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ گھٹنا بھی ننگ میں شامل ہے۔ یستر کا صیغہ معروف اور مجہول دونوں طرح سے پڑھا جاسکتا ہے۔ پہلی صورت میں مفعول محذوف ہو گا یا کلمہ من زائد ہو گا۔

قولہ احیبت ان یرانی الجھال صفحہ ۱۸/۵۳ پہلے ایک روایت میں احمق مثلك کے الفاظ گزرے ہیں اس جگہ جہال مثلکم کے الفاظ ہیں۔ اپنی گفتگو میں یہ الفاظ کا فرق اس لئے ہے کہ یا تو روایات بالمعنی ہیں ہر راوی نے اپنی سمجھ کے مطابق کہہ دیا

یا بعض روایات میں اختصار سے کام لیا گیا۔ اور دوسری میں اس کی تفصیل آ گئی۔ یا واقعات میں تعدد ہے کہ کئی واقعات ہیں۔ اگر چہ نماز میں کپڑا پر اکتفا کرنا مکروہ ہے۔ مگر تعلیم کی وجہ سے کراہت نہ رہے گی۔ وجہ اس تعلیم کی یہ ہے کہ عوام سنن اور آداب کے ساتھ وہی معاملہ کرتے ہیں جو واجب کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس لئے کبھی کبھی تعلیم کے لئے سنن اور مستحبات کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ زبانی کلامی کہہ دینا اتنا کارگر نہیں ہوتا جس قدر فعل اوقع فی النفس ہوتا ہے۔

باب مایذکر فی الفخذ صفحہ ۱۹/۵۳

ران ننگ ہے یا نہیں۔ ائمہ کا اس بارے میں اختلاف گذر چکا۔ امام بخاریؒ نے اپنے مسلک کی تائید میں کہ ران ننگ نہیں ہے حضرت انسؓ کی حدیث باب بیان کی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی ران کھلی رہ گئی تھی۔ شیخ گنگوہیؒ **قولہ حسر النبی ﷺ** صفحہ ۲۰/۵۳ سے جواب دے رہے ہیں کہ ران کے کھل جانے کی نسبت جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف مجازاً ہے۔ کیونکہ یہ کھل جانا جانور کے دوڑنے کی وجہ سے تھا۔ آپؐ نے قصداً ایسا نہیں کیا بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے ایسا ہو گیا۔ جس پر حضرت انسؓ کے گھٹنے کا آپؐ کی ران کو چھونا دلالت کرتا ہے چنانچہ مسلم کی روایت ہے میں حَسَرَ کی بجائے اِنْحَسَر کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ دوسرا استدلال حضرت امام بخاریؒ نے حضرت عثمانؓ کے واقعہ سے کیا ہے کہ جب وہ داخل ہوئے تو آپؐ نے اپنی ننگی پنڈلی یا ننگے گھٹنے کو ڈھانپ لیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ڈھانپنا ننگا ہونے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ فرج گھٹنے اور پنڈلی یہ سب پہلے سے ڈھکے ہوئے تھے۔ پنڈلی یا گھٹنے سے کپڑا کھسک گیا تو اس کو آپؐ نے ٹھیک کر لیا جب گھٹنے یا پنڈلی کا ڈھانپنا ثابت ہو گیا تو ران جو فرج کے زیادہ قریب ہے اس کا ڈھانپنا بطریق اولیٰ ہو گا۔ تیسرا استدلال امام بخاریؒ کا حضرت زید بن ثابتؓ کی روایت سے ہے جس میں **فخذہ علی فخذی** کہ آپؐ کی ران میری ران پر تھی۔ لیکن یہ استدلال اس پر موقوف ہے کہ **فخذ** کا لفظ جب بولا جائے اس کے ساتھ کپڑا نہ ہو۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ کہ دونوں کے **فخذ مستور** اور چھپے ہوئے تھے۔ امام بخاریؒ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ کپڑا کا ہونا یہ امر زائد کا ثابت کرنا ہے جو محتاج دلیل ہے۔ شیخ گنگوہیؒ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بجا ہے اصل ضابطہ یہی ہے لیکن ہمیں یہ بتلایا جائے کہ کیا وہ ران جس پر کپڑا ہو کیا اس کے لئے **فخذ** کے سوا کوئی اور لفظ بولا جاتا ہے۔ کیونکہ ہمیں تو یہ معلوم ہے کہ ران ہو یا بدن کا کوئی اور عضو ہو ستر چھپانے سے پہلے جو بھی ان کے نام تھے ستر کے بعد ان میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ نیز! اگر ہم یہ کہیں کہ ران ننگ نہیں ہے تو پھر حضرت جرہد کی قولی حدیث جس میں ہے کہ **الفخذ عورۃ** کہ ران ننگ ہے مہمل رہ جاتی ہے جس کا مہمل ہونا جائز نہیں۔ تعجب ہے کہ یہ حضرات **فخذہ علی فخذی** میں تو بلا حائل کے قائل ہیں اور حدیث عائشہؓ میں جب کہ نماز میں آپؐ ان کی چٹکی کاٹتے تھے تو وہاں یہ حضرات کہتے ہیں کہ پاؤں پر کوئی کپڑا پڑا ہو گا۔ حالانکہ پاؤں عموماً کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔

ببیں تفاوت الخ

قولہ من کان عندہٗ شیٔ فلیجیٔ بہ صفحہ ۸/۵۴ جس کے پاس کوئی چیز ہو وہ لے آئے بظاہر یہ ترجمہ بعید معلوم ہوتا ہے

کیونکہ ولیمہ ہمیشہ شوہر کے مال سے ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے دیگر ازواج مطہرات کے ولیمہ جات میں اور کسی سے کچھ نہیں لیا تو بی بی صفیہؓ کے ولیمہ میں آپؐ صحابہ کرامؓ سے کیسے طلب کر رہے ہیں کہ جو کچھ جس کے پاس ہو وہ لے آئے۔ حالانکہ ابھی آپؐ خیبر سے واپس لوٹے تھے اور وہاں سے آپ کو بہت کچھ مال حاصل ہوا۔ پس یہ وہم بھی نہیں کیا جا سکتا کہ آپؐ کے پاس کچھ نہیں تھا۔ عام شراحؒ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا اپنا مال پیش کرنا بطور تبرع و احسان کے تھا۔ لیکن قطب گنگوہیؒ کا ایک عجیب جواب ہے جو کسی شارحؒ کو نہیں سوجھا۔ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کا ان کا خالص مال نہیں لیا۔ بلکہ مال غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے جو کھانے پینے کی چیزیں جن کے وہ ضرورت مند تھے ان میں بانٹ دی تھیں ان کو لوٹوایا۔ اور تقسیم غنیمت سے پہلے جو کچھ امام کسی کو عطا کرے اس میں سے جو کچھ بچ رہے اس کو واپس لانے کا حکم دے سکتا ہے۔ جب کہ وہ حد سے بڑھ جائے۔ پھر آپؐ نے جو کچھ بھی صحابہ کرامؓ سے واپس کرایا اس کا واپس کرنا ان پر واجب نہ تھا۔ اور یہی تو احنافؒ کی دلیل ہے کہ امام و حاکم کی تقسیم غنیمت سے پہلے اور قبضہ کرانے سے پہلے مجاہدین کا ملک ثابت نہیں ہوتا۔ اگرچہ امام اور حاکم اموال غنیمت ان کو دے بھی دے۔ کیونکہ اگر ملک ان کا ثابت ہوتا تو امام عطیہ کرنے کے بعد ان سے کیسے واپس لے سکتا ہے۔ حالانکہ خمس کی وجہ سے امام خود اس سے مستغنی ہے۔ جب ان کا ملک ثابت ہو جائے تو معلوم ہوا کہ یہ ولیمہ آپؐ کے اس خالص حق میں سے تھا جو غنیمت کے خمس میں سے آپؐ کے لئے تھا۔ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے اہل کوفہ پر رد کیا ہے جو کہتے ہیں مال غنیمت کو دار الحرب میں تقسیم نہ کیا جائے۔ وجہ یہ ہے کہ ملک غلبہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ اور غلبہ اس وقت تک مکمل نہیں جب تک اسے دار الاسلام میں محفوظ نہ کر لیا جائے۔ لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ امام کے اختیار اور اجتہاد پر موقوف ہے۔ جب مال مسلمانوں کے ہاتھ میں پہنچ گیا تو غلبہ حاصل ہو گیا۔

<u>متلفعاتٍ بمروطهنّ</u> صفحہ ۱۲/۵۴ عورتیں اپنی گرم چادروں میں لپٹی ہوئی تھیں۔ امام بخاریؒ اس سے ترجمہ یوں ثابت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان عورتوں سے یہ نہیں پوچھا کہ آیا کہ ان کی چادروں کے نیچے کوئی اور کپڑا ہے یا نہیں۔ تو آپ کی تقریر ہو گئی۔ کہ جب کپڑا ننگے بدن کو چھپالے تو اس کپڑے پر نماز میں کفایت کرنا جائز ہے۔ تو ترجمہ سے امام بخاریؒ کی غرض سلف کے اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے۔ بعض نے چار کپڑے بعض نے تین کپڑے ضروری قرار دیئے ہیں جمہور علماء فرماتے ہیں کہ عورت ایک کپڑے میں بھی نماز پڑھ سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ ایک کپڑا جس سے بدن اور سر کو چھپا لیا جائے۔ اس سے عورت نماز ادا کر سکتی ہے۔

باب اذا صلى في ثوبٍ له اعلام ترجمہ۔ جب کہ کوئی ایسے کپڑے میں نماز پڑھے جس میں نقش و نگار ہوں

صفحہ ۱۲/۵۴

اس ترجمہ سے مقصد یہ ہے کہ اگرچہ اس صورت میں دل کو مشغول رکھنا خلاف اولیٰ ہے لیکن نماز جائز ہے۔ اس لئے شیخ المشائخؒ

فرماتے ہیں کہ اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ لیکن اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے۔ اور یہ دونوں جزٔ حدیث سے ثابت ہیں کہ آپؐ نے نماز جاری رکھی بعد ازاں کراہت کا اظہار فرمادیا۔

باب ان صلی فی ثوب مصلب صفحہ ۱۶/۵۴

قولہ لاتزال تصاویرھا صفحہ ۱۹/۵۴ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی کپڑا میں صلیب کا نشان بنا ہوا ہو یا اس کا نقش ہو یا کپڑا تصاویر اور فوٹو والا ہو تو چونکہ صلیب اور تصاویر کی پوجا کی جاتی ہے۔ لہٰذا ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ حدیث باب اگرچہ تمام ترجمہ کو ثابت نہیں کرتی لیکن تامل کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ساتر ہونے کی وجہ سے نماز جائز ہے۔ فاسد نہیں ہوگی کراہت ضرور ہے اس طرح آنے والی روایت کہ جس میں ریشم کے ٹکڑے استعمال کئے گئے لیکن آپؐ نے ان کو اتار پھینکا۔ جس سے واضح ہے کہ ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا لائق نہیں ہے۔ یعنی ایک قسم کی کراہیۃ ہے پھر بھی نماز جائز ہے۔ کیونکہ آپؐ نے نماز کا اعادہ نہیں فرمایا۔

قولہ فنزعہ نزعا شدیدا الخ صفحہ ۲۱/۵۴ معلوم ہوتا ہے کہ وحی کا نزول دوران نماز ہوا تبھی تو آپؐ نے کپڑے اتارنے کی جلدی کی تاکہ نماز اس سے محفوظ رہے۔ آپؐ نے جلدی سلام پھیر دیا۔ جس سے واضح ہوا کہ نماز جائز ہے۔ جواز کے ساتھ حرمت جمع ہوگئی جیسا کہ حنفیہ" فرماتے ہیں۔ کیونکہ یہ حرام ایک دوسری حیثیت سے جو حرام نہیں ایک نعمت کا سبب بن گیا۔ اعادہ صلوٰۃ آپؐ نے اسلئے نہ کیا کہ یہ واقعہ ریشم کی حرمت سے پہلے کا تھا۔ الحاصل امام بخاریؒ کے ان ابواب مختلفہ کے لانے کی غرض یہ ثابت کرنا ہے کہ ان امور سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ البتہ کراہت اور استحباب دو الگ امور ہیں۔ آپؐ نے یہ محض اس لئے کیا تاکہ بیان جواز حاصل ہو جائے سرخ کپڑے کے اندر بھی یہی تاویل جاری ہوگی۔ کہ سرخ کپڑے کے استعمال میں جواز تو ہے لیکن کراہت بھی ہے۔ اسی بنا پر اگر عصفر اور زعفران کا رنگا ہوا کپڑا ہو تو وہ بھی اس لئے نقصان دہ نہیں ہے کہ اس سے نفس جواز نماز ثابت کرنا ہے کہ فریضہ کی ادائیگی تو ہو جائے گی لیکن کراہت تحریمی ساتھ رہے گی۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر ان مکروہات کا استعمال تعلیم دینے کے لئے ہو تو کراہت بھی ساقط ہو جائیگی چنانچہ کوکب دری اور فتاویٰ رشیدیہ میں صراحت ہے کہ فتویٰ تو جواز کا ہے۔ **والتقویٰ فی الاحتیاط** جیسے **صلوٰۃ فی ثوب واحد** اور **صلوٰۃ علی المنبر** کے بارے میں ہے۔ اور یہ حضرت بریرہؓ کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے فرمایا **اشترطی واعتقی** کہ شرط مان لو خرید کر پھر آزاد کردو۔

قولہ علی ظھر المسجد بصلوٰۃ الامام صفحہ ۱/۵۵ یعنی مقتدی مسجد کی چھت پر اور امام مسجد کے اندر ہو تو یہ نماز جائز ہے۔ البتہ احنافؒ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ مقتدی امام سے آگے نہ بڑھے۔ اور امام مسجد کے اندر اکیلا نہ ہو اور یہ دونوں مسئلے ظاہر ہیں

قولہ وقام رسول اللہ ﷺ صفحہ ۴/۵۵ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کا قوم سے اونچا کھڑا ہونا جائز ہے بشرطیکہ وہ بلندی مقدار مخصوص سے زائد نہ ہو۔ اب اس کی تعیین میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ انسان کے قد کے برابر اونچائی ہو

بعض کے نزدیک ایک ذراع یعنی ہاتھ کے برابر ہو۔ اصح یہ ہے کہ ایک ذراع سے کم میں کراہت نہیں ہے۔ اگر اونچائی ایک ہاتھ سے اوپر ہو تو مکروہ ہے۔ اگر یہ اونچے حصہ پر کھڑا ہو تا خواہ منبر پر ہو یا اور کسی چیز پر ہو تو تعلیم و تبلیغ کے عارض کی وجہ سے یہ کراہۃ بھی رفع ہو جائے گی اگر امام مقتدیوں سے انسان کے قد کی مقدار اوپر ہو یا نیچے ہو تو اقتدا فاسد ہو جائے گی۔ وجہ یہ ہے کہ اس سے اہل کتاب سے مشابہت ہو جاتی ہے۔ تھوڑی سی بلندی میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نیز! حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ عمل قلیل کے ساتھ نماز جائز ہے جیسے دو قدم یا اس سے زائد کے ساتھ تھوڑا سا آگے پیچھے چلا ہو تو نماز فاسد نہ ہو گی۔

فصلّی بھم جالسًا صفحہ ۵۵/۱۴ مسئلہ یہ ہے کہ اگر امام قوم سے ایک انسان کے قد سے اوپر کھڑا ہو جب کہ اس کے ساتھ کچھ لوگ اور بھی ہوں تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ ایسے اس جگہ بھی ایسا ہی تھا کہ قوم کا ایک گروہ آپؐ کے ہمراہ بالا خانہ پر تھا اور دوسرے لوگ نیچے مسجد میں تھے۔ شیخ گنگوہیؒ کی اس توجیہ کی تائید مسلم کی روایت سے ہوتی ہے۔ جس میں ہے عَنْ جابرؓ قَالَ اِشتکی رسول اللّٰہِ ﷺ فَصَلَّیْنَا وَرَاءہ وَھُوَ قَاعِداً وَاَبُوْ بکرؓ یسمع النّاس تکبیر ا(الحدیث) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے تو ہم نے آپؐ کے پیچھے نماز ادا کی جبکہ آپؐ بیٹھے ہوئے تھے اور ابو بکرؓ آپؐ کی تکبیر لوگوں کو سناتے تھے۔ اگر طائفہ قلیلہ ہوتا تو تکبیر سنانے کی ضرورت ہی نہیں تھی معلوم ہوتا ہے کہ طائفہ کثیرہ آپؐ کے پیچھے تھا۔ اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض چھت پر نماز پڑھنے کا جواز ثابت کرنا ہے۔ اور بیٹھ کر نماز آپؐ نے تین جگہ پر پڑھی ہے۔ ایک تو ۵ھ میں جب کہ آپؐ گھوڑے سے گر پڑے۔ دوسرے مرض وصال میں۔ تیسرے غزوۂ احد میں جب کہ آپؐ زخمی ہو گئے تھے۔ تو آپؐ نے ظہر کی نماز بیٹھ کر پڑھائی جب کہ مسلمان بھی آپؐ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ نیز! امام بخاریؒ کی ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑے سے گرنے کا واقعہ اور واقعہ ایلاء ایک ہی وقت میں ہوئے۔ حالانکہ گھوڑے سے گرنے کا واقعہ ۵ھ کا ہے۔ اور ایلاء کا واقعہ ۹ھ کا ہے۔ اس جگہ امام بخاریؒ سے تسامح ہو گیا۔ جیسا کہ ظاہر الفاظ حدیث انسؓ سے معلوم ہوتا ہے۔

قولہ مالم تشق علی اصحابك صفحہ ۵۵/۲۰ مسئلہ یہ کہ نماز میں قیام فرض ہے۔ کشتی میں سوار ہونے والا اگر قیام پر قادر ہے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔ ورنہ بیٹھ کر نماز ادا کرے یہی صاحبین کا مسلک ہے۔ آجکل ریل گاڑی کا بھی یہی حکم ہے حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ کشتی اور ریل گاڑی میں بیٹھ کر ہی نماز ادا کرے خواہ قیام گراں ہو یا نہ ہو کیونکہ سبب کو مسبب کے قائم مقام کیا جاتا ہے جیسے سفر میں مشقت ہو یا نہ ہو قصر صلوٰۃ کا حکم ہے۔ کیونکہ احکام عامہ ہوتے ہیں خواہ پہلے ان کی بنا علت پر ہو۔ حضرت حسن بصریؒ کے کلام کا محمل بھی یہی امام اعظمؒ کا مذہب ہے۔ چنانچہ شیخ گنگوہیؒ حضرت حسن بصریؒ کے اثر کی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ راکب سفینہ پر کھڑا ہونا گراں نہ ہو۔ چونکہ عادت یہ ہے کہ جو خود اپنے اوپر گراں ہو وہ دوسرے پر بھی گراں ہوتی ہے۔ اس لئے فرمایا مالم تشق علی اصحابك کہ جب تک تمہارے ساتھیوں پر گراں نہ ہو جب رفقاء پر گراں ہے تو عادت یہ ہے کہ اس کے اپنے اوپر بھی گراں ہو گا تو یہ حکم عادت پر مبنی ہوا اور حضرت حسن بصریؒ کے اثر سے معلوم ہوا کہ حکم کا مدار عدم استطاعۃ پر نہیں بلکہ رفقاء کی رعایت پر جواز کا حکم دیا ہے۔

قوله بَابُ الصَّلٰوۃ علی الخمرۃ الخ

بعض احادیث سے ثابت ہے کہ ترب وجھك کہ اپنے چہرہ کو خاک آلودہ کرو۔ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر نماز پڑھی جائے۔ کشتی۔ چٹائی۔ اور قالین پر نماز جائز نہ ہو۔ امام بخاریؒ نے ان ابواب کو ذکر کر کے بتلادیا کہ کشتی اور زمین کے اوپر چٹائی اور قالین بچھا کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ خمرہ وہ چھوٹی چٹائی جو کھجور کے خوشے کے پتوں سے بنائی جائے۔ تو چھوٹے مصلی کو خمرہ کہتے ہیں بڑے کو حصیر کہتے ہیں اس باب سے ثابت کرنا ہے کہ اگر نمازی کا کچھ حصہ زمین پر اور کچھ چٹائی اور قالین پر ہو تو اس کی نماز جائز ہے تو صلوٰۃ فی السفینہ اور صلوٰۃ علی الخمرہ دو مسئلے محتاج بیان تھے۔ اس لئے ان کو بیان کر دیا خلاصہ یہ ہے کہ زمین کے علاوہ دوسری اشیاء پر نماز جائز ہے۔

بَابُ الصَّلٰوۃ علی الِفراشِ صفحہ ۲۶/۵۵

بعض حضرات نے کہا کہ یہ ترجمہ مہمل بے فائدہ ہے یا لغو ہے حالانکہ اثر اور افعال صحابہ کرامؓ سے اس باب میں ثابت کیا ہے کہ بستر پر نماز جائز ہے۔ خواہ سب کا سب بستر پر ہو۔ یا بعض بستر پر نہ ہو۔ جیسے کپڑے پر سجدہ جائز ہے ایسے پاک بستر پر بھی جائز ہے۔ خواہ اس کے ساتھ بیوی سوئی ہوئی ہو یا نہ ہو۔ اون پر نماز پڑھنا سوائے شیعہ کے باقی سب مسلمانوں کے نزدیک جائز ہے۔ تو اون اور بالوں کے قالین پر نماز پڑھنا جائز ثابت ہوا۔

باب السجود علی الثوب صفحہ ۶/۵۶

کپڑے پر نماز پڑھنا جائز ہے جب کہ سخت دھوپ ہو۔ پہلے تعلیق سے اس پہلے کو ثابت کیا تھا۔ اب سند ذکر کر کے اسے بیان کیا لہذا تکرار نہ ہوا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے شوافع کا رد کرنا ہو۔ کو جو ثوب منفصل یعنی الگ کپڑے پر نماز کو جائز کہتے ہیں اور جو کپڑا انسان کے بدن کے متصل ہے اس پر نماز جائز ہے۔ حدیث باب سے ثابت ہوا کہ پگڑی کے پلے پر سجدہ کر کے دھوپ سے بچتے تھے۔

قَوْلُہٗ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ صفحہ ۲۱/۵۶ کہا جاتا ہے کہ امام بخاریؒ کو جب کہیں کتابت یا جمع کرنے میں لکھتے لکھتے کوئی رکاوٹ پیش آجائے تو وقفے کے بعد جو لکھنا شروع کرتے ہیں تو اس کی بسملہ سے ابتدا کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مؤلفؒ ایک ہی کتاب میں ابواب کے درمیان بسملہ لکھ دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ مؤلفؒ نے باب فضل استقبال القبلۃ میں یہ قول ذکر کیا ہے۔ یَسْتَقْبِل بِاطرافِ رِجْلَیْہِ یعنی اپنے پاؤں کی انگلیوں کو بھی قبلہ کی طرف متوجہ کرے تو یہ قولہ بے محل نہیں۔ بلکہ استقبال قبلہ میں مبالغہ کیلئے بیان کیا ہے۔

قولہ واکلوا ذَبِیْحَتَنَا صفحہ ۲۵/۵۶ یہ قید ان کفار کو خارج کرنے کیلئے لگائی گئی جو مسلمان کا ذبیحہ کھانا پسند نہیں کرتے ورنہ مشرکین اور یہود و نصاریٰ دونوں مذہب والے مسلمان کا ذبیحہ کھاتے تھے تو یہ ان سے احتراز نہ ہوگا۔ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پر

اقتصار ہے اور رسالۃ بھی اس کے ضمن میں مراد ہے۔ دوسرے اقرار توحید کے بعد ان افعال ثلثہ کا ذکر کرنا اس لئے ہے کہ واجبات دین میں سے اعظم ہیں۔ اور پہلے دن کی ملاقات سے اس کی نماز اور کھانے پینے کا علم ہو جاتا ہے۔ روزہ کا علم تو سال میں ایک مرتبہ ہوگا اور حج تو کہیں مہینوں اور سالوں کے بعد معلوم ہوگا اور کبھی تو بالکل واجب نہیں ہوتا۔ اور بعض لوگ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں اور بعض مسلمانوں کا ذبیحہ نہیں کھاتے۔ تو بعض روایات میں ہے ذبح مثل ذبیحتنا اس سے پہلے فریق پر اور اکل ذبیحتنا سے دوسرے فریق پر رد ہوا۔

باب قِبْلَةُ اهلِ المدينةِ وَاهلِ الشام صفحہ ۵۷/۴

یعنی مدینہ اور شام والوں کا قبلہ کہاں ہے۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے پھر قوله المشرق اگر قوله قبلۃ پر معطوف ہے تو باب کے تحت داخل ہوگا۔ مطلب یہ ہوگا کہ مشرق و مغرب پر قبلہ دارومدار نہیں ہے۔ بلکہ قبلہ بیت اللہ ہے جس سمت پر بھی واقع ہو بہر صورت مغرب کا ذکر اس لئے چھوڑ دیا کہ وہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ مشرق و مغرب اس حکم میں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے۔ ایک کا ذکر دوسرے کے ذکر سے بے پرواہ کرنے والا ہے۔ اور بسا اوقات معطوف کو اس لئے حذف کر دیتے ہیں کہ مطوف علیہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ ترجمہ سے مؤلفؒ نے نہی کو عام اور شرقوا وغربوا کو اہل مدینہ اور اہل شام کے ساتھ خاص کر کے ابو عوانہ کے مذہب کا رد کیا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ قبلہ کی طرف استقبال اور استدبار اہل مدینہ اور ان کی سمت والوں کے لئے ہے۔ دوسرے لوگوں کے لئے استقبال و استدبار جائز ہے۔ مؤلفؒ نے ان کا رد کرتے ہوئے نہی کو عام رکھا۔

بَابُ قَوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلّٰى صفحہ ۵۷/۱۰

اس باب سے قبلہ کے حکم کو پکا کیا گیا۔ چنانچہ جب یہ آیت وارد ہوئی تو جناب نبی اکرم ﷺ نے مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے وقت استقبال قبلہ کے فرض کو نہیں چھوڑا۔ نیز ! ترجمہ منعقد کرنے میں اس پر دلالت ہے کہ آیت مقام ابراہیم کے استقبال کو واجب نہیں کرتی کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپؐ بیت اللہ کے سامنے نماز نہ پڑھتے اس لئے اس صورت میں مقام ابراہیم آپؐ کے پیچھے ہو جاتا ہے۔ پس امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ آیت کریمہ میں امر ایجاب کے لئے نہیں بلکہ یہ امر سنۃ اور استحباب کا ہے۔ بہر حال امام بخاریؒ کے ترجمہ پر دو اعتراض تھے۔ ایک تو یہ کہ آیت استقبال مقام ابراہیم کے امر کو متقاضی ہے۔ لیکن اس پر روایات دلالت نہیں کرتیں۔ قطب گنگوہیؒ نے اس کے دو جواب دیئے ایک تو یہ کہ اس آیت سے استقبال الی الکعبه کے امر کی تاکید کی ہے کہ اس امر کے باوجود آپؐ نے استقبال الی الکعبه نہیں چھوڑا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جو امر آیت ترجمہ میں ہے وہ ندب اور استحباب کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں ہے۔ نیز ! اگر استقبال مقام واجب ہوتا تو آپؐ خانہ کعبہ کے اندر نماز نہ پڑھتے معلوم ہوا کہ تمام جہات کعبہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے۔

قوله حرف القوم صفحہ ۵۷/۲۶ حدیث باب سے ترجمہ واضح ہوا کہ مسجد حرم میں کسی خاص ایک جگہ پر نماز پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ جس جگہ بھی نمازی ہو اسے کعبہ کی طرف منہ کرنا چاہئیے کیونکہ جہاں نبی اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے وہاں قوم نے

نہیں پڑھی بلکہ تحویل قبلہ کے وقت آپؐ اس طرح پھر گئے کہ مرد مقتدی بھی اس طرح پھر گئے کہ وہ آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ اور عورتیں اس طرح پھریں کہ وہ مردوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔ تو کسی مکام کی تخصیص نہ رہی جیسا کہ اهل القبلتین نے کیا اس طرح آپؐ نے سجدہ سہو میں کیا۔ سفر و حضر میں یہی حکم ہے۔

قوله فثنّی رِجْلَیْهِ صفحہ ۸۵/۴ یعنی اپنے دونوں پاؤں موڑ لئے اور استقبال قبلہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ کسی حال میں استقبال کعبہ کو ترک نہیں کیا۔ ثنی رجلیه محل استدلال ہے۔

ثم اَتَمَّ مَابقي صفحہ ۵۸/۴ یعنی جو کچھ رہ گیا تھا بعد ازاں اسے پورا کیا معلوم ہو کہ جو استقبال قبلہ بھول جائے وہ معاف ہے اور یہ عمل کثیر نسخ کلام سے پہلے کا ہے۔ جب کلام منسوخ ہوا تو جو کچھ اس کے ضمن میں تھا وہ بھی منسوخ ہوا۔ یعنی وہ قبلہ کی دوسری طرف کو پھرنا ہے۔ کیونکہ فرائض نماز اور اس کے مفسدات میں ذکر اور نسیان دونوں برابر ہیں۔ یعنی پہلے جو نسیاناً فهو عفو گذرا ہے وہ امام بخاریؒ کے استدلال کے مطابق ہے۔ ورنہ مولانا حسین علی پنجابیؒ کی تقریر کے مطابق جس شخص نے سہواً تیسری رکعت کے بعد سلام پھیر دیا اور اپنے سینہ کو کعبہ کی طرف سے ہٹا لیا تو احنافؒ کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہو گی اور اس حدیث کو منسوخ ماننا پڑے گا جیسا کہ اس کے بعد نماز میں کلام کرنا منسوخ ہوا۔ امام بخاریؒ نے پہلے ترجمہ میں مختلف احادیث بیان کیں جن سے استقبال قبلہ کی ضرورت بیان ہوئی ہے۔ اور دوسرے ترجمہ سے بتایا گیا کہ اگر نسیاناً کوئی استقبال ترک کر دے تو اس کے اعادہ کرنے میں اختلاف ہے۔ احنافؒ کے نزدیک اعادہ ہے اور شوافعؒ کے نزدیک نہیں۔ البتہ اگر قبلہ کو تلاش کرنے میں غلطی ہو جائے اور وقت نہ رہے تو اعادہ لازم نہیں ہے۔

قَوْلُهٗ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلّٰی صفحہ ۵۸/۱۰ آیت سے استدلال اس طرح ہوا کہ فرض استقبال کو کسی صورت میں نہیں چھوڑا جا سکتا یہی وجہ ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے اس پر اس طرح عمل کیا کہ اس پر عمل کرنے سے استقبال قبلہ فوت نہیں ہوا۔ آیت میں مصلی فرمایا گیا قبلہ نہیں فرمایا جو اس بات کی دلیل ہے کہ مقام کو مصلی بنانے کی صورت میں قبلہ کی طرف توجہ ضروری ہے۔

باب حَكِّ البزاق صفحہ ۵۸/۱۷

کھنگار کو مسجد میں کھرچنا اگرچہ طبعاً مکروہ ہے اس سے وہم ہوتا تھا کہ ایسا کرنا جائز نہ ہو۔ لیکن امام بخاریؒ نے اس پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو جناب نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کراہت کیسی۔ اس باب سے لے کر آگے پچپن ۵۵ ابواب تک کا تعلق احکام مسجد سے ہے حدیث باب سے ثابت کیا کہ جب آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ یا لکڑی کے ذریعہ کھنگار یا سنک کو دور کیا ہے تو مسجد کو اس سے پاک رکھنا ثابت ہوا۔

قوله ان دَطِئْتَ عَلٰی قَذْرٍ رَطْبٍ صفحہ ۵۸/۲۶ حضرت ابن عباسؓ کا اثر نقل کر کے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ سنک

اور کھنگار کی کراہت کی وجہ صرف گندگی نہیں ہے کہ وہ فضلہ ہے ناک یا سینہ کا بلکہ احترام قبلہ مقصود ہے۔ جس میں خشک اور تر کا فرق نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ ابن عباسؓ نے جوتے میں اس کا فرق کیا ہے۔ کہ خشک گندگی کو تو رگڑنے سے پاک کیا جائے گا اور تر گندگی کے ازالہ کے لئے دھونا ضروری ہوگا۔ کیونکہ رطب تو چھیلنے سے اور پھیلے گا اس کا ازالہ نہیں ہوگا۔

قوله ولكن عن يساره صفحہ ۵۹/۷ یہاں سے امام بخاریؒ نے پانچ تراجم ایسے قائم کئے ہیں جن میں باہمی قرب کی وجہ سے باب سے مناسبت واضح نہیں ہوتی۔

۱/ پہلا باب ان میں سے **باب لا يبصق عن يمينه في الصلوة** ہے

اس سے امام بخاریؒ نے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ آیا دائیں نہ تھوکنا نماز کے ساتھ مختص ہے یا عام ہے۔ خارج صلوٰۃ بھی دائیں جانب نہ تھوکنا چاہیے۔ امام بخاریؒ کا میلان پہلے قول کی طرف ہے۔ امام مالکؒ کا مسلک بھی یہی ہے جن روایات میں مطلق حکم ہے اس کو وہ اپنی عادت کے مطابق مقید پر محمول کر رہے ہیں۔ جمہور ائمہ کے نزدیک ممانعت کا حکم عام ہے۔ داخل صلوٰۃ ہو یا خارج صلوٰۃ مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں منع کا حکم عام ہے۔

۲/ دوسرا ترجمہ **باب ليبصق عن يساره اوتحت قدمه اليسرى**

پہلا ترجمہ مقید بالصلوٰۃ تھا اور حدیث مطلق تھی۔ تو یہ ترجمہ اس کا برعکس ہے کہ ترجمہ مطلق ہے اور حدیث مقید ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ بائیں طرف تھوکنے کی اجازت تب ہے جب کہ نہ تو مسجد میں ہو اور نہ ہی اس کے بائیں طرف کوئی دوسرا آدمی ہو۔ اور بائیں قدم کے نیچے تھوکنا تب جائز ہے جب کہ مسجد میں ہو یا اس کے بائیں جانب اور کوئی موجود ہو۔

۳/ **باب كفارة البزاق** میں البزاق في المسجد خطيئة والی حدیث ذکر کر کے اس کی برائی اور غلطی کی طرف اشارہ کیا جس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ

۴/ چوتھا باب ہے **دفن النخامة في المسجد** جمہور کا مسلک یہ ہے کہ سنک اور کھنگار کو مسجد کی مٹی یا اس کی کنکریوں اور ریت میں دفن کر دے۔

۵/ پانچواں باب **اذا بدره البزاق الخ** کہ جب بزاق تنگ کرے تو گندگی کی وجہ سے بغیر ضرورت کے کپڑے میں نہ تھوکے۔

قوله وذكر القبلة صفحہ ۵۹/۲۲ یعنی یہ وہ باب ہے جس میں قبلہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ کس سمت کو ہونا چاہیئے واللہ اعلم

امام بخاریؒ نے یہاں دو ترجمے قائم کئے ہیں۔ پہلا عظة الامام ہے اور دوسرا ذکر القبلہ ہے۔ مقصود اصلی پہلا ترجمہ ہے کہ امام کو مقتدیوں کے احوال کا لحاظ کرنا چاہئیے کوئی کوتاہی ہو تو متنبہ کرے۔ اور دوسرے جزُ کو اس سے ثابت کیا کہ میرا قبلہ ایک جہت میں نہیں میں تو پیٹھ پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

قوله باب هل يقال مسجد بنی فلا ن

چونکہ مسجد اللہ کا گھر ہے اور اس کی عبادت کی جگہ ہے جس سے وہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید غیر اللہ کی طرف اس کی نسبت کرنا شرک ہو یا کم از کم مکروہ تو ضرور ہوگا اور بے ادبی بھی ہے۔ تو روایت لا کر امام بخاریؒ نے ثابت کر دیا کہ غیر اللہ کی طرف نسبت کرنا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے مسجد بنی زریق کہا گیا۔

باب القسمة وتعليق القنو صفحہ ۱/۶۰

جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ان هذه المساجد لا يصلح فيها شئ من امو ر الناس کہ ان مساجد میں لوگوں کے کام نہیں ہونے چاہئیں۔ دوسری روایت میں ہے ان المساجد لم تبن لهذا کہ مساجد ان کاموں کے لئے نہیں بنائی گئیں۔ بظاہر اس سے ہر قسم کے معاملہ کی ممانعت معلوم ہوتی تھی۔ تو یہ باب منعقد کر کے مؤلفؒ نے واضح کر دیا کہ ان معاملات سے وہ معاملات مراد ہیں جو غیر ضروری ہیں ضروری معاملات تو مسجد میں ہونے چاہئیں۔ امام بخاریؒ تقسیم کی روایت تو لائے ہیں لیکن تعلیق القنو مسجد کے دروازہ پر کھجور کے خوشے لٹکانے کی روایت نہیں لائے۔ تو کہا جائے گا کہ اس حکم کو قیاس سے ثابت کیا کہ جب مال غنیمت محتاجوں میں تقسیم کرنے کیلئے رکھنا جائز ہے تو اصحاب صفہ یا دیگر محتاجوں کے لئے خوشے کا لٹکانا بھی جائز ہوگا۔ علت میں شرکت ہے۔ یا یہ کہ اس میں بھی کھجور کو مساکین میں تقسیم کرنا ہوتا ہے لہذا وہ بھی جائز ہوگا۔ کوکب دری میں قطب گنگوہیؒ نے اس سے مساجد میں پنکھے لٹکانے کا حکم ثابت کیا ہے۔

قوله ولم يلتفت اليه صفحہ ۴/۶۰ حدیث باب سے ثابت ہوا کہ اہم کام سے ابتدا کرنا افضل ہے۔ اور یہ کہ دنیاوی اموال کی طرف بالکل توجہ نہ کی جائے۔ اور اہم کام نماز ہے جس سے آپؐ نے ابتداءً فرمائی بعد ازاں مال تقسیم فرمایا۔

قوله فانی فَادَيْتُ نفسی صفحہ ۵/۶۰ بظاہر الفاظ حدیث سے معلوم ہوتا تھا کہ تاوانوں کی وجہ سے حضرت عباسؓ فقیر ہو گئے تھے اسلئے زکوۃ کا مصرف قرار پائے۔ حالانکہ واقعہ بدر کے بعد تو وہ بہت مالدار ہو گئے تھے۔ تو فا دیت نفسی سے اپنا افلاس اور غربت و ناداری کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ ان مصائب کا بیان کرنا ہے جنہوں نے ان کے کثیر مال کو تباہ کر دیا جس کی بنا پر آج وہ امداد کے طالب ہوئے۔ غزوۂ بدر میں انہوں نے اپنی طرف سے اور اپنے بھائی عقیل کی طرف سے فدیہ ادا کیا تھا۔ تو آپؐ نے ان کو بغیر مکیال و میزان یعنی بغیر ناپ تول کے مال دیا جس کو وہ اٹھا نہیں سکے۔ اس سے حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر مصارف زکوۃ میں سے آٹھ قسموں میں سے کسی ایک پر اقتصار اور بندش کر لی جائے تو جائز ہے۔ کیونکہ آپؐ نے حضرت ابن عباسؓ کو دوسروں کے برابر نہیں دیا بلکہ بغیر وزن کے زائد دیا

قوله فارفعه انت قال الخ صفحہ ۶۰/ ۷ حضرت ابن عباسؓ جب خود مال کو نہ اٹھا سکے تو اپنے لئے جناب نبی اکرم ﷺ سے مدد کرنے کی اپیل کی۔ آپؐ نے نہ خود اٹھوایا اور نہ دوسرے کو حکم دیا۔ یہ اس لئے کیا تاکہ مال کی مقدار ان کے پاس کم رہے ضرورت کے مطابق لیں حرص نہ کریں۔ دوسرے یہ بتلانا تھا کہ کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھایا کرتا خود ہمت کرو۔

قوله قلت نعم صفحه ۶۰/ ۱۲ امام بخاریؒ کے ترجمہ پر اشکال وارد ہوتا تھا کہ حضرت انسؓ کی حدیث باب میں تو دعوت طعام کا ذکر نہیں ہے پھر ترجمہ کیسے ثابت ہوگا۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ کا **نعم ارسلنی لطعام** یہ **دعوت للطعام** میں داخل ہے۔ اس لئے کہ دلالت النص سے ثابت ہوا کہ جب مسجد میں طعام کا لینا جائز ہے تو اس کی طرف دعوت بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔ تو **فی المسجد** کا تعلق جب طعام سے ہوگا تو مناسبت ظاہر ہے۔ کیونکہ طعام مسجد میں موجود ہے۔ دعی کے ساتھ متعلق کرنے کی ضرورت نہیں۔ تو باب منعقد کرنے کی وجہ وہی ہے جو ہم نے ابھی بیان کی ہے کہ امور ضروریہ مسجد میں ناجائز ہیں۔

قوله باب القضاء واللعان صفحہ ۶۰/ ۱۳

امام بخاریؒ کی غرض اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ مسجد میں فیصلے کرنا اور لعان کرنا جائز ہے کہ نہیں۔ فرمایا جائز ہے بنابریں کتاب الاحکام میں یہ ترجمہ دوبارہ لارہے ہیں۔

باب من قضی ولعن فی المسجد

لفظ **بین الرجال والنساء** کو بعض حضرات نے زائد قرار دیا ہے۔ حالانکہ بین الرجال والنساء کا تعلق قضاء سے ہے لعان سے نہیں ہے۔ البتہ لفظ لعان اجنبی درمیان میں لایا گیا سو ایسا کرنا جائز ہے۔

قوله ان اصلی بقومی صفحہ ۶۰/ ۲۱ چونکہ امام کو دوسرے لوگوں کی بنسبت زیادہ اہتمام کرنا پڑتا ہے اسلئے اسے مسجد میں ضرور حاضر ہونا چاہئیے۔ اس کا ذکر کر کے انہوں نے چاہا کہ جناب نبی اکرم ﷺ اس کے لئے ایک ایسی جگہ مقرر کر دیں جس میں وہ ان بارش وغیرہ کے دنوں میں نماز پڑھا کریں۔ اور وہ مقتدیوں سے کہہ دیں گے کہ وہ ان دنوں اس کا انتظار نہ کریں۔ نیز! حدیث کے الفاظ سے یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اس مقام پر نماز پڑھی جہاں کا صحابی نے حکم دیا۔ اپنی مرضی سے آپؐ نے کوئی جگہ مقرر نہیں کی۔

قوله فلم یجلس صفحہ ۶۰/ ۲۵ اس سے واضح ہوا کہ پہلے مقصود کو جلدی پورا کرنا چاہئیے بعد ازاں دوسرے کاموں میں مشغول ہو کیونکہ وہ مقصود کے توابع میں سے ہے۔

قوله ذلك لنا فق صفحہ ۶۱ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس شخص کے ظاہر حال اور علامتوں سے مشاہدہ ہو تو اس پر نفاق کا

حکم لگانا جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کے اس قول پر سختی نہیں فرمائی۔ البتہ چونکہ آپ کو اس کے مؤمن ہونے کا علم تھا اس لئے ان کے گمان کے خلاف انہیں منافق کہنے سے روک دیا گیا۔ بنابریں حدیث سے واضح ہوا کہ ایسے مواقع پر کلام میں تاویل کی جائے اور بھلائی کا گمان کرنا چاہیے۔ اور جہاں تک ممکن ہو ایسے شخص کے کلام کو کسی صحیح محمل پر حمل کیا جائے۔ یا بشریت کے تقاضا کے مطابق اس کا ادنیٰ مرتبہ اختیار کیا جائے۔ کیونکہ نفاق کا حکم لگانا سخت حکم ہے۔ البتہ فسق اور گناہ پر حمل کرنا آسان ہے۔ انہیں ظاہری علامات کی بنا پر حضرت عمرؓ نے حاطب بن ابی بلتعہؓ پر نفاق کا حکم لگایا تھا۔

قوله فصدقه صفحہ ۵/۶۱ سوال یہ ہے کہ جب محمود عادل تھے تو امام زہریؒ نے دوسرے سے کیوں پوچھا جنہوں نے ان کی تصدیق کی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مزید اطمینان کے لئے سوال کیا۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ سوال اس لئے کیا کہ حضرت محمود سن رسیدہ بزرگوں میں سے نہیں تھے۔ ممکن ہے بچپن میں انہوں نے حدیث سنی ہو کیونکہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں یہ محمود بمشکل پانچ سال کے تھے۔ اور حضرت عتبانؓ کی وفات خلافت معاویہ کے دور ۴۰ھ میں ہوئی ہے۔

باب هل ينبش قبور المشركين ويتخذ مكانها مساجد صفحہ ۸/۶۱

مشرکوں کی قبور کو توڑ کر ان کی جگہ مساجد بنانا جائز ہے اس کی دلیل جناب نبی اکرم ﷺ کا یہ قول ہے کہ لعن الله اليهود الخ یہود لعنتی اس لئے بنے کہ انہوں نے بت پرستوں کی مشابہت کا ارتکاب کیا تو ان کی قبروں کو ہموار کر دیا جائے۔ تاکہ مشابہت کی صورت ختم ہو کر وہاں پر نماز پڑھنا جائز ہو سکے۔ اب یہ زمین کا ہموار کرنا دو طرح سے ممکن تھا۔ یا تو قبر توڑ پھوڑ دی جائے یا اس جگہ سے میت کی ہڈیاں تک نکال دی جائیں۔ یا قبر کو برابر کر دیا جائے تاکہ دیکھنے والے کو نظر نہ آئے جس سے مشابہت کا خطرہ پیدا ہو تو جب معاملہ اس طرح ہے تو مشرکین کی قبور کو تو بالکل اکھیڑ دیا جائے کیونکہ وہ محل غضب الٰہی ہیں۔ ان کو تو مساجد باقی رکھنا کسی طرح مناسب نہیں ہے مسلمانوں کی قبور کو نہ اکھیڑا جائے۔ کیونکہ اُن کی ہڈیوں کا مسلمانوں کے قدموں کے نیچے ہونا کوئی نقصان کی بات نہیں ہے اور کراہت کی وجہ بت پرستوں سے مشابہت تھی سو وہ یہاں منتفی ہے۔ پس روایت سے استدلال تو کافر اور مؤمن دونوں کو شامل ہوا کہ قبور پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور قبور کی توڑ پھوڑ وہ کفار کے لئے خاص ہوئی جو روایت کا خلاصہ ہے اس مقام پر زیادہ غور و فکر کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ترجمہ اور اس کا ثابت کرنا مشکلات تراجم میں سے ہے۔ تو دلیل کا خلاصہ یہ ہوا کہ ایسے مکانات پر جہاں قبور ہوں نماز پڑھنا جائز تو ہے لیکن کراہۃ تحریمی ضرور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے نماز کے لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ البتہ حکم دیا کہ قبر سے بچا جائے۔ معلوم ہوا کہ جب قبر کی طرف سجدہ نہ ہو تو مقبرہ کی طرف نماز پڑھنا جائز ہے اگرچہ کراہت سے خالی نہیں ہے۔ یاد رہے کہ قبور خواہ مشرکین کی ہوں یا مسلمانوں کی ان پر مساجد بنانا اس وقت جائز ہے جب کہ قبور کو زمین کے ساتھ برابر کر دیا جائے۔ کہ قبور کا نام و نشان نہ رہے۔ یا انہیں اکھاڑ پھینکا جائے پھر مشرکین کی ہڈیاں کسی جگہ پھینک دی جائیں۔ اور مسلمانوں کی ہڈیاں کسی مکان میں دفن کر دی جائیں۔ بہر حال ان کی تعظیم کرنی چاہیے

کہتے ہیں کہ میزاب رحمت کے نیچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر ہے۔ اور حجر اسود اور زمزم کے درمیان ستر انبیاؑ علیہم السلام کی قبور ہیں۔ لفظ **ھل** یا تو بمعنے **قد** کے ہے یا اس سے اختلاف ائمہ کی طرف اشارہ ہے کہ امام اوزاعیؒ قبور کی جگہ مساجد بنانے کے قائل نہیں ہیں اور ترجمہ میں **مایکرہ** کا عطف لفظ قول النبی ﷺ پر ہے۔ جو ترجمہ سابقہ کی دلیل ہے کہ نبش کے بعد مسجد بنانا جائز ہے۔ لیکن ایسی **مساجد فی المقابر** میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

قوله اولٰئك شرار خلق الله صفحہ ۶۱/ ۱۳ حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں اور اس مکان میں جس میں تصویریں ہوں نماز فاسد تو نہیں ہوتی لیکن کراہۃ ضرور ہے اور بُرا کام ہے جس سے بچنا چاہیئے۔ چونکہ تصویر کشی گناہ ہے۔ لوگ ان کی پوجاپاٹ بھی کرتے ہیں۔ اس لئے ان کو شرار خلق اللہ کہا گیا۔ اس لئے کہ انہوں نے کافروں والا کام کیا۔ بلکہ غیر اللہ کی عبادت کفر ہے بنابریں شیخ گنگوہیؒ نے اس کے لئے **اساۃ** کا لفظ اختیار کیا ہے کراہت کا لفظ نہیں لائے۔

قوله اَرْبعًا وعشرين لَيْلَةً صفحہ ۶۱/ ۱۵ قبا میں چوبیس راتیں قیام کرنے کے باوجود آپؐ نے وہاں جمعہ نہیں پڑھا معلوم ہوا کہ بستیوں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ پہلا جمعہ آپؐ نے بنو سالم میں ادا کیا ہے جیسا کہ فریقین کے نزدیک مسلّم ہے حالانکہ جمعہ مکہ مکرمہ میں واجب ہو چکا تھا۔ پس اگر جمعہ بستیوں میں جائز ہوتا تو آپؐ اسے کبھی نہ چھوڑتے۔

باب الصلوة في مواضِعِ الْاِبل صفحہ ۶۱/ ۲۵

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ پر نماز نہ پڑھو کیونکہ وہ شیاطین میں سے ہیں۔ بنابریں اہل ظواہر مبارک ابل یا معاطن ابل میں نماز کے فساد کے قائل ہیں۔ امام بخاریؒ نے مبارک اور معاطن کی بجائے عام لفظ مواضع ترجمہ میں لائے۔ اس سے ظاہریہ پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ ان مواضع میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ اونٹوں کی ذات میں کوئی خرابی نہیں۔ بلکہ کراہۃ کی وجہ دل کی تشویش ہے اور فکر کی پریشانی ہے۔ اس لئے کہ سدھائے ہوئے اونٹوں میں ایک قسم کا اطمینان اور تسلی ہوتی ہے کہ اونٹوں کو بٹھا دینے کے بعد وہ کھڑے نہیں ہوتے اور نہ ہی بٹھا دینے کے بعد وہ وحشی بن کر بھاگتے ہیں۔ بعض حضرات نے کہا کہ ایک اونٹ ہو تو پریشانی اور بھاگ جانے کا خدشہ ہوتا ہے بہت ہوں تو کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ بات تو اطمینان اور تسلی کی ہے۔ اس میں ایک ہو یا زیادہ ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بنابریں حضرت امام بخاریؒ کا حضرت ابن عمرؓ کے اس فعل سے استدلال کرنا صحیح ہوا کہ وہ اپنی اونٹ کی سواری کو بٹھا کر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ اطمینان کے وقت مبارک ابل میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ جیسا کہ خود اونٹوں سے اطمینان کے وقت نماز جائز ہے۔

مبارك الابل اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ اصطبل اور معاطن خاص ہے کہ جہاں پانی کیلئے اونٹ بٹھائے جائیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ نہی معاطن ابل کے ساتھ خاص ہے۔ ورنہ دوسرے مواضع ابل میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

باب من صَلّٰی وقد امه تنور اونار اوشیٔ ممّا یعبد الخ صفحہ ۶۱/ ۲۷

ترجمہ۔ جس شخص نے ایسی حالت میں نماز پڑھی کہ اسکے آگے تنور ہے یا آگ ہے یا ایسی چیز ہے جس کی عبادت کی جاتی ہے۔

توجب نمازی کی نیت محض اللہ تعالیٰ کی رضا ہو توان سب صورتوں میں نماز جائز ہے۔ لیکن چونکہ اس میں بتوں کی پرستش سے مشابہت ہے اس لئے کراہت سے خالی نہیں ہوگی۔ البتہ فریضہ صلوٰۃ ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ معبودات باطلہ کا قبلہ کی طرف ہونا کوئی نقصان دہ نہ ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے صلوٰۃ کسوف میں قبلہ کی طرف آگ کو دیکھا جس سے آپؐ کی نماز میں کوئی فرق نہیں آیا امام بخاریؒ نے اس روایت سے ایک لطیف طریقہ پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ امام بخاریؒ نے اس استدلال سے ظاہر کر دیا کہ وجہ شبہ مخفی غیر مدرك بالعقل تھی جس کا تقاضا تھا کہ کراہت بھی نہ ہوتی کیونکہ آنحضرت ﷺ کو جو آگ نماز میں دکھلائی گئی وہ آگ معبود نہیں تھی وہ تو نار جہنم تھی جو لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ تھی۔ اور یہ فقہاء کا مسئلہ ہے کہ اگر کسی نمازی کے آگے آگ ہو یا تصویر ہو یا قبر ہو اگر اس کے آگے پردہ کر لیا جائے تو پھر بتوں کی پرستش سے مشابہت نہیں رہتی۔ اس طرح یہ آگ جو لوگوں کی آنکھوں سے غائب تھی جس کو آپؐ نے اپنے آگے نماز میں دیکھا تو یہ بھی مشابہت کا سبب نہیں بنے گی کیونکہ وہ پردہ میں ہے۔ اس سے ترجمہ کے اندر جو تنور کا ذکر ہے اس کا حال بھی معلوم ہو گیا کہ آگ تنور کے اندر پردہ میں ہے۔ لہذا کراہت کی علت اس سے بھی اٹھ جائے گی۔ اسی طرح آگ۔ قبور اور تصاویر کا حکم ہے کہ علت کے رفع ہو جانے کی وجہ سے نماز میں کراہت بھی نہیں رہے گی۔ جب کہ یہ اشیاء آنکھوں سے اوجھل ہوں۔ بنابریں آنحضرت ﷺ کا نماز کے اندر آگ کو دیکھنا اس سے بھی آپ کی نماز مکروہ نہیں ہوگی۔ کیونکہ حقیقی آگ کی تصویر تھی جس کو دیوار میں دکھایا گیا۔ بعض حضرات نے آپؐ کی نماز میں کراہت کو تسلیم کرتے ہوئے یہ جواب دیا ہے کہ یہ رؤیۃ اضطراری تھی اختیاری نہیں تھی۔ یہ جواب اس لئے بعید ہے کہ اگرچہ آگ آپؐ کے اختیار میں نہیں تھی لیکن اس کا دیکھنا تو آپؐ کے اختیار میں تھا۔ پس اگر کراہۃ ہوتی وہ بھی تحریمہ تو آنحضرت ﷺ ضرور اس نماز کو توڑ دیتے۔ خوب غور کرو دقیق مقام ہے۔

بَابُ الصَّلٰوۃِ فِی مَوَاضِعِ الْخَسْفِ وَالْعَذَابِ صفحہ ۶۲/ ۵

جہاں زمین دھنس جائے یا کوئی عذاب کی جگہ ہو وہاں پر اگرچہ نماز پڑھنا جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ کراہت کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ایسے عذاب کے مقامات پر نہ ٹھہرنے کا حکم ہے۔ جب نماز پڑھنی شروع کر دی تو ایسے امکنہ عزاب پر ٹھہرنا ہو گیا۔ حالانکہ یہ عبرت کے مقامات ہیں جہاں سے ہمیں جلدی گزر جانے کا حکم ہے بلکہ روتے ہوئے گزر جانا چاہیئے نہ کہ ایسے مقامات کو وطن بنایا جائے۔ نماز کے لئے تو طمانیت چاہیئے۔ لہذا نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔ ترجمہ میں والعذاب کی قید تعمیم بعد تخصیص ہے۔ یعنی بتلانا ہے کہ کراہت صلوٰۃ کوئی خسف کے لئے خاص نہیں بلکہ عام عذاب کی جگہ پر نماز نہ پڑھے۔

بَابُ الصَّلٰوةِ فِی الْبِیعة صفحہ ۶۲/ ۹

بیعہ معبد نصاریٰ اور کنیسہ معبد یہود ہے۔ لیکن ایک دوسرے پر اطلاق کی وجہ سے روایت میں کنیسہ وارد ہے۔ ترجمہ میں بیعہ کا لفظ لائے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان میں کوئی فرق نہیں۔ شاید امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ ہو کو معابد غیر مسلم میں نماز بلا کراہۃ جائز ہے۔ بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو مثلاً اس میں شرک نہ ہو تا ہو تصویریں نہ ہوں اور نہ ہی قبور وغیرھا ہوں جن کی طرف سجدہ کیا جاتا ہو۔ اگر امور مذکورہ میں سے کوئی چیز ان معابد میں موجود ہو تو جواز صلوٰۃ مع الکراہۃ اس لئے ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطُهُوْرًا ترجمہ کہ تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی بنائی گئی ہے۔ اس باب میں جس قدر روایات اور آثار ذکر کئے گئے ہیں وہ اس معنی پر واضح دلالت کرنے والے ہیں کیونکہ ان معابد میں تصویروں کا ہونا اور ان کا رکھنا یہ موجب لعنت ہے۔ پھر یہ لعنت کا سبب ان لوگوں کے لئے بن جائے گا جو ان مقامات پر عبادت میں ان کے شریک ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ لعنت تصویر بنانے والوں پر ان مسلمان عبادت گذاروں سے زیادہ پڑے گی۔

قَوْلُهٗ وَاَسْلَمَتْ صفحہ ۶۳/ ۳ وہ لڑکی خادمہ جس پر چمڑے کا ہار چرانے کا شبہ کیا گیا اس کی تلاشی لی گئی اسے بہت بے عزت کیا گیا۔ حالانکہ چمڑے کا یہ ہار کوئی اتنا قیمتی نہیں تھا جس کے گم ہونے پر اس بے چاری سے اتنا بُرا سلوک ہوا۔ یہ بدسلوکی ان لوگوں سے اور ان کے دین سے نفرت کا باعث بنی۔ اگرچہ وہ پہلے سے ان کے نزدیک بڑی باعزت اور قابل احترام تھی۔ چیل جو ہار اٹھا کر لے گئی تھی اس کے واپس پھینک جانے کے بعد اس کو قبیلے والوں سے بالکل نفرت ہو گئی۔ چنانچہ ان کو اور ان کے دین کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے لئے مسجد نبوی کے اندر خیمہ بنوایا جہاں وہ رہائش پذیر ہوئی اور حضرت عائشہؓ سے اپنے اس واقعہ کا ذکر کرتی تھی

الا قالت ویوم وشاح صفحہ ۶۳/ ۴ یہ شعر بطور تحدیث نعمت کے وہ پڑھا کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بہت انعام کیا کہ اسے اسلام کی دولت نصیب ہوئی۔ اس لئے وہ بار بار اس شعر کو پڑھتی تھی۔ وہ ہار ایک دلہن کا تھا جو غسل خانہ میں داخل ہوئی اسے اتار کر رکھا چیل نے اسے گوشت کا ٹکڑا سمجھ کر اچک لیا اور لڑکی کی دعا کی بدولت اسے لوگوں کے سامنے پھینک گئی۔

قَوْلُهٗ وَكَانَ اَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءُ الخ صفحہ ۶۳/ ۷ اصحاب صفہ فقراء طلبہ کا ایک گروہ تھا جن کی تعداد ستر سے چار سو ۴۰۰ تک جو گھٹتے بڑھتے تھے۔ ان کا نہ اہل تھا نہ مال نہ کوئی حویلی تھی نہ کوئی گھر تھا۔ ان کا قیام اور نیند کھانا پینا سب مسجد نبوی میں ایک چبوترہ کے اندر ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں ان کے لئے مسجد سے باہر الگ ایک مکان بنوایا تھا۔

قَوْلُهٗ اَیْنَ ابْنُ عَمِّكَ صفحہ ۶۳/ ۱۱ بسا اوقات محاورات میں ابن عم کا اطلاق ایک دادے کی اولاد پر بھی ہوتا ہے اس طرح پوتے اور اولادِ کی اولاد پر بھی ہوتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ جناب نبی اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی تھے حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کے ابن عم نہیں تھے

تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا۔ کہ یہاں حزف مضاف ہے۔ اِیْ اِبْنِ عَمِّ اَبِیْكِ یہ قرابت قریبی مہربان ہونے کے لئے جتلائی گئی۔

قوله قم اَبَا تُرَابٍ صفحہ ۱۴/۶۳ حضرت علیؓ کے لئے اگرچہ جائزنہ تھا کہ وہ بغیر اپنے گھر کے مسجد نبوی میں قیلولہ کرنے گئے تھے جس پر آپؐ نے فرمایا اے ابو تراب یہاں سے اٹھو اور گھر جا کر آرام کرو۔ معلوم ہوا کہ فقیر مسافر کے علاوہ کے لئے بھی مسجد میں سونا جائز ہے۔ اگر جائز نہ ہوتا تو جناب نبی اکرم ﷺ حضرت علیؓ کے عزم مسجد پر انکار کر دیتے۔ بہر حال حضرت جبرین بن مطعم کی روایت ہے لَاتَمْنَعُوْ القائلة فِی الْمَسْجِدِ مُقِیْمًا وَلَاضَیْفًا الحدیث ترجمہ۔ کسی شہری اور مہمان کو مسجد میں سونے سے نہ روکو۔ تو غیر فقراً کے لئے مسجد میں سونا ثابت ہوا۔

قَوْلُهٗ فَیَجْمَعَه بِیَدِهٖ صفحہ ۱۷/۶۳ اصحاب صفہ پر ایسی چھوٹی کملی ہوتی تھی جو پنڈلیوں تک پہنچتی اور بعض کو ٹخنوں تک چھوٹے ہونے کی وجہ سے وہ اپنے چلنے کے وقت رکوع اور سجدہ میں اپنے ہاتھ سے سمیٹ لیتے تا کہ کہیں ان کا ننگ ظاہر نہ ہو جائے۔

قَوْلُهٗ قَبْلَ اَنْ یَجْلِس صفحہ ۲۲/۶۳ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ محض بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ادا کرے وہ جو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اعتکاف کی نیت سے تھوڑا سا بیٹھ جانے کے بعد تحیۃ المسجد پڑھے تا کہ اسے اعتکاف کا ثواب بھی حاصل ہو جائے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اعتکاف کا صحیح ہونا کوئی بیٹھنے پر موقوف نہیں ہے۔ وہ تو مسجد میں داخل ہوتے اگر کوئی اعتکاف کی نیت کر لے تو وہ معتکف ہو جائے گا۔ دوسرے روایت میں تصریح ہے کہ بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد ادا کرے۔ تحیۃ المسجد کو خوامخواہ مؤثر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ بلکہ امام شافعیؒ کے نزدیک تو اگر کوئی ادائے صلوٰۃ سے عمداً پہلے بیٹھ گیا تو تحیۃ المسجد کا وقت فوت ہو گیا احنافؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک جلوس سے تحیۃ المسجد کا وقت فوت نہیں ہوتا۔

باب بنیان المسجد صفحہ ۱/۶۴

اس ترجمہ کے تحت جو آثار امام بخاریؒ لائے ہیں اور وہ روایت جو بظاہر ترجمہ کے مخالف ہے۔ ان دونوں کو جمع کرنے سے اشارہ کیا کہ مسجدوں کا نقش و نگار ان کو چونے اور سیمنٹ سے پختہ کرنا اس وقت مکروہ ہے جب یہ فخر اور ریا کے لئے ہو۔ اور نمازیوں کے شغل کا سبب بنے۔ اور ان کے دلوں کے توجہ کا مرکز بنے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو پھر کراہت نہیں ہے۔ یہی سیدنا عثمانؓ کے مسجد نبوی میں تغیر کرنے کا جواب ہے۔ کہ انہوں نے کھجور کی لکڑیوں کی بجائے ساگوان کی لکڑی استعمال کی۔ اور کچی اینٹو کی بجائے پتھر رکھے۔ جس پر صحابہ کرامؓ نے ان پر اعتراض کیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے سب کچھ اپنے مال سے بنایا ہے بیت المال کا پیسہ خرچ نہیں کیا۔ جس پر صحابہ کرامؓ نے سکوت کیا۔ گویا کہ جواز صحابہ کرامؓ کے سکوتی اجماع سے ثابت ہوا۔

قوله باب التعاون فی بناء المسجد

مسجد کے بنانے میں ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے دو امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ مساجد کے بنانے میں تعاون کرنا جائز ہے۔ دوسرے تعاون کے عدم جواز کے وہم کو دفع کیا کہ آنحضرت ﷺ نے مسجد نبوی کے لئے ہونجار سے مفت زمین حاصل نہ کی بلکہ اس کی قیمت ادا فرمائی۔ ترجمہ میں آیت کو ذکر کرنے سے اشارہ کیا کہ مشرکین کی تعمیر مسجد قبول نہیں جب کہ وہ اشراک کی صفت پر ہو۔ یعنی اس میں ان کے معبودان باطلہ کی تعظیم مقصود ہو یا فخر ریا اور شہرت مقصود ہو۔ اسی طرح مسلمانوں میں سے بھی جس نے ایسا کیا اس کی تعمیر بھی غیر مقبول ہو گی۔ جبکہ وہ اس سے شہرت اور فخر حاصل کرنا چاہتا ہو۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں اگرچہ تعمیر کرانے والا مشرک کیوں نہ ہو۔ اور اس کی دلیل جناب نبی اکرم ﷺ اور امت کے مسلمانوں کا حرم مکہ میں نماز پڑھنا ہے۔ حالانکہ وہ مشرکین کا بنا کردہ ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں لائی گئی۔ خوب غور کرو۔ وباللہ التوفیق

قولہ یدعونہ الی النار صفحہ ۱۲/۶۴ حضرت عمار بن یاسرؓ جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہؓ کی جماعت کے ہاتھوں شہید ہوئے جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد تھا کہ تقتلہ الفئۃ الباغیۃ یدعونہ الی النار او کما قال ترجمہ:۔ کہ انہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا جو انہیں جہنم کی طرف بلاتے ہوں گے۔ اس حدیث سے حضرت علیؓ کے حامیوں نے اپنی حقانیت پر استدلال کیا حضرت امیر معاویہؓ کے لوگ تاویل کرتے تھے کہ ہم باغی نہیں بلکہ ہم تو حضرت عثمانؓ کے خون کے طالب ہیں۔ تو باغیہ بغاوت سے نہ ہوا بلکہ بغی سے ہوا جس کے معنی طلب کرنے کے ہیں۔ حضرت قطب گنگوہیؒ جواب دے رہے ہیں کہ واقعی یہ فعل قتل امیر معاویہؓ کے لوگوں کے بارے میں عتاب کا باعث ہوا لیکن چونکہ اجتہادی غلطی تھی کہ حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں نے قتل عمارؓ کا ارتکاب کیا جو عقوبت اور نار کا سبب تھا۔ البتہ یہ گناہ خطا اجتہادی کی وجہ سے رفع ہو جائے گا۔ جس کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے کہ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ کہ اساریٰ بدر کے فدیہ لینے میں آنحضرت ﷺ اور دیگر صحابہ کرام سے سوائے حضرت عمرؓ کے اجتہادی غلطی ہوئی۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے در گذر فرمادیا ورنہ آپ کا ارشاد ہے کہ نزول عذاب کے وقت سوائے حضرت عمرؓ کے اور کوئی نہ بچتا۔ اس آیت کی تفسیر میں امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اور توجیہات بھی کی ہیں جن میں سے چوتھی توجیہ یہی ہے۔ نیز! اقل المرتبتین کو اعلیٰ مرتبہ کے اعتبار سے عذاب اور نار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور ایک معنی ضائع ہونے کے بھی ہیں۔ تو مطلب یہ ہو گا کہ اصحاب معاویہؓ حضرت عمارؓ کو امام عادل کی مخالفت کی دعوت دیتے تھے۔ جو ان کے اپنے کو ضائع کرنے کے برابر تھا۔

قولہ انکم اکثرتم صفحہ ۲۰/۶۴ حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی کی بنا میں تبدیلی کی تو عوام صحابہ کرام نے ان پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی۔ بعض حضرات نے سمجھا کہ آنحضرت ﷺ نے مساجد کی زیب و زینت سے منع کیا ہے۔ یہ نہی عام تھی جس کی انہوں نے مخالفت کی ہے۔ اور بعض دوسرے حضرات اگرچہ یہ سمجھتے تھے کہ نہی فخر و شہرت اور مقابلہ بازی سے مقید ہے۔ تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کے فعل کو فخر و مباہات پر محمول کیا تیسرے گروہ کا اعتراض محض اس وجہ سے تھا کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی عمارت میں تبدیلی کر دی۔ اور پہلے کے قدیم اصحابؓ اسی کو پسند کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کی بنیاد تعمیر باقی رہ جاتی۔ یہ نہیں کہ وہ اسے ناجائز

سمجھتے تھے۔ اور یہ بھی نہیں کہ انھوں نے حضرت عثمانؓ کے فعل کو مباہات اور شہرت پر محمول کیا ہو۔ اور چوتھے گروہ نے اس لئے اعتراض کیا کہ وہ اس ملمع سازی کو زہد اور میانہ روی کے خلاف سمجھتے تھے جس کو اختیار کرنے کا ہر ضروری کام میں حکم ہے۔ حضرت عثمانؓ کی نقل کردہ یہ روایت ان سب اعتراضات کا جواب ہے۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کی بنا مسجد کی ترغیب کے حکم کی تعمیل میں ایسا کیا ہے۔ اس روایت کو بہت سے کبار صحابہؓ نے نقل کیا ہے۔ اور مثله في الجنة کہ جس نے دنیا میں مسجد بنائی تو جنت میں اس کی طرح اس کا محل بنایا جائے گا یہ مماثلت جو حدیث میں مذکور ہے وہ مساوات میں نہیں ہے بلکہ وہ ایسے ہے جیسے دنیا میں اور آخرت کے قیراط میں نسبت ہے۔ تو ایسے جنت کے محلات اور آخرت کے مکانات جو اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو عطا فرمائیں گے وہ دنیا کے مکانات اور محلات کی بہ نسبت اعلیٰ اور ارفع ہوں گے۔ ان کی کیفیت اور کمیت کو اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والے ہیں۔

باب المرور في المسجد صفحہ ۲۳/۶۴

ترجمہ کی غرض میں اختلاف ہے۔ قطب گنگوہیؒ ترجمہ کی غرض بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شاید اس سے مراد یہ ثابت کرنا ہو کہ مسجد میں سے گزرنا اس وقت جائز ہے جب کہ اس سے کوئی مفسدہ لازم نہ آتا ہو۔ مثلاً نمازیوں کو نقصان پہنچائے یا مسجد کے آلودہ ہونے کا خطرہ ہو۔ جب کہ لوگ وہاں سے گزرنے کی عادت بنالیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ غرض ترجمہ امام شافعیؒ کے مسلک کو ثابت کرنا ہو کہ جنابت والے ناپاک آدمی کے لئے مسجد سے گزر جانا جائز ہے۔ دلیل یہ ہے کہ لفظ رجل مطلق ہے جو جنبی اور غیر جنبی دونوں کو شامل ہے اور قرآن مجید کی آیت وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ سے بھی استدلال ہے۔ جواب یہ ہے اس جگہ قید اس لئے نہیں لگائی کہ وہ معلوم ہے کہ جنبی مسجد سے نہ گذرے جیسے لہسن کھانے سے بدبو والا اور جس کا خون بہتا ہو۔ یہ ان کے لئے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ مسجد کے خون سے آلودہ ہونے کا خطرہ ہے۔ حالانکہ لفظ مطلق تو ان دونوں کو بھی شامل ہے۔ حق مسئلہ یہ ہے کہ کسی چیز کے جواز اور عدم جواز کا فتویٰ اس کی ذات پر نظر کرنے پر مبنی ہوتا ہے۔ جو عوارض اس حکم کو بدل دیں ان کی طرف نہیں دیکھا جاتا جیسے بہت سے مباحات جو کسی عارض کی وجہ سے حرام ہو جاتے ہیں یہ ایک ضابطہ ہے کیونکہ سب ممنوعات کو ایک نص میں ذکر نہیں کیا جاتا۔

قَوْلُهٗ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ صفحہ ۲۷/۶۴ حضرت حسانؓ مسجد میں شعر پڑھنے پر حضرت ابو ہریرہؓ کو اس لئے گواہ بنارہے تھے کہ حضرت عمرؓ نے انھیں مسجد میں شعر پڑھنے سے روک دیا تھا۔ تو حضرت ابو ہریرہؓ نے تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ ہاں! جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسانؓ کو مسجد نبوی میں اشعار پڑھنے کی اجازت دی تھی۔

اَجِبْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَیِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ترجمہ اللہ کے رسول کی طرف سے کفار کی ہجو کا جواب دوا ے اللہ! روح القدس سے ان کی تائید فرمادے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ حق وہی ہے جو حضرت عمرؓ فرماتے تھے کیونکہ حضرت حسانؓ ایسے اشعار پڑھتے تھے جن کا مسجد میں پڑھنا جائز نہیں تھا۔ مثلاً وہ عورتوں کے حسن و جمال کی تعریفیں اور فخر و مباہات کی باتیں جن کی اب ضرورت

نہیں رہی۔ جناب نبی اکرم ﷺ کے وقت کفار کی ہجو و مذمت کے جواب میں ضرورت تھی وہ اب نہیں رہی۔ بلکہ اس زمانہ میں شعر کے ذریعہ جواب دینا تلوار سے زیادہ اثر کرتا تھا اس لئے اسے مستحب گردانا گیا۔ حق پر ہونے کے باوجود حضرت عمرؓ اس لئے خاموش ہو گئے کہ حدیث نبوی کا ادب ملحوظ تھا اور وہ اپنے آپ کو بچانا چاہتے تھے کہ کہیں صورۃً ان کا روایت سے مقابلہ نہ ہو جائے۔ اگرچہ درحقیقت یہ مقابلہ نہیں تھا۔ کیونکہ ہر زمان اور مکان میں ہر قسم کے شعر کی اجازت نصوص کی مراد کے خلاف ہے۔ چنانچہ ترمذی اور ابو داؤد میں روایت موجود ہے۔ جس میں مساجد کے اندر اشعار پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ بہر حال قطب گنگوہیؒ نے دونوں بزرگوں حضرت عمرؓ اور حضرت حسانؓ کے مرتبوں کا لحاظ کرتے ہوئے عجیب محاکمہ کیا ہے۔

قَوْلُهٗ بَابُ اَصْحَابِ الْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ صفحہ ۱/۶۵

پہلے گذر چکا ہے مسجد میں ننگا نیزہ لے کر نہ گذرنا چاہئے کہیں نیزہ اور تیر کا پھل کسی مسلمان کی تکلیف کا باعث نہ بن جائے۔ اس باب سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر جہاد کے لئے نیزہ بازی کی جائے تو جائز ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس قسم کے مباحات جن میں عبادت کی نیت ہو ان کو مساجد میں لانے سے کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ یہ عام لوگوں کی عادت نہ بن جائے۔ اور نہ ہی اس سے نمازیوں کو کوئی نقصان پہنچے اور نہ ہی اس سے کوئی اور خرابی پیدا ہو۔

قوله زاد ابراهيم ابن المنذر الخ يَلْعَبُوْنَ بِحِرابهم اس حرابھم کی زیادتی سے پہلی حدیث کا اس باب میں لانا صحیح ہو گیا

قوله فَاَتٰي قبره فصلي عليها صفحہ ۲۳/۶۵ خادم مسجد کے فعل کی فضیلت پر تنبیہ کرنے کے لئے امام بخاریؒ نے باب منعقد کیا ہے کہ اس خادمہ کی خدمت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو اس قدر فکر ہوئی کہ اس کی قبر پر جا کر دعا مانگی۔ یا دوبارہ نماز جنازہ پڑھی تو مسجد میں جھاڑو دینے کو کوئی معمولی کام نہ سمجھنا چاہئے بلکہ یہ موجب اجر و ثواب ہے تبھی تو آپؐ نے اس کی قبر پر جا کر نماز جنازہ دوبارہ پڑھی

باب تحريم تجارة الخمر في المسجد صفحہ ۲۳/۶۵

شراب اور خنزیر اگرچہ اکبر الفواحش ہیں لیکن ان گندی و حرام چیزوں کا ذکر مسجد میں اگر کسی غرض صحیح کے لئے ہو تو جائز ہے جیسے ان کی حرمت یا ان کی تجارت وغیرہ حرام ہے ان مسئلوں کا بیان کرنا مساجد میں جائز ہے۔ ان کے نام لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

باب الخدام للمسجد صفحہ ۲۶/۶۵

ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ مسجد کے متولی وغیرہ کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ مسجد کے لئے ایک ایسا خادم مقرر کرے جو مسجد کی دیکھ بھال کرے اور صفائی وغیرہ کا خیال رکھے۔ خواہ وہ مسجد کی ضروریات مسجد کے مال سے پوری کرے۔ جب کہ اس کی ضرورت ہو۔ یا اپنے مال سے کرے۔ یا یہ کرایہ اور اجرت پر حاصل کرے۔ یا یہ کہ کوئی حسبتہ لله مسجد کی خدمت کرے۔ یہ سب صورتیں جائز ہیں۔

البتہ جب کسی کو تنخواہ پر مقرر کیا جائے تو اس عبادت کا ثواب تنخواہ دینے والے کو ملے گا اسے حاصل نہیں ہوگا بل ینتقل ثوابہ الی المستا جر جب کہ وہ عبادت مستحب ہو تو اس پر اجرت لینا جائز ہے۔ فرض عین یا فرض کفایہ پر اجرت لینا جائز نہیں۔ البتہ متاخرین نے ان پر بھی اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ حتیٰ کہ مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ فساد میں ہر دین کے کام کرنے والے کو تنخواہ لینا ضروری ہے تاکہ وہ پابندی سے کام کرے بغیر تنخواہ پابندی نہیں ہو سکتی۔

بَابُ الاِغْتِسَالِ اِذَا اَسْلَمَ صفحہ ۶۶/۷

یہ ترجمہ دو فائدوں کی غرض سے قائم ہوا ہے۔ مؤلفؒ کو ربط الاسیر ایضا کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اسلئے کہ قیدی اور مدیون کو مسجد میں باندھنے کا حکم پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ یہ باب درباب ہے جب کوئی مشرک اسلام لانا چاہے تو اسے پہلے غسل کر کے مسجد میں داخل ہونا چاہیئے۔ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے اکثر اہل علم اسے استحباب پر محمول کرتے ہیں۔ امام احمدؒ کے نزدیک مشرک کو اسلام لانے کے لئے غسل کرنا واجب ہے۔ امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ پہلے ترجمہ کا اعادہ کر کے اسی پر تنبیہ کی ہے اور ایضاً کے کلمہ سے اس پر تنبیہ کی ہے کہ یہ حکم اگرچہ حدیث سابق سے ثابت تھا لیکن قصہ عفریت پر قیاس کر کے اسے ثابت کیا گیا ہے ایسے الفاظ ذکر کئے جس سے صراحۃً قیدی کو مسجد میں باندھ دینے کا جواز دلیل سے ثابت کرتا ہے کہ حدیث عفریت کے بعد اس کی مطابقت ربط الاسیر سے ظاہر ہے۔ اور غریم کا حکم اسیر پر قیاس کرتے ہوئے ثابت کیا۔ الاغتسال للاسلام کا بظاہر ابواب مسجد سے کوئی ربط نہیں لیکن مشرک کا اسلام لانے کے لئے مسجد میں داخل ہونا اس کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ اس بنا پر اسے ابواب مساجد میں ذکر کر دیا

فاذا سعدیغذو دما صفحہ ۱۶/۶۶ حضرت سعد بن معاذؓ کو خندق کی لڑائی میں رگ کے اندر تیر لگا جس سے خون بہنے لگا۔ آپؐ نے اس خیال سے کہ ان کی عیادت کرنے میں آسانی ہو مسجد نبوی میں ان کے لئے خیمہ لگوا دیا۔ اس پر اشکال تھا کہ جب خون بہہ رہا ہے تو آپؐ نے مسجد میں خیمہ لگانے کی اجازت کیوں دی کیونکہ خون تو نجس ہے۔ قطب گنگوہیؒ جواب دے رہے ہیں کہ جب خیمہ لگایا گیا تو اس وقت خون نہیں بہہ رہا تھا ورنہ مسجد کے خون آلودہ ہونے کی بنا پر آپؐ خیمہ زن ہونے کی اجازت نہ دیتے۔ دراصل ان کا خون کبھی جاری ہو جاتا تھا اور کبھی بند ہو جاتا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ مسجد جس کا اس جگہ ذکر ہے اس سے نہ تو مسجد نبوی مراد ہے اور نہ ہی کوئی اصطلاحی مسجد مراد ہے بلکہ اس سے وہ جگہ مراد ہے جو خندق کھودتے وقت نماز ادا کرنے کے لئے بنائی گئی تھی کیونکہ مسجد نبوی تو چھ میل کے فاصلہ پر تھی آپؐ قریب سے کیسے بیمار پرسی کر سکتے تھے۔ اصحاب سیر نے اسے مسجد کے لفظ سے تعبیر کر دیا۔ امام بخاریؒ کا اس حدیث سعدؓ کو ابواب المساجد میں ذکر کرنا پہلے جواب کی تائید کرتا ہے۔ چونکہ امام بخاریؒ ہر احتمال سے استدلال کرنے کے عادی ہیں ممکن ہے احکام مساجد میں توسیع بیان کرنے کے لئے ایسا کیا۔ تو یہ ان کے اصول تراجم میں داخل ہے۔ فلا اشکال الخ تفصیل قصہ سعدؓ کتاب المغازی میں آئے گی۔

بَابُ اِدْخَالِ البعیر فی المسجد صفحہ ۱۶/۶۶

ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ اگر کسی ضرورت کی بنا پر جانور کو مسجد میں داخل کرنا ہو تو یہ جائز ہے۔ نہی اس لئے تھی کہ مسجد بول براز سے ملوث نہ ہو۔ یا جانور سدھایا ہوا ہو اور اس کے پیشاب کرنے اور گوبر کرنے کا خدشہ نہ ہو تو پھر اسے مسجد میں داخل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

باب قطب گنگوہیؒ نے باب بلا ترجمہ لانے کی غرض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کبھی باب در باب کی مناسبت پہلے باب سے مخفی ہوتی ہے۔ الجواب سے اس کی طرف اشارہ کیا لیکن ذکر کرنے کا اتفاق نہ ہو سکا۔ حضرت مولانا محمد یحیٰ کاندھلویؒ نے اس جواب کا خلاصہ درس میں بیان فرمایا۔ کہ ہر دو صحابی کے عصا کے سر اونٹ کے سر کے مشابہ تھے۔ اس مناسبت سے اس واقعہ کو ادخال البعیر میں لائے اور اسے ابو اب المساجد میں امام بخاریؒ نے اس لئے ذکر کیا کہ وہ دونوں صحابی حضرت عباد بن بشرؓ اور اسید بن حضیرؓ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ دیر تک مسجد میں ٹھہرے رہے۔ تو آنحضرت ﷺ کی برکت اور مسجد کی فضیلت اور اس میں زیادہ دیر تک رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی لاٹھیوں میں روشنی پیدا کر دی جو بجلی کا کام دیتی تھی۔ الحاصل اس باب کو سابق باب سے مناسبت کے بارے میں اکابر کے دس گیارہ اقوال ہیں جن کو لامع کے حاشیہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

باب الخوخة والممر فی المسجد صفحہ ۲۴/۶۶

الممر مصدر میمی نہیں تاکہ تکرار ترجمہ لازم آئے بلکہ یہ عطف تفسیری ہے کہ خوخہ سے وہ چھوٹی کھڑکی مراد ہے جو مسجد میں گذرنے کے لئے بنائی جائے۔ اور کچھ بڑی کھڑکیاں ہوتی ہیں جنہیں طاق کہا جاتا ہے۔ شیخ گنگوہیؒ بھی یہی فرما رہے ہیں کہ جب کوئی مانع مثل جنابت وغیرہ کے نہ ہو تو مسجد سے گذرنا جائز ہے۔ اس کے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت اسلئے پیش آئی کہ جب خوخات والوں کو اپنے خوخات بند کرنے کا حکم ہوا تو شاید مسجد سے گذرنا بھی منسوخ ہو اس کے جواز کو ثابت کیا۔ ورنہ حضرت ابو بکرؓ کی تخصیص کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی افراد امت میں سے ایک فرد ہیں جیسے گذرنا ان کے لئے جائز ہے دوسروں کے لئے بھی جائز ہوگا۔ البتہ ان کے خصوصی ذکر سے بتلانا ہے کہ وہ امامت صغریٰ کے زیادہ حقدار ہیں۔ تاکہ اس سے ان کے لئے امامت کبریٰ کے لئے زیادہ شرف اور عزت ظاہر ہو۔ کہ جس طرح مسجد میں امامت کے لئے جانے کے لئے محض ان کو اجازت دی گئی باقی لوگ روک دیئے گئے اس طرح خلافت بھی ان کے لئے خاص ہے دوسرا اس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بہر حال اس سے حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت واضح طور پر ظاہر ہوئی۔

ولكن خلة الاسلام صفحہ ۱۰/۶۷ خلاصہ یہ ہے کہ دلی دوستی اسلام پر مبنی ہے۔ اور حضرت ابو بکرؓ کا اسلام اعلیٰ مرتبہ کا ہے تو جو خلۃ اس پر مبنی ہوگی وہ بھی خلۃ کے اعلیٰ مراتب میں سے ہوگی۔ ورنہ عام خلۃ تو تمام مسلمانوں کو حاصل ہے۔ اور خلت یہ ہے کہ

دوسروں سے بالکل انقطاع ہو صرف ایک ہی اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو۔ حضرت ابو بکرؓ اس درجہ کے مستحق ہیں۔ لیکن ایک مانع کی وجہ سے وہ میرے خلیل نہیں بن سکتے وہ مانع یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خلیل بنا چکا ہوں لو کنت متخذا خلیلا غیر اللہ لاتخذت ابابکر خلیلا۔

باب الابواب والغلق صفحہ ۱۱/۶۷

مسجدوں کے دروازے رکھنا اور ان کو تالے لگانا وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ سے وہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید مسجدوں کے دروازوں کو تالے لگا کر بند کرنا مکروہ ہو۔ جس کا نتیجہ مسجد کی وضع کو توڑنے کے مترادف ہوگا۔ کیونکہ مسجد ایک مشترک حق ہے۔ کوئی ایک شخص اس کا مالک نہیں بن سکتا کہ وہ مسجد کو تالا لگا کر بند کردے۔ اور دوسرے کو آنے سے روک دے۔ تو امام بخاریؒ نے اس توہم کا دفعیہ کرتے ہوئے ثابت کیا کہ ایسا کرنا کسی فائدے کے پیش نظر جائز ہے مثلاً مسجد کے سامان کی حفاظت کرنا ہے یا اس کے اثاثہ کو محفوظ کرنا ہے روایت اور اثر کی دلالت اس مقصد پر ظاہر ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ کی یہ مسجد طائف میں تھی جب کہ وہ طائف میں منتقل ہوئے تو وہاں مسجد بنوائی جو عجیب وغریب تھی جس کو مقفل رکھا جاتا تھا۔

قولہ ترفعان اصواتکم صفحہ ۶۴/۶۷ شاید ان دونوں حضرات نے رخصت کی حد سے زیادہ اپنی آواز کو بلند کیا ہوگا جس پر حضرت عمرؓ نے ان کو اوجعتکما کی دھمکی دی۔ یا ان لوگوں نے کسی امر خیر کے علاوہ کسی اور معاملہ میں آواز کو بلند کیا ہوگا جس کا مسجد میں کرنا درست نہ ہوگا۔ بہر حال امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ امام مالکؒ مسجد کے اندر مطلقاً کسی طرح رفع صوت کی اجازت نہیں دیتے۔ خواہ علم کے لئے ہو یا کسی اور مقصد کے لئے ہو۔ ائمہ ثلاثہ غرض دینی اور نفع دنیوی میں فرق کرتے ہیں تو ممانعت اس صورت میں ہوگی جبکہ اس میں کوئی منفعت دینی نہ ہو ورنہ حضرت کعبؓ کی روایت کے مطابق جواز ثابت ہوگا

قولہ فارتفعت اصواتھما صفحہ ۲۷/۶۷ ان حضرات کی بلند آوازی اس حد تک نہیں پہنچی ہوگی جس پر انکار کیا جائے نیز اس رفع صوت میں تو اپنے حق کو زندہ کرنا تھا جو منفعت پر مبنی ہوا لہذا جائز ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے دو مختلف روایتیں لا کر اشارہ کیا کہ ہر رفع صوت ممنوع نہیں ہے۔ اور نہ ہی رفع صوت کی رخصت دی گئی ہے۔ اگر اشکال ہو کہ رفع صوت حد ممنوع تک پہنچ گئی تھی جبھی تو آنحضرت ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اور حضرت کعبؓ کو آدھی رقم چھوڑنے کا حکم دیا۔ جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ان کی آواز کو سن لینا مسجد کے چھوٹے اور حجرہ کے قریب ہونے کی وجہ سے تھا اب اشکال نہ رہا۔

قولہ باب الحلق فی المسجد صفحہ ۶۸

بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز جمعہ سے پہلے حلقہ بندی سے منع فرمایا اور بعض سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے تو جہاں حلقہ بندی سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد وہ حلقہ بندی ہوگی جو نماز کے معاملہ میں خلل انداز ہو یا نماز ادا کرنے سے رکاوٹ بنے

اگر یہ اجتماع کسی اور مقصد کے لئے ہو۔ خطبہ سننا ہے یا وعظ ونصیحت سننا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ ان حضرات کا ارد گرد بیٹھنا وعظ اور علم کے لئے تھا۔ تو اجتماع حلقہ بندی کی صورت میں ممکن ہے۔ صف بندی کی صورت میں اس لئے ممکن نہیں کیونکہ حلقہ بندی کی صورت میں پوری توجہ ہوتی ہے اور واعظ کی طرف پورا دھیان ہوتا ہے جو وعظ میں مفید ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں واعظ سے قرب ہوتا ہے۔ بخلاف صف بندی کے اس میں بعض کو واعظ کا قرب حاصل ہوگا بعض کو نہیں ہوگا۔ تیسری روایت میں تو اس کی صراحۃ بھی آگئی ہے جو پہلی دو روایتوں میں اس کا قرینہ ہوگا کہ ان حضرات صحابہ کرامؓ کا آپؐ کے گرد جمع ہونا خطبہ سننے کے لئے تھا۔ کیونکہ پہلی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ منبر پر تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ خطبہ دے رہے تھے تو صحابہ کرامؓ کا اجتماع خطبہ سننے کی غرض سے ہوا۔ واللہ اعلم

بَابُ الِاسْتِلْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ صفحہ ۱۸/۶۸

حدیث میں مسجد کے اندر چت لیٹنے سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔ اور روایت باب سے اس کا جواز ثابت ہے۔ تو نہی اس صورت میں ہوگی جب کہ تنگ کہ کھل جانے کا اندیشہ ہو اگر کشف عورت کا خطرہ نہ ہو تو پھر مسجد میں چت لیٹنا جائز ہوگا۔ تو امام بخاریؒ حدیث باب جواز ثابت کرنے کے لئے لائے ہیں نہی منسوخ ہوگی۔ شیخ گنگوہیؒ نے اسے پاؤں دراز کرنے پر محمول کیا ہے۔

باب المسجد یکون فی الطریق

اس باب سے امام بخاری کی غرض یہ ثابت کرنا ہے کہ راستہ کی طرح مسجد بنانا بھی عوام کا حق ہے۔ ہر شخص کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے ملک میں بعض حصہ کو مسجد بنائے بشرطیکہ عوامی مفاد کو نقصان نہ پہنچے اس طرح ہر ایک کو یہ بھی حق ہے کہ اگر نقصان نہ ہو تو پھر بھی راستہ میں مسجد بنانے سے روک سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب راستہ تنگ نہ ہو تو عوام کو حق حاصل ہے کہ راستہ میں کوئی نئی چیز پیدا کریں بشیر طیکہ عوام کو نقصان نہ پہنچے۔ خواہ وہ احداث خاص کر اپنے فائدہ کیلئے یا اس سے عوام کو فائدہ پہنچتا ہو۔ جیسے سایہ بنالینا یا چوپال بنالینا تو جس طرح ہر ایک کو راستہ میں کسی ایجاد کا حق ہے۔ اس طرح اشتراک کی وجہ سے ہر ایک کو منع کرنے کا بھی حق ہے۔ بہر صورت جواز اس سے مقید ہے کہ کسی ہمسایہ اور گزرنے والے کو نقصان نہ پہنچے۔

بَابُ الصَّلٰوةِ فی مسجد السوق صفحہ ۱/۶۹

مسجد سوق سے وہ جگہ مراد ہے جس کو کسی شخص نے اللہ کی رضا کے لئے اس لئے وقف کر دیا کہ وہاں نماز ادا کی جائے۔ اس کیلئے مسجد کا حکم نہیں ہے کیونکہ مسجد کا حکم ثابت کرنے کیلئے کچھ شرائط ہیں جو فقہ میں مشہور ہیں کہ اذن عام ہو۔ مسجد بند نہ ہو۔ حدیث باب مسجد سے اصطلاحی مسجد مراد نہیں اس پر قرینہ یہ ہے کہ حدیث میں صلوته فی سوقه کے الفاظ ہیں اگر اس سے مسجد اصطلاحی مراد ہوتی تو صلوٰۃ مسجد کا ثواب کم کیوں ہوتا۔ امام بخاریؒ نے اس باب کو اس لئے ذکر کیا کہ بظاہر بازار شور و شغب کی جگہ ہے۔ اس میں خرید و فروخت ہوتی ہے

جھوٹی سچی قسمیں اٹھائی جاتی ہیں۔ وہم ہوتا تھا کہ شاید ایسے مقامات بازاری میں نماز جائز ہو۔ اس باب سے بازار کی مسجد میں نماز پڑھنے کے جواز کو ثابت کر دیا کہ جب بازار میں نماز ادا کرنا جائز ہے تو بازار کی مسجد میں نماز ادا کرنا بھی جائز ہوگا۔ اس لئے علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ میں مسجد سے مسجد اصطلاحی مراد ہے۔ مولانا مکیؒ فرماتے ہیں کہ مسجد سے جماعت فی السوق مراد نہیں۔ بلکہ اگر دکان میں کوئی شخص اکیلے نماز پڑھ لے تو اس کو مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا ثواب نہیں ملے گا۔ اب اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر کسی شخص نے مسجد کے علاوہ گھر یا بازار میں یا کسی اور جگہ جماعت سے نماز ادا کر لی تو کیا اسے مسجد کی جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ وہ ثواب نہیں ملے گا۔ سہ اگر در خانہ صد محراب داری نماز آں بہ کہ در مسجد گذاری (از مرتب)

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ پچیس ۲۵ گنا یا ستائیس ۲۷ گنا کا ثواب جماعت پر مرتب ہے۔ تو اس میں مسجد اور غیر مسجد برابر ہوں گے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ کئی گنا ثواب بظاہر مسجد کی فضیلت کی وجہ سے ہے۔ لہذا مسجد کا ثواب زیادہ ہوگا بہر حال ہر دو حضرات کے نزدیک ثواب ایک کے لئے ہے دوسرے کے لئے نہیں۔ لیکن دونوں اقوال پر مسجد کا ثواب معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا ہے۔ اور دوسرے حضرات کے نزدیک اگر مسجد کا ثواب معلوم ہے تو پھر جماعت کا ثواب معلوم نہیں ہوگا کہ وہ کیا ہے۔ حدیث باب میں جو ثواب کی تعیین ہے ظاہر یہی ہے کہ اس سے ان لوگوں کی تائید ہوتی ہے جو اسے مسجد کے لئے کہتے ہیں۔ کیونکہ سوائے ان تین مساجد یعنی مسجد حرام مسجد نبوی اور مسجد بیت المقدس کے باقی سب مساجد برابر ہیں۔ کہ وہ ایسی عبادت گاہیں ہیں جن کی نسبت اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں۔ جماعت تو اس طرح نہیں ہے کیونکہ وہ ثواب تو جمع ہونے والوں کے اختلاف پر مبنی ہے تعداد زیادہ ہے تو ثواب زیادہ ہوگا۔ تعداد کم ہے تو ثواب کم ہوگا۔ اسی طرح کیفیت میں بھی اختلاف کی وجہ سے ثواب مختلف ہوگا۔ اب اس میں صحیح فیصلہ کن بات یہ ہے کہ حدیث باب میں جو ثواب مذکور ہے وہ جماعت پر مرتب ہے۔ البتہ جب کوئی شخص جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرے گا تو اس کا ثواب یقیناً زیادہ ہوگا جو نماز گھر میں ادا کی جائے۔ اگرچہ فضیلت کیفیت کے اعتبار سے ہوگی کمیت کے اعتبار سے فضیلت نہ ہوگی۔ حاصل یہ نکلا کہ جو نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کی جائے وہ مسجد میں اکیلے نماز پڑھنے سے افضل ہے اور گھر میں اکیلے نماز پڑھنے سے گھر میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے۔ اور ہر دو جماعتوں کو پچیس یا ستائیس کی فضیلت حاصل ہوگی۔ خواہ وہ نماز مسجد میں ادا کی جائے یا گھر میں اور بازار میں ادا کی جائے۔ کیونکہ مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنا ثواب میں اضافہ کے علاوہ شعار اسلام کا اظہار ہے۔ جس کا گھر اور بازار میں نماز با جماعت ادا کرنے سے اظہار نہیں ہوتا۔ مسجد میں تکثیر جماعت بھی ہوگی۔ لیکن یہ فضیلت اس وقت ہے جب کہ سنن اور آداب کے ساتھ نماز کو مکمل کیا جائے گا اگر ہمارے زمانہ کے اماموں کے طرز عمل کے مطابق استکمال سنن و آداب نہ ہوتا ہو تو گھر میں جماعت کا اہتمام کرنا بہتر ہے۔

قولہ مادام في مجلسہ صفحہ ۶۹ / ۷ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ساری مسجد ہے خاص کردہ جگہ مراد نہیں جہاں پر رکوع و سجود کیا ہے بلکہ مسجد کے جس حصہ میں بیٹھ کر دوسری نماز کا انتظار کرے تو اسے نماز کا ثواب ملے گا۔ اس طرح دونوں احادیث میں تخالف نہیں رہیگا۔

باب تشبيك الاصابع صفحہ ۶۹/۸

نماز میں انگلیوں کے چٹخارے نکالنا اگرچہ حرام نہیں بلکہ محض ادب ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح اس نماز میں توجہ نہیں رہے گی جس کے لئے گھر سے نکلا تھا۔ حالانکہ جب سے وہ گھر سے نماز کی نیت سے نکلا ہے وہ نماز میں رہتا ہے۔ اس لئے چٹخارے نکالنے سے نماز سے روگردانی ہو جائے گی۔ اور روایات میں اسے عمل شیطان کہا گیا ہے۔ نماز کے علاوہ چٹخارے نکالنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اگر تشبیك کسی غرض صحیح کے لئے ہے تو جائز ہے۔ عبث ہو تو ناجائز ہے۔ آپؐ نے مؤمن کی مثال میں تشبیك اصابع کیا ہے جس سے مؤمن کو ایک دوسرے کا اس طرح مددگار ہونا چاہئیے جیسے آپس میں یہ انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ تشبیك سے انگلیوں کو ملانا۔ اور فرقعہ کے معنی چٹخارے نکالنا ہے۔ ایک دوسرے کے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں۔

فقومه لي واقد صفحہ ۶۹/۱۰ واقد جو عاصم کے بھائی ہیں۔ عاصم بن محمد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث میں نے اپنے باپ سے سنی تھی لیکن اچھی طرح اسے ضبط نہ کر سکا۔ تو میں نے اسے اپنے بھائی واقد سے ضبط کیا جنہوں نے اپنے باپ سے اسے روات کیا جو میرے بھی باپ ہیں اور میرے استاد و شیخ بھی ہیں۔

قوله بهذا صفحہ ۶۹/۱۳ امام بخاریؒ کا مقصد اس تعلیق سے صحابی کی تعیین کرنا ہے۔ کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ہیں پہلی روایت میں واقد راوی نے اسے شک سے بیان کیا تھا۔ هذا سے اشارہ ان گڈمڈ لوگوں کی طرف ہے کہ اب وہ اس طرح ہو گئے ہیں سنجیدہ کوئی نہیں رہا۔

باب المساجد التي على طرق المدينة صفحہ ۶۹/۲۶

آنحضرت ﷺ جب مدینہ منورہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو جن جن مقامات پر آپؐ نے آتے جاتے پڑاؤ کیا۔ اس باب میں ان مواضع کا ذکر ہے۔ تا کہ ان مواقع پر نماز پڑھ کر اور دعا مانگ کر برکت حاصل کی جائے۔ اس طرح ان کی ابواب مساجد سے مناسبت ظاہر ہے۔ پھر حضرت سالم اور نافعؒ کی عبارتوں میں اختلاف ہے غالباً ان کا مقصد ایک ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ کے بعد ان مکانات میں کچھ تغیر پیدا ہو گیا جس سے سننے والے پر مقصود رل مل گیا اسلئے بیان کی ضرورت پیش آئی۔ اس باب میں جن مقامات کا ذکر ہے وہ سات مواضع ہیں۔ غالباً بعض مقامات حضرت ابن عمرؓ پر اس لئے پوشیدہ رہے کہ وہ ان میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ نہیں تھے۔ ورنہ حرمین شریفین کے درمیان منزلیں سات سے بھی بڑھ کر ہیں۔ یا جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنے سفر میں جس میں ابن عمرؓ آپؐ کے ہمراہ تھے سات ہی مقام پر پڑاؤ کیا۔ ان میں سے پہلی منزل کو اپنے اس قول سے بیان کیا **كان ينزل بذى الحليفة** حاصل یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف آتے جاتے جہاں پڑاؤ کیا وہ جگہ ایک ہی ہے یعنی وادی عقیق یا اس کے قریب ہے وہاں پر دو مسجدیں ہیں جن میں سے ایک کے اندر آپؐ نے جاتے ہوئے نماز پڑھی ہے اور دوسری میں واپسی پر نماز ادا کی وہ دونوں مسجدیں اس وادی کے کنارہ پر بالکل آمنے سامنے ہیں

اور راستہ وادی کے اندر جارہا ہے۔ ان دو مسجدوں میں سے پہلی مسجد تو واضح ہے جس کو اپنے قول تحت سمرة سے بیان کیا۔ پھر یہ بھی تنبیہ کردی کہ وہ مسجد جواب ذی الحلیفه میں بنائی گئی ہے وہ بعینہ اسی جگہ پر ہے اس کا معاملہ تو واضح ہو گیا۔ لیکن دوسری مسجد کے بیان میں خفا تھا اس کو بیان کرتے ہوئے یوں فرمایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں بطحا شرقی سے ظاہر ہونے کے بعد پڑاؤ کیا جاتا ہے شاید وادی کے کنارے پر دو کنکریلی جگہیں ہوں ایک شرقی اور غربی۔ پھر چونکہ اس جگہ دو اور مسجدیں بھی ہیں تو ان کو ممتاز کرنے کے لئے شروع کیا۔ تاکہ سامع پر یہ تینوں مسجدیں رَل مل نہ جائیں۔ بنابریں فرمایا کہ اس مقام پر دو اور مسجدیں ہیں جن میں سے ایک تو اس جگہ ہے جس کے پاس پتھر ہیں اور دوسری ٹیلوں کے اوپر ہے اور مسجد مقصود جس میں جناب نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھی وہ زمین کی گہرائی میں ہے لیکن سیلابوں کی وجہ سے اب وہ جگہ ہموار ہو گئی ہے۔ جس میں کچھ مٹی پڑی ہوئی ہے اور کچھ کنکریاں ہیں۔ بطحاء سے اس جگہ یہی مراد ہے۔ یہاں تک دو مسجدوں کا بیان مکمل ہوا۔ اب اس تیسری مسجد کا بیان شروع ہوتا ہے جو شرف روحاءٔ میں ہے۔ روحاءٔ ایک جگہ کا نام ہے جس کے دو حصے ہیں ایک اوپر کا اور دوسرا اینچے کا۔ جیسے کہ عموماً شہروں کے اندر نشیب و فراز کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ تو شرف روحاءٔ کے الفاظ سے بیان کر دیا کہ اس کے دو ٹکڑوں میں سے اوپر کے حصہ میں ہے۔ اور اوپر کے حصہ میں یہاں دو مسجدیں ہیں ایک چھوٹی اور دوسری بڑی۔ پس چوٹی مسجد وہ ہے جس کو لوگوں نے مسجد النبی ﷺ قرار دیا ہے۔ ان کا گمان ہے کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں پر جناب نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ لیکن یہ ان کی غلطی ہے۔ دوسری مسجد اس شہر کے لوگوں کی ہے۔ جس میں وہ لوگ نماز ادا کرتے ہیں۔ جناب نبی اکرم ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ اس چھوٹی مسجد کے قریب ہے وہ چھوٹی مسجد نہیں ہے۔ تو اس مقام کی تعیین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تم چھوٹی مسجد میں کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف رُخ کرو جہاں نمازی کھڑا ہوتا ہے تو یہی دائیں جانب وہ موضع مقصود ہے۔ پس اگر تم اس جگہ نماز پڑھنا چاہو جہاں آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے پڑھی تھی تو تم چھوٹی مسجد کو اپنی بائی جانب رکھو اور تم خود دائیں جانب کھڑے ہو جاؤ۔ پھر ارادہ کیا مسجد صغیر کے مقام کی نشاندہی کریں جس کے بغیر مسجد میں التباس ہو جائے یا زمانہ کے تغیرات کی وجہ سے اس جگہ کے نشانات مٹ جائیں تو فرمایا کہ جب تم مکہ معظمہ جارہے ہو تو وہ مسجد صغیر تمہارے دائیں جانب ہو گی۔ اور وہ بڑی مسجد سے کوئی پتھر پھینکنے کی دوری پر ہو گی۔ پھر اس کی مزید وضاحت کے لئے اور اس مکان کی تعیین کے طور پر فرمایا کہ وہ پہاڑ جو روحاء کے موڑ پر ہے یہاں تک پہنچے تھے۔ کہ بقیہ حدیث کی شرح اس طرح نہ ہو سکی جس طرح شروع میں وضاحت ہوئی۔ اوراق ضائع ہو گئے جس کا سخت افسوس ہے۔

باب قدر کم ینبغی ان یکون بین المصلّی والسترة صفحہ ۷۱/۱

نمازی اور سترہ کے درمیان کس قدر فاصلہ ہونا چاہیئے۔ ظاہر یہ ہے کہ مصلی فاعل کے وزن پر ہے اور وہ فاصلہ جو نمازی اور سترہ کے درمیان ہو اس سے وہ فاصلہ مراد ہے جو نمازی کے سجدہ کرنے کی جگہ سے دیوار تک ہے۔ عقلی طور پر مصلی جائے نماز پر بھی محمول کرنا ممکن ہے۔ لیکن روایت سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ تو مصلی سے تمام وہ جگہ مراد ہو گی جو نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ سے اس کی سجدہ کرنے کی جگہ تک ہے۔ تو دونوں صورتوں میں مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ دیوار اور پیشانی رکھنے کی جگہ تک زمین کی کتنی مقدار ہونی چاہیئے

وہ ممر الشاۃ ہے یعنی بکری کے گذرنے کی جگہ ممکن ہے۔اس سے مراد یہ ہوا کہ اتنی جگہ جس سے بکری تنگی اور دقت کے ساتھ گذر سکے ۔اور اگلی روایت میں ہے کہ بکری وہاں سے آسانی اور فراخی کے ساتھ نہ گزر سکے یا ممکن ہے یہ مراد ہو کہ اس جگہ سے کمزور اور چھوٹی بکری کا گزر جانا ممکن ہو۔لیکن بڑی اور موٹی بکری کا گزرنا وہاں سے ممکن نہ ہو۔تو کلام مثبت نے جو کچھ ثابت کیا تھا لاتکاد الخ کی نفی نے اس کے غیر کو ثابت کیا۔اگر سب کو ان کے گمان کے مطابق اندازے پر محمول کیا جائے یا اسے محض تقریب قرار دیا جائے تو جواب دینے کی بجائے یہ معاملہ نہایت آسان ہوگا۔امام بخاریؒ نے مصلی بکسر اللام کو ترجمہ میں ذکر کر کے اختلاف بین العلماء کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شیخ المشائخ فرماتے ہیں کہ قدم سے لیکر پیشانی کی جگہ تک اتنی مقدار ہو کہ لوگوں پر راستہ تنگ نہ ہو اور موضع سجود اور دیوار کے درمیان ممر الشاۃ قریباً تین ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہیئے۔اور ممر الشاۃ صرف نصف ذراع کا فاصلہ ہے۔البتہ بعض نے بالشت برابر قرار دیا ہے۔ لیکن عادۃً سجدے کے لئے اتنی جگہ ناکافی ہے۔امام مالکؒ کے نزدیک کوئی حد نہیں۔جس قدر جگہ پر رکوع و سجود آسانی سے ہو سکے وہ کافی ہے باقی ائمہ نے اسے تین ذراع یعنی تین ہاتھ پر محمول کیا ہے۔

بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى الْحَرْبَة صفحہ ۷۱/۲۰

نیزے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔دراصل ان چیزوں کی طرف منہ کر کے سجدہ کرنا ممنوع ہے۔جن سے بت پرستوں سے مشابہت لازم آتی ہو۔اس کا تقاضا تھا کہ چھوٹا نیزہ ہو یا بڑا یا اور کوئی ہتھیار ہو ان کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھنی چاہیئے کیونکہ بعض فرقے اس کی تعظیم کرتے ہیں جیسے ہمارے ملک میں سکھ کرپان کی تعظیم کرتے ہیں اور مصری لوگ ہتھیاروں کی پوجا کرتے تھے۔تو ان کا رد کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے باب باندھا کہ نہی کا اثر ان لوگوں کے عقائد پر ہوگا جو قابل بیان گروہ ہو اور ہتھیاروں کی عظمت کی شہرت ہو۔جو جاہل لوگ تھوڑی تعداد میں ہوں ان کی پرواہ نہیں کی جاتی۔اس پر امام بخاریؒ نے کئی ابواب ذکر کئے ہیں جن کے افراد چھوٹے بڑے میں فرق بیان کیا ہے۔بنابریں اگر آج کوئی گائے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو اس میں اتنی کراہۃ نہیں ہوگی جس قدر آگ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں کراہۃ ہے اس لئے کہ آگ کی عبادت کی شہرت گائے کی عبادت کی شہرت سے زیادہ ہے۔اور آگ کے پرستاروں میں گائے کے پرستاروں کی بنسبت آگ کی تعظیم زیادہ ہے۔اور اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ سترہ کی مقدار بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اس کی لمبائی کتنی ہو۔ غنزہ چھوٹا نیزہ اور حربہ بڑا نیزہ ترجمہ میں دونوں کا ذکر کر کے اشارہ کیا کہ سترہ کے طول و عرض میں کوئی حد بندی نہیں ہے۔

قولہ ومعنا عكازة صفحہ ۷۱/۲۶ پوری حدیث کو ذکر نہیں کیا۔جس میں ہے کہ آپؐ جب نماز پڑھتے تھے تو اس لاٹھی کو جس کے سر پر نوک ہوتی تھی زمین میں گاڑ دیتے پھر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔تو اس اعتبار سے ترجمہ اور روایت میں مطابقت ہو جائے گی۔تو ترجمہ حدیث کے لئے شارحہ ہوا۔

باب السترة بمكة وغيرها صفحہ ۱/۷۲

طواف کرنے کی جگہ اور مسجد حرام میں نمازی کے لئے سترہ ضروری نہیں ہے۔اس سے وہم ہوتا تھا کہ شاید حرم میں مطلقاً سترہ کا حکم نہ ہو۔اس وہم کا دفعیہ کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے اس باب سے اشارہ کیا کہ سترہ حل اور حرم مکہ اور دوسرے شہروں میں برابر ہونا چاہئے لیکن مسجد حرام میں اس کی تاکید اسلئے ساقط ہوگئی کہ اگر حرم میں بھی سترہ کا حکم دیا جائے جیسے غیر حرم میں حکم ہے تو پھر اس سے طواف کرنے والوں پر تنگی ہوگی اور ان کے لئے حرج کا باعث ہوگا۔اس لئے سترہ کا تاکیدی حکم ساقط ہوگیا۔

باب الصّلوٰة الى الاسطوانة صفحہ ۳/۷۲

ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے کی ممانعت پر وہم ہوتا تھا کہ شاید ستون کے درمیان ذاتی طور پر نماز پڑھنا ممنوع ہو تو باب کے انعقاد سے بتلادیا کہ اسطوانة کے درمیان نماز پڑھنا اس کی ذات میں خرابی کی وجہ سے نہیں بلکہ ممانعت اس بنا پر ہے کہ اس طرح صفوں میں ٹوٹ پھوٹ ہوتی ہے اور آنے جانے والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔اگر ان میں سے کوئی وجہ نہ ہو تو ان کے درمیان نماز پڑھنا جائز ہے۔ صفوں کے نہ ٹوٹنے کی وجہ سے نماز کے جائز ہونے کو **باب الصلوة بين السوارى فى غيرجماعة** صفحہ ۱۰/۷۲ سے ثابت کیا اور آنے جانے والوں کو تکلیف نہ ہو اور صفیں بھی نہ ٹوٹیں ان دونوں کو جناب نبی اکرم ﷺ کے نماز پڑھنے سے ثابت کیا آپؐ نے کعبہ مکرمہ میں ستونوں کے درمیان نماز پڑھی۔جب کہ نہی کی دو علتوں میں سے کوئی علت موجود نہیں تھی۔چونکہ مسجد نبوی کے ستون آمنے سامنے نہیں تھے اس لئے صف بندی ان کے درمیان سیدھی نہیں ہو سکتی تھی۔جس کی بنا پر آپؐ نے بين السوارى یعنی مسجد نبوی کے ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے سے منع فرمادیا۔جس مسجد کے ستون آمنے سامنے ہوں جن کی وجہ سے صفوں میں کوئی خلل نہ پڑتا ہو ان کے درمیان نماز جائز ہوگی۔کوکب دری میں شیخ گنگوہیؒ نے ممانعت کی چوتھی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ ستونوں کے درمیان کی جگہ آپؐ نے جنوں کے لئے مختص فرمائی تھی۔یا یہ کہ وہ جوتوں کے رکھنے کی جگہ ہے۔بالعموم وہ نجاست سے خالی نہیں ہوتے۔نیز ! کعبہ کے ستون چھ تھے۔جن میں سے تین تو آپؐ کے پیچھے رہے دو ستونوں کے درمیان آپؐ نے نماز پڑھی۔ایک کو دائیں جانب رکھا اور ایک کو بائیں جانب تیسرا ستون بھی دائیں جانب تھا دور ہونے کی وجہ سے اس کا اعتبار نہیں۔جو ستون متصل اور قریب تھے ان کا اعتبار کیا گیا۔اس طرح ایک عمود دائیں جانب ہوا دوسرا بائیں جانب ہوگیا۔تیسرے کا ذکر نہ ہوا۔

وقوله وليس على احدنا باس الخ صفحہ ۲۰/۷۲ اگرچہ کانہ کعبہ میں جس جگہ چاہے نماز پڑھنا جائز ہے مگر جناب رسول اللہ ﷺ کی موافقت کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے کوشش کی گئی۔ویسے حضرت ابن عمرؓ امور عادیہ میں بھی آنحضرت ﷺ کی موافقت کے ساعی رہتے تھے۔

قوله اذا هبّتِ الركاب صفحہ ۲۳/۷۲ بعض شراح نے هبّت کے معنی حاجت اور تحرکت کے لئے ہیں جو اس جگہ

مراد لینے غلط ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں جب کہ اونٹوں میں ہیجان ہو نماز ہی درست نہیں ہے۔ پھر کجاوے کے آگے رکھنے سے تشویش کیسے رفع ہوگی جو اونٹوں کے ہیجان سے پیدا ہوئی۔ بلکہ سائل نے حضرت نافعؒ سے پوچھا کہ جب اونٹ چراگاہ کو چرنے کے لئے چلے جاتے تو حضرت ابن عمرؓ اس وقت نماز کیسے پڑھتے تھے انہوں نے فرمایا کہ پالان کو آگے رکھ کر نماز ادا کر لیتے تھے۔ بعض روایات میں بعیر کے اور بعض میں شجر کے الفاظ بھی وارد ہیں۔ تو اونٹ کو سامنے بٹھا کر اور درخت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے روایت میں صرف راحلہ کا ذکر ہے۔ امام بخاریؒ نے باقی اس پر قیاس کر لیا ہے۔

قوله اعتدلتمونا بالکلب والحمار صفحہ ۲۵/۷۲ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فساد صلوۃ کے بارے میں آپ لوگوں نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا۔ حالانکہ کتے اور گدھے میں جو قباحت ہے وہ عورت میں نہیں ہے۔ کتے کا جھوٹا اور اس کا پسینہ نجس ہے۔ جو لوگ اسے نجس العین کہتے ہیں۔ اور گدھے کی خرابی یہ ہے کہ وہ لات مارتا ہے۔ اور ایسی مزاحمت کرتا ہے جس سے نماز کے فاسد ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے عورت میں یہ بات نہیں۔ زیادہ سے زیادہ دل اس کی طرف راغب ہوگا تو اس کے سامنے آجانے سے نماز میں خلل نہیں پڑے گا خصوصاً جب انسان کو اس سے بے پرواہی ہو تو ذہنی خرابی بھی پیدا نہیں ہوتی آنحضرت ﷺ کے سامنے حضرت عائشہؓ سوئی رہتی تھیں آپؐ چٹکی بھی کاٹتے تھے لیکن بے رغبتی کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی تھی۔ تو تینوں کو نماز کے فاسد کرنے میں برابر قرار دینا غلطی ہوگی اگرچہ آنحضرت ﷺ نے تینوں کو ایک ہی لفظ میں ذکر کیا ہے لیکن آپ کا مقصد تینوں میں برابری ثابت کرنا نہیں تھا۔ بلکہ کتے اور گدھے میں تو خلل نماز کا ارادہ تھا عورت میں قطع صلوۃ مراد نہیں تھا۔ ہاں اگر ان حضرات کا ارادہ اس قول سے روایت اور حدیث کے بیان کے طور پر ہوتا تو پھر حضرت عائشہؓ بھی ان پر اعتراض نہ کرتیں۔ ان کا اعتراض اس فتوے پر تھا جو انہوں نے دیا اور نصوص کی مراد کو نہ سمجھ سکے بایں ہمہ ان تینوں چیزوں کے آگے گذرنے سے نماز بھی فاسد نہیں ہوتی۔ تو ان کا قطع صلوٰۃ کا حکم دینا یہ بھی حضرت عائشہؓ کے نزدیک ان کی دوسری غلطی تھی۔ اور یہ جو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نماز کی حالت میں آپؐ کے سامنے ہوتی تھی اس کا مقصد یہ ہے کہ میں اٹھ کر سیدھی آپؐ کے سامنے بیٹھ جاتی تھی۔ اور چارپائی کے اگلے دو پائیوں کی طرف اس لئے کھسک جاتی تھی کیونکہ پچھلے دو پائیوں کی طرف سے نکلنے میں آپؐ کے سامنے سے گذرنا پڑتا جب کہ آپؐ نماز پڑھنے والے تھے اور بغیر ضرورت کے ایسے کرنا ٹھیک نہیں تھا۔ اور سریر سے مراد تخت ہے اور چارپائی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ترجمہ کے مناسب یہی ہے کہ چارپائی کی طرف آپؐ نے نماز پڑھی ہے۔

ورد ابن عمرؓ فی التشهد صفحہ ۲۷/۷۲ یعنی حضرت ابن عمرؓ نے تشہد کی حالت میں گذرنے والے کو دفع کیا جو نماز کا آخری حصہ ہے۔ بتلانا یہ ہے کہ اول تحریمہ سے لے کر آخر سلام تک گذرنے والے کی مدافعت جائز ہے۔

وقوله و فی الکعبة صفحہ ۲۷/۷۲ یعنی حضرت ابن عمرؓ تشہد کی حالت میں کعبہ کے اندر بھی گذر والے کو روکتے تھے حالانکہ مزاحمت کی وجہ سے کعبہ میں نمازی کے آگے گذر جانا جائز ہے۔ تو حضرت ابن عمرؓ کا یہ فعل یا تو افضل کو طلب کرنے کے لئے تھا

کہ جب جگہ میں وسعت تھی گذرنے والا سامنے سے گذر جانے میں مجبور نہیں تھا اس لئے اس سے دفع کیا۔ اوریا یہ بھی ممکن ہے گذرنے والے نے آپ سے مزاحمت کی ہو۔ تو اس مقابلہ کی وجہ سے انہوں نے اسے سامنے سے دفع کیا ہو۔

باب الصلوۃ خلف النائم صفحہ ۱۸/۷۳

خلف کے معنی عام مراد ہیں مشہور معنی نہیں لئے گئے۔ اس لئے حدیث باب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سوئے ہوئے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ خلف سے اقتدا مراد نہیں ہے۔ بہر حال جواز کو ثابت کیا گیا۔

باب التطوع خلف المرأۃ

اس ترجمہ کی غرض یا تو احناف کے مسئلہ محاذاۃ پر رد کرنا ہے کہ کوئی عورت اگر مرد کے ساتھ تحریمہ اور اداء میں شریک ہو جائے اور امام اس عورت کی امامت کی نیت بھی کرلے تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ جب کہ امام نے اس کی امامت کی نیت نہیں کی پہلی صورت میں مرد نے اپنا مقام چھوڑ دیا۔ دوسری صورت میں عورت نے اَخِّرُوْهُنَّ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ یعنی ان کو پیچھے رکھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیچھے رکھا ہے۔ تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ جب مرد اپنی نماز پڑھ رہا ہے اگر اس کے پہلو یا عورت کے پیچھے نماز پڑھنے سے مرد کی نماز میں کوئی خلل نہیں آئے گا۔ خلل اس وقت ہے جب کہ تحریمہ اور ادا میں اشتراک ہو۔ اور ممکن ہے امام بخاریؒ کی غرض امام شافعیؒ کے مسلک کو ثابت کرنا ہو کہ اگر کوئی نماز کسی عورت کے پہلو میں یا اس کے پیچھے نماز ادا کرلے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نماز پڑھتے رہے جب کہ حضرت عائشہؓ آپؐ کے آگے لیٹے ہوئی تھیں بہر حال جو کچھ بھی مراد ہو امام بخاریؒ کے استدلال کا دار و مدار اس پر ہے کہ عورت خواہ مرد کی نماز میں شریک ہو یا نہ ہو بہر صورت نماز آدمی کی فاسد نہیں ہوتی۔ لیکن یہ دلیل تام نہیں۔ اسلئے کہ حضرت عائشہؓ تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک نہیں تھیں۔ نہ تحریمہ میں نہ ادا میں۔ احناف کا مسئلہ محاذات یہ ہے کہ عورت مرد کی نماز میں شریک ہو۔

ثم ان قولہ غمزنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے میری چٹکی کاٹی۔ یہ حدیث باب احناف کی حجت ہے۔ کہ مس مرأۃ کہ عورت کے چھونے سے وضو نہیں جاتا۔ ورنہ اس لمس سے آپ کی وضو جاتی رہتی آپ نماز نہ پڑھتے اس پر قطب گنگوہیؒ نے دو دلیلیں پیش کی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ پہلے باب کشف الفخذ میں ذکر ہوا کہ شوافع فرماتے ہیں کہ فخذ یعنی ران ننگ نہیں ہے۔ احناف نے جواب دیا کہ مطلق کو مقید کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح لفظ کے مدلول سے امر زائد کو ثابت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ اب یہاں لفظ غمزنی مطلق ہے۔ اس کو حائل کے ساتھ مقید کرنا جائز نہیں۔ دوسرے حائل کی موجودگی میں چٹکی نہیں کاٹی جاسکتی۔ تیسرے اصل یہ ہے کہ کسی زائد چیز کو ثابت نہ کیا جائے آپ لوگوں نے حائل امر زائد کو کیسے ثابت کرلیا پس یا تو تسلیم کرو کہ فخذ عورت ہے اور عادت یہ ہے کہ ران چھپی ہوئی رہتی ہے یا تمہیں اعتراف کرنا پڑے گا کہ عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں جاتا دونہ خرط قتا دان دونوں میں سے

ایک کو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا۔ **فافهم والله تعالی اعلم**

قوله فانسل من عند رجليه صفحہ ۲۳/۷۳ کہ میں جناب کے دونوں پاؤں کے پاس سے آہستہ سے کھسک گئی یہ قول حضرت عائشہؓ کے پہلے قول کے منافی نہیں ہے کہ میں چارپائی کے اگلے دوپاؤں سے نکل گئی۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاؤں کے پاس سے نکل جانا چارپائی کے اگلے دونوں پاؤں سے نکل جانے کو مستلزم ہے۔ اس لئے کہ کلمہ مِنَ ابتدائیہ ہے۔ کھسکنے کی ابتداء آنحضرت ﷺ کے پاؤں سے ہوئی۔ اوراس کی انتہاء چارپائی کے پاؤں تک پہنچی۔ اس صورت میں **من عند رجليه** کی ضمیر اگر سریر کی طرف راجع ہو تو پھر بھی ہمارا کوئی نقصان نہیں۔ اس لئے کہ اس صورت میں دونوں روایتوں میں کوئی خلاف نہیں ہوگا۔

باب اِذا حمل جاريةً صغيرةً صفحہ ۴/۷۴

جب کوئی شخص نماز کی حالت میں کسی بچہ کو اٹھالے تو یہ جائز ہے۔ اس سے امام بخاریؒ ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جو اس کے قائل ہیں کہ **مس مرأة** سے وضوٹوٹ جاتا ہے اگرچہ وہ چھوٹی بچی ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بڑی عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو کے ٹوٹ جانے کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔ جب بچی کو اٹھالینا نماز میں خلل انداز نہیں تو عورت کے آگے سے گذرنا کیسے **قاطع صلوٰۃ** ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت بی بی امامہ کو نماز میں اٹھاکر اس کے جواز کو بیان کر دیا۔ اب بھی ایسا کرنا سب کے نزدیک جائز ہے۔ البتہ امام مالکؒ اسے اب منسوخ مانتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ حضرت امامہؓ آنحضرت ﷺ سے بہت مانوس تھیں آپؐ سجدہ میں جاتے تو پیٹھ پر یا کندھے پر بیٹھ جاتیں۔ گر جانے کے خطرہ سے آپؐ اسے سنبھال لیتے تھے۔ جُدا کرنے کی صورت میں وہ روتی تھیں۔ اس لئے آپؐ نے **اهون البليتين** کو اختیار کیا۔ اور یہ سب کچھ نماز نافلہ میں ہوا۔ اگر فرض نماز ہو تو عمل کثیر کی وجہ سے اسے منسوخ ماننا پڑے گا۔

قوله وثبت النبي ﷺ صفحہ ۲۱/۷۴ آنحضرت ﷺ نماز میں بدستور مشغول رہے۔ اس خوف سے کہ کہیں آپؐ کے کھڑے ہونے سے پیٹھ والی چیز گر نہ پڑے۔ اور آپ کو اس کا حال معلوم نہیں تھا کہ کیا چیز میری پیٹھ پر رکھ دی گئی ہے۔ اور شاید اس سے اور خرابی پیدا ہو جائے۔ کہ کہیں کپڑے گندگی سے آلودہ نہ ہو جائیں۔ اگر وہ نجس اور ناپاک چیز ہوتی اور یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر اس میں کوئی پتھر وغیرہ ہوئے تو ممکن ہے اس سے کوئی چوٹ لگ جائے یا کوئی زخم آجائے اس طرح کے اور احتمالات بھی ہو سکتے ہیں۔ اصل جواب یہ ہے کہ آپ کو اپنی پیٹھ کی چیز کا علم نہیں تھا۔ امام بخاریؒ دوبارہ اس حدیث کو یہ بتلانے کے لئے لائے ہیں کہ پیٹھ کی چیز کو ہٹانا ہر جہت ممکنہ سے ہوگا جب وہ جائز ہے حالانکہ یہ سخت ہے جو **قاطع صلوٰۃ** نہیں ہے۔ تو عورت کے آگے سے گذر جانا نماز کے لئے کیسے قاطع ہوگا۔ ان ابواب سے مؤلفؒ کا مقصد اسی کو ثابت کرنا ہے۔

قوله حتى اَلْقَتْه عنه صفحہ ۲۳/۷۴ اس حدیث سے امام بخاریؒ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ گندگی اور ناپاکی کا نمازی کے پاس ہونا نماز میں خلل انداز نہیں ہے اس صورت میں ترجمہ میں تکرار لازم نہیں آئے گا۔ **مس مرأة** جن حضرات کے نزدیک ناقض وضو ہے

وہ یہاں بھی وہی تاویل کرتے ہیں جو غمزنی یعنی چٹکی کاٹنے میں کرتے تھے۔ کہ ممکن ہے درمیان میں کوئی چیز حائل ہو۔ ایسے قصہ فاطمۃالزہراءؓ میں بھی یہی احتمال پیدا کرتے ہیں کہ درمیان میں کوئی حائل ہو لیکن یہ امر زائد کو ثابت کرنا ہے۔ اور مطلق لفظ کو مقید کرنا ہے اور فعل کے عموم کو خاص کرنا ہے جو اہل اصول اور فقہاء کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ لیکن یہ علماء اہل حدیث خصوصاً مؤلفؒ امام بخاریؒ اقوال کی طرح افعال اور وقائع میں بھی عموم کو ثابت کرتے ہیں۔ اس کے نظائر گذر چکے ہیں۔

ثم ان المنطلق حضرت فاطمہؓ کے پاس جانے والا شاید حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہو۔ جو وہاں موجود تھے۔ جیسا کہ گذر چکا اور ممکن ہے کوئی اور صحابی ہو جنہوں نے قریش سے مقابلہ نہیں کیا۔ حضرت فاطمۃالزہراءؓ بنی ہاشم کی ایک عورت تھیں اگر قریش ان کو کوئی گزند پہنچاتے تو یہ سب بنو ہاشم کے لئے عار کا باعث تھی جس کا بدلہ لینے کے لئے سب بنو ہاشم کھڑے ہو جاتے۔ البتہ جناب نبی اکرم ﷺ پر یہ مخفی نہیں تھا کہ وہ آپ کو گزند پہنچائیں گے۔ لیکن چونکہ آپؐ کسی مشرک سے مدد لینا نہیں چاہتے تھے اس لئے آپؐ نے ان سے بدلہ نہیں لیا۔ نیز !اکثر بنو ہاشم کو آنحضرت ﷺ سے دعوت اسلام کی وجہ سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ اس لئے وہ خود بدلہ لینے کے لئے نہیں کھڑے ہوئے۔ البتہ حضرت فاطمۃالزہراءؓ کو تکلیف پہنچانا ان کے تکلیف پہنچانے کے برابر تھا اس لئے کسی کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كِتَابُ مَوَاقِيتُ الصَّلوٰةِ وَفَضْلُهَا صفحہ ۱/۷۵

امام بخاریؒ اپنی عادت کے مطابق ہر کتاب کے اوّل میں ہر حکم کی ابتداء کیسے ہوئی اس کو نصاً اور اشارۃً بیان کرتے ہیں۔ تو حسب معمول اس مقام پر بھی مبدأ الصلوٰۃ کو بیان کیا۔ اور پھر اس کی فضیلت کو بیان کیا۔ ظاہر ہے کہ نماز کے اوقات کی تعلیم دینے کے لئے دو دن میں دس مرتبہ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ اس سے بڑی اہمیت نماز کی اور کیا ہو گی۔

قوله ان جبرائيل عليه السّلام نزل فصلي صفحہ ۶/۷۵ امام مالکؒ نے اپنے مؤطا میں نمازوں اور ان کے اوقات کی تفصیل بیان کی ہے۔ اس جگہ مختصر لائے ہیں دراصل امام مالکؒ نے نہیں امام ابو داؤدؒ نے ان کی تفصیل بیان کی ہے۔ امام مالکؒ کا ذکر کرنا سبقت قلمی ہو گی۔

قوله اذا ان جبرائیل اقام صفحہ ۸/۷۵ ترجمہ کیا جبرائیلؑ آگے کھڑے ہوئے۔ گویا کہ انہوں نے مفضول کی امامت فاضل کو بعید سمجھا اس لئے سوال کیا۔

قوله ولقد حَدَّثَنِيْ عائشةؓ صفحہ ۹/۷۵ تمام نمازوں کے ذکر کے بعد عصر کی نماز کو الگ ذکر کرنا اس کی عظمت شان کی وجہ سے ہے جس سے اشارہ کرنا ہے کہ عصر کی نماز کو اس کے مستحب وقت سے پیچھے نہیں کرنا چاہئے یہی حضرت عروہؒ کا مقصد تھا جبکہ انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور حضرت مغیرہؓ کو عصر کی نماز مؤخر کرنے پر یہ حدیث عائشہؓ سنائی۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ الخ صفحہ ۱۰/۷۵

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ بتلانا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نماز چھوڑنے کا ذکر لفظ اشراک سے کیا ہے فرماتے ہیں اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَاتَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ تو نماز کا چھوڑنا شرک کرنا ہوا یا مشرکین کا فعل ہوا۔ اور روایت کی دلالت بھی اسی معنی پر واضح ہے۔ کیونکہ نماز کو ایمان کا جزء قرار دیا گیا ہے۔ اور جزء کے انتفاء سے الكل من حيث الكل منتفى ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ نماز ایمان کامل کا جزء ہے مطلق ایمان کا جزء نہیں ہے۔ لہذا ترک صلوٰۃ سے کمال کی نفی ہوگی۔ او آیت کریمہ میں اشراک کا لفظ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مشرکوں والے فعل کا ارتکاب کیا ہے۔ یا یہ شرک دون شرک کے قبیلہ میں سے ہے جیسے کفر دون کفر اور ظلم دون ظلم ہے۔ الحاصل ترجمہ کی غرض ان آیات اور روایات کی مراد بیان کرنا ہوا جن میں تارک صلوٰۃ کو کافر یا مشرک کہا گیا ہے۔ دوسرے باب کی کتاب سے مناسبت ثابت کرنا ہے۔ کہ اقامت صلوٰۃ یہ ہے کہ نماز کے اوقات۔ آداب۔ مستحبات۔ فرائض۔ سنن سب کی محافظت کی جائے تیسری حدیث کے ترجمہ سے مناسبت ثابت کرنا ہے کہ نماز ایمان کا جزء ہے تو حدیث سے قرآن کے معنی بیان کر دیئے اور نماز کو چھوڑ دینا مشرکوں کا کام ہے۔ یہ نہیں کہ نماز چھوڑنے سے مشرک بن جاتا ہے۔

قوله انّك عليه او عليها لجرئٌ صفحہ ۱۹/۷۵ حضرت عمرؓ نے جب حضرت حذیفہؓ سے فتنہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپؐ نے اس بارے میں جو کچھ فرمایا وہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ تو ان کی مدح کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ واقعی تمہیں آپؐ سے بات کرنے کی بڑی جرأت اور جسارت ہے۔ تو یہ ان کے علم اور تدریس پر حرص کی مدح کرنا ہے۔ کہ فائدہ دینے اور فائدہ حاصل کرنے میں تم بڑے جری ہو۔ یا اس سے حفظ اور یاد رکھنا مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم کس قدر اچھے خلق والے اور کس قدر مناسبت والے ہو۔ اہل۔ ولد۔ مال وغیرہ کے فتنہ کا کفارہ نماز اور دیگر عبادات ہوں گے۔ بایں معنی کہ مؤمن جو ان امور میں مبتلا ہو کر گناہ حاصل کرتا ہے اس گناہ کا کفارہ عبادت ہوں گے۔ رہ گئے حقوق العباد ان کا کفارہ عبادات نہیں ہو سکتے۔ نہ ہی اس مقام پر ان کا کوئی ذکر ہے۔ پھر عبادات کا گناہوں کے لئے کفارہ ہونا اس میں اختلاف ہے کہ صغائر کا کفارہ یا کبائر کا۔ اکثر علماء انہیں صغیرہ گناہوں کا کفارہ قرار دیتے ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی سے بعید نہیں ہے اگر وہ کبائر کو بھی معاف کر دے۔

قولہ ان بینک وبینھا صفحہ ۷۵/۲۱ یعنی اس بڑے فتنہ کے آگے ایک بند دروازہ ہے جس سے مراد حضرت عمرؓ کی ذات اور آپ کی زندگی ہے اس صورت میں مستور آپ کا دین ہوگا یا آپ کی روح ہوگی اگر دونوں مراد ہوں تو بھی کوئی ڈر نہیں ہے۔ کیونکہ مقصد واضح ہے کہ وہ دروازہ حضرت عمرؓ ہیں ان کے بعد جو فتنے شروع ہوئے اور مسلمانوں میں تلوار چلی وہ آج تک بند ہونے میں نہیں آتی۔

قولہ فذالک مثل الصّلٰوۃ الخمس صفحہ ۷۶/۸ پانچوں نمازیں گناہوں کا کفارہ ہیں۔ جبکہ ان کو اپنے اوقات میں ادا کیا جائے۔ ترجمہ میں نماز باجماعت کی قید نہیں ہے۔ لہذا حدیث باب سے ترجمہ اپنے دونوں جزء کے ساتھ ثابت ہو جائے گا۔ کہ خواہ نماز جماعت سے ادا ہو یا بغیر جماعت کے۔ بہر حال اوقات میں ادا ہونے والی پانچوں نمازیں گناہوں کا کفارہ بنیں گی۔

قولہ لَآ اَعْرِف شیئًا صفحہ ۷۶/۱۳ حضرت انسؓ کا منشا یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کے امور میں سے سوائے نماز کے اور مجھے کوئی چیز نہیں ملی۔ سو اسے بھی ضائع کر دیا گیا ہے کہ وقت پر اسے ادا نہیں کیا جاتا اس لئے رو رہا ہوں۔ یا معنی حدیث یہ ہیں کہ اگرچہ حج۔ روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ بھی باقی ہیں مگر نماز اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں ہے کہ اسے دیر سے پڑھا جاتا ہے۔ حجاج کو دیکھ کر آپ نے یہ فرمایا تھا جب کہ وہ دمشق تشریف لائے۔

باب الابراد بالظھر فی شدّۃ الحر صفحہ ۷۶/۲۲

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض امام شافعیؒ پر رد کرنا ہے جو فرماتے ہیں کہ ظہر کی نماز کو ہر زمانہ میں مطلقاً جلدی ادا کرنا مستحب ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ تعجیل افضل ہے تاخیر عارض کی وجہ سے ہے۔ جبکہ لوگ جماعت میں نوبت بنوبت آتے ہوں۔ بہر حال پہلے مسئلہ کے رد کے لئے یہ باب منعقد کیا اور تاخیر کے لئے جو لوگ قیود بیان کرتے ہیں اس کے لئے الگ باب باندھا **والتعجیل فی السفر** ہے کیونکہ لوگ سفر میں جمع ہوتے ہیں انتیاب کی ضرورت نہیں پڑتی آنحضرت ﷺ نے ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا حکم اس لئے دیا کہ سخت گرمی فیح جنہم میں سے ہے جس میں کوئی تخصیص نہیں۔ خواہ اکیلا پڑھ رہا ہے یا جماعت سے پڑھ رہا ہے۔ مسجد میں ہے یا غیر مسجد میں لہذا ابراد کی احادیث دیگر احادیث کے لئے ناسخ ہوں گی۔ کیونکہ یہ آپ کا آخر حکم ہے جس کی تائید حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت سے ہوتی ہے کہ ہم ظہر کی نماز فوراً زوال کے بعد پڑھ لیتے تھے۔ تو آپؐ نے ہمیں نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرنے کا حکم دیا۔

قَوْلُہٗ اکل بَعْضِیْ بَعْضًا صفحہ ۷۷/۳ آگ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی شدت کی شکایت کی تو اکل بعضی بعضا گرمی کی سختی سے کنایہ ہوا کہ میرا بُرا حال ہو جاتا ہے حقیقی کھانا مراد نہیں ہے۔ اگر حقیقت پر محمول کیا جائے تو بھی بعید نہیں ہے۔

قَوْلُہٗ یَتَفَیَّوٴ صفحہ ۷۷/۱۰ یہ آیت کا لفظ ہے جس کی تفسیر روایت میں فئی کے لفظ سے وارد ہونے کی مناسبت سی کی ہے تاکہ دونوں کے معنی معلوم ہو جائیں یتفیوء ای یتمثل جھکنا کے معنی ہیں۔

باب وقت الظهر عند الزوال صفحہ ۱۱/۷۷

امام بخاریؒ نے ظہر کا اوّل وقت اور عصر کا آخر وقت بیان کیا ہے۔ لیکن عصر کا اوّل وقت اور ظہر کا آخر وقت بیان نہیں کیا۔ ظاہر یہ ہے کہ مؤلف کے نزدیک مثل اور مثلین کی روایات اس کی شرط کے مطابق ثابت نہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے محدثین اور امام شافعیؒ کے مسلک کو رد کرنا مقصود ہو۔ جو فرماتے ہیں کہ ظہر اور عصر کو ایک دوسرے کے وقت میں جمع کرنا جائز ہے۔ گویا کہ ان کا وقت مشترک ہے۔ امام بخاریؒ نے پہلے تو یہ دلیل بیان کی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا جب ہر نماز کے لئے وقت مقرر ہے تو پھر دو نمازوں کو ایک دوسرے کے وقت میں جمع کرنے کے کیا معنی ہیں۔ یہ تو وقت میں اشتراک ہو گیا۔ پھر زوال سے لیکر مغرب تک جیسے وہ ظہر کا وقت ہے ایسے عصر کا بھی ہے پس توقیت کہاں رہی۔ جن روایات سے جمع معلوم ہوتی ہے وہاں جمع صوری مراد ہے اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے دو گروہوں کا رد کیا ہے ایک تو وہ جو زوال سے قبل ظہر کی نماز ادا کرنا جائز کہتے ہیں۔ دوسرے اس گروہ پر جو کہتے ہیں کہ ظہر کا وقت زوال سے صرف ایک شراک کے برابر ہے۔

قَوْلُہٗ من ابی صفحہ ۱۵/۷۷ حضرت حذافہؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے آنحضرت ﷺ سے اپنے باپ کے بارے میں اس لئے دریافت کیا کہ لوگ ان کے نسب میں طعن کرتے تھے کہ وہ حضرت حذافہؓ کے بیٹے نہیں ہیں۔ یہ سوال ان کے لئے مفید تھا۔ ان کا گمان تھا کہ آنحضرت ﷺ نے جواب میں غیر اب کا ذکر کیا تو بھی انہیں کوئی نقصان نہیں۔ کیونکہ لوگ تو ویسے ہی ان کو غیر اب کی طرف منسوب کرتے تھے اگر آپؐ نے ان کے اصلی باپ کا ذکر فرما دیا تو لوگوں کے طعن و تشنیع سے بچ جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

قوله واحدنا يذهب الى العوالي صفحہ ۱۷/۷۸ اس سے وقت کی کوئی تعیین نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ معلوم ہے کہ عادۃً چلنے والے کوئی تیز رفتار ہوتے ہیں کوئی سست روی سے کام لیتے ہیں۔ پھر عوالی بھی کچھ قریب ہیں کچھ بعید ہیں تو حدیث میں ابہام رہا۔

قوله والشمس لم تخرج من حجرتها صفحہ ۲۷/۷۷ یہ حدیث بھی پہلی روایت کی طرح مبہم ہے۔ کیونکہ اس سے نہ تو دیوار کی لمبائی کا علم ہو سکا اور نہ ہی حجرہ کی لمبائی اور چوڑائی کا علم ہوا۔ نیز سورج کی دھوپ کا حجرہ سے نکلنا یہ اس وقت بھی صادق آسکتا ہے جب کہ سورج ایک ہاتھ کے برابر باقی ہو یا انگلی کی مقدار کے برابر باقی ہو یا ان دونوں سے زیادہ ہو ابہام کی صورت میں وقت کی تعیین نہ ہو سکی تو استدلال تام نہ ہوا۔

قوله بعض العوالي من المدينة صفحہ ۱۸/۷۸ بعض عوالی چار میل کے فاصلہ پر تھے۔ جس سے عصر کی تعجیل ثابت کرنا ہے لیکن یہ تب ہو گا کہ یہ حضرات اس کو ثابت کر دیں کہ روایت میں جو عوالی مذکور ہیں اس سے وہی مراد ہیں جو چار میل کے فاصلہ پر ہیں اس سے کم والے مراد نہیں اس کے بغیر دلیل تام نہیں۔ کیونکہ اگر اقرب عوالی مراد لیا جائے تو وہ دو میل کے فاصلہ پر ہے پھر تعجیل ثابت نہ ہو سکے گی۔

قولہ بکروا بالصلوۃ العصر صفحہ ۷۸ / ۲۲ عصر کی نماز کو جلدی ادا کرو۔ امام بخاریؒ روایت باب سے اس طرح استدلال کر رہے ہیں کہ جب نماز کا چھوڑنا گناہ کا باعث ہے تو جتنی جلدی نماز ادا کی جائے گی وہ نماز کو فوت اور ترک کرنے سے زیادہ بعید ہو جائے گی خلاف تاخیر کے کہ نماز میں تاخیر کرنے سے نماز کو فوات کا نشانہ بنانا پڑے گا۔ فوات میں اختیار کو دخل نہیں ہوتا ترک میں اختیار ہے اس لئے دوباب باندھے اور حبط عمل کا حکم تشدید اور تغلیظاً ہے۔ کیونکہ اعمال شرک سے حبط اور باطل ہوتے ہیں۔ جیسے لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن میں ہے۔

قَوْلُہٗ وَیَجْتَمِعُوْنَ فِی صَلٰوۃِ الْفَجْرِ الخ صفحہ ۷۹ / ۲ مقصد باب تعجیل عصر اور فجر کو ثابت کرنا ہے وہ اس طرح کہ آسمان کو چڑھنے والے فرشتے اترنے والے فرشتوں کے بعد اوپر کو چڑھتے ہیں۔ تو جب یہ دونوں عصر اور فجر کی نمازوں کے اوقات میں جمع ہوتے ہوں گے تو بہتر یہ ہے کہ ان نمازوں کو ان اوقات مستحبہ کے اوائل میں ادا کیا جائے تاکہ فرشتوں کے دونوں گروہ تمہارے لئے گواہی دینے والے بن جائیں۔ اگر ان میں تاخیر کی گئی تو ان دونوں گروہوں سے صرف ایک باقی رہ جانے والے کی شہادت حاصل ہو گی۔ دونوں کی شہادت حاصل نہ ہو سکے گی۔ لیکن احنافؒ اسی حدیث سے نماز عصر کی تاخیر پر استدلال کرتے ہیں۔ ثم یعرج الذین باتو افیکم یعنی جن فرشتوں نے تمہارے اندر رات گزاری ہے وہ نماز سے فراغت کے بعد اوپر کو چڑھتے ہیں۔ تو تاخیر کی صورت میں ملائکۃ اللیل اور ملائکۃ النہار کا اجتماع ہو گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ فرشتوں کا اجتماع اس وقت ہوتا ہو جب کہ اہل محلہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں بنا بریں حدیث سے اشارہ ہو گا کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی پابندی کی جائے اس کو فوت نہ ہونے دیا جائے تاکہ فرشتوں کی شہادت سے کوئی محروم نہ رہے۔ عام شراحؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

بَابُ مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً مِنَ الْعَصْرِ صفحہ ۷۹ / ۴

جس شخص نے عصر کی ایک رکعت پالی اس نے عصر کو پالیا امام بخاریؒ نے ترجمہ میں رکعت کا ذکر کیا ہے اور روایت میں سجدہ کا لفظ ہے۔ یا تو ترجمہ سے حدیث کی تفسیر کر دی یا یہ کہ سجدہ سے مراد رکعت ہے۔ یا اس سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جس کو پوری رکعت مل گئی اس نے نماز کو پالیا اس سے کم والا مدرک صلوۃ نہیں ہو گا۔ احنافؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک رکوع میں مل جانے والا مدرک رکعت ہوتا ہے۔ شوافعؒ کے دو قول ہیں امام بخاریؒ نے ترجمہ میں رکعت کا لفظ ذکر کر کے اشارہ کیا یہ قید احترازی نہیں ہے۔ نیز ! دوسری روایت سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس امت کے جس فرد نے غروب شمس تک جو نیک کام کر لیا اسے پورا ثواب ملے گا کیونکہ اجارہ غروب شمس کے وقت کو شامل ہے۔ پس جو شخص غروب سے تھوڑا سا پہلے بھی کوئی کام کر لے گا بشر طیکہ اس کا نام کام کرنے والوں میں شمار کرنا ممکن ہو تو وہ بھی ان عاملین میں داخل ہو گا۔ کیونکہ اجرت پر کام کرنے والوں کی خصوصا شرفاء کی عادت ہے کہ وہ کام کرنے والوں کی جانچ پڑتال کام سے فراغت کے بعد کرتے ہیں پس جو بھی اس وقت وہاں موجود ہو گا اگرچہ وہ دوسروں سے بہت دیر کے بعد

آیا ہو مگر اس کو بھی پورے عمل کی اجرت ملے گی۔ اس طرح جس شخص نے غروب شمس کے قریب کچھ حصہ نماز کا پالیا تو اسے بھی ثواب ملے گا۔ اور ثواب کا مستحق وہی ہو گا جو تمام نماز کو پالینے والا ہے۔ تو بعض پر کل کا ثواب حاصل ہو گا جو محض فضل الٰہی ہے۔ حدیث باب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز عصر کا وقت غروب شمس تک ہے۔

باب ذکر العشاء والعتمة صفحہ ۸۰/۳

نماز عشاء کو عتمہ کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ نہی تنزیہ ہے۔ کیونکہ اخبار اور آثار میں دونوں لفظوں کا اطلاق ایک دوسرے پر جاء زہے۔ البتہ لفظ عشا کا اطلاق تو مغرب اور عشا دونوں پر ہوتا ہے۔ لیکن عتمہ کا اطلاق محض عشا پر ہوتا ہے اس کے علاوہ پر نہیں ہے۔

باب النوم قبل العشاء لمن غلب صفحہ ۸۰/۲۷

عشا کی نماز سے پہلے سونا اس شخص کیلئے مکروہ ہے جس پر نیند کا غلبہ نہ ہو جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لئے عشا سے پہلے سونا جائز ہے۔ اور غیر مغلوب کے لئے بھی اس وقت کراہت ہے جب کہ سو جانے سے جماعت کے فوت ہو جانے کا خدشہ ہو۔ ورنہ اس کے لئے بھی کراہت نہیں ہے۔ اس طرح امام بخاری نے دونوں ترجموں سے نہی اور رخصت کی روایات کو جمع کر دیا۔ بعض حضرات نے رخصت کو صرف رمضان کے ساتھ خاص کیا ہے۔ یا کوئی جگانے والا ہو پھر بھی کراہت نہیں ہے۔

قوله نام النساء والصبيان صفحہ ۸۱/۲ اس سے مراد وہ عورتیں اور بچے ہیں جو مسجد میں موجود تھے یا عام معنی مراد ہیں تو پھر حاضرین اور غائبین سب کو شامل ہو گا۔ بہر صورت ترجمہ کے مطابق ہے کہ عشا سے پہلے نیند کرنا ثابت ہے۔ تو نہی تنزیہی ہو گی۔

قوله ثم ضمها حضرت عطاءؒ وہ کیفیت بیان کر رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نہا کر گھر سے باہر تشریف لائے تو سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور آپؐ نے اپنی انگلیوں کے کنارے سر کے ایک جانب رکھے ہوئے تھے۔ پھر ان کو ملا کر سر کے اوپر اس طرح گذار رہے تھے کہ آپؐ کے انگوٹھے نے کان کو جا کر چھو لیا مقصد یہ ہے کہ سر کے بالوں کو نہ تو نچوڑا اور نہ ہی سختی سے ان کو پکڑا بلکہ اس طرح انگلیاں بالوں پر رکھ دیں اور انہیں نیچے کے حصہ سے ملا لیا تو کذلك سے مراد یہ ہے کہ آپؐ کے ہاتھ نے بالوں کی ہیئت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی۔

باب وقت العشاء الی نصف الیل صفحہ ۸۱/۱۴

ترجمہ۔ عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے۔ اس سے وقت مستحب مراد ہے۔ بعض روایات میں نصف اور بعض میں ثلث اللیل کے الفاظ ہیں۔ تو وہ اندازہ لگانے میں اختلاف کی وجہ سے ہے اور معاملہ کو قریب کر کے دکھلاتا ہے۔ یا یہ اختلاف اس بنا پر ہے کہ ثلث لیل میں شروع کرنے کا ارادہ فرمایا اور نصف لیل تک جا کر فراغت ہوئی۔

باب فضل صلوۃ الفجر والحدیث صفحہ ۱۷/۸۱

یہ ترجمہ بھی ان چند معرکۃ الآراء تراجم میں سے ہے جو مشکل ہیں اس باب میں لفظ حدیث مشکل ہے۔ جس کی کوئی وجہ وجیہ ظاہر نہیں ہوتی۔ کیونکہ لفظ الحدیث کی مناسبت واضح نہیں ہوتی۔ اور بعض نسخوں میں یہ لفظ وارد نہیں ہے بہر حال اشکال اس صورت میں ہے جہاں یہ لفظ الحدیث وارد ہے۔ خیر جاری میں ہے کہ امام بخاریؒ نے بیان کرنا چاہا کہ فجر کی نماز کی فضیلت حدیث مشہور سے ثابت ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی فضیلت ومنقبت بیان کرنا ہے جو اس باب میں وارد ہوئی ہے وہ قیامت کے دن رؤیت باری تعالیٰ کی بشارت ہے۔ اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ لفظ الحدیث کا عطف فضل پر ہے اور اس سے مراد کلام الناس ہے۔ بتلانا یہ ہے کہ آیا نماز فجر کے بعد کلام کرنا کیسا ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ سے معلوم ہوا کہ چونکہ یہ وقت تسبیح وتہلیل کا ہے لہذا کلام الناس مکرہ ہوگا اور فیض الباری میں ہے کہ امام بخاریؒ اپنی عادت کے مطابق کسی فائدہ پر تنبیہ کرنے کے لئے وہ ترجمہ میں کسی لفظ کا اضافہ کر دیتے ہیں اگرچہ وہ ترجمہ سے مناسبت نہ رکھتا ہو۔ یہاں الحدیث بعد العشاء پر تنبیہ کرنا ہے کہ عشاء کے بعد باتیں کرنا مکروہ ہے۔ اگرچہ صرف صلوٰۃ فجر کا ہے۔

قوله من صلي البر دين صفحہ ۲۳/۸۱ بردین سے فجر اور عصر کی نماز مراد ہے جو ٹھنڈے وقت میں پڑھی جاتی ہیں۔ اس سے فجر کا ارادہ کرنا تو ظاہر ہے۔ لیکن عصر کا مراد لینا اس پر مبنی ہے کہ عصر کے وقت سے ٹھنڈک کی ابتداء ہو جاتی ہے۔ ان دو نمازوں کی خصوصیت یہ ہے کہ عصر کا وقت کاروبار میں مصروف ہونے کا ہے۔ اور فجر کا وقت نیند اور غفلت کا ہے۔ جس نے ان دو نمازوں کی نگرانی کی دوسری نمازوں کی بھی حفاظت کرے گا جس سے وہ جنت کا مستحق بنے گا۔

قوله قدر خمسين صفحہ ۲۷/۸۱ امام بخاریؒ حدیث باب سے یہ ثابت فرمارہے ہیں کہ صبح کی نماز کا اوّل وقت تو طلوع فجر ہے کہ سحور سے فراغت کے بعد نماز فجر میں داخل ہونے کے درمیان پچاس آیات قرآنی پڑھنے کی مقدار کا فاصلہ ہوتا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب نبی اکرم ﷺ غلس یعنی اندھیرے میں نماز فجر کی ابتدا فرمایا کرتے تھے اور باب میں وقت بیان سے یہی مراد ہے یا باب میں مراد نماز فجر کے شرعی وقت اور اس ذمت سے عام وقت مراد ہے۔ جس میں جناب نبی اکرم ﷺ فجر کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ جناب نبی اکرم ﷺ فجر کی نماز اوّل وقت میں ادا کرنے کی جلدی فرماتے تھے۔ البتہ سحور کا لفظ قرینہ ہے کہ یہ محض رمضان شریف میں ہوتا تھا۔ ورنہ فجر میں اسفار مستحب ہے۔

قوله لا يعرفهن احد من الغلس صفحہ ۷/۸۲ کہ اندھیرے کی وجہ سے ان نمازی عورتوں کو نہیں پہچان سکتا تھا۔ اس معرفت سے ہیئۃ اور شکل کی پہچان مراد ہے۔ کیونکہ چہرے چھپے ہوئے ہوتے تھے۔ ہیئۃ کا علم اس لئے نہیں ہو سکتا تھا کہ مسجد میں تاریکی ہوتی تھی یا دوری کی وجہ سے پہچان نہیں ہو سکتی تھی۔ ورنہ نزدیکی آدمی پر ہیئۃ اور شکل مخفی نہیں رہتی۔ بالخصوص جب کہ پو پھٹ چکی ہو

اس کے بعد تو ہیئت کی پہچان ہو جاتی ہے۔ الحاصل آنحضرت ﷺ اول وقت میں نماز میں داخل ہوتے اور ابھی اندھیرا باقی ہو تاکہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔

باب لا تتحری صلوۃ صفحہ ۸۲/۲۴

اوقات منہیہ میں نماز پڑھنے میں ائمہ رحمھم اللہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں طلوع اور غروب کے وقت نماز پڑھنے کی کوشش کرنا اور اس کا وقوع دونوں مکروہ ہیں۔ حدیث باب امام اعظمؒ کا مستدل ہے۔ کہ جب تک سورج کا طلوع نہ ہو بعد الفجر نفل پڑھنا مکرہ ہے۔ اور عصر کے بعد غروب شمس تک نفل مکروہ ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان اوقات میں فریضہ اور وہ نافلہ پڑھی جاسکتی ہے جس کا کوئی سبب ہو۔ بعض حضرات فرماتے ہیں فریضہ اور نافلہ کوئی نماز ادا نہیں کی جاسکتی بعض حضرات مکہ میں جائز اور دیگر مقامات میں ناجائز کہتے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ کے نزدیک نوافل ادا کرنا حرام ہے فرائض حرام نہیں امام احمدؒ بھی ان کی موافقت کرتے ہیں البتہ طواف کی دو رکعتوں کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ اہل ظواہر کا مسلک ہے کہ طلوع اور غروب کے وقت نماز کا قصد کرنا مکروہ ہے۔ تو نہی تحری کے ساتھ مختص ہوئی۔ اور بعض ظاہریہ مطلقاً اباحت کے قائل ہیں تو جو لوگ تحری صلوٰۃ کو حرام کہتے ہیں مطلق وقوع صلوٰۃ فی هذین الوقتین کی حرمت کے قائل نہیں ہیں۔ امام بخاریؒ نے ان کی دلیل کو اس باب میں بیان کیا ہے۔ اور قبل ازیں ان لوگوں کی دلیل پر تنبیہ فرمائی تھی جو تحری اور وقوع کے عموم کی نہی کے قائل ہیں لا تحروا کا معنے لا تقصدوا کے ہے۔ امام بخاریؒ نے دونوں ترجموں میں سے ایک کے اندر تحری کا ذکر کیا ہے دوسرے میں نہیں کیا۔ شاید جمہور کے مسلک کی طرف اشارہ کرنا ہو کہ صبح میں نہی مطلق ہے اور عصر میں ظاہریہ کا مسلک راجح قرار دیا ہو کہ وہاں عصر میں نہی تحری کے ساتھ مقید ہے۔ غالباً اس دقیقہ میں مسلک احنافؒ کے نظریہ کو اختیار کیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد تو نوافل نہ پڑھنے میں وہ شدت اختیار کرتے ہیں اور بعد العصر عصر یومہ کو مباح کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

باب من لم یکرہ الصلوۃ الا بعد العصر والفجر صفحہ ۸۳/۴

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عصر اور فجر کے بعد نوافل مکروہ ہیں لیکن استواء شمس کے وقت نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے علماء احناف اس وقت نہ نفل نماز کی اجازت دیتے ہیں اور نہ ہی فرض نماز کی۔ شوافعؒ اور امام ابو یوسفؒ خاص کر جمعہ کی نماز کو مستثنیٰ کرتے ہیں اور مکحول مسافر کو مستثنیٰ کرتے ہیں شاید ان حضرات کو استواء شمس کے وقت نہی کی روایت نہ پہنچی ہو حالانکہ نہی کی روایت عام ہے اور راجح ہے

قولہ شغلنی ناس صفحہ ۸۳/۹ قطب گنگوہیؒ نے چھ طویل بحثوں کو مختصر الفاظ میں اشارۃً بیان فرمایا ہے۔ ۱۔ اوقات منہیہ میں قضاء نماز ادا کرنا جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ سنن اور نوافل کو قضاً کرنا واجب نہیں ہے۔ غیر السنن سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ان کو قضاء کرنا واجب نہیں تو کسی کو حق نہیں ہے کہ انہیں قضاء کرے خصوصاً اوقات مکروہ میں تو بالکل قضاء نہ کرے۔ اوقات منہیہ پانچ ہیں طلوع۔ غروب۔ استواء۔ بعد العصر اور بعد الفجر اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ "لاسیما المکروهة" سے بیان فرمایا سنن وغیرہ کا اوقات مکروہ میں

قضاء کرنا جائز ہے۔ اور چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ عصر کے بعد آنحضرت ﷺ سے روایت میں جو دو رکعتیں پڑھنا ثابت ہے وہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ہے اس پر قیاس نہ کیا جائے۔ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ بعض آثار صحابہ کرامؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے عصر کے بعد نوافل پڑھے ہیں۔ اس کا جواب من صلى من الصحابة سے دیا ہے۔ چھٹا حدیث باب سے جو دو رکعتیں پڑھنا ثابت ہیں حضرت عائشہؓ اس کا اثبات کر رہی ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ اس کی موافقت کرتی ہیں اور بعض اس کی نفی کرتی ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ نے ان دونوں کے جمع کی طرف اپنے قول فانما صلى الخ سے اشارہ کیا ہے۔ پہلی بحث کی تفصیل یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک فوت شدہ فرائض کو اوقات نہی وغیرہ میں قضاء کرنا جائز ہے۔ علماء احنافؒ کے نزدیک فوت شدہ فرائض کو اوقات نہی وغیرہ میں قضا کرنا جائز ہے۔ علماء احنافؒ کے نزدیک طلوع اور غرب اور استواء کے وقت کوئی نماز خواہ نافلہ ہو یا مکتوبہ ادا اور قضا نہیں کی جاسکتیں۔ البتہ غروب کے وقت اس دن کی عصر پڑھی جاسکتی ہے۔ بقیہ اوقات منہیہ میں فرائض کی قضاء جائز ہے نوافل کی نہیں۔ دوسری بحث کی تفصیل یہ ہے کہ نوافل اور تطوعات کی قضا بالاجماع واجب نہیں ہے۔ قضاء وتر میں اختلاف اس لئے ہے کہ احناف کے نزدیک وتر واجب ہیں قضا بھی واجب ہے۔ چونکہ دیگر حضرات کے نزدیک وتر تطوع اور نفل ہے اس لئے ان کے نزدیک قضاء وتر واجب نہیں ہے۔ تیسری بحث یہ ہے کہ احنافؒ کا مسلک ہے کہ فرض واجب اور سنت کی قضاء علی الترتیب فرض واجب اور سنت ہے۔ اور تمام عمر قضاء کا وقت ہے۔ سوائے ان تین اوقات کے جن میں نماز ادا کرنا ممنوع ہے۔ البتہ سنۃ الفجر کی قضا فرض کے تابع ہے بعد الزوال وہ بھی نہیں۔ چوتھا بحث یہ ہے کہ عصر کے بعد دو رکعات کے قضاء کرنے پر جناب نبی اکرم ﷺ کی مواظبت ہے۔ حالانکہ آپؐ نے عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے منع فرمایا ہے تو یہ آپ کی خصوصیت ہوگی۔ جس پر قیاس کرنا جائز نہیں ہے بوجہ نہی کے یہ ایسے ہوگا جیسے آپؐ نے وصال صوم سے منع فرمایا۔ لیکن خود وصال کرتے تھے۔ پانچویں بحث یہ ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ عصر کے بعد نوافل پڑھتے تھے۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ نہی کے بعد جو آنحضرت ﷺ نفل پڑھتے تھے۔ انہوں نے آپؐ کے اس فعل کو تشریع پر محمول کیا حالانکہ امر تشریعی نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ ایسے نمازیوں پر نکیر کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ چھٹا بحث یہ ہے کہ عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کا بعض روایات سے اثبات ہے۔ اور بعض سے نفی معلوم ہوتی ہے۔ تو شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ ان دو رکعتوں کی قضاء کی ابتداء آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی باری کے دن سے کی تھی اس لئے آنحضرت ﷺ ان کو انہیں کے گھر میں پڑھتے رہے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ام سلمہؓ کو اس کا علم نہ ہو سکا اس توجیہ کی تائید حضرت عائشہؓ کی حدیث باب کے آخر الفاظ سے ہوتی ہے۔ الا صلى ركعتين لیکن طحاوی میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سل ام سلمة فانها صاحب الواقعة ..

قوله مخافة ان يثقل على امته صفحہ ۸۳/۱۱ آنحضرت ﷺ رکعتین بعد العصر کو مسجد میں اس خوف سے نہیں پڑھتے تھے کہ امت پر گراں نہ ہوں کیونکہ اگر آپؐ انہیں علانیہ پڑھتے تو سنت نبوی بن جاتی۔ اس لئے آپ کو ان کے پکا اور مؤکد ہو جانے کا خوف تھا یہ حضرت عائشہؓ کا گمان ہے۔ ورنہ آنحضرت ﷺ کا ان دو رکعتوں کو گھر میں پڑھنا اس لئے تھا تاکہ امت سے انہیں چھپا کر پڑھیں

کہیں وہ بھی ان کو پڑھنے نہ لگ جائیں۔ اور آپؐ امت سے تخفیف کو پسند کرتے تھے۔

قولہ لایدعهما سرًّا وعلانیةً صفحہ ۱۵/۸۳ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ دو رکعتیں ایسی ہیں جن کو آپؐ نے چھپ کر اور ظاہرا کبھی نہیں چھوڑا۔ دو رکعتیں صبح کی نماز سے پہلے اور دو رکعتیں عصر کے بعد۔ لیکن یہ اس لئے مشکل ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے کوئی بھی اور اس طرح ازواج مطہرات میں سے سوائے حضرت ام سلمہؓ کے کوئی بھی عصر کے بعد دو رکعتوں کو روایت نہیں کرتا وہ بھی محض ایک مرتبہ۔ پس اگر آپؐ علانیہ انہیں پڑھتے تو کسی پر پوشیدہ نہ رہتیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سرا وعلانیہ حضرت عائشہؓ کے اعتبار سے ہے مطلقاً نہیں ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں وقتوں میں نماز نفل پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور جب حضرت ام سلمہؓ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا تو آپؐ نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کو پڑھنے کا عذر بیان کر دیا کہ ظہر کی بعد کی دو رکعت کسی مصروفیت کی وجہ سے فوت ہو گئی تھیں ان کو عصر کے بعد قضا کیا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کو حضرت عائشہؓ کی سمجھ داری اور دانش مندی کی وجہ سے یہ گمان ہوا ہو گا کہ حضرت عائشہؓ پر یہ عذر مخفی نہیں ہو گا کہ آنحضرت ﷺ امت کو باوجود ممانعت کرنے کے عصر کے بعد دو رکعت کیوں پڑھتے تھے یا تو یہ آپؐ کی خصوصیت ہے یا انہوں نے سمجھ لیا کہ امت پر ان کا پڑھنا گراں ہو گا پھر یہ بات ان حضرت عائشہؓ پر پوشیدہ رہی۔

قولہ بَكِّرُوْا بالصَّلٰوة صفحہ ۱۹/۸۳ کہ نماز کو جلدی ادا کرو جب کہ بادل ہوں۔ اگر نماز سے نماز عصر مراد ہو تو پھر حدیث کا ترجمہ سے مطابق ہونا بطور ایک قیاس کے ہے اور عموم علۃ کی وجہ سے حکم کا عام ہونا ہے۔ اگر نماز سے مطلق نماز مراد ہے تو پھر مطابقت بالکل واضح ہے۔ لیکن مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ سے ہر نماز کو جلدی سے ادا کرنے پر دلیل قائم کرنا قیاس کا محتاج ہو گا کہ عموم علۃ سے حکم میں عموم ثابت کیا گیا۔ نیز! تمام نمازوں کا وقت کامل ہے سوائے عصر اور عشاء کے۔ کہ ان دونوں کا آخری وقت مکروہ اور ناقص ہے۔ تو ان دونوں نمازوں میں آخر وقت تک تاخیر کرنا نماز کو خواہ مخواہ کراہۃ میں داخل کرنا ہے۔ بنا بریں ہمارے علماء احنافؒ فرماتے ہیں کہ دن یعنی غیم بادل کے دن عین والی یعنی عصر اور عشاء کی نماز کو جلدی ادا کرنا چاہیئے۔ تاکہ وہ کراہیۃ میں داخل نہ ہوں۔ عشاء کے آخری وقت کو ناقص اسلئے کہا گیا کہ علماء کی ایک جماعت کے نزدیک عشاء کا وقت جواز صرف نصف اللیل تک ہے مستحب ثلث لیل ہے۔ اس کے بعد نصف لیل وقت مباح ہے کراہۃ تقلیل جماعت کی وجہ سے ہے کراہۃ تحریمی ہے۔ لیکن اظہر یہ ہے کہ کراہۃ تنزیہی ہے واللہ اعلم بالصواب

باب الاذان بعد ذهاب الوقت الخ صفحہ ۹/۸۳

وقت چلے جانے کے بعد قضاء نماز اور فوت شدہ نمازوں کے لئے اذان دینا جائز ہے۔ بشرطیکہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جائے اگر اکیلا ہو تو اس کے لئے بہتر اپنے فعل کو چھپانا ہے کیونکہ فوت شدہ نماز کو ظاہر کرنا ایک قباحت ہے۔ بلکہ دیدہ دلیری ہے۔ پس اس کیلئے اذان دینا مستحب نہیں ہے۔ بلکہ اس پر تو ایسی جگہ نماز قضاء کرنی چاہیئے جہاں پر کسی کو اطلاع نہ ہو سکے۔ امام بخاریؒ نے مسئلہ اختلافی میں خلاف معمول صراحۃً حکم اسلئے بتلا دیا کہ اس حکم کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے جو قوی دلیل ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا یہی مسلک ہے

حضرت امام مالکؒ کے نزدیک فائتہ نماز کے لئے اذان نہ کہی جائے البتہ پہلی فائتہ کی اذان کے بعد دیگر تمام فوائت کے لئے اقامت کہی جائے
حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ہر نماز کے لئے اذان اور اقامت ہونی چاہیئے۔ کیونکہ جو چیز ادا کیلئے مسنون ہے وہی قضاء کیلئے مسنون ہے

قولہ ان اللہ قبض ارواحکم صفحہ ۲۴/۸۳ جب آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے صلوٰۃ فجر قضا ہو گئی تو آپؐ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ نیند کی وجہ سے ایسا ہوا ہے اور یہ نیند صاحب حق کی طرف سے وارد ہے۔ نہ تمہاری اس میں کوتاہی ہے اور نہ ہی تم پر اس کا کوئی گناہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری روحوں کو روکے رکھا۔ تم لوگ دنیاوی معاملہ میں مشغول نہیں تھے۔

قَوْلُهٗ فَلْيُصَلِّ اِذَاذَكَرَ وَلَا يُعِيْدُ اِلَّاتِلْكَ الصَّلٰوةَ الخ صفحہ ۲/۸۴ جب کوئی شخص کسی نماز کو بھول جائے تو جب بھی اسے یاد آئے تو اس نماز کو قضا پڑھے۔ صرف وہی ایک نماز قضا کرے اس جیسی دوسری نماز نہ پڑھے۔ اس سے امام بخاریؒ نے روایت کے بعض ان الفاظ پر رد کیا ہے۔ ابو داؤد میں ہے من فاتہ صلوٰۃ فان علیہ قضا ؤ ھا ومثلھا یعنی جس شخص کی کوئی نماز چوک جائے تو اس پر اس نماز کی قضا بھی ہے اور اس جیسی اور نماز بھی واجب ہے۔ اس سے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ وہ حدیث منسوخ ہے۔ اس پر صرف ایک نماز واجب ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے احناف پر رد کیا ہے۔ جو قضا فوائت میں وجوب ترتب کے قائل ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ اس جگہ وجوب قضا یاد آجانے کے فوری بعد ہے۔ اور یاد آجانے کا تقاضا ہے کہ نسیان پہلے ہو۔ اور احنافؒ کے نزدیک نسیان سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ اور حدیث میں کوئی ایسے الفاظ نہیں ہیں جن سے وجوب ترتیب ثابت کرنے والوں پر الزام عائد ہو۔ بلکہ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام بخاری بعد میں لائے ہیں۔ کہ خندق کی لڑائی میں آنحضرت ﷺ سے کئی نمازیں فوت ہو گئیں اور وہ کئی مرتبہ فوت ہوئیں۔ اگر ترتیب واجب نہ ہوتی تو کسی مرتبہ تو آپؐ اس ترتیب کو چھوڑ دیتے۔ بلکہ آپؐ نے ترتیب کا برابر لحاظ فرمایا ہے۔ ترتیب کا وجوب احنافؒ کے نزدیک اس حدیث سے ہے صَلُّوا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ الحدیث تم لوگ ایسے نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھو۔ نیز! احنافؒ کے نزدیک پانچ نمازوں سے زیادہ کے بعد بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

قَوْلُهٗ بَابُ السَّمَرِ مَعَ الْاَهْلِ وَالضَّيْفِ صفحہ ۲۴/۸۴

امام بخاریؒ نے اس باب میں حدیث بعد العشاء کی کراہت والی روایت لا کر اشارہ کیا کہ عشاء کے بعد قصہ گوئی مکروہ ہے۔ دیگر کلام خیر وعظ ذکر گھر والوں اور مہمان سے بات کرنا سمر میں داخل نہیں ہے۔ چنانچہ پہلے ایک باب میں سمر فی الفقہ و الخیر سے استثنا کیا اب السمر مع الاھل و الضیف سے استثنا کر دیا تو عشاء کے بعد ہر کلام کرنا مکروہ نہ رہا مکروہ وہ ہے جو فجر کی نماز فوت ہو جانے کا سبب بنے۔

قولہ فھو انا صفحہ ۲۷/۸۴ حضرت نبی اکرم ﷺ کے مہمانوں کے قصہ بیان کرنے کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے مہمانوں کا قصہ تبعاً اور استطراداً بیان کر دیا۔ فھو انا یہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ کا کلام ہے جس کی عبارت یوں ہے فھو میں ھو ضمیر شان ہے۔ انا مبتدا اور اس کی خبر محذوف ہے۔ ای انا فی الدار یا انا قائل۔

قولہ ان ابابکر تعشّی صفحہ ۸۵/۱ حدیث باب سے واضح ہوا کہ عشاء کے بعد کھانا کھانا جائز ہے۔اور میزبان پر واجب نہیں ہے کہ وہ مہمانوں کے ہمراہ ضرورؔ کھانا کھائے۔بلکہ یہ اسکی رائے پر ہے۔چاہے ان کے ساتھ کھائے چاہے اکیلا کھائے جیساکہ جناب نبی اکرم ﷺ کے قصہ میں خیاط نے مہمانوں کو کھلایا خود عمل میں مصروف رہا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی اپنے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھایا۔چنانچہ **قولہ فقال واللہ لااطعمہ** صفحہ ۸۵/۴ یہ اسی قصہ ابی بکرؓ سے متعلق ہے۔جس کو مؤلف نے اختصاراً حذف کر دیا ہے۔

قولہ انما کان ذلک من الشیطان صفحہ ۸۵/۶ اس میں تنبیہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا قسم کھالینا کہ میں ان کے ساتھ کبھی نہیں کھاؤں گا یہ شیطانی عمل تھا اس میں بھلائی نہیں تھی۔اور مہمانوں نے بھی قسم کھالی تھی کہ وہ میزبان کے بغیر نہیں کھائیں گے۔ ان حضرات کی اس گفتگو پر امام بخاریؒ نے ترجمہ باندھا ہے اور جناب نبی اکرم ﷺ نے جب ان کا قصہ سنا تو کوئی نکیر نہیں کیا۔حالانکہ یہ تو سمر مخاطبہ ملاطفۃ اور معاتبہ پر مشتمل ہے۔اس لئے اس کا جواز معلوم ہوا۔

قولہ وکان بیننا وَبَیْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ فمضی الْاَجَلُ صفحہ ۸۵/۷ ایک قوم سے کچھ مدت تک معاہدہ تھا۔جب وہ مدت ختم ہو گئی تو آپؐ کے پاس وہ لوگ تجدید عہد کے لئے آئے جن کے بارہ گروہوں پر نمائندے مقرر کئے گئے۔یہ وہ لوگ تھے جن سے قتال کرنے کا وقت آیا تو آپؐ نے ان کے قتال کے لئے بارہ آدمی بھیجے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ کچھ لوگ تھے ان سب نے اس بڑے طباخ سے کھانا کھایا جو سب کو پورا ہو گیا۔بلکہ خود آنحضرت ﷺ نے بھی اس بابرکت کھانا کو تناول فرمایا۔حالانکہ حضرت ابو بکرؓ کی نیت فقراءً کو کھلانے کی تھی۔جو برکت اس کے اندر پیدا ہوئی وہ بھی فقراءً کے لئے ہوگی۔پھر اس طعام کا جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف بھیجنا تحدیث نعمت کے طور پر ہوگا۔اور جو احسان اللہ تعالیٰ نے ان پر کیا تھا حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے اصحاب اور احباب کو شریک کرنا پسند کیا۔اس لئے آپؐ کے پاس بھیجا یہ حضرت ابو بکرؓ کی کرامت تھی جس کی اوّل برکت ان کے گھر میں ظاہر ہوئی۔اور آخری برکت آنحضرت ﷺ کے پاس ظاہر ہوئی کہ وہ سارے لشکر کو پورا ہو گیا۔آنحضرت ﷺ کا معجزہ ہوا ۔ حضرت ابی بکرؓ کی کرامت ہوئی۔اولیاءُاللہ کی کرامت کے اہل سنت والجماعت قائل ہیں۔

کِتَابُ الْاَذَانْ صفحہ ۸۵/۹

قَوْلُہٗ وَقَوْلُہٗ تَعَالٰی اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ الایۃ جب آیت کریمہ سے اذان ثابت ہوئی تو اس سے اس کی ابتداء بھی

ثابت ہو گئی۔ اگر چہ آیت میں صراحۃً ابتدا کا ذکر نہیں ہے۔ یہی حال دوسری آیت کا ہے۔ نیز ! آیت میں محض اذان کا ذکر ہے۔ ابتدا کا ذکر نہیں۔ لیکن صرف اذان کا ذکر آیت اور ترجمہ میں مناسبت کے لئے کافی ہے۔ آیت کے اندر ابتدا کی بدایت کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی ہے۔

قوله ذکر والنار والناقوس ذکر والیهود والنصاریٰ صفحہ ۱۲/۸۵ یہاں اختصار ہے کیونکہ آگ مجوس کیلئے ہے جن کا روایت میں ذکر نہیں۔ اور لوق یعنی سینگ بجانا یہودیوں کے لئے تھا جن کا ذکر نہیں۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ نے اس کا ذکر کیا تھا۔

قوله قم فنادبا لصلوٰة الخ صفحہ ۱۶/۸۵ اٹھو اور نماز کے لئے اعلان کرو۔ اگر ندا سے مراد اصطلاحی اذان ہے۔ تو روایت کے درمیان میں اختصار ہے۔ اس لئے کہ مشہور اذان حضرت عمرؓ کے قول پر مرتب نہیں ہوئی۔ پس درمیانی قصہ کا ذکر نہیں ہوا۔ اگر ندا سے مراد نماز ہے جو ان کے اس قول میں ہے کہ الصلوٰة جامعة تو پھر قصہ کا آخری حصہ محذوف ہے۔ وہ فرشتہ کا اذان دینا ہے تو اذان کی وہ صفت ذکر نہیں کی گئی۔ کوکب دری میں شیخ گنگوہیؒ نے اس دوسرے احتمال کو ترجیح دی ہے اور پہلے کی نفی کی ہے تو ناد بالصلوٰة سے مشہور اذان نہیں بلکہ الصلوٰة جامعة کا کلمہ مراد ہوگا۔ کیونکہ مشہور اذان تو حضرت عبدالله بن زید ابن عبدربه کے خواب سے مشروع ہوئی ہے۔ تو ترجمہ کا محل اس حدیث سے حذف کر دیا گیا۔ اس طرح حدیث میں اختصار ہوا۔

قوله ان یو تر الاقامة صفحہ ۲۷/۸۵ لفظ ایتار سے وہم ہوتا تھا کہ شاید لفظ الله اکبر بھی اقامت میں ایک مرتبہ کہا جاتا ہو شیخ گنگوہیؒ نے اس کا دفعیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ الله اکبر الله اکبر دونوں کا مجموعہ ایک کلمہ ہے۔ اس لئے کہ چاروں ائمہ میں سے کوئی بھی ان کو ایک بار لانے کا قائل نہیں ہے۔ تو یہ مجمع علیها ہوا۔ باقی اقامت میں حنفیہؒ ایتار کے قائل نہیں ہیں۔ ائمہ ثلاثہ اس کے قائل ہیں۔ چنانچہ امام مالکؒ کے نزدیک اقامت کے دس الفاظ ہیں۔ وہ قد قامت الصلوٰة کو بھی ایک مرتبہ کہنے کے قائل ہیں۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک گیارہ الفاظ ہیں۔ وہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ کو دو مرتبہ کہنے کا قول کرتے ہیں۔ یہ اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے جب کہ الله اکبر الله اکبر کو ایک کلمہ قرار دیا جائے۔ اور یو تر الاقامة کے معنی احنافؒ کے نزدیک یہ ہیں کہ ایک سانس میں قدقامت الصلوٰة دو مرتبہ کہا جائے۔

قوله اذاناً سَمْحًا صفحہ ۲۷/۸۵ اس اثر کی زیادتی سے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ روایت اور ترجمہ میں جو رفع اذان کا حکم ہے اس سے وہ آواز مراد ہے جس میں ایسی سختی نہ ہو۔ یعنی آواز انتہائی بلند نہ کی جائے جو اذان دینے کے لئے کوفت کا باعث ہو۔ بلکہ بغیر کوفت اور مشقت کے رفع صوت ہو۔ جس میں گانا نہ ہو کیونکہ گانے کو ناپسند کیا گیا ہے۔

قوله فقولو ا مثل ما یقولو المؤذن صفحہ ۱۰/۸۶ یعنی اس طرح کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے۔ یہ حکم تغلیب کے طور پر ہے ورنہ حیلتین یعنی حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ میں ایسے جواب نہیں دینا چاہیے ورنہ مزاح بن جائے گا۔ ائمہ اربعہ کا اس پر اجماع ہے۔

قوله الی قوله صفحہ ۸۶/۱۳ یعنی کلمہ شہادت تک تو مؤذن کے قول کی طرح کہے اس کے بعد نہیں کیونکہ بعد ازاں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہنا ہے۔

فاقرع بینهم صفحہ ۸۶/۱۸ علماء احناف ؒ کے نزدیک کسی حکم کو ثابت کرنے کے لئے قرعہ اندازی منسوخ ہے۔ البتہ دل کی تسلی اور اپنے آپ سے ظلم کی تہمت کو دور کرنے کے لئے اب بھی جائز ہے۔

باب الکلام فی الاذان صفحہ ۸۶/۲۱

اذان کے درمیان کوئی دوسرا کلام کرنا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ البتہ امام احمدؒ اس کی اجازت دیتے ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ جو لَا بَأْسَ بِهٖ فرمارہے ہیں۔ اس سے اباحت مراد نہیں بلکہ اس کی منشأ یہ ہے کہ خلاف اولیٰ ضرور ہے۔ لیکن اذان کے اعادہ نہ کرے۔ کیونکہ اس سے اذان باطل نہیں ہوتی۔ جب تک مقصود اعلام میں خلل انداز نہ ہو۔ یعنی دوران اذان ایسا کلام نہ کرے جو اسے اذان کی افادیت سے نکال دے۔ اور روایت میں جو ہے کہ ایسا اس ذات نے کیا جو ہم سے بہتر ہے تو جب جناب نبی اکرم ﷺ نے خود کیا اور اس کا حکم دیا تو یہ دلیل ہے کہ دوران اذان کلام کرنا جائز ہے۔ کیونکہ آپؐ کے ارشاد کے کلام ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ یاد رہے کہ حدیث ابن عمرؓ اس بارے میں صریح ہے کہ عذر کی وجہ سے صَلُّوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ اذان سے فراغت کے بعد کہا جاتا تھا تو حضرت ابن عباسؓ کے قول کے ایسے معنی لئے جائیں جس سے مخالفت نہ ہو۔ بلکہ محض مماثلہ اور اتحاد ثابت کرنا ہو۔ ورنہ حیعلتین کے عوض ان الفاظ کو داخل کرنے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

قوله باب اذان الاعمی اذا کان له من یخبره صفحہ ۸۶/۲۵

نابینا کا اذان دینا درست ہے۔ جب کہ کوئی ثقہ آدمی اس کو وقت کی خبر دے۔ مقصد یہ ہے کہ وقت کے اطلاع دینے میں کوئی خلل نہیں پڑتا تو نابینا کے اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابن ام مکتومؓ نابینا صحابیؓ اس وقت اذان فجر کہتے تھے جب انہیں کہا جاتا کہ اَصْبَحْتَ اَصْبَحْتَ پس امام نوویؒ نے جو حنفیہؒ کی طرف سے نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک نابینا کی اذان صحیح نہیں ہے یہ غلط ہوا۔ البتہ امام صاحبؒ کراہتہ کے ضرور قائل ہیں اس لئے کہ نابینا وقت کا مشاہدہ کرنے پر قادر نہیں ہے۔ البتہ جب کسی ثقہ نے اطلاع دے دی تو نابینا بینا کی طرح ہو گیا۔

قوله کان اذا اعتکف المؤذن للصبح صفحہ ۸۷/۲ جب مؤذن صبح ہونے کے لئے کھڑے ہوئے انتظار کرتا اور جب صبح ظاہر ہو جاتی تو آپؐ ہلکی سی دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ اس سے واضح ہے کہ اذان فجر کے بعد ہوتی تھی۔ کیونکہ جب ثابت ہوا کہ صبح کا انتظار کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ صبح کے بعد اذان کہتے تھے۔ اگر رات کے وقت اذان ہوتی تو انتظار کرنے کا کیا فائدہ یہ ظاہر ہے۔

اور بعض روایات میں وارد ہے کہ جب مؤذن چپ ہو جاتا جب کہ صبح ظاہر ہوتی۔ تو اس میں واؤ حالیہ ہے عاطفہ نہیں۔ معنی یہ ہوئے کہ صبح اس سے پہلے ظاہر ہو چکی ہوتی تھی۔

قولہ بین النداء والاقامۃ اذان اور اقامۃ میں کتنا فصل ہوتا تھا۔ ترجمہ پر دلالت ایک دوسرے مقدمہ پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نماز اور سحری کھانے کے درمیان پچاس آیات پڑھنے کے مقدار کا فاصلہ ہوتا تھا۔ اور سحور آخر وقت میں ہوتا تھا۔ اس صورت میں اذان صبح ہو جانے کے بعد ہوگی۔ اس لئے کہ اگر اذان رات کے وقت ہوتی تو دو رکعت سنۃ فجر ان دونوں کے درمیان واقع نہ ہوگی۔ کیونکہ بعد فجر جب پڑھی جاتی تھیں تو آپؐ اذان کے بعد انہیں پڑھتے تھے۔ تو اس سے لازم آیا کہ اذان بعد الفجر ہوتی تھی۔ دراصل مؤلفؒ نے اپنی عادت کے مطابق حدیث کے بعض طرق سے استدلال کیا ہے۔ جس میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتے ہیں کہ مؤذن خاموش ہو جاتا تو آپؐ اٹھ کر دو رکعت صبح کی نماز سے پہلے فجر کے خوب ظاہر ہونے کے بعد پڑھتے تھے۔

باب الاذان قبل الفجر صفحہ ۸۷/۵

معلوم ہوتا ہے کہ یہ اذان نماز کے لئے نہیں تھی ورنہ اس پر اکتفا کیا جاتا اور ابن ام مکتومؓ دوبارہ اذان نہ دیتے بلکہ وہ تو تہجد والوں کو سحور کی اطلاع دینے کے لئے ہوتی تھی۔ سحور اور تہجد کے لئے علماء احنافؒ کے نزدیک یہ اذان سنت نہیں رہی۔ اس لئے کہ خلفاء راشدین کے دور میں اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ سنت نہیں تھی۔ آنحضرت ﷺ نے کسی عارض کی وجہ سے یہ اذان دلوائی تھی۔ جس کی طرف آپؐ نے خود رہنمائی فرمائی کہ اذان بلال رات کے وقت اس لئے ہوتی تھی تاکہ قائم اللیل سحور کے لئے آجائے اور سونے والا بیدار ہو جائے۔ یاد رہے کہ فجر کے علاوہ اور کسی نماز کے لئے وقت سے پہلے اذان جائز نہیں۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ ائمہ ثلاثہ فجر میں تقدیم کے اذان قبل الفجر کے قائل ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ او امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ طلوع فجر سے پہلے اذان نہ کہی جائے۔

قولہ بین کل اذانین صلوۃ لمن شاء صفحہ ۸۷/۱۴ ہر اذان او اقامت کے درمیان نماز ہے جو پڑھنا چاہے۔ آنحضرت ﷺ سے خود نماز مغرب کی دو اذانوں کے درمیان نماز پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ البتہ صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے جس کی آپؐ نے تقریر فرمائی منع نہیں فرمایا شاید آنحضرت ﷺ نے اسلئے نہیں پڑھی تاکہ سنت نہ بن جائے۔ اور فریضہ نماز ادا کرنے میں خلل انداز نہ ہو اور چونکہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھتے دیکھ کر منع نہیں فرمایا تو یہ سنت قولی اور تقریری ہوئی جس کے ہم بھی قائل ہیں۔ قطب گنگوہیؒ کے اس قول سے ان کا میلان یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر دو رکعت جلدی جلدی پڑھ لی جائیں تو اچھا ہے بشرطیکہ مغرب ادا کرنے میں تاخیر نہ ہو۔ اکثر حضرات نے مکرہ اسلئے کہا کہ مغرب کی دو رکعت پڑھنے میں تقدم و تاخر ہوگا جس سے مغرب کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائیگی ورنہ تکبیر تحریمہ تو ضرور فوت ہو جائے گی بہر صورت ماموربہ کا ترک کرنا لازم آئے گا اور مغرب کے وقت میں قلت ہوتی ہے تو خلاف اولیٰ کا ارتکاب ہوگا۔ امام بخاریؒ کی غرض اس ترجمہ سے یہ ہے کہ ہر دو اذانوں کے درمیان فصل ضرور ہونا چاہیئے اگرچہ وہ تھوڑا سا بھی کیوں نہ ہو

دیکھئے مغرب کا وقت بہت تنگ ہوتا ہے اور اس میں جلدی کرنے کا حکم ہے۔جب اس میں فصل ثابت ہے تو دوسرے اوقات میں بطریق اولیٰ ثابت ہوگا۔

باب من قال لیؤذن فی السفر مؤذن واحدالخ صفحہ ۲۱/۸۷

باب اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ سفر میں صرف ایک مؤذن اذان کہے۔وجہ یہ ہے کہ دوبارہ اذان کی ضرورت اسلئے پڑتی ہے کہ لوگ شہروں کے اطراف میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔سفر میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ لوگ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔لہذا ایک اذان ہی کافی ہے اس ترجمہ کے منعقد کرنے کی غرض یہ ہے کہ اذان کے اندر کئی مؤذنوں کے جمع ہونے کی نفی کرنا ہے۔جیسے کہ حرمین میں کئی مؤذن ایک اذان دیتے ہیں یہ بدعت بنوامیہ نے ایجاد کی تھی۔سفر کی قید اتفاقی ہے ورنہ حضر میں بھی ایک اذان کافی ہے۔

قولہ ذکر اشیاء احفظھا اولا احفظھا صفحہ ۵/۸۸ حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں چند باتیں بتلائیں جنہیں میں یاد رکھتا ہوں یا یاد نہیں رکھتا ہوں۔راویوں میں سے کسی ایک کو شک ہے کہ ان کے استاد نے روایت کرتے وقت ان کو دو کلمات میں سے کون سا کلمہ فرمایا۔

قولہ ویذکر عن بلالؓ انہ جعل اِصْبَعَیْہِ الخ صفحہ ۱۲/۸۸ اس اثر بلالؓ کی ترجمہ سے مناسبت یہ ہے کہ کان میں انگلی داخل کرنا آواز کے بلند کرنے میں مددگار ہے۔جیسے اذان میں اِدھر اُدھر منہ پھیرنا آواز پہنچانے میں مددگار ہے۔کہ دائیں اور بائیں والے لوگوں تک اذان کی آواز پہنچ جائے۔بعد از امام بخاریؒ نے اذان کی مناسبت سے اس کے چند احکام بالتبع ذکر فرمادیئے۔چونکہ اذان ارکان صلوٰۃ میں سے نہیں ہے اس لئے جو شرائط نماز کے لئے ہیں وہ اذان کے لئے نہیں۔مثلاً اذان میں طہارت شرط نہیں وضو اور بغیر وضو اذان کہی جاسکتی ہے۔استقبال قبلہ بھی شرط نہیں ہے خشوع بھی شرط نہیں۔اس لئے التفات یعنی اِدھر اُدھر منہ پھیرنا اور کانوں میں انگلیاں ڈالنا ممنوع نہیں ہے۔نماز میں ممنوع ہیں۔چونکہ ان احکام میں علماء کا اختلاف ہے اس لئے امام بخاریؒ نے کلمہ ھَلْ سے بیان کیا۔ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے بغیر وضو کے اذان پڑھ دی تو کوئی حرج نہیں۔لیکن حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ وضو حق اور سنت ہے۔جس کے معنی اولیٰ اور معمول بہ ہے۔تاکہ ان کا قول حضرت ابراہیمؒ کے قول کے خلاف نہ ہو۔یہ ترجمہ حدیث کے الفاظ **اتتبع فاہ ھھنا وھھنا بالاذان** سے ثابت ہے۔کہ میں حضرت بلالؓ کو دیکھتا تھا کہ وہ اپنا منہ اذان دیتے وقت اِدھر اُدھر پھیرتے تھے۔تو حضرت ابوجحیفہؓ نے اسی طرح پھیرا۔جس پر لفظ اتتبع دلالت کرتا ہے۔ابواب اذان ختم ہورہے ہیں۔اس لئے مؤلفؒ نے بطور تکملہ کے اذان کے متفرق احکام ذکر کردیئے بعد ازاں احکام جماعت ذکر ہورہے ہیں۔اذان کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رُو ہوکر باوضو اذان کہے۔اور حیعلتین کے وقت اپنے چہرہ کو دائیں اور بائیں پھیرے۔اور اس التفات کے وقت اس کے قدم قبلہ سے نہ پھریں۔

باب هل یخرج من المسجد الخ صفحہ ۸۹

اذان کہنے کے بعد مسجد سے باہر نکلنے کی ممانعت وارد ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے نہ نکلے۔ البتہ ضرورت کے وقت نکلنا جائز ہے۔ بلکہ خود آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے پس بے وضو۔ جنبی۔ یا کسی دوسری مسجد کے امام کے لئے اذان کے بعد مسجد سے نکل جانا جائز ہوگا۔

باب اذا قال الامام مکانکم صفحہ ۸۹/۴

یعنی جب امام کسی ضرورت کے لئے مسجد سے باہر چلا جائے اور نمازیوں سے کہہ دے کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ تو جب ان لوگوں کو امام کے قول یا کسی قرینہ سے معلوم ہو جائے کہ وہ واپس آجائے گا تو ان کو امام کا انتظار کرنا چاہیئے۔ اگر چلے جانے کے بعد اس کے حال کا علم نہ ہو سکے کہ واپسی آئے گا یا نہیں تو پھر کسی اور کو امام بنا کر نماز ادا کریں۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ کھڑے کھڑے امام کا انتظار کریں یا بیٹھ جائیں۔ جب کہ امام نے کسی کو خلیفہ نہ بنایا ہو۔ امام بخاریؒ کی ترجمہ سے غرض یہ ہے کہ جب امام نے کوئی خلیفہ نہیں بنایا تو لوگ کھڑے کھڑے امام کا انتظار کریں۔ احنافؒ کے نزدیک خالی کھڑے رہنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

باب وجوب صلوۃ الجماعۃ صفحہ ۸۹/۱۴

نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا امام اوزاعیؒ وغیرہ کے نزدیک فرض عین ہے۔ شوافعؒ کے نزدیک فرض کفایہ ہے۔ حنفیہؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک سنۃ مؤکدہ ہے۔ اور ابن رشد کے نزدیک مندوب ہے۔ قدوری میں سنت مؤکدہ کہا گیا ہے۔ اور ہدایہ میں جماعت کو واجب کہا ہے۔ تو سنت سے مراد بھی یہی ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے۔ تو عبارت کا فرق ہوا ورنہ معنی ایک ہیں۔ اور حضرت حسنؒ کا یہ قول اگر مجھے میری ماں شفقت کے طور پر عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے سے منع کرے تو میں اس کی اطاعت نہیں کروں گا۔ اگر جماعت واجب نہ ہوتی تو اس کے ترک کرنے میں وہ ماں کی نافرمانی کیوں کرتے۔ معلوم ہوا کہ جماعت واجب ہے۔ حضرت حسن بصریؒ کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

قولہ فاذن واقام صفحہ ۸۹/۲ راستہ کی مسجد جس کا کوئی امام اور مؤذن مقرر نہ ہو اس میں دوبارہ نماز باجماعت اذان اور اقامت کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہے۔ جس مسجد کا امام اور مؤذن مقرر ہو وہاں جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔ کیونکہ صلوۃ خوف میں آپؐ نے تکرار جماعت کا حکم نہیں دیا۔ اور نہ ہی آنحضرت ﷺ سے جماعت ثانیہ ثابت ہے۔ اور نہ ہی صحابہ کرامؓ سے اس کا ثبوت ہے۔ ائمہ اربعہؒ میں یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ احنافؒ کے نزدیک کراہتہ ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک جائز ہے۔

قولہ ذلک اذا توضّاء صفحہ ۸۹/۲۶ یہ ثواب کے بڑھنے کا بیان نہیں ہے۔ بلکہ اپنے بندوں پر اللہ تعالیٰ کا احسان اور انعام

جتلاتا ہے۔ کہ جب ان امور پر جو مقاصد نہیں اللہ تعالیٰ ثواب عطا کرتا ہے جو عبادت مقصودہ ہے۔ یعنی اس پر کیسے ثواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ وہ تو قربت مقصود ہے اس پر کئی گنا ثواب ملے گا۔ البتہ نمازی کا چلنا اور نماز کی طرف آنا یہ مضاعفۃ کا باعث تو ہے لیکن مراد نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو پھر جو مسجد میں مقیم ہے جس نے مسجد کو گھر بنالیا ہے اور کبھی اس سے نہیں نکلتا تو اس کو اس مضاعفۃ میں سے کوئی ثواب نہ ملے خوب سمجھ لو یہ غریب ہے۔ تو ذلك انه اس مضاعفۃ کا بیان نہ ہوا بلکہ تنبیہ ہوئی۔ کہ جو اللہ تعالیٰ غیر مقصودی امور پر ثواب دیتے ہیں وہ عبادت مقصودہ پر ضرور ثواب دیں گے۔ بلکہ رفع درجات فرمائیں گے۔

بَابٌ فضلِ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ فِی جَمَاعۃ الخ صفحہ ۹۰/۴

فجر کی نماز جماعت سے ادا کرنے کی فضیلت کے بارے میں ہے۔ اگرچہ دیگر نمازوں میں بھی باجماعت نماز کو فضیلت حاصل ہے لیکن فجر کی نماز میں مشقت زیادہ ہے۔ نیند چھوڑ کر آنا تاریکی میں چلنا فرشتوں کا اس نماز میں حاضر ہونا۔ یہ ایسے امور ہیں جو فضیلت کا باعث ہیں۔ نیز! روایات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ بسااوقات فضیلت اور زیادتی ثواب کا مدار عارضی امور پر ہوتا ہے۔ اور ان اسباب پر ہوتا ہے جو خارجی ہیں۔ تو فجر کی فضیلت اس لئے زیادہ ہو جائے گی کہ اس میں ایسے امور اور اسباب موجود ہیں جو زیادہ فضیلت کا باعث ہیں۔ دراصل روایات کی مطابقت ترجمہ سے مخفی تھی۔ اس لئے مشائخ ؒ نے اس کی کئی توجیہات کی ہیں۔ شیخ المشائخ ؒ فرماتے ہیں کہ یہ باب درباب ہے ربط کی کوئی حاجت نہیں۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ پہلے مواقیت الصلوۃ کے ترجمہ سے اخص ہے اور ابن الرشد نے اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا سے مزید استدلال کیا ہے۔

قولہ واللہ ماعرف من امۃ محمد ﷺ صفحہ ۹۰/۸ حضرت انسؓ نے دمشق میں حجاج کو ظہر کی نماز میں تاخیر کرنے پر افسوس کا اظہار کیا۔ حضرت ابوالدرداءؓ دمشق میں رہتے تھے مدینہ میں طاعات اور عبادات میں تبدیلی دیکھ کر افسوس کرنے لگے کہ میں جناب محمد ﷺ کے زمانہ کی کوئی چیز نہیں دیکھ رہا سوائے اس کے کہ اکٹھے نماز پڑھتے تھے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے اشارہ ہے کہ طاعات اور عبادات میں سے روزہ زکوٰۃ وغیرہ میں بہت تبدیلی آگئی ہے۔ ایک نماز باقی رہ گئی تھی اس کی بھی آنحضرت ﷺ کے زمانہ کی صرف ظاہری صورت رہ گئی ہے اس میں بھی تبدیلی رونما ہونے لگی ہے۔ یہ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت کے آخری زمانہ میں فرمارہے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ وہ نماز جس کو ہر دیکھنے والا دیکھ سکتا ہے اور اس کا حکم ہر ایک کو شامل ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا دولت مند ہو یا فقیر ہو۔ صبح ہو یا شام ہو ہر دو اطراف میں پڑھی جاتی ہے۔ اس میں بھی تبدیلی آگئی۔ بخلاف دوسری عبادات بدنیہ اور مالیہ کے کہ وہ نماز کی بنسبت قلیل الوقوع ہیں۔ کیونکہ روزہ سال میں صرف ایک مہینہ ہے۔ زکوٰۃ بھی سال میں صرف ایک مرتبہ ہے جو دولت مندوں کے ساتھ مختص ہے۔ غریب زکوٰۃ ادا نہیں کر سکتا۔ یہی حج کا حال ہے کہ وہ بھی زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو ہر ایک پر نہیں ہے۔ بایں ہمہ اس کے لئے بھی کچھ شرائط ہیں جو اسے مزید قلت میں داخل کر دیتے ہیں۔ ان سب میں سے نماز اکثر بھی ہے

اور اشہر بھی ہے۔ دوسری عبادات نماز کے علاوہ دیکھنے والے کے سامنے نہیں ہوتیں۔ اس لئے کہ روزہ توبالکل مخفی ہے جس کی کوئی حالت ایسی نہیں جو روزے پر دلالت کرے۔ اس طرح زکوۃ بھی دل کا فعل اور اس کا عزم ہے۔ اگرچہ دوسرے کو دینا یہ اس کے آثار میں سے ہے لیکن یہ بھی اس کے ساتھ مختص نہیں۔ اس لئے کہ جس طرح زکوۃ میں دوسرے کو دینا ہوتا ہے صدقات نافلہ۔ ہبہ۔ امانت۔ عاریۃ اور رہن وغیرہ میں بھی دوسرے کو دینا ہے۔ تو زکوۃ کی خصوصیت نہ ہوئی۔ حج ایک سفر ہے جو احرام باندھنے کے بعد ہی دوسرے سفر سے ممتاز ہوتا ہے تو اس کا ظہور بھی زمانہ حج میں اور مکان حج کے ساتھ مختص ہوا۔ عموم وشمول نہیں ہے۔ البتہ نماز ایک ایسی عبادت ہے جو اپنے عموم اور اہل اسلام کے افراد کو شامل ہونے کی وجہ سے کسی زمان اور مکان کے ساتھ مختص نہیں۔ اس طرح اس کا ظہور ان حالات مخصوصہ سے بھی ہوتا ہے جو عادات اور طبائع جبلیہ کے مخالف ہیں اور یہ کسی فرد کے ساتھ مختص بھی نہیں۔ پس اس تقریر کی بنا پر حضرت ابو الدرداءؓ کے اس قول **ما اعرف من امر امته محمد** ﷺ **الخ** کا مطلب یہ ہوگا کہ امت محمدیہ کی طاعات وعبادات میں سے مشہور اور معروف نماز تھی جس کو ان لوگوں نے ضائع کر دیا۔ تو دوسری عبادات کو زیادہ ضائع کرنے والے ہوں گے۔ اور ان کے قول **مغضباً** کا مطلب یہ ہے کہ بہت غم افسوس اور حسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ اس سے اگر حقیقی غضب مراد ہو تو یہ لوگ جو اس کے ضائع کرنے والے ہیں ان پر غضب ناک ہوئے۔ اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ توجیہ مدینہ والوں کی علوشان کے اعتبار سے ہے۔ کہ نماز جیسی عبادت میں تبدیلی کردی دیگر عبادات کا کیا حال ہوگا یہ حال خیر القرون کا ہے بعد کے ادوار میں جو تبدیلی آئی اس کا تو کچھ نہ پوچھو۔ الحاصل ترجمہ مخصوص تھا فجر کی نماز کے بارے میں حدیث سے عام صلوٰۃ کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ پس امام بخاریؒ کی اس کتاب میں یہ عادت ہے کہ کبھی وہ جزء ترجمہ کو کل روایات سے ثابت کیا کرتے ہیں۔

قوله ان یعرو المدینة صفحہ ۱۸/۹۰ صرف مدینہ کو خالی کردینے پر نہی کا مدار نہیں۔ بلکہ نقل مکانی سے منع فرمانا دونوں امر پر مبنی ہے۔ ایک تو مدینہ کا خالی کرنا مکروہ ہے۔ دوسرے اگر وہ لوگ مسجد کے قریب منتقل ہو گئے تو ان کو پیدل چل کر جو قدم قدم پر ثواب ملتا تھا اس میں کمی آجائے گی۔ کہتے ہیں کہ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ انہیں بنو سلمہ کے بارے میں نازل ہوئی جیسا کہ ابن ماجہ میں سند قوی کے ساتھ مروی ہے۔

قوله ثم لیؤمکما اکبر کما الخ صفحہ ۲۴/۹۰ کہ تم میں سے بڑا امامت کرائے۔ اس میں مجاز ہے ورنہ امام تو ان دو میں سے ایک کا ہوگا ان دونوں کے مجموعہ کا نہیں ہوگا۔ جو ضمیر تثنیہ کا مدلول ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت مالک بن الحویرث کے ساتھ ایک جماعت آئی تھی لیکن یہ دوسرا واقعہ ہے۔

قوله من غدا الی المسجد صفحہ ۹/۹۱ شاید اس صبح اور شام کو مسجد کی طرف جانے سے فریضہ نماز ادا کرنے کے لئے جانا ہو ورنہ نفل نماز تو گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ نیز امام بخاریؒ نے حدیث کے لفظ غدا کی بجائے خروج کا لفظ ترجمہ میں رکھا ہے۔ اس سے

اشارہ ہے کہ حدیث میں غدا کے لفظ سے صبح کو چلنے کے معنی مراد نہیں بلکہ عام خروج کے معنی مراد ہیں۔

قولہ باب اذا اُقیمت الصّلوٰۃ فلاصلوٰۃ الاالمکتوبۃ الخ صفحہ ۱۰/۹۱

جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو فرض نماز کے سوااور کوئی نماز جائز نہیں۔اس باب سے احناف پر رد کرنا ہے جواس کے قائل ہیں کہ تکبیر ہو جانے کے بعد اگر سنت فجر ادا کرلی جائے تو حدیث بالا کا خلاف نہیں ہوگا۔قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ مکتوبہ کے مکان پر سوائے مکتوبہ کے اور کچھ نہ پڑھا جائے۔البتہ صفوف سے الگ کسی جگہ سنت فجر ادا کرنا جائز ہے۔وجہ یہ ہے کہ سنت فجر کے بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔ حتی کہ وَلَوْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلَ یعنی اگر تمہیں گھوڑے بھی روند ڈالیں تب بھی سنت فجر کو نہ چھوڑو۔ادھر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی بھی تاکید ہے۔ حتی کہ بہت سے علماء اس کے وجوب کے قائل ہیں اب طریق عمل یہ ہے کہ اگر جماعت کے فوت ہونے کا خدشہ نہ ہو تو مکان جماعت سے الگ دوسری جگہ سنت فجر پڑھ لی جائے تاکہ دونوں فضیلتیں جمع ہو جائیں۔اور دونوں شرافتوں اور عظمتوں کو حاصل کرلیا جائے۔جب کہ بیہقی کی روایت میں رکعتی الفجر کا استثنا موجود ہے۔ الاالمکتوبہ کے بعد ہے۔ الارکعتی الفجر اور اس کو علامہ نیمویؒ نے آثار السنن میں نقل کیا ہے دراصل یہ مسئلہ اختلافی ہے۔امام شافعیؒ اور امام احمدؒ تو مطلقاً اجازت نہیں دیتے۔امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ خارج مسجد ان دو رکعت سنۃ فجر کو پڑھ لیا جائے۔جب کہ یقین ہو کہ امام کو پہلی رکعت میں پالے گا۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ اگر دوسری رکعت کے التحیات تک نماز کو پالینے کا یقین ہو تو صفوف سے الگ سنۃ فجر ادا کرلے۔

باب حدالمریض ان یشھد الجماعۃ الخ صفحہ ۱۶/۹۱

مریض کو کس حد تک جماعت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔چونکہ مرض اور ضعف وکمزوری کا تقاضا یہ ہے کہ مریض مسجد میں حاضر نہ ہو۔ خطرہ ہے کہ اس کی بیماری میں اضافہ نہ ہو جائے۔دوسرے مسجد کے بھی آلودہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ تو اس احتمال کو دفع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مریض کے لئے مسجد میں جماعت کے لئے حاضر ہونا جائز ہے۔جب تک کسی خرابی اور آلودگی کا خدشہ نہ ہو۔ محض احتمال اور وہم کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ حدالمریض سے مسجد میں اس کی حاضری واجب ہو۔ کیونکہ فقہاء میں سے کوئی بھی وجوب حضور کا قائل نہیں ہے۔جب کہ اس کے لئے پاؤں پر چلنا ممکن نہ رہا ہو۔ حتی کہ اسے دوسروں کی مدد لینی پڑے۔وجہ یہ ہے کہ اگر حضور مسجد مستحب یا واجب ہوتا تو آنحضرت ﷺ اپنی بیماری کے ایام میں مسجد کی حاضری کو ترک نہ کرتے۔حالانکہ آنحضرت ﷺ ایام مرض میں بہت سی نمازوں میں شریک نہیں ہوئے۔البتہ سترہ نمازیں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اقتداء میں ادا فرمائی ہیں۔بہر حال ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ حتی الامکان جماعت میں حاضر ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔چنانچہ شیخ المشائخؒ بھی حدالمریض کی بجائے جدالمریض فرماتے ہیں کہ مریض کو کوشش کرنی چاہیئے۔

قولہ ابو بکر یصلی بصلوٰۃ الخ صفحہ ۲۴/۹۱ یعنی حضرت ابو بکرؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھتے تھے مقصد یہ ہے

کہ حضرت ابو بکرؓ لوگوں کے امام نہیں تھے امام تو خود جناب نبی اکرم ﷺ تھے۔ حضرت ابو بکرؓ آپ کی تکبیرات ان کو سناتے تھے اور آپؐ کے افعال کی ترجمانی کرتے تھے۔ چنانچہ امام بخاریؒ اس کی تصریح فرمائیں گے۔ تو اس سے یہ لازم نہ آیا کہ لوگ مقتدی کو امام بنار ہے تھے۔ اور امام شافعیؒ نے بھی تصریح کی ہے کہ آپؐ نے اپنی مرض میں مسجد کے اندر صرف ایک مرتبہ نماز پڑھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرض الموت میں آپؐ نے مسجد نبوی میں دو نمازیں پڑھی ہیں۔ ایک میں آپؐ امام تھے اور دوسری میں مقتدی تھے۔

قَوْلُهٗ اِسْتَأْذَنَ اَزْوَاجَهٗ اَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِيْ فَاَذِنَّ لَهٗ الخ صفحہ ۹۱/۲۶ یعنی جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے اجازت طلب کی کہ وہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں بیماری کے ایام گذاریں تو سب نے آپ کو اجازت دے دی۔ یہ روایت ترجمہ کے مطابق ہے۔ اس لئے کہ اس میں آنحضرت ﷺ کا حضرت عائشہؓ کے گھر میں منتقل ہونے کا ذکر ہے۔ مسجد کی طرف جانے کا ذکر نہیں ہے۔ اگر روایت کو اختصار پر محمول کیا جائے تو پھر خروج الی المسجد کا قصہ اس لئے ذکر نہیں ہوا کہ اس سے روایت کے بعض طرق کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ یا یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب کہ خرج بین رجلین سے خروج من بیت عائشہؓ الی المسجد مراد ہو۔ خروج الی بیت عائشہؓ مراد نہ ہو۔ تو پھر روایت کے درمیان میں اختصار ہو گیا۔ اور جو مقصود تھا یعنی اپنی بیماری میں مسجد کی طرف جانا اس پر اکتفا کیا گیا۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ احسن اور بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ جو کچھ ذکر ہوا وہ خروج الی بیت عائشہؓ ہے خروج الی المسجد نہیں ہے اس لئے کہ آپؐ پہلے حضرت میمونہؓ کے گھر میں تھے۔ جہاں سے بیت عائشہؓ میں منتقل ہوئے اور جو حکم مقصود ہے خروج الی المسجد وہ قیاس یا دلالت علی النص سے ثابت ہے۔ وہ اس طرح جو مریض خود چلنے پر قادر نہیں جب تک دوسرا اس کی مدد نہ کرے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتا ہے کسی دنیاوی مقصد کیلئے ایسا نہ کرے۔ اگر اس ضرورت کا انجام مقاصد اخرویہ ہوں تو بہتر ہے کہ وہ مسجد میں آنے کی کوشش کرے۔ اگر چہ دوسرے کی اعانت بھی حاصل کرنی پڑے۔ اس صورت میں روایت کے اندر درمیان یا آخر میں اختصار ماننے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

باب الرخصة في المطر والعِلَّةِ ان يصلي في رحله صفحہ ۹۲/۳

بارش یا کسی اور عذر کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ باب کی پہلی روایت ابن عمرؓ کی ترجمہ پر دلالت واضح ہے۔ البتہ دوسری روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اندھیرا سیلاب اور اندھا پن تینوں مل کر رخصت کا فائدہ دیتے ہیں لیکن روایات میں غور و خوض سے واضح ہوتا ہے کہ ان میں سے رخصت عدم حضور کے لئے مستقل علۃ ہے۔ علامہ شامیؒ نے فرمایا ہے اعذار ترك جماعت عشرون قد ادوعتها في عقد نظم كالدرر یعنی بیس اعذار بیان فرمائے ہیں جن میں سے یہ تین مستقل اعذار شمار کئے ہیں۔ اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عتبان بن مالکؓ کے قول کے یہ معنی ہوں کہ یا رسول اللہ! تاریکی اور سیلاب کا جماعت میں حاضر نہ ہونے کا سبب تو آپؐ جانتے ہی ہیں۔ میں نابینا بھی ہوں یہ بھی حضور جماعت سے عذر ہے۔ جب کہ دو سبب اور بھی موجود ہیں جو میرے لئے رخصت کا باعث ہیں

باب هل یصلی الامام بمن حضر الخ صفحہ ۹۲/۹

ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ اگر صاحب اعذار رخصت کے باوجود مسجد میں حاضر ہو جائیں تو امام عزیمت پر عمل کرنے والے حاضرین کو جمعہ کا خطبہ بھی سنائے۔ اور نماز بھی پڑھائے۔ اس طرح صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ کہ گھروں میں نماز پڑھو۔ یہ حکم وجوب کے لئے نہیں بلکہ ندب کے لئے ہوگا۔ بلکہ اباحت کے لئے ہوگا۔ پس پہلی روایت ابن عباسؓ کی ترجمہ پر دلالت اس معنی کر کے ہے کہ صلوا فی الرحال کی نداء پر بعض لوگوں نے رخصت پر عمل کیا وہ نہ آئے۔ اور بعض دوسروں نے رخصت پر عمل نہ کیا۔ بلکہ عزیمت پر عمل کرتے ہوئے بارش کے باوجود حاضر ہو گئے۔ تو اب امام کا ان کو نماز پڑھانا صلوۃ بمن حضر ہو گیا۔ اور دوسری روایت ابو سعید خدریؓ بایں معنی کر کے ترجمہ پر دال ہے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ نماز کے لئے مسجد میں حاضر ہو گئے تو یہ حضور بعض ہو گیا۔ حالانکہ ان کو یہ بھی علم تھا کہ ان کو نماز میں حاضر نہ ہونے کی رخصت ہے۔ پس بعض نماز میں حاضر نہیں ہوں گے۔ جب رخصت ہے تو حاضر ہونا عزیمت کیسے ہو گیا تو فرماتے ہیں کہ قولہ لا نہا عزمۃ کا مطلب یہ ہے کہ حیعلہ یعنی حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کہا گیا تو اس پر عمل کرنا واجب تھا مجھے پسند نہ آیا کہ میں تمہیں پکاروں اور تم اجابت نہ کرتے ہوئے حاضر نہ ہو۔ تو میں نے صلو فی رحالکم ایک ایسا جملہ کہہ دیا جس نے تمہیں وجوب سے ندب کی طرف نکال دیا۔ تو صلوا فی الرحال نے یہ فائدہ بتلا دیا کہ حی علی الصلوۃ میں امر اپنے وجوب پر نہیں رہا۔ البتہ یہ تقریر اس صورت میں ہے جب کہ صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ کا جملہ حیَّ علی الصلوٰۃ اور حیَّ علی الفلاح کے بعد ہو تو اب لما بلغ الی قولہ کے معنی یہ ہوئے کہ جب حیعلتین سے فارغ ہو جائے تو پھر صلو فی الرحال کہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ جب حیعلتین کا ارادہ کرے اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہہ چکے تو پہلے صَلُّوْا فِیْ رِحَالِکُمْ کہے۔ اور حیعلتین کو چھوڑ دے۔ اور یہ بھی ممکن ہے اوثمکم۔ سے مراد یہ ہو کہ تم مؤذن کی ندا الصلوۃ والفلاح پر شاید تم میں سے کوئی راستہ کی مشقتیں اور کلفتیں برداشت کرتے ہوئے آئے کہ کپڑے بھیگ جائیں۔ گارے اور مٹی سے آلودہ ہو جائے جس سے کوئی خرابی اور حرج واقع ہو۔ تو یہ ضرر جماعت کے ثواب سے حاصل کرنے سے زیادہ ہوگا جس سے گناہ گار ہوگا لہذا بہتر ہے گھروں میں نماز پڑھو۔

قَوْلُهٗ مَارَاَیْتُهٗ صَلّٰی صفحہ ۹۲/۱۹ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو اسی دن ہی ضحیٰ کی نماز پڑھتے دیکھا حضرت انسؓ سے نفی اور اثبات دونوں قسم کی روایات مروی ہیں تو جمع بین الحدیثین کی صورت یہ ہو گی کہ شاید پہلی نماز ضحیٰ ہو جو آنحضرت ﷺ نے حضرت انسؓ کی آنکھوں کے سامنے پڑھی ہو۔ تو مطلب یہ ہوا کہ میں نے اس سے پہلے آپ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا تو اس صورت میں اثبات کی روایت جو حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ اس کے منافی نہ ہوئی۔ یا مطلب یہ ہے کہ میں نے لوگوں کے سامنے یا لوگوں کے ہمراہ نماز صرف اسی دن پڑھتے دیکھا۔ ورنہ یہ نماز آپ اپنے کسی گھر میں پڑھا کرتے تھے۔ جس کو حضرت انسؓ نہ دیکھ سکے ترجمہ کی غرض یہ بتلانا ہے کہ صلوۃ الضحی فی الحضر یہ حضرت عتبانؓ کا واقعہ ہے۔ اور یہ دوسرا واقعہ رجل ضخم کا ہے۔ جو عذر کی وجہ سے جماعت کی نماز میں حاضر نہیں ہو سکتا تھا۔

قوله باب اذاحضر الطعام صفحہ ۹۲/۱۹

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے نماز پڑھ لی جائے۔اور بعض میں ہے کہ کھانے کے بعد پڑھے۔تو قطب گنگوہیؒ دونوں روایتوں کو جمع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ روایت میں جو قلب فارغ کا جملہ ہے اس نے روایات مختلفہ کو جمع کر دیا کہ اگر دل میں کھانا کھانے کا تقاضا ہے تو کھانا پہلے کھالے ورنہ نماز کو مؤخر نہ کرے۔پس جس روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وغیرہ نے کھانے کو نماز پر مقدم کر دیا وہ اسی پر محمول ہے کہ جب کھانے کے تقاضا کا غلبہ ہو۔لامع میں قصہ عمر وغیرھا کے الفاظ ہیں جو سبقت قلم کا ثمرہ ہے۔ورنہ روایات میں حضرت ابن عمرؓ اور دیگر حضرات کا قصہ مروی ہے۔البتہ اگر وقت میں تنگی ہو تو کھانے کو بہر حال مؤخر کرے۔

قوله باب من صلّى بالنّاس وهو لايريد الخ صفحہ ۹۱/۷

جو شخص لوگوں کو تعلیم کے لئے نماز پڑھاتا ہے اس سے وہم ہوتا تھا کہ شاید اس کی اپنی نماز جائز نہ ہو۔کیونکہ یہ نماز لوجہ اللہ نہیں بلکہ تعلیم کے لئے ہے۔تو اس وہم کا دفعیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ارادہ اخلاص کے منافی نہیں ہے۔اس لئے کہ تعلیم بھی لوجہ اللہ ہے۔کوئی دنیاوی غرض اس سے متعلق نہیں ہے۔

قول مثل شیخنا ندا شیخ سے مراد حضرت عمرو بن سلمہؓ ہیں۔جو پہلی رکعت سے اٹھتے وقت جلسہ استراحۃ کرتے تھے کیونکہ سن رسیدہ اور بوڑھے ہو گئے تھے۔جلسہ استراحۃ کے امام شافعیؒ کے علاوہ ائمہ اربعہ میں سے اور کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ ابن تیمیہؒ نے نقل کیا ہے کہ جلسہ استراحۃ کے ترک کرنے پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے۔

قوله و كان الشيخ يجلس صفحہ ۹۳/۱۱ کا مطلب یہ ہوا کہ سن رسیدہ اور کمزور ہو جانے کی وجہ سے شیخ عمرو بن سلمہؓ جلسہ استراحۃ کرتے تھے۔کہ پہلی رکعت سے اور تیسری رکعت سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔

قوله فَاِن كن صَوَاحِبَ یوسفؑ صفحہ ۹۳/۱۶ جب آنحضرت ﷺ نے مرض وفات میں فرمایا کہ مروا ابابكر فليصل بالناس کہ حضرت ابوبکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا وہ رقيق القلب ہیں آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہو کر رونے کی حالت میں لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے۔اس سے میرا منشا یہ تھا کہ کہیں ان کے مصلی پر کھڑے ہونے سے لوگ بد فالی نہ پکڑیں۔تو صواحب یوسف سے تشبیہ اس میں ہوئی کہ دل میں کچھ چھپا رکھا ہے اور ظاہر کچھ اور کر رہی ہیں یا وجہ شبہ یہ ہے کہ حق سے پھسلانے میں تم یوسف علیہ السلام والی عورتوں کی طرح ہو جو زلیخا کے ساتھ پھسلانے میں شامل ہو گئی تھیں۔ قطع مولا تک کہہ دیا۔

قوله فنكص عَلٰى عَقِبَيْهِ صفحہ ۹۳/۲۷ حضرت ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک جناب نبی اکرم ﷺ

نمودار ہوئے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق ؓ اس گمان کی بنا پر ایڑیوں پر پھر گئے کہ شاید آنحضرت ﷺ میں طاقت آگئی ہے۔ جس کی وجہ سے قوم کی امامت کرنا آپؐ کے لئے ممکن ہو گیا ہے۔

قوله مانظر نا مَنْظَرًا كَانَ اَعْجَبَ اِلَيْنَا الخ صفحہ ۹۴/۴ حضرات صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم نے اس سے عجیب منظر نہیں دیکھا۔ یہ حضرات آنحضرت ﷺ کے حجرہ مبارک کو تاڑ رہے تھے جب پردہ اٹھتا محسوس کیا تو اپنے چہروں سے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ صرف چہرہ کو ادھر ادھر پھرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ جب تک چہرہ قبلہ سے نہ پھر جائے یا قبلہ پیٹھ کی طرف چلا جائے۔ کیونکہ التفات یسیر سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ جب سینہ قبلہ سے پھر جائے تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ آنکھ پھیرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ البتہ چہرہ پھیرنا مکروہ ہے۔

قوله تأخر الاول اولم يتاخر جازت صلوته صفحہ ۹۴/۱۷ مسئلہ یہ ہے کہ نماز میں امام راتب کی بجائے اس کا نائب پڑھ رہا ہو۔ پس امام راتب کے آجانے پر اسے پیچھے ہٹ جانا چاہیے تاکہ امام راتب نماز کو پورا کرے۔ اگر نہ ہٹے تب بھی نماز جائز ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ پیچھے ہٹ کر جواز کا ثبوت تو حضرت ابو بکرؓ کے فعل سے ہے۔ کہ آنحضرت کے آجانے پر پیچھے ہٹ گئے۔ اور پیچھے نہ ہٹنے کا جواز جناب نبی اکرم ﷺ کے قول سے ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا اپنی جگہ ٹکے رہو۔ یہ مطلب امام بخاریؒ کی رائے کے مطابق ہے لیکن علماء احنافؒ کے نزدیک یہ مقصد ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا پیچھے ہٹنا اس وجہ سے تھا کہ وہ قرأۃ سے رُک گئے تھے بلا ضرورت امام کے لئے پیچھے ہٹنا جائز نہیں۔ دوسرے آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں کون آگے کھڑا ہو سکتا ہے آج کیسے جواز ہے۔ اور حضرت ابو بکرؓ کا قرأت سے رُک جانا جناب نبی اکرم ﷺ کے صحت یاب ہونے کی خوشی کی وجہ سے تھا۔

قوله اُلْتُفِتَ اليه صفحہ ۹۴/۲۶ مجہول کا صیغہ ہے اگرچہ معروف بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں فاعل الامام ہوگا

قوله باب اذا اسْتَوَوا فِي القرأة صفحہ ۹۴/۲۷

اس میں اشارہ ہے کہ جب علم اور قرأۃ میں برابر ہوں تو روایت کے مطابق بڑی عمر والے کو امام بنانا چاہیے۔ اگر علم و قرأۃ میں برابری نہ ہو تو پھر اکبر سنا یعنی بڑی عمر والے کو آگے بڑھانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ پھر تو قرأۃ اور علم والا امام ہوگا۔ اس مطلب پر گویا کہ ترجمہ حدیث کے لئے شارح ہو گیا۔ کیونکہ حدیث ابن مسعودؓ میں ہے یؤم القوم اقرء هم لِكِتَابِ اللّٰه الخ یہ اہل الظواہر کا مسلک ہے ورنہ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک احقهم بالامامة اعلمهم ہے۔ کہ امامت کا حقدار زیادہ علم والا ہے اور اقرء اس زمانہ میں اعلم ہوا کرتا تھا۔

قوله باب اذا زار الامام قوما صفحہ ۹۵/۴

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يَؤُمَّهُمْ وليؤمهم رجل منهم ترجمہ۔ جو شخص کچھ لوگوں سے ملنے جائے

تو وہ ان کی امامت نہ کرے۔ بلکہ ان میں سے کوئی آدمی ان کا امام بنے۔ تو امام بخاریؒ اس ترجمہ سے بتلا رہے ہیں کہ نہی مطلق نہیں ہے۔ بلکہ عدم اذن سے مقید ہے کہ ان کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرے۔ اجازت مل جانے پر نماز پڑھا سکتا ہے۔ امام بخاریؒ کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر امام اعظم ہو تو اس کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں رہی۔ امام خاص کی جائے یہی امام ہوگا۔

قَوْلُهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یا تو امامت کے بارے میں ہے یا جانور کے اگلے حصہ پر بیٹھنے کے لئے ہے۔ اس دونوں امر کا لحاظ کیا گیا ہے۔

باب انما جعل الامام لِيُؤْتَمَّ بِهٖ صفحہ ۹۵ر ۷

امام اس لئے بنایا جاتا ہے تا کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس باب کے تحت امام بخاریؒ حضرت نبی اکرم ﷺ کی مرض کی حالت میں نماز پڑھنے کا ذکر لائے ہیں۔ جس سے اشارہ کرنا ہے کہ اگر امام کسی عذر کی وجہ سے یا بلا عذر کوئی فرض چھوڑ دے تو اس میں امام کی متابعت واجب نہیں ہے۔ دیکھئے جناب نبی اکرم ﷺ نے عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھی قوم نے کھڑے ہو کر پڑھی بیٹھے نہیں۔ اس بارے میں دیگر آثار بھی ذکر کئے ہیں مثلاً کوئی شخص بھیڑ کی وجہ سے سجدہ نہیں کر سکا تو وہ امام کی متابعت نہ کرے کیونکہ اس کی متابعت میں فرض کا چھوڑنا لازم آتا ہے۔ جس طرح فرض کا چھوڑنا جائز نہیں ایسے سجدہ کا چھوڑنا بھی روا نہیں ہے۔ کیونکہ سجدہ فرض ہے۔ امام بخاریؒ منسوخ روایت کو بعد میں لائے اور ناسخ کو پہلے لائے۔ اگر اس کا عکس کر لیتے تو بہت اچھا ہوتا۔ اس سے اشارہ ہے کہ قوم کے لئے قیام فرض تھا اس لئے فرض کو چھوڑ دینے میں صحابہ کرامؓ نے آپؐ کی متابعت نہیں کی۔ اور نہ ہی آپؐ نے ان کو بیٹھنے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اثر میں ہے کہ لا تبادروا ائمتكم بالركوع ولا بالسجود سر اٹھالے تو پھر سر کو اتنی دیر رکھے رہے جس قدر اٹھایا تھا۔ پھر امام کی پیروی کرے۔ یہ انما جعل الامام ليؤتم به پر عمل کرنے کی وجہ سے ہے۔ طحاوی میں ہے کہ مقتدی پر ارکان فعلیہ میں امام کی متابعت واجب ہے۔ تو اثر ابن مسعودؓ کی تاکید متابعت کے لئے لائے ہیں۔ جب تک امام کسی واجب کا ترک نہ کرے اور حضرت حسن بصریؒ کے اثر کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو بھیڑ بھاڑ یا اور کسی وجہ سے سجدہ کرنے کی قدرت نہیں ہوئی تو وہ انتظار کرے۔ یہاں تک جب امام سلام پھیر دے تو سلام پھیرنے میں اس کی متابعت نہ کرے۔ کیونکہ اس سے فرض متروک ہو گیا ہے۔ اس لئے جب اسے کوئی جگہ سجدہ کرنے کی ملے تو پہلے دوسری رکعت کے لئے دو سجدے کرے پھر پہلی رکعت کا اعادہ کرے۔ کیونکہ جو کچھ وہ ادا کر چکا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے فرض سجدہ ادا نہیں ہوا۔ اور حضرت امام اعظمؒ کا مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ اگر اسے امام کی پیٹھ پر سجدہ کرنے کا موقع ملے تو بھی اسے سجدہ کرنا چاہئے اگر کسی صورت بھی سجدہ کرنے کی قدرت حاصل نہیں ہوئی تو جب بھی اسے قدرت حاصل ہو سجدہ ضرور کرے احنافؒ کے نزدیک ترتیب فرض نہیں ہے۔ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ آخری رکعت کے دو سجدوں پر قضا رکعت کو مقدم نہ کرے۔ بلکہ امام کے سلام کے بعد قضاء کرے تا کہ امام کی متابعت رہے۔

فيمن نسي سجدة یہ کلام حسنؒ کا ضرع ثانی ہے اس کا ترجمہ سے کوئی تعلق نہیں۔ محض اس مناسبت سے اس کا ذکر دیا

کہ فرض کاادا کرنا ضروری ہے۔ کوئی فرض ہو اس کا کوئی حصہ نہیں چھوڑا جاسکتا۔ جیسے کوئی شخص سجدہ کرنا بھول گیا حتیٰ کہ کھڑا ہو گیا تو اسے واپس آکر سجدہ کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ فرض ہے۔ مولانا مکیؒ کی دوسری تقریر میں ہے کہ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ دو سجدوں میں سے ایک کو بھول گیا یہاں تک کہ امام بھی کھڑا ہو گیا اور یہ ناسی بھی کھڑا ہو گیا پھر اسے سجدہ یاد آیا تو واپس لوٹ کر سجدہ کرے تاکہ امام کی متابعت پوری ہو جائے پھر کھڑا ہو جائے۔ اس تقریر پر ترجمہ سے موافقت ثابت ہو جائے گی۔

قولہ فاجلساہ صفحہ ۹۵/۲۰ جب آنحضرت ﷺ کو حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں بٹھادیا گیا تو آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کی اقتدا فرمائی۔ جس پر حضرت ابو بکرؓ قراۃ سے رُک گئے۔ تو انہوں نے آپ کو خلیفہ بنایا۔ **فاقتدی** اس لئے کہا گیا کہ غیر مقتدی کو خلیفہ بنانا صحیح نہیں ہے کیونکہ نیابۃ میں مساوات شرط ہے۔

قولہ سَمّتْ لك الرجل صفحہ ۹۵/۲۳ حضرت عائشہؓ نے دوسرے آدمی کا نام شاید اس لئے نہ لیا ہو کہ ان کے نزدیک معین نہیں تھا۔ اس لئے کہ دوسری جانب تین حضرات ہوتے تھے۔ حضرت بریرہؓ۔ حضرت اسامہؓ۔ اور حضرت علیؓ یا یہ کہ حضرت علیؓ نے جو آنحضرت ﷺ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا حضرت عائشہؓ کو اس کا علم نہ ہو سکا اور بڑی بات یہ ہے کہ اگر دلوں کی کدورت کی وجہ سے نام نہ لیا ہو تو یہ بھی کوئی بعید امر نہیں ہے۔ اگرچہ ایسا اقدام نہیں کرنا چاہئیے لیکن چونکہ صحابہ کرامؓ معصوم نہیں ہیں۔ اگر بشری تقاضا کے مطابق ایک دوسرے پر ناراضگی یا مہربانی کسی وجہ سے ہو جائے تو نہ یہ محال ہے اور نہ ہی اس پر کوئی گرفت ہے آخر حضرت علیؓ نے بھی افک کے موقع پر کہہ دیا تھا کہ **لن یضیق الله علیك والنساء سواها کثیر** کہ اللہ تعالیٰ آپؐ پر ہرگز تنگی نہیں کرے گا حضرت عائشہؓ کے سوا اور عورتیں بہت سی ہیں یہ بھی ایک رنجش کی بات تھی۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ کے نام سے متعین کر دیا یا تو اسلئے کہ انہیں کو اس کی اطلاع تھی۔ یا علیؓ باقی دو حضرات سے لمبے فاصلے پر تھے۔ یا ان کی فضیلت کی وجہ سے تعیین کر دی۔ علاوہ ازیں کسی شخص کا ذکر کر دینا کم درجہ والے کی نفی نہیں کر دیتا کیونکہ ہمارے نزدیک مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہوتا۔ حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ جو ہدایت کے ستارے ہیں ان سے ایسے اقوال اور افعال سرزد کرائے گئے تاکہ دین کی تکمیل ہو۔ جو امور شان نبوت کے خلاف تھے وہ صحابہ کرامؓ سے کرائے گئے۔ امت کی تعلیم کے لئے ایسا ہوا۔ اور جو امور نبوت کے خلاف نہیں جیسے نسیان سہو نوم وغیرہ وہ نبی کی فعلی تعلیم میں داخل ہیں۔

باب متی یسجد من خلف الامام صفحہ ۹۶/۷

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ بتلانا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ مقتدی کے افعال امام کے افعال کے بعد متصل ہوں جن میں فصل نہ ہو۔ البتہ اگر امام سن رسیدہ ہو اس کے قویٰ کمزور ہوں حرکت وانتقال دیر سے ہوتا ہو تو ابتداء میں تاخیر اس قدر ہو کہ انتہا میں بعدیۃ متصلہ ہو۔ وجہ یہ ہے کہ اگر امام کے کسی فعل میں شروع ہو جانے کے بعد مقتدی نے فعل کو لانا شروع کیا تو امام کی فراغت سے پہلے ان کی فراغت ہو جائے گی۔ جب کہ امام کی حرکات دیر سے ہوں اور مقتدی جلدی کرنے لگیں تو حضرت انسؓ کی حدیث سے دعویٰ کے

اوّل حصہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اذسجد فاسجدوا کہ جب امام سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو۔ جس سے معلوم ہوا کہ تعاقب تو ہو لیکن فصل نہ ہو اور وہ روایت جو باب میں ذکر کی گئی ہے وہ اس پر دال ہے کہ امام اور مقتدی کے فعل شروع کرنے میں فصل ہونا چاہئے تو ان دونوں حدیثوں کے مجموعہ پر نظر رکھنے سے مقصود ثابت ہو جائے گا۔ تو دونوں حدیثیں ایک دوسرے کی تفسیر کے درجہ میں ہوئیں۔ مطلب یہ ہوا کہ سجدہ میں امام کے زمین تک پہنچنے سے پہلے مقتدی زمین تک نہ پہنچیں بلکہ اس کے بعد پہنچیں۔

قوله من المصحف صفحہ ۱۵/۹۶ نماز کے اندر قرآن مجید کھول کر قرأۃ احناف ؒ کے نزدیک مفسد صلوٰۃ ہے۔ کیونکہ ایک تو غیر نمازی سے تعلم ہے۔ دوسرے اوراق الٹ پلٹ کرنے سے عمل کثیر ہو گا جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ صاحبین مصحف سے دیکھ کر پڑھنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ ائمہ ثلاثہؒ صرف نوافل میں جواز کے قائل ہیں۔ حضرت عمرؓ نماز میں مصحف سے دیکھ کر پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کے فعل سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ تو محرم کو مبیح پر بھی ترجیح ہوگی۔

قوله والغلام الذی لم یحتلم صفحہ ۱۶/۹۶ یعنی جو لڑکا نابالغ ہو اس کی امامت جائز ہے۔ عند البخاریؒ یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ فرض نماز پڑھنا لڑکے کے پیچھے صحیح نہیں البتہ نفل کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ سے روایات ہیں۔ امام احمدؒ اور امام ملکؒ نفل میں جواز کے قائل ہیں۔ جو لوگ جواز کے قائل ہیں ان کا استدلال آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے ہے کہ یؤمهم اقرأهم لكتاب الله الخ اور اقرء میں بالغ نابالغ سب داخل ہیں۔ لیکن احناف ؒ کی جانب سے یہ جواب ہے کہ اگر اس عموم کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر تو کافر۔ مجنون او عورت کی امامت بھی جائز ہو۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ حالانکہ عموم میں تو وہ بھی شامل ہیں تو جس طرح اقرأیہ کے عموم سے ان تینوں کو خاص کیا جاتا ہے۔ اس طرح نابالغ لڑکا بھی اس عموم سے خارج ہو گا۔ تخصیص کی وجہ وہ نصوص ہیں جن میں آتا ہے کہ نابالغ لڑکا مکلف نہیں ہے۔ رفع القلم عن ثلث ان میں صبی بھی داخل ہے۔ جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے

قوله لم تحتلم سے غالباً مراھق لڑکا مراد ہو گا۔ بہر حال نابالغ بچے پر جب نماز واجب نہیں تو وہ مقتدیوں کی نماز کا کیسے ضامن ہو گا البتہ نماز مردوں پر واجب ہے۔ ابتداء جیسے فرض اور شروع کرنے کے بعد واجب ہے جیسے نفل۔

قوله مرضعًا بقياء صفحہ ۱۸/۹۶ یہ بعض راویوں کی طرف سے عصبة کی تفسیر ہے۔

قوله وَاِنِ اسْتُعْمِلَ حَبْشِیٌّ صفحہ ۲۰/۹۶ اس روایت سے ترجمہ اس طرح ثابت ہوا کہ جب عبد حبشی کی امارت جائز ہے تو امیر نماز میں بھی مقتدا ہو گا۔ لہذا امامۃ العبد ثابت ہوئی۔ نیز! روایت کے بعض طرق میں عبد حبشی کے الفاظ وارد ہیں۔ تو جب عبد حبشی چھوٹے سر والے کی اطاعت کا حکم ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم بھی داخل ہے۔ لہذا اس سے ترجمہ ثابت ہوا۔

باب اذا لم یتم الامام واتم من خلفه صفحہ ۲۱/۹۶

ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے۔امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہو گی کیونکہ ان کے نزدیک امام کی اقتداء محض متابعۃ ہے۔ صحت وفساد سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ علماء احنافؒ کے نزدیک امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کی ضامن ہے۔ الامام ضامن آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے ترجمہ یہ ہے کہ جب امام نماز پوری نہ کرے اور لوگ اس کے پیچھے ہیں وہ نماز پوری کر لیں تو یہ جائز ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ تمام کے لفظ سے اشارہ ہے کہ یہ حکم نماز کے زائد امور میں ہے۔ جیسے نماز کے سنن اور مستحبات امام ادا نہ کرے مقتدی کر لیں۔ لیکن ارکان نماز اور اس کے شرائط ان میں اگر امام کی طرف سے خلل واقع ہو تو مقتدی کی نماز میں ضرور خلل واقع ہو گا۔ شاید امام بخاریؒ بھی وہی مسلک اختیار کر رہے ہیں جو شوافعؒ کا ہے۔ کہ امام کی نماز کا فساد مقتدیوں کی نماز کے فساد کو مستلزم نہیں ہے۔ اس صورت میں لفظ تمام اپنے عموم پر رہے گا ارکان اور شرائط کے علاوہ سنن اور مستحبات سے مقید نہیں ہو گا۔ واللہ اعلم

قولہ خلف المخنث صفحہ ۱/۹۷ ہجڑے کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ مخنث اگر وہ مرد ہے جو عورتوں سے مشابہت پیدا کرتا ہے تو مرد ہونے کی وجہ سے اس کی امامت جائز ہے۔ اگر وہ خلقی طور پر عورتوں کے مشابہ ہے تو عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ عورتوں کی امامت تو نماز کو فاسد کرنے والی ہے۔ شیخ گنگوہیؒ کے قول لکم عام سے معلوم ہوتا ہے کہ تشبہ خواہ کسبی ہو یا خلقی ہو دونوں کا ایک حکم ہے۔ البتہ ضرورت مستثنیٰ ہے جب کہ مخنث شوکت وسلطنت والا ہو تو جماعت کے نظام کو خراب نہیں کیا جائے گا۔

قولہ ولو لحبشي صفحہ ۲/۹۷ اگرچہ یہ طاعت اور حکومت حبشی کے لئے ہو۔ کیونکہ حبشی امام تب بنے گا جب وہ جبری غلبہ حاصل کر لے اور ظلم کرے یا اس کو کوئی اور امامت کے لئے مقرر کرے۔ بہر حال ہر حبشی کی اطاعت کرنے کا ہمیں حکم ہے۔ منجملہ اس کے اس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی ہے۔ تو ترجمہ سے معلوم ہوا کہ فاسقوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ مفتون اور مبتدع سے یہی مراد ہے اور یہی ائمہ اربعہ کا راجح مذہب ہے۔ البتہ اعتقادی فاسق کو امام نہ بنایا جائے۔

باب يقوم عن يمين الامام بحذائهٖ سواءً الخ صفحہ ۲/۹۷

قولہ سواء یہ قولہ بحذائہ کی تاکید ہے۔ تاکہ مجاز کا وہم نہ ہو یہاں دو مسئلے ہیں پہلا یہ ہے کہ اگر مقتدی ایک ہو۔ خواہ وہ لڑکا ہی کیوں نہ ہو تو اسے امام کے دائیں جانب کھڑا ہونا چاہئے البتہ حضرت سعید بن میسب سے مروی ہے کہ اسے امام کے بائیں جانب کھڑا ہونا چاہئے۔ لیکن اکثر ائمہ کا قول دائیں جانب کا ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ دائیں جانب امام کے برابر کھڑا ہو یا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہئے امام بخاریؒ نے ترجمہ میں بتلا دیا کہ امام کے برابر کھڑا ہونا چاہئے۔ برابر سر کی نہیں قدم کی مراد ہے۔ سواء بمعنے مساوی کے ہے کہ امام سے آگے پیچھے نہ ہو۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو۔ امام نخعیؒ سے منقول ہے کہ وہ مقتدی امام کے پیچھے کھڑا ہو۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی واحد کو امام کی ایڑیوں کے پاس کھڑا ہونا چاہئیے یہی عوام کا معمول ہے۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں محاذات کا تقاضا ہے کہ دونوں کے مقام میں مساوات ہو۔ اور روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے مجھے اپنی داہنی جانب کھڑا کیا۔ اور اس سے ثابت ہوا وہ ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے تھوڑا سا پیچھے تھے۔ یہ امر زائد کا ثابت کرنا ہے۔ لفظ عن یمینہ میں اصل محاذاۃ ہے۔ جس کو حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اختیار کیا ہے۔ صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ ایک مقتدی تھوڑا سا امام کے پیچھے ہو بالکل اس کے برابر نہ کھڑا ہو کتب فقہ میں صاحبین کا نہیں صرف امام محمدؒ کا یہی مسلک منقول ہے۔

باب تخفیف الامام فی القیام واتمام الرکوع والسجود صفحہ ۹۷/۲۱

نماز کے اندر قیام میں تو امام کو تخفیف کرنی چاہئیے۔ البتہ رکوع اور سجود کو پورا کرے ان میں تخفیف نہ ہو۔ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے دو متعارض حدیثوں کو جمع کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس لئے کہ ایک حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ کا نماز میں قیام رکوع اور سجود برابر ہوتے تھے۔ دوسری میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ نماز میں تخفیف کرنے والے تھے۔ تو جمع کا حاصل یہ ہے کہ قیام میں تخفیف ہوتی تھی۔ کہ قرأۃ میں سنت کے مطابق اختصار کرتے تھے۔ اور رکوع اور سجود کو پورا ادا کرتے تھے۔ اور جمع کی یہ صورت بھی ممکن ہے کہ اطالت کے مراتب میں سے اقل مرتبہ کو لیتے تھے کہ واجبات پورے کے پورے ادا کرتے اور اوپر کے مراتب کے اعتبار سے تخفیف ہوتی تھی۔ امام بخاریؒ نے حضرت معاذؓ کی حدیث سے خاص کر تخفیف قیام کو ثابت کیا ہے۔ جیسے اس جگہ قیام میں قرأۃ کو بیان کیا۔ اور حدیث ابن مسعودؓ میں فَلْيَتَجَوَّزْ اختصار کرے۔ اس سے تخفیف قیام کی تفسیر کر دی۔ واتمام الرکوع میں واؤ بمعنے مع کے ہے۔ تو اس باب میں فَلْيَتَجَوَّزْ سے تخفیف قیام مراد ہوا۔ اب یہ روایت ان روایات کے منافی نہیں ہوگی جن میں اتمام رکوع و سجود کی تاکید کی گئی ہے صل فانك لم تصل جس نے تعدیل ارکان نہیں کی تھی اس کو فرمایا نماز پھر پڑھو۔ کیونکہ تم نے نماز پوری نہیں پڑھی۔ شیخ گنگوہیؒ نے جو دوسری توجیہ کی ہے وہ احادیث کے مختلف الفاظ کو جمع کرنے کی صورت میں ہے۔ ترجمہ کو ثابت کرنا نہیں ہے۔ کیونکہ آگے ایک باب الایجاز والاکمال کا آرہا ہے۔ جو اس توجیہ کے مناسب ہے کہ ایجاز تو اکمال کے اقل مراتب کے اعتبار سے ہے اور اکمال یہ ہے کہ سب آداب کی رعایت کی جائے۔ تو اس توجیہ پر ترجمہ مکرر نہیں ہوگا۔

قولہ فلیتجوز اس باب میں ان الفاظ کو لانے سے اشارہ کر دیا کہ تجوز اگرچہ عام ہے لیکن اس جگہ اس سے تخفیف قیام مراد ہے۔ اور صل انك لم تصل اس کا تعلق قیام سے نہیں بلکہ تخفیف رکوع اور سجود سے ہے جس کو اتمام کے لفظ سے پورا کرنے کا حکم ہوا چنانچہ امام بخاریؒ اسے ابواب الرکوع میں لا رہے ہیں۔ یاد رہے کہ اس جگہ دو قصے ہیں ایک حضرت معاذ بن جبلؓ کا ہے جنہوں نے مسجد بنی سلیم میں عشاء کی نماز پڑھائی تھی۔ دوسرا قصہ حضرت ابی بن کعبؓ کا ہے جنہوں نے صبح کی نماز مسجد قباء میں پڑھائی تھی۔

باب اذاصلی لنفسه فلیطول ماشاء صفحہ ۹۷/ ۲۷

پہلے باب میں تطویل سے ممانعت تھی۔ شاید کسی کو وہم ہو کہ تطویل مطلقاً مکروہ ہے خواہ اکیلا ہو یا جماعت کے ساتھ ہو۔ تو دفع وہم کرتے ہوئے اس کے بعد اس حدیث کو لائے ہیں۔ کہ جب اکیلے نماز پڑھے تو جس قدر تطویل چاہے کر سکتا ہے۔

قولہ ان اطول بھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے کسی ضرورت کیلئے تطویل کے جواز کو ثابت کرنا ہو یعنی کسی آنے والے کی وجہ سے رکوع کو لمبا کر دے جس کو ائمہ اربعہ مکروہ کہتے ہیں۔ امام شعبیؒ اور امام احمدؒ جواز کے قائل ہیں۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔

قولہ ان اطول فیھا الخ صفحہ ۹۸/ ۱۵ سے وہ تطویل مراد ہے جو قوم پر گراں نہ ہو۔ تو اس میں اختصار غایت کا اختصار ہوگا جو آپؐ کے ارادہ سے بالکل مختصر ہو۔ جب کہ آپؐ اس تخفیف کا ارادہ نہ کر رہے ہوں۔ تو بچے کے رونے کی آواز سن کر بہت ہی زیادہ اختصار کرتے ہوں گے۔ نماز میں کسی کے لئے انتظار کرنے کو حضرت امام ابو حنیفہؒ شرک قرار دیتے ہیں۔

قولہ ثم یأتی قومہ فیصلی بھم صفحہ ۹۸/ ۵ چونکہ یہ مسئلہ اختلافی ہے اس لئے امام بخاریؒ نے اذاصلی ثم ام قوما کی جزذکر نہیں کی۔ مسئلہ یہ ہے کہ آیا فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے یا نہیں۔ حضرت معاذؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ فرض پڑھ کر پھر اپنی قوم کو فرض پڑھاتے تھے۔ یہ حدیث جواز والوں کا مستدل ہے۔ احنافؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ حدیث معاذؓ اس وقت کا واقعہ ہے جب فرض کو دو مرتبہ ادا کرنا جائز تھا۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ نے ان کے فعل کو سنا تو انہیں منع کر دیا۔ فرمایا یا تو قوم پر تخفیف کرو یا میرے ساتھ نماز پڑھو معلوم ہوا جمع جائز نہیں ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے اس کی زیادہ بحث اس لئے نہیں کی کہ کوکب دری میں اس کو مفصلاً بیان کر چکے ہیں۔

باب من اسمع الناس تکبیر الامام صفحہ ۹۸/ ۲۵

جو شخص لوگوں کو امام کی تکبیر سنائے۔ روایت باب سے صراحۃً معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ اس وقت امام نہیں تھے کہ مقتدی کی امامت کا الزام عائد نہ ہو۔ وہ تو محض آنحضرت ﷺ کی تکبیر کی آواز لوگوں کو سناتے تھے لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی

قولہ فاشار الیہ ان صل صفحہ ۹۹/ ۳ حضرت ابو بکرؓ کو آنحضرت ﷺ کا حکم ہوا کہ آپ نماز پڑھتے رہو۔ اور اپنی جگہ پر ثابت رہو۔ چونکہ آپ قراءۃ سے رُک گئے تھے۔ تو اپنے فعل میں مجبور و معذور تھے ورنہ آپ جناب نبی اکرم ﷺ کے حکم بجا آوری کی بجائے حکم عدولی کیسے کر سکتے تھے تو یہ ان کا پیچھے ہٹنا قراءۃ سے رُک جانے کی وجہ سے ہوا جیسا کہ باب من دخل لیؤم الناس فجاء الامام الاول الخ میں گذر چکا ہے۔

باب الرجل یأتم الامام ویأتم الناس بالمأموم صفحہ ۹۹/ ۴

کوئی شخص کسی امام کی اقتدا کرے اور لوگ اس مقتدی کی اقتدا کریں۔ ہمارے نزدیک یہ اقتدا افعال میں ہے۔ ورنہ در حقیقت اقتدا امام کی ہو گی۔ دراصل امامت ابی بکرؓ میں تین احتمال ہیں۔ پہلا یہ کہ سب لوگوں کے امام در حقیقت جناب نبی اکرم ﷺ ہوں۔ اور حضرت ابوبکرؓ محض مبلغ اور آپؐ کی تکبیر کی آواز سنانے والے ہوں۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ صرف ابوبکرؓ کے امام ہوں۔ ابوبکرؓ بقیہ لوگوں کے امام ہوں۔ اور تیسرا احتمال جس کو امام احمدؒ نے اختیار کیا ہے کہ امام حضرت ابوبکرؓ ہوں۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں اس تیسرے احتمال کو بالکل نہیں لیا۔ پہلے دو احتمال ذکر کئے ہیں۔ پہلا احتمال قول جمہور ہے۔ دوسرا احتمال امام شعبیؒ کا قول ہے۔ شیخ گنگوہیؒ کے کلام میں اجمال ہے جو مخل ہے کہ مقتدی کی اقتداء افعال میں تھی ورنہ حقیقت امام کی اقتدا تھی اور کسی کی نہیں۔

قوله ائتموا بي وليأتم بكم الخ امام بخاریؒ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ تم میری اقتدا کرو بعد والے تمہاری اقتدا کریں گے۔ یہ مطلق ہے جو عام ہے۔ کہ اہل عصر پہلے لوگوں کی اقتدا کریں۔ یعنی خلف سلف کا اتباع کریں اس کو بھی شامل ہے۔ اور اس کو بھی شامل ہے کہ جب امام نظر نہ آئے تو پچھلی صفوں والے پہلی صفوں والوں کی اقتدا کریں۔ اور یہی حق ہے جس میں کوئی شک نہیں کیونکہ دوسری صف والے اپنے سے پہلے لوگوں کو دیکھتے ہوں گے جب کہ امام کے حال سے واقف نہ ہوں۔ عام محدثین نے اسے مسئلہ صفوف پر محمول کیا ہے تعلیم و تبلیغ مراد نہیں لی۔ شیخ گنگوہیؒ نے حدیث کو دونوں معنی پر حمل کرتے ہوئے اشارہ کیا کہ یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے۔

قوله عن يسار ابي بكر صفحہ ۹۹/ ۱۳ کہ آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے بائیں جانب تھے۔ یہ جملہ بھی اس بات کا قرینہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ امام تھے۔ کیونکہ جب مقتدی ایک ہو تو وہ امام کے دائیں جانب ہوا کرتا ہے نہ کہ بائیں جانب۔ اس باب سے ایک مسئلہ اختلافی کی طرف اشارہ ہے کہ قائم جالس امام کی اقتدا کر سکتا ہے۔ جمہور کا مسلک یہی ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جالس قائمین کی امامت نہیں کرا سکتا۔ اور امام احمدؒ و اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ مقتدی قیام پر قادر ہو پھر بھی وہ بیٹھے ہوئے نماز پڑھ سکتا ہے۔ جمہور کا استدلال آپؐ کے آخری فعل سے ہے کہ مرض وفات میں آنحضرت ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ کرامؓ نے کھڑے ہو کر آپؐ کی امامت میں نماز ادا کی۔

باب هل يأخذ الامام صفحہ ۹۹/ ۱۵

امام کو جب شک گذرے تو کیا وہ لوگوں کی بات پر عمل کر سکتا ہے۔ امام بخاریؒ نے کوئی حکم اسلئے نہیں بیان کیا کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ ھل کا لفظ بھی اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کیلئے لائے ہیں۔ احنافؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر امام کو یقین ہو تو لوگوں کے قول کا اعتبار نہ کرے اگر شک ہو تو لوگوں کے قول پر لوٹ آئے۔ امام مالکؒ کے مسلک میں تفصیل ہے۔ حضرت ذوالیدینؓ کا واقعہ احنافؒ کا مستدل ہے

قوله لم یسمع الناس من البکاء صفحہ ۹۹/۲۶ حضرت ابو بکرؓ رقیق القلب رونے کے وجہ سے لوگوں کو قرأت نہیں سنا سکیں گے۔ یہ محل ترجمہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو علم تھا کہ حضرت ابو بکرؓ جب میرے مقام پر کھڑے ہوں گے تو رونا شروع کر دیں گے پھر بھی آپؐ نے ان کو نماز پڑھانے کا حکم دیا کہ وہ میری جگہ پر کھڑے ہوں۔ معلوم ہوا کہ نماز میں رونے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ ورنہ آنخضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ کو روک دیتے۔ احناف کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ اگر رونا ذکر جنت وغیرہ کی وجہ سے ہے تو نماز باطل نہ ہوگی۔ اگر کسی درد مالی وبدنی یا مصیبت کی وجہ سے ہے نماز باطل ہوگی۔ امام احمدؒ اور امام مالکؒ کا یہی مسلک ہے۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ رونا آہیں بھرنا خواہ دو حرف سے بھی ہو تو وہ مفسد صلوٰۃ ہے۔ خواہ ذکر آخرت کی وجہ سے ہو یا کسی دنیاوی امر کی وجہ سے رونا ہو۔

باب تسویة الصفوف عند الاقامة وبعدها صفحہ ۱۰۰/۳

تکبیر کے وقت اور اس کے بعد صفوں کو برابر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آنخضر ﷺ کا ارشاد ہے **سووا صفوفکم** یہ حکم عام ہے اور مطلق ہے جو نہ کسی قید کے ساتھ مقید ہے اور نہ ہی کسی وقت کے ساتھ خاص ہے۔ نیز ! آنخضرت ﷺ کا یہ فرمان کہ میں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی تمہیں دیکھتا ہوں اس کا تقاضا ہے صفوں کو برابر کرنے کا اہتمام کیا جائے جب کہ امام کی نگاہ مقتدیوں پر پڑتی ہو۔ اور آنخضرت کا ارشاد ہے **تسویة الصفوف من تمام الصلوٰة** صفوں کو برابر کرنا نماز کو مکمل کرنا ہے۔ جس سے اس کی سنیت کی طرف اشارہ ہوا۔ یہی امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا مسلک ہے۔ اس کے ترک پر جو وعید فرمائی گئی وہ تشدید اور تغلیظ کے لئے ہے۔

باب الزق المنکب بالمنکب صفحہ ۱۰۰/۲۱

صف کی برابری میں کندھے کو کندھے سے ملایا جائے۔ اور قدم سے قدم ملے ٹخنے ملانے کا حکم نہیں۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ سے اشارہ کیا کہ حقیقی الصاق تو ہو نہیں سکتا لہذا اقرب اور محاذاۃ میں مبالغہ کرنا چاہیئے تاکہ خلل بند ہو جائیں۔

باب اذا قام الرجل عن یسار الامام صفحہ ۱۰۰/۲۳

جب کوئی شخص امام کی بائیں جانب آکر کھڑا ہو تو امام اسے دائیں طرف پھیر دے۔ تو اس سے دونوں کی نماز میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ جمہور کا یہی مسلک ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ نماز فاسد ہو جائے گی۔ بہر حال امام اور مقتدی ہر دو کو اپنا مقام اختیار کرنا چاہیئے اس لئے اگلے باب میں فرمایا کہ عورت کا مقام سب سے آخر میں ہے۔ وہ اکیلی ہو تو صف کا حکم ہے۔

باب المرأة وحدها تکون صفاً صفحہ ۱۰۰/۲۷

اس سے مقصد یہ ہے کہ جیسے لڑکا اکیلا صف میں کھڑا ہو سکتا ہے جب کہ اس کے ساتھ اور کوئی نہ ہو۔ عورت کا یہ حکم نہیں ہے بلکہ وہ مردوں کے پیچھے کھڑی ہو۔ خواہ اس کے ساتھ کوئی اور عورت ہو یا نہ ہو۔ اس کا مقام خلف الرجال ہے۔

باب میمنة المسجد والامام صفحہ ۱۰۱/۲

بظاہر وہم ہوتا تھا کہ شاید مسجد کی دائیں جانب امام کی بائیں جانب ہو گی۔ اس کا دفعیہ کرتے ہوئے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ نہیں جو امام کا میمنہ ہے وہی مسجد کا میمنہ ہے۔ کیونکہ مساجد کعبہ کی طرف بنی ہوئی ہیں۔ تو امام کی طرح ان کا رُخ بھی قبلہ کی طرف ہو گا۔ تو دونوں کے میمنہ میں اتحاد ہوا۔

قوله وان كان بَيْنَهُمَا طَرِيْقٌ اَوْجِدَارٌ الخ صفحہ ۱۰۱/۶ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے مسئلہ یہ ہے کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان اختلاف مکان ہو تو احنافؒ کے نزدیک یہ اقتدأ سے مانع ہے دیگر ائمہ کے نزدیک اختلاف مکان کے باوجود اقتدأ جائز ہے۔ مکان ایک ہو کوئی دیوار وغیرہ حائل ہے احنافؒ کے نزدیک اقتدأ جائز ہے۔ دیگر ائمہ کے نزدیک مانع ہے۔ امام بخاریؒ کی باب بندی سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مانع نہیں ہیں نہ مکان و دیوار وغیرہ۔ احنافؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر راستہ شارع عام نہیں ہے تو صحت اقتدأ کے لئے مانع نہیں۔ اسی طرح جب مکان ایک ہے تو دیوار اقتدأ سے مانع نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اس مکان میں بہت سے گھر ہوں تو بھی کوئی نقصان نہیں ان گھروں میں اقتدأ صحیح ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان چھوٹی نہر یا راستہ یا قریبی کشتیاں حائل ہوں تب بھی اقتدأ جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر راستہ میں صفیں متصلہ ہیں تو اقتدأ جائز ہے۔ ورنہ نماز جائز نہ ہو گی. ابو مجلزؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان راستہ یا دیوار حائل ہو تو جب امام کی تکبیر سنتا ہے اس کی اقتدأ جائز ہے۔ تو اگر اس طریق کو غیر شارع سے مقید کیا جائے اور دیوار اسی مکان کی ہو تو پھر یہ اثر بھی احناف کے موافق ہو جائے گا مخالف نہیں ہو گا۔ اس طرح دوسرے آثار بھی مذہب حنفیہؒ کے موافق ہو جائیں گے مخالفت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی اگرچہ ظاہری الفاظ سے مخالفت معلوم ہوتی ہے جبکہ عام معنی لئے جائیں۔ اگر تخصیص کر لی جائے تو پھر کوئی مخالفت نہیں

باب صَلٰوةُ الَّيْل صفحہ ۱۰۱/۹

بظاہر اس باب کی سابق باب سے کوئی مناسبت نہیں۔ بنابریں شیخ المشائخ نے فرمایا کہ یہ باب درباب کے قبیلہ سے ہے۔ کیونکہ صلوة التهجد کا مستقل ذکر آرہا ہے تو ممکن ہے اس جگہ ایک زائد فائدہ کیلئے اس باب کو لایا گیا ہو۔ وہ یہ ہے کہ نماز تہجد جماعت کے ساتھ جائز ہے۔ خواہ گھر میں ہو یا مسجد میں ہو۔ تو مسلک احنافؒ کے خلاف نوافل کو جماعت سے ادا کرنے کا جواز ثابت کیا۔ کہ آنحضرت ﷺ نے حجرہ میں نماز تراویح پڑھی۔ حجرہ کی دیوار چھوٹی تھی صحابہ کرامؓ نے اس حائل کے باوجود آپؐ کی اقتدأ میں تراویح کی نماز کو پڑھا۔

ابھی تک تراویح کی تاکید ثابت نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں حضرت عمرؓ کے دور میں سنت کفایہ ہونے پر اجماع صحابہ ہو گیا۔ اور بیس رکعات تراویح ان تین ایام میں ادا کی گئی۔ سائب بن زید کی یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول ہے۔

قوله سَمِعْتُ ابا النضر عن بسر عن زید عن النبی ﷺ صفحہ ۱۰۱/ ۱۷ پہلی روایت میں روایت معنعنہ تھی اس طریق میں بتلا دیا کہ موسیٰ بن عقبہ کا ابو النضر سے سماع ثابت ہے۔ امام بخاریؒ نے سماع کی تصریح کر کے اس طریق کی تقویت کر دی۔ بعض طرق میں ابو النضر کا واسطہ ذکر نہیں ہے۔

باب ایجاب التکبیر وافتتاح الصّلوٰة صفحہ ۱۰۱/ ۱۸

تکبیر سے مراد تکبیرۃ الافتتاح ہے تو افتتاح اس کو لازم ہو گا۔ معنی یہ ہوئے باب افتتاح صلوۃ کسی چیز ہو خواہ تکبیر سے ہو۔ یہاں چند ابحاث ہیں۔ پہلی بحث یہ ہے کہ بظاہر کلام میں امام بخاریؒ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو ترجمے بیان کر رہے ہیں۔ الایجاب والافتتاح اور بظاہر ان کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بتلانا چاہتے ہیں۔ کہ تکبیرۃ الافتتاح واجب ہے اسلئے شراح نے ان کے کلام کی کئی توجیہات کی ہیں۔ قطب گنگوہیؒ نے فرمایا کہ تکبیر سے تکبیرا لافتتاح مراد ہے۔ اور الافتتاح عطف تفسیر ہے۔ بعض نے واؤ کو عاطفہ قرار دیا ہے۔ اور بعض نے واؤ بمعنے مع کے لیا ہے۔ اور بعض نے اسے لام کے معنی میں لیا ہے جو بعید ہے۔ اور بعض نے با جارہ کے معنی میں لیا ہے بہر حال امام بخاریؒ اس باب سے اشارہ کر رہے ہیں کہ تکبیرۃ الافتتاح نماز کی شرط مقدم ہے۔ اس لئے ایجاب تکبیر سے شروع کیا اور پھر دوسرے درجہ پر افتتاح الصلوۃ کو لائے ہیں۔ دوسری بحث یہ ہے کہ یہاں ایجاب بمعنے وجوب کے ہے۔ امام بخاریؒ ایجاب کا لفظ لاکر اس کی تاکید بیان کر رہے ہیں کہ اس کا وجوب منصوص ہے۔ مستنبط نہیں ہے۔ تیسری بحث مضاف الیہ سے ہے۔ کہ تکبیر جمہور ائمہ کے نزدیک فرض ہے۔ پھر کوئی اسے رکن کہتا ہے کوئی شرط قرار دیتا ہے۔ بعض اسے سنت کہتے ہیں۔ امام بخاریؒ ایجاب کا لفظ لاکر مسلک جمہور کی تائید فرما رہے ہیں مخالفین کا رد کرنا ہے۔ چوتھی بحث لفظ تکبیر میں ہے۔ کہ احنافؒ کے نزدیک ہر تعظیم الٰہی کے لفظ سے افتتاح ہو سکتا ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک لفظ تکبیر ضروری ہے۔ التکبیر سے حنفیہؒ پر رد کرنا ہے۔ پانچویں بحث روایات کو ترجمہ سے مطابق کرنا ہے۔ بہتر توجیہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے تکبیر سے تکبیرۃ الاحرام مراد لی ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اس لئے اس کو افتتاح پر مقدم کیا گیا۔

قوله باب رفع الیدین فی التکبیرة الاولی مع الافتتاح سَوَاءً صفحہ ۱۰۲/ ۱

امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ بتلانا ہے کہ رفع یدین کو نہ تکبیر سے پہلے کرنا چاہیئے اور نہ تکبیر کے بعد بلکہ دونوں متصل ہوں جس کو روایت سے اس طرح ثابت کیا ہے کہ روایت میں رفع افتتاح کا ظرف ہے یا اس کی جزاء ہے۔ بہر صورت دونوں میں اتصال ثابت ہوا دراصل امام بخاریؒ نے ترجمہ میں دو اختلافی مسئلوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ترجمہ کے جزء اوّل کی طرف قوله رفع الیدین سے کیا ہے۔

اس کی مشروعیت مجمع علیہ ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک سنت ہے۔ ابن حزم اسے فرض کہتے ہیں۔ مالکیہ اسے مستحب کہتے ہیں بلکہ ابن العربی نے پانچ اقوال نقل کئے ہیں۔ دوسرا مسئلہ وہ ہے جس کی طرف قطب گنگوہیؒ نے اشارہ فرمایا کہ رفع یدین تکبیر کے مقارن ہو یہ بھی اختلافی مسئلہ ہے۔ شوافعؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک مقارنۃ ہے۔ احناف کے نزدیک راجح یہ ہے کہ رفع یدین مقدم ہونا چاہیئے اور حنابلہؒ بھی مقارنۃ کے قائل ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ نے رفع الیدین کی بحث کو کب دری میں بڑے بسط کے ساتھ بیان کی ہے۔ اجمالاً یہاں ذکر کیا ہے۔

باب الخشوع فی الصّلٰوۃِ الخ صفحہ ۱۰۲/ ۲۳

روایت میں جو خشوعکم کا لفظ ہے شاید اس سے مراد سجود ہو۔ اور اسی پہلی روایت کی وجہ سے ترجمہ ثابت ہوا۔ کہ لفظ خشوع سے سجدہ مراد لیا گیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ خشوع اپنے حقیقی معنی پر ہو۔ تو دوسری روایت میں سجود کا لفظ ہے اس سے خشوع مراد ہو کیونکہ دونوں لازم ملزوم ہیں۔ اس لئے کہ سجدہ کے معنی ہیں پیشانی کو زمین پر رکھنا۔ جس میں عاجزی اور نیاز مندی کے درجات کا لحاظ ہوتا ہے۔ خشوع اگر فعل قلب ہے تو خشیت ہے اگر فعل جوارح ہے تو سکون کے معنی ہیں۔ نیز! نماز کے اندر خشوع مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ ورنہ آنحضرت ﷺ نماز کے اعادہ کا حکم فرماتے۔

قولہ باب ما یقرء بعد التکبیر صفحہ ۱۰۲/ ۲۷

اس باب میں امام بخاریؒ دو روایات لائے ہیں ایک سے بتلایا کہ جہراً یعنی بلند آواز سے فاتحہ کو شروع کیا جائے۔ اور دوسری روایت جو آہستہ پڑھی جائے وہ دعا ہے جس کی تعیین نہیں۔ بلکہ اختیار ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ قرأۃ سے افتتاح کرے۔

قولہ فقام فاطال القیام صفحہ ۱۰۳/ ۷ یہ محل ترجمہ ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے فعل سے قیام کو لمبا کرنا ثابت ہوا پس جائز ہے کہ اس لمبے قیام میں قرأۃ یا دعا پڑھے اور ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ باب کے انعقاد سے یہ بیان کرنا ہے کہ افتتاح کے بعد کیا پڑھا جائے۔ بظاہر یہ ہے کہ اس قیام میں قراۃ الدعاء اور قراۃ القرآن ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ افتتاح کے بعد قرأۃ قرآن سے پہلے دعا کا پڑھنا ہے تو اس طرح باب مایقول بعد التکبیر کہنا صحیح ہوا البتہ درمیان میں لفظ باب کو الگ اسلئے لائے کہ بعد الافتتاح جو کچھ پڑھا جائے اس پر پہلی دو روایتیں صراحۃً دلالت کرنے والی ہیں۔ اور باب کے بعد حکم مقام کے قرینہ سے ثابت ہوتا ہے۔ بہر حال تینوں روایات سے واضح ہو گیا کہ تکبیر کے بعد کیا پڑھا جاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ قرأۃ سے پہلے محض ثناء کے ذکر کے بیان کرنے کے لئے باب منعقد کیا گیا ہے اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ باندھا۔

مایقرء بعد التکبیر اس کے بعد تین روایات ذکر فرمائیں۔ پہلی روایت فاتحہ کے بارے میں ہے اور دوسری دعا کے بارے میں لیکن چونکہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور دعا کا پڑھنا سنت ہے اسلئے پہلی روایت کو دوسری سے پہلے لے آئے کہ واجب سنت سے مقدم ہوتا ہے

اور تیسری روایت ضم سورۃ کے بارے میں ہے۔ یعنی فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ پڑھی جائے اور ضم سورۃ حتمی طور پر فاتحہ کے بعد ہوتا ہے اس لئے ان دونوں کے درمیان لفظ باب سے فاصلہ کر کے اس بات پر تنبیہ کر دی کہ سورہ فاتحہ کے بعد پڑھا جائے۔ اس طرح تینوں مایقرء بعد التکبیر میں داخل ہو گئیں۔ چنانچہ صاحب تیسیر نے باب العمل فی الصلوۃ کا ترجمہ صلوۃ کسوف کی حدیث پر قائم کیا ہے۔

قولہ قلت ای رب وانا معهم صفحہ ۱۰۳/۱۱ یعنی میں نے کہا اے میرے رب! کیا آپ ان کو عذاب میں مبتلا کریں گے حالانکہ میں ان کے ساتھ ہوں اور آپ کا وعدہ ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ الایة کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا۔ جبکہ آپؐ ان میں موجود ہوں گے اور آپ کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔ سورۃ انفال کی آیت کی طرف اشارہ ہے۔ تو کلام میں همزہ استفہام کے بعد تعذبهم مقدر ہوگا۔ جس کی طرف شیخ گنگوہیؒ نے اشارہ فرمایا ہے۔

قَوْلُهٗ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا صفحہ ۱۰۳/۲۱ کہ میں نے اس جنت میں سے انگور کا ایک خوشہ لینا چاہا۔ مناولت کے معنی ہاتھ سے پکڑنے کے ہیں۔ اس جگہ پکڑنے سے مراد یہ ہے کہ میں نے اس خوشہ کو اس کی جگہ سے الگ کر لیا تاکہ لوگوں کو دکھاؤں اور انہیں کھلاؤں گویا کہ آپؐ نے اسے اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا یعنی اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ پھر اس کو اٹھا کر چھوڑ دیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تناولت سے پکڑنے کا ارادہ اور قصد کرنا ہو۔ اس کلام سے شیخ گنگوہیؒ نے قولہ تناولت اور قولہ اخذت کو جمع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ کیونکہ پہلے تو تناولت سے اخذ کا اثبات کیا بعد ازاں لو اخذت سے اس کی نفی کر دی۔ اور یوں بھی ہو سکتا ہے کہ میں نے اپنے لئے تو اسے پکڑ لیا۔ کاش تمہارے لئے اس کو پکڑ لیتا یہ تیسری توجیہ ہوئی کہ میں نے اس کو تمہارے لئے نہیں لیا کہ وہ جنت کا طعام ہے۔ جسے دنیا میں اس لئے نہیں رکھا جا سکتا کہ طعام جنت کو فنا نہیں بلکہ بقاء ہے۔ اور دنیا دار الفنا ہے۔

باب رفع البصر الی السّماء فی الصّلوٰة صفحہ ۱۰۳/۲۴

نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا۔ امام بخاریؒ نے دونوں باب ذکر کئے ہیں رفع البصر الی الامام۔ ورفع البصر الی السماء پہلے باب میں ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ نمازی اپنے آگے دیکھے۔ سجدہ کی جگہ دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ خشوع کا تقاضا ہے کہ اپنے سجدہ کی جگہ پر دیکھے۔ دوسرا مسئلہ آسمان کی طرف دیکھنا ہے جس کی کراہۃ پر اجماع ہے شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ جب امام کی طرف دیکھنا جائز ہے تو آسمان کی طرف دیکھنا بھی جائز ہوگا۔ کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہیں اور ایک اعتبار سے ان میں فرق ہے۔ کیونکہ غالباً امام کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا اصلاح صلوۃ کے لئے ہوتا ہے۔ آسمان کی طرف نظر اٹھانا بغیر ضرورت ہے۔ بایں ہمہ دونوں میں امر و نہی وارد ہوئے۔ کیونکہ اگر آسمان کی طرف نظر اٹھانا مفید ہو تو جائز ہے۔ جیسے آنحضرت ﷺ نے تحویل قبلہ کے وقت وحی کے انتظار میں آسمان کی طرف دیکھا۔ اسی طرح اگر امام کی طرف دیکھنا کسی اصلاح کے لئے نہیں بلکہ

اس کے کپڑے اور پگڑی کو دیکھنا ہے توامام کی طرف دیکھنا بھی ناجائز ہوا۔ اور کبھی کسی عارض کی وجہ سے امام کی طرف دیکھنا واجب ہوتا ہے جیسے کہ بہرے نے کسی کی اقتدا کی تو اسے امام کی طرف دیکھنا ہے جب کہ اس کے ساتھ اور کوئی نہ ہو۔ تاکہ اس کے حال کی اسے پوری بصیرت حاصل ہو جس سے اقوال اور افعال میں اس کی اقتدا کرے گا تو اسی طرح دونوں میں امر و نہی جمع ہوگئے۔ اصلاح کی صورت میں جائز ورنہ ناجائز ہے۔

باب الالتفات فی الصّلوٰۃ صفحہ ۱۰۴ / ۲

نماز میں اِدھراُدھر دیکھنا یہ بھی مقید ہے اور تقریباً پہلے مسئلہ کی تفسیر ہے۔ کیونکہ التفات میں اگر کوئی اصلاح مضمر ہے تو جائز ہے ورنہ اختلاس شیطان ہے جس سے اجر و ثواب میں کمی ہو جائے گی۔ مؤلف نے اگرچہ حتمی حکم کوئی نہیں بیان کیا لیکن باب کی روایت سے کراہت معلوم ہوتی ہے۔ جمہورؒ نے کراہت تنزیہی پر اجماع کیا ہے۔ دراصل التفات تین قسم ہے۔ محض دیکھنا یہ سب کے نزدیک جائز ہے دوسرا چہرہ پھیرنا یہ مکروہ ہے۔ البتہ سب حضرات ضرورت کے وقت اس کی اجازت دیتے ہیں۔ تیسرا التفات یہ ہے کہ سینہ پھر جائے یہ شوافعؒ اور احنافؒ کے نزدیک مفسد صلوٰۃ ہے۔ مالکیہؒ کے نزدیک دائیں بائیں دیکھنا مکروہ ہے۔

باب وجوب القرأۃ للامام وَالمَأموم فی الصّلوٰۃ الخ

امام اور مقتدی دونوں کے لئے نمازوں میں قرآن کا پڑھنا واجب ہے۔ در حقیقت یہ باب آنے والے ابواب کے لئے بطور کتاب کے ہے۔ باقی ابواب اس کی شرح اور تفصیل ہیں اور باب در باب ہیں۔ امام بخاریؒ نے تمام نمازوں میں امام اور مقتدی کے لئے قرأۃ کرنا واجب قرار دیا ہے خواہ وہ جہری نماز ہو یا سری ہو۔ مؤلفؒ نے ترجمہ میں وجوب قرأۃ کو مطلق رکھا ہے اپنی صحیح میں انہوں نے خاص کر فاتحۃ الکتاب کا باب قائم نہیں کیا۔ اور نہ ہی مقتدی کے بارے میں کوئی ایک حرف بولا ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے فاقرؤا ما تیسر الخ کے عموم سے اپنے مدعا پر استدلال کیا ہے کہ اس میں نہ تو کسی نماز کی قید ہے اور نہ ہی کسی نمازی کی۔ پھر حضرت امام حسنؒ اور امام زفرؒ تو فرماتے ہیں کہ فرائض کی ایک رکعت میں قرأۃ کرنا واجب ہے۔ احنافؒ کے نزدیک دو رکعت میں۔ امام مالکؒ کے نزدیک تین رکعات میں اور شوافعؒ کے نزدیک چاروں رکعات میں قرأۃ واجب ہے۔ مؤلف اسی کو ثابت کرنے کے درپے ہیں حالانکہ یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ تمام نمازوں کی رکعات میں قرأت کرتے تھے جس طرح اذان اور اقامت وغیرہ پر آپ کا دوام تھا جو سنن میں سے ہیں۔ تو شوافعؒ پر لازم ہے کہ قرأت کا رکن ہونا ثابت کریں۔ جس کے نہ ہونے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

قولہ فارسل معہ رَجُلاً الخ صفحہ ۱۰۴ / ۱۹ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں جو خلافت فاروقی میں

کوفہ کے گورنر تھے۔ کوفہ والوں نے دربار فاروقی میں ان کی شکایات لکھیں۔ ایک شکایت یہ بھی تھی کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتے۔ پہلے تو حضرت عمرؓ نے خود ان سے دریافت کیا۔ جن کے جواب پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا بھی آپ کے متعلق یہی گمان تھا کہ آپ نماز میں اور دیگر امور میں کوتاہی نہیں کرتے ہوں گے تاہم حضرت محمد بن مسلمہؓ اور دو اور حضرات کو تحقیقات کے لئے بھیجا اور خود حضرت سعدؓ کو بھی ان کے ہمراہ روانہ کیا۔ تاکہ لوگوں کی شکایات خود اپنے کانوں سے سنیں۔ یہ وفد کوفہ پہنچا۔ ہر مسجد میں جاکر ان کے متعلق پوچھا سب نے ان کی تحسین کی۔ صرف ایک مسجد بنو عبس میں ایک شخص اسامہ نے اپنی ناموری کے لئے تین الزام لگائے۔ ایک تو یہ کہ جہاد میں خود نہیں جاتے۔ مال کی تقسیم مساویانہ نہیں کرتے۔ اور فیصلہ میں عدل نہیں کرتے۔ حضرت سعدؓ نے اس کے لئے بد دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اطل عمرہ اس کی عمر دراز کر دے۔ اطل فقرہ اس کی تنگ دستی لمبی کر دے اور اسے فتنہ میں مبتلا کر دے۔ یہ اس کے الزمات کا فطری جواب تھا۔ حضرت سعدؓ مستجاب الدعوات تھے۔ یہ شخص اس قدر بوڑھا ہو گیا کہ اس کے ابرو سفید ہو کر آنکھوں پر آگئے اور راہ چلتی لڑکیوں کے چٹکی کاٹتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے حضرت سعدؓ کی بد دعا لگ گئی۔

حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو حضرت سعدؓ کے حال پر اطمینان تھا۔ انکوائری کے لئے وفد تحقیق حال کے لئے نہیں بلکہ دیگر فوائد کے لئے بھیجا۔ ان میں سے ایک فائدہ یہ تھا کہ یہ تفتیشی معاملہ حضرت سعدؓ کے سپرد کر دیا۔ حالانکہ وہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ تاکہ اگر ان پر دعویٰ ثابت ہو جائے تو ان کو سزا دی جائے۔ تاکہ دوسرے حکام کو تنبیہ ہو جائے۔ خواہ وہ چھوٹے افسر ہوں یا بڑے۔ کہ جب حضرت عمرؓ نے ایسے صحابی کو معاف نہیں کیا تو ہمارا کیا حال ہوگا۔ ہمیں سخت سزا بھگتنی پڑے گی۔ اس لئے ہمیں انہیں شکایت کا موقع نہیں دینا چاہیئے۔ دوسرا فائدہ یہ تھا کہ چغل خوروں کو نصیحت ہو جائے کہ خواہ وہ ان کی یا کسی دوسرے عامل کی شکایت کریں تو سوچ سمجھ لیں کہ ہمارا کیا انجام ہوگا۔ تاکہ پھر وہ کسی عامل اور حاکم کی شکایت کرنے کی جرأت نہ کریں۔ البتہ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہوں تو پھر حضرت عمرؓ تک پہنچانے کی جرأت کریں۔ تیسرا فائدہ یہ تھا کہ اس انکوائری اور تحقیق حال سے حضرت عمرؓ نے اپنے سے تہمت دور کرنے کے لئے ایسا کیا کہ کوئی مخالف یا موافق یہ نہ کہنے پائے کہ حضرت عمرؓ نے بھائی بندی اور حضرت سعدؓ سے الفت کی وجہ سے ان کی رعایت کی کہ ان کا احتساب نہیں کیا۔ اس طرح کی اور بدگمانیاں بھی ہو سکتی تھیں۔

قولہ قام ریاءً وسمعۃً صفحہ ۲۳/۱۰۴ سمعہ وہ ریاء جس کا حاسۃ سمع سے تعلق ہو یعنی شہرت۔ اور ریاء وہ ہے جس کا تعلق حاسہ بصر سے ہو جسے دکھاوا کہتے ہیں۔ یعنی وہ اسامہ اس لئے کھڑا ہوا تاکہ لوگ جان لیں یہ شخص حق کے ظاہر کرنے میں بڑا دلیر ہے۔ کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ حضرت سعدؓ جیسے امیر کے خلاف شکایت کرنے سے نہیں رُکا۔ حالانکہ وہ صحابی عشرہ مبشرہ میں سے تھے ان سے بھی اسے حیاء دامن گیر نہیں ہوئی۔ تو جس نے ایسی شخصیت کو نہیں چھوڑا تو یہ حق ظاہر کرنے میں بڑا حریص ہے۔

باب القرأۃ فی الظھر صفحہ ۵/۱۰۵

اس باب اور اگلے باب سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ ظہر اور عصر میں قرأۃ ہے لیکن وہ سرا ہے جہرا نہیں ہے۔ البتہ کبھی کبھی بیان جواز کے لئے ان سری نمازوں میں قرأۃ سنادیا کرتے تھے۔ چونکہ مصنفؒ کو سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کی کوئی دلیل نہیں ملی۔ اسلئے انہوں نے ترجمہ قرأۃ کو مطلق رکھا۔ اس سے تنبیہ کردی کہ فاتحہ اور کسی دوسری سورت کا پڑھنا مامور ہے۔ حضرت قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ بخاری کے جس نسخہ میں **صلوۃ العشی** ہے اس کے مطابق تو روایت کا ترجمہ پر دلالت کرنا ظاہر ہے۔ اور جس نسخہ میں **صلوۃ العشاء** وارد ہے یعنی عشاء کی دو نمازیں مغرب اور عشاء اور پھر ظہر اور عصر میں قرأۃ کا ثبوت قیاس ہوگا۔ اس طرح کہ جب قرآن کا پڑھنا عصر میں ثابت ہے۔ تو ظہر میں بھی ثابت ہوگا۔ کیونکہ دونوں میں فرق کا کوئی قائل نہیں ہے۔ اور وہ جو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ وہ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأۃ قرآن کے قائل نہیں ہیں یہ قول ضعیف ہے یا اس کی تاویل کرنی پڑے گی۔ اس لئے کہ ان سے اثبات اور نفی کی دونوں مختلف روایتیں مروی ہیں۔ نیز! حضرت سعدؓ نے اپنے کلام میں پانچوں نمازوں کا ذکر فرمایا **صلوۃ فجر صلوتی العشی و صلوتی العشا** لیکن روایوں نے ان سے روایت ٹکڑے ٹکڑے کر کے نقل کی۔ ان کا پورا کلام ذکر نہیں کیا کیونکہ ان سے شکایت بھی مطلق نماز کے بارے میں ہے۔ اور ان کا جواب بھی مطلق نماز کے بارے میں ہے تخصیص کسی نماز کی نہیں ہے۔

قولہ ویسمعنا الایۃ اَحْیَانًا الخ صفحہ ۱۰۵/۱۰ کہ آپؐ ہمیں کبھی ایک آیت سنادیا کرتے تھے۔ اس روایت ذکر کرنے سے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ قرأۃ کے ثبوت پر صرف داڑھی مبارک کا ہلنا دلیل نہیں ہے بلکہ وہ بطور تائید کے ہے۔ اس پر علم کا دارومدار نہیں ہے کیونکہ اضطراب لحیہ ممکن ہے دعاء کے لئے ہو یا دوسرے اذکار کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ پس جب آپؐ نے کبھی کبھار آیت سنادی تو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ ظہر میں قرأت قرآن کرتے تھے۔

قولہ لاخر مَاسَمِعْتُ صفحہ ۱۰۵/۲۰ یعنی مسجد میں جماعت کے ساتھ مغرب کی نماز میں میں نے آخری مرتبہ آپؐ کو سورۃ مرسلات پڑھتے سنا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے بعد کبھی اس سورۃ کو نہیں پڑھا۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ سے بھی منقول ہے کہ آپؐ نے اسے مسجد میں مغرب کی نماز میں پڑھا ہے۔ تو حضرت ام الفضلؓ کی روایت گھر کے بارے میں ہوگی۔ اور حضرت عائشہؓ کی مسجد کے بارے میں۔ اسی طرح دونوں روایات جمع ہو جائیں گی۔

قولہ مالک تقرءُ فِی المغرب بقصارِ الخ صفحہ ۱۰۵/۲۲ حضرت زید بن ثابتؓ صحابی رسولؐ نے مروان بن الحکم عامل مدینہ سے پوچھا کہ تم ہمیشہ نماز مغرب میں قصارِ مفصل پڑھتے ہو لمبی سورۃ کیوں نہیں پڑھتے۔ کبھی کبھی طوال مفصل میں سے بھی کوئی سورۃ پڑھ لیتے تو بیان جواز ہو جاتا تاکہ عوام کو یہ گمان نہ رہتا کہ مغرب میں قرأۃ کو لمبا کرنا حرام ہے۔ اور سب سے لمبی سورۃ اعراف ہے جس کی آیات اور کلمات سورۂ انعام سے بھی زیادہ ہیں۔

قولہ فقلت لہٗ الخ صفحہ ۱۰۵/۲۵ حضرت ابوہریرہؓ نے عشا کی نماز میں سورۂ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ پڑھی اور اس میں

سجدہ تلاوت بھی ادا کیا۔ تو ابو رافعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے اس سجدہ کرنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز میں اس سورۃ کے اندر سجدہ کرتے دیکھا۔ اس سوال کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اہل مدینہ میں مشہور تھا کہ مفصلات میں سجدہ تلاوت نہیں ہے۔ ان کے اس دعویٰ پر اشکال ہوتا ہے کہ یہ سجدہ تو آپؐ نے مکہ میں کیا ہے مدینہ میں نہیں کیا شاید منسوخ ہو۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ اس سجدہ کو روایت کر رہے ہیں۔ اور وہ آنحضرت ﷺ کے آخری ایام میں مدینہ تشریف لائے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ممکن ہے انہوں نے بالواسطہ کسی سے سن کر روایت کر دی ہو۔ یہ جواب بھی اس لئے صحیح نہیں کہ وہ خود اس روایت میں فرمارہے ہیں کہ سجدت خلف ابی القاسم ﷺ کہ میں نے خود آنحضرت ابو القاسم ﷺ کے پیچھے سورۂ انشقاق کا سجدہ کیا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ اس سورۃ میں سجدۂ تلاوت ہے۔ عشاء میں جہر بھی ثابت ہوا۔

قوله وان لم تزد علي اُمّ القراٰن اَجزأت صفحہ ۱۰۶/ ۱۵ یعنی اگر تم سورۃ فاتحہ سے اور زیادہ کچھ بھی نہ پڑھتے تو وہ کافی ہو جاتی۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر تم نماز میں محض ام القرآن پڑھ لو تو وہ کافی ہو جائے گی۔ اگر اس سے زیادہ پڑھو تو بہتر ہے قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اس جگہ خاص کر سورۃ فاتحہ کا ذکر اس لئے نہیں ہے کہ وہ اس کی قراۃ کی فرضیت کے قائل ہیں بلکہ ان کی مراد سورۃ فاتحہ مثلاً یا اور کوئی دوسری سورۃ ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اگر قرآن کا کچھ حصہ پڑھا گیا تو قراءۃ کا فریضہ ادا ہو جائے گا۔ اور جب فاتحہ کے ساتھ اور سورۃ بھی جمع کر دی تو یہ اس سے بہتر ہو گا۔ اس لئے کہ اس صورۃ میں فریضۂ قراۃ بھی ادا ہو گیا اور دو واجب بھی اکٹھے ادا ہو گئے وہ سورۃ فاتحہ اور کسی دوسری سورۃ کا جمع کرنا ہے۔ ہم نے حضرت ابو ہریرہؓ کے کلام کو مذہب احنافؒ کے مطابق بیان کیا ہے۔ امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق نہیں بیان کیا جو قراۃ فاتحہ کی فرضیت کے قائل ہیں۔ اس بنا پر کہ خود حضرت ابو ہریرہؓ ان کے مذہب کے خلاف روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ وَسُوْرَۃٍ مَّعَھَا ترجمہ کوئی نماز سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کسی دوسری سورۃ کے بغیر صحیح نہیں ہے۔ دوسری روایت ہے کہ سورۃ فاتحۃ الکتاب اور ما زاد کے بغیر نہیں ہوتی۔ تو جب ان سے یہ روایت مروی ہے تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک فاتحہ اور دوسری سورۃ برابر ہے۔ فاتحہ کو کوئی ترجیح نہیں ہے کہ اس کا پڑھنا فرض ہو تو جب ان کا مذہب یہ معلوم ہو گیا تو ان کے کلام کو اپنے مذہب کے موافق بنانا یہ ایسا کلام ہوا جس پر اس کا کہنے والا راضی نہیں ہے۔ اور مسلک احنافؒ کے مطابق ان کا فاتحہ کو ذکر کرنا بطور مثال کے ہے۔ اس سے حصر کرنا مقصود نہیں ہے۔ اور وہ جو انہوں نے فرمایا کہ فاتحہ کا پڑھنا کافی ہو جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فریضۂ قراۃ ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سورۃ فاتحہ کی تخصیص فرضیت سے کافی ہونے کیلئے نہیں بلکہ بتلانا یہ ہے کہ فاتحہ پر اکتفا کرنے سے محض ایک واجب کا ترک کرنا ہو گا۔ وہ ضم سورۃ ہے۔ اور بازاد پر اکتفا کرنے سے دو واجب کا ترک کرنا ہو گا۔ وہ سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کسی دوسری سورۃ کا ضم کرنا ہے جو احنافؒ کے نزدیک واجب ہے۔

قوله فلما سمعو ا القراٰن استمعوا لَهٗ صفحہ ۱۰۶/ ۲۲ یعنی جب جنات نے قرآن مجید سنا تو کان لگا کر سننے لگے یہ محل ترجمہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فجر کی نماز میں جہراً قرآن کو پڑھا تبھی تو جنات نے کان لگا کر سنا۔ تو جهر القراۃ فی الفجر ثابت ہوا

پھر جنات نے اپنے قیاس اور اندازے سے یہ معلوم کر لیا کہ جو چیز ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہوئی وہ یہی قرآن ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس کا عجیب اثر دیکھا کہ اس سے دل متاثر ہوتے ہیں۔ اور انہوں نے اس جگہ انوار اور برکات کا مشاہدہ کیا۔ فرشتوں کی صفیں وغیرہ دیکھیں جو شیاطین اور جنوں سے پوشیدہ نہیں تھیں۔ انسانوں کو یہ انوار وغیرہ بہت تھوڑے دکھائی دیتے ہیں۔ سورۂ اعراف میں ہے اِنَّہٗ یَرٰا کُمْ ھُوَ وَ قَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَاتَرَوْنَھُمْ ...

قوله وانما اُوْحی الیہ قول الجنّ صفحہ ۱۰۶/۲۴ یعنی آنحضرت ﷺ کی طرف جنوں کی بات وحی کی گئی آپ کی ملاقات جنوں سے اور آپ کا ان کو تبلیغ کرنا اور ان کو ہدایت کرنا اس واقعہ میں ثابت نہیں ہے۔ اگرچہ دیگر اوقات میں ثابت ہے۔ چنانچہ صاحب آکام المرجان فی احکام الانس والجان نے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ملاقات جنات سے چھ مرتبہ ثابت ہے۔ جس میں آپؐ نے ان کو دعوت و تبلیغ فرمائی۔

باب الجمع بین السورتین فی رکعةٍ والقرأة بالخواتیم صفحہ ۱۰۶/۲۶

اس ترجمہ سے مؤلف نے پانچ مسائل بیان فرمائے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ایک رکعۃ میں دو سورتوں کو جمع کرنا جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ صرف سورتوں کا آخر پڑھا جائے۔ تیسرا مسئلہ یہ کہ ترتیب عثمانی کے خلاف ایک سورۃ کو دوسری سے پہلے پڑھا جائے چوتھا یہ ہے کہ سورتوں کے اوائل پڑھے جائیں۔ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ ایک سورۃ کو دو رکعات میں تقسیم کر دیا جائے۔ چھٹا مسئلہ یہ ہے کہ ایک ہی سورہ کو دونوں رکعات میں دوبارہ پڑھا جائے۔ یہ آخری دو مسئلے امام بخاریؒ نے ترجمہ میں ذکر نہیں فرمائے ہیں۔ شاید مؤلفؒ کے نزدیک مکروہ ہوں۔ البتہ پہلے چار مسائل کے جواز پر تنبیہ فرمائی کہ کل ذٰلك کتاب اللّٰہ کہ ان میں سے سب کتاب ہے جس طرح چاہو پڑھا جاسکتا ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی اس ترجمہ سے غرض یہ ثابت کرنا ہے کہ قرآن مجید کو جس طرح پڑھا جائے فریضہ قرأۃ ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ فَاقْرَءُوْا مَاتَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ مطلق ہے جو کسی قید کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ البتہ استحباب اور سنیۃ الگ چیز ہے۔ جن کا ثبوت بعض روایات سے ہوتا ہے اور بعض سے نہیں ہوتا۔ ترجمہ کے چار اجزأ ہیں۔ تین کے لئے تو احادیث اور آثار ذکر ہوئے ان میں سے دوسرا اجزء قرأۃ بالخواتیم کے لئے کوئی اثر ذکر نہیں کیا۔ شاید پہلے اجزأ کے ساتھ اسے بھی لاحق کر دیا ہو۔ بلکہ کل ذلك کتاب اللّٰہ سے استدلال ممکن ہے۔ یاد رہے کہ ترتیب عثمانی کے استحباب پر اجماع ہے وجوب پر نہیں۔ لہٰذا اس کی مخالفت میں کراہۃ تنزیہی ہوگی جو جواز کے خلاف نہیں ہے۔

قوله مما یقرء بہ صفحہ ۱۰۷/۵ حاشیہ میں اس کو صلوۃ سے حال بنایا گیا ہے لیکن اگر اس کو سورۃ سے حال بنایا جائے تو بہتر ہوگا کیونکہ پہلی صورت میں جہرا کے مقدر کرنے کی ضرورت ہے دوسری صورت میں نہیں ہے اور قوله افتتح کلما افتتح کا جواب ہے

قولہ هذًا کهذّا لشعر الخ صفحہ ۱۰۷ / ۱۳ یعنی شعر کی طرح جلدی پڑھنا۔ دوسرے معنی بال کی طرح کاٹنا۔ شعر کو جلدی اس وقت پڑھتے ہیں جب کہ کسی شے کی نظیر بیان کرنا ہوتا۔ یا کوئی محاورہ بیان کرتے۔ یا کوئی قصہ ذکر کرنا مقصود ہوتا تو اس سے جلدی فارغ ہونے کی کوشش کرتے۔ کیونکہ ادنیٰ اشارہ سے مقصود حاصل ہو جاتا تھا۔ البتہ جب شعر سے گانا مقصود ہوتا تو اس وقت جلدی نہیں کرتے تھے۔ اس جگہ تشبیہ سے مقصود دونوں استعمالوں میں سے پہلی استعمال ہے۔ اس تقریر سے قطب گنگوہیؒ نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے جو ظاہر حدیث پر وارد ہوتا تھا۔ کہ اشعار کو جلدی نہیں پڑھا جاتا بلکہ دیر سے اور گاگا کر پڑھا جاتا ہے۔ اس لئے اس کی دو استعمال بیان فرمائیں۔ ایک صورت میں جلدی اور دوسری صورت میں دیر سے پڑھے جاتے ہیں۔

قولہ فذکر عشرین سورةً منه صفحہ ۱۰۷ / ۱۴ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف کی ترتیب دوسرے مصاحف کی ترتیب کے خلاف ہے۔ اس مقام پر امام بخاریؒ نے دو مسئلے ثابت کئے ہیں پہلا یہ کہ دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ پچھلی سورۃ کو پہلی سورۃ پر یا پہلی سورۃ کو پچھلی سورۃ سے پہلے پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ مصحف ابن مسعودؓ کی سورتیں مصاحف جمہور کے آگے پیچھے واقع ہوئی ہیں۔ چنانچہ تالیف ابن مسعودؓ کے مطابق اواخر مفصلات میں سے حم الدخان اور عم یتساء لو ن ہے ۔

باب یقرء فی الاخریین بفاتحة الکتاب صفحہ ۱۰۷ / ۱۴

شاید امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے قراۃ فاتحة الکتاب کی فرضیۃ ثابت کرنا ہو۔ جو حدیث باب سے ثابت نہیں ہوتی۔ البتہ سنیت ضرور ثابت ہوتی ہے۔ اس کی دلیل حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔ اقرء فی الاولیین وسبّح فی الاخریین کہ نماز کی پہلی دو رکعتوں میں قرآن پڑھو دوسری دو میں سبحان اللہ پڑھو تو زیادہ سے زیادہ قراۃ فاتحہ کا سنت ہونا ثابت ہوگا فرضیۃ نہیں۔

باب جهر الامام بالتأمین صفحہ ۱۰۷ / ۲۶

امام بلند آواز سے آمین کہے۔ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک امام کے لئے آمین کو بلند آواز سے پڑھنا مستحب ہے۔ احنافؒ کے نزدیک امام اور مقتدی دونوں اسے آہستہ آواز سے پڑھیں یہی امام شافعیؒ کا جدید قول ہے اور یہی امام مالکؒ کا مسلک ہے امام بخاریؒ اگر اس باب سے جہری کی سنیت ثابت کرنا چاہتے ہیں اور ان کا ارادہ ہو کہ یہی حق ہے تو باب کے اندر جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ اگر ان کا مقصد یہ ہو کہ جس طرح آمین کا آہستہ کہنا جائز ہے اسی طرح اس کا بلند آواز سے کہنا بھی جائز ہے۔ تو جو کچھ اس جگہ ذکر ہوا اس سے یہ ثابت ہے۔ لیکن آہستہ کہنا سنت ہے۔ اس کو دوسرے محدثین نے ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ لفظ قولوا آمین میں قول جہر اور سر ادونوں کو شامل ہے۔ حضرت عطاءؒ کے اثر میں ہے آمین دعاء کہ آمین دعا ہے۔ تو جیسے دوسری دعاؤں منقولہ اور غیر منقولہ میں جہر اور سر دونوں جائز ہیں اس میں بھی جہر اور سر دونوں جائز ہوں گے۔ نیز ! سری اور جہری نمازوں میں جہاں جہاں دعائیں آئی ہیں

ان دعاؤں میں آواز کو بلند کرنا جائز نہیں ہے۔ حالانکہ اس سے کوئی نماز فاسد بھی نہیں ہوتی۔ تو ہمارا کہنا یہ ہے کہ تمہاری دلیل کے مطابق آمین اور دعا کے حکم میں فرق نہیں ہونا چاہیئے دونوں کا حکم ایک ہو۔ دوسرا اثر حضرت ابن الزبیرؓ اور ان کے ساتھیوں کا ذکر کیا ہے کہ ان کے آمین کہنے سے مسجد گونج اٹھتی تھی اس سے بھی آمین کا جہر لازم نہیں آتا۔ اس لئے کہ گونج اور آوازوں کا پھیلاؤ اور اس کا ایک سمت سے دوسرے سمت تک حرکت کرنا یہ دونوں صورتوں میں حاصل ہوتے ہیں۔ خواہ آمین بالجھر ہو یا بالسر ہو۔ پس جہر کی تعیین نہ ہو سکی تیسرا استدلال حضرت ابو ہریرہؓ کے اثر سے ہے کہ وہ امام سے فرماتے تھے میری آمین فوت نہ کرنا اس سے امام بخاریؒ کا مدعی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس اثر سے ظاہر یہ ہے کہ آمین کہنے میں جلدی نہ کرنا کہیں مقتدیوں کی موافقت فوت نہ ہو جائے۔ تو جس طرح یہ موافقت جہر میں جلدی کرنے سے فوت ہوتی ہے۔ اسی طرح آہستہ پڑھنے میں بھی موافقت فوت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ امام جلد آمین سے فارغ ہونے میں جلدی کا ارادہ کرے گا تو مقتدی اس کے آمین کہتے وقت اس سے لاحق نہیں ہو سکیں گے۔ اگر وہ دیر کرے گا جلدی سے کام نہیں لے گا تو سب مقتدی اس کے ساتھ ہوں گے۔ بلکہ اس اثر سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام آمین آہستہ کہتا تھا۔ ورنہ جہر کے وقت تو اس قول کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔ اس لئے کہ اس کا آمین کہنا تو سب کو سنائی دے گا اور سب کو معلوم ہو جائے گا۔ تو جب امام آمین کہے گا مقتدی بھی اسی وقت کہہ لے گا مطابقت کے فوت ہونے کی نوبت بھی نہیں آئے گی کیونکہ مقتدی کسی قراۃ وغیرہ میں تو مشغول ہے نہیں کہ جس سے مطابقت میں خلل واقع ہو بلکہ وہ تو فارغ ہے امام کی طرف کان لگائے ہوئے ہے پس جب امام کی آمین سنے گا وہ بھی آمین کہنا شروع کر دے گا البتہ جب امام آہستہ آمین کہہ رہا ہے اس صورت میں مقتدی کے لئے آمین کے فوت ہونے کا خطرہ ہے۔ جب کہ امام کو اس کو جلدی ادا کرنا چاہیئے اور دیر نہ کرے۔ اس لئے حضرت ابو ہریرہؓ نے امام کو حکم دیا کہ جلدی نہ کرنا۔ چوتھا استدلال حضرت ابن عمرؓ کے معمول سے ہے۔ کہ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ آمین کو نہیں چھوڑتے تھے۔ بلکہ آمین کہنے کی ترغیب دیتے تھے اور اس بارے میں وہ ایک حدیث بھی بیان کرتے تھے جس کو میں نے ان سے سنا ہے۔ اس اثر میں بھی جہر آمین کی نص نہیں ہے۔ بلکہ جہر اور سر دونوں کا احتمال ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اگر ابن عمرؓ آمین آہستہ کہتے تو حضرت نافع اس کو کیسے سن لیتے تو یہ محض وہم پر مبنی ہے اس لئے کہ بہت سی تسبیحات ثنا اور تشہد وغیرہا صحابہ کرامؓ کو معلوم تھے۔ حالانکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان میں جہر نہیں کیا۔ ایسے ہی حضرت نافع نے آمین کہنے کو معلوم کر لیا۔ اگرچہ حضرت ابن عمرؓ نے اس کا جہر نہ کیا ہو۔ بلکہ بعضھم کا قول واضح دلیل ہے کہ وہ نماز سے باہر ان کو اسی کی تعلیم دیتے تھے۔ نیز! یہ بھی ہے کہ جو شخص امام کے بالکل قریب کھڑا ہو وہ امام کی آہستہ آواز بھی سن سکتا ہے بشرطیکہ اخفا کا ادنیٰ درجہ نہ ہو بلکہ اس کا درمیانہ درجہ اختیار کیا ہو اور جب اخفا کا اعلیٰ مرتبہ اختیار کرے جو جہر کے ادنیٰ درجہ میں داخل ہو جائے تو بے شک اس کو دوسرے صف والے بھی سن سکتے ہیں تو بہت ممکن ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس درجہ کا آمین کہنے میں اخفا کرتے ہوں جس کو حضرت نافع اور ان کے ساتھیوں نے سن لیا اور معلوم کر لیا۔ یہ تسلیمی جواب علی سبیل الفرض ہے۔ ورنہ یہ اثر اس پر دال نہیں ہے کہ انہوں نے نماز میں آمین کہتے سنا ہو اور فقہاء حنفیہؒ کی تصریح ہے کہ دعاء جہر اور مخافتۃ کے درمیان ہونی چاہیئے۔ کیونکہ جہر یہ ہے کہ سب سنیں اور مخافتۃ یہ ہے کہ خود اور اس کے ساتھی

سن لیں۔ شاید اسی وجہ سے راویوں کے الفاظ میں اختلاف ہو گیا۔ اس لئے کہ جب آنحضرت ﷺ نے آہستہ آواز میں آمین پڑھی جو جہر کے ادنیٰ درجہ میں داخل ہونے والی تھی اس کو راوی نے جہر سے تعبیر کر دیا۔ کیونکہ سری نماز میں جو قرأۃ تھی یہ آواز آمین کی اس سے بلند تھی اور جس نے دیکھا کہ جہری نماز میں قرأۃ کی آواز سے آمین کی آواز پست تھی اس نے اسے اخفا سے تعبیر کر دیا۔ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ آنحضرت ﷺ آمین اتنی اونچی آواز سے کہتے تھے کہ پہلی صف والوں کے علاوہ دوسرے لوگ بھی سن لیتے تھے۔ پہلے تو یہ ثابت نہیں ہے اگر ثابت بھی ہو جائے تو ہمارے لئے نقصان دہ نہیں ہے اس لئے کہ ابھی امام بخاریؒ ثابت کر چکے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کبھی کبھی سری نماز مثلاً ظہر میں ایک آیت سنا دیتے تھے۔ جیسے آیت کے سنا دینے سے اس کی سنیت ثابت نہیں ہوتی۔ ایسے کبھی کبھار آمین کو بلند آواز سے کہہ دینے سے اس کی سنیت ثابت نہیں ہو گی۔ نیز! مؤلفؒ باب کے تحت جو روایت لائے ہیں اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو اس کو دلیل بنانا نہایت عجیب ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث تو جہر پر نہ دلالت کے طور دال ہے۔ اور نہ ہی اس کی طرف کوئی اشارہ ہے۔ شاید ان کا استدلال حدیث سے اس طرح ہو کہ حدیث میں قولوا کا حکم دیا گیا ہے جو مطلق ہے۔ اس سے ظاہر جہر مراد ہو گا۔ لیکن یہ استدلال بھی صحیح نہیں اس لئے کہ بہت اذکار مثلاً افتتاحی دعائیں۔ رکوع۔ سجود کی تسبیحات اور آخر صلوٰۃ کی دعائیں وہ سب کان یقول ھکذا کے الفاظ سے مروی ہیں۔ اور کہیں قل کذا کے الفاظ ہیں۔ حالانکہ ان دعاؤں کو جہراً پڑھنے کا نماز میں کوئی بھی قائل نہیں ہے نہ ہی جہر مراد ہے۔ اور نہ ہی وہ ثابت ہے۔ البتہ قولوا کے عموم سے اگر استدلال کیا جائے کہ وہ جہر اور اخفاء دونوں کو شامل ہے تو اسے ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید نہیں کیا جا سکتا۔ بایں ہمہ یہ عموم مولفؒ کے مدعی کو ثابت نہیں کرتا یعنی جہر کا ثابت کرنا مدفوع ہے۔ اس لئے کہ مطلق واقعی بسا اوقات دوسری نصوص سے جو قیود پر دلالت کرتی ہیں ان سے اسے مقید کیا جاتا ہے۔ مگر اس جگہ تو دوسری نصوص بھی نہیں ہیں جو تقیید پر دال ہوں۔ نیز اس قدر آمین کہنے کا اہتمام اور اس کے تاکیدی کلمات کا تقاضہ یہ ہے کہ امام تو بہر صورت جہر نہ کرے۔ کیونکہ اگر امام جہر کرنے والا ہوتا تو موافقتہ کے فوت ہو جانے کا گمان بھی پیدا نہ ہوتا۔ کیونکہ روایت کے بعض طرق میں ہے جب امام ولاالضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اس لئے کہ امام بھی آمین کہتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مقتدی امام کے آمین کہنے کو نہیں سن پائے گا۔ ورنہ فاتحہ کے ختم ہونے پر حکم کا دارومدار نہ ہوتا۔ اگر آمین سنی جارہی ہوتی تو کسی دوسری علامت کے ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہوتی۔ اس طرح ابن شہابؒ کا قول کہ جناب رسول اللہ ﷺ آمین کہتے تھے۔ یہ بھی مراد کو ثابت کرنے والا نہیں ہے۔ اسلئے کہ اس میں جہر کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ اور لفظ قولہ جہر کے لئے نہیں بولا جاتا۔ بلکہ وہ جہر اور سر دونوں کو شامل ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے اس کی ضد سر و اخفا ثابت ہے۔ کیونکہ اگر مقتدی امام کی آمین سنتا ہوتا تو اسے تنبیہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ جیسے اذا کبر الامام فکبروا میں یہ نہیں آیا کہ فان الامام یکبر الخ۔

باب جهر الماموم صفحہ ۱۰۸/۶

کہ مقتدی آمین کو جہرا کہے اس میں بھی وہی اختلاف ہے جو امام کے جہراً آمین کہنے میں ہے۔ دلائل گذر چکے ہیں جب امام کیلئے

جبر ثابت نہیں تو مقتدی کے لئے جہر کیسے ثابت ہو گا۔

باب اتمام التکبیر فی الرکوع الخ صفحہ ۱۰۸/۱۲

فی الرکوع یہ ظرف یا تو اتمام سے متعلق ہے یا تکبیر کے۔ جو صورت بھی ہو اس باب کی غرض یہ ہے کہ تکبیر کو اس قدر کھینچا جائے جو رکوع میں جا کر پوری ہو اس میں حذف نہ کیا جائے بلکہ جیسے مد شد اور دیگر حروف کو اپنے مخارج سے ادا کیا جاتا ہے اس طرح اللہ اکبر کو ادا کیا جائے۔ کہ قیام سے انتقال کرنے کے بعد رکوع تک اکبر کی را ختم ہو۔ اور روایات باب میں ہے **یکبر کلما رفع و کلما خفض ووضع** یعنی جب بھی اوپر نیچے جاتے ہوئے انتقال فرماتے تو تکبیر کہا کرتے تھے۔ تو رفع کی حقیقت یہ ہو گی کہ قیام کی حالت میں بالکل سیدھا کھڑا ہو اور جلسہ اور قعدہ میں بالکل سیدھا بیٹھے۔ جیسا کہ وضع کی حقیقت یہ ہو گی کہ حالت سجود میں سیدھا سجدہ کرنے والا ہو اور رکوع میں ٹھیک رکوع کرنے والا ہو۔ تو معلوم ہوا کہ تکبیر تب مکمل ہو گی جب کہ اطمینان سے رکوع کرنے والا ہو۔ معلوم ہوا کہ رکوع میں شروع ہونے سے پہلے تکبیر کہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں انتقالات کی تکبیرات کہا جاتا ہے کیونکہ یہ تکبیرات ان انتقالات کے وقت ہوتی ہیں پس جب تکبیر شروع ہونا انتقال میں شروع ہونے کے متصل ہوا اس سے بعد میں نہیں ہے تو لازمی ہے کہ ان کو ایسے لائے جیسے حروف کی تصحیح کی جاتی ہے۔ اور مدو شد کو لایا جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو رکوع میں سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے ہی تکبیر ختم ہو جائے گی۔ حالانکہ حکم یہ ہے کہ تکبیر اس وقت ہو جب کہ اس پر رفع اور وضع کا کلمہ صادق آئے خوب سمجھ لو۔ چنانچہ در مختار میں ہے **یکبر مع الانحطاط للرکوع** یعنی رکوع کے لئے گرتے وقت تکبیر کہے۔ شامی میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ تکبیر کی ابتدا نیچے گرتے وقت ہو۔ اور اس کی انتہاء پیٹھ کے سیدھے ہونے تک ہو۔

باب اتمام التکبیر فی السُّجُوْد صفحہ ۱۰۸/۱۸

سجدہ میں جا کر ہی تکبیر پوری ہو۔ اس کی بحث بھی رکوع کی طرح ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں باب رکوع اور سجود میں اتمام سے مراد محض تکبیر کو لانا ہو۔ کیونکہ تکبیر کا لانا اس کو تمام کرنا ہے۔ جیسا کہ اس کا چھوڑنا کوتاہی کرنا ہے۔ اس صورت میں تکلفات کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ لیکن پہلی توجیہ اولیٰ اور بہتر ہے۔ دوسری توجیہ کے بارے میں مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ان تکبیرات انتقال کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ پس جب اتمام سے ایتان مراد لیا جائے تو احادیث باب کی تراجم سے مناسبت واضح ہو جائے گی۔

قَوْلُہٗ مَاصَلَّیْتَ صفحہ ۱۰۹/۱۰ یعنی تم نے پوری نماز نہیں پڑھی۔ یہ مسلک احنافؒ کے موافق ہے۔ شوافعؒ اسے ظاہر پر محمول کرتے ہیں۔ حالانکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اس شخص تعدیل ارکان نہ کرنے والے کو اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ البتہ وجوبی طور پر اعادہ اس وقت لازم ہو گا جب کہ طمانیت اور اتمام کا کوئی مرتبہ ادا نہ کیا ہو۔ اس تقریر سے قطب گنگوہیؒ نے دونوں احادیث کو جمع کر دیا۔

یعنی اعادہ اس وقت لازم ہے جب کسی رکن صلوٰۃ کو اطمینان سے ادا نہ کرے۔ پس مَاصَلَّيْتَ ای صلوٰۃ کاملۃً کے معنی میں ہوگا۔ شوافع ؒ اور امام احمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک رکوع اور سجود میں طمانیت فرض ہے۔

قوله في اصحابه صفحہ ۱۰۹/۱۱ اس عبادت کا مقصد یہ ہے کہ ابو حمیدؓ نے بھی اسے ذکر کیا اور اس کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر کیا۔

قوله ثم هَصَرَ ظَهْرَهٗ صفحہ ۱۰۹/۱۱ پھر اپنی کمر کو جھکایا جو کمر کے سیدھا کرنے کو مستلزم ہے۔ اسی وجہ سے اسے اس مقام پر ذکر کیا۔

باب حد اتمام الرکوع صفحہ ۱۰۹/۱۱

اس سے مراد استحباب اور سنت کی حد کو بیان کرنا ہے۔ ورنہ واجب اور فرض تو اس کے بغیر بھی ادا ہو جاتے ہیں۔ جن کا روایت میں ذکر کیا گیا ہے۔

باب مایقول الامام ومن خلفه

امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ تسمیع یعنی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور تحمید یعنی رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ امام اور مقتدی دونوں ان کو جمع کریں۔ لیکن اکثر احادیث سے تقسیم معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے احنافؒ کا مشہور مذہب تقسیم کرنا ہے۔ کہ امام تسمیع کرے اور مقتدی تحمید پر اکتفا کرے البتہ منفرد دونوں کو جمع کرے۔ ائمہ ثلاثہؒ کا مسلک بھی امام اور مقتدی دونوں کیلئے جمع کرنا ہے

قَوْلُهٗ حتي تقول قد نَسِيَ صفحہ ۱۱۰/۱۱ قومہ اور جلسہ کو لمبا کرنا بیان جواز کیلئے تھا یا جہاں مقتدیوں کی خواہش تطویل کی ہو کہ ان پر تطویل گراں نہیں ہوتی وہاں جائز ہے۔ ورنہ عام طور پر جناب نبی اکرم ﷺ تخفیف کو پسند کرتے تھے۔

قوله وكان ابن عمرؓ يضع يَدَيْهِ قبل ركبتيه الخ کہ ابن عمرؓ گھٹنے رکھنے سے پہلے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھتے تھے حالانکہ یہ اونٹ کی بیٹھک ہے جس سے آپؐ نے منع فرمایا ہے۔ تو احنافؒ کی طرف سے اس اثر کی توجیہ کی جاتی ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ابن عمرؓ اس قدر بھاری ہو گئے کہ وہ گھٹنوں کے بل بڑی مشکل سے اٹھتے بیٹھتے تھے۔ اس لئے انہیں ہاتھوں کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ یہ اثر مالکیہ کے مستدلات میں سے ہے۔ جمہور اس کے خلاف ہیں اس لئے توجیہ کی ضرورت پیش آئی۔ اور ایک وجہ یہ بھی بتلائی جاتی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وجع مفاصل جوڑوں کے درد کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔ اور بعض نے کہا کہ یہود نے ان پر جادو کر دیا تھا کہ ان کے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہو گئے تھے۔ اس اثر کو امام بخاریؒ نے اس باب میں اس لئے ذکر کر دیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول اور ابن عمرؓ کا فعل دونوں کا تعلق سجدہ کی کیفیت سے ہے۔ بلکہ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول اور فعل دونوں کیفیت سجدہ کو بیان کرتے ہیں۔

قولہ انما قال سفیان من فرس صفحہ ۱۱۰/۲ یعنی کلمہ عن کو من سے تبدیل کر دیا۔اس سے علی بن عبداللہ کی محافظ
دیث کی طرف اشارہ ہے۔

قولہ کذا جاء بہ معمر الخ صفحہ ۱۱۱/۳ یہ سفیان ابن عینیہ کا مقولہ ہے اور معمر بھی امام زہریؒ کے تلامذہ میں سے
یں۔خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت سفیان جب روایۃ ذکر کر چکے تو علی بن عبداللہ سے اس کی توثیق چاہی۔کہ کیا تیرے استاذ معمرؒ نے بھی تجھے
یسے ہی روایت بیان کی۔ تو علی بن عبداللہ نے کہا ہاں ایسے ہی روایت کیا۔ تو سفیانؒ نے کہا معمرؒ نے اپنے استاذ زہریؒ سے صحیح یاد رکھا
فیان نے اپنی طرف سے کہا کہ استاذ زہریؒ نے اسی طرح فرمایا۔اب دونوں کے کلام میں مناسبت ثابت کرنے کے لئے شیخ گنگوہیؒ فرماتے
یں حضرت سفیانؒ کی تاکید اور توثیق طلب کرنے سے وہم ہوتا تھا کہ شاید توثیق طلب کرنے کا مقصد ان کے کلام کو لغو قرار دینا ہو
و حضرت سفیانؒ نے اس کا دفعیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے توثیق اس لئے کرائی کہ بسا اوقات روایت کرنے میں غلطی واقع ہو جاتی ہے
ینانچہ ابن جریج نے لفظ شق کے اندر وہم کیا اور اسے ساق سے بدل دیا۔ تو مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں میں نے بھی ایسا نہ کر دیا ہو۔

قولہ حفظت من شقہ الخ کا مطلب یہ ہوگا کہ ابن جریج اور ہم امام زہریؒ کے پاس تھے۔زہریؒ نے ہمیں فجحش شقہ
لایمن کے لفظ روایت کئے۔ پس جب ہم ان کے پاس سے اٹھ کر باہر نکلے تو ابن جریج نے لفظ ساق روایت کیا۔شق کے لفظ کو بھول گئے
و یہ ان کی طرف سے وہم ہوا۔حالانکہ میں بھی امام زہریؒ کے پاس تھا یا ابن جریج کے پاس تھا جب کہ انہوں نے شقہ الایمن کے لفظ سے
روایت بیانؒ کی تھی۔خوب سمجھ لو واللہ اعلم وعلمہ احکم ۔

قولہ فَیَأْتِیْهِمُ اللّٰہُ الخ صفحہ ۱۱۱/۱۱ سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسمیۃ صورۃ اور حدوث سے منزہ اور پاک ہیں۔ان کا
نا اور صورت بدلنا کیسے صحیح ہے۔جواب یہ ہے کہ آنا بمعنے رؤیۃ کے ہے۔یا مضاف محذوف ہے۔کہ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ آئے گا۔یہ اتیان
اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے ہے۔ کما یلیق بشانہ ۔اور چوتھی توجیہ یہ ہے کہ صورۃ بمعنے صفۃ کے ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی صفت پر تجلی
رمائیں گے جن کو وہ پہچانتے ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کردہ ہوگی۔یہ بھی بعید نہیں بہر حال حدیث متشابہات میں سے
ہے۔کوئی نہ کوئی اس کی توجیہ کرنی پڑے گی۔

قولہ فاکون اوّل من یجوز بامّتہ صفحہ ۱۱۱/۱۳ یعنی میں پہلا رسول ہوں گا جو اپنی امت کو لے کر پل صراط عبور
ر کے جنت میں داخل ہوں گا۔باقی رسول تو اس حساب سے پہلے جنت میں داخل ہو چکے ہوں گے تو یہ اولیت کی نسبت دوسری امتوں کے
عتبار سے ہوگی۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اپنے رسول کے تابع ہو کر جائے گی جیسے بادشاہوں کے ساتھ
ن کے خدام و حشم جایا کرتے ہیں۔اس طرح انبیاء علیہم السلام پر امت کی فضیلت لازم نہیں آئے گی تو اب امت کا اعتبار نہ ہوا خاتم المرسلین
ی ذات کی فضیلت ثابت ہوئی ۔

قوله ولا تیکلم یوٗ مئذ اَحَدٗ الاَّالرّسل الخ صفحہ ۱۱۱/ ۱۴ رسولوں کے سوااس دن اور کوئی کلام نہیں کر سکے گا۔اور رسل بھی سوائے کلمہ اللھم سلم سلم کے اور کچھ نہیں کہہ سکیں گے۔باقی مخلوقات بالکل خاموش ہو گی۔البتہ انبیأ علیہم السلام کی مؤمنین کے لئے جب کہ وہ پُل صراط سے گذر رہے ہوں گے دعا ہو گی۔رب سلم سلم کہ وہ مؤمنین کیلئے سلامتی کی دعا کر رہے ہوں گے

قوله ویعرفونهم بآثار السجو د صفحہ ۱۱۱ کہ فرشتے ان سجدوں کے نشانات سے مؤمنین کو پہچان لیں گے۔کیونکہ جہنم کی آگ پر حرام ہے کہ وہ سجد کی جگہ کو کھا جائے۔یہی محل ترجمہ ہے۔آثار سجود میں اختلاف ہے۔بعض نے سجدے کے ساتوں اعضاء مراد لئے ہیں اور بعض نے خاص کر پیشانی مراد لی ہے۔معلوم ہوا کہ مؤمنین کا عذاب کفار کے عذاب سے مختلف ہو گا۔کفار کا عذاب جمیع اعضاء پر ہو گا گناہ گار مؤمنین کے اعضاء سجدہ محفوظ ہوں گے۔

قوله فیقدمه اِلٰی با ب الجنّۃِ صفحہ ۱۱۱/ ۲۷ یہاں روایت مختصر ہے مفصل روایات میں شجرات کا ذکر ہے بہر صورت اس شخص کا جنت میں داخلہ بتدریج ہو گا۔

قوله اشقی خلقك صفحہ ۱۱۱/ ۲۷ خلق سے مراد مؤمنین جنت میں داخل ہونے والے ہیں۔ورنہ جہنمیوں کے حالات سے وہ ناواقف نہیں تھا۔مقصد یہ ہے کہ جنت سے باہر رہ کر ہمیشہ اس طرح رہنا یہ بدبخت کا کام ہو سکتا ہے۔

قوله قال ابو سعید الخُدریؓ صفحہ ۱۱۲/ ۴ جب حضرت ابو ہریرہؓ یہ حدیث بیان کر رہے تھے تو حضرت ابو سعید خدریؓ وہاں موجود تھے۔جنہوں نے فرمایا میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا تھا فرماتے تھے **ذلك لك وعشرة امثاله** کہ اس سے دس گنا تیرے لئے ہے۔

باب السجو د علی سبعة اعظم صفحہ ۱۱۲/ ۱۱

یعنی سجدہ سات ہڈیوں پر ہونا چاہیے۔وہ سات اعضأ دو ہاتھ دو پاؤں اور دو گھٹنے اور ایک پیشانی ہے۔ان میں ناک کو شمار نہیں کیا گیا حالانکہ احنافؒ کے نزدیک محض پیشانی پر اکتفا جائز نہیں جب تک ناک کو بھی زمین پر نہ رکھے تو شیخ گنگوہیؒ اس کا جواب دے رہے ہیں کہ پیشانی کا زمین پر رکھنا وہ ناک کو زمین پر رکھ دینے کو مستلزم ہے۔کیونکہ اگر ناک کو زمین پر نہ رکھے تو نماز میں نقصان لازم آتا ہے۔اس لئے ناک نہ رکھنے کی صورت میں پیشانی کے رکھنے میں بھی نقصان رہتا ہے۔جب کہ پیشانی صحیح وسالم ہو زخمی نہ ہو۔امام احمدؒ کے نزدیک پیشانی اور ناک دونوں کو زمین پر رکھنا حالت سجدہ میں واجب ہے۔بلکہ ائمہ ثلاثہؒ کا یہی مذہب ہے۔جمہور ائمہ کے نزدیک پیشانی پر اکتفا کرنا جائز ہے۔حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔البتہ ناک پر اکتفا کر لینا جبہہ کے بغیر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے۔اور کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

قوله مَنْ اعتكف من النبيّ ﷺ فليرجع الخ صفحہ ۱۱۲/۲۵ جو شخص جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اعتکاف بیٹھا وہ واپس آجائے۔ پس یرجع یا تو فعل متعدی ہے تو اس کا مفعول وہ سامان ہوگا جو انہوں نے اس گمان سے اپنے گھروں کو بھیج دیا تھا۔ کہ اس دن کی شام کو ہمیں حتمی طور پر مسجد سے نکلنا ہے۔ پس ان کا رات گذارنا اور شام کا کھانا ہی گھروں میں ہوگا اور کچھ نہیں اب کسی سامان کی مسجد میں باقی رکھنے کی ضرورت نہیں۔ یا یرجع فعل لازم ہے۔ جس کے معنی واپس آنے کے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ جن لوگوں نے اس دن کی شام کو مسجد سے نکلنے کا قصد کرلیا تھا وہ واپس آجائیں۔ لیکن پہلے معنی اولیٰ اور افضل ہیں۔ اگرچہ عام شراح ؒ نے دوسرے معنی مراد لئے ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ کی تحقیق کے مطابق یہ اعتکاف رمضان شریف کے درمیانی عشرے کے اندر تھا۔ بعد میں آپؐ نے آخری عشرہ میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنے کے لئے اعتکاف فرمایا اور اسی پر دوام رہا۔

قوله حتي رأيت اثر الطين الخ صفحہ ۱۱۲/۲۷ یہ لیلۃ القدر کی نشانی تھی کہ اکیس ۲۱ رمضان کی صبح کو بارش ہوئی۔ اور بعض کے نزدیک تئیس ۲۳ رمضان کی صبح کا واقعہ ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ بارش کا برسنا محض اسی مہینے کے اندر علامت تھی ہمیشہ کے لئے علامت نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی اس کو دلیل بنایا جائے اس روایت کو اس باب میں لانے سے امام بخاریؒ کا مقصود یہ ثابت کرنا ہے کہ حالت سجدہ میں ناک کو نہ بچایا جائے۔ اگرچہ مٹی اور گارے پر ناک کو رگڑنا پڑے۔ تو اس باب سے تاکید ہوگئی کہ سجدہ ناک پر بھی ہونا چاہیئے۔ اب رہا محض ناک پر اکتفا کرنا اس میں علما کا اختلاف ہے۔ جو جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ حدیث باب ہے۔

بَابُ لَايَكُفُّ شَعْرًا الخ صفحہ ۱۱۳/۴

امام بخاریؒ نے یہ تین ابواب باب عقد الثیاب۔ کف شعر اور کف ثوب منعقد کئے ہیں جن کی بظاہر باب السجود سے مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ شیخ گنگوہیؒ نے احادیث کو جمع کرتے ہوئے فرمایا کہ کپڑوں کو گرہ لگانے اور انہیں سمیٹنے کا حکم تب ہے جب کہ ننگ کے کھل جانے کا خدشہ ہو۔ ستر عورت فرض ہے جو مستحبات اور مکروہات سے اہم ہوتا ہے۔ اور جب ننگ کے کھلنے کا خطرہ نہ ہو تو نہ بالوں کو روکے اور نہ کپڑوں کو سمیٹے۔ کیونکہ اس صورت میں خشوع میں فرق آئے گا۔ اور نماز کی حالت میں غیر کی طرف توجہ کرنا ہوگا۔ اور ہاتھوں کے ساتھ کپڑے اور بالوں کو روکنے سے سجدہ کرنے میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ اس لئے ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو تاکہ سر کے بال بھی سجدہ کریں۔ اس ترجمہ کو احکام سجود میں اس لئے داخل کردیا کہ سجدہ کیلئے نقل حرکت کرنا عقد ثیاب کی صورت میں آسان ہوجائے گا اور سجدہ کرنے کی حالت میں کشف عورت زیادہ قریب ہے۔ گویا اتمام سجود کے لئے کپڑوں کا سنبھالنا ضروری ہے۔ بے پرواہی نہ برتی جائے پھر کف شعر اور کف ثوب نہ کرے۔ بلکہ سر کے بالوں کو کھلا رکھے تاکہ وہ بھی سجدہ کریں۔ اور کپڑوں کو ہاتھوں سے روکنے میں سجدہ میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ دوسرے سر پر بالوں کا جھوڑا شیطان کے بیٹھنے کی جگہ فرمایا گیا ہے۔ ایک باریک فرق کی طرف امام بخاریؒ نے اشارہ فرمایا کہ لایکلف شعراً کو مطلق رکھا۔ کہ نماز سے پہلے ہو یا نماز کی حالت میں ہو بالوں کو نہ روکے اور لا یکف ثوبہ کو فی الصلوۃ کے ساتھ

مقید کیا کہ حالت نماز میں کپڑوں کو سمیٹ کرنہ رکھے۔ جو متکبرین کی ہیئت کے مشابہ ہے۔ خارج صلوٰۃ کراہۃ نہیں ہے۔

قوله كا ن يفعل شيئاً لم ارهم يفعلون صفحہ ۱۱۳/ ۱۴ حضرت ایوب سختیانیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ عمرو بن سلمہؓ ایک کام کرتے تھے۔ میں نے لوگوں کو دیکھا وہ نہیں کرتے۔ وہ یہ کہ وہ جلسہ استراحت کے لئے تیسری یا چوتھی رکعت میں بیٹھتے تھے عام لوگ نہیں بیٹھتے۔ اس میں علماء احنافؒ کے لئے ظاہر دلیل ہے کہ جلسہ استراحت عذر کے لئے تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو صحابہ کرامؓ اور تابعین برابر اس پر عمل جاری رکھتے۔ چنانچہ حنفیہؒ اور جمہور ائمہ کا یہ مسلک ہے کہ سجدہ سے اٹھنے کے بعد قدموں پر کھڑا ہو جائے استراحت کے لئے نہ بیٹھے امام احمدؒ اور امام شافعیؒ جلسہ استراحت کے قائل ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ نے تو جلسہ استراحت کے ترک پر صحابہ کرام کا اجماع نقل کیا ہے۔

قوله حتي يقول القائل قد نَسِيَ صفحہ ۱۱۳/ ۲۲ رکوع اور سجدہ کو اتنا دراز کرنا کہ کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ آپ بھول گئے یا بھلا دیئے گئے۔ یہ یا تو بیان جواز کے لئے تھا یا اس وقت کا حکم ہے کہ ساری جماعت اس طوالت کا شوق رکھتی ہو۔ یا نوافل میں طوالت کی اجازت ہے۔ فرائض میں تخفیف کرنا بہتر ہے۔ البتہ امام احمدؒ سے طوالت کا مستحب ہونا منقول ہے۔

قوله اذا رفع رأسه في السجدة الثانية صفحہ ۱۱۴/ ۴ یعنی شیخ جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تھے تو بیٹھ جاتے اور زمین پر سہارا لے کر پھر کھڑے ہوتے تھے۔ یہاں سے اعتماد کی کیفیت کو بیان کرنا ہے کیونکہ بظاہر حدیث ترجمہ سے مناسبت نہیں رکھتی ترجمہ کیفیت اعتماد کا ہے۔ اور حدیث سے اعتماد ثابت نہیں ہے۔ تو شیخ گنگوہیؒ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں اذا رفع رأسه سے اعتماد کی کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد اور بیٹھ جانے کے بعد زمین پر سہارا اپنے جسم کے کسی حصہ کا نہ لے۔ پس اس طرح حدیث ترجمہ کے موافق ہو جائے گی۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک سجدہ سے اٹھتے وقت زمین کا سہارا لینا مستحب ہے احنافؒ کے نزدیک مستحب نہیں ہے۔

باب سنّة الجلو س في التّشهّد صفحہ ۱۱۴/ ۱۱

التحیات میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے۔ علماء احنافؒ کے نزدیک مطلق افتراش ہے۔ دونوں التحیات میں امام مالکؒ کے نزدیک مطلق تورک ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ دونوں کو جمع کرتے ہیں۔ البتہ شوافعؒ کے نزدیک پہلے جلسہ میں افتراش ہے۔ اور جلسہ اخیر میں تورک ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک سب جلسات میں افتراش ہے۔ البتہ جہاں دو تشہد ہیں وہاں دوسرے تشہد میں تورک ہے۔ لیکن احنافؒ کے نزدیک عورت کے ہر تشہد میں تورک سنۃ ہے۔ یعنی پاؤں نکال کر بیٹھے۔ تو مرد کیلئے دونوں جگہ افتراش ہوا کہ بایاں پاؤں بچھادے اور دائیں کو کھڑا رکھے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حنفیہؒ کے نزدیک عورت کیلئے بھی مرد کی طرح بیٹھنا مستحب اور مختار ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ سہو کاتب ہے اسلئے خود علامہ عینیؒ کا کلام آرہا ہے جلو س المرأة فهو التورك عندنا وقال النودی جلوس المرأة كجلوس الرجل

یعنی احنافؒ کے نزدیک عورت کے لئے تورک ہے۔ اور نوویؒ فرماتے ہیں کہ عورت کا بیٹھنا مرد کے بیٹھنے کی طرح ہے۔ بنابریں قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ علامہ عینیؒ کا قول اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ جلسہ الرجل سے وہ بیٹھک مراد لی جائے جو اصحاب التورک کہتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک مرد کے لئے بیٹھنا اس طرح ہے جیسے ہمارے نزدیک عورت کے لئے بیٹھنا ہے۔ یعنی تورک کرے۔ حالانکہ احنافؒ کے نزدیک کسی حالت میں مرد کے لئے تورک نہیں ہے۔

قوله وقعد علی مقعدته صفحہ ۱۱۴ ر ۲۲ یعنی سرین پر اس طرح بیٹھے کہ سرین زمین پر ہو۔ اور اپنے بائیں پاؤں پر نہ بیٹھے اس طرح کا بیٹھنا ہمارے نزدیک موٹاپے کے عذر پر محمول ہے۔ اور صاحب عذر کو جس طرح آسانی ہو اس طرح بیٹھنے کی اجازت ہے۔ اور تورک کی بھی کئی صورتیں ہیں ممکن ہے یہ صورت ان میں سے ایک ہو۔

قوله باب التشهد فی الاولی صفحہ ۱۱۵ ر ۳

تشہد پر امام بخاریؒ نے تین باب باندھے ہیں۔ پہلا باب **من لم یر التشہد الاول واجبًا** اس باب سے مقصود یہ ہے کہ تشہد نماز کا رکن نہیں ہے۔ جس کے فوت ہونے سے نماز فوت ہو جائے۔ اس کو لَمْ یَجْلِسْ سے ثابت کیا ہے جو پہلے باب کی حدیث میں ہے کہ اس کے بعد آپؐ نے سجدہ سہو کیا ہے جلوس کی طرف واپس نہیں لوٹے۔ البتہ امام احمدؒ کے نزدیک تشہد اولیٰ واجب بمعنے فرض کے ہے۔ جس کے چھوڑ دینے سے نماز باطل ہو جائے گی۔ امام مالکؒ کے نزدیک سنۃ مؤکدہ ہے۔ جس کے ترک پر سجدہ سہو واجب ہے۔ کیونکہ سنن مؤکدہ کے ترک پر ان کے نزدیک سجدہ سہو ہے۔ تشہد ثانی امام احمدؒ اور امام شافعیؒ دونوں کے نزدیک رکن ہے عمداً اور سہواً دونوں صورتوں میں اس کے ترک کرنے پر نماز باطل ہو گی۔ البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک پہلا تشہد اگر کسی عارض کی وجہ سے ترک ہو جائے تو اس کی تلافی سجدہ سہو سے ہو جائے گی۔ احنافؒ کے نزدیک پہلا اور دوسرا دونوں تشہد واجب ہیں۔ تو پہلا ترجمہ **من لم یر الخ** ائمہ اربعہ کے موافق ہو گا۔ کیونکہ کوئی بھی ان میں سے پہلے تشہد کو فرض اور رکن نہیں کہتا۔ اب یہ رہ گیا کہ جب رکن نہیں ہے تو اس کا کیا حکم ہے۔ اس کو دوسرے ترجمہ **التشہد فی الاولی** سے بیان کیا ہے۔ پہلے باب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سجدہ سہو کا ایک مرتبہ ہوتا ہے اس میں تکرار نہیں ہوتا اگرچہ سہو میں تکرار ہو خواہ دو واجب ترک ہو جائیں۔ کیونکہ جب تشہد واجب تھا اور قعدہ اولیٰ بھی واجب تھا ان دونوں کے ترک پر سجدہ سہو دو کئے ہیں چار نہیں کئے۔ تو معلوم ہوا کہ سہو کے تکرار سے سجدہ سہو مکرر نہیں ہو گا۔ اگر امام بخاریؒ **السجود لا یتکرر بتکرار لسہو** کا باب منعقد کر لیتے تو تکرار باب کا اعتراض نہ ہوتا۔ شیخ گنگوہیؒ نے جواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلا باب تو عدم فرضیۃ بتلانے کے لئے تھا اور دوسرا باب اس کا حکم بتانے کے لئے ہے۔ کہ جب کوئی نمازی اسے ترک کر دے تو اس کا کیا حکم ہے۔ حکم یہ ہے کہ اس کے ترک پر سجدہ سہو واجب ہے۔ اور تیسرا باب **التشہد فی الاخرۃ** اس کا بھی کوئی حکم بیان نہیں کیا چونکہ اس کا حکم پہلے تشہد کے خلاف تھا جمہور کے مذہب کے مطابق اس لئے اسے تیسرے ترجمہ سے بیان کیا۔ حکم اس کا ذکر نہیں کیا۔ کہ ان کے نزدیک

اس کا حکم بھی پہلے تشہد کی طرح ہے۔ اور الفاظ تشہد کا ذکر تجدید اور تکمیل فائدہ کیلئے ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک حدیث باب کی وجہ سے سہو میں تکرار نہیں ہے۔ جس پر وعلیہ جلوس کے الفاظ دال ہیں کہ آپؐ نے تشہد اوّل کو بھی چھوڑا اور جلوس کو بھی چھوڑا لیکن ان کیلئے ایک مرتبہ ہی سہو کے دو سجدے کئے۔ البتہ امام اوزاعیؒ کا مذہب ہے کہ سہو کے تکرار سے سجدہ میں بھی تکرار ہوگا۔ وہ چار سجدے کے قائل ہیں۔ التشهد فی الاخرة کے ترجمہ میں جو حدیث امام بخاریؒ لائے ہیں اس سے ترجمہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ روایت میں جو کچھ مذکور ہے وہ اولیٰ اور آخرۃ سے مقید نہیں ہے۔ تو ان میں سے کسی ایک کی تعیین نہ کی جائے۔ بلکہ جو جلسہ بھی آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے وہ طویل ہے جس میں کلمات تشہد بھی ہیں۔ دعا بھی ہے سلام بھی ہے۔ دعا ہمیشہ آخر صلوٰۃ میں ہوتی ہے۔ اس اعتبار کے مطابق حدیث ترجمہ کے مطابق ہو جائے گی اپنے بعض طرق کے اعتبار سے۔ کیونکہ بعد کے ایک باب میں اس التحیات کے بعد آرہا ہے ثم تیتخیر من الدعاء اعجبه الیه فید عوا عدم مطابقہ کا اعتراض نہیں رہے گا۔ یعنی جو دعا پسندیدہ ہو اس کو اختیار کر کے دعا مانگے۔

باب الدعاء قبل السلام صفحہ ١١٥/ ١٠

اس مقام پر بھی حدیث باب ترجمہ پر دال نہیں ہے۔ پس شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ قبل السلام سے دعا کی طرف اشارہ ہے کیونکہ دعا قعدہ اخیرہ میں ہوا کرتی ہے۔ روایت کے اندر کسی قعدہ کی تعیین نہیں بلکہ وہ مطلق ہے۔ لیکن لفظ قبل السلام کی وجہ سے اس کو مقید کیا جائے گا۔

قوله وهما واحد صفحہ ١١٥/ ١٤ یعنی مَسِیح اور مسِّیح دونوں سکّیت کی طرح ہیں۔ نام کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے مراد ایک سے عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور دوسرے سے مسیح الدجال مراد ہے۔ نیز ! امام بخاریؒ نے الصلوۃ علی النبی ﷺ کا الگ باب نہیں باندھا ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے جمہور کا مسلک اختیار کیا ہے جو صلوٰۃ علی النبی ﷺ کے عدم وجوب کے قائل ہیں۔ البتہ اسے سنن صلوٰۃ میں سے شمار کیا جاتا ہے۔

باب من لم یمسح جَبْهَتَهٗ صفحہ ١١٥/ ٢٥

یعنی اگر نماز میں پیشانی پر مٹی لگ جائے تو اسے نہ پونچھا جائے۔ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک مسح جبهه اور عدم مسح دونوں جائز ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے امام بخاریؒ کا مقصد عدم جواز کو بایں معنی ثابت کرنا ہو کہ اس کو اپنے حال پر چھوڑ دینا اولیٰ اور افضل ہے۔ اب پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ باب من لم یر المسح سنته جو لوگ پونچھنے کو سنت نہیں سمجھتے اور دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جو لوگ اسے مکروہ نہیں سمجھتے۔ اور روایت سے دونوں مقصد پر استدلال ممکن ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اپنے حال پر چھوڑ دینا اس لئے مختار ہے کہ پیشانی پر مٹی تھوڑی ہوگی جس کا ازالہ نماز کے بعد کیا جاسکتا ہے۔ سجود علی الانف کی روایت اس کی تائید کرتی ہے۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَرُدَّ السَّلَامَ عَلَى الْإِمَامِ اذا اكتفى بِتَسْلِيمِ الصَّلٰوةَ صفحہ ۱/۱۱۶

ترجمہ۔ جو شخص امام پر سلام کرنے کا ارادہ نہ کرے محض نمازوالے سلام پر اکتفا کرے۔

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو تیسرے سلام کے قائل ہیں ایک دائیں دوسرا بائیں تیسرا خاص امام کے لئے ہو۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ باب ان مقتدیوں کے بارے میں ہے جو دو سلاموں کے درمیان تیسرا سلام امام کے لئے ارادہ نہیں کرتے۔ وہ محض نمازوالے دو سلاموں پر کفایت کرتے ہیں۔ امام کو خصوصاً اس لئے ذکر کیا کہ جو امام کو چھوڑ جاتا ہے وہ دوسروں کو زیادہ چھوڑنے والا ہوگا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ جو شخص اپنے سلام پھیرنے میں کسی پر سلام کرنے کی نیت نہیں کرتا۔ محض لفظ پر اکتفا کرتا ہے نہ اس کی مراد کو سمجھتا ہے اور نہ ہی کسی شخص کو متعین کرتا ہے جس پر وہ سلام کر رہا ہے۔ تو اس کا کیا حکم ہے۔ پس امام بخاریؒ روایت کے مطلق ہونے اور اس میں سلام کو کسی نیت وغیرہ سے مقید نہ کرنے سے ثابت کر رہے ہیں کہ ایسے شخص کی نماز جائز ہے۔ فاسد نہیں ہوگی آیا اس شخص نے کسی سنت یا مستحب کو چھوڑا یا دوسرا معاملہ ہے اس سے اس جگہ کوئی تعرض نہیں ہے۔ واللہ اعلم

قوله واكتفى بتسليم الصّلٰوة اس صورت میں مطلب شاید یہ ہوگا کہ اس نے اپنے اس سلام سے محض نماز سے نکلنے کی نیت کی ہے اس کا اور کوئی مطلب نہیں ہے۔ واللہ اعلم امام مالکؒ کے نزدیک تیسرا سلام امام کے لئے خاص طور پر ہونا چاہئے۔ جمہور ائمہ اس کے خلاف ہیں۔ مولانا محمد حسن مکیؒ نے ایک اور معنی نقل کئے ہیں جو کسی شارح نے ذکر نہیں کئے وہ یہ ہیں کہ جب امام السلام علیکم کہے تو مقتدی امام کے لئے وعلیکم السلام کہے۔ اور **قوله بتسليم الصلوة** کے معنی یہ ہوں گے کہ اب امام کی نیت نہ کرے۔ بلکہ اپنے آپ کو نماز سے فارغ ہونے کی نیت کرے۔ قطب گنگوہیؒ کی تقریر میں یہ تھا کہ السلام علیکم میں امام اور غیر امام جن وانس ملک سب کی نیت کرے جیسا کہ درمختار میں ہے۔ اور نماز سے نکلنے کی نیت کرنا اگرچہ واجب نہیں ہے مستحب ضرور ہے۔ آپ کا ارشاد ہے **تحليلها التسليم** کہ سلام کرنے سے نماز سے حلال ہوگا۔

قَوْلُهُ وَكُنْتُ اَعْلَمُ اِذَا انْصَرَفُوْا بِذٰلِكَ اِذَا سَمِعْتُهُ الخ صفحہ ۱۷/۱۱۶ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جب صحابہ کرام فرض نماز سے فارغ ہوتے تھے تو ذکر الٰہی اونچی آواز سے کرتے۔ تو جب یہ ذکر میں سن لیتا تو مجھے اس سے معلوم ہو جاتا کہ یہ لوگ اب نماز سے فارغ ہو گئے ہیں۔ اس مقام پر چند ابحاث ہیں۔ پہلی بحث یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ باندھا ہے **باب الذكر بعد الصلٰوة** اس باب سے ان لوگوں پر رد کرنا مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ فرائض اور سنن رواتب کے درمیان کوئی ورد و ظیفہ کرنا مکروہ ہے۔ اور جو روایات اس بارے میں وارد ہوئی ہیں ان کو سنن رواتب کے ادا کرنے کے بعد پر محمول کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ سے اشارہ کیا کہ نماز فرض ادا کرنے کے بعد ذکر کرنا جائز ہے۔ حدیث ابن عباسؓ اس پر دال ہے۔ دوسرے اس طرف بھی اشارہ کیا کہ مطلق ذکر مراد ہے بالخصوص تکبیر مراد نہیں۔ باب کی دوسری روایت میں اگرچہ تکبیر کا لفظ موجود ہے مگر وہ بطور تمثیل کے ہے

مراد مطلق ذکر ہے ترجمہ اس پر دال ہے۔دوسری بحث یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے حدیث [illegible] کو دو وجہ سے بیان کیا ہے۔ایک میں ذکر کا لفظ ہے دوسری میں تکبیر کا لفظ ہے۔جس سے اشارہ کیا ہے کہ یہ حدیث ایک ہے۔اور تکبیر کا لفظ بطور تمثیل کے ہے۔مراد اس سے مطلق ذکر ہے۔ تیسری بحث یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک امام اور مقتدی دونوں کے لئے ذکر بالجہر جائز نہیں ہے۔البتہ تعلیم کے لئے ہو تو جائز ہے۔بعض سلفؒ نے فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔چوتھی بحث یہ ہے کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ عموماً جماعت کی نماز میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔بعض حضرات نے جواب دیا کہ وہ بچپن کی وجہ سے حاضر نہیں ہوتے تھے شیخ گنگوہیؒ اس کا جواب دے رہے ہیں کہ اپنی بعض مصروفیات کی وجہ سے ان کو مسجد میں حاضر ہونے کا اتفاق نہیں ہوتا تھا اور نہ ہمیشہ کیلئے مسجد میں حاضر نہ ہونا بعید ہے۔خواہ وہ قریب البلوغ ہوں یا اس سے کم عمر ہوں۔کیونکہ اس زمانہ میں سات سال کے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جاتا تھا۔دس سال کے بچے نماز نہ پڑھتے تو ان کی پٹائی کی جاتی تھی۔اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بچے ہونے کی وجہ سے پچھلی صفوں میں ہوتے تھے سلام ان کو سنائی نہیں دیتا تھا۔البتہ جب تکبیر اللہ اکبر اونچی آواز سے کہی جاتی تو سن لیتے۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ایام تشریق کا واقعہ ہو۔جب کہ تکبیرات تشریق بلند آواز سے پڑھی جاتی ہیں۔بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے ہیں تو حجۃ الوادع میں ان کی عمر چودہ سال ہوگی۔

قَوْلُهٗ فَقَالَ تَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ الخ صفحہ ۱۱۶/۲۷ احتمال یہ ہے کہ تینتیس ۳۳ سال کا مجموعہ تمامی کے لئے ہو۔اس طرح ہر کلمہ کو گیارہ مرتبہ کہنا ہوگا۔لیکن قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کو قول میں جمع کرو کہ ان سب کو اکٹھے شروع کرو اور اکٹھے ہی ختم کرو۔اس طرح ننانوے ہو جائیں گے۔اور آخر میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ کر اسے سو ۱۰۰ بنالو۔چونکہ روایت میں جو کچھ ذکر ہے وہ مطلق ہے۔لہٰذا تینوں کو الگ الگ اور جمع کرنے کی گنجائش ہے۔لیکن چونکہ عام تعامل افراد کا ہے کہ ہر ایک کلمہ کو تینتیس ۳۳ مرتبہ الگ الگ کہا جاتا ہے اس لئے یہی مختار ہوگا۔اور حدیث کے الفاظ کے یہی موافق ہے۔کیونکہ جہاں ان تسبیحات کو تفریق سے بیان کیا ہے۔وہاں الفاظ ہیں مَنْ سَبَّحَ اللّٰه ثلاثًا وَّثَلٰثِيْنَ الخ بنابریں ظاہر حدیث کے مطابق ہر کلمہ کو تینتیس ۳۳ مرتبہ مستقل طور پر کہا جائے۔دوسری بحث یہ ہے کہ ان روایات میں جو عدد وارد ہوا ہے آیا ثواب ان کے ساتھ مختص ہے یا زیادتی پر بھی ثواب حاصل ہوگا۔ابن عابدین فرماتے ہیں کہ زیادتی مکروہ ہے۔بلکہ اس کو بے ادبی شمار کیا گیا ہے۔تیسری بحث فقیر صابر کی غنی شاکر پر فضیلت ہے۔مختار یہ ہے کہ فقر جو صبر کے ساتھ ہو وہ غنی سے افضل ہے۔اور ذکر اللہ انفاق فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔کیونکہ وہ افضل الاعمال ہے۔

قوله قال المحسن جد غني الخ صفحہ ۱۱۷/۴ وقف کی حالت میں اگر جد کی دال ساکن ہے تو غنی مبتدأ محذوف کی خبر ہوگی معنی یہ ہوں گے کہ جد سے مراد غنی ہے۔اگر جد پر تنوین ہو تو مبتدا اور غنی خبر ہے۔اور تیسری صورت یہ ہے کہ

ادنیٰ ملابست کی وجہ سے دال کی مدلول ل کی طرف اضافت ہو۔ یعنی جد غنی یعنی وہ بخت جس کے معنی غنی کے ہیں۔ جد کے معنی عظمت غنا بخت کے آتے ہیں۔

بَابُ یَسْتَقْبِلُ الْاِمَامُ النَّاسَ اِذَا سَلَّمَ صفحہ ۱۱۷/۴

ترجمہ۔ امام جب نماز سے فارغ ہونے کا سلام پھیرے تو اسے لوگوں کی طرف من کر کے بیٹھنا چاہیئے۔

ترجمہ کی غرض اگر جواز ثابت کرنا ہے پھر کوئی حرج نہیں۔ اگر اس پر ہمیشگی یا اس کا سنت ہونا ثابت کرنا ہے تو اگر چہ وہ صحیح ہے لیکن اس جگہ مقصود نہیں ہے۔ یہ مسلسل چار تراجم ہیں۔ جن کا تعلق صرف ایک مسئلہ سے ہے۔ وہ مسئلہ نماز کے بعد بیٹھنے کا ہے۔ اس سے پہلے ترجمہ سے اس کے جواز کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ دائیں اور بائیں بیٹھنے کا ثبوت بھی ہے۔ دوسرا ترجمہ مکث الامام فی مصلاہ الخ ہے اس سے اشارہ کرنا کہ استقبال الی الناس واجب نہیں ہے۔ اگر اپنی جگہ پر بیٹھا رہے تو جائز ہے۔ خواہ اس کے بعد دعا مانگے۔ یا نماز سنت پڑھے تیسرا باب من صلی فذکر حاجتہ ہے کہ امام کا اپنی جگہ پر بیٹھے رہنا بھی واجب نہیں۔ اگر اسے بنی کوئی ضرورت یاد آجائے تو فوری طور پر ضرورت بھی پور کر سکتا ہے۔ اور چوتھا باب الانفتال اور الانصراف ہے یہ بھی جلوس بعد الصلوۃ پر محمول ہے۔ خواہ دائیں طرف منہ کر کے بیٹھے یا بائیں طرف رُخ کرے۔ اور انصراف کے لفظ سے اشارہ کیا ہے کہ انفتال اور انصراف سے مراد انحراف ہے یعنی پھر کر بیٹھنا۔

باب مکث الامام فی مصلاہ بعد الصلوۃ صفحہ ۱۱۷/۱۴

اس ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ فرض کی جگہ پر اگر نفل پڑھے جائیں تو جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اس بارے میں جو نہی وارد ہے وہ نہی تنزیہ اور ادب کے لئے ہے۔ بایں ہمہ اگر کوئی شخص اسی جگہ سنن اور نوافل پڑھے تو اس کی نماز جائز اور صحیح ہو گی۔ روایت کی اس مدعی پر دلالت واضح ہے۔ لا یتطوع الامام فی مکانہ کے متعلق امام بخاریؒ نے فرمادیا کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جب تک عورتیں اپنے گھروں کو نہ چلی جاتیں آنحضرت ﷺ اسی جگہ بیٹھے رہتے۔

قولہ من صلی بالناس فذکر حاجتہ فتخطاھم صفحہ ۱۱۷/۲۴ جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے پھر اسے کوئی اپنی ضرورت یاد آجائے تو وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر جا سکتا ہے۔ یہ تیسرا باب ہے کہ امام کسی ضرورت کی بنا پر مسجد سے جلدی خارج ہو سکتا ہے۔ خواہ اسے تخطی رقاب یعنی لوگوں کی گردنیں پھلانگنی پڑیں۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے مکث فی مصلاہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور تخطی رقاب مطلق نہیں بلکہ لوگوں کی رضامندی کے ساتھ مقید ہے۔ چنانچہ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ ایک تو امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے یہ ثابت کیا کہ تخطی رقاب کی نہی جمعہ اور غیر جمعہ میں برابر ہے۔ دوسری نہی تب ہے جب کہ اس کے بغیر چارہ ہو اور ضرورت بھی نہ ہو۔ اگر کوئی ضرورت ہے اور تخطی رقاب کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے تو پھر ممانعت نہیں ہے۔

قوله ما یَرٰی ان حقا علیه ان لاینصرف الخ صفحہ ۱۱۸/۴ یہ چوتھا باب ہے جس سے انصراف عن الیمین والشمال ثابت کیا ہے۔ حقا علیه نکرہ مخصصہ ان کا اسم ہے۔ اور ان لا ینصرف الخ اس کی خبر ہے۔ باقی اقوال اعراب میں تکلف ہے۔

قوله خضرات من بقول صفحہ ۱۱۸/۱۴ کلمہ من بیانیہ تبعیضیہ ہو سکتا ہے۔ بنابریں خضرات بقول سے اخص ہو گی۔ کیونکہ خضرات وہ ترکاری ہے جس میں سبزی ہو۔ تو اب اضافۃ صحیح ہو گی۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ تمام بقول میں زکوۃ ہے۔ سوائے سرکنڈے گھاس اور سوختنی لکڑی کے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بقول اخضر اور غیر اخضر سب کو شامل ہے۔ صفوۃ الصلوۃ۔ کے آخر میں بطور مسائل شتی کے مؤلفؒ نے ان ابواب کو ذکر کیا ہے۔

قوله فلا ادری هو من قول الزهری الخ صفحہ ۱۱۸/۱۶ مقصد یہ ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ کیا یہ اسناد مذکور کے ساتھ مجملہ حدیث کے ہو گا۔ یعنی حضرت جابرؓ کا قول ہو گا یا یہ اس سند کے ساتھ نہیں ہے۔ تو پھر نہ حضرت جابرؓ کا قول ہو گا اور نہ ہی وہ اس حدیث میں داخل ہو گا۔ بلکہ امام زہریؒ کے کلام میں سے ہو گا۔ اگرچہ امام زہریؒ تک صحابہؓ اور تابعینؒ کے واسطہ سے پہنچا ہو گا۔ بہر حال اس مقام پر یہ اس کے کلام میں سے ہے حدیث کا ٹکڑا نہیں ہے۔ گویا کہ امام زہریؒ نے اسے جناب رسول اللہ ﷺ سے مرسلاً نقل کیا ہے بنابریں امام بخاریؒ کو تردد ہو گا کہ یہ حدیث موصول ہے یا مرسل ہے۔

باب وضوء الصبیان صفحہ ۱۱۸/۱۹

یعنی بچوں کا وضو کرنا ثابت ہے اور سنت ہے۔ اگرچہ بچوں پر وضو واجب نہیں ہے۔ جس کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ قُمْتُ وَتَوَضَّأْتُ الخ کہ میں نیند سے اٹھا اور آپ کی طرح وضو بنائی۔ واجب اس لئے نہیں کہ اس کے ترک پر عتاب وہ عتاب نہیں ہے۔ البتہ جو اگر وضوء کر کے نماز پڑھے گا تو اس کو ثواب حاصل ہو گا۔ امام بخاریؒ نے کوئی حکم بیان نہیں فرمایا۔ اس طرح یہ قول بھی دلیل ہے کہ متی یجب علیهم الغسل والطهور کہ بچوں پر غسل اور وضو کب واجب ہوتا ہے۔ اس کی دلیل وقوله علی کل محتلم ہے یعنی ہر بالغ پر غسل اور وضو واجب ہے۔ اور قوله حضور هم الجماعة وَالْعِیْدَیْنِ وَالْجَنَائِزُ یعنی بچوں کا جماعت عیدین اور جنائز میں حاضر ہونا کب واجب ہو گا۔ اس عبارت سے امام بخاریؒ نے اس وہم کا دفعیہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے اپنی مساجد کو بچوں اور پاگلوں سے الگ رکھو جس سے معلوم ہوتا تھا کہ بچوں کا مساجد میں اور عیدگاہ جنازہ گاہ وغیرہ میں داخل ہونا ناجائز ہو گا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ جب بچوں کے پیشاب اور پاخانہ سے بے خوفی ہو تو ان کے مسجد میں حاضر ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اس کی دلیل باب کی پہلی۔ چوتھی پانچویں اور چھٹی روایت ہے۔ جن میں ادنیٰ تفکر سے جواز واضح ہو جاتا ہے۔ مؤلفؒ نے اس باب میں سات احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ جن کی مطابقت اجزا ترجمہ سے غور و فکر سے ثابت ہوتی ہے۔

قولہ وصفوفہم یعنی بچوں کی صفیں کیسے ہوں۔ اس کی دلیل قولہ صَفَفْتُ عَلَیْہِ انا والیتیم کہ میں نے اور یتیم نے صف باندھی۔ حنفیہؒ کے نزدیک پہلے مردوں کی صف ہو۔ بعد ازاں بچوں کی۔ سب سے آخر میں عورتوں کی صف ہو۔ شیخ گنگوہیؒ نے کیف صفوفہم کہہ کر اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آیا بچوں کی صف مستقل ہو یا مردوں کی صف میں داخل ہو۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہر دو آدمیوں کے درمیان ایک بچہ کھڑا ہو تاکہ ان سے نماز سیکھ سکے۔ جمہور اس کے خلاف ہیں۔

قولہ لو لا مکانی منہ صفحہ ۱۱۹/۱۶ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کے نزدیک میرا مرتبہ نہ ہوتا تو میں چھوٹا ہونے کی وجہ سے نماز عید میں حاضر نہ ہوتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عموماً بچے مساجد و عیدین میں حاضر نہیں ہوتے تھے کبھی کبھار حاضری ہوتی تھی جب کہ بچہ متمیز ہو نماز وغیرہ کی تمیز رکھتا ہو۔

بَابُ خُرُوْجِ النِّسَآءِ اِلَی الْمَسَاجِدِ بِاللَّیْلِ وَالْغَلَسِ صفحہ ۱۱۹/۱۸

ترجمہ عورتوں کا رات اور اندھیرے میں مساجد کی طرف جانا۔

باب سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا مساجد کی طرف جانا تب جائز ہے جبکہ فتنہ کا خدشہ نہ ہو۔ بنا بریں لیل اور غلس کی قید لگائی جو عدم فتنہ کا سبب بنتے ہیں پس رات اور اندھیرا فتنے کا سبب بنے۔ جیسے ہمارے زمانہ میں اس کا مشاہدہ ہے۔ تو عورتوں کا رات اور اندھیرے میں جانا بھی ممنوع ہوگا۔ امام بخاریؒ اس باب میں چھ احادیث لائے ہیں۔ بعض زمان سے مطلق ہیں۔ بعض میں لیل اور غلس کی قید ہے۔ تو مطلق کو ترجمہ میں مقید پر محمول کیا جائے گا۔ اس لئے فقہا نے اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

قولہ ولایصلی یومئذ الابالمدینۃ صفحہ ۱۱۹/۲۱ ان دنوں مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی یہ حصر اضافی ہے اطراف مدینہ اور اس کے نواحی علاقہ کے اعتبار سے ہے ورنہ ان دنوں مکہ اور حبشہ میں بھی نماز عشاء پڑھی جاتی تھی تو حصر اضافی ہوا حقیقی نہ ہوا۔ تو غیرکم سے غیر المسلمین مراد ہوگا۔

قولہ اذا استأذنکم نساء کم باللیل الی المسجد صفحہ ۱۱۹/۲۳ اس میں بھی اشارہ ہے کہ عورتوں کا مساجد کی طرف جانا اس کی اجازت مشروط ہے کہ جب فتنہ کا خوف نہ ہو۔ اگر دن یا رات کسی وقت فتنہ کا خدشہ ہو جیسے ہمارے زمانہ میں مشاہدہ ہے تو پھر کسی صورت اجازت نہیں ہے۔ دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ عورت مرد کے گھر سے بغیر اجازت باہر نہ نکلے استأذن کے الفاظ اس پر دال ہیں۔

باب صلوۃ النساء خلف الرّجال صفحہ ۱۲۰/۶

اس ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ عورتوں کا مقام مردوں کے مقام کے پیچھے ہے اور روایت کی دلالت ترجمہ پر لفظ قبل ان یدرکھن سے ہے۔ کیونہ عورتوں کا پھرنا مردوں کے پالینے سے پہلے اسی صورت ممکن ہو سکتا ہے جب کہ عورتیں مردوں کے پیچھے ہوں۔ کیونکہ اگر وہ عورتیں آگے ہوں یا درمیان میں ہوں تو ان کو پالینے کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تو ان میں موجود ہیں۔ امام بخاریؒ اس باب میں دو احادیث لائے ہیں۔ حضرت انسؓ کی روایت میں ہے ام سلیم خلفنا یہ صریح دلیل ہے۔

باب سرعة انصراف النّساء وقلة مقامهنّ فی المسجد صفحہ ۱۲۰/ ۱۲

امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ہے خیر صفوف النساء آخرها وشرها اولها کہ عورتوں کی بہتر صف آخری ہے۔ اور بدترین پہلی صف ہے جو مردوں سے ملحق ہے۔ اس سے بھی اشارہ ہے کہ فتنہ کے وقت عورتوں کو مسجد جانے سے روک دینا چاہئیے کیونکہ جو عورت آخری صف میں ہوگی وہ جلدی نکلنے والی ہوگی۔ فتنہ سے بچ جائے گی۔ یاد رہے کہ حج اور عمرہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں حرمین میں جانے کی اجازت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کِتَابُ الْجُمُعَةِ

باب فرض الجمعة

لِقَوْلِ اللہِ تَعَالٰی اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ الخ اس پر تو اتفاق ہے کہ اسلام سے پہلے اس دن کا نام عروبہ تھا۔ جمعہ کی وجہ تسمیہ میں کئی اقوال ہیں۔ امام بخاریؒ نے جمعہ کی فرضیت کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ثابت کیا ہے۔ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللہِ الآیة۔ وقت فرضیت کیا ہے اکثر حضرات اس پر ہیں کہ اس کی فرضیت مدینہ میں ہوئی۔ بعض نے مکہ معظمہ بھی کہا ہے۔ بہر حال پہلا جمعہ آپؐ نے مدینہ منورہ میں بنی سالم کے اندر ادا کیا ہے۔ فَاسْعَوْا سعی کے مشہور معنی تو دوڑنے کے ہیں لیکن اس جگہ سعی سے مراد چلنا

اور عمل کرنا ہے۔ اور ذکر سے مراد نماز جمعہ اور خطبہ جمعہ دونوں ہیں۔ یا صرف خطبہ مراد ہے۔ تو نماز کا ثبوت دلالۃ النص سے ہوگا کیونکہ وہ تواھم العبادات ہے۔ دوڑ کر نماز کی طرف جانا ممنوع ہے اس لئے سعی کے معنی ذھاب کے کئے ہیں تاکہ دوڑ کا وہم نہ ہو۔

قولہ نحن الاخرون الخ صفحہ ۱۲۰/۲۰ یعنی ہم زمانہ کے اعتبار سے آخر میں ہیں۔ اور قیامت کے دن جنت میں داخلہ کے اعتبار سے سابقون ہوں گے۔ اور پہلے لوگوں کو یہ جزئی فضیلت ہوئی کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب دی گئی۔ لفظ بید بمعنے علی کے ہے یا مع کے معنی میں ہے۔ غیر کے معنی میں لینا بہتر شمار کیا گیا ہے۔

قولہ یومھم الذی فرض علیھم صفحہ ۱۲۰/۲۱ پس کہا جاتا ہے کہ جمعہ ہفتہ اتوار تین دنوں میں سے ایک کی تعیین ان کے سپرد کی گئی تھی۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ سات دنوں میں سے کسی ایک کی تعیین ان کے سپرد ہوئی۔ یہود نے ہفتہ کے دن کو اور نصاریٰ نے اتوار کے دن کو مقرر کیا۔ مسلمانوں کے حصہ میں جمعہ کا دن آیا۔ جس کی تعظیم ان پر فرض کی گئی۔

باب فضل الغسل یوم الجمعة صفحہ ۱۲۰/۲۳

مقصد یہ ہے کہ اس باب میں ذکر کیا گیا کہ جمعہ کے دن کا غسل کرنا افضل ہے۔

اما قولہ ھل علی الصبی الخ کہ بچے پر جمعہ کے دن کا حاضر ہونا۔ اس پر قولہ کل محتلم دال ہے کہ اس پر جمعہ کی حاضری واجب نہیں اور نہ ہی غسل واجب ہے۔ ویسے اہل ظواہر کے نزدیک جمعہ کے دن کا غسل واجب ہے۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک سنت ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں پر غسل یوم الجمعہ نہیں ہے۔ کہ اس کا وجوب جن کے نزدیک ہے وہ ان پر ہے جن پر جمعہ کی حاضری واجب ہے۔ عورتوں پر نماز جمعہ کی حاضری واجب نہیں تو غسل بھی ان پر واجب نہیں ہوگا۔ تو مسئلہ اختلافی ہوا کہ جو لوگ غسل یوم الجمعہ کے قائل ہیں ان کے نزدیک جمعہ کے دن اوّل حصہ میں نہا لینا چاہیئے۔ اور جو لوگ صلوٰۃ جمعہ کے لئے غسل کا قول کرتے ہیں ان کے نزدیک بچوں اور عورتوں پر غسل واجب نہیں ہوگا۔ اس طرح غسل تین ہو گئے۔ ساتویں دن کا غسل یوم جمعہ کا غسل اور صلوٰۃ جمعہ کے لئے غسل کرنا۔

قولہ اما الاستنان والطیب واللہ اعلم الخ صفحہ ۱۲۱/۵ امام بخاریؒ فرما رہے ہیں کہ خبر مقدم یعنی لفظ واجب دلالت کرتا ہے کہ تینوں کا وجوب ہو۔ غسل کرنا۔ مسواک کرنا۔ اور خوشبو لگانا۔ لیکن جناب رسول اللہ ﷺ نے غسل کو علیحدہ ذکر فرمایا۔ اور باقی کو ایک خبر میں شریک نہیں فرمایا۔ بلکہ خوشبو لگانے کو وجدان سے معلق کیا کہ اگر مل جائے تو خوشبو استعمال کرے۔ یہ دونوں امر دال ہیں کہ ان دونوں کو خبر وہ نہیں ہے جو غسل کی ہے بلکہ ان کی خبر کچھ اور ہے تو عبارت یوں بنے گی کہ مسواک کرنا۔ اگر خوشبو مل جائے تو اس کا استعمال کرنا افضل ہے۔ بنابریں ان کا وجوب ثابت نہیں ہوگا۔ علامہ قرطبیؒ نے اس سے ثابت کیا ہے کہ جب یہ دونوں واجب نہیں

اس پر سب کا اتفاق ہے تو غسل بھی واجب نہیں ہو گا۔ کیونکہ تقدیر عبارت یوں ہو گی الغسل واجب والاستنان والطیب كذلك جب بالاتفاق یہ دونوں واجب نہیں تو غسل یوم الجمعه بھی واجب نہیں ہو گا۔ البتہ امام مالکؒ وجوب غسل کے قائل ہیں۔ اکثر فقہا قائل نہیں ہیں۔

<u>**قوله ولم يُسمّ ابو بكر هٰكذا**</u> امام بخاریؒ کی مراد یہ ہے کہ محمد بن المنكدر کی کنیت اگرچہ ابوبکر ہے وہ اپنے نام سے مشہور ہیں کنیت سے نہیں۔ البتہ ان کے بھائی ابوبکر حدیث باب کے راوی ہیں وہ کنیت سے مشہور ہیں نام سے نہیں پس ان دونوں بھائیوں کی کنیت ابوبکر ہوئی۔ راوی حدیث باب کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ ابوبکر ثانی کا نام محمد ہے۔ ان کی دوسری کنیت ابو عبداللہ ہے اور یہ محمد صحاح ستہ کے رواۃ میں مشہور ہیں۔

<u>**قوله غسل الجنابة**</u> صفحہ ۱۲۱/۹ یعنی غسلاً كغسل الجنابة لیکن یہ تشبیہ کیفیت میں ہے حکم میں نہیں ہے۔ یہی اکثر علماء کا قول ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ اس سے اشارہ ہے کہ جمعہ کے دن جماع کرے تاکہ فارغ ہو کر نماز کے لئے جائے اس طرح عورت بھی غسل کرے گی۔

<u>**قوله فلبستها يوم الجمعة**</u> صفحہ ۱۲۱/۲۷ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس حلہ کو آپؐ جمعہ کے دن پہنا کریں۔ آپؐ نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ تو حضرت عمرؓ کے قول کی تقریر و تائید ہو گئی۔ البتہ اس کے ریشمی ہونے پر آپؐ نے انکار فرمایا۔ بہر حال معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن اچھے کپڑے پہننا اس کی خصوصیت میں کوئی حرج نہیں۔ پھر بعض روایات میں حلہ کا لفظ وارد ہے۔ اور بعض میں جُبّہ کا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ جبہ تھا جو چغہ سارے بدن کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اس پر حلہ کا اطلاق مجازاً ہے۔ کیونکہ جبہ حلہ کا کام بھی دیتا ہے۔ اس لئے کہ جبہ ٹخنوں تک ہوتا ہے۔ یا آدھی پنڈلیوں تک ہوتا ہے۔ تو وہ حلہ سے بھی کفایت کرے گا۔ حلہ تو چادر اور لنگی پر مشتمل ہوتا ہے۔ جس سے بدن بھی چھپتا ہے گرمی اور سردی بھی دور ہوتی ہے۔ زیب و زینت بھی حلہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے حلہ کے ریشمی ہونے کی بنا پر انکار کیا ورنہ حضرت عمرؓ کے قول سے اشارہ ہے کہ جمعہ کے دن اچھے کپڑے پہننا ان کا معمول تھا۔ اور جمعہ کے دن زیب و زینت کے اصل پر آپؐ نے انکار نہیں فرمایا۔ اور وفود کے لئے پہننا اس سے مجمعوں میں اچھا کپڑا پہننے کا جواز معلوم ہوا۔ اگر اور کوئی مانع نہ ہو۔ تو یہ ریاء نہیں ہو گا۔

<u>**قوله يشوص فاه بالسواك**</u> صفحہ ۱۲۲/۶ آنحضرت ﷺ جب رات کو تہجد کیلئے اٹھتے تو پہلے منہ مبارک پر مسواک کرتے تھے معلوم ہوا کہ غفلت اور سستی کو دور کرنے کیلئے رطوبات کو زائل کرنا نفع دینے والا ہے۔ تو بہتر ہے کہ اسے جمعہ کے وضوء میں لایا جائے کیونکہ یہ تو اہم اجتماع ہے۔ اسحاق بن راہویہؒ کے سوا باقی سب حضرات کے نزدیک مسواک کرنا سنن وضوء میں سے ہے امام بخاریؒ نے حدیث باب سے ثابت کیا کہ اتنے اہتمام کے باوجود جب مسواک کرنا تہجد کے لئے واجب نہیں تو جمعہ کے لئے بھی واجب نہ ہو گا۔

بَابُ مَنْ تَسَوَّكَ بِسِوَاكِ غَيْرِهِ

ترجمہ۔ دوسرے کے مسواک کو استعمال کرنا کیسا ہے۔

صفحہ ۱۲۲/ ۸

حدیث باب سے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ مسواک کرنا نہ چھوڑا جائے حتی کہ اگر دوسرے کے مسواک کو بھی استعمال کرنا پڑے تو مسواک کرے۔ بشرطیکہ دوسرے کی اجازت ہو۔ اگرچہ وہ اجازت دلالۃً ہو صراحۃً نہ ہو۔ حضرت عائشہؓ خود مسواک چبا کر دیتی تھیں اور حضرت عبدالرحمٰنؓ سے مانگ کر آنحضرت ﷺ سے استعمال کرائی۔

با ب الجمعة في القرٰى والمدن

ترجمہ۔ بستیوں اور شہروں میں جمعہ ادا کرنا کیسا ہے

صفحہ ۱۲۲/ ۱۴

امام بخاریؒ نے اختلاف کی وجہ سے کوئی حکم بیان نہیں کیا۔ اور باب میں ایسی احادیث لائے ہیں جو فریقین میں سے ہر ایک کا مستدل بن سکتی ہیں۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک ہر بستی اور آبادی میں جمعہ جائز نہیں۔ قیام جمعہ کے لئے کچھ شرائط ہیں جو مطولات میں درج ہیں۔ احنافؒ کے نزدیک مصر جامع شرط ہے۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کے اردگرد دیہات والوں اور اہل عوالی کو جمعہ قائم کرنے کا حکم نہیں دیا۔ حالانکہ نماز جمعہ تو مکہ معظمہ میں فرض ہو چکی تھی۔ معلوم ہوا کہ اہل بوادی پر جمعہ واجب نہیں اگر وہ جمعہ قائم کریں گے تو ان کیلئے کافی نہیں ہوگا۔ ائمہ ثلاثہ کا استدلال قریہ جواثی کے اندر جمعہ کے قیام سے تب صحیح ہو سکتا ہے جبکہ وہ یہ ثابت کر دیں کہ جواثی کا قلعہ بستی نہیں تھا بلکہ وہ تو شہر تھا۔ جس میں کثرت سے تجار آتے جاتے تھے۔ اور احنافؒ کے مدعی پر حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث بھی دال ہے کا ن النا س يتنابو ن الجمعة الخ اگر جمعہ ہر مسلمان پر واجب تھا تو پھر نوبت بنوبت آنے کے کیا معنی ہوں گے تیسری دلیل احنافؒ کی یہ ہے کہ یہ بھی ثابت ہے کہ سب کے سب مسلمان شہری۔ دیہاتی اپنی اپنی جگہ پر جمعہ قائم نہیں کرتے تھے۔ یہ دلیل ہے کہ جمعہ سب پر واجب نہیں تھا۔ ورنہ قبائل عرب مدینہ کے جوانب میں جمعہ قائم کرتے۔ اور نہ ہی آپؐ نے ان کو قیام جمعہ کا حکم دیا۔ اور شیخ گنگوہیؒ نے طلبہ کی سہولت کے لئے بتلا دیا کہ قریہ کبیرہ جس کو ہماری زبان میں قصبہ کہا جاتا ہے اس میں پانچ ہزار کی آبادی ہو مسلمان۔ کافر۔ عورتیں۔ اور بچے سب شامل ہیں لیکن یہ قریہ جامعہ کی تعریف نہیں ہے۔ دراصل شیخؒ نے اس کو عرف پر چھوڑا ہے جس کو لوگ شہر کہیں وہاں جمعہ جائز ہے۔

قوله ورزيق عامل الخ صفحہ ۱۲۲/ ۱۹ یعنی جب رزیق ایلۃ کے امیر تھے تو وہ وادی القری میں سکونت پذیر ہوئے جہاں وہ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ اور اس میں ان کے ہمراہ سوڈانیوں وغیرہ کی ایک جماعت ہوتی تھی۔ تو انہوں نے امام زہریؒ سے وادی القری میں جمعہ قائم کرنے کے بارے میں دریافت کیا جنہوں نے انہیں جمعہ قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ اس سے بھی

یہ لازم نہیں آتا کہ وادی القریٰ بستی تھی یا میدان تھا یا جنگل ویرانہ تھا۔ بلکہ اس کے برعکس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سوڈانیوں وغیرہ کی جماعت تھی۔ اور جماعت کی سکونت گھروں اور حویلیوں میں ہوتی ہے۔ یہ شہر ہوا نہ کہ بستی اگر بستی ہونا بھی تسلیم کرلیا جائے تو شاید یہ ایلۃ کے مضافات میں سے ہو۔ عمال ایلہ کے اس میں کھیتی باڑی کرنے سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ اگر فنأمصر نہ ہونا تسلیم بھی کرلیا جائے۔ تو پھر یہ امام زہریؒ کا اجتہاد ہے جس کا امام ابو حنیفہؒ کو تسلیم کرنا ضروری نہیں ہے۔ روایت الا کلکم راع اس روایت میں جمعہ کے وجوب اور عدم وجوب سے کوئی بحث نہیں جب تک وجوب ثابت نہ ہو اس کی رعایت کیسے لازم ہو گی۔ امام زہریؒ تابعی ہیں تابعی کا قول تابعی پر کیسے حجۃ ہو سکتا ہے۔

قوله من جاء منکم الجمعة فَلْيَغْتَسِلْ الخ صفحہ ۱۲۲/ ۲۷ تم میں سے جو شخص بھی جمعہ کے لئے آئے تو اسے غسل کرنا چاہیے۔ امام بخاریؒ نے ان احادیث پر لفظ استفہام سے ترجمہ قائم کیا ہے جو اختلاف کی طرف اشارہ ہے جو لوگ مفہوم مخالف کے قائل ہیں ان کے نزدیک احادیث کی ترجمہ پر دلالت ظاہر ہے۔ اور **قوله واجب علی کل محتلم** پر ان کی دلیل ہے۔ لیکن جو لوگ مثلاً احنافؒ مفہوم مخالف کے قائل نہیں۔ ان کے نزدیک یہ آثار عدم وجوب پر دال ہیں۔ کیونکہ جب غسل کا امر کل کو شامل نہیں تو اب مضاف الیہ محتلم رہ گیا۔ تو عدم نص کی وجہ سے وجوب ثابت نہیں ہو گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ نص عدم وجوب پر دلالت کرتی ہے۔

هل علی من لا یشهد الجمعه غسل من النساء والصبیان وغیرهم ۔ مولانا مکیؒ فرماتے ہیں اس باب سے غرض امام بخاریؒ کی یہ ثابت کرنا ہے کہ غسل صلوٰۃ جمعہ کے لئے ہے یوم الجمعہ کے لئے نہیں ہے۔ عورتوں اور بچوں پر غسل واجب نہیں۔ اگرچہ وہ جمعہ میں حاضر ہوں کیونکہ بچے امر کے مخاطب نہیں۔ عورتیں الگ جمعہ قائم کر سکتی ہیں البتہ رائحہ کریہہ کو زائل کرنا ان کے لئے باقی رہ جائے گا۔ اس کے لئے یہ لوگ غسل کر سکتے ہیں۔ نماز جمعہ کا غسل ان پر واجب نہیں ہے۔

قوله فی کل سبعة ایّام یَوْمًا صفحہ ۱۲۳/ ۵ اس حدیث کو اس باب میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ یوماً سے مراد یوم الجمعہ ہے۔ کیونکہ وہی یوم عبادت ہے ہر دن مراد نہیں۔ تو غسل فی یوم الجمعہ ثابت ہوا کہ وہ ہر بالغ مسلمان پر ہے۔

قوله یمنعه قول رسول الله ﷺ صفحہ ۱۲۳/ ۱۱ حضرت عمرؓ کی بیوی عاتکہؓ مسجد نبوی میں صبح اور عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے جایا کرتی تھیں۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ تم کیوں جاتی ہو۔ حالانکہ حضرت عمرؓ اس کو پسند نہیں کرتے اور حسب معاہدہ انہیں روکتے بھی نہیں تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے مجھے منع نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی باندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو۔ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ ادب حدیث کی وجہ سے نہی کا اقدام نہیں کرتے تھے۔ ورنہ جناب نبی اکرم ﷺ کے اشارات سے انہیں روکنے کا جواز تھا۔ شاید نہی کے موجب فتنہ کا انہیں خطرہ نہیں تھا اس لئے انہوں نے ان کو نہ روکا۔ جب حضرت زبیرؓ کے نکاح میں آئیں شہادت عمرؓ کے بعد۔ تو حضرت زبیرؓ نے ان کی سرین پر اندھیرے میں ہاتھ مارا تو وہ مسجد میں

جانے سے یہ کہہ کر رک گئیں کہ عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔ کہ اب وہ لوگ نہیں رہے اب فتنہ کا دور آگیا۔

قوله فلاتقل حی علی الصلوٰۃ الخ صفحہ ۱۲۳ / ۱۳ حضرت ابن عباسؓ نے بارش کے دن اپنے مؤذن سے فرمایا حی علی الصلوٰۃ سے پہلے الصلوٰۃ فی البیوت کو پہلے کہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حی علی الصلوٰۃ بالکل نہ کہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ جمعہ واجب ہے لیکن کیچڑ اور پھسلن کے اندر لوگوں کا نکلنا میں پسند نہیں کرتا۔ یہی آنحضرت ﷺ کا عمل تھا۔

باب من این توتی الجمعة وعلی من تجب لقول الله تعالی

یعنی اللہ تعالی کے قول اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ سے جمعہ واجب ہے۔ اور اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کس پر واجب ہے اور اس کی کیا حد ہے۔ تو من این اور علی من تجب میں جار مجرور دونوں کا تعلق اتیان اور وجوب سے ہوگا۔ حضرت عطاءؒ کے اثر میں فی قریتہ جامعۃ کا لفظ اس پر دال ہے ہر بستی میں جمعہ نہیں ہے۔ قریہ کبیرہ میں ہے جس کی آبادی پانچ ہزار افراد پر مشتمل ہو حضرت انسؓ اپنے محل میں زاویہ مقام میں رہتے تھے جو بصرہ سے چھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بصرہ کے مضافات میں سے تھا۔ کہ کبھی وہ بصرہ میں آکر جمعہ ادا کرتے اور کبھی بصرہ میں نہیں آتے تھے بلکہ اسی جگہ رہائش میں جمعہ قائم کرتے تھے یہ ان کیلئے اس وجہ سے جائز تھا کہ زاویہ فنا بصرہ میں شمار ہوتا تھا۔ اگر ان کے محل کا فنا بصرہ میں شمار نہ کیا جائے تو پھر عبادت کا مطلب یہ ہے کہ کبھی حضرت انسؓ بصرہ میں آکر جمعہ ادا کرتے اور کبھی بصرہ میں حاضر نہ ہوتے بلکہ جہاں ان کی رہائش تھی وہاں اپنے محل میں ظہر کی نماز ادا کرتے تھے کیونکہ جمعہ ان پر واجب نہیں تھا۔ دیہات میں رہنے کی وجہ سے۔ البتہ جب وہ جمعہ میں حضر ہو جاتے تو پھر ظہر کی نماز سے جمعہ انہیں کفایت کرتا تھا۔ شیخ گنگوہیؒ کے دونوں احتمال ترجمہ کے موافق ہیں۔ امام بخاریؒ کی تبویب پہلے احتمال کے موافق ہے۔ کہ جمعہ ادا کرنے کی حد کیا ہے۔ وہ شہر ہے دیہات نہیں۔ اور لا یجمع کے الفاظ اس پر دال ہیں جو حنفیہؒ کے مطابق ہے۔

قوله کنا نُبَکِّر للجمعة صفحہ ۱۲۴ / ۱ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جمعہ جلدی ادا کرتے تھے اور جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے امام بخاریؒ نے ترجمہ میں تصریح کر دی ہے کہ جمعہ کا وقت سورج کے زوال کے بعد ہے۔ امام احمدؒ زوال سے قبل بھی جمعہ کو جائز کہتے ہیں۔ لیکن جمہور ائمہ بعد زوال شمس کے قائل ہیں تو اس تصریح کے بعد اب تبکیر کے معنی صبح سویرے کرنے کے نہیں بلکہ اسراع اور جلدی کرنے کے معنی ہوں گے۔ سیر فی البکرۃ کے معنی نہیں ہیں۔ قیلولہ اگرچہ دوپہر کے وقت سونے کو کہتے ہیں۔ لیکن اس جگہ اس کی قضا یا اس کا قائم مقام مراد ہے۔ کیونکہ قیلولہ کی حقیقت اگرچہ یہی ہے دوپہر کے وقت سویا جائے لیکن اگر کوئی شخص اس سے تھوڑا پہلے یا تھوڑا بعد سو جائے تو اس کے لئے کوئی الگ نام نہیں ہے۔ بلکہ اس پر بھی تشبیہ کے طور پر قیلولہ کے لفظ کا اطلاق ہوگا۔ نیز ! کنا نبکر بالجمعة میں تصریح نہیں ہے کہ وہ لوگ جمعہ بھی بکرہ یعنی صبح سویر پڑھتے تھے۔ کیونکہ صحابہ کرام سے یہ مذکور نہیں کہ وہ اس گھڑی صبح سویرے حاضر ہوتے ہوں۔ تو جب وہ اس گھڑی میں حاضر ہی نہیں تو نماز کیسے ادا ہوگی۔ حاصل یہ ہوا کہ جمعہ کے

اوّل وقت میں نماز پڑھ کر پھر قیلولہ کرتے تھے۔ ورنہ عادت معروفہ یہ تھی کہ قیلولہ کر کے ظہر کی نماز پڑھتے تھے۔ اسی نکتہ کی وجہ سے امام بخاریؒ نے ترجمہ میں حضرت انسؓ کے اثر کے اندر تبکیر سے تعبیر کیا۔

باب اِذَااشتدّ الحرّ یو م الجمعه صفحہ ۱۲۴/۱

اس باب سے امام بخاریؒ نے صراحۃً بتلادیا کہ سخت گرمی میں نماز جمعہ نماز ظہر کے خلاف نہیں ہے۔ جیسے ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا مستحب ہے۔ ایسے سخت گرمی میں جمعہ کو بھی ٹھنڈا کر کے پڑھا جائے۔ یہی امام اعظمؒ کا مختار مسلک ہے۔ اگر چہ امام بخاریؒ نے یقین سے اس کا کوئی حکم بیان نہیں کیا۔ اس لئے کہ اس میں اختلاف ہے۔ اور یعنی الجمعه کا لفظ ممکن ہے تابعی کا قول ہو یا حضرت انسؓ سے منقول ہو۔ مگر بہر حال احادیث صحیحہ سے یہی معلوم ہوتا ہے اذا اشتد الحر ابر د تو ظہر اور جمعہ کا حکم ابرا د ایک جیسا ہوا۔ لیکن فقہا فرماتے ہیں لوگ سُست ہو جائیں گے اسلئے جمعہ کو مؤخر نہ کیا جائے۔ ظہر کی اور بات ہے اس میں اتنا اجتماع نہیں ہوتا۔ تو ابرادبیان جواز کے لئے ہوگا۔

قوله ثم قال لِاَنَسٍؓ کیف کا ن صفحہ ۱۲۴/۴ حضرت انسؓ نے پہلے تو امیر جمعہ کو روایت سے جواب دیا پھر جمعہ اور ظہر کا ذکر کر کے بتلایا کہ دونوں کا وقت ایک ہے تاخیر جمعہ سے جمعہ فوت نہیں ہوگا۔ امیر الجمعہ حکم بن ابی عقیل ثقفی تھا جو حجاج بن یوسف کا نائب تھا۔ یہ لوگ خطبہ لمبا کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ جمعہ اور ظہر کا وقت نکل جانے کے قریب ہو جاتا۔

قوله وقال ابن عبا سؓ یحرم البیع صفحہ ۱۲۴/۶ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ کی طرف جانے کا جب وقت آجائے تو اس وقت خرید و فروخت حرام ہو جائے گی۔ اور حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ تمام کاروبار حرام ہو جائے گا۔ بظاہر ان دونوں اقوال میں فرق معلوم ہوتا ہے شاید صحیح یہ ہے کہ ان دونوں کا مدعی ایک ہے۔ مؤلفؒ نے ہر ایک کی طرف وہی منسوب کر دیا جو ان کی طرف سے منقول ہوا۔ اگر چہ دونوں مذہب در حقیقت متفق ہیں۔ یہ حکم مسلک احنافؒ کے موافق ہے۔ ورنہ ائمہ میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حکم بیع کے ساتھ خاص ہے یا دوسروں کو بھی شامل ہے۔

قوله من اغبرّت قدما ہ صفحہ ۱۲۴/۹ یعنی جس کے قدم اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے اس پر جہنم کی آگ حرام ہو جاتی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی طرف پیدل چلنا مستحب ہے۔ کیونکہ پاؤں کا غبار آلودہ ہونا اس کے بغیر متصور نہیں ہے۔ دراصل مصنفؒ کی باب بندی سے تین وجوہ کا احتمال ہے۔ پہلا یہ کہ ترجمہ میں مشی یعنی پیدل چلنا جو سوار ہونے کی ضد ہے وہ مراد ہے کماقاله الشیخ دوسری وجہ یہ ہے کہ مشی دوڑنے کے مقابل ہو۔ تیسرا یہ کہ مشی رکوب اور عدو یعنی سواری اور دوڑ دونوں کے مقابل ہو۔

قوله فاذا اقیمت الصلوۃ فلا تأتوھا وانتم تسعون صفحہ ۱۲۴/۱۲ یعنی جب نماز کیلئے تکبیر کہی جائے تو نماز کیلئے

دوڑ کرنہ آؤ بلکہ اطمنان کے ساتھ چل کر آؤ۔اس حدیث سے واضح ہے کہ پیدل چلنا مستحب ہے۔پس جب آیت میں سعی سے مراد مشی ہے تو روایت آیت کے مخالف نہ ہو گی۔اور جو کچھ تم پالو اسے تو پڑھ لو۔اور جو حصہ نماز کا رہ جائے اسے پورا کرو۔ فاتمو ا کے لفظ میں رکعت اور رکعت سے کم کی تفصیل نہیں ہے۔ تو اس سے شیخین کے مذہب کی تائید ہوئی۔ کہ نماز جمعہ کا جس قدر حصہ بھی کسی نمازی کو ملے اسی پر جمعہ کی بنا کرے ظہر کی بنانہ کرے۔ اگرچہ اسے صرف التحیات ہی مل جائے۔وجہ یہ ہے کہ حدیث میں مافات جو کچھ اس کے تمام کرنے کا حکم ہے صورت مذکورہ میں اس سے جمعہ فوت ہوا ہے ظہر فوت نہیں ہوئی کہ اس پر ظہر کی بنا کرتا۔ جمعہ فوت ہوا ہے تو جمعہ ہی پڑھنا کرے گا۔ جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ جب تک ایک رکعت کو حاصل نہ کرے جمعہ نہیں ظہر کی چار رکعت پڑھے شیخین کا مستدل روایت باب ہے۔

قولہ لا تقوموا حتی ترونی الخ صفحہ ۱۲۴/ ۱۵ یعنی جب تک مجھے نہ دیکھ لو نماز کے لئے کھڑے نہ رہو۔ یہ حکم مطلق ہے۔ جمعہ اور غیر جمعہ دونوں کو شامل ہے۔اس لئے جمعہ وغیرہ سے مقید نہ کیا جائے گا۔

وائتوا وعلیکم السکینة یعنی نماز کی طرف اس حالت میں آؤ کہ سکینہ اور وقار بر قرار رہے۔واضح ہوا کہ پیدل چل کر آنا افضل ہے۔امام بخاریؒ نے علیکم السکینة سے استدلال کیا ہے کہ جمعہ کی طرف دوڑ کر آنا چاہئیے۔جو وقار اور طمانیت کے خلاف ہے۔

قولہ فلما کان عثمانؓ وکثر الناس الخ صفحہ ۱۲۴/ ۲۳ یعنی عہد نبوی اور شیخینؓ کے دور میں جمعہ کے دن اونچی آواز اور بلند مقام پر کھڑا ہو کر اذان دینا یہ اس وقت ہوتا تھا جب کہ امام منبر پر آکر بیٹھ جاتا۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں لوگوں کی کثرت ہو گئی تو انہوں نے تیسری اذان کا اضافہ کیا۔ جس کو زوراً مقام پر کہا جاتا تھا۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ اگرچہ عہد صدیقی اور فاروقی میں بھی بہت تھے مگر آنحضرت ﷺ کی قریبی صحبت کی برکت کی وجہ سے انہوں نے دورِ ابو بکرؓ میں اور حضرت عمرؓ کے دبدبہ کی وجہ سے ان کے زمانہ میں لوگ جمعہ کی حاضری میں سستی نہیں کرتے تھے۔اس لئے تیسری اذان کی ضرورت نہیں تھی۔ چونکہ حضرت عثمانؓ حیادار تھے۔لوگوں کو ان کے زمانہ میں ایسے کاموں کے کرنے کی جرأت ہوئی جن کی عہد فاروقی میں ان کو جرأت نہیں ہو سکتی تھی ان کی نرم خوئی کی بدولت ان کے دور میں وہ کام آسانی سے ہونے لگے جن کو دور فاروقی میں کرنا آسان نہیں تھا۔بلکہ امور دین میں کمزوری پیدا ہو گئی بنابریں تیسری اذان کا اضافہ ہوا۔ نیز! چونکہ پہلی اذان آنحضرت ﷺ کے عہد میں اور شیخینؓ کے دور میں حاضرین اور غائبین سب کی اطلاع کے لئے ہوتی تھی۔اس لئے اس اذان میں آواز کو بلند کرنے کی ضرورت لاحق تھی۔ جو اذان میں زیادتی کے بعد وہ ضرورت اس سے باقی نہ رہی۔اب ہمارے زمانہ میں دوسری اذن میں اس قدر آواز کو بلند کرنا کافی ہے جس سے حاضرین کو اطلاع ہو جائے۔ غائبین کو اطلاع کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ اذان اوّل سے ان کو پہلے اطلاع ہو چکی ہے۔ پس اس موقعہ پر مؤذن کو کسی اونچے مقام پر کھڑے ہو کر اذان دینے کی ضرورت بھی نہ رہی۔ اور بعض علماء کا گمان ہے کہ آج بھی دوسری اذان میں سنت طریقہ یہ ہے کہ جس طرح وہ آنحضرتؐ کے

دور میں ہوتی تھی آج بھی اسی طرح ہو۔ رفع صوت بھی ہو اور مکان مرتفع پر کہی جائے۔ لیکن جب یہ معلوم ہو چکا کہ اذان اوّل اس اذن کے قائم مقام ہے اسی کے لئے رفع صوت اور مکان مرتفع ہوگا۔ دوسری اذان کے لئے نہیں۔ بعض علماء سے مولانا خلیل احمد ابنیٹوی شارح ابوداؤد مراد ہیں۔ جن کا ایک رسالہ تنشیط الاذان فی تحقیق محل الاذان اردو میں طبع شدہ ہے۔

باب المؤذ ن الواحد یوم الجمعه صفحہ ۱۲۴/ ۲۴

یعنی جمعہ کے دن ایک مؤذن ہی کافی ہے بہت کی ضرورت نہیں۔ البتہ ضرورت کے وقت علماء نے مؤذنین کی تعداد کو اچھا سمجھا ہے۔ بنوامیہ نے اپنے دور میں مؤذن مقرر کئے تھے کیونکہ حضرت عثمانؓ کے دور میں چار مؤذن تھے۔ تاکہ دور دور کے مکانات تک اذان کی آواز پہنچ جائے۔

باب یجیب الامام علی المنبر اذا سمع النداء الخ صفحہ ۱۲۴/ ۲۷

یعنی جب امام اذان کی آواز سنے تو منبر پر بیٹھے بیٹھے اذان کا جواب دے۔ مقصد یہ ہے کہ اذا خروج الاما م فلا صلوة ولا کلام الخ کہ جب امام منبر پر آکر بیٹھ جائے تو اس کے بعد نہ کوئی نماز پڑھے اور نہ ہی کوئی گفتگو کرے۔ لیکن یہ نہی کا حکم مقتدیوں اور سامعین کیلئے ہے امام کے لئے نہیں ہے۔ پس وہ اذان کا جواب دے سکتا ہے۔ کیونکہ کلام کرنا اس کے لئے حرام نہیں۔ آخر اس نے خطبہ دینا ہے۔ جس میں قوم سے خطاب ہوگا۔ تو اس کا کلام بھی حرام نہ ہوا۔ مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے قبل الخطبه دنیاوی کلام کو مکروہ کہا ہے تسبیح و تھلیل مکروہ نہیں ہے۔

. **قوله کان جذع یقوم** صفحہ ۱۲۵/ ۱۸ جناب نبی اکرم ﷺ کھجور کے ایک خشک تنے سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ منبر بن جانے کے بعد جب آپؐ اس پر کھڑے ہوئے تو اس استن حنا نہ نے قریب الولادۃ اونٹنی کی طرح رونا شروع کر دیا آپؐ اترے اُسے تسلی دی اور جنت کا درخت ہونے کی بشارت دی۔

؎ مسندت بودم تواز من تاختی　　　مسند خود را تو منبر ساختی

میں آپؐ کی مسند تھا منبر پر رونق افروز ہو کر آپؐ نے مجھے چھوڑ دیا۔ فراق نبوی پر رو رہا ہوں۔ بانی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ احیاءِ موتی کا معجزہ بھی برحق ہے۔ لیکن بے جان خشک تنے کا رونا یہ حق الیقین کا درجہ ہے۔ جو آنحضرت ﷺ کا حیرتناک معجزہ ہے۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا اس قصہ کو باب الخطبه علی المنبر میں لانا اشارہ ہے کہ منبر سنت ہے واجب نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا کھجور کے تنے کو چھوڑ دینا اگرچہ یہ ترک نسخ نہیں ہے کہ اس پر عمل کرنا ناجائز ہو جائے۔ بلکہ اس کو ترک کرنا اس وجہ سے تھا کہ منبر پر بیٹھ کر وعظ و تبلیغ کرنا آسان تھا اور خطبہ کیلئے اس پر کھڑا ہونا زیادہ سود مند تھا اور منسوخ نہ ہونے کی

دلیل آنحضرت ﷺ کا عیدین وغیرہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا ہے۔ اگر چہ وہ جذع کے علاوہ کسی اور چیز پر ہو۔ لفظ نزل دال ہے کہ خطبہ منبر پر تھا۔

قولہ مثل اصوات العشار صفحہ ۱۲۵/ ۱۹ عشار جمع عشراء کی وہ حاملہ اونٹنی جس کے حمل پر دس ماہ گذر چکے ہوں جس کا وضع حمل قریب ہو۔ ولادت کے قریب اس کے رونے کی بلبلانے کی آواز نکلتی ہے۔

باب استقبال الناس الامام اذا خطب صفحہ ۱۲۵/ ۲۴

ترجمہ۔ امام جب خطبہ دے رہا ہو تو لوگ امام کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ سنیں۔

یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ جلسنا حولہ کے الفاظ اس پر دال ہیں لیکن یہ استقبال اس وقت ہے جب کہ صفوں کی برابری میں خلل انداز نہ ہو۔ بایں صورت کہ لوگ تسویہ صفوف کے عادی ہو چکے ہوں اس میں زیادہ وقت لگانے کی ضرورت نہ پڑے۔ یا خطبہ کے بعد نماز نہ ہو۔ لیکن اگر لوگوں کو صفیں سیدھا کرنے کی عادت نہ ہو اس کے لئے تکلیف اور مزید اہتمام کرنا پڑے تو لوگوں کے لئے امام کی طرف منہ کر کے بیٹھنا واجب نہیں ہے۔ البتہ جب خطبہ کے بعد نماز نہ ہو جیسے عیدین میں تو امام کی طرف منہ کر کے خطبہ سننا مستحب ہے۔ جبکہ امام کے دائیں بائیں بیٹھنا ہو۔ تو عین امام کی طرف منہ کرنا ضروری نہیں۔ اس سمت منہ کر کے بیٹھے۔

قولہ انکم تفتنون صفحہ ۱۲۶/ ۷ کہ تم فتنہ قبور میں اس طرح مبتلا ہو گے جو مثل یا قریب فتنہ مسیح دجال کے ہو گا۔ مقصد یہ ہے کہ یہ فتنہ تم پر واقع ہو گا۔ اس طرح امتحان سے مراد محنت و مشقت میں ڈالنا ہے۔ اس طرح ابتلاء سے مراد مصیبت کا بھیجنا ہے۔ ان سے مراد آزمائش نہیں ہے۔ کیونکہ عالم آخرت آزمائش اور امتحان کا مقام نہیں ہے۔ بلکہ سوال اور حجت پورے کرنے کے بعد عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ گویا کہ عمل عذاب کا اظہار ہو گا۔

قولہ فَاَوْعَيْتُهٗ غير انها الخ صفحہ ۱۲۶/ ۱۳ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ حضرت فاطمہؓ نے مجھے حدیث بیان کی وہ مجھے محفوظ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ منافق پر سختی اور غلاظت ہو گی۔ لیکن اس کے بالکل وہ الفاظ مجھے یاد نہیں رہے مضمون یاد ہے۔ امام بخاریؒ نے اس حدیث باب کو نو ۹ مقامات پر ذکر کیا ہے۔ پانچ ۵ میں مفصل اور چار ۴ میں مختصر جو ترجمۃ الباب سے مختص ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ کا مقصد یہ ہے کہ روای کو کافر کے قسم وقسم کے سخت عذاب کا مفہوم یاد ہے۔ بعینہ الفاظ یاد نہیں رہے۔

قولہ واکل اقواماً اِلٰى مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِىْ قُلُوْبِهِمْ الخ صفحہ ۱۲۶/ ۱۷ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں کچھ لوگوں کو مال اس لئے دیتا ہوں کہ ان کے دلوں میں لالچ او گھبراہٹ ہوتی ہے۔ اور بعض لوگوں کو اس وجہ سے نہیں دیتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں غنی اور خیر کو رکھا ہے انہیں اسکے سپرد کر دیتا ہوں کہ جزع وفزع نہیں کریں گے ان میں سے حضرت عمرو بن تغلب ہیں۔

قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے واضح ہوا کہ امام کے لئے جائز ہے کسی اجنبی آدمی کو عطیہ وغیرہ میں ترجیح دے دے اور اس سے افضل کو چھوڑ دے۔ کیونکہ اس پر اعتماد ہے اجنبی پر اعتماد نہیں کہ وہ ناراض ہو جائے گا۔ اور یہ کہ اگر اس کو چھوڑ دیا گیا تو ممکن ہے وہ دین سے منحرف ہو جائے۔ غنی دل والا اور جبلی بھلائی والا صبر کر لیتا ہے اور سوال نہیں کرتا۔

قولہ احب الیّ صفحہ ۱۲۶/۱۷ کہ وہ شخص جس کو میں نے چھوڑ دیا عطیہ نہیں دیا وہ مجھے محبوب ہوتا ہے۔ یہ کلمہ اس بات کا قرینہ ہے کہ اس شخص کے دین پر آپ کو اعتماد ہے۔ یہ اس کے لئے بڑی فضیلت اور عظمت ہے۔ کہ اللہ کے نبی اس کے ایمان نہیں بلکہ کمال ایمان کی گواہی دے رہے ہیں۔ بنا بریں حضرت عمرو بن تغلبؓ نے فرمایا **حمر النعم** سے یہ کلمہ نبوی میرے لئے بہتر ہے۔ کیوں نہ ہو **والاخرۃ خیر و ابقی**۔

قولہ فَلَمَّا قَضَی الْفَجْرَ الخ صفحہ ۱۲۶/۲۲ تین رات تک آپؐ نے نماز تراویح پڑھی۔ آخری رات کی صبح کو نماز فجر کے بعد لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تراویح کے فرض ہو جانے کا خوف تھا اسلئے چوتھی رات نہیں آیا۔ ممکن ہے بعض حضرات سے اسی رات کو ہی کچھ فرمادیا ہو۔ لیکن کلام طویل فجر کی نماز کے بعد کیا۔ راوی فرماتے ہیں یہ دونوں کلام میں نے آپؐ سے سنے۔ اب یہ حدیث روایت کے منافی نہیں ہوگی۔ جس میں وارد ہے کہ جب وہ لوگ اکٹھے ہوئے تو یہ بات آپؐ نے اسی رات ان سے فرمادی تھی۔

قولہ تابعہ العدنی عن سفیا ن فی اما بعد الخ صفحہ ۱۲۶/۲۷ حضرت سفیانؒ حضرت ہشام اور ان کے باپ عروہ دونوں کے شاگرد ہیں۔ یہ روایت باب سفیان کی ہشام سے ہے۔ ان کے باپ عروہ سے نہیں ہے۔ تو عدنی **ابو الیمان** کا متابع ہوا۔ کیونکہ عدنی نے **سفیا ن سے ہشام عن عروہ** اور **ابو الیما ن** نے **عن شعیب عن الزھری عن عروہ** روایت کی ہے۔

قولہ اذ قام رجل فقال صفحہ ۱۲۷/۱۶ آنحضرت ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ آدمی اٹھ کر کہنے لگا یارسول اللہ مال مویشی ہلاک ہو گیا اللہ تعالیٰ سے بارش طلب فرمایئے۔ تو آپؐ نے دونوں ہاتھ دراز کر کے دعا مانگی۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کے ساتھ کلام کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ وہ ذکر کے سننے میں خلل انداز نہیں ہے۔ کیونکہ جب امام خود مخاطب ہے تو وہ خطبہ چھوڑ دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے اس شخص پر کوئی نکیر نہیں کیا۔ اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امام کوئی نامناسب بات کہے تو اس پر انکار کرنا بھی جائز ہے۔ جب کہ وہ خطبہ دے رہا ہو۔ تو یہ بھی ایک قسم کا کلام ہوا۔ تو جب امام کے ساتھ کسی ضرورت کی وجہ سے کلام کرنا جائز ہو جیسے اس بارش کیلئے دعا مانگی گئی۔ تو بہتر ہے کہ امام کو معروف کا حکم دیا جائے اور منکر سے اسے روکا جائے۔ اگرچہ وہ خطبہ کے درمیان ہی کیوں نہ ہو۔ اور دوران خطبہ مقتدی کے علاوہ کوئی اور منکر کا ارتکاب کرنے والا ہو تو اس کو روکنا جائز نہیں ہے۔ اس پر جناب نبی اکرم ﷺ کا یہ قول شاہد ہے کہ جب تم نے اپنے ساتھی سے دوران خطبہ یہ کہہ دیا کہ چپ رہو تو تم نے لغو کا ارتکاب کیا۔ جب امام خود خطاب کر رہا ہے تو ممانعت کی کی علۃ ختم ہو گئی کیونکہ مقتدی اس وقت خاموش ہو گا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ نے مروانؓ پر اعتراض کیا تھا جب کہ وہ عید کی نماز سے پہلے خطبہ دے رہا تھا۔ اور خود حضرت عمرؓ پر حضرت سلمانؓ نے اعتراض کیا جو سیرۃ عمرؓ کا مشہور واقعہ ہے۔ نیز !اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوران خطبہ دو رکعت تحیة المسجد جائز نہیں ہے جب تک امام خاموش نہ ہو جائے۔ اجازت کی نص کا یہی محل ہے۔ کیونکہ امر با لمعروف جو واجب ہے وہ حرام ہے ۔ تو نفل تحیة المسجد اس وقت کیسے جائز ہو سکتی ہے۔ اس کے جواز کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اور اِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ فَلَا صَلٰوةَ وَلَا كَلَامَ بھی احنافؒ کا مستدل ہے۔ امام مالکؒ بھی احنافؒ کے ساتھ ہیں۔ شوافعؒ اور حنابلہؒ حضرت سلیکؓ کی روایت کی وجہ سے صلوۃ تحیة المسجد کے قائل ہیں۔ لیکن ینصت اذاتکلم الامام سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد خروج الامام انصات واجب ہے۔ کیونکہ بسااوقات کلام طویل ہو جاتا ہے جو استماع ذکر میں مخل بن جاتا ہے۔ تو جب نماز جائز ہے تو کلام بھی جائز ہو گا۔ اور قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ کان ابو بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ يَمْنَعُوْنَ مِنَ الصَّلٰوةِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ کہ خطبہ کے وقت حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نماز پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

الحمدللہ تحیة المسجد کی بحث ختم ہوئی اور آج بتاریخ ۱۰ جمادی الاولی ۱۴۱۲ھ

بروز سوموار ضمیمہ اختتام پذیر ہوا ۔

محمد عبدالقادر قاسمی فاضل دیوبند

ملتان

پارہ نمبر ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کِتَابُ مَوَاقِیْتِ الصَّلٰوۃِ

باب مَوَاقِیْتِ الصَّلٰوۃِ وَفَضْلِهَا وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا وَّقَّتَهٗ عَلَیْهِمْ

ترجمہ۔ نماز کے اوقات اور ان کی فضیلت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نماز مومنوں پر ایک وقتی فریضہ ہے موقوتا بمعنے موقتا مقرر شدہ۔ ان پر مقرر کر دیا گیا۔

حدیث (۴۹۱) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِیْزِ اَخَّرَ الصَّلٰوۃَ یَوْمًا فَدَخَلَ عَلَیْهِ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّ الْمُغِیْرَۃَ ابْنَ شُعْبَۃَ اَخَّرَ الصَّلٰوۃَ یَوْمًا وَّهُوَ بِالْعِرَاقِ فَدَخَلَ عَلَیْهِ اَبُوْ مَسْعُوْدِ نِ الْاَنْصَارِیُّ فَقَالَ مَاهٰذَا اَبَامُغِیْرَۃَ اَلَیْسَ قَدْعَلِمْتَ اَنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ نَزَلَ فَصَلّٰی فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت ابن شہاب فرماتے ہیں خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک دن نماز کو وقت سے مؤخر کر دیا تو حضرت عروۃ بن الزبیرؓ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو بتلایا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ جب کہ وہ عراق کے حاکم تھے۔ ایک دن نماز کو وقت سے مؤخر کر دیا تو حضرت ابو مسعود انصاریؓ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے مغیرہ یہ کیا تھا کیا تمہیں علم نہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نماز کے اوقات بتانے کے لئے اترے انہوں نے نماز پڑھی پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی

ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا اُمِرْتُ فَقَالَ عُمَرُ لِعُرْوَةَ اِعْلَمْ مَاتُحَدِّثُ بِهٖ اَوَاِنَّ جِبْرِيْلَ هُوَاَقَامَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقْتَ الصَّلٰوةِ قَالَ عُرْوَةُ كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِىْ عَائِشَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِىْ حُجْرَتِهَا قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ .....

پھر حضرت جبرائیلؑ نے دوسری نماز پڑھی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے پڑھی۔ پھر انہوں نے تیسری پڑھی تو آپؑ نے پڑھی انہوں نے چوتھی پڑھی تو آپؑ نے پڑھی۔ انہوں نے پانچویں پڑھی تو آپؑ نے بھی پڑھی۔ پھر فرمایا مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے حضرت عمرؓ خلیفہ نے عروہؓ سے فرمایا دیکھو کیا بیان کر رہے ہو۔ کیا جبرائیلؑ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے نماز کے اوقات قائم کیے تو حضرت عروہؓ نے فرمایا کہ حضرت بشیر بن ابی مسعودؓ اپنے آپ سے اس طرح حدیث بیان کرتے تھے۔ نیز! حضرت عروہؓ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے میری خالہ حضرت عائشہؓ نے بھی بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز ایسے حال میں پڑھتے تھے کہ بلند ہونے سے پہلے ابھی دھوپ ان کے حجرہ میں ہوتی تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس جگہ اشکال ہوتا ہے کہ عمر بن عبد العزیزؒ نے تاخیر صلوٰۃ کی اور اس کو تنبیہ کرنے کیلئے یہ روایت پیش کی گئی۔ لیکن اس سے تاخیر ثابت نہیں ہوتی تو استدلال کیسے صحیح ہوگا۔ پہلا جواب یہ ہے کہ استدلال مجموعہ احادیث ما فی الباب سے ہے صرف اس حدیث سے نہیں۔ خواہ جبرائیل علیہ السلام کی حدیث سے۔ خواہ حضرت عائشہؓ والی حدیث سے تاخیر ثابت ہو جائے۔ جو والشمس فی حجر تها سے معلوم ہوتی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ استدلال دونوں حدیثوں سے ہے۔ اول حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اوقات کی تعیین میں باری تعالیٰ نے بہت احتیاط فرمائی ہے۔ صرف زبانی نہیں بلکہ جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر اوّل اور آخر وقت کی تعلیم دلوائی۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ وقت کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ اب حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو تنبیہ کی گئی کہ تم احتیاط نہیں کرتے۔ حالانکہ تعیین وقت کے لئے جبرائیل علیہ السلام کو اتارا اور مسلسل دو دن تک اوّل اور آخر وقت کو بتلایا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس نسخے کے مطابق جتنے ابواب ذکر فرمائے ہیں ان سب سے فضل صلوٰۃ ثابت ہوتا ہے اور مواقیت کا ثبوت یونہی معنوی طور پر ہے۔ اور فضلها کی ضمیر صلوٰۃ کی طرف راجع ہے اور مواقیت کی طرف بھی۔ فضیلت اس طرح سے ثابت ہوگی کہ یہ مواقیت اتنے اہم ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس کے واسطے دس مرتبہ تشریف لائے۔ اگر ضمیر صلوٰۃ کی طرف راجع کریں تو پھر فضیلت اس طرح ثابت ہوگی کہ نماز ایسی اہم چیز ہے کہ اس کا وقت بیان کرنے کے لئے جبرائیل علیہ السلام دس مرتبہ تشریف لائے۔

پھر نماز کا کیا پوچھنا۔ خلاصہ یہ کہ امام بخاریؒ نے اس کتاب کے اندر مواقیت اور اس کے متعلقات بیان فرمائے ہیں۔ اور نماز کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ مثلاً اوقات اور ان کا فضل ان کی ابتدا انتہا اوقات کراہت وغیرہ ۔ مگر اس صورت میں فضلها کی ضمیر صلوٰۃ کی طرف متعین ہوگی۔ کیونکہ ہرباب کے اندر فضل المواقیت کو بیان نہیں کیا گیا۔ اب رہا یہ سوال کہ اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض کیا ہے۔ سوایک تو یہ کہ اس سے اوقات کی فضیلت بیان کرنی ہے۔ اور دوسری غرض یہ ہے اس سے امام بخاریؒ نے مواقیت کی ابتدا کی طرف اشارہ فرمایا دیا اب یہاں ایک بات اور سنو کہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے۔ صوفیاؒ کرام نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق بیان فرمائی ہے۔ اور اس کے اندر مختلف رسائل تصنیف کئے ہیں جو اب نہیں ملتے۔ حضرت اقدس اور حکیم الامت مولانا تھانویؒ کا ایک رسالہ المصالح العقلیه فی احکا م الشرعیه ملتا ہے یہاں کچھ مصالح بیان کئے جاتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ وہ بھی اس رسالہ میں موجود ہوں مثلاً نماز فجر سے لے کر ظہر تک کوئی نماز نہیں آتی۔ اور پھر عشاتک دمادم نمازیں آتی ہیں۔ مشائخ سلوک نے اس ترتیب کی متعدد وجوہ وحکم بیان فرمائی ہیں جن میں سے دو کو میں یہاں بیان کرتا ہوں۔ اول یہ کہ ان اوقات کے اندر یہ خاص ترتیب رکھ کر دو باتوں کی طرف تنبیہ فرمائی ہے۔ ایک شکر کے ادا کرنے پر۔ دوسرے عمر کے ڈھلنے پر متنبہ کیا ہے۔ صلوٰۃ فجر چونکہ سونے کے بعد ادا کی جاتی ہے۔ اور نوم اخوت الموت ہے۔ تو سونے کے بعد بیدار ہونے پر اس کو فرض فرما کر اشارہ فرمادیا کہ جس طرح سورج غروب ہو کر طلوع ہوا ہے اسی طرح تمہاری زندگی کا آفتاب غروب ہو کر دوبارہ طلوع ہوا ہے۔ لہذا تم کو چاہیئے کہ اس کے شکرانے میں اللہ کی عبادت کرو۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ جب طلوع شمس طلوع حیات کی طرف اشارہ ہے تو طلوع شمس کے بعد نماز پڑھی جائے۔ مگر اہتماماً اور وقت کراہۃ سے بچنے کے لئے طلوع سے پہلے مقدم فرمادی۔ اب چونکہ گویا دوبارہ پیدائش ہوئی ہے اور قاعدہ ہے کہ ولادت کے بعد کچھ ایام صبأ اور شباب کے گذرتے ہیں۔ تو نصف دن صبا اور شباب کا ہو گیا۔ اور سورج ڈھلنے کے بعد جیسے دن کے شباب کو زوال آجاتا ہے اور طفولیت اور شباب کے ایام ختم ہو جاتے ہیں تو یہ اشارہ ہے کہ عمر ڈھلنے والی ہے لہذا تیاری کرو۔ تو اب اس کی تیاری کے لئے دمادم یکے بعد دیگرے نمازیں فرض فرمادیں ۔ عصر قرب موت پر تنبیہ ہے جو بڑھاپا ہے۔ اور مغرب کے وقت سورج غروب ہو جاتا ہے یہ موت کے استحضار کی طرف اشارہ ہے کہ جیسے سورج غروب ہو گیا تمہارا آفتاب حیات بھی عنقریب غروب ہو جائے گا۔ اور عشاء کی نماز دوسری تنبیہ ہے کہ تیاری کرلو کوئی بھی یاد نہیں کرتا۔ دو چار دن زیادہ سے ذکر اور تذکرہ رہتا ہے اس کے بعد سب بھول جاتے ہیں۔ اور جب تک اس کے اثرات رہتے ہیں اس وقت تک تذکرہ رہتا ہے۔ جیسے شفق عشاء تک باقی رہتی ہے۔ اور سورج کے اثرات اس کے بقاتک باقی رہتے ہیں۔ تو زوال کے بعد سے دو نمازیں تو تنبیہ ہیں کہ کچھ کرلو۔ اور دو نتیجہ ہیں کہ یہ انجام ہونے والا ہے۔ یہ بھی اچھی توجیہ ہے۔ دوسری اس سے بھی اچھی ہے اور لطیف ہے۔ لطیف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے بہت سے مسائل واضح ہو جاتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ارشاد ربانی ہے۔ وما خلقت الجن والانس الالیعبدون وما ارید منهم من رزق وما ارید ان یطعمون ان الله هوا الرزا ق ذو القوة المتین اور فرماتے ہیں وما من دابة فی الارض الاعلی الله رزقها اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ کے اندر انسان کی تخلیق کی غرض بتلائی کہ انسان صرف

اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اپنے مالک کی عبادت کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کسی کا غلام ہو تو اس غلام کو ہرگز مناسب نہیں کہ وہ اپنے مولیٰ کی خدمت سے غافل ہو۔ تو جب جناب باری تعالیٰ نے انسان کو عبادت کے واسطے پیدا کیا ہے تو اب ان کو اختیار نہیں کہ کسی آن بھی وہ ذکر اللہ سے غافل ہوں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ کہ ہم کو پیدا فرمایا ہے اور ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ مجملہ ان کے انسان کا سانس ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے۔ اگر وہ روک لیں تو ہزاروں اطبا اور معالجین بھی ایک طرف ہو کر سانس جاری نہیں کرا سکتے۔ یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ اس میں امیر و غریب صغیر و کبیر سب ہی شریک ہیں۔ اسی طرح ناک کان آنکھ ہاتھ پاؤں عطا فرمائے ہیں اس میں سب شریک ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت عامہ ہے۔ اور کوئی ایسی شئ نہیں جو ان نعمتوں کا مقابلہ کرے۔ تو اگر کسی کے اندر ذرا بھی بوئے انسانیت ہو اور کچھ شرافت ہو تو ان انعامات و اکرامات کے بعد ایک آن بھی مالک کی عبادت سے غافل نہ رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کریم ہے بلکہ اکرم الکرما ہے اس کا مطالبہ نہیں فرمایا۔ اور اس کا مکلف نہیں فرمایا کہ ہمہ وقت مشغول رہو۔ بلکہ ہمارے ضعف کا لحاظ رکھتے ہوئے اور ہماری ضرورتوں اور مشاغل پر نظر کریمانہ رکھتے ہوئے یہ فرمایا کہ نصف وقت میرا ہے۔ اور نصف تمہاری ضرورتوں کو پورا ہونے کیلئے ہے اور پھر اس نصفا نصفی پر بھی کریمانہ شان کا لحاظ رکھا اور ایسا نہیں فرمایا کہ احدالملوین (دن رات) کو اپنے لئے خاص فرمالیتے۔ اور احد الملوین بندوں کو عطا فرمادیتے بلکہ ہر ایک ملوین کا نصف حصہ اپنے لئے رکھا۔ اور نصف بندوں کے لئے۔ کیونکہ بندوں کی بہت سی ضروریات ایسی ہیں جو دن میں پوری ہوتی ہیں اور بہت سی ایسی ہیں جو رات میں پوری ہوتی ہیں۔ اب یہاں اصول کا ایک مسئلہ ہاتھ آگیا کہ اصل عبادات کے اندر تو یہ ہے کہ سارا وقت محیط ہو۔ اور یہی عزیمت ہے مگر اللہ تعالیٰ کی شان کریمی ہے کہ اس نے رخصت دے دی اور سارے وقت کے احاطہ کو ہم پر فرض قرار نہیں دیا۔ بلکہ ان اوقات خمسہ کے اندر چند معدود رکعات فرض فرمادیں اور باقی وقت لوگوں کے اختیار پر چھوڑ دیا۔ اور چونکہ قاعدہ ہے کہ اگر اعمالنامہ میں ابتدا اور انتہا میں عبادت آجائے تو درمیان میں جو لغزشیں بھی معرض وجود میں آتی ہیں ان کو حق تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں۔ یہی ایک وجہ مجملہ اور وجوہ کے رسول اللہ ﷺ کی حدیث نهى النبى ﷺ عن النوم قبلها والحديث بعدها میں ہے کہ عشا کی نماز کے بارے میں ہے عشا کے بعد بات چیت کا نہ ہونا تاکہ عبادت صحیفہ کے اخیر میں ہو اور اسی واسطے فرماتے ہیں کہ دعا کے اوّل و آخر حمد و ثنا باعث قبولیت دعا ہے۔ اسی واسطے یہ بھی ہے کہ اولاً بچہ لاالہ الا اللہ کہے اور پھر اخیر میں لاالہ الا اللہ کہے اور مر جائے تو درمیان کی ساری لغزشیں ستر مغفرت میں آجائیں گی۔ اسی واسطے ظہر کی نماز میں تعجیل ہے۔ اور عصر کے اندر تاخیر اولیٰ ہے تاکہ صحیفہ کی ابتداء اور انتہا عبادت پر ہوں۔ اور یہی وجہ ہے کہ مغرب کی نماز میں تعجیل اور عشا کی نماز میں تاخیر اولیٰ ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے رخصت دے دی ہے۔ لیکن سعداء یہ چاہتے ہیں کہ سارے اوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں صرف ہوں۔ لہذا اس کی صورت یہ فرمائی کہ ظہر کے مقابلہ میں چاشت۔ عصر کے مقابلہ میں اشراق رکھ دی۔ یہی وجہ ہے کہ اشراق کا وقت اولیٰ عصر کا وقت ہے اور چاشت کا وقت اولیٰ ظہر کا اولیٰ ہے۔ اور یہی محمل ہے کہ حضرت علیؓ کی روایت کا جو شمائل کے اندر ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی اکرم ﷺ اس کے علاوہ بھی نماز پڑھا کرتے تھے تو فرمایا ہاں۔ ایک اس وقت پڑھتے تھے جب سورج مشرق میں اتنی اونچائی پر ہوتا تھا

جتنا کہ ظہر کے وقت مغرب میں ہوتا ہے۔ اور ایک اس وقت پڑھتے تھے جبکہ سورج مشرق میں اتنا اونچا ہوتا تھا جتنا کہ مغرب میں بوقت عصر ہوتا ہے۔ اور مغرب اور عشاء کے مقابل میں تہجد بارہ رکعات رکھ دیں۔ کہ ثلث رات تک عشا مستحب ہے۔ اور اخیر ثلث شب سے تہجد کا وقت اولیٰ ہے۔ نیز نزول باری تعالیٰ کا وقت ہے۔

ان الصلوة كانت على المؤمنين كتا با مو قوتا امام بخاریؒ نے اس آیت کو استدلالاً یا استبراکا ذکر فرمایا ہے۔ وھوبا لعراق کیونکہ حضرت مغیرہؓ عراق میں امیر تھے۔ فقال عمر لعروۃ اعلم یہ لفظ تین طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔ ایک علی صیغة المتکلم من المجرد دوسرے علی صیغة الامر من المجرد۔ اور تیسرے علی صیغة الامر من الاعلام اس صورت ثالثہ میں اس کے معنی اسند کے ہیں۔ سند بیان کرو۔ اور صیغہ امر یہاں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اس جملہ ان جبرا ئیل ھو اقام رسول الله ﷺ کی وجہ سے اعلم امر کا صیغہ مناسب ہے۔ اس لئے کہ حضرت عروۃؓ نے اس کے بعد سند بیان فرمائی۔ کا ن یصلی العصر والشمس فی حجرتها۔ اس روایت سے ایک اور مسئلہ معلوم ہوتا ہے وہ عصر کو جلدی پڑھنے کا ہے۔ اس کے اندر تو اختلاف نہیں مگر اختلاف اس میں ہے کہ وہ کون سا وقت ہے۔ اور کب ہوتا ہے۔ شافعیہ کے نزدیک ایک مثل پر ہے۔ احناف کے نزدیک دو مثل پر۔ دونوں اماموں کا مستدل یہ روایت ہے۔ امام طحاویؒ نے دو مثل پر استدلال کیا ہے۔ اور یہ استدلال صحن کے چوڑے ہونے اور دیوار کے چھوٹے ہونے پر موقوف ہے۔ اور شوافع کا استدلال دیوار کے لانبے ہونے اور صحن کے چھوٹے ہونے پر ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے حجرہ شریف کی دیوار لمبی نہیں تھی۔ بلکہ اتنی چھوٹی تھی کہ حضرت عروۃ فرماتے ہیں کہ میں چھت کو ہاتھ لگا لیا کرتا تھا۔ اس سے صاف واضح ہو گیا کہ عصر کا وقت مثلین کے بعد ہے۔ اور حکمت کے بارے میں بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز زندگی کی ابتدا ہے۔ اور ظہر کی نماز موت کا وارنٹ ہے تاکہ اس سے فکر پیدا ہو۔ اور عصر کی نماز پھانسی کا حکم ہے کہ بس اب موت قریب ہے۔ اور مغرب کی نماز پھانسی ہے کہ اب ختم ہو گیا۔ اور عشاء تک اس کا اثر رہا۔ کہ وہ سولی پر رہا۔ اس کے بعد وہاں سے پھینک دیا۔ ان تنبیہات واغراض کے لئے مواقیت شروع ہوئے۔

باب قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا (سورۂ روم) میں یہ فرمانا خدا کی طرف رجوع ہو اور اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو ٹھیک کرتے رہو اور مشرک نہ بنو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اقامة صلوٰ ۃ تب متحقق ہوگی جبکہ اوقات میں ہو۔ ولا تکونوا من المشرکین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز وقت پر ادا نہ کی جائے تو وہ مشرکین میں سے ہو جائے گا۔ اور اسکی تفسیر میں بھی اقامت کا لفظ لایا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ پابندی نہ کرنے پر شرک کا خوف ہے۔

حدیث(۴۹۳)حَدَّثَنَاقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِالْقَيْسِ عَلٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا اِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَّبِيْعَةَ وَلَسْنَانَصِلُ اِلَيْكَ اِلَّافِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَاْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُوْا اِلَيْهِ مَنْ وَّرَآءَ نَا فَقَالَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ وَّاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَلْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ شَهَادَةُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِوَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِوَاَنْ تُؤَدُّوْااِلَيَّ خُمُسَ مَاغَنِمْتُمْ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُقَيَّرِ وَالنَّقِيْرِ . . . .

ترجمہ ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وفد عبدالقیس جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ہمارا یہ قبیلہ ربیعہ میں سے ہے۔ ہم آپؐ تک سوائے شہر حرام کے اور دنوں میں نہیں پہنچ سکتے۔ پس ہمیں ایسی بات کا حکم فرمایئے جو ہم آپ لیں اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو اس کی طرف دعوت دیں۔ فرمایا کہ تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار سے روکتا ہوں۔ ایمان باللہ پھر اس کی تفسیر فرمائی کلمہ طیبہ کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ نماز کو پابندی سے ادا کرنا زکوٰۃ دینا اور یہ کہ غنیمت کے مال میں سے خمس مجھے ادا کرو۔ اور دبّاء۔ حنتم مقیر اور نقیر ان شراب کے مرتبانوں سے منع کرتا ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ روایت پر کلام گذر چکا ہے۔ سلف کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ تارک صلوٰۃ کافر ہے۔ اور یہی امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا گیا ہے۔ ان حضرات نے آیت کریمہ سے اسی طرح استدلال کیا ہے۔ کہ **ولا تکونوا من المشرکین** کو **اقیموا الصلوٰۃ** پر مرتب کیا گیا ہے۔ یعنی اقامت صلوٰۃ کرو اور مشرکوں میں سے مت ہو۔ یعنی نماز ترک کر کے مشرک نہ ہو۔ مگر یہ استدلال ان پر چل سکتا ہے جو مفہوم مخالف کے قائل ہیں۔ جو اس کے قائل نہیں ان کے لئے یہ استدلال کوئی نفع نہیں دیتا۔ اس لئے بہتر ہے کہ اس کو فضائل صلوٰۃ سے جوڑا جائے۔ اسی لئے میں نے گذشتہ باب میں کہا تھا کہ حاشیہ کا نسخہ میرے نزدیک زیادہ اولیٰ ہے۔ اگر دوسرا نسخہ لیا جائے تو **اقیموا الصلوٰۃ** میں اقامت کی تفسیر **اداء الصلوٰۃ بارکانھا وشرائطھا ومستحباتھا اداً بھا** کے ساتھ کی جائے۔ اس تفسیر کی بنا پر وقت خود بخود اس کے اندر داخل ہو گیا۔ لہٰذا اب جہاں اقامت کا لفظ آئے گا وہاں مواقیت خود نکل آئے گا۔ اسی طرح **البیعۃ علی اقام الصلوٰۃ** کے زیادہ مناسب ہے پہلی روایت کو **فضل مواقیت** اور **فضل صلوٰۃ** دونوں سے تعلق ہے۔ **فضل صلوٰۃ** تو ظاہر ہے کہ حضرت جبرائیلؑ نے آکر تعلیم دی۔ اور ایسے مواقیت کا فضل بھی معلوم ہو گیا کہ اتنی بڑی چیز ہے کہ اس کیلئے حضرت جبرائیل علیہ السلام دس مرتبہ آئے ۔**ثم صلی فصلی رسول اللہ** ﷺ اس سے احنافؒ نے اس بات پر استدلال کیا کہ فوائت میں ترتیب ہے۔ ورنہ **خمس مرات** فرماتے۔ اس مسئلہ میں شوافع ہمارے خلاف ہیں۔ اب یہاں پر ایک اشکال ہے کہ **فصلی** میں **فاؔ** تعقیب کے لئے ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیلؑ کے نماز پڑھنے کے بعد حضور ﷺ نے نماز پڑھی حالانکہ ایسا نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں تعقیب کل صلوٰۃ کے اعتبار سے نہیں بلکہ اجزاء صلوۃ کے اعتبار سے ہے۔ یعنی آپؐ نماز کا ہر ہر جزو جبرائیلؑ کے کرنے کے بعد ادا فرماتے تھے جیسا کہ روایات مفصلہ سے معلوم ہوتا ہے اس حدیث سے شوافعؒ نے استدلال کیا ہے کہ **اقتداء المفترض خلف المتنفل** جائز ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ مفترض تھے اور حضرت جبرائیلؑ مکلف نہ ہونے کی وجہ سے **متنفل** تھے۔ ہماری طرف سے اس کے متعدد جوابات ہیں۔ اوّل یہ کہ خود نبی اکرم ﷺ یہاں **متنفل** تھے۔ کیونکہ آپؐ پر اجمالاً نماز کی فرضیت ہوئی تھی۔ یعنی اس کے اعتقاد کی فرضیت تھی۔ اور اب عمل کی تعلیم دی گئی تا کہ عملاً بھی فرض ہو جائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب جبرائیلؑ کو اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا تو اب یہ نماز خود ان پر فرض ہوگئی تھی۔ تو یہ گویا یہ **اقتدأ المفترض با لمفترض** تھی۔ تیسرا جواب میرا یہ ہے کہ اس حدیث سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں **اقتدأ المتنفل با لمفترض** ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ بھی ابھی اس عمل کے مامور نہیں ابھی آپ کو سکھایا جا رہا ہے۔ اور حضرت جبرائیلؑ مامور ہیں۔ **فقال عمر لعروة اعلم لصيغة المتكلم وبصيغة الامر من العلم والاعلام** تینوں طرح پڑھا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ میں جانتا ہوں۔ لیکن اس صورت میں آگے **وان جبرا ئيل** کا فرمانا صحیح نہ ہوگا۔ دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا کہ تو جان لے کہ ذرا غور و فکر کرے۔ بھلا حضور اکرم ﷺ بھی کہیں ماموم اور مقتدی بن سکتے ہیں۔ وہ تو سید الرسل ہیں۔ تیسری صورت میں ترجمہ ہوگا کہ **اسند** یعنی اس کی سند بیان کرو۔

بابُ الْبَيْعَةِ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ

ترجمہ۔ نماز کی پابندی کرنے پر بیعت لینا یا بیعت کرنا

حديث (٤٩٤) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدُاللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ على اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ الحديث....

ترجمہ۔ حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر تین چیزوں کیلئے بیعت کرلی نماز کو پابندی سے ادا کرنا زکوٰۃ کا ادا کرنا اور ہر مسلمان کے لئے خیر اخواہی کرنا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ بیعت لینا بھی دال ہے کہ **اقامت صلوٰۃ** زیادہ مہتم بالشان ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے نماز پر بیعت لی ہے۔ اس سے نماز کی اہمیت اور اس کا تاکد معلوم ہو گیا۔ اور اس سے **فضل صلوٰۃ** کا علم بھی ہو گیا۔ لیکن **مواقیت الصلوٰۃ** سے کیا تعلق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ **اقامت صلوٰۃ** کے معنی میں اوقات کی رعایت ضروری ہے۔ اس سے اوقات کی مناسبت بھی معلوم ہو گئی۔ اس روایت میں نبی اکرم ﷺ نے **نصح لكل مسلم** پر بیعت لی ہے۔ اس کو دیکھ کر صوفیاً کرام نے کہا کہ بیعت میں چند کلمات ہونے چاہئیں۔ اور بعض کلمات مرید کے حال کے مطابق ہونے چاہئیں جیسے رافضیوں کو بیعت کرتے وقت **فضیلت شیخین** کا اقرار کرانا۔

بابُ الصَّلٰوۃُ کُفَّارَۃٌ

ترجمہ۔ نماز گناہوں کا کفارہ ہے۔

حدیث(۴۹۵)حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَ سَمِعْتُ حُذَیْفَۃَؓ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ عُمَرَؓ فَقَالَ اَیُّکُمْ یَحْفَظُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِی الْفِتْنَۃِ قُلْتُ اَنَا کَمَا قَالَہٗ قَالَ اِنَّکَ عَلَیْہِ اَوْعَلَیْھَا لَجَرِیٌٔ قُلْتُ فِتْنَۃُ الرَّجُلِ فِیْ اَھْلِہٖ وَمَالِہٖ وَوَلَدِہٖ وَجَارِہٖ تُکَفِّرُھَا الصَّلٰوۃُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَۃُ وَالْاَمْرُ وَالنَّھْیُ قَالَ لَیْسَ ھٰذَا اُرِیْدُ وَلٰکِنَّ الْفِتْنَۃَ الَّتِیْ تَمُوْجُ کَمَا یَمُوْجُ الْبَحْرُ قَالَ لَیْسَ عَلَیْکَ مِنْھَا بَاْسٌ یَّااَمِیْرُالْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّ بَیْنَکَ وَبَیْنَھَا لَبَابًا مُّغْلَقًا قَالَ اَیُکْسَرُ اَمْ یُفْتَحُ قَالَ یُکْسَرُ قَالَ اِذًا لَّا یُغْلَقُ اَبَدًا قُلْنَا اَکَانَ عُمَرُ یَعْلَمُ الْبَا بَ قَالَ نَعَمْ کَمَا اَنَّ دُوْنَ الْغَدِ اللَّیْلَۃَ اِنِّیْ حَدَّثْتُہٗ بِحَدِیْثٍ لَّیْسَ بِالْاَغَالِیْطِ فَھِبْنَا اَنْ نَّسْئَلَ حُذَیْفَۃَ فَاَمَرْنَا مَسْرُوْقًا فَسَالَہٗ فَقَالَ الْبَا بُ عُمَرُ ....

ترجمہ۔ حضرت شقیقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ انہوں نے فرمایا کہ تم میں سے کون فتنے کے بارے میں جناب نبی اکرم ﷺ کا قول یاد رکھتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں یاد رکھتا ہوں جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یا تو قول رسول پر یا مقالہ پر کہا تھا کہ جرأت مند ہے تو میں نے کہا کہ آدمی کا فتنہ گھر والوں میں مال میں اولاد میں اور ہمسائے میں ہوتا ہے۔ جس کا کفارہ نماز۔ روزہ۔ صدقہ۔ امر اور نہی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں یہ نہیں جانتا لیکن وہ فتنہ مراد ہے جو سمندر کی طرح موجیں مارے گا۔ انہوں نے فرمایا یا امیر المؤمنین آپ کو اس کی کوئی فکر نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ آپ کے اور اس کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ پوچھا کہ وہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ توڑا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب کبھی بند نہیں ہوگا ہم نے آپس میں کہا کیا حضرت عمر اس دروازے کو جانتے ہیں حضرت حذیفہؓ نے فرمایا ہاں ایسے جانتے ہیں کہ جیسے کل آنے والے سے پہلے رات ہوتی ہے۔ میں نے ان کو ایک حدیث بیان کی جو مغالطہ نہیں ہے۔ پس ہم تو حضرت حذیفہؓ سے پوچھنے سے خوفزدہ ہوگئے۔ پھر ہم نے مسروق کو حکم دیا کہ تم جا کر پوچھو تو انہوں نے فرمایا وہ دروازہ حضرت عمرؓ ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ انک علیه او علیها لجریٔ یہ الفاظ حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہؓ سے کہے۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ دوسرے لوگ تو آنجناب رسول اکرم ﷺ سے بھلائی اور خیر کے متعلق سوال کرتے تھے۔ اور میں شر کے متعلق سوال کرتا تھا اس لئے کہ جلب منفقه سے دفع مضرت ضروری ہے۔ اس لئے کہ پرہیز دوا سے بہتر ہے۔ اور یہ الفاظ حضرت عمرؓ نے ان کو داد کے طور پر فرمائے کہ واقعی تم اس قابل ہو کہ تم کو یاد ہوگا۔ کیونکہ تم تنہائی اور مجلس میں آپؐ سے اس قسم کے سوالات کیا کرتے تھے۔ انک علیه ای قول

رسول اللہ اوعلیھا ای مقالۃ الرسول فی الفتنۃ ہر ایک کے لئے ایک فتنہ خصوصی ہوتا ہے۔ اور دوسرا فتنہ عامہ ہوتا ہے۔ جب حضرت عمرؓ نے اولاً فتنہ کے متعلق سوال کیا۔ تو حضرت حذیفہؓ نے فتنہ خصوصی سمجھا اس لئے ا ھلہ ومالہ وولدہ وجارہ سے جواب دیا۔ اور اسی خصوصی فتنہ میں نماز کا وقت پر نہ ادا کرنا بھی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں فتنہ عامہ کے متعلق سوال کرتا ہوں فرمایا کہ تمہارے اور اس فتنہ عامہ کے درمیان ایک دروازہ بند شدہ ہے۔ جب تک وہ دروازہ توڑا نہ جائے گا فتنہ واقع نہیں ہوگا۔ اور یہ بھی بتلادیا کہ وہ تمہارے زمانہ میں نہ ہوگا۔ اور جب وہ ٹوٹ گیا تو ہرگز بند نہ ہوگا۔ کیونکہ اگر دروازہ کھل جاتا تو فوراً بند کر دیا جاسکتا ہے۔ حضرت عمرؓ کی ذات دروازہ ہے۔ جب تک موجود رہے فتنہ عامہ نہ ہوا۔ جب حضرت عمرؓ کو شہید کر دیا گیا تو پھر دروازہ ٹوٹ گیا۔ اور بہت سے شدائد اور وقائع پیش آئے جس پر تاریخ شاہد ہے۔ بہر حال جو روایت کفارہ میں ہے اس میں وقت کی تعیین بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ وقت پر نماز ادا کرنا کفارہ سیأت ہے جیسے اقم الصلوۃ طرفی النھا ر وزلفا من اللیل ان الحسنا ت یذھبن السیئات ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب کا تعلق بھی فضائل کے ساتھ بالکل واضح ہے۔ اور مواقیت کے ساتھ اس کو اس طرح ملحق کیا جاسکتا ہے کہ اس کو مواقیت میں ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ وہ نمازیں کفارہ بنیں گی جو اپنے اوقات کے اندر ادا کی جائیں۔ اگر بلاوجہ وقت میں ادا نہ کی گئی تو بجائے کفارہ کے اور گناہ ہوگا۔ انک علیہ او علیھا بحری یہ او شک راوی ہے۔ اگر علیہ فرمایا ہو تو نقل قول رسول اللہ ﷺ کی طرف ضمیر راجع ہوگی۔ اگر علیھا ہے تو شراح مقالہ کی طرف راجع کرتے ہیں مگر میرے نزدیک ضمیر فتنہ کی طرف راجع کرنا اولیٰ ہے اس لئے کہ حضرت حذیفہؓ صاحب سرّ رسول اللہ ﷺ تھے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے ان کو منافقین کے نام بتلا رکھے تھے یہی وجہ تھی کہ جب کسی کا انتقال ہوتا تو حضرت عمرؓ پہلے اس کی تحقیق فرماتے کہ حضرت حذیفہؓ نے بھی ان کی نماز جنازہ پڑھی ہے یا نہیں۔ اگر وہ پڑھتے تو یہ بھی پڑھتے۔ والا فلا اس خیال سے کہ کہیں منافق نہ ہو۔ ان بینک وبینھا لبا با مغلقا اگلے جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ بھی سمجھ گئے کہ باب کا مقصد کیا ہے اس لئے پوچھا تھا کہ ایکسر ام یفتح کھولنے کا مطلب طبعی موت اور توڑنے کا مطلب قتل ہے۔ فھبنا ان نسئل حذیفۃ کہ یہ شقیق کہتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہؓ سے یہ پوچھنے سے ڈرے کہ باب کون تھا۔ بات یہی ہے کہ پہلے زمانہ میں تو علماء اور اساتذہ سے ان کے تلامذہ اس درجہ ڈرتے تھے کہ بادشاہوں کو حسد ہوتا تھا۔ حضرت زین العابدینؒ کا مشہور واقعہ ہے کہ ہشام بن عبدالملکؒ حج کرنے کے لئے آیا تو لوگوں نے اس کو حجر اسود تک پہنچنے کے لئے جگہ تک نہ دی۔ لیکن جب امام زین العابدینؒ آگے بڑھے تو سارا مجمع ایک طرف ہو گیا انہوں نے اطمینان سے طواف کیا اور حجر اسود کی تقبیل فرمائی کسی آدمی نے ہشام سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں تو اس نے جاننے پہچاننے کے باوجود انکار کر دیا۔ مشہور شاعر فرزدق کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے فی البدیہہ ایک طویل قصیدہ امام زین العابدینؒ کی شان میں پڑھا جس میں اس نے ان کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ یہ وہ ہیں جن کو عرب کے سنگریز بھی جانتے ہیں۔ ان کو عرب بھی جانتے ہیں اور عجم بھی۔ بہر حال بعض تلامذہ کو کسی وجہ سے کوئی خصوصیت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ استاذ کے بالکل منہ لگے ہوتے ہیں۔ وہ آگے بڑھ کر سوال کر لیتے ہیں۔ انہیں میں سے ایک حضرت مسروق تھے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر سوال کیا

فانزل اللہ اقم الصلوۃ اس سے نماز کی فضیلت معلوم ہوئی کہ کفارہ سیأت بنادی گئی۔ شراح کے نزدیک اس باب کا تعلق مواقیت سے یہ ہے کہ وہی نماز کفارہ ہوگی جو اپنے وقت میں ادا کی جائے اس پر ایک اشکال ہے کہ اگلے صفحہ پر آرہا ہے باب الصلوۃ الخمس کفارۃ للخطایا۔ اس میں بھی یہی بات بتلائی گئی ہے لہذا یہ باب مکرر ہو گیا شراح اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آنے والے باب میں صلوٰۃ الخمس کی قید ہے اور یہ باب مطلق ہے اس سے دونوں میں فرق ہو گیا۔ اس پر اشکال ہوا کہ باقی نمازیں صلوۃ خمسہ کے علاوہ تو موقت بوقت نہیں ہیں۔ لہذا ایسی صورت میں ان کے کفارہ ہونے کو مواقیت سے کیا تعلق ہے۔ اس کی توجیہ یہ کی گئی کہ اوقات خمسہ مکروہہ کے اندر تو نوافل نہیں پڑھے جاتے۔ لہذا جو شخص ان اوقات کے علاوہ دوسرے اوقات میں نوافل ادا کرے گا اس کے لئے وہ نوافل کفارہ بنیں گی۔ اور دوسرے باب سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ خواہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے یا بغیر جماعت کے تو گویا آئندہ آنے والا باب صرف جماعت یا غیر جماعت کی قید بتلانے کے لئے ہے۔ اب اس کے اندر اذا صلاھن موقت کی قید اتفاقی وجہاً لگا دی گئی۔

حدیث (۴۹۶) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةَ الخ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّ رَجُلاً اَصَابَ مِنِ امْرَاَةٍ قُبْلَةً فَاَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَاَخْبَرَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ فَقَالَ الرَّجُلُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِیَ هٰذَا قَالَ لِجَمِیْعِ اُمَّتِیْ کُلِّهِمْ .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے کسی عورت سے بوسہ لے لیا۔ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خبر دی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ نماز کو دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصہ میں ادا کرو بے شک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ صرف میرے لئے ہے آپؐ نے فرمایا میری ساری امت کے لئے ہے۔

باب فَضْلِ الصَّلٰوةِ لِوَقْتِهَا

ترجمہ۔ اپنے وقت پر نماز ادا کرنے کی فضیلت

حدیث (۴۹۷) حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِیْدِ الخ حَدَّثَنَا صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ وَاَشَارَ اِلٰی دَارِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ ﷺ اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ قَالَ الصَّلٰوةُ عَلٰی وَقْتِهَا قَالَ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قَالَ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُّهٗ لَزَادَنِیْ الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو عمر اشیبانی فرماتے ہیں کہ ہمیں اس گھر والے نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ پسندیدہ ہے فرمایا نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا۔ پوچھا پھر کون سا فرمایا ماں باپ سے بہتر سلوک کرنا۔ پھر پوچھا کون سا فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بہر حال آپ نے ان کو بیان کیا اگر میں زیادہ پوچھتا تو آپؐ زیادہ بتاتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ میرے نزدیک یہ ترجمہ شارحہ ہے۔چونکہ حدیث میں الصلوۃ علی وقتھا کوذکر فرمایا تھا اس لئے حضرت امام بخاریؒ نے شرح فرمادی کہ علےٰ لام کے معنی میں ہے۔اس لئے کہ علےٰ سے بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ وقت سے پہلے پڑھے۔ کیونکہ علےٰ استعلاً کے لئے ہے۔اور مستعلی مستعلیٰ کے اوپر ہوا کرتا ہے۔ ولو استزدته لزادنی یعنی میں اگر اور اشیا کے متعلق سوال کرتا تو نبی اکرم ﷺ اور زیادہ بتلاتے حدیث باب میں احب الی اللہ اسم تفضیل کے ساتھ ہے۔اور یہ بہت سے اعمال کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے اور شراح اس کی تاویل من احب الاعمال سے کرتے ہیں۔لیکن میری رائے یہ ہے کہ اس قسم کی افضلیت کبھی تو حال کی مناسبت سے اور کبھی وقت کی مناسبت سے اور کبھی سائل کی حیثیت کے اعتبار سے بیان کی جاتی ہے۔بس اب اشکال نہیں ہوگا۔

بَاب الصَّلٰوۃُ الْخَمْسُ کُفَّارَۃٌ لِلْخَطَایَا اِذَا صَلَّاھُنَّ لِوَقْتِهِنَّ فِی الْجَمَاعَةِ وَغَیْرِهَا۔

ترجمہ۔پانچ نمازیں گناہوں کا کفارہ ہیں جبکہ ان کو اپنے وقت پر پڑھے جماعت میں یا غیر جماعت میں ادا کرے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ اس جگہ اشکال ہوتا ہے کہ خطایا کی تفسیر عام طور پر صغائر سے ہوتی ہے۔تو معلوم ہوا کہ نماز صغائر کے لئے کفارہ ہے۔کبائر کے لئے نہیں۔ادھر آپؐ صلوٰۃ کو نہر سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جب کوئی شخص دن میں پانچ دفعہ غسل کرے تو میل نہ رہے گی۔ اور تجربہ اور مشاہدہ کی بات ہے کہ جو بڑا میل جم جائے تو ملنے کی وجہ سے پہلے وہی زائل ہوتا ہے۔چھوٹا میل دیر سے دور ہوتا ہے۔تو چاہئیے تھا کہ اولاً بڑے گناہ زائل ہوتے بعد ازاں صغائر۔تو یہاں تشبیہ تام نہ ہوئی۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ خطایا کی تفسیر صغائر سے کرنا مسلّم نہیں ہے۔نیز !جیسے اس جگہ بڑی میل چلی جاتی ہے اور تھوڑی سی رہ جاتی ہے۔ایسے کبائر میں تخفیف ہو جاتی ہے۔مگر صغائر بالکل معاف ہو جاتے ہیں۔دوسرا جواب یہ ہے کہ کبائر کی وجہ سے اثر باطن روح میں ہوتا ہے۔اور صغائر کا اثر ظاہر روح میں ہوتا ہے۔چنانچہ حدیث میں موجود ہے کہ ایک گناہ کرنے سے ایک نقطہ دل پر پڑ جاتا ہے جو توبہ سے زائل ہو جاتا ہے۔تو جس طرح پانی ظاہر کو دھوتا ہے اس سے باطن نہیں دھلتا ایسے صغائر تو محو ہو جاتے ہیں کبائر محو نہیں ہوتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ تکرار باب کا جواب شراح فرماتے ہیں کہ باب سابق میں الصلوۃ مطلق ہے اور یہاں مقید بالخمس ہے۔یعنی پہلا باب عام اور دوسرا خاص ہے لیکن میری رائے یہ ہے کہ یہاں اصل چیز جماعت اور غیر جماعت کو بیان کرنا ہے تو گویا باب سابق سے نفس صلوۃ کا کفارہ ہونا اور اس باب سے جماعت اور غیر جماعت دونوں کے اندر اس کا کفارہ ہونا معلوم ہو گیا۔بمحو اللہ به الخطایا احادیث میں جہاں بھی محو خطایا کا ذکر آتا ہے علماء اس کو صغائر کے ساتھ مقید کرتے ہیں اس حدیث کے متعلق بھی ان کی یہی رائے ہے

اور شراح اس کی یہ تشریح کرتے ہیں یہاں محو خطایا کو غسل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اور غسل سے بدن کا ظاہری حصہ صاف ہوتا ہے اور صغائر بھی ظاہر سے متعلق ہوتے ہیں بخلاف کبائر کے وہ قلب سے جالگتا ہے۔ اور یہی محمل ہے اس روایت کا جس میں گناہ کے کرنے سے قلب پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اگر بندہ توبہ نہ کرے تو وہ نقطہ آہستہ آہستہ قلب کو گھیر لیتا ہے۔ اور جب کبائر کا تعلق دل سے ہے تو توبہ کی ضرورت ہوگی۔ اور توبہ کہتے ہیں ندامت بالقلب کو لہذا کبائر کا معاف ہونا رونے دھونے سے ہوگا۔ بخلاف صغائر کے کیونکہ وہ ظاہر سے متعلق ہوتا ہے لہذا وضو وغیرہ ہی کافی ہو جائے گا۔

حدیث (۴۹۸) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَرَءَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهَرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا مَاتَقُوْلُ ذٰلِكَ يُبْقِيْ مِنْ دَرَنِهٖ قَالُوْا لَايُبْقِيْ مِنْ دَرَنِهٖ شَيْئًا قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلٰوةِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهَا الْخَطَايَا الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ بتلاؤ اگر کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو تم کیا کہتے ہو کہ یہ اس کے بدن پر کچھ میل رہنے دے گی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یہ غسل اس کی میل کا کچھ حصہ بھی باقی نہیں رہنے دے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ بس یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے جس سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دیتے ہیں۔

اس حدیث کی دونوں تشریح اوپر بیان ہوگئی ہیں اس لئے ان کو ترجمہ کے بعد لکھا جائے۔

باب فِيْ تَضْيِيْعِ الصَّلٰوةِ عَنْ وَقْتِهَا

ترجمہ۔ نماز کو اپنے وقت سے ضائع کرنا

حدیث (۴۹۹) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ مَا اَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا كَانَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ قِيْلَ الصَّلٰوةُ قَالَ اَلَيْسَ صَنَعْتُمْ مَاصَنَعْتُمْ فِيْهَا الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جو چیز جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں تھی اس کو آج میں نہیں پہچانتا کہا گیا نماز فرمایا کہ تم نے اس میں وہ کارگذاری نہیں کی جو تم کر رہے ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اوقات کی پابندی نہ کرنا اس کو تضییع الصلوۃ عن وقتھا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پہلی حدیث میں الیس صنعتم ما صنعتم اور دوسری حدیث میں ہے کہ انسؓ دمشق میں رو رہے تھے۔ تو پوچھا گیا فرمایا کہ لا اعرف یعنی آپؐ سے جو چیزیں حاصل کی ہیں ان تمام کو بدل دیا اور وہ چیز مجھے نظر نہیں آتی۔ صرف نماز باقی رہی اور اب اس میں بھی ھذہ الصلوۃ قد ضیعت یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی۔ یعنی نماز کی پابندی میں بے قاعدگی شروع ہوگئی۔ اور دوسرے نسخہ میں ہے قد ضیعتم ما ضیعتم یعنی تم نے کیا کیا چیزیں ضائع کر دیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب میں وقت کا ذکر بھی آگیا۔ اور فضیلت کی طرف اشارہ بھی ہو گیا۔ اور ترجمہ سے مصنفؒ نے اشارہ کیا ہے۔ آیت کریمہ فخلف من بعد هم خلف اضاعو الصلوة واتبعوا الشهوات الخ کہ انبیاؑ کے بعد ان کی ناخلف اولاد آئی جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے۔ اور یہ بتادیا کہ اضاعت صلوة اس آیت کی وعید میں داخل ہے۔

حدیث (۵۰۰) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ الخ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ بِدِمَشْقَ وَهُوَ يَبْكِيْ فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكَ فَقَالَ لَا اَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا اَدْرَكْتُ اِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ وَهٰذِهِ الصَّلٰوةُ قَدْ ضُيِّعَتْ الخ ...

ترجمہ۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ کی خدمت میں دمشق کے اندر پہنچا وہ رو رہے تھے میں نے رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ جو چیزیں میں نے حضور انور ﷺ کے زمانے میں پائی تھیں وہ آج نہیں پہچان رہا مگر ان میں سے ایک نماز تھی وہ بھی ضائع کی جارہی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں تو حضرت انسؓ سے یہ مروی ہے۔ اور صفحہ ۱۰۰ پر حضرت انسؓ سے منقول ہے ماانکرت شيئا الاانكم لايقيمون الصفوف کہ تم صفیں سیدھی نہیں کرتے۔ تو دونوں میں تعارض ہو گیا۔ کیونکہ اس باب کی روایت کا تقاضا ہے کہ انہوں نے سب کچھ ضائع کر دیا۔ اور صفحہ ۱۰۰ کی روایت کا تقاضا ہے کہ سب کچھ ٹھیک تھا۔ صرف صفوں کے اندر خرابی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اس باب کی روایت میں جس میں مطلقاً ساری اشیاء کی اضاعت کا ذکر ہے یہ دمشق کا واقعہ ہے۔ جیسے کہ روایات میں تصریح ہے۔ اور جہاں صرف صفوں کے اندر کوتاہی کا ذکر ہے وہ مدینہ کا واقعہ ہے۔ اور صورت یہ ہوئی تھی کہ حضرت انسؓ اس نیت سے دمشق تشریف لے گئے تھے کہ وہاں جا کر ولید بن عبد الملک کے پاس حجاج کی شکایت کریں۔ اور وہاں جا کر دیکھا کہ ان لوگوں نے جس طرح اور چیزوں کو ضائع کر رکھا تھا اپنے وقت پر ادا نہیں کرتے تھے یہ منظر دیکھ کر حضرت انسؓ رونے بیٹھ گئے اور یہ فرمایا۔ اور جب وہاں سے لوٹ کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ اتنی مدت کے بعد آئے ہیں ہمارے اندر کوئی تغیر تو نہیں پایا۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ باقی تو سب ٹھیک ہے صرف اتنی بات ہے کہ صفوں کے اندر سیدھا پن نہیں ہوتا یہ کوتاہی ہوتی ہے۔

قال ابو بكر بن خلف الخ اس کو جلی قلم سے لکھنا چاہئے تھا اور لفظ حدثنا باریک۔ اس لئے کہ روایت کی ابتدا قال سے ہے حدثنا سے نہیں ہے۔ اور جن نسخوں میں اس کے خلاف ہے وہ غلط ہے اور وہم ہے۔ بہر حال امام بخاریؒ اپنی عادت کے مطابق اب یہاں سے اضداد کو ذکر فرماتے ہیں کہ نماز کو بے وقت پڑھنے سے کیا کیا وعیدیں آئی ہیں۔ گویا باب سے اس آیت شریفہ کی طرف اشارہ ہے فخلف من بعدهم خلف الخ اس آیت میں اضاعت سے کیا مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اخراج الصلوة عن وقتها مراد ہے اور بعض نے اخراج عن الوقت المستحب اور بعض نے اخراج عن كل الوقت مراد لیا ہے۔ امام بخاریؒ کے نزدیک اخراج

عن کل الوقت ہی ہے جس کی تائید روایت سے ہوتی ہے۔

باب اَلْمُصَلِّیْ یُنَاجِیْ رَبَّہٗ ترجمہ۔ کہ نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے

حدیث(۵۰۱) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا صَلّٰی یُنَاجِیْ رَبَّہٗ فَلَا یَتْفِلَنَّ عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَلٰکِنْ تَحْتَ قَدَمِہِ الْیُسْرٰی الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز شروع کرتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ اسلئے اسے دائیں طرف نہیں تھوکنا چاہئیے۔ لیکن اپنے قدم کے نیچے تھوکے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ مناجات کا تقاضا ہے کہ جو مخاطب ہے اس کو متوجہ کیا جائے۔ اور اس طرح بھی کہ ہر طرح کا ادب کیا جانا چاہئیے۔ اس لئے نہ آگے تھوکا جائے نہ دائیں طرف۔ یہاں رحمت ایزدی کو مناجات سے تشبیہ دی گئی ہے تو سوال ہوتا ہے کہ جب یمین میں مناجات نہیں تو پھر منع کیوں ہے۔ جواب یہ ہے کہ جانب یمین فرشتہ ہے۔ اور وہ مصلی کے نیک اعمال لکھتا ہے۔ تو اس کی بے ادبی نہ کرنی چاہئیے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ ترجمۃ الباب اور حدیث نہایت اہم ہے۔ غور سے سنو! اللہ تعالیٰ کی دو شانیں ہیں۔ ایک شان مالکیت دوسری شان محبوبیت۔ اب کوئی شخص بادشاہ تک رسائی حاصل کرے اور اس سے بات کرنے کا موقع مل جائے۔ اور بات شروع ہو جائے اور وہ پھر ادھر اُدھر دیکھنے لگے تو بادشاہ اس کو نکال دے گا۔ بلکہ مطرود اور مردود کر دے گا۔ پس یہی حال وہاں کا ہے۔ اسی طرح کوئی ہزار عرق ریزیوں کے بعد محبوب تک پہنچے اور محبوب بات کرنے کو تیار ہو جائے اور پھر وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگے تو محبوب کیا کرے گا اس کے منہ پر تھوک کر دوسری طرف متوجہ ہو جائے گا۔ یہی حال حضرت باری کا بھی ہے۔ بلکہ اس سے اعلیٰ ارفع اور اولیٰ کیونکہ وہ تو احب المحبوبین ہیں اور ملك الملوك ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز نہایت خشوع و خضوع سے پڑھنا چاہئیے۔ ان المصلی ینا جی ربه سے نماز کی فضیلت معلوم ہوئی اور مواقیت سے مناسبت یہ ہے کہ جب نماز سے مناجات باری حاصل ہوتی ہے تو اس کو اوقات کے اندر ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہئیے۔ چنانچہ اگر کسی سرکاری عہدہ دار سے ملنا ہوتا ہے تو پہلے سے اس کی تیاری کی جاتی ہے۔ اور جب وقت قریب ہوتا ہے تو پھر نظر ہر وقت گھڑی پر رہتی ہے۔ تو احکم الحاکمین اور ملك الملو ك کے دربار میں حاضری اور ان سے مناجات کے لئے کتنا اہتمام کرنا چاہئیے ظاہر ہے۔ فلا یتفلن عن یمینہ صفحہ ۵۸ صفحہ ۵۹ پر یہ روایت گذر چکی ہے اور وہاں دائیں طرف تھوکنے کی ممانعت کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے۔ اور اس روایت میں فرمایا کہ ان المصلی ینا جی ربه ۔ شراح فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی تعارض نہیں ایک چیز کی متعدد علتیں ہو سکتی ہیں۔ اور میرے نزدیک یہ روایت مختصر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور مناجات کرنا

نهی عن البزاق الی الیمین کا سبب نہیں ہے بلکہ اس کا سبب فرشتہ کا ہونا ہے۔ اور نہی عن البزاق الی القدام کا سبب مناجات ہے اور دلیل اس کی صفحہ ۵۹ کی وہ روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے۔

حدیث (۵۰۲) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ اعْتَدِلُوْا فِی السُّجُوْدِ وَلَا يَبْسُطُ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ كَالْكَلْبِ وَاِذَا بَزَقَ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ فَاِنَّهُ يُنَاجِيْ رَبَّهُ وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ لَا يَتْفُلُ قُدَّامَهُ اَوْبَيْنَ يَدَيْهِ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْتَحْتَ قَدَمِهٖ وَقَالَ شُعْبَةُ لَا يَبْزُقُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْتَحْتَ قَدَمِهٖ وَقَالَ حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ لَا يَبْزُقُ فِی الْقِبْلَةِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْتَحْتَ قَدَمِهٖ الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا سجدہ ٹھیک کرو اور اپنے بازوؤں کو اس طرح نہ پھیلاؤ جس طرح کتا پھیلاتا ہے۔ اور جب کوئی تھوکے تو اپنے سامنے نہ تھوکے اور نہ اپنے دائیں تھوکے کیونکہ وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ قتادہ سے روایت ہے کہ لایتفل قدامه اوبین یدیه الخ اور شعبہ فرماتے ہیں لا یبزق بین یدیه ولاعن یمینه اور حمید حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں جو حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں لایبزق فی القبلة ولاعن یمینه الخ۔

بَابُ الْاِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِی شِدَّةِ الْحَرِّ

ترجمہ۔ سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا چاہیے۔

حدیث (۵۰۳) حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهُمَا حَدَّثَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ دونوں حضرات جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب گرمی شدید ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ سخت گرمی جہنم کے جوش میں سے ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح کا امام بخاریؒ پر اشکال یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ظہر کا وقت ذکر کرنے سے پہلے اس کے اوصاف کو کیوں شروع فرمادیا۔ حالانکہ اوصاف موصوف کے تابع ہوتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ جب ابراد کا حکم دے دیا تو زوال تو اس میں خود بخود آگیا۔ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ شدة اهتمام ابراد بالظهر کی وجہ سے اس کو مقدم فرمادیا۔ مگر میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ باب سابق میں معلوم ہو چکا کہ نماز کے اندر اللہ تعالیٰ سے مناجات ہوتی ہے۔ رب العزت سے بات چیت ہوتی ہے۔ اس مؤمن کو

معراج ہوتی ہے۔ تو امام بخاریؒ نے اس باب کو باب سابق کے لئے بطور تکملہ کے ذکر فرمایا ہے کہ جب نماز مناجات مع الرب ہے تو وہ ابراد کے وقت صحیح ہوگی۔ شدت گرمی میں صحیح نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ گرمی میں آدمی کی طبیعت حاضر نہیں رہتی۔ لہذا ابراد کے وقت پڑھے تاکہ حضور قلب اچھی طرح ہوسکے۔ اس لئے بھی کہ شدت حر مظہر جلال ہے اور مناجات مظہر جمال ہے جلال کے وقت مناجات نہیں ہوسکتی (مرتب) اب رہا یہ سوال کہ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے کیا ہے۔ تو بہت ممکن ہے کہ ظہر کے اندر تقدیم و تاخیر کے اعتبار سے جو مختلف اقوال ہیں ان پر رد کرنا ہے۔ چنانچہ حنفیہؒ کہتے ہیں کہ موسم گرما میں تاخیر کرنا اولیٰ ہے۔ اور موسم سرما میں تعجیل۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ علۃ تاخیر گرمی کا ہونا ہے۔ لہذا اگر گرمی کے موسم کہیں گرمی نہ ہو رہی ہو جیسے شملہ یا منصوری پر کوئی رہنے والا ہو تو تاخیر نہ کرے۔ حضرت امام بخاریؒ ان دونوں پر ردّ فرماتے ہیں کہ موسم اور مکان کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ وجہ ابراد شدۃ حر ہے۔ جب شدۃ نہ ہو خواہ کسی وقت ہو جائے اور کسی بھی مکان میں ہو جائے تو ابراد اولیٰ ہوگا۔ اور شوافعؒ فرماتے ہیں کہ جس کا مکان مسجد کے قریب ہو یا جو شخص مسجد سے دور ہو مگر سائے میں ہو کر آسکتا ہے تو اس کے لئے ابراد نہیں۔ اور بعض علما کی رائے ہے کہ جماعت میں تاخیر اور منفرداً تعجیل اولیٰ ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے اس پر بھی ردّ فرمایا ہے کہ انفراد اور جماعت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ بلکہ سبب شدت حر ہے۔ تو میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں تمام اختلاف کی طرف اشارہ کر کے اس مسئلہ میں اپنی رائے ظاہر کردی۔

فان شدة الحر من فيح جهنم عنقریب اسی باب میں روایت کے اندر شدت حر کے **فیح جهنم** سے ہونے کی وجہ آرہی ہے۔ **واشتكت النار الى ربها** یہ وجہ ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب آگ کے اندر شدت پیدا ہو جاتی ہے تو شدت کی وجہ سے خود ہی کٹ کٹ کر گرنے لگتی ہے جیسے لوہا جبکہ بہت گرم ہو جائے تو کٹ کٹ کر گرتا ہے۔ اور جب یہ گرمی **فیح جهنم** سے ہے تو اگر کسی وجہ سے حرارت معلوم نہ ہو تب بھی ابراد اور تاخیر ہی اولیٰ ہوگی۔ جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں۔ اب یہاں پر دو اشکال ہیں۔ اوّل تو یہ کہ یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ حرارت و برودت قرب شمس اور بعد شمس پر ہے۔ لہذا اگر حرارت کا سبب **فیح جهنم** ہے تو سائے کی جگہ اور دھوپ کی جگہ سب برابر ہونی چاہئے۔ کیونکہ جہنم کا سانس تو ہر گوشہ میں برابر پہنچتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی شی کسی شی کا اثر قبول کرتی ہے تو شی متاثر شی مؤثر سے اپنی صلاحیت اور قابلیت کے بقدر اس کا اثر قبول کرے گی۔ جیسے کچی اینٹ اور لوہا دونوں کو دھوپ میں رکھ دیا جائے تو لوہا جلدی گرم ہو جائے گا۔ اور بہت شدید گرم ہو جائے گا۔ اور کچی اینٹ دیر میں جاکر گرم ہوگی۔ اور وجہ اس کی یہی ہے کہ لوہے کے اندر حرارت قبول کرنے کی صلاحیت زیادہ ہے۔ اینٹ کے مقابلہ میں۔ اسی طرح **فیح جهنم** کا اثر پہنچتا ہے۔ سورج چونکہ سراپا آگ ہے لہذا جہاں جہاں اس کی شعاعیں پڑیں گی عذاب کا اثر ہوگا۔ وہیں حرارت زیادہ ہوگی۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ اگر شدت حر **فیح جهنم** سے ہے اور جہنم عذاب الٰہی ہے تو جو اس کا اثر ہوگا وہ عذاب کا اثر ہوگا اور عذاب کے وقت عبادت اولیٰ ہے۔ جیسا کہ کسوف کے وقت عبادت اولیٰ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ صلوٰۃ رب العزت کے ساتھ مناجات ہے اور مناجات اور انابۃ کے درمیان شدید گرمی مخل ہوتی ہے اس لئے تاخیر کرنی چاہئے۔ اس لئے علماء نے کہا ہے کہ مسجد کے اندر اوّل وقت پہنچے۔

حدیث(۵۰۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِیِّ ﷺ الظُّهْرَ فَقَالَ اَبْرِدْ اَبْرِدْ اَوْ قَالَ انْتَظِرْ انْتَظِرْ وَقَالَ شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰی رَاَیْنَا فَیْئَ التُّلُوْلِ الحدیث.....

ترجمہ۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے مؤذن نے ظہر کے وقت اذن پڑھی تو آپؐ نے فرمایا ٹھنڈا کرو ٹھنڈا کرو۔ یا فرمایا انتظار کرو انتظار کرو۔ اور فرمایا کہ سخت گرمی جہنم کے جوش سے ہے پس جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز میں تاخیر کرو یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھے۔

حدیث(۵۰۵) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْمَدِیْنِیُّ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ وَاشْتَکَتِ النَّارُ اِلٰی رَبِّهَا فَقَالَتْ یَارَبِّ اَکَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَیْنِ نَفَسٍ فِی الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِی الصَّیْفِ وَهُوَ اَشَدُّ مَاتَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ وَاَشَدُّ مَاتَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِیْرِ۔ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔ کیونکہ سخت گر جہنم کے جوش میں سے ہے۔ اور آگ جہنم نے اپنے رب کی طرف شکایت کی کہ اے میرے رب میرا کچھ حصہ کاٹ کاٹ کر دوسرے حصہ کو کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دی۔ ایک سانس سردی کے موسم میں اور دوسرا سانس گرمی کے موسم میں۔ پس یہ سخت گرمی جو تم محسوس کرتے ہو یہ اس کی گرمی میں سے ہے۔ اور سخت ٹھنڈک طبقہ زمہریر سے ہے۔

حدیث(۵۰۶) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ تَابَعَهٗ سُفْیَانُ وَیَحْیٰی وَاَبُوْ عَوَانَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ۔ الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو اس لئے کہ سخت حرارت جہنم کے جوش میں سے ہے۔ سفیان یحیٰ ابو عوانہ اعمش سے اس کی متابعت کی ہے تشرح اوپر گذر چکی ہے

بَاب الْاِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِی السَّفَرِ

ترجمہ۔ باب سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا

حدیث(۵۰۷) حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ الْغِفَارِیِّ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ سَفَرٍ

ترجمہ۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے تو مؤذن نے

فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَبْرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ حَتَّى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُولِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلٰوةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَتَفَيَّؤُ تَتَمَيَّلُ. الحدیث.....

ظہر کی نماز کے لئے اذان کہنے کا ارادہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا ٹھنڈک میں پڑھو۔ پھر اس نے اذان کہنے کا ارادہ کیا تو پھر بھی آپؐ نے فرمایا کہ ٹھنڈک میں پڑھو۔ یہاں تک ہم نے ریت کے ٹیلوں کے سائے دیکھے۔ جس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سخت گرمی جہنم کے جوش سے ہے۔ تو جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈک میں پڑھو۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں تتفیأ کے معنی میلان کرنے کے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ باب امام بخاریؒ نے ابراد بالظهر فی الحر کی مناسبت سے متصلاً ذکر فرمادیا جیسا کہ ابراد بالظهر کو تکملہ للباب السابق فرمایا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے اور ممکن ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے احنافؒ پر رد کرنا ہو۔ اس مسئلہ میں کہ احناف فیء التلو ل والی روایت کو مثلین کی دلیل قرار دیتے ہیں۔ تو حضرت امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ دلیل تم نے کہاں سے منالی۔ یہ تو سفر کی وجہ سے ہوا ہے کیونکہ سفر کے اندر جمع تاخیر جائز ہے۔ لہذا وہاں تاخیر کے اندر فیء التلول تک تاخیر ہو گئی یتفیأ یتمیل چونکہ حدیث میں فیءَ کا لفظ آگیا ہے اس لئے اس کی مناسبت سے قرآن پاک کے لفظ یتفیأ کی تفسیر فرمادی۔ باقی ظہر کو پہلے اس لئے بیان فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کو ظہر کی نماز پڑھائی تھی۔ یہاں امام بخاریؒ نے پہلے ابراد کو بیان فرمایا۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کی وجہ یہ بتلائی کہ یہاں سے حضرت جابرؓ کی حدیث جو کہ ابو داؤد شریف میں ہے۔ کان رسول الله ﷺ یصلی بعد الزوال اس کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرے امام بخاریؒ نے فی السفر کی قید بڑھا کر بتلادیا کہ اصل مدار ابرا د کا شدة حر پر ہے۔ باوجودیکہ وہاں سب لوگ جمع رہتے ہیں۔ اور تعجیل میں کوئی دقت بھی نہیں مگر پھر بھی رخصت دے دی گئی۔

بَابُ وَقْتُ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ وَقَالَ جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي بِالْهَاجِرَةِ

ترجمہ۔ ظہر کی نماز کا وقت زوال شمس سے ہے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ دوپہر کے وقت نماز پڑھتے تھے۔

حدیث (۵۰۸) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الخ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ أَنَّ فِيهَا أُمُورًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک دن گھر سے اس وقت باہر تشریف لائے جبکہ سورج ڈھل گیا تھا۔ آپؐ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر منبر پر کھڑے ہو کر قیامت کا ذکر فرمایا اور اس میں بڑے بڑے امور

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّسْئَلَ عَنْ شَیْءٍ فَلْیَسْئَلْ فَلَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُکُمْ مَّادُمْتُ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا فَاَکْثَرَ النَّاسُ فِی الْبُکَاءِ وَاَکْثَرَ اَنْ یَّقُوْلَ سَلُوْنِیْ فَقَالَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ حُذَافَۃَ السَّھْمِیُّ فَقَالَ مَنْ اَبِیْ قَالَ اَبُوْکَ حُذَافَۃُ ثُمَّ اَکْثَرَ اَنْ یَّقُوْلَ سَلُوْنِیْ فَبَرَکَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ فَقَالَ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا فَسَکَتَ ثُمَّ قَالَ عُرِضَتْ عَلَیَّ الْجَنَّۃُ وَالنَّارُ اٰنِفًا فِیْ عُرْضِ ھٰذَا الْحَائِطِ فَلَمْ اَرَ کَالْخَیْرِ وَالشَّرِّ ....

بیان فرمائے۔ پھر فرمایا جو شخص کسی چیز کے متعلق پوچھنا چاہے وہ پوچھ لے کیونکہ جس چیز کے متعلق تم سوال کرو گے جب تک میں اس مقام پر ہوں تمہیں ضرور بتلاؤں گا۔ لوگوں نے کثرت سے رونا شروع کیا اور آپؐ کثرت سے سلو نی فرماتے رہے پھر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کھڑے ہوئے۔ انہوں نے پوچھا حضرت میرا باپ کون ہے آپؐ نے فرمایا حذافہ تمہارا باپ ہے۔ پھر اکثر حضور ﷺ سلو نی فرماتے رہے۔ تو حضرت عمرؓ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور فرمانے لگے ہم اللہ کے رب ہونے پر راضی ہیں اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ تب آپؐ خاموش ہوئے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ابھی اس دیوار کے کنارے میں مجھے جنت اور دوزخ دکھلائی گئی۔ پس میں نے اس طرح خیر اور شر کو اکٹھے نہیں دیکھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ آپؐ جب صلوٰۃ ظہر سے فارغ ہوئے تو معلوم ہوا کہ منافقین کی ایک جماعت عناداً سوال کرنے کیلئے آئی ہوئی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا سلو نی فقام عبداللہ الخ یہ سلونی فرمانا یا تو حقیقت پر مبنی ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ تم پوچھتے جاؤ میں بتاتا جاؤں گا۔ یا یہ کہ تم سوال کرو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کر کے بتاؤں گا۔ بہر حال یہ الفاظ غضب پر دال تھے۔ فاکثر الناس فی البکاء اس سے آپؐ کا غصہ معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ حضرت عبداللہ کی رنگت اور تھی ان کے باپ حذافہ کی رنگت اور تھی۔ لوگ شک وشبہ کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ایسی حالت میں آپؐ سے سوال کیا۔ کہ آپؐ نے اس کا جواب دیا کہ تمہارا باپ حذافہ ہے جس سے لوگوں کا شک مٹ گیا۔ آپؐ برابر سلونی فرماتے رہے۔ یہاں تک حضرت عمرؓ نے چند کلمات کہہ کر آپ کا غصہ ٹھنڈا کر دیا۔ عرضت علی الجنۃ والنار اگر اشکال ہو کہ اتنی بڑی جنت اور جنہم ایک دیوار کے کونے میں کیسے دکھائی گئی۔ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت حاصل ہے کہ وہ چھوٹی چیز کو بڑی اور بڑی کو چھوٹی کر دکھائیں۔ عرضھا کعرض السماء باعتبار اصل کے ہے۔ اور عرضت میں اس کا عکس ہے۔ دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اس جگہ معانی مجازی مراد ہیں کہ جنت اور نار کی تصویر دکھائی گئی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ آپؐ کے درمیان اور جنت و جنہم کے درمیان کے حجابات کو اٹھا دیا گیا۔ تو پھر بھی حقیقت پر محمول ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں سے اوقات کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ یہ بات غور طلب ہے کہ اصحاب المواقیت جب اوقات کا ذکر کرتے ہیں تو ظہر سے شروع کرتے ہیں فجر سے شروع نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اوّل نماز جو جبرائیل علیہ السلام نے

جناب نبی اکرمؐ کو پڑھائی وہ ظہر تھی۔ کیونکہ رات کو تو آپؐ سیر کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اور صبح کو تشریف آوری کے بعد آرام فرمارہے تھے۔ اسی وجہ سے اس کو الصلوۃ الاولی کہتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اوّلاً تبلیغ اجمالی ہوئی پھر ظہر کی نماز سے تفصیلی تبلیغ شروع ہوئی۔ اس میں ائمہ کا اتفاق ہے کہ ظہر کے وقت کی ابتدا زوال کے بعد سے ہوتی ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ نہ ائمہ اربعہ کا اور نہ اصحاب ظواہر کا۔ ہاں بعض سلف کا تھوڑا سا اختلاف رہا ہے۔ وہ یہ کہ معاً بعد الزوال ظہر کا وقت شروع نہیں ہوتا۔ بلکہ زوال کے بعد فی الزوال بقدر تسمہ کے بڑھ جائے وہ وقت ہوگا۔ ان حضرات کا استدلال ابو داؤدی کی روایت اذا زالت الشمس بقدر الشراك ہے البتہ اختلاف اس میں ہے کہ ظہر کا وقت اخیر کیا ہے۔ ہمارے امام صاحبؒ کا مشہور قول ہے کہ ظہر کا آخر وقت مثلین تک رہتا ہے۔ صاحبین اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اس کا آخیر وقت مثل واحد تک رہتا ہے۔ تو ابتدا عصر عندالامام مثلین کے بعد اور عند الصاحبین وعندالثلاثہ بعدالمثل ہوگا۔ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ بعض مالکیہ کے نزدیک ظہر اور عصر کے درمیان چار رکعات کے بقدر وقت مشترک ہے۔ جس میں ظہر اور عصر دونوں وقت کی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ حضرات یہ بتلاتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام کی امامت کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے پہلے دن عصر کی نماز اس وقت پڑھی جبکہ ہر شئی کا سایہ اس کے ایک مثل ہوگیا اور دوسرے دن اسی وقت میں ظہر کی نماز ادا کی۔ تو وقت مشترک نکل آیا۔ اور اس کے بالمقابل بعض شافعیہ اور داؤد ظاہری کی رائے ہے کہ ظہر اور عصر کے مابین بقدر چار رکعات وقت مہمل ہے۔ تو خلاصہ یہ ہے کہ تین اختلاف ہوگئے۔ ایک انتہائے ظہر مثل پر ہے یا مثلین پر۔ دوسرے یہ کہ وقت مشترک ہے یا نہیں۔ تیسرے یہ وقت مہمل ہے یا نہیں۔ پھر اس کے اندر اختلاف ہے کہ وقت عصر کب ختم ہوتا ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ مثلین پر جاکر ختم ہو جاتا ہے۔ اور بعض شافعیہؒ اور موالک کے نزدیک اصفرار تک ختم ہو جاتا ہے۔ اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ وقت عصر غروب شمس تک باقی رہتا ہے۔ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ اور ابتدا وقت مغرب میں کوئی اختلاف نہیں کہ غروب شمس کے بعد شروع ہو جاتا ہے البتہ اختتام کے اندر اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کی جانب سے مشہور یہ ہے کہ مغرب کا وقت بس اتنا ہے کہ اطمینان سے وضو کر کے تین رکعات فرض مطمئن ہو کر پڑھ لے۔ لیکن جماہیر علماء کی رائے یہ ہے کہ مغرب کا وقت غروب شفق تک باقی رہتا ہے۔ البتہ حقیقت شفق میں اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک شفق وہ حمرت ہے جو سورج کے غروب ہونے کے بعد آسمان کے کنارے پر باقی رہے۔ جب وہ غروب ہو جائے تو مغرب کا وقت ختم ہوگا۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شفق سے مراد یہاں وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد آتی ہے۔ اور اس کے ختم ہونے پر سیاہی آتی ہے۔ تو امام صاحبؒ کے نزدیک مغرب کا وقت اس سفیدی کے غروب تک باقی رہتا ہے۔ اور عشاء کے وقت کے اختتام میں بعض سلف سے منقول ہے کہ ثلث لیل تک ختم ہو جاتا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ عصر کا وقت الی المثلین رہتا ہے اور بعض شوافعؒ کی رائے ہے کہ نصف لیل تک رہتا ہے اور اکثر علماء کی رائے ہے کہ طلوع صبح صادق تک رہتا ہے۔ اور طلوع الفجر اول وقت فجر ہے۔ اور اس کا آخری وقت طلوع شمس ہے۔ اور بعض کے نزدیک اسفار (روشنی) ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے ترجمہ کے اندر عندالزوال کا لفظ بڑھا کر ان لوگوں پر رد فرمادیا جو یہ کہتے ہیں ظہر کا وقت اس وقت شروع ہوگا جبکہ فی الزوال بقدر الشراك ہو جائے۔

یا بعض سلف کے قول پر ردّ فرمادیا جو زوال سے قبل ظہر کے جواز کے قائل ہیں۔ صلیے بالهاجره ای شدة الحر وهو وقت الزوال مادمت فی مقامی هذا ۔ اس سے علم غیب پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ نے خود فرمادیا۔ مادمت فی مقامی هذا کہ جب تک میں اس جگہ رہوں گا۔ تو بہت ممکن ہے کہ اس خاص وقت میں اللہ تعالیٰ نے کشف فرمادیا ہو۔ عرضت علی الجنت والنار یہ وجہ ہے آپؐ کے فرمانے کی کہ جو کچھ تم پوچھو گے خبر دوں گا۔ فلم ار کالخیر والشر یعنی ایک طرف جنت تھی جو خیر ہی خیر ہے۔ اور دوسری طرف جہنم ہے جو شر ہی شر ہے ۔

حدیث (۵۰۹) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يُصَلِّي الصُّبْحَ وَاَحَدُنَا يَعْرِفُ جَلِيْسَهٗ وَيَقْرَأُ فِيْهَا مَابَيْنَ السِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ وَيُصَلِّي الظُّهْرَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَاَحَدُنَا يَذْهَبُ اِلٰى اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجَعَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَاقَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَلَا يُبَالِيْ بِتَاخِيْرِ الْعِشَاءِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ ثُمَّ قَالَ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ وَقَالَ مُعَاذٌ قَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ لَقِيْتُهٗ مَرَّةً فَقَالَ اَوْثُلُثِ اللَّيْلِ . الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت ابو برزہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جس میں ہم میں سے ایک آدمی اپنے ساتھی کو پہچان سکتا تھا۔ جبکہ ساٹھ سے سو آیات تک اس میں قرأۃ کر لیتا تھا۔ اور ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے جبکہ سورج ڈھل جاتا تھا۔ اور عصر اس وقت پڑھتے جب کہ ہمارا ایک آدمی مدینہ کے دور مقام میں جا کر واپس آجاتا تھا۔ ابھی تک سورج زندہ ہوتا تھا۔ یعنی اس کی تمازت باقی ہوتی تھی۔ اور مغرب کے بارے میں میں بھول گیا۔ کہ انہوں نے کیا فرمایا تھا اور عشاء رات کے تیسرے حصہ تک مؤخر کرنے میں کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ پھر نصف لیل تک فرمایا یعنی آدھی رات تک۔ شعبہ فرماتے کہ پھر ایک مرتبہ میں ابو المنہال کو ملا تو انہوں نے اوثلث الیل فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ يذهب الى اقصى المدينة اس سے بعض حضرات نے وقت عصر کے ایک مثل ہونے پر استدلال کیا ہے۔ مگر ایسے هملات سے استدلال نہیں ہو سکتا اسلئے کہ یہ تو سرعة مشی پر موقوف ہے یعنی جلدی چلنے پر۔ میرے والد صاحب بستی نظام الدین سے مدرسہ حسین بخش دہلی آدھ گھنٹہ میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جبکہ اس کی مسافت ساڑھے تین میل ہے۔ بہر حال امام بخاریؒ نے عند الزوال کی قید لگا کر ظہر کی ابتداء بیان کی ہے۔ اور ابو داؤدی کی روایت مکہ مکرمہ پر محمول ہے کیونکہ وہ اس اقلیم کے اندر واقع ہے جو خط استواء کے تحت میں نہیں ہے۔ بلکہ کچھ ہٹی ہوئی ہے۔ اتنی کہ ہر چیز کا سایہ اصلی ایك شراک کے بقدر ہوتا ہے۔ گویا عین زوال ہی ان لوگوں کے ہاں اس وقت ہے جبکہ بقدر شراك زوال ہو جائے۔

حدیث(۵۱۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالظَّهَائِرِ سَجَدْنَا عَلٰی ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ. الحدیث .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم ظہر کے وقت آپؐ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو گرمی سے بچنے کیلئے ہم اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے۔

باب تَاخِيْرِ الظُّهْرِ اِلَى الْعَصْرِ

ترجمہ۔ ظہر کی نماز کو عصر تک پیچھے کرنا

حدیث(۵۱۱) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى بِالْمَدِيْنَةِ سَبْعًا وَّثَمَانِيًا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فَقَالَ اَيُّوْبُ لَعَلَّهٗ فِيْ لَيْلَةٍ مَّطِيْرَةٍ قَالَ عَسٰى . الحدیث..

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ میں سات اور آٹھ رکعات ظہر عصر اور مغرب عشاء ادا فرمائی۔ ایوب راوی فرماتے ہیں کہ شاید یہ بارش والی رات کا واقعہ ہے۔ ایوب نے لعل کی بجائے عسی کہا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ اس جگہ جمع صوری مراد ہے۔ تاکہ جمع کرنا امت پر آسان ہو تنگی نہ آئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شراح فرماتے ہیں کہ مثل اور مثلین کا جھگڑا امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہیں ہے اس لئے اس کو ذکر نہیں فرمایا البتہ یہ بتلادیا کہ ظہر کا وقت عصر تک رہتا ہے اور میری رائے یہ ہے کہ اسکے ساتھ امام بخاریؒ نے تاخیر الظهر الی العصر کا جملہ بڑھا کر ان لوگوں پر رد فرمادیا ہے جو ما بین الظهر و العصر وقت مشترک یا وقت مہمل مانتے ہیں۔ مشترک ماننے والوں پر اس طرح رد ہو گیا کہ ظہر کا وقت عصر تک رہتا ہے۔ یہ نہیں کہ ظہر اور عصر کے درمیان اشتراک ہے۔ اور قائلین با لوقت المهمل پر اس طرح رد ہوا کہ جب منتھائے وقت ظہر عصر تک ہے تو بیچ میں وقت مہمل کہاں ہو گا۔ اور بہت ممکن ہے کہ یہ ترجمہ شارحہ ہو کیونکہ روایت الباب میں صلی بالمدینة سبعا وثمانیا سبعاً سے مراد مغرب اور عشاء ہے اور ثمانیاً سے ظہر اور عصر ہے تو چونکہ ظاہر حدیث کے لفظ سے شبہ ہو سکتا تھا کہ مثلاً ظہر عصر وقت عصر میں پڑھ لی۔ یا اس کا برعکس۔ اسی طرح مغرب اور عشاء مغرب کے وقت پڑھ لی ہو۔ یا علی العکس۔ تو تنبیہ فرمادی کہ یہ صورت نہیں۔ بلکہ ظہر کو عصر تک مؤخر فرمادیا۔ پھر عصر پڑھی تو جمع صوری ہوئی۔ امام بخاریؒ نے مثل اور مثلین کے مسئلہ کو چھیڑا ہی نہیں کیونکہ ان کے نزدیک مثل کی طرح مثلین والوں کا قول بھی پختہ ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ جہاں تک دلائل کا تعلق ہے وہاں مثلین راجح ہے۔ اور اس پر بہت سے دلائل مل جائیں گے۔ مثلاً ایک یہ کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں پوری مملکت میں ہر شخص کے لئے یہ اعلان کر دیا تھا کہ صل الظهر اذا كان ظلك مثلك کہ ظہر کی نماز اس وقت ادا کرو جبکہ تمہارا سایہ

ایک مثل تک ہو۔ وصلی العصر اذا کان ظلك مثليك اور عصر اس وقت ادا کرو جبکہ تمہارا سایہ دو مثل تک پہنچے۔ اس سے صراحۃً صاف معلوم ہو گیا کہ جب سایہ مثلین ہو جائے تو عصر کی نماز پڑھو۔ یعنی عصر کا وقت اب شروع ہوا ہے۔ اور ظہر کا وقت اب ختم ہوا ہے اور یہ اعلان صحابہؓ کی موجودگی میں ہوا کسی نے نکیر نہیں کی۔ گویا کہ اجماع سکوتی ہو گیا۔ تو اگر مثلین تک وقت ظہر نہ ہو تا تو گویا حضرت عمرؓ نے سب کو قضا نمازیں پڑھوائیں۔ صلی بالمدينة سبعا وثمانيا حضور اکرم ﷺ نے یہ جمع مدینہ کے اندر فرمایا ہے۔ حنابلہ اور بعض علماء نے یہ عذر پیش کیا کہ یہ جمع بارش کی وجہ سے تھا لیکن جمہور کے نزدیک جمع مطر کوئی چیز نہیں۔ اب یہ کہ پھر یہ جمع کیوں ہوئی۔ تو امام بخاریؒ نے بتلادیا کہ بھائی یہاں جمع حقیقی نہیں تھی۔ بلکہ ظہر کو مؤخر کر کے اور عصر کو مقدم کر کے نماز پڑھی گئی تھی۔ تو گویا اس جگہ جمع صوری مراد ہے۔ اب حنفیہؒ یہ کہتے ہیں کہ جب یہاں جمع صوری مراد ہے کہ اگر ہم سفر کے اندر جمع صوری مراد لیں تو کیا تعذر ہے۔ امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب کے اندر دعویٰ کیا ہے کہ میں نے اپنی کتاب میں کوئی حدیث ایسی ذکر نہیں کی جو کسی نہ کسی کا معمول بہا نہ ہو سوائے دو حدیثوں کے جن پر کسی کا عمل نہیں۔ ایک تو یہی حدیث باب ہے دوسری وہ حدیث ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص چوتھی مرتبہ شراب پی لے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔ میرے نزدیک ان دونوں حدیثوں پر بھی حنفیہؒ کا عمل ہے۔ کیونکہ ہم لوگوں نے اس سے جمع صوری مراد لی ہے۔ اور دوسری حدیث سے سیاسۃً قتل کرنا مراد لیا ہے۔ لہٰذا اب یہ دونوں حدیثیں ہماری معمول بہا ہو گئیں۔

بَاب وَقْتِ الْعَصْرِ
ترجمہ۔ عصر کی نماز کا وقت کون سا ہے

حدیث (۵۱۲) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ اَنَّ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عصر کی نماز ایسے وقت پڑھتے تھے کہ دھوپ ابھی ان کے حجرہ سے نہیں نکلی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ جملہ احناف کی دلیل ہے یا غیر احناف کی امام طحاویؒ نے اس کو تاخیر عصر کے مسئلہ پر احناف کی دلیل قرار دیا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ دونوں کا احتمال ہے۔ اس لئے کہ اگر حجرہ کی دیوار چھوٹی اور صحن چوڑا ہو تو یہ تاخیر کی دلیل بن جائے گی۔ اگر دیواریں لمبی ہوں اور صحن چھوٹا ہو تو تعجیل کی دلیل بن جائے گی۔ کیونکہ پہلی صورت میں دھوپ دیر تک باقی رہے گی۔ اور دوسری صورت میں دھوپ جلدی چلی جائے گی۔ مگر حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ میں حضرت ام سلمہؓ کے گھر جایا کرتا تھا اور ہاتھ اٹھاتا تو وہ چھت سے جالگتا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ دیواریں قد آدم تھیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ صحن بالکل ذرا سا تو ہو گا نہیں۔ اس میں غسل کی جگہ بھی ہو گی۔ گرمی میں لیٹنے کی اور کھانا پکانے کی جگہ بھی ہو گی۔

حدیث (۵۱۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ صَلَّی الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِیْ حُجْرَتِھَا لَمْ یَظْھَرِ الْفَیْءُ مِنْ حُجْرَتِھَا . . . . .

رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز اس وقت پڑھی جب کہ دھوپ انکے حجرہ میں تھی یعنی سایہ ان کے حجرہ سے ظاہر نہیں ہوا تھا۔

حدیث (۵۱۴) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ الخ عَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّیْ صَلٰوۃَ الْعَصْرِ وَالشَّمْسُ طَالِعَۃٌ فِیْ حُجْرَتِیْ وَلَمْ یَظْھَرِ الْفَیْءُ بَعْدُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰہِ وَقَالَ مَالِکٌ وَّیَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ وَّشُعَیْبٌ وَّابْنُ اَبِیْ حَفْصَۃَ وَالشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ تَظْھَرَ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عصر کی نماز اس حال میں ادا فرماتے تھے کہ دھوپ ابھی میرے حجرہ میں ظاہر ہوتی تھی۔ اور سایہ ابھی تک ظاہر نہیں ہوا تھا۔ اور امام مالک وغیرہ فرماتے ہیں کہ دھوپ سورج ظاہر ہونے سے پہلے پہلے پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ والشمس قبل ان تظھر اس جملہ۔ اور جملہ والشمس طالعۃ فی حجرتی کے اندر کوئی تضاد نہیں۔ اس لئے کہ طلوع کے لئے عدم ظہور لازم ہے۔ جب تک حجرے کے اندر دھوپ رہے گی دیواروں پر نہ جائے گی۔ امام بخاریؒ کا مقصد بھی اس جملہ کو ذکر فرما کر اختلاف الفاظ کی طرف اشارہ کرتا ہے نہ کہ کسی تعارض کی طرف ۔

حدیث (۵۱۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبِیْ بَرْزَۃَ الْاَسْلَمِیِّ فَقَالَ لَہٗ اَبِیْ کَیْفَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُصَلِّی الْمَکْتُوْبَۃَ فَقَالَ کَانَ یُصَلِّی الْھَجِیْرَ الَّتِیْ تَدْعُوْنَھَا الْاُوْلٰی حِیْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَیُصَلِّی الْعَصْرَ ثُمَّ یَرْجِعُ اَحَدُنَا اِلٰی رَحْلِہٖ فِیْ اَقْصَی الْمَدِیْنَۃِ وَالشَّمْسُ حَیَّۃٌ وَّنَسِیْتُ مَا قَالَ فِی الْمَغْرِبِ وَکَانَ یَسْتَحِبُّ اَنْ یُّؤَخِّرَ مِنَ الْعِشَآءِ الَّتِیْ تَدْعُوْنَھَا الْعَتَمَۃَ وَکَانَ یَکْرَہُ النَّوْمَ قَبْلَھَا وَالْحَدِیْثَ بَعْدَھَا وَکَانَ یَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ حِیْنَ یَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِیْسَہٗ وَیَقْرَاُ بِالسِّتِّیْنَ اِلَی الْمِائَۃِ. الحدیث . . . . .

ترجمہ۔ حضرت سیار بن سلامۃ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا باپ حضرت ابوبرزہ اسلمیؓ کے پاس پہنچے تو میرے باپ نے ان سے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرضی نماز کیسے پڑھتے تھے فرمایا ظہر کی وہ نماز جسے تم لوگ اولیٰ کہتے ہو اس وقت پڑھتے تھے جبکہ سورج ڈھل جاتا تھا۔ اور عصر پڑھ کر ہمارا ایک آدمی مدینہ کی انتہائی آخر میں اپنے گھر واپس آجاتا تھا۔ اور سورج ابھی زندہ یعنی روشن ہوتا تھا۔ مغرب کے بارے میں میں بھول گیا کہ انہوں نے کیا فرمایا۔ اور عشا کی وہ نماز جسے تم لوگ عتمہ کہتے ہو اس میں آپؐ تاخیر کو پسند فرماتے تھے۔ اور اس نماز سے پہلے سونا اور اس کے بعد باتیں کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور فجر کی نماز پڑھ کر ہر شخص اس وقت واپس ہوتا تھا جبکہ آدمی اپنے ساتھی کو پہچان سکتا تھا۔ حالانکہ ساٹھ سے سو آیات پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یکرہ النو م قبلھا الخ تاکہ فجر اور تہجد فوت نہ ہو جائے۔یا یہ باتیں کرنا اہل جاہلیۃ کی عادتوں میں سے ہے یا اس لئے کہ صحیفہ اعمال کا خاتمہ عبادت پر ہو۔ کا ن یتنفل من صلوۃ الغداۃ الخ حضور اکرم ﷺ اس وجہ سے اندھیرے میں صبح کی نماز ادا فرماتے تھے کیونکہ انصار کھیتی پیشہ تھے۔اور زراعت پیشہ لوگ اس کو پسند کرتے ہیں کہ سویرے سویرے اپنے باغات میں پہنچ جایا کریں۔اس طرح انصار یہ بھی چاہتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز بھی پڑھا کریں۔اسلئے حضور اکرم ﷺ ان کی رعایت میں نماز کو مقدم فرماتے تھے۔اور غلس میں پڑھتے تھے۔اور اسی طرح عصر کی نماز تقدیم کے ساتھ ادا کرتے تھے تاکہ اہل عوالی نوبت نوبت مدنہ میں آتے تھے۔وہ سویرے سے اپنے گھروں کو پہنچ جایا کریں اور عشا تاخیر سے ادا فرماتے تھے اسلئے کہ اہل زراعت دیر میں آتے تھے۔

حدیث(۵۱۶)حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُسْلَمَةَ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ كُنَّا نُصَلِّی الْعَصْرَ ثُمَّ يَخْرُجُ الْاِنْسَانُ اِلٰى بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَيَجِدُهُمْ يُصَلُّوْنَ الْعَصْرَ ......

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز پڑھتے تھے اس کے بعد جب کوئی انسان بنو عمرو بن عوف میں جاتا تو وہ ابھی عصر پڑھ رہے ہوتے تھے۔

حدیث(۵۱۷)حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ الخ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ يَقُوْلُ صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الظُّهْرَ ثُمَّ خَرَجْنَا حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّی الْعَصْرَ فَقُلْتُ يَا عَمِّ مَا هٰذِهِ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ صَلَّيْتَ قَالَ الْعَصْرُ وَهٰذِهِ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الَّتِیْ كُنَّا نُصَلِّیْ مَعَهٗ ......

ترجمہ۔ حضرت ابو بکر بن عثمانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو امامہؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ہم نے حضرت خلیفہ راشد عمر بن عبد العزیزؒ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی فراغت کے بعد وہاں سے نکل کر ہم لوگ حضرت انس بن مالکؓ کے پاس پہنچے تو ہم نے انہیں عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ تو میں نے کہا اے چچا جان! یہ کون سی نماز ہے جو ابھی آپ نے پڑھی ہے۔ فرمایا یہ عصر کی نماز ہے۔اور یہی نماز ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ پڑھا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ وجدنا ہ یصلی العصر حضرت انس بن مالکؓ نے حضور اکرم ﷺ کا اتباع فرمایا۔حنفیہؒ کہتے ہیں کہ یہ تقدیم عوارض کی وجہ سے تھی۔ جیسا کہ ابھی گذرا اور جب یہ عوارض نہیں رہے تو تقدیم بھی نہ رہی۔اس سلسلہ میں احنافؒ نے بہت سے دلائل پیش فرمائے ہیں۔صاحب ہدایہ فئی تلو ل والی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔اور علامہ عینیؒ نے دوسری روایت سے استدلال کیا ہے۔اور میرا استدلال حضرت عمرؓ کے قول سے ہے کہ انہوں نے اپنے عمال کو لکھا تھا صلی العصر اذا کا ن ظلك مثلیك تو اگر ظہر کا وقت ایک مثل پر ختم ہو جاتا ہے تو گویا کہ حضرت عمرؓ نے سارے ہی لوگوں کو اپنے زمانہ خلافت میں قضا نماز پڑھوائی۔

حالانکہ یہ بمحضر الصحابہ ہوا ہے۔ اور کسی سے اس پر نکیر منقول نہیں ہے۔ باوجودیکہ صحابہ کرام ایک چادر پر حضرت عمرؓ نے اسمعوا واطیعوا کے جواب میں انہیں یہ کہہ سکتے ہیں لا نسمع ولا نطیع ۔ نہ ہم سنیں گے اور نہ کہنا مانیں گے۔ تو نماز جیسی مہتم بالشان فریضہ کے بارے میں یہ حضرات انکار نہ کریں یہ تو بہت عجیب ہے اور بعید بات ہے۔ تدعونها العتمہ۔ چونکہ عشا کا اطلاق مغرب وعشا دونوں پر ہوتا ہے۔ تو مغرب کے ابہام کو دفع کرنے کے لئے یہ جملہ بڑھادیا کہ عشا سے مراد مغرب نہیں۔ بلکہ وہ عشا مراد ہے جس کو تم عتمہ کہتے ہو۔ الحدیث بعدها میں وعظ ونصیحت درس تدریس بیوی وغیرہ سے بات کرنا یہ سب اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یفعل من صلوۃ الغداۃ صبح کی نماز بہت اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ اس کے اندر شوافع اور احناف کا اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک غلس کے اندر اور ہمارے نزدیک اسفار میں۔ اولیٰ ہے شوافع کا مستدل یہ غلس والی روایات ہیں۔ اور احناف کا مستدل اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر والی روایت ہے جس میں اسفار میں نماز پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ یخرج الانسان ابی بنی عمرو بن عوف دارقطنی نے اس پر تنقید کی ہے اور اس کو منتقدات بخاری سے شمار کیا ہے کیونکہ بنو عمرو بن عوف غلط ہے۔ ایسی ہی جس روایت میں قبا کا لفظ آیا ہے۔ وہ بھی غلط ہے۔ اصل لفظ العوالی ہے۔

حدیث (۵۱۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍؓ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَذْهَبُ الذَّاهِبُ مِنَّا اِلٰى قُبَاءٍ فَيَاْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ ہم سے جانے والا قبا کی طرف جاتا تھا تو ابھی سورج اونچا ہوتا تھا۔

حدیث (۵۱۹) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ (الخ) حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلَى الْعَوَالِيْ فَيَاْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ وَبَعْضُ الْعَوَالِيْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَمْيَالٍ اَوْ نَحْوِهٖ . الحدیث ......

ترجمہ۔ حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے انس بن مالکؓ نے حدیث بیان کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ عصر ایسے وقت میں ادا کرتے تھے کہ سورج اونچا اور روشن ہوتا تھا۔ جانے والا عوالی مدینہ کی طرف جاتا تو وہ ان کے پاس ایسے وقت پہنچتا جبکہ سورج اونچا ہوتا تھا۔ اور بعض عوالی مدینہ منورہ سے چار میل یا اس کے برابر ہوتے تھے۔

باب اِثْمِ مَنْ فَاتَتْهُ الْعَصْرُ

ترجمہ۔ اس شخص کے گناہ کا بیان جس سے عصر کی نماز چوک جائے۔

حدیث(۵۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الَّذِیْ تَفُوْتُهٗ صَلٰوۃُ الْعَصْرِ فَکَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَقَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ یَتِرَکُمْ وَتَرْتُ الرَّجُلَ قَتَلْتَ لَهٗ قَتِیْلًا وَاَخَذْتَ مَالَهٗ . الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص سے عصر کی نماز فوت ہو جائے پس گویا کہ اس کا اہل اور مال ہلاک ہو گیا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں یترکم وترت الرجل اس وقت بولتے ہیں جب تو کسی کا آدمی قتل کر دے اور اس کا مال بھی لوٹ لے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ من یترکم چونکہ حدیث پاک میں وتر اهله وماله آیا ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے سورۃ محمد کی آیت شریفہ لن یترکم اعمالکم کی طرف اشارہ فرمادیا کہ وہ بھی اسی معنی میں ہے حدیث وتر اهله وماله اس لئے فرمایا گیا عموماً نماز عصر ان دونوں چیزوں کی وجہ سے قضا ہوتی ہے۔ فوت ہونے کے معنی ہیں بلا عمد کے چھوٹ جانا۔ اور ترک کے معنی قصد اور عمداً چھوڑنا لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے۔ کہ جب فوت بلا عمد کے ہوا تو اس پر اثم کیوں ہے اس کا جواب میرے ذہن میں یہ ہے کہ اثم کا لفظ لا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے وتر اهله وماله کی وعید جو آئی ہے تو یہ تشبیہ دراصل اخروی نقصان کے اندر ہے۔ اگرچہ ظاہراً دنیاوی نقصان معلوم ہوتا ہے۔

باب اِثْمِ مَنْ تَرَکَ الْعَصْرَ

ترجمہ۔ جس شخص نے عمداً عصر کی نماز نہ پڑھی اس کے گناہ کا بیان۔

حدیث(۵۲۱) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الخ عَنْ اَبِی الْمَلِیْحِ قَالَ کُنَّا مَعَ بُرَیْدَۃَ فِیْ غَزْوَۃٍ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ غَیْمٍ فَقَالَ بَکِّرُوْا بِصَلٰوۃِ الْعَصْرِ فَاِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ تَرَکَ صَلٰوۃَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو الملیح فرماتے ہیں کہ ایک لڑائی میں ہم حضرت بریدہؓ کے ہمراہ تھے ایسے دن میں جو بادل والا تھا تو آپ نے فرمایا کہ عصر کی نماز میں جلدی کرو۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے جس نے عصر کی نماز جان بوجھ کر چھوڑی تو اس کے عمل باطل ہو جائیں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح کی رائے یہ ہے کہ یہ ترجمہ زائد ہے۔ اسلئے کہ فوات ہر قسم کے فوات کو شامل ہے۔ چاہے وہ فوات عن الجماعة ہو یا فوات عن الوقت المستحب ہو۔ لیکن میرے نزدیک امام بخاریؒ نے ترجمتین سے ایک لطیف شی کی طرف اشارہ فرمادیا۔ وہ یہ کہ باب اول کی روایت میں وُتر اهله وماله آیا ہے۔ اور اس باب کی روایت میں فقد حبط عمله آیا ہے ۔ حبط اعمال مال ودولت اور اہل وعیال کے چھن جانے سے بہت اشد ہے۔ تو چونکہ دونوں وعیدیں شدید ہیں اور ان میں ایک بہت اشد تھی۔

اور اس کے مقابلہ میں دوسری اھون ہے تو دونوں کے لئے مستقل ترجمہ منعقد فرمادیا۔ نیز! چونکہ اہل وعیال اور مال کے چھن جانے کی وعید اھون تھی اس کے لئے الفوات کا ترجمہ باندھا۔ جس کے اندر عدم اختیار کے معنی غالب ہیں اور حبط عمل کی وعید اہم تھی اس پر ترک ترجمہ باندھا جس کے اندر قصد کے معنی پائے جاتے ہیں۔ تو گویا ارشاد فرمادیا کہ مال واہل کے چھن جانے کی خبر تو اس وقت ہے جبکہ بلا قصد ہو جائے اور اگر قصد سے ہو تو پھر حبط عمل تک پہنچ جانے کا خوف ہے۔ اب اس کے بعد سنو! کہ اس میں اختلاف ہے کہ فوت سے کیا مراد ہے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں قیل الفوات عن الوقت المستحب. وقیل عن الجماعة . وقیل عن الوقت کاملا ناسیاً۔

باب فضل صلوة العصر

ترجمہ۔ عصر کی نماز کی فضیلت

حدیث (۵۲۲) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ الخ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً فَقَالَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَاتُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَءَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ قَالَ اِسْمٰعِيْلُ اِفْعَلُوْا لَاتَفُوْتَنَّكُمْ ......

ترجمہ۔ حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ آپؐ نے ایک رات چاند کی طرف نظر اٹھائی پھر فرمایا کہ عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھوگے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ جس کے دیکھنے میں کوئی بھیڑ بھاڑ نہیں کرتے۔ البتہ اگر تم کر سکتے ہو تو سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھنے پر مغلوب نہ ہو جاؤ بلکہ ضرور کرو۔ پھر اس کی تائید میں یہ آیت پڑھی کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرو۔ اسماعیل نے افعلوا کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ کہیں یہ نماز تم سے چھوٹ نہ جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح یہ اشکال کرتے ہیں کہ روایت اور آیت کے اندر عصر اور فجر دونوں کا ذکر ہے۔ پھر عصر کی تخصیص کی کیا وجہ ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ کا مطلب ہے با ب فضل صلوة العصر علی سائر الصلوت الاالفجر اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ سرابیل تقیکم الحر ای والبرد کے قبیلہ سے ہے۔ یہاں پر بھی والفجر محذوف ہے۔ مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کہ حضرات کو اشکال کیوں پیش آرہا ہے۔ کیونکہ فضل فجر کا باب مستقل آرہا ہے۔ اور یہی روایت وہاں بھی ذکر فرمائی ہے۔ اور یہاں پر صرف صلوٰة العصر کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کیونکہ یہاں پر ابو اب العصر چل رہے ہیں۔ اور آگے جب ابو اب الفجر آئیں گے تو فجر کا فضل بتلائیں گے انکم سترون ربکم اہل سنت والجماعت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی رؤیت جنت میں ہونا مرحق ہے۔

چونکہ اشکال ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں ساری مخلوق اس کو کیسے دیکھے گی۔ تو بتلا دیا کما ترون القمر یعنی جس طرح قمر کی رؤیت عام ہے اس کی بھی عام ہوگی۔ فسبح بحمد ربك اس آیت شریفہ سے حناف استدلال فرماتے ہیں کہ فجر میں اسفار ہونا چاہیئے اس لئے کہ ان کا قاعدہ ہے کہ وہ ایسی روایت لیتے ہیں جو اوفق با لقرآن ہو۔ چونکہ قبل طلوع الشمس فرمایا ہے۔ اس لئے اس کا مطلب یہی ہے کہ اسفار میں ہو کیونکہ محاورات میں جب یوں کہتے ہیں کہ مجھے سورج طلوع ہونے سے پہلے ملنا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اندھیرے میں ملنا۔

حدیث(۵۲۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ یَتَعَاقَبُوْنَ فِیْكُمْ مَلٰئِكَةٌ بِاللَّیْلِ وَمَلٰئِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَیَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ یَعْرُجُ الَّذِیْنَ بَاتُوْا فِیْكُمْ فَیَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ كَیْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِیْ فَیَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَا هُمْ وَهُمْ یُصَلُّوْنَ وَاَتَیْنَاهُمْ وَهُمْ یُصَلُّوْنَ. الحدیث ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات اور دن کے فرشتے نوبت بنوبت تمہارے درمیان آتے ہیں۔ اور صبح اور عصر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں پھر وہ فرشتے جنہوں نے تمہارے پاس رات گذاری وہ اوپر کو چڑھ جاتے ہیں تو ان سے ان کا رب پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان بندوں کو خوب جاننے والا ہے کہ تم میرے بندوں کو کیسے چھوڑ کر آئے تو وہ فرشتے کہتے ہیں کہ جب ہم ان کو چھوڑ کر آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور جب ان کے پاس پہنچے تو بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یتعاقبون الخ یہ کون سے ملائکہ ہیں۔ ملائکہ حفظہ ہیں یا ملائکہ کاتبین۔ اس میں دونوں قول ہیں جمہور کے نزدیک ان ملائکہ سے کاتبین مراد ہیں جو اعمال نامے پر مقرر ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس سے خاص جماعت فرشتوں کی مراد ہے جو محض جماعت کی نماز میں شرکت کرنے کے لئے نازل ہوتے ہیں۔ وهو اعلم بهم اللہ تعالیٰ اس لئے دریافت فرماتے ہیں کہ آخرت کا معاملہ دنیاوی معاملات کی طرح ہے۔ شاید خفیہ پولیس والے فرشتے سب کچھ وہاں وہی ہوں گے جو دنیاوی عدالتوں میں ہوتے ہیں۔ اور صوفیا نے اس سے تصوف کا ایک مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ جب حجامت ہوائے تو وضو کرلے تاکہ بال وغیرہ طہارت کی حالت میں جدا ہوں۔

باب مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوْبِ

ترجمہ۔ غروب سے پہلے جس شخص نے عصر کی ایک رکعت پالی اس کا کیا حکم ہے

حدیث(٥٢٤) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَدْرَكَ اَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلٰوتَهٗ وَاِذَا اَدْرَكَ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلٰوتَهٗ الحديث....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک عصر کی نماز کا ایک سجدہ سورج غروب ہونے سے پہلے پالے تو وہ اپنی نماز کو پورا کرے۔ اسی طرح جب صبح کی نماز کا ایک سجدہ سورج طلوع ہونے سے پہلے پالے تو اپنی نماز کو پورا کرے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ یہاں ادراک صلوۃ وعدم ادراک کی بحث نہیں۔ بلکہ باب المواقیت ہے اس میں اختلاف ہے کہ آیا عصر کا وقت غروب تک ہے یا نہیں۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ بعد الاصفرار قبل الغروب عصر کا وقت باقی رہتا ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس بارے میں تین روایات لائے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر کا وقت غروب شمس تک باقی رہتا ہے۔ جیسے فجر کا وقت طلوع شمس تک ہے۔ بعض شوافع بعد الاصفرار کے وقت عصر کے قائل نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ سنو! حدیث کے الفاظ یہ ہیں من ادرک رکعة من العصر الخ باجماع امت یہ حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہے۔ اس لئے رواۃ نے فلیضعف الیھا اور فلیتمھا جیسے الفاظ کو روایت بالمعنی کے طور پر ذکر فرمایا ہے۔ اب حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ آپ حضرات نے جو معنی لئے ہیں وہ احادیث نہی کے خلاف ہیں۔ لہذا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس کو قضاء پڑھے تو ایک رکعت پر اکتفانہ کرے جس پر وہ قادر تھا۔ بلکہ اس میں دوسری رکعت ملالے اور پوری نماز پڑھے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ باب الامامۃ کے متعلق ہے یعنی اگر کوئی امام کے ساتھ شریک ہو اور رکعت چھوٹ گئی ہو تو اس کو پوری پڑھ لے۔ اور یہ سمجھ کر کہ حضور اقدس ﷺ نے بعد العصر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور امام کے ساتھ پڑھنے کے بعد بعد العصر ہو گیا ایک رکعت پر اکتفانہ کرے کیونکہ یہ بعد العصر نہیں ہوا۔ اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک رکعت امام کے ساتھ مل گئی تو ساری مل گئی۔ لہذا اپنی نماز پوری کرے۔ حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ ادراک وقت پر محمول ہے۔ یعنی اگر حائض طاہر ہوئی۔ یا صبی بالغ ہوا۔ اور بعد الطھارۃ وبعد البلوغ ایک ہی رکعت کا وقت ملا تو یہ سمجھ کر نماز چھوڑنہ دے کہ مجھے تو صرف ایک رکعت کا وقت ملا نماز ادا نہ کرے یہ غلط ہے۔ میری اس تقریر پر کوئی اشکال نہیں ہوتا۔ لیکن اگر یہ تقریر اس طرح کی جائے کہ اس حدیث کا تقاضا تو جواز کا ہے۔ احادیث نہی منع کو چاہتی ہیں۔ لہذا اب ہم قیاس سے ترجیح دیں گے اور قاعدہ یہ ہے کہ محرم کو مبیح پر ترجیح ہوتی ہے تو احادیث نہی کو ترجیح ہوگی۔ تو اس پر اشکال ہوتا ہے کہ تم نے بھی عصر یومہ کو خاص کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب روایات میں تعارض ہو تو قیاس کی طرف رجوع کیا جائے گا اور قیاس عصر کے

جواز کا مقتضی ہے۔ اس لئے کہ وہ ناقص وقت ہونے کی وجہ سے ناقص ہی واجب ہوئی۔ لہذا وقت ناقص میں ادا ہو جائے گی۔ اور فجر نماز کامل واجب ہوئی اور اب وقت ناقص ہے۔ تو کامل ناقص وقت میں کیسے ادا ہو گی۔

حدیث (۵۲۵) حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِیْزِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّمَا بَقَاءُ کُمْ فِیْمَا سَلَفَ قَبْلَکُمْ مِّنَ الْاُمَمِ کَمَا بَیْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ اُوْتِیَ اَهْلَ التَّوْرٰةِ التَّوْرٰتَهٗ فَعَمِلُوْا حَتّٰی اِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوْا فَاُعْطُوْا قِیْرَاطًا قِیْرَاطًا ثُمَّ اُوْتِیَ اَهْلُ الْاِنْجِیْلِ الْاِنْجِیْلَ فَعَمِلُوْا اِلٰی صَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوْا فَاُعْطُوْا قِیْرَاطًا قِیْرَاطًا ثُمَّ اُوْتِیْنَا الْقُرْاٰنَ فَعَمِلْنَا اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ فَاُعْطِیْنَا قِیْرَاطَیْنِ قِیْرَاطَیْنِ فَقَالَ اَهْلُ الْکِتَابَیْنِ اَیْ رَبَّنَا اَعْطَیْتَ هٰؤُلَاءِ قِیْرَاطَیْنِ قِیْرَاطَیْنِ وَاَعْطَیْتَنَا قِیْرَاطًا قِیْرَاطًا وَّنَحْنُ کُنَّا اَکْثَرَ عَمَلًا قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هَلْ ظَلَمْتُکُمْ مِّنْ اَجْرِکُمْ مِّنْ شَیْءٍ قَالُوْا لَا قَالَ وَهُوَ فَضْلِیْ اُوْتِیْهِ مَنْ اَشَاءُ الحدیث .

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ تمہاری نسبت پہلی امتوں کے مقابل میں ایسے ہے جیسے نماز عصر سے غروب شمس کے درمیان کا وقفہ ہے۔ تورات والوں کو تورات دی گئی تو انہوں نے نصف النہار تک اس پر عمل کیا پھر وہ تھک گئے تو ان کو ایک ایک قیراط اجرت دی گئی۔ پھر انجیل والوں کو انجیل ملی تو انہوں نے نماز عصر تک عمل کیا۔ پھر تھک گئے۔ ان کو بھی ایک ایک قراط اجرت میں دیا گیا۔ پھر ہمیں قرآن مجید ملا ہم نے غروب شمس تک عمل کیا ہمیں دو دو قیراط ملے۔ تو دونوں کتاب والوں نے اعتراض کیا۔ کہ اے ہمارے رب آپ نے ان قرآن والوں کو دو دو قیراط اجرت دی اور ہمیں ایک ایک قراط ملا حالانکہ ہمارا عمل ان سے اکثر ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا کہ کیا میں نے تمہاری اجرت میں سے کوئی کمی کی ہے انہوں نے کہا نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہوں زیادہ دے دوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ انما بقائو کم الخ اس میں بقاء تو مجموعہ کے اعتبار سے ہے مگر اجر و ثواب فرد فرد کے اعتبار سے ہے چنانچہ قیراطا قیراطا کا مکرر لانا اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اور اہل کتاب اور امت محمدیہ کے عمل کا جو وقت بیان کیا گیا ہے اس سے اعمار مراد ہیں۔ کہ امت محمدیہ میں اکثریت کی عمر ۶۲ / ۷۳ سال ہوگی۔ بخلاف اہل کتاب کے کہ ان کی اعمار اکثریت کے اعتبار سے طویل تھیں۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ مثلین سے غروب شمس تک اور انتصاف النہار سے لے کر مثلین تک ان میں سے کون سا وقت زیادہ ہے۔ مثلین کے بعد تو یقیناً وقت تھوڑا رہے گا۔ مگر جمہور ائمہ پر اشکال ہے کہ مثل تک تو وقت کی اکثریت معلوم نہیں ہوتی۔ تو اس کا جواب یہی ہے کہ زوال کے بعد مثل تک تقریباً تین گھنٹہ کا فاصلہ ہوتا ہے۔ اور یہاں نصف النہار فرمایا گیا ہے۔ اور ادھر وقت العصر بھی

نہیں فرمایا گیا بلکہ صلوۃ العصر فرمایا گیا ہے۔ تو اس وقت بھی صلوۃ العصر سے غروب الشمس تک کا وقت یقیناً تھوڑا ہوگا۔ لیکن امام اعظمؒ کے قول کے مطابق یہ تکلف نہیں کرنا پڑتا کیونکہ ان کے یہاں عصر کا وقت مثلین کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اور غروب شمس تک دونوں کے مقابل میں یقیناً وقت قلیل ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ نحن اکثر عملا یہ دلیل ہے کہ عصر کی نماز میں تاخیر کرنی چاہیئے ورنہ اکثر عملاً نہ ہوگا۔

حدیث (۵۲۶) حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ الخ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَثَلُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَاجَرَ قَوْمًا يَّعْمَلُوْنَ لَهٗ عَمَلًا اِلَى اللَّيْلِ فَعَمِلُوْا اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالُوْا لَاحَاجَةَ لَنَا اِلٰى اَجْرِكَ فَاسْتَاجَرَ اٰخَرِيْنَ فَقَالَ اكْمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ وَلَكُمُ الَّذِيْ شَرَطْتُّ فَعَمِلُوْا حَتّٰى اِذَا كَانَ حِيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ قَالُوْا لَكَ مَا عَمِلْنَا فَاسْتَاجَرَ قَوْمًا فَعَمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَكْمَلُوْا اَجْرَ الْفَرِيْقَيْنِ . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ مسلمانوں یہود اور نصاریٰ کا حال ایسا ہے جیسے کہ کسی شخص نے کچھ لوگوں کو ایک کام کیلئے رات تک اجرت پر اجیر رکھا۔ وہ دوپہر تک کام کرتے رہے پھر کہنے لگے اب تو ہمیں تیری اجرت کی ضرورت نہیں ہے اس نے کچھ اور لوگ اجرت پر رکھے کہ تم لوگ دن کے باقی حصہ میں کام مکمل کردو تو تمہیں وہی اجرت ملے گی جو میں نے مقرر کی ہے۔ انہوں نے کچھ وقت تک کام کیا یہاں تک کہ جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو کہنے لگے بس ہمارا تو وہی عمل آپ کے لئے ہے جو ہم کر چکے۔ پھر اس نے کچھ اور لوگ مزدوری پر لئے۔ انہوں نے دن کے باقی حصہ میں عمل کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا تو انہوں نے دونوں گروہوں کی اجرت کو سمیٹ لیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ فقالوا لاحاجة لنا الی اجرك الخ علماء کی رائے ہے کہ دونوں روایتیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ روایت سابقہ کے اندر عجز وا آیا ہے۔ اور اس روایت میں فقالوا لاحاجة لنا الی اجر ك کہہ دیا۔ مشائخ نے دونوں کے درمیان جمع اس طرح کردیا کہ اول میں ان کے صلحا کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اور دوسرے میں ان کے برے لوگوں کا ذکر ہے۔

باب وَقْتِ الْمَغْرِبِ وَقَالَ عَطَاءٌ يَجْمَعُ الْمَرِيْضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ ! ---

ترجمہ۔ مغرب کی نماز کا وقت۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ مریض آدمی مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کرسکتا ہے۔

حدیث (۵۲۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الخ

ترجمہ۔ حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ

قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ ابْنَ خُدَيْجٍ يَقُوْلُ كُنَّا نُصَلِّى الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَيَنْصَرِفُ اَحَدُنَاوَاِنَّهٗ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهٖ . الحديث .....

کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مغرب کی نماز ادا کرتے تھے جب ہم میں سے کوئی نماز سے فارغ ہو کر واپس آتا تو وہ تیروں کے پڑنے کی جگہ کو دیکھتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ حضرت عطاؒ کے قول میں وقت مغرب کا کہیں ذکر نہیں تو پھر اسے یہاں ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے۔ تو کہا جائے گا کہ وقت مغرب میں اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کا قول جدید اور امام مالکؒ کے قول کے یہاں وقت میں تنگی ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک وقت مغرب شفق تک رہتا ہے۔ مصنفؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ چنانچہ روایت ایسی لائے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمع صوری بین المغرب والعشاء جائز ہے۔ اگر مغرب کا وقت مضیق ہوتا تو پھر یہ جمع صوری نہ ہوتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام شافعیؒ کے مشہور قول پر مغرب کا وقت اتنا ہے کہ تین رکعات یا پانچ رکعات یعنی تین فرض اور دو سنتیں پڑھ سکے۔ اور جمہور کے نزدیک مغرب کا وقت غروب شفق تک رہتا ہے اور غروب شفق کے بعد معاً عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہے حضرت امام بخاریؒ اس باب سے امام شافعیؒ کے مشہور قول پر رد فرما رہے ہیں۔ کہ جناب حضرت عطا بن لباحؒ نے مغرب اور عشا کو جمع فرمایا اگر مغرب کا وقت صرف تین رکعات یا پانچ رکعات کے مقدار ہوتا تو جمع کیسے ہو جاتا۔ اس لئے کہ جمع صوری وقت موسع میں ہو سکتا ہے۔ شفق کا جھگڑا کہ وہ حمرۃ ہے یا بیاض حضرت امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہ تھا جیسے مثل اور مثلین اس لئے اس سے تعرض نہیں فرمایا کنا نصلی المغرب مغرب کے بعد نبل زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ تک نظر آسکتے ہیں۔ اور یہ حضرات اپنے گھروں کو آتے تھے پھر مواقع نبل دیکھتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ حضرات بڑے سریع الیسر تھے۔ اب عصر کی نماز میں خود سمجھ لو کہ۔ اگر وہ حضرات اپنے گھروں کو سورج زرد ہونے سے پہلے پہنچ جاتے ہوں تو کیا بعید ہے۔ رہ گئی حضرت انسؓ کی وہ روایت جس میں آتا ہے کہ کنا نصلی العصر ثم یخرج الانسان الی بنی عمرو بن عوف الخ تو یہ ہم پر وارد نہیں ہوتی۔ کیونکہ ممکن ہے کہ یہ لوگ پندرہ منٹ بعد پڑھتے ہوں اور حضور اقدس ﷺ کو ان کے اس طرح پڑھنے کا علم نہ ہوا ہو۔ اس لئے آپؐ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

حدیث (۵۲۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وبْنِ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَدِمَ الْحَجَّاجُ فَسَاَلْنَا جَابِرَ ابْنَ عَبْدِاللّٰهِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّى الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ وَّالْمَغْرِبَ اِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ

ترجمہ۔ حضرت محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ جب حجاج ثقفی آیا تو ہم نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے اوقات نماز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ سخت گرمی کے وقت ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جبکہ سورج خوب صاف اور خالص ہوتا تھا اس میں

اَحْیَانًا اِذَا رَاٰھُمْ اجْتَمِعُوْا عَجَّلَ وَاِذَا رَاٰھُمْ اَبْطَأُوْ اَخَّرَو الصُّبْحَ کَانُوْا اَوْکَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّیْھَا بِغَلَسٍ . الحدیث .....

اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں تھا۔ اور مغرب اس وقت پڑھتے تھے جب سورج غروب ہو جاتا اور عشا کو کبھی دیر سے اور کبھی جلدی پڑھتے تھے جب دیکھتے تھے کہ لوگ جمع ہو گئے ہیں تو جلدی کرتے اور جب دیکھتے کہ لوگوں نے دیر کر دی ہے تو نماز پیچھے کر دیتے اور صبح کی نماز کو صحابہ کرامؓ یا جناب نبی اکرم ﷺ خوب اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قدم الحجاج چونکہ امراء بنو امیہ نماز تاخیر سے پڑھا کرتے تھے اس لئے جب حجاج آیا تو انہوں نے حضرت جابرؓ سے صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ کے متعلق سوال کیا تاکہ اس امیر کو نصیحت ہو۔ والمغرب اذا وجبت اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں کہ مغرب کا وقت غروب شمس کے فوراً بعد شروع ہو جاتا ہے۔ والعشاء احیانا واحیانا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کبھی نماز عشاء جلدی سے پڑھتے اور کبھی دیر سے ادا فرماتے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرات انصار زراعت پیشہ تھے اور مہاجرین تجارت پیشہ۔ مگر وہ انصار کے مقابل میں کم تھے۔ اور میں نے پہلے بھی بتلایا ہے کہ بہت سی احادیث کا مطلب مشائخ کو دیکھ کر سمجھ میں آتا ہے۔ وہ اس بنا پر کہ مشائخ کے خدام چاہتے ہیں کہ اپنے شیخ اور حضرت کے ساتھ نماز پڑھیں۔ اور اس کی کوشش میں لگے رہتے ہیں ایک بوڑھے میاں ہر جمعہ کو ستر میل اپنے گھر سے گنگوہ اس لئے آتے جاتے تھے تاکہ حضرت گنگوہیؒ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ سکیں۔ تو پھر یہ صحابہ کرامؓ کیوں نہ چاہتے ہوں گے کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہر نماز ادا کریں۔ اور ان زراعت پیشہ لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ بہت سویرے اپنے کھیتوں میں چلے جاتے ہیں۔ تو حضرات انصار کھیتی کے لئے سویرے جایا کرتے تھے۔ ان کی خواہش آپؐ کے پیچھے نماز ادا کرنے کی بھی ہوا کرتی تھی۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ ان کی خاطر فجر کی نماز غلس اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے۔ تو یہ ایک عارض کی وجہ سے ہوا۔ اور اصل حکم یعنی فضیلت اسفار ان کی ہم کو ترغیب دی فرمایا اذا اسفرتم فھو اعظم لاجر کم یعنی جب تم اسفار کرو گے تو یہ تمہارے اجر کی عظمت کا باعث ہوگا۔ اگر عشاء میں جلدی جمع ہو جاتے تو جلدی نماز پڑھا دیتے۔ اور جب دیر سے جمع ہوتے تو دیر سے پڑھاتے خلاف صبح کے وقت کے کہ اس میں سب جمع ہو جاتے تھے۔ اس لئے غلس میں پڑھا دیا کرتے۔ والصبح اذا کانوا او کان النبی الخ اس جملہ کے اندر دو لفظ ہیں۔ کانوا اور کان ان میں اوّل کی خبر تو مفقود ہے۔ اور ثانی کی خبر یصلیھا فی غلس ہے۔ اب اس میں اختلاف ہو گیا۔ شراح فرماتے ہیں کہ اوّل کی خبر کہاں ہے۔ اور اصل عبارت کیا ہے۔ انہی امور کی وجہ سے شراح کے نزدیک بڑا معرکۃ الاراء رہا ہے۔ اگرچہ مشہور شراح علامہ عینیؒ حافظ کرمانیؒ وغیرہ نے تو اسے بہت سہل کر دیا کہ یہ او شک راوی ہے۔ کہ آیا استاذ نے والصبح کانوا یصلونھا بغلس کہا تھا۔ یا والصبح کان النبی ﷺ یصلیھا بغلس کہا تھا۔ دراصل ان دونوں کے اندر کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ حضرات صحابہ کرامؓ اور حضور اکرم ﷺ صبح کی نماز ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ تو جب حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھی تو صحابہ کرامؓ نے بھی پڑھی اور جب صحابہؓ نے

پڑھی تو حضور اکرم ﷺ نے بھی پڑھی۔ اور اگر لفظ کانوا ہو تو یصلیھا سے اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ کان النبی ﷺ کی وجہ سے فرمادیا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو کانوا یصلونھا لکھتے۔ اور قدماء شراح فرماتے ہیں کہ او تنویع کے لئے ہے۔ ابن بطال فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ والصبح کانوا مجتمعین او لم یکونوا مجتمعین یعنی صحابہ کرام جمع ہوتے یانہ ہوتے۔ کان النبی ﷺ یصلیھا بغلس کہ جناب نبی اکرم ﷺ اسے اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ تو گویا عشاء کی نماز میں انتظار ہوتا تھا۔ صبح کی نماز میں انتظار نہیں فرماتے تھے۔ چاہے صحابہ جمع ہوں یانہ ہوں بس غلس میں ہی پڑھ لیا کرتے۔ اور ابن المنیر شارح بخاریؒ بھی اسی کے قریب قریب کہتے ہیں کہ تقدیر عبارت یوں ہے۔ کانوا مجتمعین او کان النبی ﷺ وحدۃ یصلیھا بغلس حاصل تو وہی ہے جو ابن بطال کے کلام کا ہے۔ بس فرق اتنا ہے کہ ابن بطال نے ساری تقدیری عبارت ایک ہی جگہ نکالی۔ ابن المنیر نے دو جگہ تقدیر مانی۔ ابن التینؒ فرماتے ہیں کہ کان تامہ ہے۔ بعد یصلیھا بغلس مستقل جملہ ہے۔ اس کا مطلب بھی وہی ہوا کہ فجر کی نماز میں انتظار نہیں فرمایا کرتے تھے۔

حدیث(۵۲۹) حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْمَغْرِبَ اِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ . الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج پردے میں چھپ جاتا تھا۔

حدیث(۵۳۰) حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ سَبْعًا جَمِيْعًا وَّثَمَانِيًا جَمِيْعًا . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ سات رکعتیں اور آٹھ رکعات اکٹھی پڑھا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ سبعاً جمیعاً وثمانیۃ جمیعاً تاخیر الظہر کے اندر روایت گذر چکی ہے وہاں اس روایت کو ظہر کی حیثیت سے ذکر فرمایا تھا۔ اور یہاں مغرب کے لحاظ سے ذکر فرمادیا۔ کیونکہ جمع بین المغرب والعشاء اسی وقت ممکن ہے جبکہ مغرب کا وقت الی العشاء ممتد (دراز) ہو۔

باب مَنْ كَرِهَ اَنْ يُّقَالَ لِلْمَغْرِبِ الْعِشَاءُ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو مغرب کو عشا کہنا مکروہ سمجھتا ہے۔

حدیث(۵۳۱) حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا يَغْلِبَنَّكُمُ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ المزنیؒ بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دیہاتی لوگ تمہاری مغرب کی

الْاَعْرَابُ عَلٰی اسْمِ صَلٰوتِکُمُ الْمَغْرِبِ قَالَ وَیَقُوْلُ الْاَعْرَابُ هِیَ الْعِشَاءُ . الحدیث ..

نماز کے نام پر غالب نہ آجائیں۔ کیونکہ دیہاتی اسے عشاء کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ آنحضرت ﷺ نے اگرچہ عشاء کا اطلاق نماز مغرب پر کیا ہے مگروہ قلیل ہے۔ چنانچہ فرمایا العشاء ھی العشاء الخ تو کراہت تحریمی نہیں بلکہ کراہت تنزیہی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے لا یغلبنکم الاعراب یعنی دیہات کے لوگ تم پر غلبہ نہ پاجائیں جیسے وہ مغرب کو عشا کہتے ہیں حالانکہ وہ مغرب ہے۔ تم بھی عشاء کہنے لگو۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں اس کا نام مغرب آیا ہے۔ نیز احکام کے اندر اشتباہ لازم آئے گا اسی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے لا یغلبنکم الاعراب علی اسم صلوتکم العشاء یقولون العتمہ الا وھی العشاء جیسے اعراب اور اہل بادیہ عشاء کو عتمہ کہتے ہیں۔ تم ان کو دیکھ کر عتمہ نہ کہو۔ بلکہ وہ تو عشاء ہے۔ اور قرآن وحدیث میں اس کا نام عشا رکھا گیا ہے۔

باب ذِکْرِ الْعِشَاءِ وَالْعَتَمَةِ

وَمَنْ رَاٰهُ وَاسِعًا وَقَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَثْقَلُ الصَّلٰوةِ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ الْعِشَاءُ وَالْفَجْرُ وَقَالَ لَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی الْعَتَمَةِ وَالْفَجْرِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْاِخْتِیَارُ اَنْ یَّقُوْلَ الْعِشَاءَ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ وَیُذْکَرُ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ کُنَّا نَتَنَاوَبُ النَّبِیَّ ﷺ عِنْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ فَاَعْتَمَ بِهَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةُ اَعْتَمَ النَّبِیُّ ﷺ بِالْعِشَاءِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ عَائِشَةَ اَعْتَمَ النَّبِیُّ ﷺ بِالْعَتَمَةِ وَقَالَ جَابِرٌ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّی الْعِشَاءَ وَقَالَ اَبُوْ بَرْزَةَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُؤَخِّرُ الْعِشَاءَ وَقَالَ اَنَسٌ اَخَّرَ النَّبِیُّ ﷺ الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ

ترجمہ۔ جس میں عشاء او عتمہ کا ذکر ہے

اور ان لوگوں کے بارے میں جو اسے وسیع سمجھتے ہیں کہ عشا اور عتمہ دونوں لفظ کہے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ منافقین پر تو نمازوں میں سے زیادہ گراں عشا اور فجر کی نماز ہے اور فرمایا کہ کاش ان کو اس ثواب کا علم ہوتا جو عتمہ اور فجر میں ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مذکور ہے کہ نماز عشاء کے وقت ہم جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں نوبت بنوبت آتے تھے اور حضور اکرم ﷺ اس میں تاخیر فرماتے تھے کہ اسکو خوب اندھیرے میں ادا کرتے اور حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اختیار ہے عتمہ کی بجائے عشا کہو کیونکہ قرآن مجید میں بعد صلوٰۃ العشاء کے الفاظ مراد ہوئے ہیں اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عشاء کی نماز کو دیر سے پڑھا۔

وَاَبُوْ اَیُّوْبَ وَابْنُ عَبَّاسٍ صَلَّی النَّبِیُّ ﷺ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ ......

اور بعض لوگ حضرت عائشہؓ سے یوں نقل کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عتمہ کو دیر سے پڑھا۔ اور حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عشاء پڑھتے تھے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عشاء کو مؤخر کرتے تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عشاء اخریٰ کو مؤخر فرمایا۔ اور ابن عمرؓ و ابو ایوبؓ نے اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھتے تھے۔

حدیث (۵۳۲) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُاللّٰهِ قَالَ صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَیْلَةً صَلٰوةِ الْعِشَاءِ وَهِیَ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ النَّاسَ الْعَتَمَةَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَقْبَلَ عَلَیْنَا فَقَالَ اَرَاَیْتَکُمْ لَیْلَتَکُمْ هٰذِهٖ فَاِنَّ رَاْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِّنْهَا لَا یَبْقٰی مِمَّنْ هُوَ الْیَوْمَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ . الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی۔ وہ نماز جس کو لوگ عتمہ پکارتے ہیں۔ نماز سے فراغت کے بعد ہمارے سامنے تشریف لائے فرمایا مجھے آج کی رات تم دکھائے گئے ہو۔ آج روئے زمین پر جو لوگ موجود ہیں سو سال کے اختتام پر ان میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ بعض اہل ظاہر نے کہا کہ عشاء پر عتمہ کا اطلاق کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ کراہت تحریمی نہیں بلکہ کراہت تنزیہی ہے۔ کیونکہ بعض مرتبہ آپؐ نے خود عشا پر عتمہ کا اطلاق کیا ہے۔ چنانچہ روایات سے یہ ثابت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت امام بخاریؒ کے نزدیک ترجمہ کا پہلا جزو تو صحیح ہے۔ اس لئے کہ اس پر تو باب باندھ دیا لیکن دوسرا جزو حجت نہ تھا۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ عشا کو عتمہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لئے باب ذکر العشاء والعتمہ ذکر فرمادیا۔ اور ساتھ ہی من رآہ واسعا فرمادیا۔ یعنی عشاء کو عتمہ کہنا دو وجہ سے صحیح ہے۔ اوّل یہ کہ مغرب پر عشاء کا اطلاق کرنے میں التباس ہے اور عشا پر عتمہ کا اطلاق کرنے میں کوئی اطلاق نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مغرب کے بارے میں تو کوئی ایسی روایت نہیں جس سے اس پر عشا کا اطلاق جائز معلوم ہوتا ہو۔ بخلاف عشا کے کہ کثرت سے روایات میں عشا پر عتمہ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ قرآن پاک من بعد صلوۃ العشاء مذکور ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ مختار یہ ہے کہ عشا کہے لیکن اگر عتمہ کہے تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔ یہ مشترک کلام ان دونوں بابوں پر ہو چکا حضرت امام بخاریؒ نے باب ثانی کے اندر بہت سے آثار نقل فرمائے ہیں جن میں بعض سے عتمہ اور بعض سے عشا کا اطلاق معلوم ہوتا ہے اور امام بخاریؒ کا مقصود ان آثار کے نقل کرنے سے یہ بتلانا ہے کہ اطلاق عتمہ علی العشأ جائز ہے

کوئی حرج نہیں۔ فان راس مائة سنة اس پر کلام اپنی جگہ پر آئے گا۔ البتہ اس باب پر ایک اعتراض ہے۔ وہ یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ امام بخاریؒ جب ترجمہ کے اندر باب من کره الخ کہیں تو اس سے بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہ مصنف کی رائے نہیں ہے۔ لوگوں کا مذہب ہے تو اس باب من کره الخ سے معلوم ہوا کہ کراہتہ خود مصنفؒ کے نزدیک نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کے نزدیک ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مصنفؒ نے یہ لفظ بڑھا کر تھوڑی سی گنجائش کی طرف اشارہ فرمادیا کہ مخالفت مطلق نہیں۔ بلکہ لایغلبنکم سے خود سمجھ آرہا ہے کہ مبالغہ کی ممانعت ہے۔ لہذا کبھی کبھی استعمال کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بابُ وَقْتِ الْعِشَآءِ اِذَا اجْتَمَعَ النَّاسُ اَوْ تَاَخَّرُوْا۔

ترجمہ۔ جب لوگ جمع ہو جائیں یا پیچھے رہ جائیں تو عشاء کا وقت کیا ہے۔

حدیث (۵۳۳) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ سَاَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ صَلٰوةِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّى الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ اِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ اِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ وَاِذَا قَلُّوْا اَخَّرَ وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ ....

ترجمہ۔ حضرت محمد بن عمرؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر کی نماز سخت گرمی میں پڑھتے تھے۔ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جبکہ ابھی سورج خوب روشن ہوتا اس میں تغیر نہیں آتا تھا۔ اور مغرب جبکہ سورج ڈوب جاتا۔ اور عشاءؔ میں جب لوگ بہت ہوتے تھے تو جلدی کرتے اگر تھوڑے ہوتے تو دیر کرتے اور صبح کو اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وقت العشاء الخ امام بخاریؒ اپنے ابواب ترتیب وار ذکر فرمارہے ہیں۔ چنانچہ یہاں پر مغرب کے بعد عشاء کی نماز کے متعلق فرمارہے ہیں۔ عشاء کی نماز میں کوئی تحدید نہیں کی۔ بلکہ جب لوگ جمع ہو جائیں اس وقت پڑھادی جائے۔ شراح حدیث نے اس باب کی غرض یہ بیان فرمائی ہے کہ بعض لوگوں نے یہ کہا کہ اگر عشاء کی نماز جلدی پڑھی جائے تو عشاء۔ اور اگر دیر سے پڑھی جائے تو اس کو عتمہ کہتے ہیں۔ مصنفؒ نے ان کے قول پر رد فرمایا ہے۔ خواہ مؤخر یا معجّل ہو۔ بہر صورت اس کو عشاء کہیں گے۔ میرے نزدیک اس باب کی غرض ایک دوسری ہے وہ یہ کہ اس باب سے مصنفؒ نے عشاء اور فجر کے درمیان حضور اکرم ﷺ کے معمول میں فرق بتادیا کہ صبح کے اندر حضور ﷺ غلس میں پڑھ لیتے تھے۔ مگر عشاء کے اندر وقت متعین نہیں تھا کبھی جلدی اور کبھی دیر سے پڑھتے تھے۔

باب فضل العشاء

ترجمہ۔ عشاء کی فضیلت کے بیان میں

حدیث (۵۳۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يَفْشُوا الْاِسْلَامُ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتّٰى قَالَ عُمَرُ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ فَقَالَ لِاَهْلِ الْمَسْجِدِ مَا يَنْتَظِرُهَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ غَيْرُكُمْ ......

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ انہیں حضرت عائشہؓ نے خبر دی وہ فرماتی ہیں ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ نے عشا کی نماز میں دیر کر دی۔ اور اسلام کے پھیلنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ تو آپؐ اس وقت تک باہر تشریف نہ لائے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ تب حضور ﷺ باہر تشریف لائے۔ اور مسجد والوں سے فرمایا کہ روئے زمین میں سوائے تمہارے اس نماز کا اور کوئی انتظار نہیں کر رہا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ بعض اشیاء میں فضیلت ذاتی ہوتی ہے۔ اور بعض میں عارضی اور بعض میں دونوں حیثیت سے۔ ویسے تو ہر فرضی نماز میں فضیلت ہے۔ مگر عشا اور فجر میں فضیلت عارضی ہے۔ عشا کے وقت خصوصاً کام کاج کرنے والوں کو تکان کی وجہ سے عشا کی نماز کا پڑھنا مشقت کا باعث ہوتا ہے اور فجر میں نیند کو چھوڑ کر آنا۔ اس لئے ان میں عارضی فضیلت بھی آگئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مصنفؒ نے باب کے اندر جو روایت ذکر فرمائی ہے اس سے عشاء کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ انتظار عشاء کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ لہذا باب کے اندر ایک مضاف مقدر ہے۔ با ب فضل صلوۃ انتظار صلوۃ العشاء علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی کوئی بات ہوئی بلکہ ایسا کرنا چاہئے کہ مصنفؒ کا ترجمہ ثابت ہو جائے لہذا التقدیر عبارت یوں ہوگی با ب فضل صلوۃ العشاء التی تشرع لھا الانتظار یعنی عشاء ایسی افضل نماز ہے کہ اس کے واسطے انتظار کرنا مشروع ہے خلاف اور نمازوں کے۔ کہ ان کے اندر انتظار نہیں ہوتا۔ دونوں شراح کے کہنے کا مطلب ایک ہی ہے مگر میری رائے ان دونوں سے الگ ہے جس کو میں آگے چل کر بیان کروں گا۔ فقال ما ینتظرھا الخ یہ حضور ﷺ نے تسلی کے واسطے فرمایا کہ تم ایسے لوگ ہو سوائے تمہارے اور کوئی انتظار نہیں کرتا۔

حدیث (۵۳۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰى قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاَصْحَابِی الَّذِیْنَ قَدِمُوْا مَعِیَ فِی السَّفِیْنَةِ نُزُوْلًا فِیْ بَقِیْعِ بُطْحَانَ وَالنَّبِیُّ ﷺ بِالْمَدِیْنَةِ فَكَانَ یَتَنَاوَبُ النَّبِیَّ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے وہ ساتھی جو کشتی میں میرے ساتھ آئے تھے ہم بقیع بطحان میں اترے ہوئے تھے۔ اور نبی کریم ﷺ مدینہ میں تھے۔ اور ان میں سے ایک جماعت کے لوگ

عِنْدَ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ كُلَّ لَيْلَةٍ نَفَرٌ مِّنْهُمْ فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ ﷺ اَنَا وَاَصْحَابِىْ وَلَهٗ بَعْضُ الشُّغْلِ فِىْ بَعْضِ اَمْرِهٖ فَاَعْتَمَ بِالصَّلٰوةِ حَتّٰى ابْهَارَّ اللَّيْلُ ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَصَلّٰى بِهِمْ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ قَالَ لِمَنْ حَضَرَهٗ عَلٰى رِسْلِكُمْ اَبْشِرُوْا اِنَّ مِنْ نِّعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يُصَلِّىْ هٰذِهِ السَّاعَةَ اَحَدٌ غَيْرُكُمْ لَا يَدْرِىْ اَىَّ الْكَلِمَتَيْنِ قَالَ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰى فَرَجَعْنَا فَرِحٰى بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ..

نبی اکرم ﷺ کے پاس ہر رات عشا کی نماز کے وقت نوبت بنوبت آتے تھے۔ پس ہمیں اور میرے ساتھیوں کو نبی اکرم ﷺ کے پاس آنے کا اس وقت اتفاق ہوا جبکہ آپ کو بعض امور میں مشغولیت تھی۔ پس آپ نے نماز کو مؤخر کیا یہاں تک کہ نصف رات ہو گئی۔ پھر جناب نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے اور ان کو نماز پڑھائی۔ پس جب آپ نے نماز پوری کر لی تو آپ نے حاضرین سے فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ۔ خوش ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت تم پر یہ ہے کہ لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو تمہارے سوا اس گھڑی نماز پڑھ رہا ہو یا فرمایا کہ اس گھڑی تمہارے سوا کسی نے بھی نماز نہیں پڑھی نامعلوم ان دو کلموں میں سے کون سا کلمہ فرمایا۔ تو حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ جو بات ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنی اس سے خوش ہو کر واپس آئے۔

فَكُنْتُ مَعِى فِى السَّفِيْنَةِ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات اصحاب الھجرتین تھے۔ حبشہ کی طرف سے ہجرت کی جب مدینہ منورہ میں آئے تو سفینہ کے اندر بیٹھ کر آئے۔ لیس احد من الناس الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ صلوات خمس میں سے چار تو امم سابقہ کے اندر بھی پڑھی گئی ہیں۔ فجر حضرت آدمؑ پر۔ اور ظہر حضرت عزیرؑ پر۔ اور عصر حضرت یونسؑ پر۔ اور مغرب کی نماز حضرت داؤدؑ پر فرض تھی۔ انبیاء علیھم السلام پر اختلافات ہیں۔ اور عشاء کے متعلق مشہور ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والتسلیمات پر فرض ہوئی۔ چونکہ امت محمدیہ افضل الامم ہے۔ لہٰذا اس کی چیزیں بھی افضل ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ صوم محرم چونکہ سابقہ امم کا روزہ ہے۔ اس لئے اس سے دو سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ لہٰذا صلوۃ العشاء کی فضیلت ثابت ہو گئی۔ اور یہ جو کچھ میں نے کہا یہ حضرت شاہ صاحب کے کلام سے بھی مستفاد ہے۔ فضل العشاء کا باب معرکۃ الآراء ہے۔ اس باب سے امام بخاریؒ نے دو روایتیں ذکر فرمائی ہیں۔ چونکہ واقعہ ایک ہے اس لئے شراح نے دونوں روایتوں کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ اور پہلی روایت کے اندر ما ینتظر ھا احد من الارض اور دوسری روایت میں ماصلی ھذہ الساعۃ احد غیر کم دونوں کا مآل اور مطلب ایک ہی نکلا ہے۔ یعنی تم لوگوں نے ہی اس وقت نماز پڑھی ہے تمہارے علاوہ کسی نے نماز نہیں پڑھی کیونکہ اسلام کا اس وقت تک افشا نہیں ہوا تھا۔ میرے نزدیک یہ دونوں روایتیں الگ الگ ہیں۔ اور ہر ایک کا مفہوم الگ الگ ہے۔ اوّل روایت کے اندر ہے کہ ما ینتظر ھا اس کا مطلب ہے کہ تم نے جو اب تک انتظار کیا ہے اس کا ثواب تم کو ملے گا۔ کیونکہ اس وقت کسی نے بھی اس نماز کا انتظار نہیں کیا۔ اور دوسری حدیث کے اندر

ماصلی هذه الساعة یعنی یہ تمہاری نماز ہے۔ کسی اور نے ایسے وقت نماز نہیں پڑھی۔ اب اس معنی کے اعتبار سے ان لوگوں کی تائید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عشاء کی نماز امت محمدیہ کی خصوصیت میں سے ہے۔ اس سے پہلے کسی امت پر یہ نماز نہیں تھی۔ لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ جب یہ ہماری نماز ہے تو اہمیت کا تقاضا ہے کہ اس کو جلدی پڑھیں نہ کہ تاخیر سے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عشاکی نماز کے اندر تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ صحیفہ کے اندر وہ اخیر میں آئے گی۔ تو گویا صحیفہ کا زیادہ تر حصہ نماز سے پُر ہوگا۔

باب مَايُكْرَهُ مِنَ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ

ترجمہ۔ باب اس بارے میں کہ عشاء سے پہلے نیند کرنا مکروہ ہے

حدیث (۵۳۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الخ عَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا .....

ترجمہ۔ حضرت ابو برزہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے نیند کرنے کو اور اس کے بعد بات کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

باب اَلنَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ لِمَنْ غُلِبَ

ترجمہ۔ جو شخص مغلوب ہو اس کے لئے عشاء سے پہلے نیند کرنا جائز ہے۔

حدیث (۵۳۷) حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ الخ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَؓ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْعِشَاءِ حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ الصَّلٰوةَ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهَا مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اَحَدٌ غَيْرُكُمْ قَالَ وَلَا يُصَلِّيْ يَوْمَئِذٍ اِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْاَوَّلِ. الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز میں دیر کی یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے آپؐ کو پکار کر فرمایا کہ حضرت نماز۔ عورتیں اور بچے سو گئے ہیں تو آپؐ باہر تشریف لائے۔ فرمایا اس وقت روئے زمین پر سوائے تمہارے کوئی بھی انتظار نہیں کر رہا۔ اور اس وقت مدینہ کے سوا کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی۔ راوی فرماتے ہیں کہ وہ لوگ عشاؔ کی نماز شفق کے غائب ہونے کے درمیان سے لے کر رات کے پہلے تیسرے حصہ تک پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ باب مایکرہ من النوم سے قبل العشاء نوم کی ممانعت معلوم ہوتی تھی مگر اس دوسرے باب سے مصنفؒ نے بتلادیا کہ یہ ممانعت ہر ایک کے لئے نہیں۔ اگر کوئی شخص مغلوب النوم ہو اور اسے صلوٰۃ کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو تو قبل العشاء سو سکتا ہے۔ روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ نوم قبل العشاء کے اندر روایات دونوں طرح کی وارد ہیں۔ نہی کی بھی اور وہ روایات بھی جن سے نوم قبل العشاء کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ روایات نہی خوف فوات پر محمول ہیں۔ اور جن روایات سے جواز معلوم ہوتا ہے ان کو حضرت امام بخاریؒ جس بین الروایات فرماتے ہیں کہ یہ اس حالت پر محمول ہیں۔ جب کہ نیند کا غلبہ ہو جائے اور یہ صورت ہو جائے کہ بجائے دعا کے بد دعا نکلے۔ اور لعله یستغفر فیسب نفسه کی حالت تک پہنچ جائے۔ ما ینتظر ها احد من اهل الارض غیر کم اس کا مطلب شراح یہ بتلاتے ہیں۔ اور سارے لوگ عشاء پڑھ کر سو گئے اب صرف تم ہی انتظار کرتے ہو۔ اور میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمہارے ساتھ خاص ہے اور اہل ارض دوسری امم جن پر یہ فرض نہیں وہ اس کا انتظار نہیں کرتے۔ قال لا تصلی یومئذ الا بالمدینة یہ راوی کی اپنی رائے ہے اپنے فہم کے مطابق۔

حدیث(۵۳۸) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ الخ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَاَخَّرَهَا حَتّٰى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ غَيْرُكُمْ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُبَالِيْ اَقَدَّمَهَا اَوْ اَخَّرَهَا اِذَا كَانَ لَا يَخْشٰى اَنْ يَّغْلِبَهُ النَّوْمُ عَنْ وَقْتِهَا وَقَدْ كَانَ يَرْقُدُ قَبْلَهَا قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ فَقَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَّقُوْلُ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ حَتّٰى رَقَدَ النَّاسُ وَاسْتَيْقَظُوْا وَرَقَدُوْا وَاسْتَيْقَظُوْا فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ فَقَالَ الصَّلٰوةَ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ فَخَرَجَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ الْاٰنَ يَقْطُرُ رَاْسُهٗ مَاءً وَّاضِعًا يَّدَهٗ عَلٰى رَاْسِهٖ فَقَالَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُّصَلُّوْهَا هٰكَذَا

ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ہمیں حدیث بیان کی۔ کہ ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز کو مشغولیت کی وجہ سے مؤخر کر دیا یہانتک ہم سو گئے اور بیدار ہوئے پھر سو گئے اور بیدار ہوئے بعد ازاں جناب نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے فرمایا روئے زمین پر کوئی شخص تمہارے علاوہ اس نماز کا انتظار نہیں کر رہا۔ چنانچہ ابن عمرؓ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ عشاء کی نماز کو اس وقت سے آگے کریں یا پیچھے کریں جب ان کو نیند کے غلبہ کا خطرہ نہیں ہوتا تھا۔ حالانکہ وہ اس عشاء سے پہلے سو چکے ہوتے تھے۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے کہا کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سناوہ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک رات عشاء کی نماز میں دیر کر دی یہاں تک کہ لوگ سو گئے اور بیدار ہوئے پھر سو گئے اور بیدار ہوئے تو حضرت عمر بن الخطابؓ کھڑے ہو کر فرمانے لگے نماز یارسول اللہ۔ عطاء فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے

فَاسْتَثْبَتُّ عَطَاءً كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى رَاْسِهٖ يَدَهٗ كَمَا اَنْبَاَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَبَدَّدَ لِيْ عَطَآءٌ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ شَيْئًا مِّنْ تَبْدِيْدٍ ثُمَّ وَضَعَ اَطْرَافَ اَصَابِعِهٖ عَلٰى قَرْنِ الرَّاْسِ ثُمَّ ضَمَّهَا يُمِرُّهَا كَذٰلِكَ عَلَى الرَّاْسِ حَتّٰى مَسَّتْ اِبْهَامُهٗ طَرَفَ الْاُذُنِ مِمَّا يَلِي الْوَجْهَ عَلَى الصُّدْغِ وَنَاحِيَةِ اللِّحْيَةِ لَا يُقَصِّرُ وَلَا يَبْطُشُ اِلَّا كَذٰلِكَ وَقَالَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُّصَلُّوْا هٰكَذَا . الحديث .....

گویا میں ابھی ان کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ آپؑ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے تھے آپؑ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا ہوا تھا۔ فرماتے تھے کہ اگر مجھے اپنی امت پر شاق گذرنے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ان کو اس طرح نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے تاکیداً پوچھا آپ بتائیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر کیسے رکھا تھا جس طرح حضرت ابن عباسؓ نے آپ کو بتلایا آپ ہمیں بتلائیں تو حضرت عطاؒ نے میرے سمجھانے کے لئے اپنی انگلیوں میں کچھ کشادگی کر دی۔ پھر اپنی انگلیوں کے کناروں کو اپنے سر کی ایک طرف رکھا پھر ان انگلیوں کو ملا کر اس طرح سر پر سے گذارا یہاں تک کہ آپؑ کے انگوٹھے نے کان کے اس جانب کو جا کر چھوا جو حصہ چہرہ کے متصل ہے کن پٹی اور داڑھی کی طرف۔ نہ اس کو نچوڑتے تھے نہ پکڑتے تھے مگر اس طرح پانی کو جھاڑتے تھے اور فرمایا کہ اگر مجھے امت پر گراں گذرنے کا خوف نہ ہوتا تو میں ان کو اس طرح نماز پڑھنے کا حکم دیتا. ان یصلو ا ھکذا یعنی تاخیر کر کے۔ تاکہ اخیر اعمالنامہ میں عبادت لکھی جائے فاستثبت عطاء یعنی تحقیق اور تاکید کے لئے میں نے ان سے سوال کیا۔

بَابُ وَقْتِ الْعِشَآءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ وَقَالَ اَبُوْ بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ تَاْخِيْرَهَا ـ

ترجمہ۔ عشا کی نماز کے وقت کے بارے میں کہ وہ آدھی رات تک ہے۔ حضرت ابو برزہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عشاء کی نماز میں دیر کرنے کو پسند کرتے تھے۔

حديث (۵۳۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ .الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ اَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ صَلّٰى ثُمَّ قَالَ قَدْ صَلَّى النَّاسُ وَنَامُوْا اَمَا اِنَّكُمْ فِيْ صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوْهَا وَزَادَ ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى ابْنُ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ سَمِعَ اَنَسًا كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ خَاتَمِهٖ لَيْلَتَئِذٍ...

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپؑ نے عشاء کی نماز میں آدھی رات تک دیر کر دی پھر نماز پڑھ کر فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ کر سو چکے خبردار تم ابھی نماز میں ہو جب تک اس نماز کا انتظار کر رہے ہو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں گویا اس رات آپ کی انگوٹھی کی چمک کو میں ابھی دیکھ رہا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ جمہور فرماتے ہیں کہ عشاء کی نماز کا وقت صبح صادق تک ہے۔ بعض لوگ نصف لیل تک کہتے ہیں مصنفؒ کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عشا کا وقت نصف لیل تک ہے۔ لیکن یہ بات روایت سے ثابت نہیں ہوتی۔ شراح کی عمدہ توجیہ یہ ہے کہ نصف لیل تک وقت مستحب بتلانا ہے اس کے بعد یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ آیا نصف لیل کے بعد عشاء کا وقت باقی رہتا ہے یا نہیں بلکہ مصنفؒ بھی جمہور کے ساتھ ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وقت عشاء کے متعلق بعض فرماتے ہیں ثلث لیل تک بعض کے نزدیک نصف لیل تک اور جمہور علماً آخر لیل صبح صادق تک وقت عشا کے قائل ہیں۔ میرے نزدیک امام بخاریؒ کا میلان اس طرف ہے کہ وقت عشاء نصف لیل تک ہے۔ تو مشاہیر علماءؒ کے مسلک سے الگ ہو جائیں گے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ یوں کہا جائے کہ انہوں نے اس باب میں عشاء کا وقت مستحب ذکر فرمایا ہے۔ لیکن میرے نزدیک ان کی یہ مراد نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو ان ابواب میں اوائل اور اواخر اوقات بتا رہے ہیں۔

باب فَضْلِ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَالْحَدِیْثِ

ترجمہ۔ فجر کی نماز کی فضیلت اور اس بارے میں جو حدیث مشہور ہے

حدیث (۵۴۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَ لِیْ جَرِیْرُبْنُ عَبْدِاللّٰہِ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ اِذْ نَظَرَ اِلَی الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ فَقَالَ اَمَا اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ ھٰذَا لَا تُضَامُّوْنَ اَوْ لَا تُضَاھُوْنَ فِیْ رُؤْیَتِہٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰی صَلٰوۃٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَالَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا قَالَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰہِ زَادَ ابْنُ شِھَابٍ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ قَیْسٍ عَنْ جَرِیْرٍ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ عِیَانًا ۔ ۔ ۔ ۔

ترجمہ۔ حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ آپؐ نے اچانک چودھویں کے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ خبردار عنقریب تم اپنے رب کو ایسے دیکھو گے جیسے کہ اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ ایک دوسرے پر بھیڑ بھڑکا نہ کروں گے۔ یا باری تعالیٰ کے دیکھنے میں کوئی شک وشبہ نہیں کروگے۔ پس اگر تم کر سکتے ہو تو کر لو کہ تم سورج طلوع کرنے سے پہلے کی نماز سے مغلوب نہ ہو جاؤ۔ پھر آیت کریمہ پڑھی کہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرو سورج کے طلوع اور غروب سے پہلے۔ ابن شہاب نے زیادہ کیا کہ جریرؓ نے فرمایا حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ عنقریب اپنے رب کو ظاہر ظہور دیکھو گے کوئی اشتباہ نہیں ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میں نے یہ بیان کیا ہے کہ مشہور ہے کہ امام بخاریؒ کی کمائی ان کے ابواب کے اندر ہے اس کے اندر

انہوں نے اسرار۔ نکات ودیعت کر رکھے ہیں۔ اوّل تو ان کے ابواب کا ثابت کرنا مشکل ہے۔ پھر بعض تراجم ایسے معرکۃ الآراء ہیں کہ اب تک امام بخاریؒ کی کوئی غرض متعین نہ ہو سکی۔ انہی میں ترجمه الحلا ب ... انہی میں قبله اهل المشرق والشام ہے۔ انہی ابواب میں سے ایک یہ باب ہے۔ اور یہی وہ باب ہے جس کے متعلق میں نے کہا تھا کہ با ب فضل الفجر کا باب آگے آرہا ہے۔ لہذا یہاں با ب فضل العصر علی سائر الصلوة سو ی الفجر کہنے کی ضرورت نہیں۔ جیسے کہ حافظ بن حجرؒ فرماتے ہیں۔ اور نہ ہی ان کو سرابیل تقیکم الحر کے قبیل سے ماننے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ اب یہاں تک تو ٹھیک ہے کہ امام بخاریؒ نے اس سے فضل الفجر ثابت فرمایا مگر آگے جو انہوں نے والحدیث بڑھادیا یہ مشکل بن گیا پتہ نہیں چلتا کہ اس سے امام بخاریؒ کی کیا غرض ہے بعض علماء نے تو کہہ دیا کہ سہو کاتب ہے۔ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ تقدیری عبارت یہ ہو گی. باب فضل الفجر و با ب الحدیث المشهور الوارد فی ذالك علامہ عینیؒ فرماتے ہیں اس طرح ترجمہ ثابت ہو گیا۔ مگر اس طرح سے ترجمہ واضح نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ تو ہر باب میں کہا جا سکتا ہے۔ اور بعض اکابر کی رائے یہ ہے کہ اس باب میں جو روایت امام بخاریؒ نے ذکر فرمائی ہے وہ اہم ہے۔ کیونکہ اس میں رؤیت باری تعالیٰ کا ذکر ہے۔ وهو اهم الاشیاء ہے تو گویا فضیلت فجر کو ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ اس حدیث کی فضیلت بھی ثابت فرمادی۔ تو عبارت یوں ہو گی۔ فضل صلوة الفجر وفضل الحدیث الوارد فی هذالبا ب یہ توجیہ یقیناً علامہ عینیؒ کی توجیہ سے اولیٰ اور اوجہ ہے۔ اور یہ میرے والد صاحب کی توجیہ ہے اور میری رائے یہ ہے کہ اگر حدیث سے مراد حدیث اصطلاحی نہ ہو بلکہ حدیث لغوی بات کرنا کے معنی میں ہو تو زیادہ اچھا ہے۔ چونکہ ابھی روایت گذری ہے۔ والحدیث بعدها تو اس سے بالکل کراہۃ معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اس لفظ کو بڑھا کر اس کے جواز بعد العشاء کی طرف اشارہ فرمادیا۔ ظاہر ہے انکم سترون ربکم یہ بات جو ہوئی ہے وہ بعد العشاء ہوئی ہے اس لئے کہ ضوء قمر نصف لیل کے بعد ہی جا کر پھیلتی ہے۔ اور اس کی روشنی عام ہوتی ہے۔ لیکن تصریح نہیں ملی حضرت اقدس گنگوہیؒ کے ایک شاگرد حضرت مولانا محمد حسن مکی ہیں انہوں نے حضرت کی تقریر سے یہ توجیہ بیان کی ہے کہ حدیث سے مراد کلام الناس ہے۔ اور مقصود یہ ہے کہ فجر کے بعد بات کرنا مکروہ ہے۔ بقوله فسبح بحمد ربك الآیه کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ وقت تسبیح کا ہے بات چیت کرنے کا وقت نہیں ہے۔

حدیث (۵٤١) حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ الخ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ اَبِیْ مُوْسٰی عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ صَلَّی الْبَرْدَیْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ ......

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے یہ دو ٹھنڈی نمازیں پڑھیں یعنی فجر اور عصر۔ دوسری سند سے مثلہ کہا تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ اس با ب وقت الفجر میں جس قدر روایات ذکر کی گئی ہیں ان سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ فجر کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے۔ اور کب ختم ہوتا ہے۔ بلکہ روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے فلاں وقت میں نماز پڑھی۔ تو اس کی توجیہ

یہ کی جاتی ہے کہ مصنفؒ نے یہاں وقت فجر کو نہیں بتلانا بلکہ یہ بتلانا ہے کہ صلوٰۃ فجر کس وقت پڑھی جاتی تھی۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ فجر کی نماز غلس میں پڑھتے تھے۔ لیکن احنافؒ فرماتے ہیں کہ اسفار (روشنی) میں پڑھنا افضل ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ قولی روایت ہے اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر فجر کی نماز اسفار (روشنی) میں پڑھو اس لئے کہ یہ اجر کو عظیم کا باعث ہے۔ اور روایات فعلیہ سے جو غلس میں پڑھنا ثابت ہے تو کہا جائے گا کہ وہ رمضان المبارک کا واقعہ ہے۔ سحور کے بعد چونکہ سب لوگ جمع ہوتے ہیں اس لئے آپؐ نے غلس میں پڑھ لی۔ یا وہ توجیہ جو امام محمدؒ بیان فرماتے ہیں کہ غلس میں شروع کی اور قراۃ طویلہ تھی جس کی وجہ سے نماز اسفار میں ختم ہوئی۔ یا تیسری توجیہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں عورتیں مساجد میں آیا کرتی تھیں۔ اس لئے آپؐ نے غلس میں نماز پڑھائی۔ امام صاحبؒ اب بھی اس کے قائل ہیں کہ اگر عورتیں جمع ہو جائیں تو پھر غلس میں پڑھی جائے۔ والا فلا اور چوتھی توجیہ وہ ہے جو مولانا زکریاؒ نے فرمائی کہ زراعت پیشہ حضرات کی رعایت کر کے غلس میں پڑھی تا کہ وہ کھیتوں کو جا سکیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ من صلی البردین الخ بردین سے مراد نماز عصر اور فجر مراد ہے۔ فی الروایة الاخری اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ ملائکة اللیل والنهار کے اجتماع کا وقت ہوتا ہے لہذا یہ افضل الاوقات ہوا۔ اور بعض حضرات نے ابو داؤد کی روایت کی وجہ سے جس کے اندر یہ ہے کہ جو شخص ان دونوں پر قناعت کرے وہ اس کیلئے کافی ہے۔ یہ ترجمہ باندھا ہے۔ باب من اکتفی بالبردین لیکن صحیح یہ ہے کہ کفایت نہ ہوگی۔ بلکہ یہ کسی خاص شخص کے بارے میں ہے جیسا کہ امام احمدؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اسے خاص شخص پر حمل فرمایا۔

باب وَقْتِ الْفَجْرِ　　ترجمہ۔ فجر کی نماز کے وقت کے بارے میں

حدیث (۵۴۲) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ الخ اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَهُ اَنَّهُمْ تَسَحَّرُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَامُوا اِلَى الصَّلٰوةِ قُلْتُ كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ قَدْرُ خَمْسِيْنَ اَوْ سِتِّيْنَ يَعْنِيْ اٰيَةً. الحديث.....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے انہیں بیان کیا کہ وہ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ سحور کرتے تھے پھر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ میں نے پوچھا ان دونوں میں کتنا وقفہ ہوتا تھا۔ فرمایا پچاس یا ساٹھ آیات کی پڑھنے کی مقدار کے برابر ہوتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب سے امام بخاریؒ اوّل وقت فجر بتلا رہے ہیں۔

حدیث (۵۴۳) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ اور زید بن ثابتؓ نے اکٹھے سحور کھائی

تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ اِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى قُلْنَا لِاَنَسٍؓ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا وَدُخُوْلِهِمَا فِى الصَّلٰوةِ قَالَ قَدْرُ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِيْنَ اٰيَةً ...

جب سحور سے فارغ ہوئے تو جناب نبی اکرم ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور نماز ادا فرمائی۔ ہم نے حضرت انسؓ سے کہا کہ سحور سے فارغ ہونے اور نماز میں داخل ہونے کے درمیان کتنا وقفہ ہوتا تھا فرمایا جس قدر آدمی پچاس آیات کی قرأت کرتا ہے

حديث (٥٤٤) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِىْ اُوَيْسٍ الخ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَّقُوْلُ كُنْتُ اَتَسَحَّرُ فِىْ اَهْلِىْ ثُمَّ يَكُوْنُ سُرْعَةٌ بِىْ اَنْ اُدْرِكَ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ .الحديث..

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے اہل وعیال میں سحور کھاتا تھا پھر مجھے جلدی ہوتی تھی کہ فجر کی نماز جاکر جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ادا کروں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ کنت اتسحر فی اهلی الخ یہ حضرات ایسا کرتے تھے کہ اپنے گھر سے سحری کھاکر حضور اقدس ﷺ کے پاس آتے تاکہ وہاں ایک دو لقمے کھاکر برکت حاصل کرلیں۔ جیساکہ دوسری روایت میں ہے۔ یہاں ادراك صلوة الفجر مع رسول الله کو ذکر فرمایا ہے۔ اپنے گھر سے اس لئے کھاکر چلتے تھے تاکہ آپؐ پر بار نہ ہو۔ اس باب میں امام بخاریؒ نے اول الاوقات کا ذکر فرمایا ہے جیساکہ اور ابواب کے اندر اول الاوقات و آخر الاوقات کو ذکر فرماتے آئے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ سے منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا اول الاوقات کے اندر نماز پڑھنا رمضان شریف کے ساتھ خاص تھا۔

حديث (٥٤٥) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ قَالَتْ كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ اِلٰى بُيُوْتِهِنَّ حِيْنَ يَقْضِيْنَ الصَّلٰوةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْغَلَسِ . الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مومن عورتیں فجر کی نماز میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر ہوتی تھیں جبکہ وہ اپنی گرم چادروں کے اندر لپٹی ہوئی ہوتی تھیں جب نماز پوری کرلیتیں تو اپنے گھروں کو اس حال میں واپس لوٹتی تھیں کہ اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

باب مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رَكْعَةً

ترجمہ۔ جس نے فجر کی ایک رکعت پائی اس کا کیا حکم ہے

حديث (٥٤٦) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے سورج

مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الْعَصْرَ . الحديث ....

طلوع ہونے سے پہلے فجر کی ایک رکعت کو پالیا اس نے صبح کو حاصل کرلیا اور جس نے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت کو پالیا تو اس نے عصر کو حاصل کرلیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جیسے اور اوقات کے اندر ان کے اواخر کو بیان فرمایا اسی طرح آخر وقت فجر کو بیان فرمادیا۔

باب مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الصَّلٰوةِ رَكْعَةً

ترجمہ۔ جس نے کسی نماز کی ایک رکعت کو پالیا اس کا حکم

حدیث (۵۴۷) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی نماز کی ایک رکعت کو پالیا تو اس نے اس نماز کے حکم کو پالیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ کثرت سے روایات کے اندر آیا ہے من ادرك ركعة من العصر فقد ادرك العصر . ومن ادرك ركعة من الفجر فقد ادرك الفجر ۔اس سے بظاہر اس حکم اختصاص فجر اور عصر کے ساتھ معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ یہ حکم کوئی دونوں کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے۔ بلکہ اور نمازوں کا بھی یہی حکم ہے۔ کہ اگر کوئی اور نمازوں کے اوقات سے صرف بقدر ایک رکعت پالے تو پوری نماز فرض ہوگی۔ اور علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ باب اول سے ادراك وقت اور اس باب سے ادراك صلوٰۃ مقصود ہے۔ اور جہاں فجر اور عصر کا بیان ہے وہاں تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان کے بعد طلوع و غروب تک نماز کا پڑھنا ممنوع ہے تو کسی کو وہم نہ ہو کہ ممنوع وقت کے اندر شاید وجوب نہ ہوگا۔ اس حدیث کا لفظ من ادرك ركعة من الصلوة ہے لیکن ترجمہ میں اسے تبدیل کر کے من ادرك من الصلوة ركعة کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ کا ذہن تیز ہونے کی بنا پر فوراً ایک حدیث کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ تو ترجمہ والے لفظ بیہقی کی حدیث کے تھے۔ تو اس طرح تبدیلی کر کے بتلادیا کہ دونوں روایتوں کے مطلب میں کوئی فرق نہیں ہے۔

باب الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ

ترجمہ۔ فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں جبتک سورج خوب اونچا نہ ہو جائے۔

حدیث (۵۴۸) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ

ترجمہ ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدَ عِنْدِیْ رِجَالٌ مَّرْضِیُّوْنَ وَاَرْضَاهُمْ عِنْدِیْ عُمَرُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰی عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تُشْرِقَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ ......

میرے پاس سے پسندیدہ حضرات نے گواہی دی اور سب سے زیادہ پسندیدہ میرے نزدیک حضرت عمرؓ ہیں۔ فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے صبح کے بعد نماز سے منع فرمایا جب تک کہ سورج روشن نہ ہو جائے۔ اور عصر کے بعد منع فرمایا جب تک کہ غروب نہ ہو جائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس ترجمہ میں کوئی حکم بیان نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی کسی نماز کی تخصیص کی ہے۔ مگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد الفجر ہر قسم کی نماز پڑھنے سے ممانعت بیان کی ہے۔ پہلی روایت بطور وضاحت دلالت کرتی ہے۔ مگر دوسری روایت میں لا تحروا الخ کے الفاظ ہیں۔ ان سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی قصد کرے یا نہ کرے مگر اسے بہتر نہ جانے تو اس کے لئے اجازت ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ طلوع اور غروب کے وقت ممانعت ہے اس سے پہلے اور بعد میں ممانعت نہیں ہے۔ حالانکہ پہلی روایت علے الاطلاق دلالت کرتی ہے۔ تیسری اور چوتھی روایت بھی تخصیص پر دلالت کرتی ہے۔ اور پانچویں روایت میں اطلاق ہے۔ اور ترجمہ بھی مطلق تھا۔ مگر روایات مختلف ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنفؒ کا مقصد یہ ہے کہ بعد الفجر صلوٰۃ ذاتِ سبب ہو یا نہ ہو تحری ہو یا نہ ہو سب ممنوع ہیں۔ اور یہی امام صاحبؒ کا مسلک ہے۔ اور امام شافعیؒ صلوٰۃ ذات سبب کو جائز کہتے ہیں۔ مگر مصنفؒ مفہوم مخالف نہیں لیتے۔ اور منهی عنها کے بعض افراد کا ذکر کیا گیا ہے۔ چونکہ پہلی روایت سے اطلاق منطوق ہے اور اجازت عند الغروب بطور مفہوم مخالف کے ہے۔ اور عند التعارض منطوق کو ترجیح ہوتی ہے۔ لہٰذا مصنفؒ بھی اسی منطوق کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور ان چیزوں کو بطور ذکر بعض افراد کے لایا گیا۔ یا زیادتی قباحت کے لئے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ ورنہ ممانعت علے الا طلاق ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں سے امام بخاریؒ نے اوقات مکروہہ کے ابواب ذکر فرمائے ہیں۔ اور تین چار ابواب مسلسل ذکر کئے ہیں اور ان کا ذکر صرف اوقات منہیہ کے بیان کے واسطے کیا ہے۔ اور اوقات منہیہ میں روایات مختلفہ وارد ہوئی ہیں۔ ایک روایت میں ہے نهی رسول الله ﷺ عن الصلوة عند طلوع الشمس الخ اور دوسری روایات میں تحری صلوة کی ممانعت ہے۔ تو پہلی روایت اطلاق کے درجہ میں ہے۔ خواہ قصد ہو یا نہ ہو۔ اور تحری کا مطلب یہ ہے کہ بالقصد انہی اوقات میں پڑھے۔ اور تیسری روایت ہے نهی رسول الله ﷺ عن الصلوة بعد الفجر حتی تطلع الشمس الخ ان اختلافِ روایات کی وجہ سے چند اختلاف ہو گئے۔

حدیث (۵۴۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ قَالَ اَخْبَرَنِی ابْنُ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت

لاتحروا بصلوتکم طلوع الشمس ولا غروبها قال وحدثنی ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ اذا طلع حاجب الشمس فاخروا الصلوۃ حتی ترتفع واذا غاب حاجب الشمس فاخروا الصلوۃ حتی تغیب .....

نماز پڑھنے کا قصد نہ کرو اور ابن عمرؓ نے حدیث بیان کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب سورج کا کنارہ نکل آئے تو نماز کو مؤخر کرو یہاں تک کہ سورج چڑھ آئے۔ اور جب سورج کا کنارہ غائب ہو جائے تو نماز کو مؤخر کرو جب تک سورج غروب نہ ہو جائے۔

حدیث (۵۵۰) حدثنا عبید بن اسمٰعیل الخ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ نھی عن بیعتین وعن لبستین وعن صلوتین نھی عن الصلوۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس وبعد العصر حتی تغرب الشمس وعن اشتمال الصماء وعن الاحتباء فی ثوب واحد یفضی بفرجہ الی السماء وعن المنابذۃ والملامسۃ . الحدیث .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے دو قسم کی بیع سے منع فرمایا۔ دو قسم کے لباس سے منع فرمایا۔ اور دو نمازوں سے منع فرمایا۔ فجر کے بعد نماز سے منع فرمایا جب تک سورج نکل نہ آئے۔ اور عصر کے بعد منع فرمایا جب تک سورج غروب نہ ہو جائے۔ اور اشتمال صما اور احتباء ایک کپڑے میں ہو۔ اس سے منع فرمایا جس سے اس کا ننگ اوپر کی طرف ظاہر ہو۔ اور منابذہ اور ملامسہ سے بھی منع فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ائمہ ثلاثہ نہیں بلکہ دو اماموں امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بلکہ دو اماموں کا لفظ میں نے جان بوجھ کر کہا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امام مالکؒ ارتفاع الشمس میں جواز صلوٰۃ کے قائل ہیں۔ ان کا مذہب یہ ہے کہ اوقات خمسہ کے اندر فرائض مطلقاً جائز ہیں۔ ادا ہوں یا قضا۔ اور نوافل مطلقاً ناجائز۔ لہٰذا یہ نہی کی روایات ان حضرات کے نزدیک نوافل پر محمول ہیں۔ لیکن امام شافعیؒ تھوڑا سا اختلاف کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ نوافل ذات الاسباب فرائض کی طرح ہیں اور ان کے حکم میں ہیں۔ اس بنا پر اگر کوئی اوقات منہیہ میں مسجد میں جائے تو تحیۃ المسجد پڑھ سکتا ہے۔ میں نے امام مالک کو خارج کیا تھا کیونکہ وہ ارتفاع کے وقت جواز کے قائل ہیں۔ کیونکہ وہ عمل اہل مدینہ کو لیتے ہیں۔ جیسے امام ابو حنیفہؒ اوفق بالقرآن کو لیتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ بھی تھوڑا سا امام مالکؒ کے ساتھ ہیں۔ وہ یہ کہ ان کے نزدیک یوم الجمعہ مستثنیٰ ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اوقات نہی دو طرح کے ہیں۔ ایک تو اوقات ثلاثہ یعنی وقت طلوع۔ وقت ارتفاع اور وقت غروب۔ ان اوقات ثلاثہ میں مطلقاً کسی قسم کی نماز پڑھنی جائز نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اوقات میں قباحت ہے۔ اور دوسرے بعد الفجر حتی الطلوع وبعد العصر حتی الغروب ان دونوں وقتوں میں نوافل کی ممانعت ہے۔ فرائض جائز ہیں۔ کیونکہ نفس وقت میں کوئی خرابی نہیں۔ اب اس کے بعد ائمہ اربعہ اور ظاہریہ میں اختلاف ہے۔ وہ یہ کہ ائمہ اربعہ آپس کے اختلافات کے ساتھ فرماتے ہیں کہ

نهي عن التحري کی روایات روایت مطلقہ کی طرف راجع ہیں۔اور تحری کی تخصیص محض بیان قبح کے لئے فرمادی ہے۔اور ظاہر یہ کے نزدیک روایت مطلقہ نهي عن التحري کی روایات کی طرف راجع ہیں اگر یہ اختلافات تمہارے ذہن میں رہیں گے تو پھر تم کو بخاری شریف کے تراجم میں مزا آئے گا۔جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ جس کو جتنا زیادہ اختلاف روایات اور اختلاف ائمہ پر عبور ہو گا اس کو اتنا ہی زیادہ بخاری کے تراجم میں لطف آئے گا۔اور ان کی باریکیاں ان پر منکشف ہوں گی۔

یہاں امام بخاریؒ نے اپنے ترجمہ سے دو باتوں کی طرف اشارہ فرمادیا اوّل یہ کہ نہی کی روایات اطلاق پر باقی ہیں۔ تحری کے ساتھ خاص نہیں۔کیونکہ ترجمہ مطلق رکھا ہے۔ تحری کا اس میں کوئی ذکر نہیں فرمایا۔اور دوسرے یہ کہ حتی ترتفع الشمس سے اشارہ فرمادیا کہ بعض روایات میں جو حتی تطلع الشمس آیا ہے۔وہاں طلوع سے مراد ارتفاع الشمس ہے۔حتی تشرق الشمس گویا مصنفؒ نے شرح فرمادی کہ شروق سے مراد ارتفاع ہے۔

حدثني ناس بهذا اس کو ذکر فرما کر اختلاف الفاظ کی طرف اشارہ فرمادیا۔کیونکہ پہلی روایت میں رجال مرضیون اور اس روایت میں ناس کا لفظ آیا ہے۔ نیز! اختلافِ سند کی طرف اشارہ فرمادیا کہ یہ روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے۔نهي عن بيعتين یہ دونو بیوع بيع منابذه اور بيع ملامسه ہیں یہ زمانہ جاہلیت کی خاص بیوع ہیں۔ منابذہ تو یہ ہے کہ کنکری پھینک کر بیع کرتے تھے اور ملامسہ خاص طور سے چھو دیتے تھے۔جس سے بیع تام ہو جاتی۔اس کی تفصیل بیوع جاهليته میں آئے گی وعن بستين ایک اشتمال صماء اور دوسرا احتباء ہے۔اشتمال صماء تو یہ ہے کہ ایک کپڑے کو اس طرح سے لپیٹے کہ اس میں سے ہاتھ وغیرہ نہ نکل سکیں۔خوب لپیٹ لے اور احتباء یہ ہے کہ گوٹ مار کر بیٹھ جائے۔ملامسہ او منابذہ کو بناذ اور لماس بھی کہتے ہیں۔

بَاب لَا تُتَحَرَّى الصَّلٰوةُ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ

ترجمہ۔سورج ڈوبنے سے پہلے نماز کا قصد نہ کیا جائے۔

حدیث(۵۵۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا يَتَحَرّٰى اَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے کوئی بھی طلوع شمس کے وقت نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے۔

حدیث(۵۵۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ آپؐ فرماتے تھے کہ صبح کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج چڑھ آئے۔ اور

وَلَاصَلٰوۃَ بَعْدَالْعَصْرِ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ .الحدیث

عصر کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔

حدیث (۵۵۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانٍ الخ عَنْ مُعَاوِیَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِنَّکُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوۃً لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَمَارَاَیْنَاہُ یُصَلِّیْھَا وَلَقَدْ نَھٰی عَنْھُمَا یَعْنِی الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَالْعَصْرِ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ تم نمازیں پڑھتے ہو۔ ہم جناب رسول اللہ کے ساتھ رہے ہیں۔ ہم نے کبھی آپ کو وہ دو نمازیں پڑھتے نہیں دیکھابلکہ آپؐ نے ان سے منع فرمایاہے یعنی عصر کے بعد دو رکعت پڑھناہے۔

حدیث (۵۵٤) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ صَلٰوتَیْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ . الحدیث ..

ترجمہ ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے دو نمازوں سے منع فرمایا۔ فجر کے بعد جب تک سورج طلوع نہ کرے۔ اور عصر کے بعد جب تک سورج ڈوب نہ جائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ ترجمہ تو یہ تھا مگر یہ ترجمہ محض ایک روایت سے ثابت ہو تا ہے۔بقیہ روایات سے یہ چیز ثابت نہیں ہوتی۔ توروایات کو ترجمۃ الباب سے مطابقت نہ ہوئی۔جواب یہ ہے کہ مصنفؒ کا مقصد صرف تحری سے ممانعت نہیں ہے بلکہ علی الاطلاق ممانعت کرنا ہے۔ خواہ تحری ہو یانہ ہو۔ صلوٰۃ ذات السبب ہو یانہ ہو۔ تو یہ ممانعت علی الاطلاق ہوئی۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ تحری ہی کو بتلانا ہے۔ کہ جب تم نماز پڑھو گے تو تحری کا ہو ناضروری ہے۔ یعنی فعل نماز کو ایسے وقت میں مت ادا کرو۔ کیونکہ فعل اختیاری قصد سے خالی نہیں ہوتا۔ اس لئے جب بھی نماز پڑھو گے اس وقت تحری پائی جائے گی۔ اسی بنا پر روایات تحری اور علی الاطلاق اس افادہ کی وجہ سے سب کو یہاں جمع کر دیا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ یہ باب اوّل کا جز ہے۔ اور بمنزلہ فصل کے ہے۔ جس کو ایک افادہ کی خاطر لایا گیا ہے۔ وہ یہ کہ قصداً ایسے وقت میں نماز پڑھنا شدید الممانعۃ ہے اور یہ طریقہ مصنفؒ نے بہت سے مواقع پر اختیار کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہاں پر شراح نے کوئی تعرض نہیں فرمایا جہاں مطلقاً ممانعت صلوٰۃ بعدالفجر وارد ہے۔ وہیں بعدالعصر کی بھی ممانعت ہے۔ اور جہاں نھی عن التحری وارد ہے وہاں بھی دونوں کے اندر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جہاں نہی مطلق ہے وہاں سیاق ایک ہے۔ اور جہاں نھی عن التحری ہے وہاں بھی دونوں کا سیاق ایک ہے۔ پھر کیا بات ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے فجر کے اندر تو مطلق باب باندھا تحری کا ذکر نہیں فرمایا۔ اور غروب کے اندر تحری کو ذکر فرمایا۔ اشکال کی وضاحت یوں ہے بعض روایات میں جو ارتفاع شمس و غروب شمس کا ذکر ہے اس کا تعلق فجر و عصر دونوں سے ہے۔ ایسے ہی جن روایات میں تحری سے ممانعت ہے وہ ممانعت بھی

فجر وعصر دونوں کو شامل ہے۔ تو جب دونوں جگہ یعنی فجر اور عصر کو دونوں فعل شامل ہیں تو پھر امام بخاریؒ نے **صلوٰۃ فجر** کا باب باندھ کر اس میں تو طلوع کا صیغہ استعمال کیا۔ اور **صلوٰۃ عصر** کا جو باب باندھا اس میں تحری کا صیغہ لائے۔ حالانکہ احادیث کے مضمون کا تقاضا ہے کہ سب ایک ہیں۔ لہٰذا جیسے یہ باب قائم کیا کہ **صلوٰۃ بعدالفجر حتی ترتفع** تو ایسے عصر میں بھی باب باندھتے۔ **باب الصلوۃ بعد العصر حتی تغرب** یا پھر جیسے یہ باب قائم فرمایا کہ **باب لاتتحری الصلوۃ قبل غروب الشمس** ایسے ہی فجر میں باب قائم فرماتے۔ کہ **باب لا تتحری الصلوۃ قبل طلوع الشمس** غرض کہ مصنفؒ نے یہ جدت کیوں اختیار کی۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ تفنن عبارت ہے۔ اور میرے والد صاحب تحریر میں فرماتے ہیں کہ باب اوّل سے تو جمہور کے مذہب کی طرف اشارہ ہے فرمایا ہے۔ اور اس باب سے ظاہریہ کے مذہب کی طرف۔ گویا کہ دونوں بابوں سے الگ الگ اختلاف علماء کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور میری ذاتی رائے یہ ہے کہ حضرت امام بخاریؒ مجتہد ہیں اور روایات تحری کی بھی اور مطلقہ بھی دونوں طرح کی وارد ہوئی ہیں۔ اور سیاق برابر ہے۔ مگر فجر میں کوئی روایت معارض موجود نہیں کہ جس سے **صلوٰۃ بعد الفجر** کا جواز بھی معلوم ہوتا ہو۔ بخلاف **بعد العصر** کے کہ اس میں نہی کے خلاف ایسی روایات موجود ہیں جس سے جو از **صلوٰۃ بعد العصر** معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کی روایات ہیں کہ حضور اکرم ﷺ **بعد العصر** دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا۔ تو وہاں معارض نہ ہونے کی وجہ سے اطلاق کو اختیار فرمایا۔ اور یہاں معارض ہونے کی وجہ سے تحری کو اختیار فرمایا۔ اور یہ حضرت امام بخاریؒ کا مذہب ہے۔ اور اس میں کوئی بُعد نہیں کیونکہ وہ مجتہد ہیں۔ اور حضرت امام بخاریؒ نے اس باب میں تحری کی روایات اور روایات مطلقہ ذکر فرما کر اشارہ فرمایا کہ روایات روایات مطلقہ کی طرف راجع ہیں۔ جیسا کہ باب سابق میں اس کے برعکس فرمایا ہے۔ کہ تحری کی روایات روایات مطلقہ کی طرف راجع ہیں۔ یہاں ایک مفید اور کار آمد بات سنو ! مؤطا امام مالکؒ کے اندر **نہی عن الصلوۃ وقت الاستواء** کی روایت موجود ہے مگر پھر بھی امام مالکؒ جو از **صلوٰۃ وقت الاستواء** کے قائل ہیں۔ اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جہاں کسی امام کا قول کسی روایت کے خلاف ہو تو یوں کہتے ہیں کہ ممکن ہے ان کو وہ روایت نہ پہنچی ہو۔ یہ کہہ دینا مطلقاً صحیح نہیں۔ دیکھو یہاں روایت امام مالکؒ کو پہنچی ہے لیکن پھر بھی اس کو چھوڑ دیا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ امام کسی وجہ ترجیح کی بنا پر کسی روایت کے خلاف دوسری کو ترجیح دیتا ہے۔ مثلاً ائمہ کے نزدیک وجوہ ترجیح مختلف ہیں۔ انہی میں امام مالکؒ کے یہاں عمل اہل مدینہ وجوہِ ترجیح میں سے ہے۔ چونکہ اہل مدینہ کا عمل اس وقت صلوٰۃ پڑھنے کا تھا اس لئے امام مالکؒ نے اس کو ترجیح دی اور جیسے کہ احنافؒ کے ہاں وجوہ ترجیح میں اوفق بالقرآن اور راوی کا افقہ ہونا ہے۔ اور شوافعؒ کے یہاں سند کا قوی ہونا۔ یا نقاہت رواۃ ہے۔

بَاب مَنۡ لَّمۡ یَکۡرَہِ الصَّلٰوۃَ اِلَّا بَعۡدَ الۡعَصۡرِ وَالۡفَجۡرِ رَوَاہُ عُمَرُ وَابۡنُ عُمَرَ وَاَبُوۡ سَعِیۡدٍ وَاَبُوۡ ھُرَیۡرَۃَ ۔

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو نماز کو مکروہ نہیں سمجھتا مگر صرف بعد العصر و الفجر مکروہ سمجھتا ہے اس کو حضرت عمرؓ و ابن عمرؓ و ابو سعیدؓ اور ابو ہریرؓہ نے روایت کیا ہے۔

حدیث (۵۵۵) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اُصَلِّیْ کَمَا رَأَیْتُ اَصْحَابِیْ یُصَلُّوْنَ لَا اَنْهٰی اَحَدًا یُصَلِّیْ بِلَیْلٍ اَوْ نَهَارٍ مَّا شَاءَ غَیْرَ اَنْ لَّا تَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا . الحدیث .

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایسے ہی نماز پڑھوں گا جس طرح میں نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ میں کسی کو دن اور رات میں کسی وقت بھی نماز پڑھنے سے نہیں روکتا۔ جو چاہے پڑھے علاوہ اس کے طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت قصد نہ کرو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کا مسلک بھی امام مالکؒ کے مسلک جیسا ہے۔ کہ وہ استوأ کے وقت نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ لیکن جمہور اجازت نہیں دیتے۔ یا مصنفؒ جمہور کی موافقت کرتے ہیں اور شدۃ ممانعت کے لئے ان روایات کو لائے ہیں۔ اور حضرت عمرؓ وابن عمرؓ کا مقصد اگر اجازت صلوٰۃ عند الاستوأ ہے تو پھر روایات نہی سے ان کو مرجوح قرار دیا جائے گا۔ یا استوأ کی اباحت بطور مفہوم مخالف کی سمجھی جاتی ہے۔ اور نہی صراحۃً ہے۔ لہذا منطوق کو مفہوم پر ترجیح دی جائے گی۔ دوسرے حضرت ابن عمرؓ اس روایت کو آپؐ کی طرف مرفوع نہیں کرتے۔ بلکہ ان کا اپنا فتویٰ اور اپنا قول ہے۔ روایات نہی کی یا تو انہیں اطلاع نہیں ہوئی۔ یا ان کا مقصد یہ ہے کہ نماز پڑھتے پڑھتے اس کو اس وقت تک لے آؤ۔ بہر حال عند الاستوأ کی اجازت معلوم نہیں ہوتی۔ شیخ زکریاؒ کی تشریح صفحہ سابقہ پر گذر چکی ہے۔

باب مَا یُصَلّٰی بَعْدَ الْعَصْرِ مِنَ الْفَوَائِتِ وَنَحْوِهَا ۔

ترجمہ۔ باب اس بارے میں کہ عصر کے بعد قضا نمازیں اور نفل رواتب پڑھی جاسکتی ہیں۔

وَقَالَ کُرَیْبٌ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ صَلَّی النَّبِیُّ ﷺ بَعْدَ الْعَصْرِ الرَّکْعَتَیْنِ وَقَالَ شَغَلَنِیْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَیْسِ عَنِ الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ ...

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ مجھے وفد عبد القیس نے ظہر کے بعد کی دو رکعتوں سے روک دیا تھا ان کو پڑھ رہا ہوں۔

حدیث (۵۵۶) حَدَّثَنَا اَبُو نُعَیْمٍ الخ اَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ قَالَتْ وَالَّذِیْ ذَهَبَ بِهٖ مَا تَرَکَهُمَا حَتّٰی لَقِیَ اللّٰهَ وَمَا لَقِیَ اللّٰهَ حَتّٰی ثَقُلَ عَنِ الصَّلٰوةِ وَکَانَ یُصَلِّیْ کَثِیْرًا مِّنْ صَلٰوتِهٖ قَاعِدًا تَعْنِی الرَّکْعَتَیْنِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جو حضور ﷺ کو لے گیا۔ آپؐ نے ان دو رکعتوں کو نہیں چھوڑا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقی ہوئے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ سے اس وقت ملاقی نہیں ہوئے جب تک کہ نماز سے

بَعْدَالْعَصْرِ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيهِمَا وَلَا يُصَلِّيهِمَا فِي الْمَسْجِدِ مَخَافَةَ اَنْ يُثَقِّلَ عَلٰى اُمَّتِهٖ وَكَانَ يُحِبُّ مَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ . الحديث .....

بوجھل نہیں ہوئے۔(یعنی جب نماز پڑھنا مشکل ہو گیا تو پھر دنیا میں رہنا پسند نہ کیا) اور جناب نبی اکرم ﷺ اکثر نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے یعنی یہ بعد العصر کی دو رکعتیں آپ نبی اکرم ﷺ ان کو پڑھتے تھے لیکن مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔اس خوف سے کہ کہیں امت پر بوجھ نہ ہو جائے۔اور امت سے تخفیف کو پسند کرتے تھے۔

حديث(۵۵۷)حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَتْ عَائِشَةُ ؓ ابْنُ اُخْتِيْ مَا تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِيْ قَطُّ ....

ترجمہ۔حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا اے میرے بھانجے! جناب نبی اکرم ﷺ ان دو رکعتوں کو بعد العصر کبھی میرے پاس آکر نہیں چھوڑا۔

حديث(۵۵۸)حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَكْعَتَانِ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَعُهُمَا سِرًّا وَّلَا عَلَانِيَةً رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ . الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ دو رکعات جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو کبھی نہیں چھوڑا نہ پوشیدہ ہو کر اور نہ ہی کھلم کھلا وہ صبح سے پہلے دو رکعات ہیں اور دو رکعت عصر کے بعد ہیں۔

حديث(۵۵۹)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ الخ قَالَ رَاَيْتُ الْاَسْوَدَ وَمَسْرُوْقًا شَهِدَا عَلٰى عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَاْتِيْنِيْ فِيْ يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ اِلَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت اسود اور مسروق ؒ دونوں کو حضرت عائشہ ؓ پر گواہی دیتے دیکھا کہ وہ فرماتی تھیں کہ جس دن بھی عصر کے بعد جناب نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لاتے تھے تو دو رکعت ضرور پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابھی میں نے بیان کیا تھا کہ اوقات منہیہ پانچ ہیں۔ان کے درمیان ائمہ ثلاثہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔اور حنفیہؒ کے یہاں تفریق ہے۔حضرت امام بخاریؒ نے باب سے اشارہ فرمادیا کہ نہی نوافل پر محمول ہے۔اور فوات جائز ہیں۔مگر امام بخاریؒ نے ونحوها بڑھادیا۔جس کی وجہ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کس کے قائل ہیں۔شوافعؒ تو ونحوها کا مطلب یہ قرار دیتے ہیں کہ اس سے ذوات الاسباب۔ وتحية المسجد۔ صلوٰۃ الکسوف۔سجدہ تلاوت وغیرها مراد ہے۔کیونکہ وہ ان کے یہاں ان اوقات میں پڑھی جائیں گی۔اور حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ جب ذوات الاسباب نوافل ہیں تو وہ فوات کی مثل کیسے ہو سکتی ہیں۔اس لئے

ونحوها سے وہ نمازیں مراد ہیں جو فوائت کے مثل ہیں۔ جیسے صلوٰۃ جنازہ ۔ سجدہ تلاوت وغیرہ شغلنی ناس یہ ابتداء ہوئی ۔لم یکن رسول اللہ ﷺ یدعھما سرا ولاعلانیہ اس سے مراد یہ ہے کہ گھر میں یعنی اہل خانہ سے حضور اکرم ﷺ اخفاء نہیں فرماتے تھے۔ کیونکہ ابھی حضرت عائشہؓ کی روایت گذری ہے۔ لایصلیھافی المسجد یہ انتہا ہوئی۔ کہ پھر مداومت فرمانے لگے۔عن ام سلمۃؓ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بعد العصر نماز پڑھی مگر صرف ایک مرتبہ پڑھی ہے۔ جبکہ آپؐ کے پاس وفد عبدالقیس آیا۔ اور اس کی وجہ سے ظہر کے بعد والی دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ کی اکثر روایات میں یہ ملے گا کہ حضور انور ﷺ نے اکثر نماز عصر کے بعد نوافل پڑھی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔ بلکہ ام سلمہؓ کے یہاں ایک ہی مرتبہ بطور قضا کے پڑھی ہوگی۔ مگر چونکہ آپؐ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کسی کام کو شروع فرماتے تو اس کو پابندی سے فرمایا کرتے تھے تو گویا اس کے بعد آپؐ نے ہمیشہ رکعتیں بعد العصر پڑھی ہیں۔ لیکن جمہور کے نزدیک یہ نماز صرف حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ چنانچہ ابو داؤد شریف میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جس میں صراحت کے ساتھ بتلایا گیا کہ حضور اقدس ﷺ نماز عصر کے بعد رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور ہم لوگوں کو منع فرمایا کرتے تھے۔ اب آگے روایت میں جو اس نماز کے متعلق آرہا ہے کہ ما ترکھما اس سے مراد حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ترک فسخ ہے یعنی آپؐ نے بالکلیہ نہیں چھوڑا۔ وہ پانچ وقت جن میں نماز پڑھنا جائز نہیں یہ ہیں بعد الفجر نصف النہار۔ بعدالعصر وغروب ۔

باب التَّكْبِيرِ بِالصَّلٰوةِ فِيْ يَوْمِ غَيْمٍ

ترجمہ۔ بادل والے دن نماز پڑھنے میں جلدی کرنی چاہئیے

حدیث(۵۶۰) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ الخ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ غَيْمٍ فَقَالَ بَكِّرُوْا بِالصَّلٰوةِ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ حَبِطَ عَمَلُهٗ . الحديث....

ترجمہ۔ حضرت ابو الملیح فرماتے ہیں کہ ہم لوگ بادل والے دن حضرت بریدہؓ کے ہمراہ تھے تو انہوں نے فرمایا کہ نماز میں جلدی کرو کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص عصر کی نماز کو چھوڑ دیگا تو اسکے عمل ضبط اور باطل ہو جائیں گے

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ ترجمہ مطلق ہے۔ حضرت بریدہؓ بھی اسے ذکر کرتے ہیں کہ مگر دلیل میں ایک خاص چیز ہے من ترك العصر تو حضرت بریدہؓ کے قول کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ ان کے ساتھ ایک فوجی جماعت تھی جن کو بادل چھا جانے کی وجہ سے وہ فرماتے ہیں بکروابھذہ الصلوۃ مگر یہ توجیہ مصنفؒ کے کلام میں نہیں چل سکتی۔ تو کہا جائے گا اگرچہ من ترك العصر سے خصوصیت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس سے عموم مراد ہے۔ اس لئے حبط عملہ کا حمل بقیہ صلوٰت پر بھی کیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ابر کے زمانہ میں نماز کو جلدی پڑھنا چاہئیے تاکہ کہیں وقت نہ نکل جائے۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ

امام بخاریؒ نے تکبیر کا باب باندھا ہے۔ اور روایت کے اندر حضرت بریدہؓ کا قول ہے جو موقوف ہے۔ تو موقوف سے استدلال ہوا۔ حالانکہ مصنفؒ کا معمول استدلال بالمرفوع ہے۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد من ترك العصر عصر کے ساتھ خاص ہے۔ عموم ثابت نہیں ہوتا جو ترجمہ میں ہے۔ ان دونوں اشکال کا ایک ہی جواب ہے وہ یہ کہ حضرت امام بخاریؒ کا استدلال بکروا بالصلوۃ سے ہے جو کہ حضور اکرم ﷺ کے ارشار سے ماخوذ ہے۔ اس لئے وہ ایسا ہی ہو گیا۔ جیسے امام بخاریؒ مسئلہ مستنبط فرما لیتے ہیں۔ تو جب ائمہ استنباط فرما سکتے ہیں تو صحابہ کا استنباط بھی ہو گا۔ لہذا استدلال مرفوع سے ہوا گو بالواسطہ ہے چونکہ حضرت بریدہؓ نے عصر کی کوئی تخصیص نہیں کی بلکہ مطلقاً بکروا بالصلوۃ فرمایا لہذا تعمیم صحیح ہے عصر کے ساتھ اختصاص نہ رہا۔

باب الْاَذَانِ بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ ترجمہ۔ وقت چلے جانے کے بعد اذان کہنا

حدیث (۵۶۱) حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ الخ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سِرْنَا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ لَيْلَةً فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَّسْتَ بِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَخَافُ اَنْ تَنَامُوا عَنِ الصَّلٰوةِ قَالَ بِلَالٌؓ اَنَا اُوْقِظُكُمْ فَاضْطَجَعُوْا وَاَسْنَدَ بِلَالٌؓ ظَهْرَهٗ اِلٰى رَاحِلَتِهٖ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ فَاسْتَيْقَظَ النَّبِیُّ ﷺ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَالَ يَا بِلَالُ اَيْنَ مَا قُلْتَ قَالَ مَا اُلْقِيَتْ عَلَیَّ نَوْمَةٌ مِّثْلُهَا قَطُّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَكُمْ حِيْنَ شَآءَ وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِيْنَ شَآءَ يَا بِلَالُ قُمْ فَاَذِّنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلٰوةِ فَتَوَضَّأَ فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَاضَّتْ قَامَ فَصَلّٰی ....

ترجمہ۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ چل رہے تھے۔ کہ کچھ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہمیں کچھ دیر کے لئے آپؐ آرام کرنے دیتے آپؐ نے فرمایا مجھے خدشہ ہے کہ کہیں نماز سے نہ سو جاؤ حضرت بلالؓ نے فرمایا میں تمہیں بیدار کروں گا لوگ لیٹ گئے حضرت بلالؓ نے اپنی پیٹھ سواری کے پالان کے ساتھ لگا دی۔ تو ان کی دونو آنکھیں اس پر غالب آ گئیں۔ یعنی نیند کا غلبہ ہو گیا وہ بھی سو گئے جب جناب نبی اکرم ﷺ بیدار ہوئے تو سورج کا کنارہ نکل چکا تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے بلال وہ تمہارا کہنا کہاں گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایسی نیند مجھ پر کبھی نہیں ڈالی گئی۔ آپؐ نے فرمایا چلو خیر! اللہ تعالیٰ نے جس وقت چاہا تمہاری روحوں کو روکے رکھا اور جب چاہا ان کو تم پر واپس لوٹا دیا۔ اٹھ بلال لوگوں کو نماز کی اطلاع کرو۔ چنانچہ آپؐ نے وضو فرمایا جب اچھی طرح سورج چڑھ آیا اور سفید ہو گیا تو آپ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں بعد ذهاب الوقت سے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ فائتہ کیلئے اذان اس وقت کہی جائے جبکہ قضاءً القضا (یعنی وقت ختم ہونے کے بعد) وقت کے بعد ہی ہو۔ یہ نہیں کہ دس سال بعد قضا کرے تو اذان کہے

اور یہی علماء کا مذہب ہے۔ اب اس کے بعد ائمہ میں اختلاف ہو گیا۔ کہ اگر جماعت کی نماز فوہو جائے اور جماعت سے قضا کرنا چاہے تو کیا اس کے لئے اذان ہو گی۔ حنفیہؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک ہو گی۔ مالکیہؒ کے یہاں اذن نہیں ہو گی۔ اور شوافعؒ کے ہاں دونوں قول ہیں۔ اس لئے ناقلین مذہب ان کو کبھی ہمارے ساتھ جوڑ دیتے ہیں اور کبھی مالکیہؒ کے ساتھ۔ مالکیہؒ کہتے ہیں کہ اس میں تجہیل (جاہل بنانا) ہو گی۔ اس لئے کہ لوگ کہیں گے کہ یہ بے وقت اذان کیسی ہے۔ اور جمہور کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کے فعل سے استدلال ہے۔ لو عرست بنا الخ لیلۃ التعریس کا واقعہ ہے۔ جمہور کی رائے ہے کہ لیلۃ التعریس ایک مرتبہ ہوئی۔ محققین کی رائے ہے کہ دو مرتبہ ہوئی۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ اس سے بھی زیادہ ہوئی۔ قال بلال انا اوقظکم الخ صوفیاء فرماتے ہیں یابلال کی انا کہو۔ پیارو! انانیت سے کہو۔ اور اپنے دلوں سے اس کو بالکل نکال دو۔ اللہ تعالیٰ اصل مقصود ہیں۔ اگر ذلت برداشت کرنے میں ان کی رضا ہے تو یہی عزت ہے۔

لوگ سمجھیں مجھے محروم اناء و تمکین وہ نہ سمجھیں کہ مری بزم کے قابل نہ رہا۔

اللہ تعالیٰ کی نظر میں عزیز رہو۔ گو مخلوق کتنا ہی حقیر سمجھے۔ ایسا نہ ہو کہ انانیت کی وجہ سے ان کے یہاں سے ردّ کر دیا جائے فاذن بالناس بالصلوۃ یہ جمہور کا استدلال ہے۔ فلما ارتفعت الشمس وابیاضت الخ حنفیہ فرماتے ہیں کہ نفس وقت میں کراہت تھی اس لئے بیاض شمس کا انتظار فرمایا۔

بَاب مَنْ صَلّٰی بِالنَّاسِ جَمَاعَةً بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

ترجمہ۔ وقت چلے جانے کے بعد لوگوں کو جماعت کی نماز پڑھانا۔

حدیث (۵۶۲) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَآءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كِدْتُ اُصَلِّي الْعَصْرَ حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا فَقُمْنَا اِلٰى بُطْحَانَ فَتَوَضَّاَ لِلصَّلٰوةِ وَتَوَضَّاْنَا لَهَا فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ خندق کی لڑائی میں سورج غروب ہونے کے بعد تشریف لائے تو کفار قریش کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور کہنے لگے یارسول اللہ میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب پہنچ گیا۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے بھی وہ نماز نہیں پڑھی۔ بطحان وادی کی طرف ہم اٹھے آپؐ نے نماز کے لئے وضو بنایا اور ہم نے بھی نماز کے لئے وضو بنایا پس سورج غروب ہونے کے بعد آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر جماعت کی نماز فوت ہو گئی تو جماعت سے پڑھے یا فرادیٰ۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک جماعت سے پڑھے

اور بعض سلف کا اس میں اختلاف رہا ہے۔وہ فرادیٰ کے قائل تھے اس کی طرف اشارہ فرمادیا۔اور اذان کے اندر اختلاف گذر ہی چکا ہے۔
فصلی العصر بعد ما غربت الشمس یہاں یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ بخاریؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم الخندق میں صرف عصر کی نماز قضا ہوئی۔اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ **شغل عن اربع صلوات** ظہر۔عصر۔مغرب۔اور عشاء۔ عشاء اس طور پر کہ اپنے وقت معہور کے بعد پڑھی گئیں۔بعض نے بخاریؒ کی روایت کو ترجیح دی ہے۔اور بعض موجھین توجیہ فرماتے ہیں کہ دونوں کے اندر کوئی تعارض نہیں یوم خندق ایک ہی دن نہیں۔ ممکن ہے کسی دن صرف عصر کی نماز فوت ہوئی ہو۔اور کسی دوسرے دن چار نمازیں فوت ہوئی ہوں۔عصر والی روایت امام بخاریؒ کی شرط کی مطابق تھی اس کو ذکر کر دیا۔غزوۂ خندق کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ صلوٰۃ الخوف کی آیت سے پہلے ہوا یا بعد میں۔جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آیت خوف پہلے نازل ہوئی اور غزوۂ خندق بعد کا واقعہ ہے تو ان کے نزدیک کثرت ازدحام کی وجہ سے اب بھی قضا جائز ہے۔اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ صلوٰۃ خوف کا نزول غزوہ کے بعد ہوا ہے ان لوگوں کے نزدیک اب یہ قضا جائز نہیں۔

بَاب مَنْ نَّسِيَ صَلٰوةً فَلْيُصَلِّ اِذَا ذَكَرَ وَلَا يُعِيْدُ اِلَّا تِلْكَ الصَّلٰوةَ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً عِشْرِيْنَ سَنَةً لَمْ يُعِدْ اِلَّا تِلْكَ الصَّلٰوةَ الْوَاحِدَةَ۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو نماز پڑھنی بھول گیا تو جب یاد آئے تو اُسے پڑھے اور صرف اسی نماز کو لوٹائے۔اور ابراہیم فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ایک نماز کو بیس سال تک چھوڑے رکھا تو صرف اسی ایک نماز کا اعادہ کرے۔

حدیث(۵۶۳)حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ نَّسِيَ صَلٰوةً فَلْيُصَلِّ اِذَا ذَكَرَ لَا كَفَّارَةَ لَهَا اِلَّا ذٰلِكَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ قَالَ مُوْسٰى قَالَ هَمَّامٌ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ بَعْدُ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنجنابؐ نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو جب بھی یاد آئے تو اسے ضرور پڑھے۔اس کے سوا اور کوئی کفارہ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ لایعید الّاتلک الصلوۃ اس باب سے مقصد امام بخاریؒ کا یا تو احناف اور مالکیہ پر رد کرنا ہے کہ اگر صاحب ترتیب نے فائتہ کی قضا سے پہلے وقتیہ پڑھ لی تو اسے صلوٰۃ فائتہ اور اس وقتیہ دونوں کو لوٹانا پڑے گا اگر بھول کر وقتیہ کو پڑھ لیا ہے یا فوائت ستہ یعنی چھ کی تعداد سے متجاوز ہو گئی ہیں تو بھی اعادہ نہیں ہے۔ مگر مصنفؒ اس کی تردید کرتے ہیں۔یا مقصد یہ ہے کہ

جیسے ابو داؤد میں ہے اعاد من الغد مثلها یعنی اگلے روز اسی وقت قضا کرے۔ مصنفؒ اس پر بھی رد فرما رہے ہیں کہ تم اس فوت کا مطلب غلط سمجھے ہو۔ بلکہ دوسرے روز اسے اپنے وقت پر پڑھو یہ نہیں کہ چوبیس گھنٹے کا ان میں وقفہ ہو اور احناف اور مالکیہ کی طرف سے جواب یہ دیا جاتا ہے کہ لا کفارة لها الا ذالك اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ نسیان کی وجہ سے جو نماز فوت ہو گئی اس کا کفارہ وہی ہے مگر صاحب ترتیب کے لئے ہم دوسری روایات سے اس حکم کو ثابت کرتے ہیں اس روایت سے ہمارے مسلک پر حجۃ قائم نہیں کی جاسکتی بلکہ غیر صاحب ترتیب کے لئے ہم بھی اس کو کفارہ کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ترجمہ الباب میں لایعید الاتلك الصلوة کا مطلب یہ ہے کہ سنن کی روایت میں ومن الغد للوقت وارد ہوا ہے۔ اس کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ جب یاد آئے اس وقت پڑھے۔ اور پھر جب دوسرے دن اس کا وقت آئے تو پھر پڑھے لهذا امام بخاریؒ نے اس پر رد فرمادیا کہ صرف اسی نماز کا اعادہ ہوگا۔ یہ نہیں کل پھر اس کو پڑھے گا اور علماً موجهین کے نزدیک دونو کے معنی صحیح ہیں۔ اور اصل تو من الغد للوقت ہے لیکن بعض رواۃ نے روایت بالمعنی کے طور پر ایسا نقل کر دیا جس سے مقضیہ (قضا شدہ) کا تکرار اور اعادہ معلوم ہوتا ہے لیکن یہ مراد نہیں ہے۔ اور من الغد للوقت اس لئے فرمادیا کہ حدیث کے مشہور الفاظ یہ ہیں کہ من قام عن صلوٰة اونسیها فلیصلها اذاذکر ها فان ذلك وقتها یعنی جو نماز سے سو جائے یا بھول جائے توجب یاد آجائے تو اسی وقت اسے پڑھے کیونکہ یہی اس کا وقت ہے۔ اس سے بظاہر ابہام ہوتا ہے کہ اب صلوٰة مقضیہ کا وقت بدل گیا۔ اور وقت التذکر اسی وقت کا بن گیا۔ تو اس وہم کا دفعیہ من الغد للوقت کہہ کر فرمادیا۔ اقم الصلوة لذکری الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز قائم کرو میرے یاد دلانے کے وقت۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو مگر یہاں اوّل مطلب ہی مراد ہے۔ قال موسى قال همام سمعته الخ مطلب یہ ہے کہ روایات دو طرح کی ہیں۔ ایک میں لذکری اور دوسری للذکریٰ مگر کسی کی روایت میں کون سا جملہ ہے یہ متعین نہیں۔ اس لئے ہر ایک پر نسخہ کی علامت بنی ہوئی ہے۔ من الغد بعد الوقت مثلاً فجر کی نماز قضا ہو گئی اور طلوع شمس کے بعد اس کو نماز یاد آئی۔ فان ذلك وقتها اس کا یہ مطلب نہیں کہ کل کو بھی طلوع شمس ہی اس فجر کا وقت ہے۔ بلکہ من الغد بعد الوقت یعنی اپنے وقت پر پڑھے۔

باب قَضَاءِ الصَّلٰوةِ الْاُوْلٰى فَالْاُوْلٰى

ترجمہ۔ باب نمازوں کی قضا ترتیب کے ساتھ ہو پہلے پہلی پھر دوسری اس طرح۔

حدیث (۵٦٤) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَعَلَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَسُبُّ كُفَّارَهُمْ فَقَالَ مَا كِدْتُ اُصَلِّى الْعَصْرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ خندق کی لڑائی میں حضرت عمرؓ کفار قریش کو گالیاں دینے لگے اور فرمایا کہ نہیں قریب تھا کہ میں عصر کی نماز پڑھوں یہاں تک کہ سورج

قَالَ فَنَزَلْنَا بُطْحَانَ فَصَلّٰی بَعْدَ مَاغَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ .....

غروب ہو گیا۔ روای فرماتے ہیں کہ ہم بطحان وادی میں اترے سورج غروب ہونے کے بعد عصر پڑھی اور پھر مغرب کی نماز ادا کی۔ تو اس سے ترتیب معلوم ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر متعدد نمازیں قضا ہو جائیں۔ تو امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً ترتیب نہیں ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک مطلقاً ترتیب ہے۔ اگر دس برس بعد یاد آجائے کہ میری فلاں نماز قضا ہو گئی تھی۔ تو ساری نمازیں قضا کرنی ہوں گی۔ اور امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پانچ تک ترتیب واجب ہے۔ اس سے بڑھ جائے تو ترتیب ساقط ہو جائے گی۔ اور حنفیہؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک نسیان سے بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ اور مالکیہؒ کے نزدیک ساقط نہیں ہوتی۔ بہر حال امام بخاریؒ نے باب منعقد فرما کر اپنی طرف سے فیصلہ فرما دیا کہ میں شافعیہ کے ساتھ نہیں ہوں۔ بلکہ حنفیہؒ اور مالکیہؒ کے ساتھ ہوں۔ اور جو روایت باب کے اندر ہے اس سے معلوم ہوا کہ چونکہ پانچ سے کم تھیں لہذا ترتیب سے ادا فرمائیں۔

باب مَايُكْرَهُ مِنَ السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ السَّامِرُ مِنَ السَّمَرِ وَالْجَمِيْعُ السُّمَّارُ وَالسَّامِرُ هٰهُنَا فِیْ مَوْضِعِ الْجَمِيْعِ۔

ترجمہ۔ عشاء کی نماز کے بعد قصہ گوئی مکروہ ہے سامر سمر سے ہے جس کی جمع سمار ہے۔ اس جگہ سامر جمع کے معنی میں ہے۔

حدیث (۵۶۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَ اَبُوالْمِنْهَالِ انْطَلَقْتُ مَعَ اَبِیْ اِلٰی اَبِیْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِیِّ فَقَالَ لَهٗ اَبِیْ حَدِّثْنَا كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّی الْمَكْتُوْبَةَ قَالَ كَانَ يُصَلِّی الْهَجِيْرَ وَهِیَ الَّتِیْ تَدْعُوْنَهَا الْاُوْلٰی حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّی الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ اَحَدُنَا اِلٰی اَهْلِهٖ فِیْ اَقْصَی الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَاقَالَ فِی الْمَغْرِبِ قَالَ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّؤَخِّرَ الْعِشَاءَ قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا

ترجمہ۔ حضرت ابو المنہالؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ حضرت ابو برزہ اسلمیؓ کی خدمت میں پہنچا میرے باپ نے ان سے کہا کہ آپ ہمیں بتلائیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرضی نماز کیسے پڑھتے تھے فرمایا نماز ہجیر جس کو تم لوگ پہلی نماز کہتے ہو اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا اور عصر اس وقت پڑھتے تھے کہ جب ہمارا ایک آدمی عوالی مدینہ میں اپنے گھر پہنچتا تو ابھی سورج خوب روشن ہوتا۔ مغرب کے بارے میں جو کچھ انہوں نے فرمایا وہ میں بھول گیا۔ اور آپؐ عشاء کی نماز میں تاخیر کو پسند کرتے تھے۔ اور عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ اور فجر کی

وَ کَانَ یَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حِیْنَ یَعْرِفُ اَحَدُنَا جَلِیْسَهٗ وَیَقْرَأُ مِنَ السِّتِّیْنَ اِلَی الْمِائَةِ . الحدیث.

نماز سے فارغ ہو کر اس وقت واپس ہوتے تھے ہم میں سے ایک اپنے ساتھی کو پہچان سکتا تھا۔ حالانکہ آپؐ نے ساٹھ سے سو تک آیات قرآنی پڑھ لی ہوتی تھیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حدیث شریف میں ہے نهی النبی ﷺ عن النوم قبل العشاء الحدیث بعدها اس پر امام بخاریؒ نے السمر کا ترجمہ باندھ کر اشارہ فرمادیا کہ مطلق بات کرنے کی ممانعت نہیں بلکہ سمر قصہ گوئی سے ممانعت ہے۔ چونکہ سمر کا لفظ حدیث میں آیا تھا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے بتلادیا کہ سامر اس سے مشتق اور اس کی جمع اسمار ہے۔ اور چونکہ امام بخاریؒ حافظ قرآن ہیں کوئی لفظ قرآن کا آجائے تو ان کا ذہن فوراً آیت قرآنی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے تو حضرت امام بخاریؒ کا ذہن سامرا تھجرون کی طرف چلا گیا۔ اور وہاں سامرا جمع ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ سامر یہاں قرآن میں جمع کے معنی میں ہے۔

باب السَّمَرِ فِی الْفِقْهِ وَالْخَیْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ۔

ترجمہ۔ عشاء کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا جائز ہے۔

حدیث (۵۶۵) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الخ قَالَ انْتَظَرْنَا الْحَسَنَ وَرَاثَ عَلَیْنَا حَتّٰی قَرُبْنَا مِنْ وَّقْتِ قِیَامِهٖ فَجَاءَ فَقَالَ دَعَانَا جِیْرَانُنَا هٰؤُلَاءِ ثُمَّ قَالَ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَظَرْنَا النَّبِیَّ ﷺ ذَاتَ لَیْلَةٍ حَتّٰی کَانَ شَطْرُ اللَّیْلِ یَبْلُغُهٗ فَجَاءَ فَصَلّٰی لَنَا ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ اَلَا اِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ثُمَّ رَقَدُوْا وَاِنَّکُمْ لَمْ تَزَالُوْا فِیْ صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ قَالَ الْحَسَنُ وَاِنَّ الْقَوْمَ لَا یَزَالُوْنَ فِیْ خَیْرٍ مَّا انْتَظَرُوا الْخَیْرَ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت قرہ بن خالد فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت حسن کا انتظار کرتے انہوں نے بہت دیر لگائی یہانتک کہ ان کے مسجد سے اٹھنے کے وقت کے قریب پہنچ گئے بہر حال وہ تشریف لائے اور فرمایا کہ ہمیں ہمارے ان ہمسایوں نے دعوت دی تھی اسلئے دیر ہو گئی۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے تھے کہ ہم نے بھی ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ کا انتظار کیا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اس کو آدھی رات تک پہنچادیا۔ پس تشریف لائے ہمیں نماز پڑھائی اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا (ھذا موضع ترجمہ) کہ خبردار لوگ تو نماز پڑھ کر سو گئے اور تم برابر نماز میں رہے۔ جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے۔ حضرت حسن نے فرمایا کہ لوگ اس وقت تک خیر میں رہتے ہیں جب تک خیر کا انتظار کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب سابق سے استثناء ہے کہ سمر فی الفقه والخیر جائز ہے۔

حدیث (۵۶۷) حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلّٰی النَّبِیُّ ﷺ صَلٰوۃَ الْعِشَاءِ فِیْ آخِرِ حَیَاتِہٖ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ اَرَاَیْتَکُمْ لَیْلَتَکُمْ ھٰذِہٖ فَاِنَّ رَاْسَ مِائَۃِ سَنَۃٍ لَّایَبْقٰی مَنْ ھُوَ الْیَوْمَ عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ فَوَھِلَ النَّاسُ فِیْ مَقَالَۃِ النَّبِیِّ ﷺ اِلٰی مَایَتَحَدَّثُوْنَ فِیْ ھٰذِہٖ الْاَحَادِیْثِ عَنْ مِّائَۃِ سَنَۃٍ وَّاِنَّمَاقَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَایَبْقٰی مِمَّنْ ھُوَ الْیَوْمَ عَلٰی ظَھْرِالْاَرْضِ یُرِیْدُ بِذٰلِکَ اَنَّھَا تَخْرِمُ ذٰلِکَ الْقَرْنَ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو فرمایا مجھے بتلاؤ یہ تمہاری آج کی رات ہے اس کو یاد رکھو لیکن آج جو روئے زمین پر لوگ ہیں صدی کے اختتام پر ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔ حضور اقدس ﷺ کے مقالہ کی وجہ سے لوگ خوف کھانے لگے یہاں تک کہ سو سال کے متعلق کئی کئی باتیں کرنے لگے (آپ کا مقصد نہ سمجھے) جناب نبی اکرم ﷺ نے جو لا یبقی ممن ھو الیوم الخ فرمایا تھا اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ یہ صدی ختم ہو جائے گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ محدثین اس ارشاد کی وجہ سے فرماتے ہیں کہ اگر سو سال بعد کوئی صحبت نبوی کا دعویٰ کرے تو وہ کذاب ہے۔ ہاں حیات خضر کے بارے میں بات رہ جاتی ہے۔ جو لوگ ان کی حیات کے قائل ہیں وہ اس کی مختلف توجیہات کرتے ہیں۔ مثلاً وہ اس وقت پانی پر تھے۔ زمین پر نہ تھے۔ زمین کی نفی ہے۔ بحر کی نہیں۔ وھل الناس خوف اس وجہ سے ہوا کہ وہ حضرات یہ سمجھے کہ اب سے سو سال بعد قیامت آجائے گی۔

باب السَّمَرِ مَعَ الْاَھْلِ وَالضَّیْفِ

ترجمہ۔ گھر والوں اور مہمانوں کے ساتھ رات کو باتیں کرنا یہ بھی جائز ہے۔

حدیث (۵۶۸) حَدَّثَنَااَبُوْ النُّعْمَانِ الخ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّۃِ کَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ وَاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ کَانَ عِنْدَہٗ طَعَامُ اثْنَیْنِ فَلْیَذْھَبْ بِثَالِثٍ وَّاِنْ اَرْبَعٌ فَخَامِسٌ اَوْسَادِسٌ وَّاِنَّ اَبَابَکْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَۃٍ وَّانْطَلَقَ النَّبِیُّ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ فقیر لوگ تھے۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ اصحاب صفہ میں سے تیسرے کو لے جائے جس کے پاس چار کا کھانا ہو وہ پانچواں یا چھٹا اپنے ساتھ لے جائے۔ حضرت ابو بکرؓ تین آدمی لے آئے

بعشرة قال فهو انا وابی وامی ولاادری هل قال وامرأتی وخادم بین بیتنا وبیت ابی بکر وان ابابکر تعشی عند النبی ﷺ ثم لبث حیث صلیت العشاء ثم رجع فلبث حتی تعشی النبی ﷺ فجاء بعد مامضی من اللیل ماشاء الله قالت له امرأته ماحبسك عن اضیا فك اوقالت ضیفك قال اوما عشیتهم قالت ابوا حتی تجیء قد عرضوا فابوا قال فذهبت انافاختبات فقال یاغنثر فجدع وسب وقال کلوا لاهنیئا لکم فقال والله لااطعمه ابداوایم الله ماکنا ناخذ من لقمة الاربا من اسفلها اکثر منها قال شبعوا وصارت اکثر مماکانت قبل ذلك فنظر الیها ابوبکر فاذاهی کما هی اواکثر فقال لامرأته یااخت بنی فراس ماهذا قالت لاوقرة عینی لهی الان اکثر منها قبل ذلك بثلاث مرارا فاکل منها ابوبکر وقال انما کان ذلك من الشیطا ن یعنی یمینه ثم اکل منها لقمة ثم حملها الی النبی ﷺ فاصبحت عنده وکان بینناوبین قوم عقد فمضی الاجل ففرقنااثنی عشر رجلا مع رجل منهم اناس والله اعلم کم مع کل رجل فاکلوا منهااجمعون اوکما قال . الحدیث ....

اور جناب نبی اکرم ﷺ دس آدمیوں کو لے چلے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ فرماتے ہیں کہ میرا باپ میری ماں اور پوری طرح نہیں جانتا کہ کیا انہوں نے یہ فرمایا کہ میری بیوی اور ایک نوکر تھا۔ ہمارے اور حضرت ابوبکرؓ کے گھر میں یہی لوگ ہوتے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کی عادت یہ تھی کہ شام کا کھانا حضور اقدس ﷺ کے پاس کھاتے۔ پھر اس وقت تک ٹھہرے رہتے یہانتک کہ عشاء کی نماز پڑھی جاتی۔ پھر وہ واپس لوٹتے تھے۔ بہر حال اس دن بھی وہ ٹھہرے رہے۔ یہاں تک کہ شام کا کھانا آپؐ کے ساتھ کھایا پھر رات کے کافی حصہ گذرنے کے بعد گھر تشریف لائے۔ ان کی بیوی نے ان سے کہا کہ اپنے مہمانوں سے آپ کو کس چیز نے روکا۔ فرمایا کیا ابھی تک انہوں نے کھانا نہیں کھایا بیوی نے کہا کہ وہ انکار کرتے رہے جب تک آپ نہ آجائیں۔ کئی مرتبہ ان کے کھانا پیش کیا گیا۔ مگر وہ انکار ہی کرتے رہے حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں تو چھپ گیا وہ فرماتے رہے او کمینے او جاہل خدا تیری ناک کاٹے اور گالی دیتے رہے اور مہمانوں سے فرمایا کھاؤ خدا تمہیں مبارک نہ کرے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم میں تو کبھی اس کھانے کو نہیں کھاؤں گا اور خدا کی قسم جب بھی کوئی لقمہ لیتے تھے مگر وہ نیچے سے اکثر ہو کر بڑھ جاتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ سب نے سیر ہو کر پیٹ بھر کے کھانا کھایا اور جتنا اس سے پہلے تھا اس سے بھی زیادہ ہو گیا حضرت ابوبکرؓ نے اس کی طرف دیکھا تو فرمایا کہ وہ تو اسی طرح ہے یا اس سے بھی زیادہ ہے پھر بیوی سے پوچھا اے بنو فراس کی بہن یہ کیا ہے۔ اس نے جواب دیا میری آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم وہ اب پہلے سے زیادہ ہے۔ یہ تین مرتبہ کہا۔ بہر حال

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی اس کو کھایا اور فرمایا یہ میرا قسم کھانا شیطان کی طرف سے تھا پھر اس سے لقمہ کھایا اور بقیہ کو اٹھا کر جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے گئے پھر وہ حضور اقدس ﷺ کے پاس صبح تک رہا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہمارے اور ایک قوم کے درمیان معاہدہ تھا۔ جب اس کی مدت ختم ہو گئی تو ہم بارہ بارہ آدمیوں کی ٹولی میں بٹ گئے اور ان میں سے ہر آدمی کے ساتھ کچھ لوگ ہوتے تھے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ کتنے آدمی تھے بہر حال ان سب کے سب نے کھانا کھایا ۔ او کما قال..

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ اس روایت میں تقدم و تأخر واقع ہوا ہے۔ یہ روایت مختصر ہے ۔ مطوّل روایت جلد ثانی **کتاب الضیافة** میں آتی ہے کہ جب وفود آپؐ کے پاس آتے تھے۔ چونکہ ایک آدمی ان کی ضیافت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا تھا اس لئے آپؐ صحابہ کرامؓ پر تقسیم کر دیتے تھے۔ اسی کے مطابق حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاں تین چار مہمان دیئے گئے۔ جس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا **وقال انما کان ذلك من الشیطان یعنی بیمینه** یہ مقدم ہے۔ اور **ثم اکل منها** یہ مؤخر ہے۔ **ثم حملها الی النبی ﷺ** یہ اس سے بھی مؤخر ہے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ بھی از قبیل استثناء ہے کہ بیوی اور مہمان کے ساتھ بعد العشا بات چیت کرنا جائز ہے اس لئے کہ عام طور پر بیوی سے بعد العشاء ہی بات چیت کا موقعہ ملتا ہے۔ اور اس کا بھی حق ہے **وان لزوجك علیك حقا** بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے اور مہمان کے لئے کوئی وقت متعین نہیں۔ جب چاہے آجائے عشا کے بعد اگر آئے گا تو اس کی مہمان نوازی کرنی ہوگی۔ اس سے کھانے پینے کے متعلق پوچھے گا۔ **ان اصحاب الصفه الخ** اصحاب صفہ طلبہ تھے۔ علم سیکھتے تھے اور انہی کو مدارس کا ماٰخذ قرار دیا جاتا ہے۔ پیارو ! تم ان کے قائم مقام ہو تو ان جیسے بن جاؤ۔ **وان اربع فخامس او سادس** یا تو او شک کے لئے ہے۔ یا تنویع کے لئے ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر طعام زائد ہو تو سادس کو لے جائے۔ ورنہ خامس کو۔ **فانطلق النبی ﷺ بعشر** اس لئے حضور تو حضور ہیں۔ اور اس کے ساتھ آپؐ ﷺ کی برکت بھی ہے۔ **فهو انا وابی وامی الخ** اس میں اختلاف ہے کہ خادم کا عطف کس پر ہے۔ علامہ کرمانیؒ کی رائے ہے کہ احتمال تو دونوں ہیں کہ امی پر ہو۔ مگر ثانی یعنی امرأتی پر عطف ہونا لفظاً اقرب ہے اور حاشیہ میں جو یہ لکھا ہے کہ احتمال ہے کہ امرأتی پر عطف ہو یا امی پر اور ثانی اقرب ہے۔ لفظاً۔ اور اس کو کرمانی کا قول دیا ہے یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ امی پر عطف ہونا یہ لفظاً اقرب نہیں لہذا کاتب کو سہو ہو گیا۔ اور علامہ عینیؒ کی رائے ہے کہ امی پر عطف ہے۔ اور فرق دونوں کے اندر یہ ہے کہ اگر امرأتی پر عطف ہو جیسا کہ کرمانی کی رائے ہے تو خادم بھی لا ادری کے اندر داخل ہوگا۔ اور مشکوک ہو جائے گا۔ اگر امی پر عطف ہو جیسا کہ عینیؒ کی رائے ہے تو اس صورت میں وہ متعین ہوگا۔ اور شک صرف امرأتی میں ہوگا۔ اور یہی میری رائے ہے۔ **وان ابابکر تعشی ا لخ** اس سے میرے والد صاحب مرحوم نے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ میزبان کو مہمان کے ساتھ کھانا ضروری نہیں۔ میں کہتا ہو کہ یہ استنباط بہت دقیق ہے۔ اور اس مسئلہ پر

امام بخاریؒ کتاب الاطعمة میں مستقل ترجمہ منعقد فرمائیں گے۔ فاختبأت میں اس لئے چھپ گیا کہ حضرت ابو بکرؓ میرے اوپر برسیں گے کہ تو نے ان مہمانوں کو کھانا کیوں نہیں کھلایا۔ یا غنثر اے ناک کٹے۔ کلوا لاھنیئا یعنی تم نے کیا کیا۔ ابو بکرؓ جب تک نہ آئیں گے نہیں کھائیں گے۔فقال واللہ لا اطعمه اس روایت میں تقدیم و تاخیر ہو گئی۔ بخاری کی اکثر جگہوں میں یہ واقعہ یوں ہے کہ جب حضرت صدیق اکبرؓ مہمانوں کو گھر لے گئے تو گھر والوں سے کہہ دیا کہ ان کو کھانا کھلا دینا اور خود حضور اقدسؐ کے پاس تشریف لے گئے۔ گھر والوں نے مہمانوں کی تواضع کی۔ انہوں نے کہہ دیا کہ جب تک صدیق اکبرؓ نہیں آئیں گے اس وقت تک نہیں کھائیں گے جب حضرت صدیق اکبرؓ تشریف لائے تو معلوم فرمایا کہ کھانا کھایا یا نہیں۔ کہا گیا کہ نہیں بلایا اور پوچھا کہ مہمانوں کو کھانا کیوں نہیں کھلایا بیٹے نے کہہ دیا کہ انہوں نے کھایا ہی نہیں حضرت صدیق اکبرؓ نے ان سے پوچھا کہ تم نے کیوں نہیں کھایا انہوں نے کہا جب تک تم نہیں کھاؤ گے ہم نہیں کھائیں گے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے قسم کھالی۔ واللہ لا اکل ان مہمانوں نے بھی قسم کھالی کہ ہم بھی اس وقت تک نہیں کھائیں گے جب تک تم نہیں کھاؤ گے۔ صدیق اکبرؓ نے قسم توڑ دی۔ اور فرمایا انما کان ذلك من الشيطان اور پھر کھانا کھالیا ایم اللہ ماکنا ناخذ اللقمة یہاں تقدیم و تاخیر ہو گئی۔ اولاً اکل ہوا پھر اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا یا اخت بنی فراس حضرت ابو بکرؓ کی بیوی قبیلہ بنی فراس کی تھیں یہ اسی طرف اشارہ ہے۔ الاان اکثر منها قبل ذلك۔ چونکہ حضرت ابو بکرؓ نے باوجود اپنے حق پر ہونے کے پھر اپنے آپ کو پست کیا۔ اور خود ہی قسم توڑ دی اس کی جزا اللہ تعالیٰ نے یہ عطا فرمائی کہ اس طعام کے اندر یہ برکت ہوئی کہ کھاتے جاتے تھے اور نیچے سے بڑھتا جاتا تھا خود بھی کھایا مہمانوں کو بھی کھلایا۔ اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور وہاں بھی بارہ عریفوں (نمائندوں) اور ان کی جماعت نے اس سے سیر ہو کر کھایا اور یہ کوئی عجب نہیں جیسا کہ تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ ایک پیالہ دودھ سو سے زیادہ کو کافی ہو گیا۔ جیسا کہ اصحاب صفہ کے واقعہ میں گذرا۔ عقد بمعنے معاہدہ ففرقنا اثنی عشر رجلا یعنی ہم نے بارہ آدمی الگ کئے مع کل رجل منهم اناس ان بارہ میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک جماعت تھی اور حاشیہ کا نسخہ ہے فعرفنا جس کے معنی عریف اور چوہدری بنانے کے ہیں اور دونوں کا حاصل ایک ہی ہے کہ بارہ جماعتیں کر دیں جن کے ایک ایک سردار تھے۔ اور اناس جمع ہے کم از کم ہر ایک کے ساتھ تین تین ہوں گے تو مجموعہ ۳۶ ہو گیا۔ یہ تو علی سبیل التنزل ہے ورنہ اللہ جانے کتنے تھے۔ کما فی الروایة اس سے اندازہ کرلو کہ کتنے لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کا کھانا کھایا۔ اب یہاں پر میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ اور شراح رضوان اللہ علیھم میں اختلاف ہو گیا۔ کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا شراح کے قول کے مطابق ایک قوم کفار سے معاہدہ تھا وہ مدت ختم ہو گئی جو مقرر ہوئی تھی۔ کفار خدمت اقدس میں مزید میعاد بڑھانے کی غرض سے حاضر ہوئے تھے ان میں بارہ سردار تھے اور ان کے ساتھ ان کے اتباع تھے۔ اور میرے والد صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میعاد ختم ہو گئی تھی۔ لہذا حضور اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب چھانٹے اور ان کی سرکردگی میں لشکر بھیجا تاکہ وہ کفار سے جا کر جنگ کریں تو شراح کے فرمانے پر وہ بارہ اور ان کے اتباع کفار میں سے تھے۔ اور میرے والد صاحب مرحوم کے فرمان پر سب کے سب مسلمان تھے لفظ حدیث دونوں کو مشتمل ہے اور مجھ کو باوجود تلاش کے یہ واقعہ کہیں نہیں ملا

حضرت ابوبکرؓ نے اپنی بیوی سے پوچھا تھا کہ پہلے زیادہ تھا یا اب زیادہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اب زیادہ ہے۔ اس کے بعد وہ کھانا صبح کو حضور اقدس ﷺ کے پاس لے گئے۔ اس روایت میں حضرت ابوبکرؓ کے قسم کھانے کے بعد ایک لقمہ کھانے کا ذکر بعد میں ہے۔ اور اپنی بیوی سے زیادتی طعام کا ذکر پہلے ہے۔ یہ تقدیم و تاخیر ہو گئی۔ یہاں پر حافظ ابن حجرؒ نے براعۃ اختتام کے متعلق سکوت فرمایا ہے۔ لیکن میرا مطلب یعنی موت کی طرف اشارہ کرنا فمضی الرجل سے صاف ظاہر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کِتَابُ الْاَذَانِ

بَاب بَدْءِ الْاَذَانِ

ترجمہ۔ آذان کی ابتدا کیسے ہوئی

اور پھر دو آیات بیان فرمائیں۔ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ. وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ.

حدیث (۵۶۹) حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ..

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اوقات نماز کی اطلاع کے لئے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا پھر ان کو یہود اور نصاریٰ یاد آگئے کہ یہ دونوں تو ان کی خصوصیات میں سے ہیں۔ پھر حضرت بلال کو حکم ہوا کہ اذان کو دوہرا کرو اور اقامۃ کو اکہرا رہنے دو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ان دونوں آیات کی بدء الاذان سے کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔اگر قولہ کو مجرور پڑھا جائے تو پھر مناسبت کی کوئی ضرورت نہیں۔اگر قولہ مرفوع ہوا۔اور فیہ قولہ کے معنی میں ہو تو پھر مطابقت ضروری ہے۔ تو چونکہ یہ دونوں آیات مدنی ہیں اور اذان کی مشروعیۃ بھی مدینہ میں ہوئی۔اور باب بدء الاذان میں کسی بدایت کی تخصیص نہیں کی گئی۔اس لئے خواہ وہ بدایۃ مکانی ہو یا زمانی یا کوئی اور ہو تو مناسبت ہو جائے گی۔یا آیات کو تبرک کے لئے لایا گیا ہے۔باب کی پہلی روایت مختصر ہے۔ فامر بلال میں فا بمعنے ثم کے ہے یا اس سے پہلے بہت سے جملے محذوف ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ امام بخاریؒ احکام صلوٰۃ بیان کر رہے ہیں اس لئے اس کے متعلقات و شرائط بیان فرما کر اذان کا ذکر فرماتے ہیں ۔اذان جماعت کے واسطے ہوتی ہے۔اس لئے اس میں جماعت کا بھی ذکر کر دیا۔اور امام بخاریؒ کی یہ بھی عادت شریفہ ہے کہ وہ ابتدا الحکم کی طرف ان آثار و آیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو باب میں مذکور ہوں۔ تو بہت ممکن ہے کہ یہاں امام بخاریؒ نے جو دو آیات ذکر فرمائی ہیں ان سے استبراک و تیمن کے ساتھ ساتھ بدا الحکم کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہو۔اس طور پر کہ یہ دونوں آیات مدنی ہیں تو حضرت امام بخاریؒ نے آیات ذکر فرما کر بتلا دیا کہ بدا الاذان مدینہ منورہ میں ہوئی۔اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کیفیت بد الاذان بیان کرنی ہو اور وہ وہ ہے جیسا کہ روایت میں ہے۔اب یہاں اشکال ہوتا ہے کہ آیت کریمہ اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ خاص ہے اس لئے کہ آذان جمعہ سے متعلق ہے۔اور باب عام ہے تو ترجمہ کیونکر ثابت ہوا۔اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے آیت کے بارے میں منقول ہے کہ مشروعیت اذان اس سے ہوئی۔ لہذا امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی تعمیم کی بنا پر استدلال فرمایا۔اب اشکال یہ ہے کہ امام بخاریؒ جب ابواب میں ایک حدیث ذکر فرماتے ہیں تو آیات دو کیوں ذکر فرمائیں۔اس کا جواب بعض نے یہ دیا کہ ندا کا صلہ کبھی لام آتا ہے اور کبھی الی اس لئے اس پر تنبیہ کرنے کے لئے ذکر فرما دیا مگر یہ کچھ نہیں۔ اصل میں بعض کی رائے ہے جیسا کہ ابھی گذرا کہ اذان کی مشروعیت اذا نودی للصلوٰۃ والی آیت سے ہوئی ہے۔اس لئے اس کو ذکر فرمایا مگر وہ آیت چونکہ جمعہ کے متعلق ہے اس لئے تعمیم ثابت کرنے کیلئے دوسری آیت ذکر فرما دی۔ اور اس میں مختلف اقوال ہیں کہ اذان کی مشروعیت کس سے ہوئی۔ اول یہ ہے کہ آیت واذن فی الناس بالحج سے لی گئی۔دوسرا قول یہ ہے کہ لیلۃ الاسرا میں اذان سنی۔اس سے لی گئی۔ تیسرا قول یہ ہے کہ قول عمر سے لی گئی۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ سے مشروعیت ہوئی۔پانچواں قول یہ ہے کہ رویا عبداللہ بن زید بن عبدربہ سے مشروعیت ہوئی وھو المشھور ذکروا النار والناقوس یہاں یہ روایت مجمل ہے۔اور سنن کی روایت واقعہ کی تفصیل ہے۔ابو داؤد میں ہے کہ نماز میں تین تغیر واقع ہوئے اور روزے کے اندر بھی تین تغیر واقع ہوئے۔ نماز کے تغیرات ثلاثہ میں سے ایک یہ ذکر کیا ہے کہ لوگ مسجد میں آتے تھے اور نماز پڑھ کر چلے جاتے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ایسی صورت ہونی چاہئے کہ ایک ساتھ نماز پڑھا کریں اسلئے کہ اجتماع میں بہت فوائد ہیں تو صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے عرض کیا کہ آگ جلا دی جائے لوگ اس کو دیکھ کر جمع ہو جایا کریں گے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اس میں تشبیہ بالمجوس ہے۔ کسی نے دف بجانے کا مشورہ دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس میں تشبہ بالنصاریٰ ہے۔ کسی نے کہا کہ اونچی جگہ پر ایک جھنڈا لہرادیا کرے تاکہ لوگ نماز کے وقت پر مطلع ہو جایا کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے بھی انکار فرمادیا۔ فرمایا یہ بھی کافی نہ ہوگا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جب لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے تو وہ جھنڈا کیسے دیکھیں گے۔ جب تبلیغ کا ابتدائی دور تھا تو کچھ لوگوں نے چچاجان حضرت مولانا محمد الیاس مرحوم سے عرض کیا کہ تبلیغی جماعت کے لئے کوئی جھنڈا ہونا چاہئے جیسا کہ مجاہدین کے پاس ہوتا ہے۔ چچاجان نے فرمایا ذکریا کے مشورہ پر موقوف رکھو۔ جب میں نظام الدین حاضر ہوا تو میرے سامنے مسئلہ پیش ہوا۔ میں نے ایک دم انکار کردیا۔ کہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے جھنڈے کے متعلق گفتگو ہوئی تھی تو آپؐ نے رد فرمادیا تھا۔ لہذا اب جو جماعت نماز کی طرف بلانے کو نکلی ہے اس کے لئے جھنڈا نہ ہونا چاہئے۔ غور سے سنو! حضور اکرم ﷺ نے باوجود شدت ضرورت کے تشبہ بالکفار سے احتراز فرمایا ہے۔ میرے پیارے بچو! تم کو کفار کے تشبہ سے بچنا چاہئے۔ فذکروا الیہود والنصاریٰ روایت میں اختصار ہے۔ اس لئے کہ نار یہود کا طریقہ نہیں بلکہ مجوس کا شعار ہے۔ جیسا کہ روایت مفصلہ میں ہے تو گویا بطور تمثیل کے راوی نے بیان کردیا۔ فامر بلال الخ یہاں بھی اختصار ہے اس لئے کہ معاً اسی مجلس میں حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم نہیں دیا گیا کیونکہ یہ حکم تو حضرت عبداللہ بن زیدؓ کے خواب کے بعد ہوا اور وہ اس مشورہ سے متاخر ہے اب یہاں ایک سوال ہے کہ اگر خواب دیکھا ہے تو عبداللہ بن زیدؓ نے جن کی طرف سے ایک ہی روایت اذان کی ہے۔ اور بڑے بڑے صحابہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے نہیں دیکھا۔ اور اگر حضرت عمرؓ نے دیکھا بھی تھا تو اس کو بھول گئے تھے۔ پھر حضرت عبداللہؓ کے کہنے کے بعد یاد آیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا الخ چونکہ جب حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے مجلس میں یہ بات سنی تو ان کو اس کا فکر ہوا اور اتنا فکر ہوا کہ سب کچھ چھوڑ کر مسجد میں جا پڑے کہ جب تک کوئی صورت نہ بن جائے مسجد سے نہ نکلوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے کہ مجاہدہ کے بدلہ میں اپنا راستہ دکھلاتے ہیں تو ان کو خواب میں اذان دکھلادی۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو اتنا اہتمام نہیں ہوا۔ اس لئے وہ نہیں دیکھ سکے اب رہا یہ سوال کہ خواب تو حضرت عبداللہؓ نے دیکھا اور آپ حضور انور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم کیوں فرمایا باوجودیکہ حضرت عبداللہؓ نے عرض بھی کیا کہ خواب میں نے دیکھا ہے لہذا میں ہی اذان دوں گا۔ مگر آپؐ نے فرمایا کہ بلال صیّت ہیں یعنی اونچی آواز والے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اذان میں اللہ کی عظمت کا اعلان واعلام ہے اور چونکہ مکہ معظمہ میں کفار کے ہاتھوں سخت تکلیف میں ہونے کے باوجود اللہ کی احدیت کا نعرہ بلند کیا اور اعلان کیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت بلالؓ کو اس کے ساتھ نوازا۔ کہ جب بلالؓ نے زمانہ کفر میں اعلان احدیت کیا تو اب اسلام کے عروج کے زمانہ میں بھی وہی اعلان کریں گے۔ میرے نزدیک اصل وجہ یہ ہے کہ انصار سے یہ بھی منقول ہے کہ عبداللہ بن زید بیمار تھے اس لئے حضرت بلالؓ کو اذان کہنے کا امر فرمایا۔

حدیث (۵۷۰) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ الخ أَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ كَانَ يَقُولُ كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِينَ

ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان جب مدینہ منورہ میں آئے تو

قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلٰوةَ لَيْسَ يُنَادِيْ لَهَا فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اتَّخِذُوْا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰى وَقَالَ بَعْضُهُمْ بُوْقًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ فَقَالَ عُمَرُ اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا يُنَادِيْ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ ....

ایک اجتماع کیا جس میں نماز کے لئے وقت مقرر کرنے لگے کیونکہ اس کے لئے ندا نہیں دی جاتی تھی تو ایک دن اس بارے میں گفتگو کی بعض نے کہا کہ نصاریٰ کے گھڑیال کی طرح گھڑیال ہونا چاہئیے۔ اور بعض نے کہا کہ یہود کے ناد کی طرح ایک نگل ہونا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کسی آدمی کو کیوں نہیں بھیج دیتے جو نماز کا اعلان کر دے حضور ﷺ نے فرمایا اے بلال اٹھو اور نماز کا اعلان کرو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ افلا تبعثون رجلا یہ روایت یا تو مجمل ہے۔ یا مؤول ہے۔ اس لئے کہ اذان کی مشروعیت حضرت عمرؓ کے کہنے سے نہیں ہوئی۔ لہذا یا تو یہ کہا جائے کہ یہ روایت مجمل ہے اور اصل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ سب کچھ حضرت عبداللہ بن زیدؓ کے خواب کے بعد کیا۔ یا مؤول ہے کہ اذان سے اذان متعارف مراد نہیں۔ بلکہ اذان لغوی اعلام بالصلوۃ مراد ہے۔ یعنی کوئی نماز کے وقت الصلوۃ الصلوۃ کہہ دیا کرے۔

باب الْاَذَانِ مَثْنٰى مَثْنٰى

ترجمہ۔ اذان دو دو مرتبہ کہی جائے

حدیث (۵۷۱) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ اِلَّا الْاِقَامَةَ . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے الفاظ کو دو دوبار دوہرا لیا کریں اور اقامہ کے الفاظ ایک ایک بار مگر قد قامت الصلوۃ کو دوبار کہا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مثنیٰ مثنیٰ اثنین سے معدول ہے۔ تو اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ جب مثنیٰ اثنین اثنین سے معدول ہوا تو تکرار تو ایک مرتبہ مثنیٰ کہنے سے حاصل ہو گیا۔ اب دو مرتبہ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ دو مرتبہ کہنے سے تو چار مرتبہ ہو جائیگا۔ بعض تو کہتے ہیں کہ بعض نسخوں میں ایک ہی مرتبہ ہے۔ اور راجح یہ ہے کہ الفاظ روایت کے اتباع میں فرمادیا۔ کیونکہ ترجمہ کے جو الفاظ ہیں وہ مسند طیالسی کے الفاظ ہیں۔ اور بعض نے جواب دیا کہ یہ تکرار انواع کے اعتبار سے ہے یعنی ہر وقت کی اذان میں تکرار ہوگا اور مثنیٰ مثنیٰ ہوگی۔ ترجمۃ الباب سے ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو ترجیع کے قائل ہیں۔ کیونکہ ترجیع میں شہادتین چار مرتبہ ہو جائیں گی۔ حنفیہؒ اور حنابلہؒ ترجیع کے قائل نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ترجمہ شارحہ ہو۔ اس لئے کہ روایت میں ان یشفع الاذان اور شفع کے معنی ہیں ضم کے۔ تو ممکن ہے کوئی یہ سمجھ بیٹھے کہ مطلق ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ میں ملا کر کہتا چلا جائے۔ چاہے ایک وقت میں کتنے کہہ ڈالے۔ تو امام بخاریؒ نے بتادیا کہ

مراد یہ ہے دو دو کلمے کے۔ تثنیہ مراد ہے۔ وان یوتر الاقامة الخ اس میں اشکال ہے کہ مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ متحد ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مستثنیٰ منہ میں تو پوری اقامت مراد ہے۔ اور مستثنیٰ میں صرف قد قامت الصلوٰۃ مراد ہے۔ شراح فرماتے ہیں کہ ایتار جو اقامت میں ہوتا ہے اذان کے اندر نہیں ہوتا اس فرق کے لئے باب قائم فرمایا۔ میری رائے یہ ہے کہ اس باب سے شافعیہ اور مالکیہ پر رد ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں ترجیع ہے۔ احناف اور حنابلہ کے ہاں ترجیع نہیں اس کی تائید مقصود ہے۔ اور دلیل یہ ہے کہ ملك منزل من السماء کی اذان میں ترجیع نہیں اور حضرت بلال مؤذن مسجد نبوی کی اذان میں ترجیع نہیں تھی۔ البتہ حضرت ابو محذورہ کی روایت میں ترجیع ہے۔ اور اس سے ان دونوں حضرات نے استدلال کیا ہے۔ اور یہ کہا کہ یہ واقعہ فتح مکہ کا ہے۔ لہذا اوّل تمام اذانوں کے لئے ابو محذورہ کی حدیث ناسخ ہو گی امام احمدؒ کی طرف سے جواب دیا گیا کہ فتح مکہ کے بعد جب حضور ﷺ واپس مدینہ تشریف لائے اور ۹ھ' ۱۰ھ اور ۱۱ھ کے اندر جو اذانیں حضرت بلالؓ نے دی ہیں ان میں ترجیع نہیں ہے۔ لہذا یہ اذان بلال۔ اذان ابو محذورہ کے لئے ناسخ ہو گی۔

حدیث (۵۷۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ الخ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ قَالَ ذَكَرُوا أَنْ يُعْلِمُوا وَقْتَ الصَّلٰوةِ بِشَيْءٍ يَعْرِفُونَهُ فَذَكَرُوا أَنْ يُوَرُّوا نَارًا أَوْ يَضْرِبُوا نَاقُوسًا فَأُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُوتِرَ الْإِقَامَةَ ...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب لوگ بہت ہو گئے تو انہوں نے تذکرہ کیا کہ کسی ایسی چیز کے ذریعہ لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع دی جائے جس کو لوگ پہچانتے ہوں۔ تو ذکر ہوا کہ آگ جلائی جائے یا گھڑیال بجائیں پھر حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے الفاظ دو دو بار اور اقامت کے ایک ایک بار کہے جائیں۔

باب الْإِقَامَةُ وَاحِدَةٌ إِلَّا قَوْلَهُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ۔

ترجمہ۔ اقامت ایک ایک کلمہ ہے مگر قد قامت الصلوٰۃ کہ اسے دو مرتبہ کہا جائے۔

حدیث (۵۷۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُوتِرَ الْإِقَامَةَ قَالَ إِسْمٰعِيلُ فَذَكَرْتُهُ لِأَيُّوبَ فَقَالَ إِلَّا الْإِقَامَةَ . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے الفاظ دو دو بار کہیں اور اقامت کے ایک ایک بار مگر ایوب نے فرمایا مگر قدقامت الصلوٰۃ کو دو مرتبہ کہا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مؤلفؒ نے مثنیٰ مثنیٰ سے شفع کی تفسیر فرمادی۔ اور اسی طرح یہاں ان یوتر الا قامة میں ایتار کی تفسیر فرمادی کہ ایک ایک بار ہے۔ اسلئے کہ بظاہر لفظ ایتار سے معلوم ہوتا ہے کہ ایتار ہونا چاہئے خواہ ایک بار یا اس سے زائد اب جس طرح

اذان میں اختلاف ہے اس طرح تکبیر میں اختلاف ہے۔ ایک حنفیہ اور غیر حنفیہ میں دوسرے غیر حنفیہ میں حنفیہ اور غیر حنفیہ میں یہ اختلاف ہے کہ احناف فرماتے ہیں کہ الفاظ اقامت مثنی مثنی ہیں جیسا کہ اذان میں ہے۔ اور غیر حنفیہ فرماتے ہیں کہ اقامت یعنی تکبیر میں افراد ہوگا اب پھر غیر احناف میں اختلاف قد قامت الصلوة میں ہے امام مالکؒ اس کے افراد کے قائل ہیں۔ اور حنابلہ اور شافعیہ اس کے تثنیہ کے قائل ہیں۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ الا الا قامة کا لفظ مدرج ہے۔ جیسا کہ ایوب کی روایت میں ہے۔ اصل حدیث میں نہیں ہے اور شوافع اور حنابلہ اصل حدیث میں قرار دیتے ہیں۔ حنفیہ ملك نازل من السماء کی اذان سے استدلال کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ مثنی مثنی تھی۔ امام بخاریؒ نے حنابلہ اور شافعیہ کے قول کو ترجیح دی ان یو تر الا قامة علماء نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں اور میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ جملہ قضیہ مہملہ ہے۔ جو قوت میں جزئیہ کے ہوتا ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے صلوۃ خاصہ میں یہ حکم دیا اور وہ صلوۃ صبح ہے اور مطلب یہ ہے کہ فجر کی اذان ابن ام مکتومؓ کی اذان سے ملا کر کہا کریں۔ اور اقامۃ ایک آدمی کہے یہ نہیں کہ ایک کے بعد دوسرا کہے فقال الا الاقامه مالکیہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔

باب فَضْلِ التَّاذِيْنِ

ترجمہ۔ اذان کہنے کی فضیلت کا بیان ہے

حدیث (۵۷۴) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّاذِيْنَ فَاِذَا قُضِیَ النِّدَاءُ اَقْبَلَ حَتّٰى اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ حَتّٰى اِذَا قُضِیَ التَّثْوِيْبُ اَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ يَقُوْلُ اذْكُرْ كَذَا اذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ لَا يَدْرِیْ كَمْ صَلّٰى . الحديث..

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب نماز کے لئے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ دے کر پاد مارتا ہوا بھاگتا ہے۔ تاکہ اذان کہنے کو نہ سنے۔ جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو واپس آتا ہے۔ یہاں تک کہ جب نماز کے لئے تکبیر کہی جاتی ہے پھر پیٹھ دیکر بھاگتا ہے جب تکبیر ختم ہوتی ہے تو پھر آتا ہے۔ تاکہ آدمی اور اس کے نفس کے درمیان وسوسے ڈالے۔ چنانچہ کہتا ہے کہ اس کو یاد کرو اس کو یاد کرو جن کو وہ یاد نہیں رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ آدمی اس حال میں ہو جاتا ہے کہ نہیں جانتا کہ اس نے کتنی رکعت پڑھی

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تاذین اذان کہنے کو کہتے ہیں۔ اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ روایت سے اذان کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اذان کہنے کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ بعض حضرات جواب دیتے ہیں کہ جب اذان کی فضیلت ثابت ہو گئی تو اذان کہنے کی فضیلت بھی ثابت ہو گئی۔ میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی عادت کے مطابق ترجمہ سے ان روایات کی طرف اشارہ فرمادیا جو ان کی شرط کے موافق نہیں۔ اور ان سے اذان کہنے والوں کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ جیسے المؤذنون اطول اعناقا یوم القيامة کہ اذان دینے والے

قیامت کے دن لمبی گردنوں والے ہوں گے۔ لہ ضراط ضراط کے معنی گوزمارنا۔ شیطان یہ فعل کیوں کرتا ہے؟ بعض علماً فرماتے ہیں کہ وہ یہ کام اس لئے کرتا ہے کہ اذان کی آواز اس کے کانوں میں نہ آسکے۔ کیونکہ قاعدہ ہے جب قریب میں شور ہورہا ہو تو دور کی بات سنائی نہیں دیتی۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ شیطان اپنے اس نازیبا فعل سے اذان کے ساتھ تمسخر کرتا ہے۔ جیسا کہ دوراز تہذیب کمینوں کا طریقہ ہے کہ جب ان میں سے کسی کو تمسخر سوجھتا ہے تو ایک اٹھ کر دوسرے کے منہ میں ٹھائیں سے گوزمارتا ہے۔ اور بعض علماً فرماتے ہیں کہ گوز نکلنے کی وجہ یہ ہے کہ اذان کی وجہ سے اس پر بوجھ پڑتا ہے۔ کیونکہ اذان کا ہنٹر اس پر لگتا ہے جیسا کہ تانگہ والا گھوڑے کو چابک مارے تو وہ گوز مارنے لگے۔ حتی اذاقضی التثویب اقبل الخ۔ چونکہ تکبیر میں اذان کے الفاظ ہوتے ہیں اس لئے وہ اس وقت بھی بھاگ جاتا ہے۔ لیکن جب تکبیر ختم ہو جاتی ہے تو واپس آجاتا ہے۔ حتی یخطر بین المرء ونفسہ الخ یہاں اشکال یہ ہے کہ اس روایت سے اذان کا نماز کے مقابلہ میں افضل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ شیطان اذان سے تو بھاگ جاتا ہے لیکن نماز کے وقت آجاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اشیاء کے کچھ خواص ہوتے ہیں جو اس سے افضل کے اندر نہیں ہوتے۔ مگر ان میں نہ ہونے سے اس مفضول کا افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ جیسے سنا دست آور ہے۔ مگر خمیرہ مروارید میں یہ بات نہیں تو اس سے سنا کا خمیرہ سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ اسی طرح اذان میں یہ خصوصیت ہونے سے نماز پر فضیلت لازم نہیں آتی۔ میری طرف سے اذان کہنے کی فضیلت کے بارے میں یہ رائے ہے کہ آنے والا باب درباب ہے۔ اور اس کے اندر اذان کہنے کی فضیلت بتلائی گئی ہے۔ کیونکہ اس کے اندر رفع الصوت بالاذان کی فضیلت بتلائی گئی ہے۔ اور رفع صوت ہی اذان کہنا ہے۔ یہاں ایک بات اور سنو! روحانی اشیاء کے خاص خاص اثرات ہوتے ہیں۔ لہذا کسی خاص اثر سے تفضیل نہیں دی جاتی۔ اذان کا خاص اثر یہ ہے کہ اس میں خاص اعلام واعلان ہوتا ہے۔ اور نماز میں اخفاء ہے۔ اسی وجہ سے شیطان اذان کی آواز سن کر بھاگ جاتا ہے۔ مگر نماز کا اس پر کوئی خاص اثر نہیں ہوتا۔

بَاب رَفْعِ الصَّوْتِ بِالنِّدَآءِ

ترجمہ۔ اذان کے لئے آواز کو اونچا کرنا

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ اَذِّنْ اَذَانًا سَمْحًا وَّاِلَّا فَاعْتَزِلْنَا ....

ترجمہ۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا کہ آذان بلا نغمہ والی اذان کہو ورنہ ہم سے الگ ہو جاؤ۔

حدیث(۵۷۵) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ لَهٗ اِنِّيْ اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَاِذَا كُنْتَ فِيْ غَنَمِكَ اَوْبَادِيَتِكَ فَاَذَّنْتَ بِالصَّلٰوةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ فَاِنَّهٗ لَا يَسْمَعُ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن مازنی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدریؓ نے ان سے فرمایا کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ آپ بکریوں اور دیہات کو پسند کرتے ہیں جب آپ دیہات میں نماز کے لئے اذان کہیں تو اذان کی اپنی آواز کو

مَدٰی صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَااِنْسٌ وَّلَاشَیْءٌ اِلَّاشَهِدَلَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. الحدیث ....

اونچا کریں کیونکہ مؤذن کی آواز کی انتہا جو کوئی جن یا انسان یا اور کوئی چیز جو بھی سنے گا وہ اس کے لئے قیامت کے دن گواہی دیگا ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ یہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اثر حضرت عمر بن عبدالعزیز کا مطلب اگر یہ ہے کہ اذانا سمحا ای سھلا بلانغمة وتطریب ہو تو ترجمۃ الباب سے مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ تو کہا جائے گا کہ نغمات کی وجہ سے آواز بلند نہیں ہوتی۔ اس لئے سماحۃ کے اختیار کرنے کا حکم دیا۔ تو اسی سے رفع الصوت معلوم ہوا۔ اور روایت سے رفع الصوت ظاہر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اذان کی غرض اعلام ہے۔ مگر چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور شہادت رسول اور شعائر اسلام کا اعلان ہے۔ اسلئے صرف قدر ضرورت پر اکتفا نہیں کیا جائے گا بلکہ رفع صوت مطلوب ہے اس لئے کہ ہر رطب و یابس شہادت دے گی اذانا سمحا. سمح کے معنی ہیں سادگی اور متانت کے کہ متانت اور سنجیدگی سے اذان کہو۔ شراح فرماتے ہیں کہ اس کا ترجمہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور میرے نزدیک اس کے ذکر کرنے سے غرض یہ ہے کہ ترجمۃ الباب سے رفع الصوت معلوم ہو۔ اب بہت ممکن تھا کہ کوئی یہ سمجھ لے کہ مقصود رفع صوت ہے۔ خواہ جس طرح بھی ہو گلا پھاڑ کر ہو۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے اس کو ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ رفع صوت تو مطلوب ہے۔ مگر اس میں غلو نہ کرے اس لئے کہ اذان کی آواز جتنی بلند ہو سکے کرنی چاہیے۔ تاکہ جتنے زیادہ شاہد (گواہ) قیامت میں بن سکیں اچھا ہی ہے۔ اس کے بعد جو اثر نقل کیا ہے حافظؒ کی رائے ہے کہ ترجمۃ الباب کی قید ہے رفع الصوت بالنداء بلاتطریب حضرت اقدس گنگوہیؒ نے اس طرح مناسبت پیدا کی ہے۔ کیونکہ تطریب صوت میں رفع الصوت ناممکن ہے۔

باب مَا یُحْقَنُ بِالْاَذَانِ مِنَ الدِّمَاءِ

ترجمہ۔ کہ اذان کی بدولت خون محفوظ ہوتے ہیں

حدیث (۵۷۶) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ الخ عَنْ اَنَسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ کَانَ اِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا لَّمْ یَکُنْ یَغْزُوْ بِنَا حَتّٰی یُصْبِحَ وَیَنْظُرُ فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا کَفَّ عَنْهُمْ وَاِنْ لَّمْ یَسْمَعْ اَذَانًا اَغَارَ عَلَیْهِمْ قَالَ فَخَرَجْنَا اِلٰی خَیْبَرَ فَانْتَهَیْنَا اِلَیْهِمْ لَیْلًا فَلَمَّا اَصْبَحَ وَلَمْ یَسْمَعْ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنجناب ﷺ ہمارے ساتھ جب بھی کسی قوم پر چڑھائی کرتے تو اس وقت تک ان پر غارت گری نہیں کرتے تھے جب تک صبح نہ ہو اور انتظار فرماتے اگر اذان سن لیتے تو ان سے رُک جاتے اگر اذان نہ سنتے تو پھر ان پر غارت گری کرتے چنانچہ ہم لوگ خیبر کی لڑائی کے لئے نکلے تو ہم رات کو

اِذَا اَتَاَرَكِبَ وَرَكِبْتُ خَلْفَ اَبِيْ طَلْحَةَ وَاِنَّ قَدَمِيْ لَتَمَسُّ قَدَمَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فَخَرَجُوْا اِلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ وَمَسَاحِيْهِمْ فَلَمَّا رَاَوُا النَّبِيَّ ﷺ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَّاللّٰهِ مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ قَالَ فَلَمَّا رَاٰهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ۔ الحدیث..

ان کے ہاں پہنچے اور جب صبح ہوئی اور آپؑ نے اذان نہ سنی تو آپؐ بھی سوار ہوئے۔ میں حضرت ابو طلحہؓ کے پیچھے سوار ہوا میرا قدم جناب نبی اکرم ﷺ کے قدم کو چھوتا تھا۔ تو خیبر کے لوگ اپنی زنبیلیں اور پھاوڑے لے کر ہماری طرف نکلے۔ جب انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو بول پڑے محمدؐ ہے خدا کی قسم محمدؐ ہے اور اس کا لشکر ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں جب جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا تو دو مرتبہ اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا فرمایا کہ خیبر ویران واجاڑ ہو گیا کیونکہ آیت کا ترجمہ جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ممکن ہے حکم بیان کرنا مقصود ہو۔ اور ممکن ہے کہ فضیلت بیان کرنی ہو۔ حضور اقدس ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ اس وقت تک کفار کی کسی آبادی پر حملہ نہیں کرتے تھے جب تک کہ صبح نہ ہو جائے۔ اگر صبح ہونے کے بعد اذان کی آواز آجاتی تو حملہ نہ فرمایا کرتے تھے۔ اگر نہ سنتے تو حملہ فرمادیتے یہ فضیلت بھی ہو گئی۔ اسلئے کہ محض اذان کی وجہ سے حملہ سے محفوظ رہے اور حکم یہ ہوا کہ جب کہیں اذان سن لے تو وہاں حملہ کرنا جائز نہیں معلوم نہیں کہ کتنے مسلمان قتل ہو جائیں۔ واللہ محمد والخمیس خمیس اس لشکر کو کہتے ہیں جو پانچ اجزا پر مشتمل ہو۔ میمنہ۔ میسرہ مقدمہ۔ مؤخرہ قلب۔ دائیں بائیں۔ آگے پیچھے۔ اور درمیان میں۔

بَاب مَا يَقُوْلُ اِذَا سَمِعَ الْمُنَادِيْ

ترجمہ۔ جب اذان دینے والے کی آواز سنے تو کیا کہے

حدیث (۵۷۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم اذان سنو تو جس طرح مؤذن کہتا ہے تم بھی اسی طرح کہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کا طریقہ یہ ہے کہ جب اختلاف روایات قوی ہوں یا ائمہ کا اختلاف قوی ہو تو ترجمہ میں کوئی حکم نہیں لگاتے۔ یہاں چونکہ دو روایتیں ہیں ایک اذا سمعتم النداء جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعینہ الفاظ اذان دہرائے اور دوسری روایت میں حیعلہ کے بدلے حوقلہ ہے اور دونوں صحیح ہیں۔ اس لئے کوئی حکم نہیں لگایا۔ اب علما کا پھر اختلاف ہے۔ بعض علماً فرماتے ہیں کہ فقولوا مثل ما یقول المؤذن مجمل ہے اور دوسری روایت مفصل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مفصل مجمل پر قاضی ہوا کرتی ہے

لہذا مجمل کو مفصل کی طرف راجع کیا جائے گا۔اور بعض علماء کی رائے ہے کہ دونوں وارد ہیں لہذا اختیار ہے۔بعض علماء حنابلہ سے منقول ہے کہ دونوں کو جمع کرے۔

حدیث (۵۷۸) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ الخ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَوْمًا فَقَالَ بِمِثْلِهِ إِلَى قَوْلِهِ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ. الحدیث...

ترجمہ۔حضرت عیسیٰ بن طلحہ نے حضرت امیر معاویہؓ سے ایک دن سنا وہ فرماتے تھے مؤذن کی طرح کہے۔صرف اشهد ان محمد رسول اللّٰه تک۔

حدیث (۵۷۹) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ الخ قَالَ يَحْيٰى وَحَدَّثَنِيْ بَعْضُ إِخْوَانِنَا أَنَّهُ قَالَ لَمَّا قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَقَالَ هٰكَذَا سَمِعْنَا نَبِيَّكُمْ ﷺ يَقُوْلُ. الحدیث

ترجمہ۔یحییٰ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے بعض بھائیوں نے بیان کیا کہ جب مؤذن حی علی الصلوۃ کہے تو سامع لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے۔وہ فرماتے تھے کہ میں نے تمہارے نبی اکرم ﷺ کو اس طرح کہتے سنا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ الی قوله واشهد ان محمد رسول اللّٰه اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف یہیں تک جواب میں اکتفا فرمایا بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہاں تک بعینہ الفاظ اذان دہرائے اور اس کی دلیل روایت آئندہ ہے۔میری رائے یہ ہے کہ یہاں امام بخاریؒ توسع بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اس کو اختیار ہے جو چاہے کہہ دے۔حضرت امیر معاویہؓ کا مذہب یہی تھا کہ صرف شہادتین تک اذان کا جواب دے۔

باب الدُّعَاءِ عِنْدَ النِّدَاءِ

ترجمہ۔اذان کے وقت دعا مانگنا

حدیث (۵۸۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهُ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. الحدیث....

ترجمہ۔حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اذان سننے کے بعد یہ دعا مانگی اے اللہ جو اس مکمل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کا رب ہے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور آپؐ کو اس مقام محمود پر مبعوث فرما جس کا آپؐ سے وعدہ فرمایا ہے۔تو قیامت کے دن اس کے لئے میرے شفاعت نازل ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شراح نے مصنفؒ کی غرض سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اور انشاء اللہ میرے نزدیک غرض یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے کہ نہیں۔ ہمارے یہاں اس میں دونوں قول ہیں۔ ظاہر یہ کے نزدیک واجب ہے۔ الامر للوجوب کی وجہ سے اور ہمارے ہاں وجوب کا ایک قول ہے یہ بہت سخت ہے۔ اور دوسرا قول سنیّت کا ہے۔ یہی آسان ہے اور حضرت امام طحاویؒ نے اس روایت سے عدم وجوب جواب اذان پر استدلال فرمایا ہے۔ جب اذان کے ساتھ یہ دعا پڑھے گا تو جواب کیسے دے گا۔ تو بہت ممکن ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہو کہ جواب واجب نہیں۔ حلت له شفاعتي۔ حلت کے معنی حلال ہونے کے نہیں۔ بلکہ نازل ہونے کے معنی ہیں۔ روایت کے اندر دعا میں ایک لفظ آیا ہے وسیلہ بعض نے کہا ہے اس سے مقام محمود مراد ہے۔ مگر وہ تو دعا کے اندر مستقل آرہا ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ عطف تفسیری ہے۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ وسیلہ سے ایک خاص مرتبہ مراد ہے جس کے متعلق جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وارجو ان اکون انا الخ کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اس مرتبہ کا مستحق میں ہی ہوں گا۔ یہ بات تو واضح ہے کہ آپ ﷺ نے یہ تواضع کی وجہ سے فرمادیا۔ کیونکہ یہ مرتبہ تو آپؐ کو یقیناً ملے گا۔

بَاب الْاِسْتِهَامِ فِی الْاَذَانِ

وَيُذْكَرُ اَنَّ قَوْمًا اِخْتَلَفُوْا فِی الْاَذَانِ فَاَقْرَعَ بَيْنَهُمْ سَعْدٌ ۔

ترجمہ۔ اذان کہنے میں قرعہ اندازی کرنا اور کچھ لوگوں نے اذان کہنے میں اختلاف کیا تو حضرت سعدؓ نے انکے درمیان قرعہ اندازی فرمائی

حدیث (۵۸۱) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَوْيَعْلَمُ النَّاسُ مَافِى النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَايَجِدُوْنَ اِلَّااَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا وَلَوْيَعْلَمُوْنَ مَافِى التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ وَلَوْيَعْلَمُوْنَ مَافِى الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْحَبْوًا .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر لوگ اس ثواب کو جانتے جو اذان کہنے اور صف اول میں کھڑے ہونے کے اندر ہے اور پھر ان کو علاوہ قرعہ اندازی کے کوئی چارہ نہ ہوتا تو قرعہ اندازی کرتے اگر اس ثواب کا ان کو علم ہو جاتا جو سخت گرمی میں نماز پڑھنے کا ہے تو بھی اس کے لئے قرعہ اندازی کرتے۔ اور اگر اس ثواب کا علم ہو جاتا جو عشاء اور صبح کی نماز میں ہے تو اگر گھٹنے کے بل چل کر آنا پڑتا تو ضرور چل کر آتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ میرے نزدیک مصنفؒ کی غرض اذان کی فضیلت بھی بیان کرنا ہے اور استہام کے معنی بھی اس لئے کہ استہام جس طرح قرعہ اندازی کے معنی میں آتا ہے۔ ایسے ہی تیر اندازی کے معنی میں آتا ہے۔ تو یہاں پر قرعہ اندازی کے معنی ہیں اور

باب کی غرض یہ ہے کہ اذانِ جوق پر رد فرمایا ہے۔ یعنی ایک مسجد میں صرف ایک ہی اذان ہونی چاہئے بغیر ضرورت شدیدہ کے ایک سے زائد اذان نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ اگر متعدد اذانیں جائز ہوتیں تو پھر استہام کی نوبت کیوں آتی۔ لیکن اگر کسی جگہ ضرورت ہو۔ مثلاً جامع مسجد یا بڑی مساجد تو وہاں جائز ہے اور بعض شراح نے اس باب کی ایک غرض یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ احناف کے نزدیک قرعہ اندازی منسوخ ہے تو اس باب کے ذریعہ احناف پر رد کرنا مقصود ہے۔ مگر ہم لوگوں پر رد نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہم قرعہ کے حجۃ تامہ ہونے کا انکار کرتے ہیں مطلق استہام کے منکر نہیں ہیں۔ مگر میرے نزدیک یہاں یہ غرض بیان کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ آئندہ چل کر ایک باب آئے گا باب القرعة فی المشکلات وہاں یہ غرض ہو سکتی ہے۔ یہاں چونکہ اذان اور نماز کا بیان ہے۔ لہٰذا وہ غرض اس کے مناسب نہیں مافی التھجیر اگر اشکال ہو کہ اس سے تو تھجیر کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ شریعت نے ابراد کا حکم دیا ہے جیسا کہ گذر چکا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسجد میں جانے کے لئے تھجیر کی فضیلت بیان کی گئی ہے تاکہ سویرے جا کر بیٹھا جائے۔ اور ابراد کا تعلق نماز سے ہے۔ اور یہ حکم نماز کے لئے ہے۔ نیز اس میں فضیلت جزئیہ ہے اور ابراد کے اندر حکم عام ہے۔

بَابُ الْكَلَامِ فِي الْاَذَانِ

ترجمہ۔ اذان کے دوران کلام کرنا

وَتَكَلَّمَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ فِيْ اَذَانِهٖ وَقَالَ الْحَسَنُ لَابَاْسَ اَنْ يَّضْحَكَ وَهُوَ يُؤَذِّنُ اَوْ يُقِيْمُ .

ترجمہ۔ حضرت سلیمان بن صرد اذان کے درمیان کلام کرتے تھے۔ اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ اذان اور تکبیر کے درمیان اگر کوئی ہنس پڑے تو کوئی حرج نہیں۔

حدیث (۵۸۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ يَوْمٍ رَدْغٍ فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ فَاَمَرَهٗ اَنْ يُّنَادِيَ الصَّلٰوةَ فِي الرِّحَالِ فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ فَقَالَ فَعَلَ هٰذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ وَاِنَّهَا عَزْمَةٌ . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن الحارث فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک کیچڑ کے دن ہمیں خطبہ دیا جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ تک پہنچا تو انہوں نے حکم دیا کہ اعلان کر دے ہر شخص نماز اپنے اپنے گھر میں پڑھے۔ تو لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ تو حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ یہ کام اس ذات نے کیا تھا جو ہم سب سے بہتر تھے اور یہی عزیمت ہے

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ ترجمہ میں امام بخاریؒ نے دو اثر ذکر کئے ہیں۔ ان میں سے پہلے اثر میں کلام کا تذکرہ ہے۔ اور دوسرے میں ضحک کا ذکر ہے۔ مصنفؒ کا مقصد یہ ہے کہ اذان کا حکم صلوٰۃ جیسا نہیں ہے۔ اور اس میں کلام اور ضحک جائز ہیں۔ لیکن روایت میں مؤذن سے نہ کلام کا صدور ہوا ہے نہ ضحک کا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اذان کے دوران کلام کرنے سے اذان کے کلمات کا نسق چلا جاتا ہے۔

چونکہ حیعلتین کے درمیان الصلوۃ فی الرحال کہا گیا ہے۔ جس سے نسق زائل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس سے بتلانا یہ ہے کہ اس قسم کا کلام جس سے نسق زائل ہو جائے تو اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حنابلہ کے نزدیک کلام فی الاذان جائز ہے۔ اور غیر حنابلہ کے نزدیک اگر فصل یسیر ہو تو مکروہ ہے اگر فصل طویل ہو جائے تو مفسد ہے۔ حنابلہ نے روایت باب سے استدلال فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے الصلوۃ فی الرحال کا امر فرمایا۔ جمہور اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس میں روایات مختلفہ ہیں۔ کہ یہ کب کہا؟ ابوداؤد کی روایت سے اذان کے بعد معلوم ہوتا ہے۔ اور بخاری شریف میں صفحہ ۸۸ پر آنے والا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اذان کا حکم دیا ثم یقول علی اثرہ الاصلوا فی الرحال۔ اگر ہو بھی سہی تو یہ اذان کے درمیان حضرت ابن عباسؓ کا فعل ذاتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے تو صرف الصلوۃ فی الرحال ثابت ہے۔ امام بخاریؒ کا میلان حنابلہ کی طرف ہے۔ لا باس ان یضحك الخ علامہ عینیؒ نے اعتراض فرمایا کہ باب تو کلام فی الاذان کا ہے اور اثر ضحک کا لہذا اس کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔ میرے نزدیک یہ اعتراض درست نہیں۔ اس لئے کہ یہ تو اثبات بالاولی ہے اس لئے جب ضحک جائز ہے تو کلام بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ رزغ کے معنی کیچڑ کے ہیں۔

باب اَذَانِ الْاَعْمٰی اِذَاکَانَ لَهٗ مَنْ یُّخْبِرُهٗ ۔

ترجمہ۔ جب نابینا کو کوئی خبر دینے والا ہو تو اس کی اذان جائز ہے۔

حدیث (۵۸۳) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِنَّ بِلَالًا یُؤَذِّنُ بِلَیْلٍ فَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یُنَادِیَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ قَالَ وَکَانَ رَجُلًا اَعْمٰی لَایُنَادِیْ حَتّٰی یُقَالَ لَهٗ اَصْبَحْتَ اَصْبَحْتَ .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت بلال رات کو اذان کہتے ہیں۔ پس تم کھاتے پیتے رہو۔ یہاں تک حضرت ابن ام مکتوم اذان کہیں کیونکہ وہ نابینا آدمی تھے۔ جب ان سے کہا جاتا صبح ہو گئی تو تب وہ اذان کہتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں نقل کر رکھا ہے کہ حنفیہ اور ظاہریہ کے ہاں اذان اعمیٰ درست نہیں یہ نقل حنفیہ سے غلط ہے۔ ممکن ہے کہ ظاہریہ سے صحیح ہو۔ حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ اگر اعمیٰ حاذق ہو اور وقت کی اس کو اطلاع ہو جاتی ہو یا وہ خود تو حاذق نہیں لیکن اس کو کوئی بتلا دیتا ہو تو جائز ہے۔ غرضیکہ امام بخاریؒ کا مقصد مصنف ابن ابی شیبہ کی ان روایات پر رد کرنا ہے جس میں اذان اعمیٰ کے عدم جواز کو بیان کیا گیا ہے۔

باب الْأَذَانِ بَعْدَ الْفَجْرِ

ترجمہ۔ فجر کے بعد اذان کہنا

حدیث(۵۸۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ اَخْبَرَتْنِیْ حَفْصَۃُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ اِذَا اعْتَکَفَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحِ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ تُقَامَ الصَّلٰوۃَ ..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حفصہؓ نے مجھے خبر دی کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب مؤذن صبح کیلئے کھڑا ہو جاتا اور صبح ظاہر ہو جاتی تو دو ہلکی سی رکعات اقامت تکبیر صلوٰۃ سے پہلے پڑھتے تھے۔

حدیث(۵۸۵) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ الخ عَنْ عَائِشَۃَؓ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ بَیْنَ النِّدَاءِ وَالْاِقَامَۃِ مِنْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ .....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز کی اذان اور اقامت کے درمیان دو ہلکی سی رکعات پڑھتے تھے۔

حدیث(۵۸۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِنَّ بِلَالًا یُنَادِیْ بِلَیْلٍ فَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یُنَادِیَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ . الحدیث .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے بے شک حضرت بلالؓ رات کو اذان کہتے ہیں تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم اذان کہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس باب کے تحت مصنفؒ نے تین روایات ذکر کی ہیں جن سے بظاہر ترجمۃ الباب سے کوئی مطابقت معلوم نہیں ہوتی۔ البتہ پہلی روایت میں دو شرطیں ذکر کی گئیں۔ اعتکف بمعنے ٹھہرنا اور بدأ الصبح کہ جب مؤذن ساکت ہو تا تھا تو آپؐ دو رکعت پڑھتے تھے۔ اس سے معلوم ہو تا ہے کہ آپ کا رکوع بالاذان ہو تا تھا۔ اور رکوع قبل الفجر جائز نہیں۔ تو اس طرح اذان بھی قبل الفجر جائز نہ ہو گی۔ یہ مطابقت مالکیہ کی ایک جماعت کے نزدیک ہے۔ دوسری روایت یہ دلالت کرتی ہے کہ آپؐ کی نماز رکعتیں اذان اور اقامۃ کے درمیان ہوتی تھیں۔ تو بعد طلوع الفجر اذان ہو گی۔ اگر مصنفؒ کا مقصد یہ قرار دیا جائے کہ بعد الفجر اذان کہی جائے۔ اس سے قبل اذان جائز ہے یا نہیں اس سے کوئی بحث نہیں۔ تو اب روایات ترجمۃ الباب کے مطابق ہوں گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابن بطال نے اعتراض کیا ہے کہ یہ ترجمہ شان بخاریؒ کے مطابق نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ

یہ کتاب حدیث کی ہے۔ اگر کہیں سیدھا باب باندھ دیا تو کیا حرج ہے۔ ابن بطال فرماتے ہیں کہ اذان بعد الفجر کا باب منعقد فرمایا ہے تو پھر اذان بعد الزوال اور بعد المغرب بھی منعقد کرنا چاہیئے۔ ایک دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ اس باب کے بعد باب الاذان قبل الفجر آرہا ہے۔ ترتیب کا تقاضا یہ تھا کہ اوّلاً قبل الفجر اور پھر بعد الفجر کا باب باندھتے۔ اس اعتراض میں اور شراح نے بھی موافقت کی ہے۔ مگر میرے نزدیک دونوں اعتراض ساقط ہیں۔ کیونکہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ اذان فجر جو صحیح اور معتبر ہے وہ تو وہ ہے جو بعد الفجر ہے۔ اور قبل الفجر والی اذان صلوٰۃ کے لئے نہیں۔ بلکہ لیرجع قائمکم ینبہ نائمکم کہ قائم اللیل کو لوٹائے اور سونے والے کو بیدار کرے اور چونکہ اذان بعد الفجر اصل تھی اسلیئے اس کو مقدم فرمایا اور قبل الفجر کو بالتبع ذکر فرمادیا۔ اعتکف المؤذن الصبح جب کہ انتظار میں مؤذن رکا رہا تو اذان لامحالہ بعد صبح ہوگی۔ وھو المرام۔

بَاب الْاَذَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ

ترجمہ۔ فجر سے پہلے اذان کہنا کیسا ہے

حدیث (۵۸۷) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ الخ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَا یَمْنَعَنَّ اَحَدَکُمْ اَوْ اَحَدًا مِنْکُمْ اَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سُحُوْرِهٖ فَاِنَّهٗ یُؤَذِّنُ اَوْ یُنَادِیْ بِلَیْلٍ لِیَرْجِعَ قَائِمَکُمْ وَلِیُنَبِّهَ نَائِمَکُمْ وَلَیْسَ اَنْ یَقُوْلَ الْفَجْرُ اَوِ الصُّبْحُ وَقَالَ بِاَصَابِعِهٖ وَرَفَعَهَا اِلٰی فَوْقٍ وَطَاْطَاَ اِلٰی اَسْفَلَ حَتّٰی یَقُوْلَ هٰکَذَا وَقَالَ زُهَیْرٌ بِسَبَّابَتَیْهِ اِحْدٰهُمَا فَوْقَ الْاُخْرٰی ثُمَّ مَدَّهُمَا عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَشِمَالِهٖ. الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا تم میں سے کسی ایک کو اس کے سحور سے حضرت بلالؓ کی اذان نہ روکے۔ کیونکہ وہ تو رات کو اذان کہتے ہیں تاکہ کھڑے ہوئے کو واپس کریں اور سونے والے کو بیدار کریں۔ اور فجر اور صبح کا لفظ نہیں کہتے تھے۔ بلکہ اپنی انگلیوں سے اس طرح اشارہ کرتے تھے کہ ان کو اوپر کی طرف اٹھا کر پھر نیچے کی طرف لے آتے۔ یہاں تک اس طرح فرماتے اور زہیر اپنی دونوں انگشت شہادت ایک دوسرے پر رکھ کر ان کو دائیں بائیں کھینچتے تھے۔

حدیث (۵۸۸) حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَحَدَّثَنِیْ یُوْسُفُ بْنُ عِیْسٰی قَالَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ بِلَالًا یُؤَذِّنُ بِلَیْلٍ فَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یُؤَذِّنَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ. الحدیث...

ترجمہ۔ دونوں سندوں کے ساتھ حضرت عائشہؓ حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ حضرت بلالؓ رات کے وقت اذان کہتے ہیں۔ تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ حضرت ابن ام مکتومؓ اذان کہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جب اصل اذان کو ذکر فرمایا تو اس کو بھی تبعاً ذکر فرمادیا۔ اور یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ صبح کی اذان ہے اور حنفیہؒ کے نزدیک یہ صبح کی اذان نہیں۔ بلکہ تذکیر کے لئے ہے۔ جیساکہ حدیث میں ہے لیرجع قائمکم الخ جو اذان قبل الفجر کے قائل ہیں۔ ان میں اختلاف ہے کہ دوبارہ بعد طلوع الفجر ضروری ہے یا نہیں۔ بعض شافعیہؒ کہتے ہیں کہ ضروری نہیں ہے۔ اور جمہور ضروری کہتے ہیں۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ جب نماز کیلئے ایک اذان ہو گئی تو دوسری کی کیا ضرورت ہے۔ بعض حنفیہ نے اخو صدا والی روایت سے استدلال کیا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا یا اخا صداء اذن و من اذن فهو یقیم۔ یہ روایت ابو داؤد میں ہے اور اس میں دوسری اذان کا ذکر نہیں ہے ولیس ان یقول الفجو فجر دو ہیں ایک کاذب ایک صادق۔ کاذب تو مستطیل ہوتی ہے اور صادق عریض۔ حافظ ابن حجرؒ چونکہ شافعی المذہب ہیں اور شوافع کے یہاں قبل الفجر بھی اذان جائز ہے۔ اس لئے وہ یہ کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ امام شافعیؒ کے ساتھ ہیں اسی وجہ سے وہ دونوں قسم کے باب لائے ہیں۔ لیکن میں بتلا چکا ہوں یہاں تقدیم و تاخیر اس وجہ سے کی ہے کہ یہاں اذان قبل الفجر جائز نہیں حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں اذان قبل الفجر تذکیر اور تنبیہ کے لئے ہوا کرتی تھی۔ ورنہ اس کی تقدیم و تاخیر کی کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی۔

باب كَمْ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ وَمَنْ يَّنْتَظِرُ الْاِقَامَةَ

ترجمہ۔ اذان اور تکبیر کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہئیے اور اقامت کی انتظار کون کرے۔

حدیث (۵۸۹) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلِ الْمُزَنِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ. قَالَ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ ثَلَاثًا لِّمَنْ شَاءَ. الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مغفل المزنیؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر دونوں اذانوں کے درمیان نماز ہے ہر اس شخص کے لئے جو چاہے۔ یہ تین مرتبہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کے اصول میں معلوم ہو چکا ہے کہ کبھی امام صاحب اپنے ترجمہ سے کسی رلویت پر رد فرماتے ہیں اور کبھی تائید کرتے ہیں۔ تائید کرنے کا مطلب یہ ہے کہ الفاظ روایت شرط کے مطابق نہیں مگر مضمون صحیح ہوتا ہے۔ اس کو اپنی کسی روایت سے مؤید کرتے ہیں۔ یہاں بھی ایک روایت ترمذی میں ہے۔ اجعل اذانك واقامتك قدر ما يفرغ الاكل من اكله والشارب من شربه والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته مضمون تو امام کی شرط کی مطابق تھا مگر الفاظ شرط پر نہ تھے۔ لہذا امام نے اپنی روایت بين كل اذانين صلوة سے تائید فرمادی۔ اس لئے کہ جب اذان و اقامت کے درمیان نماز کا وقت ہو گا تو اس وقت میں کھانا بھی کھایا جاسکتا ہے اور پانی بھی پیا جاسکتا ہے۔ اور استنجا سے بھی پاک ہو سکتا ہے۔ لہذا وقت نکل آیا۔

حدیث(۵۹۰)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ اِذَا اَذَّنَ قَامَ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُمْ كَذٰلِكَ يُصَلُّوْنَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ شَيْءٌ وَّقَالَ عُثْمَانُ بْنُ جَبَلَةَ وَاَبُوْ دَاؤُدَ عَنْ شُعْبَةَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا اِلَّا قَلِيْلٌ. الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ مؤذن جب اذان کہتا تھا تو اصحاب نبی اکرم ﷺ میں سے کچھ لوگ کھڑے ہو کر ستونوں کی طرف جلدی کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لے آتے تو وہ اسی طرح مغرب سے پہلے دو رکعات پڑھ رہے ہوتے تھے۔ اذان اور تکبیر کے درمیان کچھ زیادہ فصل نہیں ہوتا تھا۔ شعبہ فرماتے ہیں ان دونوں کے درمیان تھوڑا سا فصل ہوتا تھا۔

تشریح شیخ زکریاؒ۔ یبتدون السواری الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کثرت سے مغرب سے قبل نوافل پڑھتے تھے۔ شافعیہ کے نزدیک اسی وجہ سے دو رکعت قبل المغرب اولیٰ ہے۔ اور حنفیہؒ اس کے قائل نہیں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ اوّل پر محمول ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ کسی صحابی نے کسی کو یہ نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ ہم بھی کبھی پڑھا کرتے تھے۔ صحابی سے تابعی نے پوچھا کہ اب کیوں نہیں پڑھتے تو فرمایا مشغولیت کی وجہ سے۔ اگر مستحب ہوتی تو صحابہ کرامؓ کیوں چھوڑتے۔

بَاب مَنِ انْتَظَرَ الْاِقَامَةَ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو اقامت کا انتظار کرتا ہے

حدیث(۵۹۱)حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ اَنَّ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْاُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ بَعْدَ اَنْ يَّسْتَبِيْنَ الْفَجْرُ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا جب مؤذن فجر کی نماز کی پہلی اذان سے خاموش ہوتا تو آپ فوراً اٹھ کر دو ہلکی سی رکعات فجر کی نماز سے پہلے فجر خوب ظاہر ہو جانے کے بعد پڑھتے تھے پھر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ مؤذن تکبیر کے لئے آتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ روایات میں بکثرت تکبیر و تہجیر (جلدی کرنا) کے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ تو حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اقامت کا انتظار کرتا ہے اور اوّل وقت میں نماز کے لئے نہ جائے تو جائز ہے۔ حافظؒ کی رائے یہ ہے کہ تکبیر و تہجیر

مقتدیوں کے لئے ہے۔ امام اقامت کے وقت نکلے فان الامام ینتظر ولا ینتظر امام انتظار کیا جاتا وہ انتظار نہیں کرتا۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ اگر کسی کا مکان مسجد کے قریب ہو اور وہ وضو کر کے اپنے گھر بیٹھا اقامت کا انتظار کرتا ہے تو اس کو تکبیر کا ثواب ملے گا۔ ثم اضطجع علی شقه الایمن اس کا حکم مستقل باب میں آرہا ہے۔ اس میں آٹھ مذاہب ہیں۔ حتی یأتیه المؤذن للاقامة جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام کے لئے تکبیر کا حکم نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ امام تھے۔ اور جو علماء کہتے ہیں کہ اگر گھر مسجد کے متصل ہو تو ثواب ملتا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ آپ کا گھر متصل تھا۔ اور جن لوگوں کے نزدیک یہ ہے کہ اوّل وقت میں ناجائز ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اوّل وقت میں تشریف نہیں لے گئے۔

بَاب بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ لِّمَنْ شَاءَ۔

ترجمہ۔ ہر دو اذانوں کے درمیان ہر اس شخص کے لئے نماز ہے جو چاہے۔

حدیث (۵۹۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الخ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ ...

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ تیسری دفعہ فرمایا کہ یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو نماز پڑھنا چاہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ بعض روایات میں ممن شاء کا لفظ نہیں آتا اس سے بظاہر ایہام وجوب ہوتا تھا اس لئے ممن شاء بڑھا کر اس کو دفع فرما دیا۔ اور بتلا دیا ان دونوں رکعتوں کا پڑھنا واجب نہیں۔

بَاب مَنْ قَالَ لِيُؤَذِّنْ فِي السَّفَرِ مُؤَذِّنٌ وَّاحِدٌ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ سفر میں ایک مؤذن اذان کہہ سکتا ہے

حدیث (۵۹۳) حَدَّثَنَا مُعَلَّى ابْنُ اَسَدٍ الخ

عَنْ مَّالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ قَوْمِيْ فَاَقَمْنَا عِنْدَهٗ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّكَانَ رَحِيْمًا رَّفِيْقًا فَلَمَّا رَاٰى شَوْقَنَا اِلٰى اَهْلِيْنَا قَالَ ارْجِعُوْا فَكُوْنُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَصَلُّوْا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہم بیس رات تک آپؐ کے پاس مقیم رہے حضورؐ مہربان اور نرم دل تھے جب ہمارا گھر والوں کی طرف شوق کا اندازہ فرمایا تو حکم دیا کہ تم واپس جا کر اپنے گھر والوں میں رہو انہیں دین کی تعلیم دو اور نماز پڑھو جب نماز کا وقت آجائے

فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ . الحديث

تو تم میں سے کوئی ایک اذان کہے اور جو تم سے عمر میں بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے حضرت ابن عمرؓ پر رد کرنا ہے اس لئے کہ ان کا مذہب تھا کہ سفر میں دو اذانیں ہوں۔ بعض نے کہا کہ اذانین فی السفر پر رد کرنا ہے کیونکہ شہروں میں تو دو اذانوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ جبکہ مساجد اتنی دور ہوں کہ ایک جانب کے مؤذن کی آواز دوسری جانب نہ پہنچ سکتی ہو۔ البتہ سفر میں اس کی حاجت نہیں۔ میرے والد صاحب مرحوم یہی فرماتے تھے۔ اور بعض نے کہا کہ مؤذن سے مکبر مراد ہے تو معنی ہوا کہ صرف ایک ہی تکبیر پر اکتفا کیا جائے۔ اور میرے نزدیک یہ ہے کہ چونکہ حضرت مالک بن الحویرثؓ کی روایت میں فاذنا ثم اقیمالم لیو مکما اکبر کما وارد ہوا ہے۔ جس سے دو آدمیوں کی اذان ثابت ہے تو مصنف نے اس پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ مشروع صرف ایک اذان ہے۔

باب الْاَذَانِ لِلْمُسَافِرِ اِذَا كَانُوْا جَمَاعَةً وَالْاِقَامَةِ وَكَذٰلِكَ بِعَرَفَةَ وَجَمْعٍ وَّقَوْلِ الْمُؤَذِّنِ الصَّلٰوةُ فِى الرِّحَالِ فِى اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ اَوِالْمَطِيْرَةِ۔

ترجمہ۔ باب جب مسافروں کی جماعت ہو تو وہ اذان اور اقامۃ کہیں اسی طرح عرفات اور مزدلفہ میں بھی۔ اور مؤذن ٹھنڈک والی اور بارش والی رات میں الصلوۃ فی الرحال کہے۔ (اپنے گھروں میں نماز پڑھو)۔

حدیث (۵۹۴) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ الخ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِىِّ ﷺ فِىْ سَفَرٍ فَاَرَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ اَبْرِدْ حَتّٰى سَاوَى الظِّلُّ التُّلُوْلَ فَقَالَ النَّبِىُّ ﷺ اِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ ...

ترجمہ۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے مؤذن نے اذان کہنے کا ارادہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا ذرا ٹھنڈک میں کہو پھر اذان کہنے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے ٹھنڈک میں کہنے کا حکم دیا۔ پھر اذان کہنے کا ارادہ کیا تو پھر بھی یہی فرمایا کہ ٹھنڈک میں کہو یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا تب نماز پڑھی گئی آپؐ نے فرمایا سخت گرمی جہنم کے ابال میں سے ہے۔

حدیث (۵۹۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں کہ

عَنْ مَّالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ اَتَى رَجُلَانِ النَّبِيَّ ﷺ يُرِيْدَانِ السَّفَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا اَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فَاَذِّنَا ثُمَّ اَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا..

دو آدمی جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سفر کا ارادہ رکھتے تھے آپؐ نے ان سے فرمایا جب سفر کیلئے چل پڑو تو اذان کہو اور تکبیر کہو پھر تم سے بڑی عمر والا امامت کرے۔

حدیث (۵۵۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ نَا مَالِكٌ قَالَ اَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُّتَقَارِبُوْنَ فَاَقَمْنَا عِنْدَهٗ عِشْرِيْنَ يَوْمًا وَّلَيْلَةً وَّكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَحِيْمًا رَّفِيْقًا فَلَمَّا ظَنَّ اَنَّا قَدِ اشْتَهَيْنَا اَهْلَنَا اَوْ قَدِ اشْتَقْنَا سَاَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا فَاَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ ارْجِعُوْا اِلٰى اَهْلِيْكُمْ فَاَقِيْمُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ وَذَكَرَ اَشْيَاءَ اَحْفَظُهَا اَوْلَا اَحْفَظُهَا وَصَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ الحديث

ترجمہ۔ حضرت مالک بن حویرثؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نوجوان قریب قریب ہم سن تھے۔ ہم آپؐ کے پاس بیس دن رات مقیم رہے جناب رسول اللہ ﷺ بڑے مہربان اور نرم دل تھے جب آپؐ نے اندازہ کیا ہم لوگ گھر والوں کی خواہش یا شوق رکھتے ہیں اور تو ہم سے ہمارے پیچھے رہنے والے اہل وعیال کے متعلق دریافت فرمایا ہم نے آپ کو مطلع کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ ان میں ٹھہرو اور انہیں دین کی تعلیم دو۔ اور انہیں احکام بتلاؤ کچھ مجھے یاد رہے اور کچھ یاد نہیں رکھ سکا اور آپؐ نے فرمایا تم نماز ایسے پڑھنا جیسے مجھے پڑھتے دیکھا ہے۔ پس نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک اذان کہے۔ اور بڑی عمر والا امامت کرے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب کی غرض کیا ہے شراح کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ اذان اجتماع کے لئے ہوتی ہے لہذا اگر جماعت ہو تو اذان کہی جائے۔ اگر کوئی ایک آدمی ہو اور وہ نماز پڑھے تو اس کو اذان کہنے کی ضرورت نہیں ہے مگر یہ بعید ہے۔ اسلئے کہ ابھی امام بخاریؒ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت نقل کر آئے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدریؓ نے اپنے شاگرد سے فرمایا انی اراك تحب الغنم والبادية وہاں شاگرد اکیلے ومنفرد تھے۔ اور میرے والد صاحب مرحوم بالکل اس کے خلاف فرماتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ گو اذان کی مشروعیت اجتماع کے لئے ہے مگر چونکہ اذان کی مصالح بے شمار ہیں اور اس کے فوائد ہزار ہا ہزار ہیں۔ لہذا اگرچہ جماعت نہیں پھر بھی اذان کہے۔ اور میرے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ جماعت میں اگر امیر ہو تو اذان کہی جائے ورنہ نہیں۔ تو امام بخاریؒ اس پر رد فرما رہے ہیں کہ اذان ایک مستقل چیز ہے وہ امیر پر موقوف نہیں ہے۔ اور میرے اس قول کی وجہ امام بخاریؒ کا یہ جملہ ہے وكذالك بعرفة وجمع وذكر اشياء احفظها الخ ذکر کا فاعل مالک بن الحویرثؓ ہے۔ اور یہ مقولہ

ابو قلابہ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے استاد نے بہت سی چیزیں ذکر فرمائیں جن میں سے کچھ میں یاد رکھتا ہوں۔ اور کچھ یاد نہیں رکھتا۔ اس امر کے اندر اختلاف ہے کہ یہ کیا ہے۔ بعض شراح کی رائے ہے کہ شک راوی ہے۔ اگر شک راوی ہے تو اس صورت میں یہ مقولہ ابو قلابہ کے شاگرد کا ہوگا۔ کہ شاگرد کو شک ہو گیا کہ استاد نے کیا الفاظ فرمائے۔ تو یہاں ابو قلابہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ مجھے استاد ابو قلابہ نے فرمایا ذکر اشیا یعنی مالک بن الحویرثؓ نے مجھ سے بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں۔ مگر اس کے بعد میرے استاد ابو قلابہ نے احفظھا فرمایا یا لا احفظھا فرمایا اس میں ان کو شک ہو گیا۔ مگر حافظ ابن حجرؒ اس پر ردّ فرماتے ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے کہ او تنویع کے لئے ہے۔ علامہ عینیؒ نے یہاں تو حافظؒ پر ردّ فرمادیا مگر جب گیارہویں پارہ میں یہی مقولہ آیا تو وہاں اسی کو اختیار کر لیا۔ اور تنویع کا مطلب یہ ہے کہ کچھ باتیں یادر ہیں اور کچھ بھول گیا۔

حدیث (۵۹۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَ نَافِعٌ اَذَّنَ ابْنُ عُمَرَؓ فِیْ لَیْلَةٍ بَارِدَةٍ بِضَجْنَانِ ثُمَّ قَالَ صَلُّوْا فِیْ رِحَالِكُمْ وَاَخْبَرَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ ثُمَّ يَقُوْلُ عَلٰى اَثَرِهٖ اَلَا صَلُّوْا فِى الرِّحَالِ فِى اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ اَوِ الْمَطِيْرَةِ فِى السَّفَرِ. الحديث

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ ضجنان مقام پر حضرت ابن عمرؓ نے اذان کہی پھر فرمایا کہ اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور ہمیں بتلایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ مؤذن کو حکم دیتے کہ وہ اذان کہنے کے بعد الاصلوا فی الرحال سفر کی حالت میں ٹھنڈ والی یا بارش والی رات میں یہ الفاظ کہے فی الرحال کہ خبردار گھروں میں نماز پڑھو۔

حدیث (۵۹۸) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الخ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِالْاَبْطَحِ فَجَاءَهٗ بِلَالٌ فَاٰذَنَهٗ بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ خَرَجَ بِلَالٌ بِالْعَنَزَةِ حَتّٰى رَكَزَهَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالْاَبْطَحِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ

ترجمہ۔ حضرت وہب بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مقام ابطح میں جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ کے پاس حضرت بلالؓ آ کر نماز کی اطلاع دینے لگے۔ پھر حضرت بلالؓ چھوٹا نیزہ لے کر نکلے۔ اور وہ مقام ابطح میں جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے لا کر گاڑ دیا۔ اور پھر نماز کی تکبیر کہی۔

باب هَلْ يَتَتَبَّعُ الْمُؤَذِّنُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا وَهَلْ يَلْتَفِتُ فِى الْاَذَانِ وَيُذْكَرُ عَنْ بِلَالٍؓ اَنَّهٗ جَعَلَ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَؓ لَا يَجْعَلُ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا بَاْسَ اَنْ يُّؤَذِّنَ

ترجمہ۔ کیا مؤذن اپنے منہ کو اِدھر اُدھر پھیر سکتا ہے۔ کیا اذان کے اندر اِدھر اُدھر جھانک سکتا ہے حضرت بلالؓ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں کر لیتے تھے۔ اور ابن عمرؓ ایسا نہیں کرتے تھے اور ابراھیم نخعیؒ فرماتے تھے کہ بغیر وضو اذان کہنے میں

عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ وَّقَالَ عَطَآءٌ اَلْوُضُوْءُ حَقٌّ وَسُنَّۃٌ وَّقَالَتْ عَائِشَۃُ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَذْکُرُاللّٰہَ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ ۔۔۔

کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ وضو ثابت ہے۔ اور سنت ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے۔

حدیث(۵۹۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّہٗ رَاٰی بِلَالًا یُؤَذِّنُ فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُ فَاہُ ھٰھُنَا وَھٰھُنَا بِالْاَذَانِ. الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت وھب بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلالؓ کو اذان کہتے دیکھا۔ میں بھی ان کی اتباع میں اذان کے اندر اپنے منہ کو اِدھر اُدھر پھیرتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس کے تحت بہت سے آثار ذکر کر دیئے جن کی ترجمۃ الباب سے مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے مصنفؒ کا مقصد محض یہ نہیں ہے کہ تتبع فاہ (منہ کا پھیرنا) جائز ہے۔ بلکہ بتلانا یہ ہے کہ جو صلوٰۃ کے لئے شروط ہیں وہ اذان کے لئے شرط نہیں۔ ھل یلتفت فی الاذان ھی سے عدم استقبال قبلہ کی طرف اشارہ ہے۔ ایسے طہارت بھی اذان کے لئے شرط نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں پر شراح نے دو ترکیبیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ المؤذن فاعل ہو۔ اور فاہ مفعول ہو۔ اور دوسرے یہ کہ المؤذن مفعول اور فاہ یتتبع کا فاعل ہو۔ مگر دونوں صورتوں میں مطلب ایک ہی ہوگا۔ وہ یہ کہ مؤذن اذان میں اپنے منہ کو اِدھر اُدھر پھیرے۔ بہر حال شراح قاطبۃً اور مشائخ واساتذہ مجتمعہ یہ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ حیعلتین (حی علی الصلوۃ) کے وقت تحویل وجہ جائز ہے یا نہیں۔ جمہور کے نزدیک تحویل کرے گا۔ اور مالکیہؒ کے یہاں ضروری نہیں۔ چاہے کرے چاہے ترک کردے۔ اور جو آثار ذکر کئے گئے ہیں ان کی غرض یہ ہے کہ تحویل میں کوئی حرج نہیں۔ میرے نزدیک یہاں پر ابواب الاذان ختم ہو رہے ہیں۔ اور آئندہ ابواب الجماعتہ شروع ہو رہے ہیں۔ لہذا جیسے مصنفین کتاب کے آخر میں ایک باب مسائل شتی کا ذکر فرماتے ہیں۔ اسی طرح امام بخاریؒ نے یہ باب بطور مسائل شتی کے ذکر فرمایا ہے۔ اور ان آثار مذکورہ فی الباب سے مصنفؒ کی غرض صرف تحویل وجہ نہیں بلکہ مختلف مسائل ہیں. ویذکر عن بلال الخ شراح فرماتے ہیں کہ جب اذان کے وقت کان میں انگلی داخل کرنے نہ کرنے میں کوئی فرق نہیں کہ حضرت بلالؓ داخل کرتے تھے اور حضرت عمرؓ داخل نہیں کرتے تھے۔ تو اسی طرح تحویل میں بھی ہے خواہ کرے یا نہ کرے۔ اور میرے نزدیک ایک دوسرا مسئلہ ہے وہ یہ کہ اذان کہتے ہوئے کیا انگلیاں کانوں میں داخل کرے یا نہ کرے۔ امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ نہ کرے اس لئے کہ انہوں نے حضرت بلالؓ کا اثر بصیغہ تمریض نقل کیا ہے۔ جس سے اثبات معلوم ہوتا ہے۔ اور حضرت ابن عمرؓ کا اثر بصیغہ جزم نقل کیا ہے جس سے نفی ہوتی ہے۔ وقال ابراھیم الخ شراح فرماتے ہیں کہ اذان وضو کے ساتھ اور بغیر وضو دونوں طرح جائز ہے تو اذان اور نماز میں فرق ہو گیا۔ نماز میں تو ممنوع ہے اور اذان میں نہیں۔

اور میرے نزدیک ایک دوسرا مسئلہ ہے وہ یہ کہ آیا اذان بلا وضو کہے یا باوضو۔ نیز شراح نے اس باب کی غرض میں لکھا ہے کہ چونکہ مالکیہ کے نزدیک التفات نہیں کرے گا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے ان کی تردید میں یہ باب منعقد فرمایا ہے۔ مگر وسوقی جو فقہ مالکیہ میں ایک مستند کتاب ہے۔ اس کے اندر انہوں نے اپنا مذہب لکھا ہے کہ سب برابر ہے جیسے چاہے کرے۔ جمہور کے نزدیک التفات اولیٰ ہے۔ اور اگر منارہ پر ہے اور وہ تنگ ہے تو منہ کو دونوں جانب نکالے۔ مالکیہ کے نزدیک منہ نکالنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح کانوں کے اندر انگلیاں دینا جمہور کے نزدیک ہے مالکیہ اس کا بھی انکار کرتے ہیں اور امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی مسئلہ میں مالکیہ کی طرف ہے۔ بہر حال امام بخاریؒ نے لفظ ھل لاکر ان مسائل کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا۔

بَاب قَوْلِ الرَّجُلِ فَاتَتْنَا الصَّلٰوةُ وَكَرِهَ ابْنُ سِيْرِيْنَ اَنْ يَّقُوْلَ فَاتَتْنَا الصَّلٰوةُ وَلْيَقُلْ لَمْ نُدْرِكْ وَقَوْلُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَصَحُّ۔

ترجمہ۔ کیا آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم سے نماز فوت ہو گئی ابن سیرین اس کو مکروہ فرماتے ہیں بلکہ لم ندرك کہنا چاہئیے کہ ہم نماز کو نہیں پاسکے لیکن نبی اکرم ﷺ کا قول یہ زیادہ صحیح ہے اس میں من فاتته صلوة واقع ہوا ہے

حدیث (۶۰۰) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ اِذْ سَمِعَ جَلَبَةَ رِجَالٍ فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ مَا شَأْنُكُمْ قَالُوْا اسْتَعْجَلْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا اِذَا اَتَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا . الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ اندریں حالت کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپؐ نے کچھ آدمیوں کی آوازیں سنیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا کہ تمہارا کیا حال تھا۔ کہنے لگے کہ ہم نماز میں جلدی پہنچنا چاہتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرو۔ جب نماز کیلئے آنا ہو تو سکون واطمینان کو لازم پکڑو۔ جو کچھ پالو اس کو تو پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسے پورا کرو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ آپؐ نے بعض بعض الفاظ کا اطلاق کرنا جائز نہیں فرمایا جیسے نسیت القرآن اس کے مطابق ابن سیرین فاتت الصلوة کہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر مصنفؒ نے آنحضرت ﷺ کے قول کو ترجیح دینا چاہتے ہیں کہ روایت میں فاتکم کے الفاظ موجود ہیں۔

بَاب وَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ

ترجمہ۔ جو کچھ حاصل کر لو اس کو پڑھو اور جو

فَاَتِمُّوْا قَالَهٗ اَبُوْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔

اور جو فوت ہو جائے اسے پورا کرو اس کو حضرت ابو قتادہؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے

حدیث (۶۰۱) حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ وَعَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْاِقَامَةَ فَامْشُوْا اِلَی الصَّلٰوةِ وَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَةَ وَالْوَقَارَ وَلَا تُسْرِعُوْا فَمَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا . الحدیث ....

ترجمہ۔ دوسروں کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب تم تکبیر سنو تو نماز کی طرف چل پڑو سکون اور وقار کو ملحوظ رکھو اور جلدی نہ چلو پس نماز کا جو حصہ مل جائے اسے تو پڑھو اور جو رہ جائے اس کو پورا کرو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ ابھی روایت میں یہ لفظ آ گیا تھا اور مسئلہ وسیع الاختلاف ہے اسلئے اس کا مستقل باب باندھ دیا اول یہ سنو! یہ حدیث دو طرح سے نقل گئی ہے ایک ما ادر کتم فصلو ا اور دوسرے ما ادر کتم فصلوا وما فاتکم فاقضوا تو ما ادر کتم فصلو ا تو دونو میں مشترک ہے مگر آخری جملہ میں اختلاف ہو گیا۔ کیونکہ ایک میں ما فاتکم فاتموا اور دوسرے میں فاقضوا اول کا مطلب یہ ہے کہ جو نماز آخر کی رہ جائے اس کو تام کرلو اور ثانی کا مطلب یہ ہے کہ جو نماز پہلی رہ گئی اس کو پورا کرلو اسی اختلاف روایۃ کی بنا پر ائمہ میں باہم اختلاف ہو گیا۔ حضرت امام شافعیؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ فاتموا والی روایت راجح ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ فاقضوا والی روایت کو راجح قرار دیتے ہیں اور حضرت امام مالکؒ دونو روایتوں میں جمع فرماتے ہیں کہ فاتموا باعتبار افعال کے اور فاقضو ا باعتبار اقوال کے ہے جو حضرات فاتمو ا کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ روایات کثیرہ میں وارد ہے۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ روایات صرف فاتمو ا وفاقضو ا میں منحصر نہیں ہیں۔ یہاں اگر تعارض ہو گیا تو دوسری روایت میں فلیقض وارد ہے۔ لہذا اس کی وجہ سے فاقضو ا والی روایت راجح ہو گی۔ اس میں اختلاف یوں ہو گا کہ ایک آدمی امام کے ساتھ رکعت رابعہ میں شریک ہوا۔ جو حضرات فاتمو ا کو ترجیح دیتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ رکعت مع الامام اس کی پہلی نماز ہو گی اور باقی جو منفرد اپڑھے گا وہ اس کی آخری نماز ہو گی اس لئے کہ اتمام کے معنی پورا کرنے کے ہیں۔ لہذا اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے سے کوئی چیز ناقص ہے جس کو وہ پورا کرے۔ اب اس کی صورت کیا ہو گی۔ وہ حضرات فرماتے ہیں چونکہ یہ رکعت مع الامام اس کی ابتدائی نماز ہو گی اس کے پورا کرنے کے بعد جلوس کرے گا تشہد پڑھے گا۔ پھر تیسری اور چوتھی رکعت پڑھے گا۔ اور آخر میں بیٹھے گا۔ اور جو حضرات فاقضوا کو راجح قرار دیتے ہیں جیسے امام صاحبؒ اور امام یوسفؒ تو ان حضرات کے نزدیک اس نے جو ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھی ہے وہ اس کی اخیر نماز ہو گی اور اس کی تین ابتدائی رکعات

فوت ہو گئی ہیں۔لہذا امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس کو قضا کرے گا اور جب وہ قضا کرنے والا ہو گا تو وہ امام کے ساتھ سلام کے بعد جب اٹھے گا تو ثناء اور تعوذ پڑھے گا۔فاتحہ اور ضم صورت بھی کرے گا۔نیز امام کے سلام کے بعد دو رکعتیں پڑھ کر قعدہ اولیٰ کرے گا۔اور پھر تیسری پڑھ کر قعدہ اخیر کرے گا۔حضرت امام مالکؒ نے دونو روایتوں میں جمع کر دیا کہ اتمام تو افعال میں ہو گا۔لہذا امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب دوسری رکعت کے لئے اٹھے گا تو اس کو پوری کر کے بیٹھے گا۔کیونکہ امام کے ساتھ والی پہلی تھی۔اور یہ دوسری ہے اور اقوال کے اندر قضاء ہے۔لہذا قرأۃ بھی کرے گا اور ضم صورت بھی۔حضرت امام محمدؒ بھی یہی فرماتے ہیں جو امام مالکؒ نے فرمایا صرف تھوڑا سا فرق ہے۔جو اوجز المسالك میں مذکور ہے کہ اقوال میں صرف قرآۃ ہے یا ثنا وغیرہ بھی ہے۔اب فتویٰ انہی کے قول پر ہے۔اور میری رائے ہے کہ اختلاف لفظی ہے۔اس لئے کہ جو حضرات اتمام کے قائل ہیں وہ بھی فرماتے ہیں قرآۃ کرے گا اس رکعت میں جو امام کے سلام کے بعد شروع کرنے والا ہوا ہے اور بعض سلف کے نزدیک اتمام حقیقی ہے بالکل قرآت نہ کرے گا۔اور بعض سلف سے منقول ہے کہ قراۃ فاتحہ اور ضم سورۃ سب ہی کچھ کرے گا۔امام والی رکعت میں اس لئے کہ یہ اس کی اوّل نماز ہے۔اب یہاں ایک دوسرا مسئلہ ہے جو کتا ب الجمعه سے متعلق ہے۔وہ یہ ہے کہ یہ روایت خواہ فاقضو ا کے لفظ کے ساتھ ہو یا اتموا کے لفظ کے ساتھ ہو۔حنفیہ کی اس بات کی تائید کرتی ہے کہ اگر کوئی شخص جمعہ کے دن مسجد میں آیا اور امام کو دیکھا کہ اس نے دوسری رکعت کا رکوع بھی کر لیا اور وہ پھر بھی امام کے ساتھ شریک ہو گیا تو وہ جمعہ ہی پورا کرے گا۔اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ظہر پوری کرے گا۔دار قطنی کی روایت میں ادرك ركعت من الجمعة فقد ادرك جس نے جمعہ کی ایک رکعت پالی اس نے جمعہ پالیا سے استدلال کرتے ہیں۔احنافؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے مافاتکم فاتمو ا تو ما فات کے اتمام یا قضا کا امر فرمایا ہے۔اور ما فا ت جمعہ ہے۔لہذا جمعہ قضا کرے گا۔

باب مَتٰى يَقُوْمُ النَّاسُ اِذَا رَاَوُا الْاِمَامَ عِنْدَ الْاِقَامَةِ۔

ترجمہ۔ تکبیر کے وقت جب لوگ امام کو دیکھیں تو کس وقت کھڑے ہو جائیں۔

حدیث(۶۰۲) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمُ الخ عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِىْ . . .

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نماز کی تکبیر کہی جائے تو اس وقت نہ کھڑے ہو جب تک تم مجھے نہ دیکھ لو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حقیقت میں دو جملے ہیں ایک جملہ نہیں ہے۔تا کہ تلاش کرنے کی ضرورت پیش آئے کہ اذا ظرف ہے تو کس کا ہے۔اور اگر شرط ہے تو اس کی جزا کیا ہے۔بلکہ اولاً امام بخاریؒ نے ایک سوال قائم کیا کہ متی یقوم النا س اور پھر خود ہی اس کا جواب دے دیا کہ اذا راَوا الاما م اس میں اختلاف ہے کہ مقتدی کس وقت کھڑے ہوں

حنفیہؒ کے نزدیک جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے۔ اور شافعیہؒ کے نزدیک تکبیر شروع ہونے پر اور اسی پر آجکل عمل ہے۔ اور اسی کی طرف امام بخاریؒ کا میلان ہے۔ اور حنابلہ کے نزدیک جب مکبر قدقامت الصلوٰة کہنے لگے۔

باب لَایَقُوْمُ اِلَی الصَّلٰوةِ مُسْتَعْجِلًا وَلْیَقُمْ اِلَیْهَا بِالسَّکِیْنَةِ وَالْوَقَارِ۔

ترجمہ۔ نماز کے لئے جلدی کھڑا نہ ہو۔ بلکہ سکون اور وقار کے ساتھ کھڑا ہو۔

حدیث(۶۰۳) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ الخ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ وَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَةَ تَابَعَهٗ عَلِیُّ بْنُ الْمُبَارَكِ۔ الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو اس وقت تک کھڑے نہ ہونا چاہئے جب تک کہ مجھے نہ دیکھ لو تم پر سکون واطمینان لازم ہے ۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت امام بخاریؒ کی عادت شریفہ یہ ہے کہ ایک روایت ذکر فرماتے ہیں اس سے کوئی مسئلہ ثابت کرتے ہیں تو پھر اس سے جتنے مسائل ثابت ہوتے ہیں ان کو منعقد کر کے ثابت کرتے رہتے ہیں۔ یہاں پر میرے نزدیک غرض یہ ہے کہ چونکہ قرآن پاک میں فاسعوا الی ذکر اللہ کا حکم آیا ہے جس سے بظاہر سعی یعنی دوڑنے کا امر عند الاذان معلوم ہوتا ہے۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ سعی یہاں دوڑنے کے معنی میں نہیں۔ بلکہ شدۃ اہتمام کے معنی میں ہے۔

باب هَلْ یَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ لِعِلَّةٍ

ترجمہ۔ کیا اذان کے بعد کسی وجہ سے مسجد سے نکل سکتا ہے

حدیث (۶۰۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ عن ابی هریرةؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ وَقَدْ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوْفُ حَتّٰی اِذَا قَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ اِنْتَظَرْنَا اَنْ یُّکَبِّرَ انْصَرَفَ قَالَ عَلٰی مَکَانِکُمْ فَمَکَثْنَا عَلٰی هَیْئَتِنَا حَتّٰی خَرَجَ اِلَیْنَا یَنْطُفُ رَاْسُهٗ مَاءً وَقَدِ اغْتَسَلَ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اس حال میں ہمارے پاس تشریف لائے کہ تکبیر کہی جاچکی تھی۔ اور صفیں برابر ہو چکی تھیں۔ یہاں تک کہ آپؐ مصلّٰی پر آکر کھڑے ہوگئے۔ ہم انتظار میں تھے کہ ابھی اللہ اکبر کہیں گے کہ اس مقام سے ہٹتے ہوئے فرمایا کہ تم اپنے اسی مقام پر ٹھہرے رہو۔ ہم اپنی حالت پر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ آپؐ ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ آپؐ غسل کر چکے تھے۔ اور آپ کا سر مبارک ابھی تک پانی ٹپکا رہا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مسلم شریف میں ہے کہ ایک شخص اذان کے بعد مسجد سے نکل کر جانے لگا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ اما ھذا فقد عصی ابا القاسم ﷺ کہ اس شخص نے جناب رسول اللہ ابو القاسم کی نافرمانی کی ہے۔اس سے بظاہر ایہام ہوتا ہے خواہ بضرورت نکلنے یا بلا ضرورت بہر حال وہ عاصی ہو جائے گا تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ اگر کسی ضرورت سے نکلے تو جائز ہے لیکن جس روایت سے استدلال فرمایا ہے۔اس کے اندر احتمال ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خاص یا حاجت خاصہ پر محمول ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ روایت اس سے مقدم ہو یا مؤخر ہو لہذا ترجمہ میں لفظ ھل ذکر فرمایا ہے۔وقد اقیمت الصلوة یہ روایت مشکلات میں شمار کی گئی ہے۔ اشکال ابو اب الامامة میں نے یہاں پر تنبیہ کر دی تاکہ یاد رہے۔اسلئے کہ امام بخاریؒ کی عادت یہ ہے کہ جو روایت ان کے مذہب کے موافق ہو اس کو تو وہ اس کی اصل جگہ پر ذکر کرتے ہیں۔اگر ان کے مذہب کے موافق نہ ہو تو اس کو کسی اور جگہ ذکر فرماتے ہیں یہاں مسئلہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھنا شروع فرمادی تھی پھر اس کے بعد نکلے یا شروع نہیں فرمائی تھی۔بلکہ شروع کرنے سے پہلے ہی نکل گئے تھے۔بعض روایات میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز شروع کر دی تھی اور بعض روایات میں ہے کہ شروع نہیں فرمائی تھی۔جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے نماز شروع فرمادی تھی وہ فرماتے ہیں کہ اگر امام بھول کر بلا وضو نماز پڑھادے اور پھر اس کو یاد آئے تو مقتدیوں کی نماز ہو گئی اور امام کی نماز نہیں ہوئی لہذا میں تنبیہ کرتا ہوں کہ یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ابھی نماز شروع نہیں فرمائی تھی۔پھر یہ سنو ! بعض روایات میں تو یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ تشریف لائے اور تکبیر تحریمہ کہی اور پھر انصراف فرمایا۔اور لوگوں کو ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو۔دوسری روایت میں ہے انتظر نا ان یکبر انصرف شراحؒ نے ان دونوں کو ایک ہی واقعہ پر حمل کیا ہے۔کہ تکبیر کے بعد پھر تشریف لے گئے۔اور حنفیہؒ نے بھی یہی کہا ہے۔لیکن انہوں نے فکبر والی روایت کو انتظرنا ان یکبر پر محمول کیا ہے۔مگر میرے نزدیک یہ دونوں روایتیں دو واقعوں پر محمول ہیں۔ انتظرناان یکبر تو حالت جنابت پر محمول ہے۔کہ حضور اکرم ﷺ کو غسل کی حاجت تھی۔ مسجد میں تشریف لائے اور ابھی تکبیر نہیں فرمائی تھی کہ یاد آ گیا۔اور قبل ان تکبیر فی الصلوة من الصلوة والی روایت حدث پر محمول ہے۔ یہاں درمیان صلوة میں ایسا ہوا کہ حضور اقدس ﷺ پر نوم کا غلبہ ہو سکتا ہے تو کیا حدث لاحق نہیں ہو سکتا۔ہو سکتا ہے۔اور یہ چیز شان نبوت کے خلاف نہیں ہے۔اس سے تکمیل تعلیم فعلی ہوتی ہے۔اور میری دلیل یہ ہے کہ یہ کبر والی روایت حدث پر محمول ہے کہ حضرت امام محمدؒ نے اسی باب الحدث فی الصلوة کا باب باندھا ہے۔ مولانا عبدالحیؒ نے امام محمدؒ پر اعتراضات کئے ہیں۔ جن کو میرے حضرتؒ نے بھی نقل کیا ہے۔اور جوابات بھی دیئے ہیں۔لیکن میرے نزدیک کوئی اشکال ہی نہیں۔کیونکہ جب حضور ﷺ پر نیند کا غلبہ ہو سکتا ہے۔تو لحوق حدث میں کیا اشکال ہے۔جبکہ شان نبوت کے منافی بھی نہیں ہے اس پر مفصل بحث اوجز میں مل جائے گی۔

بابِ اِذَاقَالَ الْاِمَامُ مَکَانَکُمْ حَتّٰی یُرْجِعَ انْتَظَرُوْہُ۔

ترجمہ۔جب امام کہے تو تم اپنی جگہ پر رہو یہاں تک کہ میں واپس آؤں تو ان کو امام کا انتظار کرنا چاہیئے۔

حدیث(۶۰۵)حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَسَوَّی النَّاسُ صُفُوْفَهُمْ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَتَقَدَّمَ وَهُوَ جُنُبٌ ثُمَّ قَالَ عَلٰی مَکَانِکُمْ فَرَجَعَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ وَرَاْسُهٗ یَقْطُرُ مَاءً فَصَلّٰی بِهِمْ..

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ تکبیر کہی جاچکی تھی لوگوں نے صفوں کو ٹھیک کرلیا تھا حضور رسول اکرم ﷺ تشریف لائے تو جنابت کی حالت میں آگے بڑھے۔ پھر فرمایا اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ واپس تشریف لائے تو غسل فرما چکے تھے۔ پھر اس حال میں تشریف لائے کہ سر مبارک پانی کے قطرے ٹپکا تا تھا۔ پھر آپؐ نے ان لوگوں کو نماز پڑھائی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر نماز سے پہلے ہو تو کوئی خلجان نہیں امام کا انتظار کیا جائے اگر نماز میں یہ بات پیش آجائے تو استخلاف ضروری ہے۔ تو مسئلہ یہ ہوا کہ اگر امام کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو انتظار کرنا چاہیئے اور اس کا انتظار اولیٰ اور بہتر ہے۔ مگر اس سے وہ امام مراد ہے جو تنخواہ نہ لے۔ امام بخاریؒ نے جو روایت اس باب کے اندر ذکر فرمائی ہے اس کا ذکر دوسری کتب کے اندر بھی ہے مگر دونوں میں فرق اتنا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ سے قبل حضور اکرم ﷺ واپس لوٹ گئے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ فکبر یعنی حضور اقدس ﷺ نے تکبیر شروع فرمادی تھی اس کے بعد واپس لوٹے اس روایت سے امام شافعیؒ نے استدلال فرمایا ہے۔ اس مسئلہ پر کہ اگر مقتدی امام سے پہلے تکبیر کہہ دے اور پھر امام کہے اور دونوں کے اخیر میں ایک دوسرے سے مشارکت ہو جائے تو کافی ہے ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ وہاں تو حضور ﷺ نے دوبارہ تکبیر کہی پہلی تکبیر کافی نہ ہوئی۔ اس لئے اس روایت سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ اب یہاں حدیث میں ایک مسئلہ ہے کہ تکبیر کے بعد اگر کسی ضرورت کی وجہ سے امام باہر جائے تو شافعیہ ؒ کے نزدیک مقتدی کھڑے ہو کر اس کا انتظار کریں گے۔ ائمہ ثلاثہ کے ہاں انتظار نہ ہوگا۔ بعض شراح نے کھینچ تان کر ترجمہ کی غرض یہ بیان کی ہے لیکن یہ محض تکلف ہی تکلف ہے۔

باب قَوْلِ الرَّجُلِ مَا صَلَّيْنَا

ترجمہ۔ کیا آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی

حدیث(۶۰۶)حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ الخ اَنَا جَابِرُ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ جَاءَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ یَوْمَ الْخَنْدَقِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا کِدْتُّ اَنْ اُصَلِّیَ حَتّٰی کَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا اَفْطَرَ الصَّائِمُ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَا صَلَّیْتُهَا فَنَزَلَ النَّبِیُّ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس خندق کی لڑائی میں حضرت عمر بن الخطاب آکر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ۔ اللہ کی قسم میں نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہو گیا اور یہ اس کے بعد تھا جبکہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے

اِلٰی بُطْحَانَ وَاَنَامَعَہٗ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّی الْعَصْرَ بَعْدَ مَاغَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰی بَعْدَھَا الْمَغْرِبَ الحدیث

فرمایا اللہ کی قسم میں نے بھی نماز نہیں پڑھی پس نیچے اترے بطحان پہنچے۔ میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ پس آپؐ نے وضو کیا سورج غروب ہونے کے بعد آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد مغرب کی نماز کو ادا فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جیسے ابن سیرین فاتتنا الصلوۃ کی کراہت کے قائل ہیں۔ ایسے امام نخعیؒ ما صلینا کہنے کی کراہت کے قائل ہیں۔ کیونکہ یہ ایک قسم کی بے اعتنائی ہے بلکہ رعونت ہے حضرت امام بخاریؒ اس پر رد فرماتے ہیں کہ ایسا کہنے میں کوئی حرج نہیں حضرت شاہ صاحبؒ نے اصول تراجم میں لکھا ہے کہ بسا اوقات تراجم قلیل الجداوی ہوتے ہیں یعنی ان کا فائدہ کم ہوتا ہے۔ مگر فی الواقع وہ ایک معنی کو لئے ہوتے ہیں۔ اور عزیز الفائدہ ہوتے ہیں۔ اس کی مثال حضرت شاہ صاحبؒ نے اسی باب سے دی ہے کہ بظاہر یہ کوئی بات نہیں ہوئی۔ مگر اس کا باطن یہ ہے کہ یہ نخعیؒ پر رد ہے۔ جو اس کی کراہت کے قائل ہیں اور میں نے پہلے ہی کہا ہے کہ بخاریؒ کے پڑھنے پڑھانے میں اسی کو لطف آئے گا جو اختلاف آثار پر مطلع ہو ثم صلی یعنی العصر الخ میں یہ بتلا چکا ہوں کہ بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ صرف عصر کی نماز فوت ہوئی اور ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چار نمازیں فوت ہوئیں اس میں محدثین اور موجہین کے اقوال نقل کر چکا ہوں یہاں پر روایت میں واللہ ما کدت ان اصلی آیا ہے اس سے اس باب پر استدلال کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ جملہ مفہوم اور قال کے اعتبار سے ما صلینا کے معنی میں ہے ایسے ہی آگے چل کر روایت میں ہے ماصلیتھا اس سے بھی میرے نزدیک ایک باب ثابت ہو سکتا ہے۔ اگرچہ دوسرے علماء نے اس کا انکار فرمادیا۔ کیونکہ یہ قول الرجل نہیں ہے۔ بلکہ قول الرسول ہے۔ مگر چونکہ حضور ﷺ کے قول سے اس کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ لہذا قول الرجل ماصلینا حضور اکرم ﷺ کے قول کی وجہ سے جائز ہے۔

بَاب الْاِمَامِ تَعْرِضُ لَهُ الْحَاجَةُ بَعْدَ الْاِقَامَةِ۔

ترجمہ۔ تکبیر کے بعد امام کو ضرورت پیش آجائے تو کیا کیا جائے۔

حدیث (۶۰۷) حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ وَالنَّبِیُّ ﷺ یُنَاجِیْ رَجُلًا فِیْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ فَمَاقَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ حَتّٰی نَامَ الْقَوْمُ. الحدیث .....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ تکبیر کہی جا چکی تھی کہ نبی اکرم ﷺ مسجد کے ایک کونے میں کسی آدمی سے سرگوشی کرنے لگے پس نماز کے لئے کھڑے نہ ہو سکے یہاں تک کہ قوم سو گئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حاصل یہ ہے کہ تکبیر کے بعد امام کو نماز شروع کرنا لازم نہیں۔ اگر کسی ضرورت سے دیر ہو جائے

توجائز ہے۔اگرچہ فقہانے بیان فرمایا کہ اگر زیادہ تاخیر ہو جائے تو تکبیر کا اعادہ ہوگا۔یناجی رجلا کسی اہم بات پر گفتگو ہو رہی تھی۔

باب الْكَلَامِ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةِ

ترجمہ۔ تکبیر کہی جاچکے تو کلام کرنا کیسا ہے

حدیث (۶۰۸) حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ الخ

قَالَ سَأَلْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ عَنِ الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَ مَا تُقَامُ الصَّلٰوةُ فَحَدَّثَنِيْ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَعَرَضَ لِلنَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ فَحَبَسَهٗ بَعْدَ مَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ . الحديث ....

ترجمہ۔ حمید فرماتے کہ میں نے حضرت ثابت البنانی سے اس آدمی کے متعلق سوال کیا جو تکبیر کہے جانے کے بعد کلام کرتا ہے۔ تو انہوں نے مجھے حضرت انس بن مالکؓ سے حدیث بیان کی کہ تکبیر ہو چکی تھی کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش آیا۔اور آپ کو تکبیر کہے جانے کے بعد روک لیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قد قامت الصلوۃ کے بعد بعض علمانے کلام کو مکروہ کہا ہے۔امام بخاریؒ نے اس کا جواز ثابت فرمایا اس باب کی غرض یہی ہے جو پہلے باب کی تھی۔البتہ یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں خطبہ سے استثنا کرنا مقصود ہو کہ خطبہ کے درمیان کلام جائز نہیں۔

باب وُجُوْبِ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ مَنَعَتْهُ اُمُّهٗ عَنِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ شَفَقَةً لَّمْ يُطِعْهَا۔

ترجمہ۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نمازی کو اس کی ماں عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے سے روکے تو اس کا کہنا نہ مانے حالانکہ والدین کی اطاعت فرض ہے۔

حدیث (۶۰۹) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ لِيُحْطَبَ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ يَعْلَمُ اَحَدُهُمْ اَنَّهٗ يَجِدُ عَرْقًا سَمِيْنًا اَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میرا پکا ارادہ ہوا کہ لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دوں تاکہ وہ اکٹھی ہوں پھر نماز کی اذان کہنے کیلئے کسی کو حکم دوں اور کسی آدمی سے کہہ دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرے پھر ان نہ آنے والے لوگوں کے پاس جاؤں اور ان پر ان کے گھروں کو جلا دوں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میرے جان ہے۔ کہ ان میں سے کسی ایک کو

پتہ چل جائے کہ وہاں مسجد میں کوئی موٹی تازی گوشت والی ہڈی ملے گی یا اچھے اچھے بکری کے کھر ملیں گے تو وہ ضرور عشاء کی نماز میں حاضر ہوں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کے اصول میں سے ہے کہ جہاں اختلاف ائمہ یا اختلاف روایات زیادہ وسیع ہوتا ہے وہاں کوئی حکم نہیں لگاتے۔ بلکہ ترجمہ مجمل ذکر کردیتے ہیں۔ مگر جہاں کوئی مذہب یا ایک روایت دلائل سے واضح ہو جائے تو اس پر حکم لگادیتے ہیں یہ اس کی مثال ہے۔ یہاں جماعت میں پانچ مذاہب ہیں۔ اول بعض ظاہریہ کے نزدیک جماعت شرط صحت صلوٰۃ ہے۔ اگر ترک کردی گئی تو نماز ہی نہ ہوگی۔ اور حنابلہ کے یہاں راجح یہ ہے کہ واجب ہے ترک کرنے سے ترک واجب کا گناہ ہوگا نماز ہو جائے گی یہ دوسرا قول ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے مذہب میں ایک قول یہ ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے یہ تیسرا قول ہے۔ اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے۔ یہ قول رابع ہے۔ اور علماء کے نزدیک مستحب ہے یہ قول خامس ہے۔ اب امام بخاریؒ کا رجحان ظاہریہ کی طرف ہو یا حنابلہؒ کے قول راجح کی طرف ہو دونوں محتمل ہیں۔ قال الحسن الخ اس سے استدلال یوں ہے کہ اطاعت والدین واجب ہے اور ترک واجب جب ہی ہوگا جبکہ اس کے مثل یا اس سے قوی موجود ہو۔ ہم عرق سمین کا ترجمہ چکنی ہڈی اور مرماتین بمعنے بکری کا کھر یا دو تیر بہر حال کسی حقیر چیز کے ملنے کی امید ہو تب بھی عشاء میں کام کاج نیند آرام چھوڑ کر ضرور حاضر ہوں گے۔ مگر صحابہ کرامؓ کے ترجیحات میں سے تو نہیں ہو سکتا وہ تو قربانیاں دینے والے لوگ تھے۔ البتہ منافقین کے بارے میں ہو سکتا ہے کہ وہ سرے سے نماز ہی کے تارک ہوتے ہیں۔

باب فَضْلُ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ

وَكَانَ الْاَسْوَدُ اِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ ذَهَبَ اِلٰى مَسْجِدٍ اٰخَرَ وَجَآءَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ اِلٰى مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّیَ فِيْهِ فَاَذَّنَ وَاَقَامَ وَصَلّٰى جَمَاعَةً۔

ترجمہ۔ جماعت کی نماز کی فضیلت۔ حضرت اسودؒ سے جب جماعت فوت ہو جاتی تو وہ دوسری مسجد کی طرف چلے جاتے۔ اور حضرت انس بن مالکؓ جب کسی ایسی مسجد میں پہنچتے جہاں نماز پڑھی جاچکی ہوتی تو وہ اذان کہتے تکبیر پڑھتے اور جماعت سے نماز ادا کرتے تھے۔

حدیث (۶۱۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ بعض شراح فرماتے ہیں کہ مذاہب خمسہ دوبابوں میں آگئے۔اس لئے دونوں بابوں سے امام بخاریؒ نے مذاہب خمسہ کی طرف اشارہ فرمادیا۔ مگر میرے نزدیک یہ غرض نہیں ہے بلکہ جیسے امام بخاریؒ نے زکوٰۃ کے فضائل بیان فرمائے ہیں اسی طرح یہاں بھی جماعت کی فضیلت بیان فرمائی ہے. قد صلی فیه بعض علماء نے س روایت کی بنا پر کہا ہے کہ تکرار جماعت مسجد میں جائز ہے۔مسئلہ وسیع ہے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حنفیہ قائل نہیں۔بلکہ احناف بھی فرماتے ہیں کہ اگر امام صاحب کسی مسجد کا نہ ہو تو جائز ہے۔ اور کیا معلوم کہ وہ مسجد ایسی ہی رہی ہو کہ اس میں کوئی بھی امام نہ ہو۔ صلوٰۃ الجماعۃ ۔

حدیث(۶۱۱)حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ ﷺ يَقُوْلُ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے پچیس درجہ فوقیت رکھتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ دونوں روایتوں میں اعداد میں اختلاف ہو گیا۔اس کے بہت سے جوابات اوجز میں منقول ہیں ان میں سے ایک جواب جو قاعدہ کلیہ کے طور پر ہے اور ہر ایسی جگہ چل جاتا ہے جہاں کسی روایت سے کچھ کم ثواب معلوم ہوتا ہو اور دوسری روایت سے ثواب زیادہ معلوم ہوتا ہے۔وہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی غایت تضرع وغیرہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رأفت ورحمت امت محمدیہ ﷺ پر بہت زیادہ ہے۔اور روز افزوں ہے۔لہذا کم مقدار ابتدا پر محمول ہوتی ہوگی اور زیادہ انتہا پر۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعید ہے کوئی چیز دے کر لے لے۔امام ترمذیؒ نے پچیس والی روایت کو راجح قرار دیا ہے۔کیونکہ وہ بہت سے صحابہ کرامؓ سے منقول ہے۔اور ستائیس والی حضرت ابن عمرؓ کے منفردات اور غرائب میں سے ہے۔اور تیسرا جواب یہ ہے کہ سری اور جہری میں فرق ہے۔سری میں پچیس اور جہری میں ستائیس۔اور چوتھا جواب یہ ہے کہ ہر نماز میں پچیس اور صبح وعصر میں ستائیس۔اور پانچواں جواب یہ ہے کہ قلت وکثرت کے اختلاف پر یہ اختلاف مبنی ہے۔اگر قلیل ہے تو پچیس درجہ اور کثیر ہے تو ستائیس درجہ۔چھٹا جواب یہ ہے کہ چونکہ ابن عمرؓ کی روایت میں زیادتی ہے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہوتی ہے۔لہذا ابن عمرؓ کی روایت کو ترجیح ہوگی۔عام روایات میں تفضل بسبع وعشرین درجہ اور بخمس وعشرین درجہ ہے مگر ایک روایت میں تضعف بخمس و عشرین ضعفا ہے ضعفا اور مضاعف یہ ہے کہ ایک کو دو دو کو چار چار کو آٹھ اور پچیس بار تک تضعیف کرتے چلے جاؤ۔اس صورت میں پچیس والی ستائیس والی پھر کروڑوں درجہ بڑھ جائے گی۔فضائل نماز میں اس کی تفصیل دیکھ لینا۔جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جماعت نہ واجب نہ سنت بلکہ محض ایک فضیلت کا درجہ رکھتی ہے۔ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ اس کے اندر جماعت کو پچیس گنا موجب ثواب قرار دیا گیا ہے۔تو معلوم ہوا کہ نفس فضیلت اس کے اندر بھی ہے جو بغیر جماعت کے ہو۔

حدیث(۶۱۲) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الخ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِى الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِىْ بَيْتِهٖ وَسُوْقِهٖ خَمْسَةً وَّعِشْرِيْنَ ضِعْفًا وَّذٰلِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَّحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ فَاِذَا صَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلٰئِكَةُ تُصَلِّىْ عَلَيْهِ مَادَامَ فِىْ مُصَلَّاهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ اَحَدُكُمْ فِىْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ ۔ الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت ابو صالح فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے سناوہ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کی جماعت کی نمازاس کی گھر اور بازار کی نماز سے پچیس گنابڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ اس لئے کہ جب اس نے وضو کیااور اچھی طرح وضو کیا مسجد کی طرف نکلا سوائے نماز کے اور کسی چیز نے اس کو نہیں نکالا پھر جو قدم اٹھائے گااس کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند ہو گااور ایک گناہ اس کے مٹادیا جائے گا۔ پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو ہمیشہ فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ پر رہتا ہے اے اللہ اس پر فضل فرما اور اس پر رحم کر اور جب تک تم میں سے کوئی نماز کی انتظار کرتا ہے تو وہ ہمیشہ نماز میں رہتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ دوسری روایات میں اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے اسلئے یہاں تضعیف کے معنی تزید و تفضل کے ہیں۔ مگر اس کے لغوی معنی دوچند ہونے کے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر پچیس تک ہر عدد کو دوچند کر دیں تو اسی طرح پچیس تک کرتے چلے جائیں تو بائیس کروڑ کے قریب تک ایک نماز کی مقدار ہو گی۔ (فائدہ) جس حدیث میں خمس و عشرین کے بعد ضعفا کا لفظ آیا ہے اس کا اگر حساب لیا جائے تو کل تعداد تین کروڑ ۳۵ لاکھ ۵۴ ہزار چار سو ۳۲ ہوتی ہے۔

باب فَضْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فِىْ جَمَاعَةٍ

ترجمہ۔ فجر کی نماز جماعت میں پڑھنے کی فضیلت کیا ہے

حدیث(۶۱۳) حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ الخ اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ تَفْضُلُ صَلٰوةُ الْجَمِيْعِ صَلٰوةَ اَحَدِكُمْ وَحْدَهٗ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءً وَّتَجْتَمِعُ مَلٰئِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِىْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَقُوْلُ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے ہیں کہ مجمع کی نماز میں تم میں سے اکیلے کی نماز پر ۲۵ حصے فضیلت رکھتی ہے۔ اور فجر کی نماز میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو فجر کا پڑھنا

اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا قَالَ شُعَيْبٌ وَّحَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ تَفْضُلُهَا بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً ...

حاضر کیا ہوا ہوتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جماعت والی نماز ستائیس درجے فضیلت رکھتی ہے۔

حدیث (٦١٤) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ

قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا قَالَ سَمِعْتُ اُمَّ الدَّرْدَاءِ تَقُوْلُ دَخَلَ عَلَيَّ اَبُوالدَّرْدَاءِ وَهُوَ مُغْضَبٌ فَقُلْتُ مَا اَغْضَبَكَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا اَعْرِفُ مِنْ اَمْرِ مُحَمَّدٍ ﷺ شَيْئًا اِلَّا اَنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ جَمِيْعًا ....

ترجمہ۔ حضرت سالم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام الدرداءؓ سے سناوہ فرماتی تھیں کہ میرے خاوند حضرت ابو درداء میرے پاس غضب ناک حالت میں تشریف لائے میں نے کہا کہ کس چیز نے آپ کو غضب ناک کیا فرمایا کہ میں تو آج جناب محمد مصطفے ﷺ کے معمولات میں سے کوئی چیز نہیں دیکھ رہا خبر دار وہ حضرات تو مل کر نماز پڑھتے تھے۔

حدیث (٦١٥) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَعْظَمُ النَّاسِ اَجْرًا فِي الصَّلٰوةِ اَبْعَدُهُمْ فَاَبْعَدُهُمْ مَمْشًى وَالَّذِيْ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْاِمَامِ اَعْظَمُ اَجْرًا مِّنَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ ثُمَّ يَنَامُ. الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ نماز کے بارے میں لوگوں میں سے بڑے ثواب والا وہ ہوگا جو بعید سے بعید راستے والا ہو۔ اور جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھنے کا انتظار کرتا ہے وہ اس شخص سے بڑے ثواب والا ہوگا جو نماز پڑھ کے سو گیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ پہلی روایت تو ترجمہ کے مطابق ہے۔ لیکن دوسری روایت سے صلوۃ فجر کی خصوصیت معلوم نہیں ہوتی اور ایسے تیسری روایت سے بھی خصوصیت صلوۃ فجر ثابت نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آخری روایت میں جو اعظم اجرا فرمایا گیا ہے کہ مشقت کے ساتھ آنا یہ اعظم اجر ہے اور صبح کی نماز میں مشقت پائی جاتی ہے۔ کہ اس وقت کی نیند بہت پیاری ہوتی ہے تو یہ بھی اعظم اجرا ہوگی۔ مگر دوسری روایت میں یہ توجیہ نہیں چل سکتی۔ تو عمدہ توجیہ یہ ہے کہ ابھی تک باب ختم نہیں ہوا۔ درمیان میں ضمنی طور پر صلوۃ فجر کی فضیلت بیان کر دی گئی۔ پھر پہلے باب کی طرف عود فرمایا۔ اور اس کے مطابق دو روایات پیش کی ہیں۔ اور مصنفؒ نے اسود بن یزید کے اثر سے ثابت کر دیا کہ صلوۃ ثانیہ جائز نہیں ورنہ وہ اس قدر اہتمام نہ کرتے کہ دوسری مسجد تلاش نہ کرتے اور حضرت انسؓ کے اثر کی بھی ایسی توجیہ کرنی چاہئے کہ جس میں انتظام صلوۃ میں خلل نہ آئے وہ یہی کہ امام راتب نہ ہو تو تکرار جماعت جائز ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ترجمہ کی غرض صلوۃ الفجر فی الجماعت کی فضیلت بیان کرنی ہے لہذا روایت ایسی ہونی چاہئے جس سے مقصود حاصل ہو۔ مگر یہ مقصد صرف پہلی روایت سے ثابت ہوتا ہے وہ ان قرآن الفجر کا ن مشھودا والی روایت ہے اور وہ بھی جماعت کے ساتھ شراح روایات مذکورہ فی الباب کو کھینچ تان کر سب سے صلوۃ الفجر کی فضیلت ثابت کرنے کی کوشش فرماتے ہیں اور سب کا خلاصہ تقریباً یہ ہے کہ چونکہ صلوۃ فجر میں مشقت زیادہ ہے۔ اور قاعدہ ہے الثوبۃعلی قدر المؤنتہ لہذا فضیلت ثابت ہو جائے گی۔ اور پھر جماعت میں بدرجہ اولیٰ۔ اور میرے نزدیک باب درباب ہے۔ اصل تو یہاں فضل صلوۃالجماعۃ ہے۔ مگر چونکہ اس باب کی بعض روایات سے ایک نئی بات ثابت ہوتی تھی۔ اس لئے بطور فائدہ جدیدہ کے اس پر مستقل باب باندھ دیا۔ اب ساری روایتوں کو باب سے جوڑنے کی ضرورت نہیں رہی۔ لیکن باب فی الباب کے لئے ضروری ہے کہ اس کے بعد کوئی ایسی روایت ہو جس سے وہ باب ثابت ہوتا ہو۔ تو یہاں پر وہ پہلی روایت ہے جس سے فضل صلوۃ الفجر فی الجماعۃ ثابت ہوتا ہے اس طور پر کہ تفضل صلوۃ الجمیع الخ سے تو جماعت کی فضیلت ثابت ہو گئی۔ اور تجمع ملائکۃ اللیل الخ سے فضیلت صلوۃ الفجر ثابت ہو گئی۔ جب الگ الگ دونوں کی فضیلت ثابت ہو گئی تو دونوں کو ملا دیا جائے گا۔ تو وہ فضل صلوۃ الفجر فی الجماعۃ بھی ثابت ہو جائے گی۔ اور باقی دو روایتوں سے باب سابق ثابت ہو رہا ہے وہ اس سے متعلق ہیں۔

بَاب فَضْلِ التَّهْجِيْرِ اِلَى الظُّهْرِ

ترجمہ۔ ظہر کیلئے سخت گرمی میں جانے کی فضیلت کا بیان

حدیث(٦١٦) حَدَّثَنِیْ قُتَیْبَۃُ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَمْشِیْ بِطَرِیْقٍ وَّجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَی الطَّرِیْقِ فَاَخَّرَهٗ فَشَکَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَلَهٗ ثُمَّ قَالَ الشُّهَدَآءُ خَمْسَةُ الْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِیْقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِیْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَالَ لَوْ یَعْلَمُ النَّاسُ مَافِی النِّدَآءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَایَجِدُوْا اِلَّآ اَنْ یَّسْتَهِمُوْا عَلَیْهِ لَاسْتَهَمُوْا عَلَیْهِ وَلَوْیَعْلَمُوْنَ مَا فِی التَّهْجِیْرِ لَاسْتَبَقُوْآ اِلَیْهِ وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا ۔ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دریں اثنا ایک آدمی راستے میں چل رہا تھا کہ اس کو راستے پر کانٹے والی ٹہنی ملی جس کو اس نے پیچھے ہٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر دانی کرتے ہوئے بخش دیا پھر فرمایا شہید پانچ قسم کے ہیں۔ طاعون اور پیٹ کی بیماری یعنی اسہال سے مر جانے والا۔ اور پانی میں ڈوب کر مر جانے والا اور دیوار کے نیچے دب کر مر جانے والا اور پانچواں وہ ہے جو اللہ کے راستے جہاد کرتا ہوا مارا جائے۔ اگر لوگوں کو اس ثواب کا علم ہو جائے جو اذان کہنے میں اور جماعت کی پہلی صف میں کھڑے ہونے میں ہے اور اس کو حاصل کرنے کی صورت قرعہ اندازی ہو تو وہ ضرور قرعہ اندازی کر کے اسے حاصل کریں گے۔

اور اگر اس ثواب کو بھی جانتے ہوتے جو سخت گرمی میں نماز پڑھنے کا ہے تو اس میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے۔ اس طرح اگر عشاء اور صبح کی نماز میں حاضر ہونے کے ثواب کا علم ہوتا تو ان دونوں نمازوں کے لئے گھٹنوں کے بل چل کر آتے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ لویعلم الناس فی النداء اگر شبہ ہو کہ فضیلت اذان وغیرہ تو معلوم ہو چکی پھر استھموا کہنے کا کیا مطلب ہے۔ تو کہا جائے گا لو یعلم الناس ای علما تفضیلیا او علمایقینا ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یا تو غرض باب یہ ہے کہ ماسبق میں ابردوا بالصلوۃ سے ابراد کا حکم بصیغہ امر دیا گیا۔ اور امر مطلق وجوب کیلئے ہوتا ہے۔ جس سے ایہام ہوا کہ ابراد واجب ہے اگر اس کے خلاف کرے تو ترک واجب سمجھا جائے گا اس کو دفع فرمادیا یا یہ غرض ہے کہ تھجیر کے معنی ہیں دوپہر میں جانا۔ اور ابراد کا حکم صلوۃ سے متعلق ہے۔ تو امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ نماز کے اندر تو ابراد ہی کرے وہی اولیٰ ہے۔ والامر امرالتی وردت لیکن اگر کوئی شخص مسجد میں دھوپ میں جائے اور وہاں جا کر اللہ اللہ کرتا رہے اور نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے تو چونکہ اجر علی قدر المشقت ہے لہذا اس کو یہ فضیلت الگ حاصل ہو گئی۔

الشھداء خمسة میں بتلا چکا ہوں کہ حصر مقصود نہیں بلکہ یہ تو بطور مثال کے ہے۔ والغریق وصاحب الھدم یہاں پر اشکال ہے باوجود اس کے ہدم اور غرق اسباب شہادت ہیں پھر بھی ان سے پناہ مانگی گئی ہے۔ اللھم انی اعوذبك من الغرق والھدم وغیرہ۔ اس کا جواب دیا جا چکا ہے کہ ثمرہ کے اعتبار سے تو یہ چیزیں شہادت ہیں لیکن چونکہ اس میں اچانک سخت تکلیف ہوتی ہے تو ممکن ہے کہ شدت تکلیف کے وقت میں کوئی کلمہ خلاف نکل جائے۔ اور قاعدہ ہے کہ العبرۃ للخواتیم ۔ تو کیا پتہ کہ خاتمہ بالخیر نہ ہو سکے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے اس سے استعاذہ کیا گیا۔

بابُ اِحْتِسَابِ الْاٰثَارِ

ترجمہ۔ نشان قدم پر ثواب کا ملنا

حدیث (۶۱۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ یَابَنِیْ سَلَمَةَ اَلَاتَحْتَسِبُوْا اٰثَارَکُمْ وَزَادَ ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یَحْیٰی بْنُ اَیُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَنَسٌ اَنَّ بَنِیْ سَلَمَةَ اَرَادُوْا اَنْ یَّتَحَوَّلُوْا عَنْ مَّنَازِلِھِمْ فَیَنْزِلُوْا قَرِیْبًا مِّنَ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ فَکَرِہَ النَّبِیُّ ﷺ اَنْ یُّعْرُوْا الْمَدِیْنَةَ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے بنی سلمہ کیا تم قدموں کے نشانات سے ثواب کی نیت نہیں کرتے۔ ابن ابی مریم نے دوسری سند کے ذریعہ یہ وجہ زائد بیان فرمائی کہ بنو سلمہ نے اپنے گھروں سے منتقل ہو کر جناب نبی اکرم ﷺ کے قریب رہنے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے مدینہ کو خالی کرنا ناپسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم نشان اقدام سے ثواب کی نیت کیوں نہیں کرتے۔

فَقَالَ اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ اٰثَارَكُمْ قَالَ مُجَاهِدٌ خُطَاهُمْ اٰثَارُ الْمَشْيِ فِي الْاَرْضِ بِاَرْجُلِهِمْ . الحديث ...

حضرت مجاہد اس کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں آثار کے معنی خطوات کے ہیں۔ یعنی چلتے وقت زمین میں اپنے پاؤں کے نشانات چھوڑے جائیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ احتساب کے معنی ثواب کی نیت کرنا۔ آثار سے مراد آثار اقدام ہیں۔ شراح نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا کہ مصنفؒ کی اس سے کیا غرض ہے۔ میرے نزدیک ایک لطیف شئی کی طرف اشارہ کر دیا وہ یہ کہ باب سابق میں تھجیر کی فضیلت ثابت فرمائی تھی۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب دھوپ کے وقت کوئی گرمی میں چلتا ہو مگر لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہے۔ اور اس سے پہلے گذر چکا ہے علیکم السکینة والوقار لہذا دونوں میں کوئی جوڑ نہیں کھاتا۔ حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ گو گرمی میں دھوپ میں چلنے سے تکلیف ہوتی ہے لیکن لمبے لمبے قدم نہ اٹھائے۔ کیونکہ یہ آثار بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں باعث اجر و مثوبہ ہیں۔ تو پھر اگر تھوڑی سی مشقت سے یہ اجور (اجر کی جمع) حاصل ہوں تو ان کو نہ چھوڑے۔ بلکہ سکون و وقار کے ساتھ چلے کیونکہ آثار کا ثواب ملتا ہے لہذا سکینہ اور وقار پر تنبیہ فرمائی

قال مجاهد چونکہ سورہ یسین میں آثارھم کا لفظ آیا ہے۔ اور آثار اقدام سے امام کا ذہن مبارک اس کی طرف منتقل ہوا لہذا اس کی بھی تفسیر فرمادی۔

باب فَضْلِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ

ترجمہ۔ عشاء کی نماز جماعت سے ادا کرنے کی فضیلت کے بیان میں۔

حدیث (٦١٨) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْسَ صَلٰوةٌ اَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَيُقِيْمَ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا يَؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ اٰخُذَ شُعَلًا مِّنْ نَّارٍ فَاُحَرِّقَ عَلٰى مَنْ لَّا يَخْرُجُ اِلَى الصَّلٰوةِ بَعْدُ (الحديث)....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز کے علاوہ کوئی نماز گراں نہیں۔ اگر ان کو اس ثواب کا علم ہو تا جو ان دونوں میں ہے تو ان نمازوں کے لئے گھٹنوں کے بل چل کر آتے۔ اور میرا تو پختہ ارادہ ہوا تھا کہ میں مؤذن کو تکبیر کہنے کا حکم دوں پھر کسی آدمی کو لوگوں کی امامت کیلئے امر کروں اور خود آگ کے شعلے لے کر ان لوگوں کو جلادوں جو ابھی تک نماز کے لئے نہیں نکلے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ صفحہ نمبر ۸۰ پر فضل صلوۃ العشاء گذرا ہے۔ اور وہاں میں نے عرض کیا تھا کہ شراح کے نزدیک

اس سے فضیلت عشا ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ انتظار کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مضاف مقدر ہے۔ اور علامہ عینیؒ دوسرے طریقہ سے توجیہ کرتے ہیں۔ اور میری رائے یہ ہے کہ فضل ہی مراد ہے۔ اس سے فضیلت عشاء ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ انتظار کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اس طور پر کہ عشا امت محمدیہ علیٰ صاحبها الصلوۃ والتحیۃ کے ساتھ خاص ہے۔ بہر حال جو کچھ بھی ہو اس میں کوئی تکرار نہیں۔ اس لئے کہ وہاں تو فضل صلوۃ العشاءؑ مطلقاً ثابت کرنا ہے۔ اور یہاں فضل صلوٰۃ العشاءؑ فی الجماعۃ مقصود ہے۔

باب اثْنَانِ فَمَافَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ

ترجمہ۔ دو اور اس سے اوپر جماعت ہے

حدیث (۶۱۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَاَذِّنَا وَ اَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُ كُمَا....

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت نماز کا وقت آجائے تو اذان کہو اور تکبیر کہو بعد ازاں تم میں سے بڑی عمر والا امامت کرے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ مصنفؒ نے ابن ماجہ کی اس روایت کو ترجمہ میں رکھا جو اس کی شرط کے مطابق نہیں۔ بلاو□ اسے اپنی کتاب میں نہیں لائے۔ آپؐ نے اکیلے سفر کرنے کو منع فرمایا۔ اور کم از کم تین آدمیوں کو سفر کرنے کی اجازت دی۔ تو بعض حضرات نے کہا الاثنان فوقهما جماعة سے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ کیونکہ وہ زمانہ خوف و خطر کا تھا۔ جب اطمینان اور امن قائم ہو گیا تو آپؐ نے دو آدمیوں کو سفر کرنے کی اجازت دے دی۔ لیکن مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم سفر کیلئے خاص نہیں۔ بلکہ سفر ہو۔ نماز ہو یا کوئی اور صورت ہو دو اور اس کے مافوق کو جماعت شمار کیا جائے گا۔ جیسے روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کی عادت شریفہ معلوم ہو چکی ہے جو روایت ان کی شرط کے مطابق نہ ہو اس پر تورد فرماتے ہیں اور جو روایت شرط کے موافق باعتبار الفاظ کے نہ ہو مگر اس کے معنی درست ہوں تو حضرت اماصاحب اس کی اپنی روایت سے تائید فرماتے ہیں۔ اب یہاں چونکہ ابن ماجہ کی روایت الاثنا ن فما فوقهما جماعت وارد ہے۔ اور وہ امام بخاریؒ کی شرط کے موافق نہیں۔ اور وہ شرط کے موافق کیا ہوتی ابن ماجہ کی ہے۔ اور ابو داؤد اور نسائی کی شرط کے مطابق ہو جائے تو بھی بسا غنیمت ہے۔ مگر چونکہ اس کا مضمون امام بخاریؒ کے نزدیک صحیح ہے اس لئے اس کی طرف اپنے ترجمہ میں اشارہ کر دیا۔ اور اپنی روایت سے استنباطاً ثابت فرمادیا۔ مقصد یہ بتلانا ہے کہ جماعت کا اطلاق اگرچہ تین پر ہوتا ہے مگر نماز میں دو پر بھی جماعت کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ یعنی اگر دو آدمی جماعت کریں تو کافی ہے۔ اور دو آدمی کی جماعت سے بھی پوری جماعت کا ثواب ملے گا۔

بَاب مَنْ جَلَسَ فِی الْمَسْجِدِ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوۃَ وَفَضْلِ الْمَسَاجِدِ

ترجمہ۔ جو شخص مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھے اور مساجد کی فضیلت۔

حدیث(۶۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُسْلَمَۃَ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ الْمَلَائِکَۃُ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِکُمْ مَّادَامَ فِیْ مُصَلَّاہُ مَالَمْ یُحْدِثْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ لَایَزَالُ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوۃٍ مَّاکَانَتِ الصَّلٰوۃُ تَحْبِسُہٗ لَایَمْنَعُہٗ اَنْ یَّنْقَلِبَ اِلٰی اَھْلِہٖ اِلَّاالصَّلٰوۃُ. الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے تم میں سے ہر اس کے لئے دعا کرتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ پر ہے اور جب تک کہ بے وضو نہ ہو۔ دعا یہ ہے کہ اللہ ! اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما۔ اور ہر ایک تمہارا اس وقت نماز میں رہتا ہے جب تک کہ نماز نے اس کو روک رکھا ہے۔ اور اپنے گھر واپس آنے کے لئے نماز کے سوا اسے کوئی چیز نہیں روکتی۔

حدیث(۶۲۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ سَبْعَۃٌ یُّظِلُّھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّہٖ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّاظِلُّہُ الْاِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَّشَأَ فِیْ عِبَادَۃِ رَبِّہٖ وَرَجُلٌ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ فِی الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّافِی اللّٰہِ اجْتَمَعَا عَلَیْہِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْہِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْہُ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ اِخْفَآءً حَتّٰی لَاتَعْلَمَ شِمَالُہٗ مَاتُنْفِقُ یَمِیْنُہٗ وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ. الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ سات آدمی ہیں جن کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں رکھے گا۔ جس دن اللہ کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک امام عدل کرنے والا دوسرا نوجوان جس کا اٹھان اپنے رب کی عبادت میں ہوا ہے۔ اور تیسرا وہ آدمی جس کا دل مساجد میں اٹکا ہوا ہے۔ یعنی ہر وقت مسجد کا دھیان رہتا ہے۔ چوتھے وہ دو مسلمان ہیں جو اللہ کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں اسی پر جمع ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں اور پانچواں وہ شخص جس کو مرتبے اور حسن والی عورت خود بلائے اور وہ کہے کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اور چھٹا وہ شخص ہے جس نے صدقہ اس طرح چھپا کر دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہو سکا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ اور وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔ اور خوف سے اس کی آنکھیں بہہ پڑتی ہیں۔

حدیث(۶۲۲) حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ الخ سُئِلَ اَنَسٌ ھَلِ اتَّخَذَ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ

رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خَاتِمًا فَقَالَ نَعَمْ اَخَّرَ لَیْلَۃً صَلٰوۃَ الْعِشَاءِ اِلٰی شَطْرِ اللَّیْلِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْھِہٖ بَعْدَ مَاصَلّٰی فَقَالَ صَلَّی النَّاسُ وَرَقَدُوْا وَلَمْ تَزَالُوْا فِیْ صَلٰوۃٍ مُّنْذُ اُنْتَظَرْتُمُوْھَا قَالَ فَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ خَاتَمِہٖ . الحدیث ....

نے انگوٹھی بنوائی تھی۔ انہوں نے فرمایاہاں !ایک رات آپؐ نے آدھی رات عشاء کی نماز کو مؤخر فرمایا۔ نماز پڑھنے کے بعد اپنے چہرہ انور سے ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ لوگ تو نماز پڑھ کر سو گئے اور تم لوگ ہمیشہ نماز میں رہے۔ جب سے اس کا انتظار کیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں گویا میں آپؐ کی انگوٹھی کی چمک کو ابھی دیکھ رہا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ پہلی اور تیسری روایت کی مناسبت ترجمۃ الباب سے ظاہر ہے۔ مگر دوسری روایت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے بآسانی ترجمہ ثابت ہو جائے۔ البتہ رجل قلبه معلق في المساجد ایسا لفظ ہے جس کے ظاہری معنی تو مراد نہیں۔ البتہ مجازی معنی انتظار صلوٰۃ مراد ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ کرامت کا مستحق ہو گا۔ اس سے مناسبت باب سے ثابت ہو گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح فرماتے ہیں کہ مؤلف کی غرض یہ ہے کہ اگر مقتدیوں کو کچھ دیر ہو جائے۔ تو ڈانٹ ڈپٹ (تضجیر) نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ سکون و وقار کے ساتھ بیٹھا رہے تاکہ جماعت بڑھ جائے۔ کیونکہ جماعت کثیرہ میں ثواب زیادہ ہے۔ اور یہ صحیح ہے۔ اور اس کے ساتھ میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس بات پر تنبیہ کرنی ہو کہ جو ثواب روایت میں وارد ہوا ہے وہ اس شخص کے بارے میں ہے جو نماز کا انتظار کرتا ہو سبعة يظلهم الله الخ جیسا کہ الشهدأ خمسة میں بیان کر چکا ہوں۔ کہ حصر عدد کے لئے نہیں ہوتا۔ ایسے یہاں بھی عدد حصر کے لئے نہیں۔ بلکہ اس کے علاوہ بھی ایسے لوگ ہیں جن کو سایہ ربانی نصیب ہو گا اوجز میں نوے آدمیوں کے متعلق یہ مرتبہ نقل کیا گیا ہے ان میں سے سب سے اھون یہ ہے کہ مغرب کے بعد کی دو نفلیں نہ چھوڑے۔ ظاہر یہ ہے کہ سنت کے بعد کی دو رکعتیں مراد ہیں۔ اجتمعا عليه وتفرقا عليه یا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دونوں یک جا ہو جاتے ہیں تو اس کا مبنی حب في الله ہوتا ہے۔ اور جب ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں تو اس کا معنی بھی یہی ہوتا ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ ان کا تعلق اور جوڑ ایک دوسرے سے محض حب في الله کی بنا پر ہوتا ہے اگر ایک دوسرے سے ناراض ہوتے ہیں تو اس کا معنی بھی اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ یا تفرقا اور اجتمعا سے مجلس کا اجتماع اور افتراق قلبی مراد ہے۔ طلبته امرأة الخ ایک تو یہ ہے کہ ایسی ویسی عورت حرامکاری کے لئے دعوت دے اس کی طرف تو طبعاً رغبت نہ ہو گی لیکن اگر کوئی روپیہ پیسہ والی اور حسن و جمال والی عورت بلائے اور پھر وہ اپنے آپ کو محض خوف الٰہی کی وجہ سے اس سے بچائے تو یہ فضیلت اس کیلئے ہے۔ حتی لاتعلم شماله الخ مسلم شریف میں اس کا عکس ہے یعنی حتی لا تعلم يمينه ماتنفق شماله واقع ہوا ہے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ مسلم شریف کی روایت میں قلب واقع ہو گیا۔ اور میرے مشائخ کی رائے یہ ہے کہ اس کو مقلوب کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ دونوں صحیح ہیں اور مطلب یہ ہے کہ بے شمار خرچ کرتا ہے۔ اِدھر سے بھی اور

اُدھر سے بھی۔ اور کثرت کی بنا پر نہ داہنے کو بائیں کی اور نہ بائیں کو داہنے کی خبر ہوتی ہے۔ اور مراد اس سے کثرت انفاق ہے۔

بَاب فَضْلِ مَنْ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ وَمَنْ رَّاحَ

ترجمہ۔ اس شخص کی فضیلت جو مسجد کی طرف جاتا ہے اور واپس آتا ہے۔

حدیث (۶۲۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ اَوْرَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهٗ نُزُلَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا اَوْرَاحَ . الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص صبح یا شام مسجد کو گیا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے مہمانی تیار کریگا۔ جبکہ صبح و شام کو وہ چلے گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ عرف میں غدا کا لفظ طلوع شمس کے بعد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے بعض حضرات نے اس سے اشراق کی نماز مراد لی۔ اور بعض نے کہا کہ غدوة کا اطلاق بعد الصبح الصادق کے چلنے پر بھی ہوتا ہے۔ اور راح کے معنی شام کو چلنے کے ہیں اور بعض نے کہا کہ راح کا اطلاق بعد الزوال پر بھی ہوتا ہے۔ اور بعض نے اس کے معنی لوٹنے کے لئے ہیں۔ چونکہ یہ باعث ہے پھر غدو میں لوٹنے کا اس لئے اسے بھی باعث مکرمۃ شمار کیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حدیث پاک کے الفاظ ہیں من غدا الی المسجد وراح لیکن امام بخاریؒ نے غدا کو خرج سے کیوں بدل دیا۔ شراح فرماتے ہیں کہ از قبیل تفنن ہے۔ غدو صبح کے جانے کو کہتے ہیں۔ اور رواح شام کے جانے کو۔ اور چونکہ رات کو بھی جانا ہوتا ہے۔ اسلئے غدا کو خرج سے بدل کر تعمیم کر دی۔ تاکہ رات اور دن کے جانے کو شامل ہو جائے۔ یہاں ایک مشکل بات یہ ہے کہ امام بخاریؒ ان سب سے آگے بڑھ کر فرماتے ہیں کہ کہ غدو لغۃً صبح کے وقت کام کرنے کو کہتے ہیں۔ اور مطلقاً کسی کام کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ اذغدوت من اهلك الخ تو حضرت امام بخاریؒ نے یہاں غدا سے عام معنی مراد لئے ہیں۔ اس لئے اس کو خرج سے تعبیر کر دیا۔ اور رواح کے معنی جس طرح شام کو چلنے کے آتے ہیں اسی طرح لوٹنے کے معنی بھی آتے ہیں۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے غدا کو خرج سے بدل کر تعمیم کی طرف اشارہ کر دیا۔ کہ ہر وقت کے خروج کو عام ہے۔ اور راح کے معنی متعین کر دیئے کہ رجوع کے معنی میں ہے۔ اس لئے کہ خرج اپنے عموم کے اعتبار سے شام کے نکلنے کو بھی شامل ہو گیا۔ لہذا اب راح کے معنی رجع کے ہوں گے۔ تو اب مطلب باب کا یہ ہوا کہ مسجد میں آنے اور جانے دونوں کا ثواب ملتا ہے۔ چونکہ بظاہر ایہام ہوتا تھا کہ مسجد کے جانے کا ثواب ہو کیونکہ عبادت کیلئے جارہا ہے مگر نکلنے اور لوٹنے کا ثواب نہ ہو۔ تو اس پر تنبیہ فرمادی کہ اس پر بھی ثواب ہوگا۔ چونکہ امام بخاریؒ کا قاعدہ ہے کہ

وہ ترجمہ سے روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ اس لئے میرے نزدیک امام بخاریؒ نے تصرف کر کے مسلم اور ابوداؤد کی روایت کی طرف اشارہ فرمادیا۔ جس میں یہ ہے کہ عن ابی بن کعبؓ قال کان رجل لا اعلم احد ابعد من الناس ممن یصلی القبلة من اهل المدینة ابعد منزلا من المسجد من ذلك الرجل وكان لاتخطئه صلوة في المسجد فقلت لو اشتريت حمارا تركبه في الرمضاء والظلمة فقال ماحب انه منزلي الى جنب المسجدفساله عن ذلك رسول الله ﷺ فقال اردت يارسول الله ان يكتب لى اقبالى الى المسجد ورجوعى الى اهلى اذارجعت فقال اعطاك الله ذلك كله تواس روایت میں ہے کہ وہ صحابی فرماتے ہیں کہ میرے لئے مسجد میں آنا اور جانا دونوں لکھے جائیں۔ اس کی طرف اشارہ فرمادیا کہ مسجد کو جانا اور آنا دونوں لکھا جاتا ہے۔ اور اسی طرح کتاب الجهاد کی روایت میں غدوة کروحة وارد ہے۔ (صبح کو جانا شام کے آنے کی طرح ہے)۔

بَاب اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَاصَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ

ترجمہ۔ جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے پھر فرض نماز کے سوا کوئی نماز نہیں۔

حدیث (۶۲۴) حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَالِكٍؓ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ بِسَنَدٍ آخر اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَاٰى رَجُلاً وَقَدْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاثَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ءَالصُّبْحَ اَرْبَعًا الخ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کا گذر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا۔ اور دوسری سند میں ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جبکہ نماز کے لئے تکبیر کہی جاچکی تھی وہ فجر کی دو سنتیں پڑھ رہا تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو لوگوں نے اس شخص کا گھیراؤ کر لیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا۔ کہ کیا فجر کی نماز چار رکعت ہو گئی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہ ترجمہ بعینہ روایت ہے جس کو امام مسلمؒ نے ذکر کیا ہے غالباً مصنفؒ اس وجہ سے اس روایت قویہ کو نہیں لائے کہ اس کی سند میں ایک راوی عمرو بن دینار ہیں جس کے رفع اور وقف میں اختلاف ہے۔ شاید اس جھگڑا کی وجہ سے مصنفؒ اس کو نہیں لائے۔ ورنہ روایت نہایت قویہ ہے۔ امام مالکؒ اور امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اگر جماعت کے فوت ہو جانے کا خوف نہ ہو تو خارج مسجد میں سنة الفجر پڑھ سکتا ہے یعنی اگر ایک رکعت پالینے کا یقین ہو تو سنۃ الفجر کو نہ چھوڑنا چاہئے۔ اور باقی حضرات اس کی اجازت نہیں دیتے اور اس روایت کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اذااقیمت الصلوة الخ اپنے عموم پر نہیں۔ کہ جب جہاں جماعت کھڑی ہو جائے تو اور کسی جگہ نماز جائز نہ ہو۔ بلکہ اس میں تخصیص ہے کہ اذااقیمت الصلوة فلاصلوة ای فی هذه المسجد الاالمكتوبة۔ شوافعؒ اس کے بھی قائل ہیں کہ اگر کوئی فریضہ قضا کر رہا ہو تو اسے پورا کر سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس میں تخصیصات

جاری ہیں۔ چونکہ سنۃ الفجر کے تعاہد پر بکثر روایات دلالت کرتی ہیں اس لئے حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مکتوبہ کا تحفظ بھی رہے۔ اور سنۃ الفجر بھی ادا ہو جائیں۔ البتہ امام مالکؒ نے یہ شرط لگائی ہے کہ مسجد سے باہر مکان پر ان کو پڑھ سکتا ہے مسجد کے اندر نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ صبح کی سنتوں کے علاوہ ساری سنتوں میں اتفاق ہے کہ جب نماز کھڑی ہو جائے تو اس وقت کوئی اور نماز پڑھنا خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے۔ اگر پڑھ رہا ہو تو جلدی سے پوری کر لے یا دو رکعت پر سلام پھیر دے۔ مگر سنت فجر میں اختلاف ہے کہ اگر فرض ہو رہے ہوں تو اس وقت سنتیں پڑھیں یا نہ پڑھیں کیا کریں۔ ظاہر یہ فرماتے ہیں کہ جب نماز شروع ہو گی اسی وقت ساری سنتیں ختم ہو جائیں گی۔ اور اگر اب تک شروع نہیں کی تو اب شروع نہ کرے اور اگر شروع کر دی تھیں تو فوراً ٹوٹ گئی۔ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک شروع کرنا جائز ہے۔ اور اگر پڑھ رہا ہو اور پھر نماز شروع ہو گئی تو جلدی سے پوری کر لے۔ اور احنافؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک سنۃ فجر اور سنتوں سے الگ ہے۔ اور مبنیٰ اس کا وہ روایات ہیں جن سے اس کی تاکید معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً لاتدعوھا ولو طردتکم الخیل کہ ان سنتوں کو نہ چھوڑو ! اگر چہ تمہیں گھوڑے بھی روند ڈالیں۔ اور ان ہی روایات کی بنا پر بعض وجوب کے قائل ہیں۔ خود احناف کے یہاں حسن کی روایت وجوب کی ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک وتر جو سنت ہیں ان سے زیادہ مؤکد ہے۔ لہذا اس کو پڑھ لینا چاہئے۔ اب اختلاف اس میں ہے کہ کس طرح پڑھے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت پڑھے جبکہ کسی رکعت کے فوت ہو جانے کا خوف نہ ہو اور مسجد سے باہر پڑھے یہ دو شرطیں ہیں۔ اور احنافؒ کے نزدیک ایک رکعت کے ملنے کی امید ہو تو صفوف سے علیحدہ ہو کر پڑھ لے۔ امام بخاریؒ کی رائے شوافعؒ اور حنابلہؒ کے موافق ہے۔ اور الصبح اربعا سے استدلال ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس صحابی پر نکیر فرمائی تو معلوم ہوا کہ نہ پڑھے۔ ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ ان صحابی نے سنتیں صف میں کھڑے ہو کر پڑھیں تھیں اور یہ صورت اربعا کو ظاہر کر رہی تھی۔ ورنہ اگر کسی نے ایک جگہ دو رکعت سنۃ پڑھ لیں اور پھر دوسری جگہ بدل کر دو رکعت فرض پڑھ لیں تو اس کو اربعا نہیں کہا جا سکتا۔ اب امام بخاریؒ پر ایک اشکال ہے کہ انہوں نے ترجمہ عام باندھا ہے۔ اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ اور روایت خاص ذکر فرمائی جو فجر کے ساتھ خاص ہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ترجمہ الصلوۃ پر الف لام عہد خارجی کیلئے ہے۔ اور اس سے مراد خاص نماز یعنی نماز فجر مراد ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ احکام کلیہ تو جزئیات سے ثابت ہوتے ہیں لہذا ایک جزئی سے استنباط فرمایا۔ اور تیسرا جواب یہ ہے کہ بقیہ تو اجماعی ہیں اور یہی صرف اختلافی ہے۔ اس لئے اسی کو خاص طور پر ذکر فرمایا۔ اور چوتھا جواب علامہ عینیؒ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ روایت میں جو علت بیان کی گئی ہے اسی کی بنا پر وہ دوسری نمازوں پر بھی صادق آسکتی ہے چنانچہ اگر ظہر کی نماز کھڑی ہونے کے وقت اگر کوئی سنتیں پڑھے یا عصر و مغرب اور عشاء کے وقت ایسا کرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ لہذا حدیث عام ہے اگرچہ ذکر صرف فجر کی نماز کا ہے۔ اور باب بھی عام ہے۔ عن عبداللہ بن مالک ابن بحینۃ یہاں پر بحینہ سے پہلے ابن کا الف لکھا بھی جائے گا اور پڑھا بھی جائے گا کیونکہ بحینہ مالک کی ماں یا باپ نہیں بلکہ یہ مالک کی بیوی اور عبداللہ کی ماں ہے۔ تو یہ عبداللہ کی صفت ہوئی۔ یقال لہ مالک ابن بحینہ یہ وہم ہے عن حفص بن عبداللہ ابن بحینہ اس کو تنبیہ کے واسطے ذکر فرمایا ہے۔ کہ مالک ابن بحینہ وہم ہے۔

بَاب حَدِّ الْمَرِيضِ اَنْ يَّشْهَدَ الْجَمَاعَةَ

ترجمہ۔ مریض کس حد تک جماعت میں حاضر ہو سکتا ہے۔

حدیث (۶۲۵) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ (الخ) قَالَ الْاَسْوَدُ كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَؓ فَذَكَرْنَا الْمُوَاظَبَةَ عَلَى الصَّلٰوةِ وَالتَّعْظِيْمَ لَهَا قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَضَهُ الَّذِىْ مَاتَ فِيْهِ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَاُذِّنَ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّ اَبَابَكْرٍؓ رَجُلٌ اَسِيْفٌ اِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّصَلِّىَ بِالنَّاسِ وَاَعَادَ فَاَعَادُوْا لَهٗ فَاَعَادَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَخَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍؓ يُصَلِّىْ فَوَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ نَّفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ الْاَرْضَ مِنَ الْوَجَعِ فَاَرَادَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنْ يَّتَاَخَّرَ فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ اَنْ مَّكَانَكَ ثُمَّ اُتِىَ بِهٖ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى جَنْبِهٖ فَقِيْلَ لِلْاَعْمَشِ فَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّىْ وَاَبُوْ بَكْرٍ يُّصَلِّىْ بِصَلٰوتِهٖ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِىْ بَكْرٍ فَقَالَ بِرَاْسِهٖ نَعَمْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ بَعْضَهٗ وَزَادَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ اَبِىْ بَكْرٍؓ فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يُّصَلِّىْ قَائِمًا ......

ترجمہ۔ حضرت اسود فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عائشہؓ کے پاس نماز پر ہمیشگی اور اس کی عظمت شان کا ذکر کر رہے تھے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب جناب نبی اکرم ﷺ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوئی تو نماز کا وقت آ گیا اور اذان کہی گئی آپؑ نے حکم دیا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں آپؑ سے کہا گیا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نرم دل آدمی ہیں جب آپؑ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے آپؑ نے اپنی بات کو دہرایا۔ ان لوگوں نے بھی آپؑ کے لئے وہی بات دہرائی۔ آپؑ نے جب تیسری بار بات کو دہرایا تو فرمایا کہ تم یوسف علیہ السلام والی عورتیں ہو (جنہوں نے ناحق بات پر اصرار کیا) جاؤ ابو بکرؓ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نماز پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے جناب نبی اکرم ﷺ کو اپنے آپ میں کچھ تخفیف محسوس ہوئی تو آپؑ اس حال میں نکلے کہ آپ کو دو آدمیوں کے درمیان چلایا جاتا تھا گویا کہ میں ابھی آپؑ کے دونوں پاؤں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ زمین پر اس مرض یا درد کی وجہ سے خط کھینچ رہے تھے۔ یعنی زمین سے اٹھ نہیں سکتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ پیچھے ہٹنے لگے۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہیں۔ تو آپؑ کو صدیق اکبرؓ کے پہلو میں لا کر بٹھا دیا گیا۔ حضرت سلمان الاعمش محدث سے پوچھا گیا کیا جناب نبی اکرم ﷺ نماز پڑھاتے تھے۔ اور ابو بکر صدیقؓ ان کی نماز کی

پیروی کرتے تھے اور لوگ حضرت ابو بکر صدیق کی اقتدا کرتے تھے۔ تو حضرت اعمش نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں! ابو معاویہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ حضرت ابو بکر کے بائیں جانب بیٹھے تھے۔ اور حضرت ابو بکر کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنی ۔ یہ تو متفق علیہا مسئلہ ہے کہ جماعت خواہ فرض عین ہو یا فرض کفایہ یا واجب کفایہ بہر حال مریض پر شہود جماعت فرض اور واجب نہیں۔ قریباً پندرہ سولہ آدمی ہیں جن پر جماعت کی حاضری واجب نہیں۔ یہاں پر مصنف استحباب شہود جماعت کو بتلانا چاہتے ہیں اگر مریض کچھ خفہ پالیتا ہے کہ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں حاضر ہو سکتا ہے تو وہ اس کی کوشش کرے یہ حد بتائی گئی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا ۔ حد بالحاء المھملہ اور جد بالجیم دونوں طرح ضبط کیا گیا ہے اگر جیم ہو تو مطلب یہ ہے کہ مریض کی کوشش یہ ہونی چاہئیے کہ وہ جماعت میں حاضر ہو جب تک کہ اس کے امکان میں ہو۔ کہ جماعت کی نماز نہ چھوڑے اگر حا حطی سے ہو جیسا کہ ہمارے نسخہ میں ہے پھر یا تو انتہاء کے اعتبار سے ہوگی یا ابتدا کے اعتبار سے۔ شراح جیسے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ اس حد تک آنا چاہئیے اور اس کے بعد نہیں۔ اور میری رائے یہ ہے کہ اس حد تک تو ضرور جانا چاہئیے۔ اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لے گئے ہیں۔ اگر حالات اس سے بھی آگے ہو جائیں تو بھی جانا جائز ہے۔ دونوں میں فرق ہو گیا۔ وہ یہ کہ شراح کے نزدیک اس کے بعد نہ جانا چاہئیے۔ اور میرے نزدیک اس حد کے بعد ہو تو بھی جانا جائز ہے۔ الاسیف رقیق القلب فقال انکن صواحب یوسف جب حضور اکرم ﷺ نے مروا ابابکر فلیصل بالناس فرمایا تو حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ سے کہا کہ حضور اکرم ﷺ سے کہو کہ حضرت عمر کو حکم کریں۔ کیونکہ ابو بکر رقیق القلب ہیں۔ چنانچہ حضرت حفصہ نے یہ درخواست پیش کر دی۔ اور دونوں اصرار کرتی رہیں۔ اس پر جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا انکن صواحب یوسف الخ اس کا مشہور مطلب تو یہ ہے کہ جس طرح وہ ایک غلط کام پر اصرار کر رہی تھیں اسی طرح تم کرتی ہو۔ یا تشبیہ کثرت سے اصرار کرنے پر ہے اور میرے اکابر کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے صواحب یوسف زبان سے تو یہ کہتی تھیں کہ زلیخا کی مطاوعت کر لو مگر اپنے ناز وانداز سے یہ بتلا رہی تھیں کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ اسی طرح تم زبان سے تو کچھ کہتی ہو اور دل میں کچھ اور رکھتی ہو۔ اور دل میں وہ چیز تھی جو صحاح کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں اس واسطے کہہ رہی تھی کہ حضور اکرم ﷺ کا آخری دن ہے اور اگر ابو بکر مصلی پر جا کر کھڑے ہو جائیں گے تو لوگ تشاؤم یعنی نحوست سمجھیں گے۔ اور حضرت حفصہ سے جیسا کہ غیر صحاح کی روایت میں منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں اسلئے کہہ رہی تھی کہ جس کو آج امامت مل جائے گی کل اس کو خلافت مل جائے گی۔ اس لئے کہ امامت صغریٰ امامت کبریٰ کا مقدمہ ہے۔ فخرج ابوبکر یصلی حضرت ابو بکر نے پنجشنبہ کی عشا سے دو شنبہ کی صبح تک سترہ نمازیں پڑھائیں۔ جب نبی اکرم ﷺ کو افاقہ ہوتا تو باقتدا ابی بکر نماز پڑھ لیتے۔ اور کبھی خود امامت فرماتے جلس علی یسار ابی بکر اس پر کلام ابواب الصفوف میں آئے گا۔

حدیث (۶۲۶) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی الخ

قَالَتْ عَائِشَةُ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِیُّ ﷺ وَاشْتَدَّ وَجْعُهٗ اسْتَأْذَنَ اَزْوَاجَهٗ اَنْ یُّمَرَّضَ فِیْ بَیْتِیْ فَاَذِنَّ لَهٗ فَخَرَجَ بَیْنَ رَجُلَیْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْاَرْضَ وَکَانَ بَیْنَ الْعَبَّاسِ وَبَیْنَ رَجُلٍ اٰخَرَ قَالَ عُبَیْدُاللّٰهِ فَذَکَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَاقَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِیْ وَهَلْ تَدْرِیْ مَنِ الرَّجُلُ الَّذِیْ لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ ......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری نے شدت اختیار کی تو آپؐ نے اپنی بیویوں سے اجازت چاہی کہ آپؐ اپنی بیماری کے ایام میرے گھر میں گذاریں۔ سب بیویوں نے اجازت دے دی جنابؐ دو آدمیوں کے درمیان زمین پر خط کھینچتے ہوئے تشریف لائے۔ اور حضرت عباسؓ اور ایک دوسرے آدمی کے درمیان چلتے تھے۔ عبیداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے اس بات کا تذکرہ کیا جو حضرت عائشہؓ نے کہی تھی تو انہوں نے مجھے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا آدمی کون تھا۔ جس کا

حضرت عائشہؓ نے نام نہیں لیا تھا۔ میں نے کہا نہیں آپؐ نے فرمایا وہ حضرت علی بن ابی طالبؓ تھے۔ هو علی بن ابی طالب میں پہلے بتلا چکا ہوں کہ نام نہ لینے کی وجہ غصہ وغضب نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ اس جانب میں متعین نہیں تھے۔ اس روایت میں حضور اکرم ﷺ کی تکلیف کا ذکر ہے۔ اور یہ کہا کہ آپؐ حضرت میمونہؓ کے گھر سے اجازت لے کر حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لائے تو اس قصہ کو نماز سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ باب میں نماز باجماعت کا ذکر ہے۔ تو اس کو باب سے کیسے مناسبت ہوگی۔ بعض نے کہا کہ جب آپؐ حضرت میمونہؓ کے گھر سے حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لے گئے تو درمیان میں نماز پڑھ کر پھر تشریف لے گئے تھے۔ اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اگرچہ اس حدیث کو نماز باجماعت سے کوئی تعلق نہیں مگر چونکہ اس روایت سے قبل یهادی بین رجلین وارد ہوا ہے تو اس حدیث سے ان دونوں کی تعیین کر دی۔ کہ ایک جانب تو حضرت عباسؓ معین تھے اور دوسری جانب کبھی حضرت علیؓ کبھی اسامہ بن زیدؓ اور کبھی حضرت فضل بن عباسؓ ہوتے تھے۔ اس حدیث کے ذکر کرنے سے یہ فائدہ ہوا کہ اس میں ان دو آدمیوں کی تفصیل آگئی جن کا گذشتہ حدیث میں مجملاً ذکر تھا۔

باب الرُّخْصَةُ فِی الْمَطَرِ وَالْعِلَّةِ اَنْ یُّصَلِّیَ فِیْ رَحْلِهٖ۔

ترجمہ۔ بارش اور کسی دوسری مجبوری کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت کے بارے میں۔

حدیث (۶۲۷) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ الخ

اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ فِیْ لَیْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَّرِیْحٍ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ٹھنڈک والی رات میں نماز کی اذان کہی۔ پھر فرمایا گھروں میں نماز پڑھو

ثُمَّ قَالَ اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا کَانَتْ لَیْلَۃٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَّمَطَرٍ یَّقُوْلُ اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ . الحدیث ....

پھر اس کی دلیل بیان فرمائی کہ بے شک جناب رسول اللہ ﷺ جب کوئی رات ٹھنڈک اور بارش والی ہوتی تو مؤذن کو حکم دیتے تھے کہ وہ اعلان کر دے کہ خبردار! گھروں میں نماز پڑھو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ شہود جماعت کے اعذار جو بائیس تئیس کے قریب ہیں جن کو فقہاؒ نے بیان فرمایا ہے ان کی وجہ سے جمعہ اور مسجد میں حاضر نہ ہونے کی اجازت دی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت عتبان بن مالکؓ کا واقعہ اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اگر بارش اس قدر ہو کہ تبتل بہ النعال یعنی جوتے تر ہو جائیں تو بھی صلوا فی الرحال کا حکم ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حاصل یہ ہے کہ بارش ان اعذار میں سے ہے کہ اگر اس کی وجہ سے جماعت ترک کر دی جائے تو جائز ہے

حدیث (۶۲۸) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ (الخ) عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِیْعِ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِکٍؓ کَانَ یَؤُمُّ قَوْمَہٗ وَھُوَ اَعْمٰی وَاَنَّہٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّھَا تَکُوْنُ الظُّلْمَۃُ وَالسَّیْلُ وَاَنَا رَجُلٌ ضَرِیْرُ الْبَصَرِ فَصَلِّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فِیْ بَیْتِیْ مَکَانًا اَتَّخِذُہٗ مُصَلًّی فَجَآءَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ اَیْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّیَ فَاَشَارَ اِلٰی مَکَانٍ مِّنَ الْبَیْتِ فَصَلّٰی فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ . الحدیث

ترجمہ۔ حضرت محمود بن الربیع الانصاریؓ سے مروی ہے کہ حضرت عتبان بن مالکؓ جو اپنی قوم کی امامت کرتے تھے لیکن وہ نابینا تھے۔ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ سخت تاریکی اور سیلاب کا پانی ہوتا ہے۔ میں نابینا آدمی ہوں آپؐ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ دیں تاکہ میں اس کو جائے نماز بنالوں۔ جناب رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ آپ کس جگہ میرے نماز پڑھنے کو پسند کرتے ہیں۔ انہوں نے گھر کے ایک مکان کی طرف اشارہ کیا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس میں نماز پڑھی۔

باب ھَلْ یُصَلِّی الْاِمَامُ بِمَنْ حَضَرَ وَھَلْ یَخْطُبُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فِی الْمَطَرِ

ترجمہ۔ جو لوگ حاضر ہوں کیا امام ان کو نماز پڑھا سکتا ہے اور کیا جمعہ کے دن بارش میں خطبہ دے سکتا ہے۔

حدیث (۶۲۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الْوَھَّابِ الخ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ رَدْغٍ فَاَمَرَ الْمُؤَذِّنَ لَمَّا بَلَغَ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ قَالَ قُلِ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن الحارثؓ فرماتے ہیں کہ ایک کیچڑ والے دن میں حضرت ابن عباسؓ نے ہمیں خطبہ دیا اور مؤذن کو حکم دیا کہ جب وہ حی علی الصلوۃ تک پہنچے تو کہے

الصَّلٰوۃُ فِی الرِّحَالِ فَنَظَرَ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ کَاَنَّھُمْ اَنْکَرُوْا فَقَالَ کَاَنَّکُمْ اَنْکَرْتُمْ ھٰذَا اِنَّ ھٰذَا فَعَلَهٗ مَنْ ھُوَ خَیْرٌ مِّنِّیْ یَعْنِی النَّبِیَّ ﷺ اِنَّھَا عَزْمَةٌ وَاِنِّیْ کَرِھْتُ اَنْ اُحْرِجَکُمْ وَعَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ نَحْوَهٗ غَیْرَ اَنَّهٗ قَالَ کَرِھْتُ اَنْ اُؤَثِّمَکُمْ فَتَجِیْئُوْنَ فَتَدُوْسُوْنَ الطِّیْنَ اِلٰی رُکَبِکُمْ ....

الصلوۃ فی الرحال یعنی گھروں میں نماز پڑھو۔ تو لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ گویا کہ انہوں نے اس کو اوپرا سمجھا تو ابن عباسؓ نے فرمایا گویا تم تو اس کو اوپرا سمجھ رہے ہو حالانکہ اس فعل کو وہ ذات کر چکی ہے جو میرے سے بہتر تھی۔ یعنی نبی اکرم ﷺ نے ایسا کیا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ واقعی جمعہ واجب ہے اور میں ناپسند کرتا ہوں کہ تم کو گھروں سے نکالوں۔ اور حماد کی دوسری سند کے ساتھ یوں ہے کہ میں تمہیں گناہ میں مبتلا کروں (کہ تم تنگ دلی کے ساتھ مسجد میں آؤ) کہ تم گھٹنوں تک کیچڑ کو روندتے ہوئے مسجد میں حاضر ہو۔

حدیث (۶۳۰) حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ قَالَ سَاَلْتُ اَبَاسَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ فَقَالَ جَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتّٰی سَالَ السَّقْفُ وَکَانَ مِنْ جَرِیْدِ النَّخْلِ فَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَرَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَسْجُدُ فِی الْمَاءِ وَالطِّیْنِ حَتّٰی رَاَیْتُ اَثَرَ الطِّیْنِ فِیْ جَبْھَتِهٖ. الحدیث .....

ترجمہ۔ حضرت ابو سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ایک بادل کی ٹکڑی آئی اس نے بارش برسائی۔ یہاں تک کہ چھتیں بہہ پڑیں۔ کیونکہ وہ کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھیں جب نماز کے لئے تکبیر کہی گئی تو جناب رسول اللہ ﷺ کو پانی اور کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ یہاں تک کہ آپؐ کی پیشانی میں اس کیچڑ کے نشان بھی میں نے دیکھے۔

حدیث (۶۳۱) حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ سَمِعْتُ اَنَسًا یَقُوْلُ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِنِّیْ لَا اَسْتَطِیْعُ الصَّلٰوۃَ مَعَكَ وَکَانَ رَجُلًا ضَخْمًا فَصَنَعَ لِلنَّبِیِّ ﷺ طَعَامًا فَدَعَاهُ اِلٰی مَنْزِلِهٖ فَبَسَطَ لَهٗ حَصِیْرًا وَّنَضَحَ طَرَفَ الْحَصِیْرِ فَصَلّٰی عَلَیْهِ رَکْعَتَیْنِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اٰلِ الْجَارُوْدِ لِاَنَسٍ اَکَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّی الضُّحٰی قَالَ مَارَاَیْتُهٗ صَلَّاھَا اِلَّا یَوْمَئِذٍ . الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انسؓ سے سنا فرماتے تھے کہ انصار کے ایک آدمی نے کہا وہ موٹے آدمی تھے کہ میں آپؐ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا تو اس نے جناب نبی اکرم ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا۔ اور حضور انور ﷺ کو اپنے گھر بلایا۔ چنانچہ آپؐ کے لئے ایک چٹائی بچھائی جس کے ایک کنارے کو دھو دیا تھا یا نرم کرنے کے لئے چھینٹے دیئے تھے۔ تو آپؐ نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی آل جارود کے ایک آدمی نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ کیا آپؐ اشراق کی نماز

پڑھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس دن کے علاوہ میں نے آپ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ الاصلوفی الرحال سے بظاہر وجوب معلوم ہوتا تھا۔ تو مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ امر وجوب کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ یہ شارع علیہ السلام کی طرف سے رخصت ہے یہ مطلب نہیں کہ بارش اور دیگر اعذار کی وجہ سے جماعت ہی نہ ہونی چاہئیے بلکہ الاصلوا فی الرحال کا حکم بطور ترخص کے ہے۔ خطبنا ابن عباسؓ الخ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان سے پہلے خطبہ پڑھا گیا۔ حالانکہ خطبہ تو بعد الاذان ہوتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خطبنا ای اراد الخطبة یا جلس للخطبة تو انہوں نے مؤذن کو امر کیا کہ اذان میں الاصلوا فی الرحال کہہ دو کرھت ان اخرجکم یا اوثمکم اس پر شبہ ہوتا ہے کہ جب کیچڑ وغیرہ میں چل کر آئے تو مشقت کی وجہ سے ثواب زیادہ ہوگا تو پھر اس میں گناہ کے کیا معنی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر الاصلوا فی الرحال نہ کہا جائے۔ تو تم پر اجابت مؤذن واجب بالفعل ہوگی۔ اگر تم نے اجابت نہ کی تو عنداللہ ماخوذ ہوں گے اور اپنے نفوس میں بھی اس کا احساس کرو گے۔ اس لئے میں نے اس کا اعلان کرادیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حاصل یہ ہے کہ بارش ان اعذار میں سے ہے جس کی وجہ سے جماعت کو چھوڑا جاسکتا ہے۔ یہ عذر متفق علیہ ہے۔ اب چونکہ الاصلوفی الرحال فرمایا تھا۔ اور صلوا امر کا صیغہ ہے جو وجوب کے لئے ہوتا ہے جس سے ایہام ہوتا ہے کہ بارش کے وقت رحال میں نماز پڑھنا واجب ہے۔ اس لئے باب هل یصلی الامام بمن حضر باندھ کر تنبیہ فرمادی کہ یہ امر ایجابی نہیں اگر مسجد میں امام حاضر لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھادے تو جائز ہے۔ قال سألت ابا سعید الخدری روایت مختصر ہے۔ لیلۃ القدر کی روایت میں اس طرح ہے هل سمعت رسول الله ﷺ یذکر لیلة القدر قال نعم الخ حضرت ابو سلمہؓ نے سوال کیا تھا کہ لیلة القدر کے بارے میں اختلاف بہت ہے اس لئے سوال فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا یہ بارش اکیسویں شب کو ہوئی۔ جیسا کہ دوسری روایات میں ہے فوکف المسجد الخ حضرت امام بخاریؒ اس کو ابو اب السجو د میں بھی ذکر کریں گے۔ اس لئے کہ اس میں جبه (پیشانی) اور انبه (ناک کے نرم حصہ) پر مٹی لگے ہونے کا ذکر ہے۔ کان رجلا ضخما یہ وہی عتبان بن مالکؓ ہیں ان کی روایت سے ترجمة الباب کیسے ثابت ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت عتبانؓ اپنی مسجد کے امام تھے جب وہ بارش کی وجہ سے مسجد میں نہیں جاتے تھے تو اور لوگ پڑھتے رہے ہوں گے۔ لہذا یہ صلوة بمن حضر ہوگیا۔ یہ محتمل ہے۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ طرف حصیر پر انہوں نے پانی چھڑکا۔ یہ تو بارش ہوگئی۔ اور نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی۔ یہ صلوة بمن حضر ہوگئی۔ یہ خیر امام بخاریؒ کے ترجمہ کے لائق ہے اسلئے امام بخاریؒ اس قسم کے باریک استدلال فرماتے ہیں۔

باب اِذَا حَضَرَ الطَّعَامُ وَاُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ
وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِالْعِشَاءِ

ترجمہ۔ جب تکبیر کہی جائے اور کھانا حاضر ہو تو ابن عمرؓ کھانے سے ابتدا کرتے تھے۔ اور حضرت ابوداؤد

وَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ مِنْ فِقْهِ الْمَرْءِ اِقْبَالُهٗ عَلٰی حَاجَتِهٖ حَتّٰی يُقْبِلُ عَلٰی صَلٰوتِهٖ وَقَلْبُهٗ فَارِغٌ۔

فرماتے ہیں کہ آدمی کی سمجھ داری کی بات یہ ہے کہ وہ اپنی ضرورت کو پورا کرے تاکہ جب نماز کو آئے تو اس کا دل شواغل دنیا سے فارغ ہو۔

حدیث (۶۳۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ سَمِعْتُ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ . . . .

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا جب شام کا کھانا رکھا جائے اور ادھر نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو پہلے کھانے کو شروع کرو۔

حدیث (۶۳۳) حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا قُدِّمَ الْعَشَاءُ فَابْدَءُوْا بِهٖ قَبْلَ اَنْ تُصَلُّوْا صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَائِكُمْ . . الحديث . .

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب شام کا کھانا پہلے آجائے تو مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے اس کو شروع کرو۔ اور اپنے شام کے کھانے سے جلدی نہ کرو کہ نماز پڑھنے لگو۔

حدیث (۶۳۴) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا وُضِعَ عَشَاءُ اَحَدِكُمْ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ وَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَؓ يُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلٰوةُ فَلَا يَاْتِيْهَا حَتّٰى يَفْرُغَ وَاِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ وَقَالَ زُهَيْرٌ وَوَهْبُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهٗ مِنْهُ وَاِنْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ . الحديث

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا کھانا رکھا جائے اور تکبیر نماز کی کہی جاچکی ہو تو کھانے سے ابتدا کرو اور جلدی نہ کی جائے یہاں تک کہ کھانے سے فارغ ہو جائے۔ چنانچہ ابن عمرؓ کیلئے کھانا رکھا جاتا تھا اور ادھر نماز کھڑی ہو جاتی تھی تو جب تک کھانے سے فارغ نہ ہوتے تو نماز کو نہیں آتے تھے۔ حتی کہ وہ امام کی قراۃ کو سن رہے ہوتے تھے۔ اور زہیر کی سند سے ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے جب تم میں سے کوئی کھانا کھا رہا ہو تو جلدی نہ کرے یہاں تک کہ کھانے سے اپنی ضرورت پوری کرلے۔ اگرچہ نماز قائم ہو جائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس ترجمۃ الباب کے انعقاد سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ عشاء کی تخصیص نہیں۔ بلکہ مطلقا طعام

مراد ہے۔ کہ جب طعام حاضر ہو جائے تو اسے کھالینا چاہیئے خواہ وہ عشا کا وقت ہو یا غدوہ (صبح کا) وقت ہو۔ چنانچہ حضرت ابو الدرداءؓ نے اس سے بھی عموم مراد لیا کہ خواہ کوئی حاجت ہو اس کو پورا کر کے فارغ البال ہو کر نماز میں کھڑا ہو۔ زہد کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر اس چیز پر نماز کو مقدم کیا جائے جو شاق ہو۔ مگر فقہ اس کی اجازت نہیں دیتی بلکہ اس کا مقتضی ہے کہ مشاغل دنیویہ سے فارغ ہو کر نماز میں کھڑا ہونا چاہیئے۔ چونکہ مغرب کی نماز کا وقت تنگ ہوتا ہے اس لئے خصوصیت کے ساتھ بدؤا به قبل ان تصلوا صلوة المغرب فرمایا گیا۔ یعنی مغرب کی نماز کے پڑھنے سے بھی پہلے کھانا کھالینا چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حدیث میں اذا وضع العشاء واقيمت الصلوة فابدؤا بالعشاء کے الفاظ وارد ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کو کھانے سے مؤخر کرنا جائز ہے اور بظاہر عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ کھانے کے واسطے نماز کو مؤخر کیا جائے نیز اشرح السنة کی روایت میں ہے جیسا کہ مشکوٰۃ میں بھی منقول ہے کہ آنجناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ لاتؤخروا الصلوة لطعام ولا لغيره تو ان عقلی اور نقلی دلیلوں کا تقاضا ہے کہ نماز کو مؤخر نہ کرے۔ اب دونوں میں تعارض ہو گیا جس کی بنا پر علماء کرام کو توجیہ کی ضرورت پیش آئی۔ شافعیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مذکور فی الباب فساد طعام پر محمول ہے مطلب یہ ہے کہ کھانے کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اجازت ہے یہ توجیہ دراصل امام غزالیؒ کی ہے مگر چونکہ وہ شافعی المذہب ہیں اس لئے امام شافعیؒ کی طرف نسبت کر دی۔ اور مالکیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ قلت طعام پر محمول ہے کہ کھانا تھوڑا ہو اور کھانے والے زیادہ ہوں اور یہ ڈر ہو کہ اگر نماز پڑھنے چلا گیا تو سارا کھانا نمٹادیں گے۔ تو اس وقت پہلے کھانا کھالے پھر نماز پڑھے۔ حنفیہؒ حنابلہؒ فرماتے ہیں کہ اجازت اس وقت ہے جبکہ انشغال قلب کا اندیشہ ہو۔ یعنی اگر نہ کھائے گا تو اس کا خیال کھانے کی طرف لگا رہے گا۔ اگر ایسی صورت ہو تو اولاً کھانا کھالے پھر نماز پڑھے۔ اسی طرف امام بخاریؒ کا میلان ہے۔ کیونکہ حضرت ابو الدرداءؓ کا انہوں نے مقولہ نقل کیا ہے جس میں حتى يقبل على صلوته وقلبه فارغاً تاکہ فارغ البال ہو کر نماز کی طرف متوجہ ہو۔ امام بخاریؒ کا مسلک آثار مذکورہ فی الباب سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حضرت امام طحاویؒ نے اپنی کتاب مشکل الاثار میں فرماتے ہیں کہ صائم کے ساتھ خاص ہے۔ اور صلوٰۃ سے مراد صلوٰۃ خاص یعنی مغرب کی نماز مراد ہے۔ قبل ان تصلوا المغرب یہ جملہ امام طحاویؒ کی تائید کرتا ہے۔ اور جہاں عشاء کا لفظ آتا ہے وہاں اس سے مراد مغرب ہے۔ کیونکہ عشا کا اطلاق مغرب پر بھی ہوتا ہے۔ وذهب مدنی یہ دفع ایہام کے لئے فرمادیا۔

باب اِذَا دُعِیَ الْاِمَامُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَبِيَدِهٖ مَا يَاْكُلُ۔

ترجمہ۔ امام کو جب نماز کے لئے بلایا اور اس کے ہاتھ وہ چیز ہو جس کو کھا رہا تھا۔

حدیث (۶۳۵) حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ

ترجمہ۔ عمرو بن امیہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب

اَنَّ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ اَنَّ اَبَاهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُ ذِرَاعًا يَحْتَزُّ مِنْهَا فَدُعِيَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَقَامَ فَطَرَحَ السِّكِّيْنَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ . الحديث

رسول اللہ ﷺ کو بازو کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھاتے ہوئے دیکھا آپ کو نماز کی طرف بلایا گیا تو آپؐ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ چھری پھینک دی نماز پڑھی وضو نہ فرمایا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ یہ باب پہلے باب کے بالکل مخالف ہے۔ تو مصنفؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ وہ جو طعام کو مقدم کرنے کی اجازت دی گئی وہ تمہارے قلب کے اعتبار سے ہے۔ اگر نماز میں بے اطمینانی ہو تو پھر حاجت کو پورا کرلو۔ اگر اس قدر کھانا کھالیا کہ جس سے اطمینان حاصل ہو گیا۔ تو پھر اسے چھوڑ کر نماز کو مقدم کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپؐ پہلے کھانا کھاچکے تھے جس سے اطمینان حاصل ہو چکا تھا۔ روایت مطولہ میں یہ موجود ہے اسلئے اب آپؐ طعام کو چھوڑ کر نماز میں کھڑے ہو گئے۔ البتہ جن چیزوں سے انشغال القلب فی الصلوۃ نہیں رہتا اس کی اجازت ہے۔ ہر حاجت خواہ اس سے انشغال قلب ہو یا نہ ہو۔ اس کو پورا کرنے کی اجازت نہیں۔ اگلا باب اسی پر دلالت کرتا ہے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام بخاریؒ کی اس باب سے کیا غرض ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ الامام کی قید احترازی نہیں چونکہ حضور اکرم ﷺ امام تھے۔ اس لئے ترجمہ میں امام کا لفظ ذکر فرمادیا۔ اور غرض امام بخاریؒ کی یہ ہے کہ فابدئوا بالعشاء کا حکم اس وقت ہے جبکہ کچھ کھایا پیا نہ ہو۔ اور اگر کچھ کھالیا ہو تو پھر نماز پہلے پڑھے اور بعد میں کھائے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جب امام بخاریؒ نے الامام کا لفظ ذکر فرمادیا تو وہ قید ہی ہو گا۔ اور غرض یہ ہے کہ یہ امر عام لوگوں کے لئے ہے۔ اور امام کے لئے یہ ہے کہ وہ اوّلاً نماز پڑھائے اسی لئے حضور ﷺ نے اس وقت کھانا چھوڑ دیا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ عوام کے مشغول بالطعام رہنے سے لوگوں کا کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ان کو نماز پڑھادے گا۔ لیکن اگر امام خود ہی مشغول ہو گا تو لوگ اس کی وجہ سے مشغول ہوں گے۔ اور اس کی انتظار میں ٹھہریں گے الانتظار اشد من الموت ۔

بَاب مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَهْلِهٖ فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَخَرَجَ ۔

ترجمہ۔ کوئی شخص اپنے گھر کی کسی ضرورت میں ہو ۔ تکبیر نماز کہی جائے تو وہ نکل آئے۔

حدیث (۶۳۶) حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهٖ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ تَعْنِيْ خِدْمَةَ اَهْلِهٖ

ترجمہ۔ حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ جناب اپنے گھر کی خدمت میں رہتے تھے

فَاِذَاحَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوۃِ . الحدیث

جب نماز کا وقت حاضر ہو جاتا تو نماز کے لئے چلے جاتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ دوسرا استثنائ ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ صرف کھانے کی اجازت ہے۔ دنیا کے سارے دھندھوں کا یہ حکم نہیں ہے۔ ان سب سے فارغ ہو کر پھر نماز پڑھے۔ کیونکہ دنیا کے دھندے تو رات دن چلتے ہی رہتے ہیں اگر سب کو کھانے کے حکم میں کر دیا جائے تو لازم آئے گا کہ پھر نماز ہی نہ پڑھے۔ اور بعض حضرات کے نزدیک ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ حاجۃ اہل سے جماع مراد ہے کہ جماع کو مرجوع اور جماعت کو راجح قرار دیا جائے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اگر نماز کے وقت جماع کرے تو اس سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ والدین کی نافرمان ہوگی۔ اور پہلے معنی کی تفصیل شمائل میں ہے کہ ماکان الا بشرا من البشر یفلی ثوبه یحلب شاته ویخدم نفسه ویخیط ثوبه ویخصف نعله ویرقع دلوۃ یعنی آپؐ اپنے کپڑے سے جوئیں نکالتے تھے۔ اپنی بکری کا دودھ نکالتے تھے۔ اپنا کام خود کرتے تھے۔ اور اپنا کپڑا خود سی لیتے تھے۔ اپنا جوتا گانٹھ لیتے تھے۔ اور اپنے ڈول کو خود پیوند لگا لیتے تھے۔ بنابریں ائمہ کرام اپنے کام کو خود انجام دیتے تھے۔ اور یہی صالحین کا معمول رہا ہے۔ کذافی العینی والکرمانی۔

بَاب مَنْ صَلّٰی بِالنَّاسِ وَھُوَ لَایُرِیْدُ اِلَّااَنْ یُّعَلِّمَھُمْ صَلٰوۃَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَسُنَّتَهٗ ۔

ترجمہ۔ جو شخص لوگوں کو اس ارادہ سے نماز پڑھاتا ہے کہ وہ ان کو جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز سکھائے اور آپؐ کا طریقہ بتائے۔

حدیث (٦٣٧) حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَیْرِثِ فِیْ مَسْجِدِ نَاھٰذَا فَقَالَ اِنِّیْ لَاُصَلِّیْ بِکُمْ وَمَا اُرِیْدُ الصَّلٰوۃَ اُصَلِّیْ کَیْفَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَقُلْتُ لِاَبِیْ قِلَابَةَ کَیْفَ کَانَ یُصَلِّیْ قَالَ مِثْلَ شَیْخِنَا ھٰذَاوَ کَانَ الشَّیْخُ یَجْلِسُ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ قَبْلَ اَنْ یَّنْھَضَ فِی الرَّکْعَةِ الْاُوْلٰی... الحدیث.....

ترجمہ۔ ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ صحابی رسول ہماری اس مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تمہیں نماز پڑھاؤں گا لیکن میرا اپنا ارادہ نماز پڑھنے کا نہیں ہے۔ میں تو دیکھانا چاہتا ہوں کہ میں نے آنحضرت نبی اکرم ﷺ کو کیسے نماز پڑھتے دیکھا۔ ایوب کہتے ہیں کہ میں نے ابو قلابہؓ سے پوچھا کہ وہ کیسے نماز پڑھتے تھے۔ فرمایا ہمارے اس شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح اور وہ شیخ جلسہ استراحۃ اس طرح کرتے تھے کہ دوسری رکعت کی طرف اٹھنے سے پہلے جب پہلی رکعت کے سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تو بیٹھ جایا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ اس باب سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم صلوٰۃ کا ارادہ تو کرتا ہے مگر صلوٰۃ کا ارادہ نہیں کرتا۔

روایت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے ماارید الصلوۃ اصلی کہ میں نماز پڑھنا نہیں چاہتا لیکن اگر شبہ ہو کہ جب نماز کی نیت نہیں ہے تو پھر اس کا کیا اعتبار ہے۔ انما الاعمال بالنیات فرمان نبویؐ ہے۔ اور نیت فعل ارادی کا نام ہے فعل لسانی کا نام نہیں ہے۔ ہمارے احنافؒ نے تو الفاظ نیت کو بدعت تک کہا ہے۔ مگر قول فیصل یہ ہے کہ نیۃ باللسان مستحسن ہے تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ وہ فرمارہے ہیں کہ میں امام بن کر تمہیں نماز پڑھاتا ہوں نماز کی نیت نہیں ہے۔ تو معنی ہوں گے من صلی بالناس وصار اماما لھم لایرید به الاتعلیم الصلوۃ محض نفس صلوۃ کا ارادہ نہیں تعلیم کا بھی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حدیث پاک میں آتا ہے انا اغنی الشرکا ء عن الشرك یہ حدیث قدسی ہے جس کو آپؐ اللہ تعالیٰ سے نقل فرمارہے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اخلاص سے عبادت نہ کرے بلکہ دکھلاوے کیلئے کرے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس سے بالکل بے نیاز ہوں مجھ سے اس کے ثواب کی توقع نہ رکھے جس کے دکھلانے کے لئے کیا ہے اس سے ثواب طلب کرے اسی طرح حدیث پاک ہے کہ قیامت کے دن جہنم میں سب سے پہلے تین آدمی ڈالے جائیں گے۔ ایک عالم ریاکار۔ دوسرے مجاہد مرائی تیسرے سخی مرائی۔ تو اس سے بظاہر ایہام ہوتا تھا کہ اگر کوئی تعلیم کے واسطے نماز پڑھے تو وہ ان وعیدوں میں داخل ہو جائے گا۔ تو حضرت امام بخاریؒ اس کو مستثنیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تعلیم دینے کے لئے نماز پڑھے تو یہ اس کے اندر داخل نہیں۔ اس لئے کہ مدار نیت پر ہے۔ انما الاعمال بالنیات آپؐ کا ارشاد ہے یہاں پر چونکہ اس کی غرض تعلیم ہے لہذا اس کے اندر داخل نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ دکھلاوا تو دین ہے اسی واسطے صوفیا فرماتے ہیں کہ ریاءُ الشیخ خیر من اخلاص المریدین یعنی شیخ کا دکھلاوا مریدین کے اخلاص سے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ متبوع ہیں۔ لوگ جیسا ان کو دیکھیں گے ویسا ہی کریں گے۔ وکان شیخنا یجلس الخ شافعیہؒ نے اس حدیث سے جلسہ استراحۃ پر استدلال کیا ہے۔ اور جو جلسہ استراحۃ کے مسنون ہونے کے قائل نہیں ہیں وہ جواباً کہتے ہیں کہ جب شاگرد نے پوچھا کہ کیسے پڑھتے تھے تو کہا کہ ایسے ہی پڑھتے تھے جیسے لوگ پڑھتے ہیں۔ مگر رکعت ثانی سے پہلے بیٹھ کر پھر اٹھتے تھے۔ تو خود ہی معلوم ہو گیا کہ جمہور صحابہ کا عمل اس کے خلاف تھا۔ صرف حضرت مالک بن الحویرثؓ جلسہ استراحت کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آخر میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ اس وقت بوڑھے ہو چکے تھے۔ اس لئے جلسہ استراحۃ کر کے پھر اٹھتے تھے چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے انی قد بدنت میں بھاری ہو گیا ہوں۔

بَاب اَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ

ترجمہ۔ علم اور فضیلت والے لوگ امامت کے حقدار ہیں۔

حدیث (۶۳۸) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ مَرِضَ النَّبِیُّ ﷺ فَاشْتَدَّ مَرَضُهٗ

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ بیمار ہوئے یہاں تک کہ آپ کی بیماری

فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ اِنَّهٗ رَجُلٌ رَقِيْقٌ اِذَاقَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَعَادَتْ فَقَالَ مُرِيْ اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَاِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ فَاَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ فِيْ حَيٰوةِ النَّبِيِّ ﷺ .....

شدت پکڑ گئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ ابو بکر صدیق کو حکم سناؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ وہ نرم دل آدمی ہیں جب آپ کی جگہ پر کھڑا ہوگا تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکے گا آپ نے فرمایا کہ تم ابو بکر کو میرا حکم پہنچادو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے حضرت عائشہؓ کو پھر وہی پہلا کلمہ لوٹایا کہ ابو بکرؓ کو میرا حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تم تو یوسفؑ والی عورتیں ہو۔ تو ان کے پاس حضرت رسول اللہ ﷺ کا قاصد پہنچا تو انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔

حدیث (۶۳۹) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِيْ مَرَضِهٖ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ اِنَّ اَبَابَكْرٍ اِذَاقَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِيْ لَهٗ اِنَّ اَبَابَكْرٍ اِذَاقَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَهْ اِنَّكُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَاكُنْتُ لِاُصِيْبَ مِنْكِ خَيْرًا .. الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہ ام المؤمنینؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کی حالت میں فرمایا کہ ابو بکرؓ کو حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حضرت ابو بکرؓ جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو قراۃ نہیں سنا سکیں گے۔ آپ حضرت عمرؓ کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے بی بی حفصہؓ سے کہا کہ تو جا کر حضور انور ﷺ سے کہہ دے کہ حضرت ابو بکرؓ جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو آواز نہیں سنا سکیں گے آپ حضرت عمرؓ کو حکم دیں وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت حفصہؓ نے ایسا ہی کیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا رک جاؤ تم تو البتہ یوسف علیہ السلام والی عورتیں ہو حضرت ابو بکرؓ کو حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں جس پر حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ مجھے تو تیری طرف سے کوئی بھلائی نہیں پہنچی۔

حدیث (۶۴۰) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيُّ وَكَانَ تَبِعَ النَّبِيَّ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ خبر دیتے ہیں وہ جناب نبی اکرم ﷺ کے عقائد اور افعال میں پیروکار تھے۔ آپ کی

وَخَدَمَهٗ وَصَحِبَهٗ اَنَّ اَبَابَكْرٍ كَانَ يُصَلِّيْ لَهُمْ فِيْ وَجَعِ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوْفٌ فِي الصَّلٰوةِ فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ سِتْرَ الْحُجْرَةِ يَنْظُرُ اِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَاَنَّ وَجْهَهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَهَمَمْنَا اَنْ نَفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَنَكَصَ اَبُوْ بَكْرٍ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَارِجٌ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَشَارَ اِلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ اَنْ اَتِمُّوْا صَلٰوتَكُمْ وَاَرْخَى السِّتْرَ فَتُوُفِّيَ مِنْ يَوْمِهٖ ﷺ . الحديث.

خدمت کرتے رہے۔ اور آپ کی صحبت میں رہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اس بیماری میں لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں جس بیمار میں آپ کی وفات ہوئی۔ حتی کہ جب پیر کا دن آیا اور صحابہ کرام نماز میں صفیں باندھے کھڑے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے حجرہ کا پردہ کھولا۔ وہ کھڑے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ کا چہرا ایسا دمک رہا تھا جیسے قرآن مجید کا ورقہ پھر آپؐ مسکراتے ہوئے ہنس پڑے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھنے کی خوشی کی وجہ سے ہمارا خیال ہوا کہ کہیں فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ نماز سے ہی نکل جائیں۔ اور ابو بکر صدیقؓ بھی اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹ آئے۔ تاکہ صف میں آکر مل جائیں اور ان کا گمان تھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نماز کیلئے تشریف لانے والے ہیں۔ پھر آپؐ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ لٹکا دیا۔ اور اسی دن جناب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہو گئی۔

حدیث (٦٤١) حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ ﷺ ثَلٰثًا فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَذَهَبَ اَبُوْ بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهٗ فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا كَانَ اَعْجَبَ اِلَيْنَا مِنْ وَّجْهِ النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ وَضَحَ لَنَا فَاَوْمَاَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهٖ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ اَنْ يَّتَقَدَّمَ وَاَرْخَى النَّبِيُّ ﷺ الْحِجَابَ فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ.. الحديث.....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ تین دن جناب نبی اکرم ﷺ باہر تشریف نہ لائے ایک دن نماز کے لئے تکبیر کہی گئی۔ حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھنے لگے تو نبی اکرم ﷺ نے پردے کو پکڑا اور اسے اٹھا دیا۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ کا چہرہ انور ہمارے سامنے ظاہر ہوا تو جب سے چہرہ ظاہر ہوا تو ہم نے آپؐ کے چہرۂ انور سے زیادہ عجیب کوئی منظر نہ دیکھا۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے حضرت ابو بکرؓ کی طرف اشارہ کیا کہ وہ آگے بڑھیں اور آپؐ نے پردہ لٹکا دیا۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ کے دیکھنے کی کسی کو قدرت نہ ہوئی یہاں تک کہ آپؐ انتقال فرما گئے۔

حدیث (٦٤٢) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الخ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَجْعُهٗ قِيْلَ لَهٗ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ اِنَّ اَبَابَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيْقٌ اِذَا قَرَأَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ قَالَ مُرُوْهُ فَلْيُصَلِّ فَعَاوَدَتْهُ فَقَالَ مُرُوْهُ فَلْيُصَلِّ اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ الخ ....

حضور نبی اکرم ﷺ کے مرض نے شدت اختیار کی تو آپؐ سے نماز کے بارے میں کہا گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا وہ نرم دل آدمی ہے۔ جب قرأت شروع کرے گا تو اس پر رونا غالب آجائے گا۔ آپؐ نے فرمایا اس تک حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائے تو حضرت عائشہؓ نے پھر اپنی بات دہرائی آپؐ نے فرمایا انہیں تک حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ مصنفؒ کا مسلک وہی ہے جو جمہور کا ہے کہ احق بالامامة اعلمهم بالسنة ہے امام احمدؒ امام ابو یوسفؒ اور اسحاق بن راہویہؒ اقرأ کو احق بالامامة کہتے ہیں۔ مگر امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا جیسے اذا صلی قاعدا فصلوا قعودا منسوخ ہو گیا۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اقتدا القائم خلف القاعد تو جائز ہی نہیں۔ البتہ امام احمدؒ امام اسحاق اور جمہور فرماتے ہیں کہ قادر علی القیام خلف القاعد قائما یعنی کھڑے ہو کر پڑھ سکنے والا بیٹھے ہوئے کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ قاعدا نہ پڑھے۔ اس کو آگے خود مصنفؒ ذکر کریں گے کہ آپ کا ارشاد اذا صلی جالسا فصلوا جلوسا یہ مرض قدیم میں تھا۔ اس کے بعد آپؐ نے جالسا نماز پڑھی اور لوگ کھڑے تھے۔ آپؐ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں فرمایا۔ تو آپؐ کے آخری فعل کو لیا جائے گا کہ صلوة القائم خلف القاعد قیاما ہی ہو گی۔ تو یہ اذا صلی قاعدا فصلوا قعودا کے لئے ناسخ ہو گا۔ ایسے مرو ابا بکر فلیصل بالناس کا ارشاد یؤم القوم اقرأهم کیلئے ناسخ ہو گا۔ یہ توجیہ بھی کی گئی ہے کہ اس زمانہ میں جو اقرأ ہوتا تھا وہ اعلم بالسنة بھی ہوتا تھا۔ لیکن مصنفؒ اس کو اختیار نہیں کرتے۔ کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ حضرت ابی بن کعبؓ جو اقرأ تھے وہ اعلم بالسنة بھی تھے۔ حالانکہ وہ اعلم نہیں ہیں۔ اعلمنا ابو بکر کہا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؐ نے لوگوں کو قرآن مجید کے حفظ کی ترغیب دی۔ اور اسی قرأة قرآن پر نکاح کر دیتے تھے۔ غرضیکہ اس وقت قرآن مجید کا یاد کرنا اہم تھا۔ اس لئے آپؐ نے ترغیباً (رغبت دلانے کے لئے) یہ فرمایا تھا۔ مگر جب مدا ولة ہو گئی تو پھر یہ حکم نہ رہا۔ جیسے مؤلفة القلوب کیلئے ایک زمانہ خاص تک غنیمت صدقات کے مال کا حکم تھا۔ ایسے غسل یوم الجمعه کے وجوب کا حکم بھی ایک زمانہ خاص تک تھا جیسے وہ منتهی ہو گئے ایسے یہ قراۃ والا حکم بھی منتهی ہو گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ مسئلہ یہ ہے کہ احق بالامامة ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اعلم بالسنة ہے۔ پھر اقرأ ہے۔ اور امام احمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اقرأ ہے۔ پھر اعلم ہے۔ کوئی ایسا اختلاف نہیں۔ ما کنت لاصیب منك خیرا اس سے یوم الغسل (شہد والا) کے واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہاں بھی حضرت عائشہؓ نے پٹی پڑھائی تھی اور ڈانٹ پڑ گئی۔ حتی اذا کان یوم الاثنین

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سترہ نمازیں پڑھائی ہیں۔ اس میں میری رائے یہ ہے کہ ایک نماز میں حضور اکرم ﷺ درمیان میں تشریف لائے کانه ورقه مصحف قاعدہ یہ ہے کہ جب مقربین بارگاہ ربانی قریب الموت ہوتے ہیں تو ان پر انوار کی کثرت ہو جاتی ہے کما شاهدنا ذلك في المشائخ (جیسا کہ ہم نے اپنے بزرگوں میں اس کا مشاہدہ کیا) پھر نبی اکرم ﷺ کا کیا پوچھنا آپؐ چونکہ رخصت ہونے والے تھے اس لئے انوار کی کثرت ہوئی اس کی روشنی محسوس ہوئی۔ اس پر صحابہ کرامؓ سمجھے کہ آپ کو صحت ہو گئی۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ نماز کے بعد گھر چلے گئے حالانکہ وہ سنبھالا تھا۔ جیسے مریض جب مرنے کو ہوتا ہے تو مرنے سے پہلے اچھا خاصہ معلوم ہونے لگتا ہے اب تشبیہ یا تو انوار میں ہے یا صفائی کاغذ میں ہے۔ یہی وہ آخری نماز ہے جبکہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کو نماز پڑھتے دیکھا اور یہی وہ آخری نظر ہے آپؐ نے جو اپنی امت پر ڈالی۔ اور دیکھا کہ لاڈلا ابو بکرؓ کام سنبھالے ہوئے ہے۔ اور انشاء اللہ آئندہ بھی سنبھال لے گا۔ اور اس باب کے انعقاد سے امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید فرمائی ہے۔ کیونکہ آپؐ نے حضرت ابی بن کعب کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ اقرؤهم ہیں اور اس خطاب میں تمام صحابہؓ حتی کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی داخل ہیں۔ تو جب حضرت ابو بکرؓ سے بھی زیادہ قاری ابی بن کعبؓ ہیں۔ لیکن پھر بھی حضرت ابو بکرؓ کو امام بنایا گیا تو یہ دلیل ہے کہ اعلم مقدم ہوتا ہے۔

بَابُ مَنْ قَامَ اِلٰی جَنْبِ الْاِمَامِ لِعِلَّةٍ

ترجمہ۔ کسی سبب کوئی شخص امام کے پہلو میں کھڑا ہو تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۶۴۳) حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيٰى الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَبَا بَكْرٍ ؓ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِيْ مَرَضِهٖ فَكَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ فَاِذَا اَبُوْ بَكْرٍ يَّؤُمُّ النَّاسَ فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْ بَكْرٍ اسْتَاْخَرَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ اَنْ كَمَا اَنْتَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِذَاءَ اَبِيْ بَكْرٍ اِلٰى جَنْبِهٖ فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يُّصَلِّيْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ ؓ. الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی مرض سے حضرت ابو بکرؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں چنانچہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اندر خفت محسوس کی تو باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہیں۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے آپ کو دیکھ لیا تو پیچھے ہٹنے لگے۔ حضور انور ﷺ نے ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے آپ تھے ویسے رہیں۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے مقابل ان کے پہلو میں آکر بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھتے تھے۔ اور لوگ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نماز کو دیکھ کر نماز پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مسئلہ یہ ہے کہ جس وقت مقتدی بہت ہوں تو بالاجماع امام مقدم ہو گا۔ اور اگر مقتدی ایک ہو تو وہ امام کی داھنی طرف کھڑا ہو گا۔ حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں لیکن اگر باوجود کثرت ... ین کے کسی ضرورت کی وجہ سے امام کے پہلو میں کھڑا ہو جائے تو جائز ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے کیا۔ اسی جواز کو بیان کرنے کے لئے یہ باب منعقد کیا گیا ہے۔

بَاب مَنْ دَخَلَ لِيَؤُمَّ النَّاسَ فَجَاءَ الْإِمَامُ الْأَوَّلُ فَتَأَخَّرَ الْأَوَّلُ أَوْلَمْ يَتَأَخَّرْ جَازَتْ صَلٰوتُهٗ فِيْهِ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ...

ترجمہ۔ ایک شخص نے امامت شروع کر دی پھر اصلی (معین) امام آن پہنچا اب پہلا شخص پیچھے سرک گیا (مقتدیوں میں آن ملا) یا نہیں سرکا ہر حال میں اس کی نماز جائز ہو گی۔ اس باب میں حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی۔

حدیث (۶۴۴) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَهَبَ اِلٰى بَنِيْ عَمْرِو وابْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍؓ فَقَالَ اَتُصَلِّيْ لِلنَّاسِ فَاُقِيْمَ قَالَ نَعَمْ فَصَلّٰى اَبُوْ بَكْرٍؓ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسُ فِي الصَّلٰوةِ فَتَخَلَّصَ حَتّٰى وَقَفَ فِي الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ الْتَفَتَ فَرَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍؓ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا اَمَرَهٗ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ اسْتَاْخَرَ اَبُوْبَكْرٍؓ حَتّٰى اسْتَوٰى فِي الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍؓ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَثْبُتَ اِذْ اَمَرْتُكَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍؓ مَا كَانَ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد الساعدی سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے درمیان صلح کرانے کیلئے تشریف لے گئے نماز عصر کا وقت ہو گیا تو مؤذن حضرت بلالؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس حاضر ہوئے اور فرمایا کہ اگر آپ لوگوں کو نماز پڑھادیں تو میں تکبیر کہہ دوں انہوں نے فرمایا ہاں۔ پس ابو بکر صدیقؓ نے نماز شروع کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جبکہ لوگ نماز میں تھے صفوں سے بچتے بچاتے پہلی صف میں جا کر کھڑے ہو گئے لوگوں نے تالیا پیٹنی شروع کر دیں اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنی نماز میں اِدھر اُدھر نہیں دیکھتے تھے پس جب لوگوں نے بہت دیر تک تالی بجائی تب ابو بکرؓ ادھر متوجہ ہوئے تو جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا جناب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اشارہ سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو لیکن ابو بکرؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ کی حمد بیان کی اس بات کی وجہ سے جس کا حضور ﷺ نے ان کو حکم دیا تھا پھر پیچھے ہٹ گئے اور صف میں برابر کھڑے ہو گئے اور جناب رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی جب پڑھ کر فارغ ہوئے تو ابو بکر صدیقؓ سے فرمایا کہ جبکہ میں نے آپ کو حکم دیا تھا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَالِیْ رَاَیْتُکُمْ اَکْثَرْتُمُ التَّصْفِیْقَ مَنْ نَابَهٗ شَیْءٌ فِیْ صَلٰوتِهٖ فَلْیُسَبِّحْ فَاِنَّهٗ اِذَا سَبَّحَ اُلْتُفِتَ اِلَیْهِ وَاِنَّمَا التَّصْفِیْقُ لِلنِّسَاءِ . الحدیث...

تو آپ کو ٹھہرے رہنے سے کس چیز نے روکا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ ابو قحافہ کے بیٹے کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑا ہو اور جناب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم نے کثرت سے تالیاں کیوں بجائیں۔ جس کو نماز میں کوئی امر پیش آجائے تو وہ تسبیح سبحان اللہ کہے کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو اس کی طرف توجہ کی جائے گی تالی بجانا تو عورتوں کے لئے ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ فجاء الامام الاول فتاخر الاول اس جگہ اشکال ہوتا ہے کہ المعرفة اذا اعیدت تراد بها عین الاولی یعنی اسم معرفہ کو جب دوبارہ لایا جائے تو اس سے بعینہ پہلا مراد ہوتا ہے اگر یہی قاعدہ کلیہ ہے تو پھر ترجمہ کی عبارت کے معنی صحیح نہیں ہوتے۔ تو کہا جائے گا کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ اکثریہ ہے۔ یہاں پر امام الاول سے امام راتب مراد ہے۔ اور فاخر الاول سے امام نائب یعنی امام عارضی مراد ہے۔ اس پر پھر اشکال ہے کہ اگر عارضی امام متاخر ہو جائے تو پھر نماز میں تداخل لازم آئے گا۔ اگر متاخر نہ ہو تو پھر اجتماع اصل اور عارضی کا ہوگا۔ حالانکہ آب آمد تیمم رفت مشہور ہے۔ تو اس کے بارے میں مصنفؒ فرماتے ہیں کہ نماز کا حکم تیمم جیسا نہیں ہے بلکہ اس میں دونوں صورتیں جائز ہیں۔ چنانچہ روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔ مامنعك ان تثبت اذا مرتك اگر شبہ ہو کہ مکہ معظمہ میں دو آدمی مشہور تاجر تھے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور امیہ بن خلف۔ حضرت صدیق اکبرؓ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور اسلام کی اشاعت میں بہت کچھ مال و دولت صرف کیا۔ اور بہت سے غلام اور باندیوں کو خرید کر آزاد کیا۔ غزوۂ تبوک میں ساری جائیداد چندہ میں دے دی۔ اتنی فضیلت کے مالک آپ کا حکم نہیں مانتے۔ چونکہ آپؐ کا یہ ارشاد صدیق اکبرؓ کی دل جمعی کے لئے تھا۔ اس کو حکم وجوبی نہیں سمجھا۔ جب آپؐ تشریف لائے تو صدیق اکبرؓ شکریہ ادا کرتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے بھی محسوس نہیں فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام راتب کہیں چلا جائے اور نماز کھڑی ہو جائے پھر وہ امام آجائے تو جمہور فرماتے ہیں کہ امام راتب اس امام کی اقتدا کرے اور حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایسی صورت ہوئی تو امام کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہوگا۔ یا تو وہ امام کی اقتداء کرے یا آگے بڑھ جائے اور یہ عارضی امام ہٹ جائے۔ یہی امام بخاریؒ کی رائے ہے۔ استدلال حضرت ابو بکرؓ کی روایت سے ہے کہ حضور اقدس ﷺ بنو عمرو بن عوف میں ۵ھ یا ۶ھ میں صلح کرانے کیلئے تشریف لے گئے اور بلالؓ سے کہہ گئے۔ کہ اگر نماز کا وقت ہو جائے تو ابو بکرؓ سے کہہ دینا کہ وہ نماز پڑھادیں۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت بلالؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ حضور اقدس ﷺ نماز کے متعلق فرما گئے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ گئے۔ نماز شروع ہو گئی۔ ابھی ہو رہی تھی کہ حضور اقدس ﷺ تشریف لے آئے صحابہؓ نے دیکھ کر تالیاں بجانی شروع کر دیں حضرت ابو بکرؓ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ نماز میں اِدھر اُدھر توجہ نہیں فرمایا کرتے تھے جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں۔ تو حضرت ابو بکرؓ متوجہ ہوئے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے۔ پیچھے ہٹنا چاہا

تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا امکث مکانك (اپنی جگہ ٹھہرے رہو) مگر ابو بکر صدیقؓ سے نہ رہا گیا پیچھے ہٹ گئے۔ حضور آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ تو اب اس سے استدلال یوں ہے کہ آپؐ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ٹھہرے رہنے کا امر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام راتب کو اقتدا جائز ہے۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نہیں ٹھہرے بلکہ پیچھے ہٹ گئے۔ پھر نبی اکرم ﷺ آگے بڑھ گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام راتب کو آگے بڑھ جانے کا اختیار ہے۔ جمہور جواب دیتے ہیں کہ چونکہ ابو بکر صدیقؓ رقیق القلب تھے اور پڑھا نہیں سکتے تھے بلکہ حصر ہو گیا تھا۔ جیسا کہ ابو بکرؓ کے ارشاد ما کان لابن ابی قحافه الخ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے حضور ﷺ نے نماز پڑھائی اب یہاں اشکال ہے کہ حضرت ابو بکرؓ تو پیچھے ہٹ گئے تھے۔ لیکن حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ پیچھے نہیں ہٹے تھے۔ جبکہ حضور اکرم ﷺ کو کسی وجہ سے فجر کے وقت دیر ہو گئی تھی تو لوگوں نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو آگے بڑھا دیا تھا بعد میں نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو حضرت عبد الرحمٰنؓ نے پیچھے ہٹنا چاہا تو حضور ﷺ نے کھڑے رہنے کو فرمایا اس پر حضرت عبد الرحمٰنؓ کھڑے رہے۔ اور حضور ﷺ نے ان کے پیچھے نماز پڑھی جیسا کہ ابو داؤد وغیرہ میں ہے اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ حضرت عبد الرحمٰنؓ کے واقعہ میں ایک رکعت ہو چکی تھی۔ تو خوف تھا کہ آگے پیچھے ہونے میں کوئی گڑبڑ ہو گئی تو نماز ہی چلی جائے گی۔ اس لئے کہ آخری وقت میں نماز شروع ہوئی تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو حصر یعنی رکاوٹ ہو گئی تھی اسلئے پیچھے ہٹ گئے تھے۔ اور حصر ہو جانا کوئی قادح نہیں جو جتنا اونچا ہوتا ہے وہ اتنا ہی بڑوں کا قدر شناس ہوتا ہے۔ قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

جتنی ابو بکرؓ کے دل میں حضور اکرم ﷺ کی عظمت ہو گی۔ وہ ظاہر ہے حضرت عبد الرحمٰنؓ کے دل میں اتنی نہیں ہو گی۔ بلکہ حضرت ابو بکرؓ کے آس پاس تو حضرت عمرؓ بھی نہیں تھے۔ اور تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے جانب ادب کی رعایت کی۔ اور حضرت عبد الرحمٰنؓ نے جانب امتثال امر کی۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ جانب ادب اولیٰ ہے یا امتثال امر۔ جو ثانی کو افضل کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ امر کے اندر امر کا نص موجود ہے اور ادب کے اندر وہ اپنے زعم کے مطابق ایک کام کر رہا ہے۔ نیز! آمر کے امر کو نہ ماننا یہ اس کے امر کی اہانت ہے۔ اور جو حضرات ادب کے ملحوظ رکھنے کو افضل قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کچھ بھی ہو بس تم یہ دیکھ لو کہ ادب کس نے کیا اور کس نے امتثال امر کیا۔ اور پھر خود ہی فیصلہ کر لو ادب کرنے والے تو ابو بکر صدیقؓ ہیں اور تم کو معلوم ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کون ہیں۔ اور امتثال امر کرنے والے حضرت عبد الرحمٰنؓ ہیں۔ اب دونوں کے افعال کا موازنہ کر لو۔

انما التصفیق للنساء یہ مسئلہ مستقلاً آگے آرہا ہے۔ جمہور تفریق فرماتے ہیں کہ عورت تصفیق (تالی بجائے) کرے۔ اور مرد تسبیح پڑھے۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ دونوں تسبیح پڑھیں۔ مالکیہؒ فرماتے ہیں کہ انما التصفیق للنساء علامت کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ مگر چونکہ سنن کی روایات میں فلیسبح الرجال ولیصفیق للنساء آیا ہے اس لئے ائمہ ثلاثہ تفریق کے قائل ہیں باب کی اس حدیث سے احنافؒ کے ایک اصول کی تائید ہو رہی ہے کہ اگر امام قرأت سے عاجز ہو جائے تو دوسرے شخص کو امام بنا دیا جائے جیسا کہ روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔ من نابه شیء فی صلوة اس میں تسبیح کا امر ہے اور من نابه عام ہے عورت اور مرد دونوں کیلئے

اسی بناء پر مالکیہؒ فرماتے ہیں کہ مرد و عورت دونوں کو سبحان اللہ کہنا چاہئے۔ جمہور کے نزدیک مرد کیلئے تسبیح اور عورت کے لئے تالی بجانا ہے۔ اور استدلال دوسری روایت سے ہے التسبح للرجال والتصفیق للنساء حضرات مالکیہؒ اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس کا تعلق نماز سے نہیں۔ بلکہ مطلق ایک عادت بیان فرمائی ہے۔ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ اس جملہ کے بعد اتنی عبارت اور ہے فلیسبح الرجال الخ یہ دلیل ہے کہ آپؐ نے یہ مسئلہ نماز ہی کے متعلق بیان فرمایا ہے۔

بَاب اِذَا اسْتَوَوْا فِی الْقِرَآءَةِ فَلْيَؤُمَّهُمْ اَكْبَرُهُمْ۔

ترجمہ۔ جب قرأۃ میں سب برابر ہوں ان میں سے بڑی عمر والا امامت کرائے

حدیث (٦٤٥) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ فَلَبِثْنَا عِنْدَهُ نَحْوًا مِّنْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّكَانَ النَّبِيُّ ﷺ رَحِيْمًا فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ اِلٰى بِلَادِكُمْ فَعَلَّمْتُمُوْهُمْ مُرُوْهُمْ فَلْيُصَلُّوْا بِصَلٰوةِ كَذَا فِيْ حِيْنَ كَذَا وَصَلٰوةِ كَذَا فِيْ حِيْنَ كَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں کہ ہم چند نوجوان جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے قریبا بیس راتیں آپؐ کے ہاں ٹھہرنے کا موقعہ ملا۔ آپؐ بڑے مہربان تھے۔ فرمایا اگر تم اپنے شہروں کو واپس لوٹو انہیں دین کی تعلیم دو۔ ان کو حکم دو کہ فلاں نماز فلاں وقت میں ادا کرو اور فلاں نماز فلاں وقت میں۔ پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم سے ایک تمہارے لئے اذان کہے اور تم میں سے بڑی عمر والا امامت کرائے

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ترجمہ تو یہ ہے کہ جب قرأۃ میں برابر ہوں تو اکبر سنا امامت کرے مگر روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ تو کہا جائے گا کہ یہ چند نوجوان جو بیس دن تک آپؐ کے پاس رہے ہیں۔ ظاہر ہے جو تعلیم اس عرصہ میں حاصل کی ہوگی اس میں یہ سب برابر ہوں گے اسلئے اب اکبر سنا احق بالا مامۃ ہوگا۔ تو اس سے وہ تعارض بھی رفع ہو جائے گا کہ پہلے تو فرمایا تھا فلیؤم اقرأکم اور یہاں فرمارہے ہیں فلیؤم اکبر کم تو یہ ارشاد بعد استواء ھم فی القرأۃ کے ہے۔

بَاب اِذَا زَارَ الْاِمَامُ قَوْمًا فَاَمَّهُمْ

ترجمہ۔ جب کسی قوم کے ملنے کیلئے جائے اور اس کی امامت کرے

حدیث (٦٤٦) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ اَسَدٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكِ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ

ترجمہ۔ حضرت عتبان بن مالک انصاری فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے

اسْتَاذَنَ النَّبِیُّ ﷺ فَاَذِنْتُ لَهٗ فَقَالَ اَیْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّیَ مِنْ بَیْتِكَ فَاَشَرْتُ لَهٗ اِلَی الْمَكَانِ الَّذِیْ اُحِبُّ فَقَامَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا. الحدیث..

اجازت دے دی۔ تو آتے ہی آپؐ نے فرمایا کہ آپ اپنے گھر کے کون سے حصہ میں نماز پڑھنا پسند کرتے ہیں۔ میں نے اس مکان کی طرف اشارہ کر دیا جس کو میں پسند کرتا تھا۔ تو حضور انور ﷺ کھڑے ہوئے ہم نے آپؐ کے پیچھے صف باندھی نماز کے آخر میں آپؐ نے سلام پھیرا ہم نے بھی سلام پھیرا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس باب سے مصنفؒ ایک شبہ کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں کہ ترمذی شریف میں ہے **لایؤم الرجل فی سلطانه ولایجلس فی تکرمته الاباذنه** اس میں مختلف اقوال ہیں کہ باذنه کا تعلق دونوں سے ہے یا ایک سے ہے تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ باذنه کا تعلق دونوں سے ہے۔ جیسا کہ حضرت عتبان بن مالکؓ کے واقعہ سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ امام زائر باذن الامام امامت کرا سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ سنن کی روایت میں ہے **من زار قوما فلایؤمهم ولیؤمهم رجل منهم** اور دوسری روایت میں ہے **لا یؤمن الرجل الرجل فی سلطانه الخ** ان روایات کا تقاضا ہے کہ اگر امام کہیں جائے تو وہ نماز پڑھائے کیونکہ حکم عام ہے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ نہی عام لوگوں کے واسطے ہے۔ اور امام کو چونکہ ولایت عامہ حاصل ہے اس لئے وہ پڑھا سکتا ہے۔ لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو تو حضرت عتبانؓ نے خود ہی بلایا تھا۔ پھر اجازت وغیرہ کا کیا مطلب ؟ اس کا جواب یوں دیا جا سکتا ہے کہ حضرت عتبانؓ نے حضور اقدس ﷺ سے نماز پڑھنے کی درخواست کی تھی۔ امامت کرنے کو نہیں کہا تھا۔ کسی کے پیچھے پڑھ لیتے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے پڑھائی۔ مگر اشکال وہی ہے۔ یہ حضرت امام بخاریؒ کے استدلال کے موافق جواب ہو جائے گا۔ مگر جب انہوں نے بلایا تھا تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ حضور ﷺ وہاں جا کر کسی کی اقتدا کریں گے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ان روایات سے امیر المؤمنین امام اعظم کا استثنا کرنا مقصود ہے کہ اس کو اجازت ہے کہ وہ ہر شخص کی جگہ پر نماز پڑھائے کیونکہ ان کو ولایت عظمیٰ حاصل ہے۔ اس بنا پر امام کی قید احترازی ہوگی علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام کی قید اتفاقی ہے۔ اور امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ ان روایات میں جو نہی وارد ہے وہ وجوبی نہیں۔ بلکہ اگر کوئی پڑھا دے تو بلا کراہت نماز ہو جائے گی۔

باب اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ

وَصَلَّی النَّبِیُّ ﷺ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْهِ بِالنَّاسِ وَهُوَ جَالِسٌ وَّقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اِذَا رَفَعَ قَبْلَ الْاِمَامِ یَعُوْدُ فَیَمْكُثُ بِقَدْرِ

ترجمہ۔ امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے حضور اکرم ﷺ نے اپنی اس مرض میں بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی جس مرض میں آپؐ کی وفات ہوئی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی

مَارَفَعَ ثُمَّ يَتْبَعِ الْاِمَامُ وَقَالَ الْحَسَنُ فِيْمَنْ يَرْكَعُ مَعَ الْاِمَامِ رَكْعَتَيْنِ وَلَايَقْدِرُ عَلَى السُّجُوْدِ يَسْجُدُ لِلرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَقْضِى الرَّكْعَةَ الْاُوْلٰى بِسُجُوْدِهَا وَفِيْمَنْ نَسِيَ سَجْدَةً حَتّٰى قَامَ يَسْجُدُ ۔۔۔

امام سے پہلے اٹھ گیا۔ تو اتنی اٹھنے کی مقدار رک جائے پھر امام کی پیروی کرے۔ حضرت حسن بصریؒ اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جس نے امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں لیکن وہ سجدہ پر قادر نہیں ہو سکا تو دوسری رکعت کیلئے دو سجود کرے پھر پہلی رکعت کو اسکے سجدے کے ساتھ قضا کرے اور اس شخص کے بارے میں فرمایا جو سجدہ بھول کر کھڑا ہو گیا تو سجدہ کرے۔

حدیث (٦٤٧) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ (الخ)

دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ اَلَا تُحَدِّثِيْنِىْ عَنْ مَرَضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ بَلٰى ثَقُلَ النَّبِىُّ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِىْ مَآءً فِى الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِىَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَاهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِىْ مَآءً فِى الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِىَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَاهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِىْ مَآءً فِى الْمِخْضَبِ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِىَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَاهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَالنَّاسُ عُكُوْفٌ فِى الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُوْنَ النَّبِىَّ ﷺ لِصَلٰوةِ الْعِشَاءِ

ترجمہ۔ حضرت عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی کہ کیا آپ جناب نبی اکرم ﷺ کی بیماری کے متعلق بیان نہیں فرمائیں گی انہوں نے فرمایا کیوں نہیں۔ حضور اقدس ﷺ جب بیمار ہوئے تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے ہم نے کہا نہیں یارسول اللہ ﷺ وہ تو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا اچھا ٹب میں میرے لئے پانی رکھو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ہم نے ایسا کیا آپؐ نے غسل فرمایا۔ آپؐ اٹھنے لگے تو آپؐ پر بے ہوشی طاری ہو گئی پھر افاقہ ہوا تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی۔ ہم نے عرض کیا نہیں وہ تو آپؐ کا یارسول اللہ انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا اچھا ٹب میں میرے لئے پانی رکھو فرماتی ہیں ہم نے ایسا کیا۔ آپؐ نے غسل فرمایا پھر اٹھنے لگے تو بیہوشی طاری ہو گئی۔ افاقہ ہوا تو پھر پوچھا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں ہم نے کہا نہیں یارسول اللہ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا اچھا ٹب میں میرے لئے پانی رکھو آپؐ اٹھ کر بیٹھے غسل فرمایا پھر اٹھنے لگے تو بے ہوشی طاری ہو گئی۔ پھر افاقہ ہوا تو فرمانے لگے کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے

الْاٰخِرَةِ فَاَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ بِاَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَاَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَاْمُرُكَ اَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّكَانَ رَجُلاً رَّقِيْقًا يَاعُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اَنْتَ اَحَقُّ بِذٰلِكَ فَصَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ تِلْكَ الْاَيَّامَ ثُمَّ اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَجَدَ مِنْ نَّفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ اَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ لِصَلٰوةِ الظُّهْرِ وَاَبُوْ بَكْرٍ يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَلَمَّارَاٰهُ اَبُوْ بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَاَخَّرَ فَاَوْمٰى اِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ بِاَنْ لَّايَتَاَخَّرَ فَقَالَ اَجْلِسَانِيْ اِلٰى جَنْبِهٖ فَاَجْلَسَاهُ اِلٰى جَنْبِ اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ فَجَعَلَ اَبُوْ بَكْرٍ يُّصَلِّيْ وَهُوَ يَاْتَمُّ بِصَلٰوةِ النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسُ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّالنَّبِيُّ ﷺ قَاعِدٌ قَالَ عُبَيْدُاللّٰهِ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهٗ اَلَا اَعْرِضُ عَلَيْكَ مَاحَدَّثَتْنِيْ عَآئِشَةُ عَنْ مَّرَضِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ هَاتِ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَدِيْثَهَا فَمَااَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًاغَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِيْ كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَاقَالَ هُوَ عَلِيٌّ . الحديث .....

ہم نے کہایا رسول اللہ وہ آپؐ کے انتظار میں ہیں۔اور لوگ مسجد میں بیٹھے جناب نبی اکرم ﷺ کا عشاء کی نماز کے لئے انتظار کررہے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف قاصد بھیجا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھادیں پس قاصد حضرت بلالؓ نے پہنچ کر حضور اکرم ﷺ کا پیغام دیا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھادیں۔ حضرت ابو بکرؓ نرم دل آدمی تھے۔ حضرت عمرؓ سے کہنے لگے کہ تم نماز پڑھاؤ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپؓ اس کے زیادہ حقدار ہیں تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان دنوں کی نماز پڑھائی۔ پھر حضور ﷺ کو اپنے اندر کچھ تخفیف محسوس ہوئی تو دو آدمیوں کے سہارے باہر تشریف لائے۔ ان دو میں سے ایک حضرت عباسؓ تھے۔ یہ ظہر کی نماز کا وقت تھا۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ لوگوں کو نماز پڑھارہے تھے۔ جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹیں حضور انور ﷺ نے فرمایا تم دونوں مجھے ان کے پہلو میں بٹھلا دو۔ چنانچہ آپؐ کو حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں بٹھلا دیا گیا حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھانے لگے تو وہ نبی اکرم ﷺ کی اقتداء کرتے تھے۔ اور لوگ حضرت ابو بکرؓ کی نماز کی اقتدا کرتے تھے۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ بیٹھنے والے تھے۔ عبید اللہ فرماتے ہیں میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے پاس حاضر ہوا۔ تو میں نے کہا کیا آپ کو وہ حدیث نہ سناؤں جو حضرت عائشہؓ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے مرض کے بارے میں مجھے بیان کی ہے تو انہوں نے فرمایا لاؤ بیان کرو۔ میں نے ان کی ساری حدیث پیش کر دی۔ انہوں نے اور تو کسی چیز کا انکار نہ کیا سوائے اس کے پوچھا کیا انہوں نے اس آدمی کا نام بھی لیا جو حضرت عباسؓ کے ساتھ تھے میں نے کہا نہیں فرمایا وہ حضرت علیؓ تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ اقتدا کیلئے ضروری ہے کہ فعل امام پہلے ہو اور فعل مقتدی بعد میں ہو۔ اور جو فعل امام کرے وہی مقتدی کرے۔

اور ایک صورت یہ ہے کہ مقتدیوں کا فعل مقدم ہو اور امام کا فعل مؤخر ہو۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ دونوں کا فعل مشترک ہو۔ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ امام کا فعل کچھ ہو اور مقتدیوں کا کچھ اور ہو۔ ان میں سے کون سی صورت جائز ہے اور کون سی ناجائز ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ تقدم تو ناجائز ہے۔ البتہ اشتراك فی الفعل اور تاخر جائز ہے۔ اور مماثلة فی الفعل جہاں وارد ہوئی ہے اس کو لیا جائے گا۔ الافلا (ورنہ نہیں) مصنفؒ کا مقصد یہی ہے۔ بعض شوافع تقدم کی بھی اجازت دیتے ہیں کہ اگر مقتدی امام کے آگے کھڑا ہو جائے تو بھی اقتدا جائز ہے۔ قال الحسن فیمن یر کع مع الامام امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے مع الامام رکعتوں کی ادا کرنے کی نیت کی مگر ازدحام کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکا اور ثانی رکعت کے لئے دو سجدے کر لئے تو رکعت اولیٰ کے سجدہ کو پھر قضا کرے گا۔ اور یہ سجدہ بعد فراغ الامام ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ تاخیر اقتدا کے مخالف نہیں جیسے اشتراک فعل اقتدا میں پایا جاتا ہے۔ ایسے تاخر فی الفعل بھی جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص رکعت اولیٰ کا سجدہ بھول گیا تو وہ یاد آنے پر کھڑا ہو کے سجدہ ادا کر سکتا ہے۔ تاخر سے فوت ہونا لازم نہیں آتا اگر آخر رکعت میں یاد کرے تو تین سجدوں سے نماز مکمل ہو جائے گی۔ اگر قبل از سلام یہ سجدہ یاد آیا تو پھر بھی ایک سجدہ کرے اگر بعد انقضاءِ صلوۃ (نماز ختم ہونے کے بعد) سجدہ یاد آیا تو پھر نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔ تو باوجودیکہ اما کی مخالفت پائی جاتی ہے مگر متابعت امام ضروری ہے۔ چنانچہ آخر میں مصنفؒ نے جو روایت پیش کی ہے اور اس میں حمیدی کا قول نقل کر کے کہا کہ اگرچہ مقتدی کا فعل امام کے مخالف ہے مگر اس کی متابعت ضروری ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ روایت مذکورہ فی الباب بطریق متعددہ کثرت سے منقول ہے۔ اسی بنا پر جمہور نے اسے معمول بھا قرار دیا ہے۔ حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس کے سارے اجزاء معمول بھا ہیں۔ مگر اذا صلی جلوسا فصلوا جلوسا یہ مستثنیٰ ہے اس لئے کہ یہ جحش ساق (پنڈلی کے زخمی ہونے) والا واقعہ ہے جو ۵ھ میں پیش آیا۔ اور حضور انور ﷺ نے مرض الوفات ۱۱ھ میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور صحابہ کرامؓ نے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ جمہور کے نزدیک اگر امام کسی عذر کی بنا پر بیٹھ کر پڑھے تو مقتدین کھڑے ہو کر پڑھیں گے۔ مگر امام احمدؒ کے نزدیک بشروط بیٹھ کر پڑھیں گے۔ امام احمدؒ نے اسی روایت سے استدلال کیا جس کا جواب ہم دے چکے ہیں کہ یہ منسوخ ہے۔ ثم یقضی الرکعة الاولی بسجودھا چونکہ سجدہ کے ترک ہو جانے کی وجہ سے وہ رکعت نہیں ہوئی تھی۔ قولہ لصلوة العشاء الاخرہ یہ پنجشنبہ کی شام کا واقعہ ہے۔ صلی رسول الله ﷺ یہ جحش ساق والا واقعہ ہے امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے حنابلہ پر رد اور ائمہ ثلاثہ اور جمہور کی تائید کرنا ہے۔ قال الحسن فیمن نسی سجدة الخ حضرت حسن بصریؒ نے من نسی سجدة کے متعلق جو مسئلہ ذکر کیا ہے وہ متفق علیہ ہے۔ اس میں امامت کا ذکر نہیں۔ اس لئے تبعاً یہاں لایا گیا ہے یعنی اس کا ترجمۃ الباب سے کوئی تعلق نہیں۔ ھکذا قال علامہ انور شاہؒ اور میرے نزدیک اس میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ کوئی شخص امام کی اقتدا کر رہا تھا اور قیام کی حالت میں سو گیا جب وہ جاگا تو امام سجدہ کر کے دوسری رکعت میں پہنچ چکا تھا تو اس مقتدی پر لازم ہے کہ وہ سجدہ کر کے امام کے ساتھ مل جائے۔ اس لئے سجدہ رکن صلوۃ ہے۔ لہذا اس کے ترک سے نماز ہی نہیں ہو گی۔

اس صورت میں امامت کے مسئلہ سے کچھ مناسبت ہو جائے گی۔

حدیث (۶۴۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ فَصَلّٰى جَالِسًا وَّصَلّٰى وَرَآءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بیماری کی حالت میں اپنے گھر میں نماز پڑھی تو بیٹھ کر پڑھی اور قوم نے آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھی آپؐ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ جب فارغ ہوئے تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔ اور جب سمع الله الخ کہے تو تم ربنا لك الحمد کہو اور جب بیٹھ کے نماز پڑھے تو تم سب کے سب بیٹھ کر پڑھو۔

حدیث (۶۴۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَصَلّٰى صَلٰوةً مِنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَآءَهُ قُعُودًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا وَّإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ قَوْلُهُ وَإِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا هُوَ فِي مَرَضِهِ الْقَدِيمِ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ النَّبِيُّ ﷺ جَالِسًا وَّالنَّاسُ خَلْفَهُ قِيَامٌ لَمْ يَأْمُرْهُمْ بِالْقُعُودِ وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْآخِرِ فَالْآخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے تو اس سے گر پڑے اور آپ کا داہنا پہلو چھلا گیا جس سے آپ کو خراشیں آئیں تو آپؐ نے نمازوں میں سے ایک نماز بیٹھ کر پڑھی۔ تو ہم نے بھی آپؐ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو جب رکوع کرے تو رکوع کرو جب رکوع سے اٹھے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب سمع الله لمن حمده کہے تم ربنا لك الحمد اور جب وہ بیٹھ کے نماز پڑھے تو تم بھی سب کے سب بیٹھ کر پڑھو۔ قال ابو عبدالله امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حمیدی نے کہا کہ آپ کا قول اذا صلى جالسا فصلوا جلوسا یہ مرض قدیم میں تھا جبکہ آپؐ گھوڑے سے گر پڑے تھے اس کے بعد جناب نبی اکرم ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگ آپؐ کے پیچھے

کھڑے ہوئے تھے۔ جن کو آپؐ نے بیٹھنے کا حکم نہ دیا تو جناب نبی اکرم ﷺ کے افعال میں سے آخری فعل کو لیا جائے گا۔

باب مَتٰى يَسْجُدُ مَنْ خَلْفَ الْاِمَامِ وَقَالَ اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا۔

ترجمہ۔ امام کے پیچھے کھڑا ہونے والا شخص سجدہ کب کرے حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب امام سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

حدیث (۶۵۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ لَمْ يَحْنِ اَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهٗ حَتّٰى يَقَعَ النَّبِيُّ ﷺ سَاجِدًا ثُمَّ نَقَعُ سُجُوْدًا بَعْدَهٗ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن یزید نے فرمایا کہ مجھے حضرت براءؓ نے جو جھوٹے نہیں ہیں۔ حدیث بیان کی کہ جب نبی اکرم ﷺ سمع الله لمن حمده کہتے تھے تو ہم میں سے کوئی شخص پیٹھ نہیں جھکاتا تھا۔ جب تک جناب نبی اکرم ﷺ سجدہ میں نہ چلے جاتے پھر ہم آپؐ کے بعد سجدہ ریز ہوتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ ترجمہ شارحہ ہے۔ روایت میں ہے اذا رکع فارکعوا واذا سجد فاسجدوا اور حرف فاتعقیب کے لئے ہوا کرتا ہے۔ اور تعقیب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک شئ دوسری شئ کے بعد ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مقتدی امام کے رکوع سے فراغ کے بعد رکوع کریں اور سجود سے فراغ کے بعد سجود کریں لہذا حضرت امام بخاریؒ نے اس وہم کو دفع فرمایا کہ نہیں بلکہ امام کے ساتھ کرے گا اور روایت کا مطلب یہ ہے کہ پہلے امام رکن شروع کرے پھر اس کے بعد مقتدی کرے اس سے تقدیم نہ کرے۔

حدثنی البرأ وھو غیر کذوب الخ میں نے شروع میں بیان کیا تھا کہ اس میں اختلاف ہے کہ استاذ کا پڑھنا افضل ہے یا شاگرد کا پڑھنا افضل ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ استاذ کا پڑھنا افضل ہے وہ کہتے ہیں کہ جب استاذ پڑھے گا تو ساری باتیں ٹھیک ٹھیک پڑھے گا۔ اب سنو! اس میں اختلاف ہے کہ یہ مقولہ کس کا ہے۔ اور ھو کا مصداق کون ہے۔ محققین علماً حافظ ابن حجرؒ وغیرھم کی رائے یہ ہے کہ یہ حضرت براءؓ کے شاگرد کا مقولہ ہے۔ اور ھو کی ضمیر حضرت براء کی طرف راجع ہے۔ اور علماء کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ یہ حضرت براء کے تلمیذ کا مقولہ ہے اور ھو کی ضمیر حضرت براُ کے تلمیذ کی طرف راجع ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت براءؓ صحابہ میں موثق ہیں۔ ان کی توثیق کی ضرورت نہیں۔ فان الصحابة کلھم عدول اگر ان کی توثیق ہوگی تو اس قانون کا خلاف ہوگا فریق اوّل حافظ ابن حجرؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ قواعد نحویہ کے موافق یہی ہے کہ ھو کی ضمیر حضرت براء کی طرف راجع ہو۔ باقی رہا یہ کہ حضرات صحابہ خود موثق وعدول ہیں ان کی توثیق کی ضرورت نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام بطور توثیق کے ذکر نہیں کیا۔ بلکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تھا۔ حدثنی رسول الله ﷺ وھو الصادق المصدوق تو جیسے ابن مسعودؓ کا قول توثیق کیلئے نہیں

اس طرح یہاں بھی توثیق مراد نہیں بلکہ تاکید اور کلام میں قوت پیدا کرنے کے لئے فرمایا اور یہی میری رائے ہے اب سوال یہ ہے کہ کذوب یہ صیغہ مبالغہ ہے توجب مبالغہ کی نفی کردی تو اصل ماخذ باقی رہا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کذوب تو نہیں ہیں مگر کبھی کبھی صدور کذب ہو جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کا کلام جیسے نفی مبالغہ کے لئے ہوتا ہے اس طرح مبالغہ فی النفی کے لئے ہوتا ہے۔ جیسے وماانابظلام للعبید اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ظلام تو نہیں ہاں نعوذباللہ ظالم ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ظلم اللہ تعالیٰ سے صادر ہو ہی نہیں سکتا۔ متی یسجد الخ حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد ہے کہ لفظ متی سے اس لئے ابہام پیدا کیا ہے کہ سجدہ میں لوگوں کے ابہام مختلف ہوا کرتے ہیں۔ امام کے بھی احوال مختلف ہوتے ہیں اور مقتدی کے بھی کبھی امام ضعیف الحرکۃ ہوتا ہے اور کبھی سریع الحرکۃ مقتدی بھی دونوں قسم کے ہوتے ہیں لہٰذا امام سریع الحرکۃ کے حکم کو تو ترجمۃ الباب میں قال انسؓ سے ذکر فرمادیا اور بطیء الحرکۃ امام کے حکم کو حدیث سے ثابت کیا ہے۔

بَابُ اِثْمِ مَنْ رَّفَعَ رَأْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ

ترجمہ۔ جس نے رکوع اور سجدہ میں امام سے پہلے سر اٹھایا اس کو کتنا گناہ ہوگا۔

حدیث (۶۵۱) حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اَمَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ اَوْلَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ رَأْسَهٗ رَأْسَ حِمَارٍ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهٗ صُوْرَةَ حِمَارٍ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت محمد بن زیاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا وہ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ایک جبکہ وہ امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اس سے نہیں ڈرتا کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر نہ بنادے۔ یا اس کی صورت کو گدھے کی صورت نہ بنادے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ نے لفظ اثم سے تنبیہ فرمادی کہ وعید باعتبار اثم کے ہے اور ممکن ہے کہ اختلاف کی طرف اشارہ فرمادیا ہو۔ حنابلہؒ کا ایک قول اور ظاہریہ کا مذہب یہ ہے کہ جو کوئی امام سے پہلے رکوع اور سجدہ سے سر اٹھائے گا تو اس کی نماز باطل ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ فعل مکروہ ضرور ہے مگر تاہم نماز ہو جائے گی۔ او یجعل اللہ صورتہ صورۃ حمار یہ او شک کیلئے ہے۔ اور دوسری روایت سے معلوم ہو گیا کہ شک وشبہ کوئی نہیں ہوا۔ اور یحول اللہ رأسہ رأس حمار اور یجعل اللہ صورتہ حمار میں کوئی تعارض نہیں بلکہ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے اسلئے کہ جب صورت بدل جائے گی تو سر بھی بدل جائے گا۔ اور جب سر بدل جائے گا تو صورت بھی بدل جائے گی۔ اب یہ اپنی حقیقت پر محمول ہے یا مجاز پر دونوں قول ہیں جو لوگ مجاز پر محمول کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ بلادت اور حمق سے کنایہ ہے کیونکہ حمار حمق کے ساتھ مشہور ہے۔ اور جو حقیقت مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حقیقت کے ماننے میں کوئی استحالہ نہیں

اللہ تعالیٰ قادر ہے اب ان پر اشکال ہوگا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر مسخ واقع ہو۔ حالانکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ مسخ سے محفوظ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جن روایات میں مسخ کی نفی کی گئی ہے اس سے مسخ عمومی مراد ہے۔ عموم کی نفی سے فرد خاص کی نفی لازم نہیں آتی۔

باب اِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلٰى وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ وَوَلَدِ الْبَغِيِّ وَالْاَعْرَابِيِّ وَالْغُلَامِ الَّذِيْ لَمْ يَحْتَلِمْ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ يَؤُمُّهُمْ اَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ وَلَا يُمْنَعُ الْعَبْدُ مِنَ الْجَمَاعَةِ بِغَيْرِ عِلَّةٍ ـــــ

ترجمہ۔ نوکر اور آزاد شدہ غلام کی امامت کیسی ہے حضرت عائشہؓ کی امامت ان کے غلام ذکوان کیا کرتے تھے۔ اور قرآن مجید سے دیکھ کر قرأت کرتے تھے اس طرح ولد الزنا کی۔ دیہاتی اور اس لڑکے کی امامت جو ابھی بالغ نہیں ہوا۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ان کی امامت اقرأهم لكتاب الله کر سکتا ہے اور غلام کو بغیر ضرورت کے جماعت سے نہیں روکا جائے گا۔

حدیث (۶۵۲) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الْعُصْبَةَ مَوْضِعًا بِقُبَاءٍ قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَكَانَ اَكْثَرَهُمْ قُرْاٰنًا

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے مہاجرون اوّلون کی ایک خاصی جماعت قبا کے ایک مقام پر تشریف لائے تو حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ ان کی امامت کراتے تھے کیونکہ وہ ان سب میں زیادہ قرآن جاننے والے تھے۔

حدیث (۶۵۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ كَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِيْبَةٌ ..

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ بات سنو اور کہنا مانو اگرچہ ایسا حبشی تم پر امیر بنایا جائے جس کا سر انگور کے کالے دانے کی طرح ہو۔ تشبیہ حقارت میں ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ عبد وہ ہے جو ابھی تک آزاد نہ ہوا ہو۔ مولیٰ وہ ہے جو آزاد شدہ ہو ان کی امامت کے بارے میں ہمارے فقہاء فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے۔ کیونکہ عموماً خدمت مولیٰ کی وجہ سے ان میں جہالت ہوتی ہے۔ اگر کوئی عبد اور مولیٰ عالم ہو تو کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اور مصحف سے پڑھنا اس کو احنافؒ مکروہ فرماتے ہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر فعل کثیر نہ ہو تو جائز ہے ولد البغی ولد الزنا

وغیرہ کے بارے میں امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی نفرت کی وجہ سے ان کی امامت مکروہ ہے۔ امام مالکؒ زیادہ تشدد کرتے ہیں کہ اگر ولد البغی عالم اور متقی ہو تب اس کی امامت جائز ہے۔ ورنہ نہیں اور نہ بالغ بچے کی امامت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ناجائز ہے۔ امام مالکؒ فرائض میں تو اجازت نہیں دیتے۔ البتہ نوافل میں اجازت دیتے ہیں۔ مشائخ بخارا احناف میں سے اسی طرف ہیں مگر جمہور احناف فرائض اور نوافل دونوں میں اجازت نہیں دیتے کیونکہ نفل صبی لازم نہیں ہے اور نفل بالغ بعد الشروع لازم ہے۔ یؤ مهم اقراء هم لکتاب اللہ اگرچہ یہ عام ہے ولد بغی اور غلام کو۔ مگر جمہور اس کو عموم پر نہیں رکھتے۔ ولد بغی اور غلام نابالغ کی امامت کو مکروہ کہتے ہیں البتہ اگر عبد تعلیم یافتہ ہو تو اجازت ہے استعمل حبشی۔ یہاں اگرچہ عبد کا لفظ نہیں ہے۔ مگر دوسری روایات میں استعمل عبد حبشی ہے زبیبۃ کش مش کو کہتے ہیں۔ تشبیہ کم عقل ہونے میں ہے اور بعض نے کہا کہ کالے ہونے میں تشبیہ ہے۔ یہاں استعمل عبد حبشی فرمایا گیا ہے۔ امامت صلوۃ اس سے معلوم نہیں ہوتی۔ البتہ ولایتہ بلد معلوم ہوتی ہے۔ تو کہا جائے گا کہ جو شخص والی بلد ہوتا ہے امامت صغری کا بھی اسے اختیار ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ سلف میں امامت عبد کے بارے میں اختلاف رہا ہے۔ حضرت امام مالکؒ سے بدون مجبوری کراہت منقول ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے یہ باب باندھا۔ اور وہ آثار و روایات ذکر کیں جن سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ مسئلہ امامت العبد یہ تو مقصود ہے۔ اب ایک دوسرا مسئلہ بھی بیچ میں آگیا وہ یہ ہے کہ کانت عائشۃؓ یومها عبدها ذکوان من المصحف الخ اسی جملہ میں من المصحف کا کیا مطلب ہے۔ بعض علماء نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سامنے رکھ کر اور اس میں سے دیکھ کر پڑھتے تھے۔ جیسے نصاری انجیل سامنے رکھ لیتے ہیں۔ اور اس میں دیکھ کر پڑھتے ہیں اگر اس کا مطلب یہ ہو تو مسئلہ اختلافی ہو جائے گا۔ حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔ صاحبین امام شافعی اور امام احمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور مالکیہؒ کے یہاں تراویح میں گنجائش ہے اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ نوافل میں گنجائش ہے۔ اس وقت یہ اثر احنافؒ کے خلاف ہو جائے گا۔ احناف فرماتے ہیں کہ من المصحف کا وہ مطلب نہیں جو آپ بیان کرتے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا بعض حصہ نماز میں پڑھا کرتے تھے۔ پوری سورۃ نہیں پڑھتے تھے۔ اور مطلب یہ ہے کہ نمازوں میں پوری سورت کا پڑھنا طوال اوساط اور قصار میں سے علی التفصیل اولیٰ ہے۔ مگر یہ ذکوان قاری تھے۔ اس کی رعایت نہیں کرتے تھے بلکہ کہیں سے پڑھ دیتے تھے۔ جیسا کہ فی زماننا قرا کرتے ہیں کہ سورۃ کاملہ نہیں پڑھتے بلکہ کہیں سے بیچ میں سے کہیں ابتدا اور انتہا میں سے پڑھ دیتے ہیں من تبعیضیہ ہے۔ یہ توجیہ علامہ شمس الائمہ سرخسیؒ کی ہے۔ جو مبسوط میں ہے اور یہی راجح ہے۔ اگر مان لیا جائے کہ وہ قرآن دیکھ کر پڑھتے تھے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کھلا ہوا ہوتا تھا اور آیت آیت دیکھ کر پڑھتے چلے جاتے تھے۔ بلکہ میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سامنے رکھا ہوا ہوتا تھا اور پڑھتے چلے جاتے اور جب کہیں شبہ ہوتا تو نماز سے فارغ ہو کر قرآن میں دیکھ لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ آجکل تراویح میں ہوتا ہے کہ جب کوئی سامع نہ ہو تو دیکھ کر اس طرح سناتے ہیں اور جب کہیں اٹک جاتے ہیں تو فراغت کے بعد کھول کر دیکھ لیتے ہیں۔ ایک جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایسا کیا ہے۔ مگر حضرت عمرؓ نے

اس کو منع فرمایا ہے اور ان کی نہی احرا بالقبول ہے (لائق قبول نہیں) ان کے اعلم ہونے کی وجہ سے اور قاعدہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ ولد البغی والاعرابی کیونکہ عام طور پر ولد الزنا اور اعرابی میں جہل غالب ہوتا ہے۔ نیز لوگ نفرت کرتے ہیں اس لئے ان کی امامت مکروہ ہے۔ اور مالکیہؒ کے نزدیک مطلق مکروہ ہے۔ الغلام الذی لم یحتلم امام شافعیؒ کے نزدیک غیر متحلم لڑکے کی اقتدأ مطلقاً جائز ہے۔ جمہور کے نزدیک فرائض میں تو نہیں نوافل میں جائز ہے۔ یؤمھم اقرأھم لکتاب اللہ چونکہ حضور اکرم ﷺ نے احق بالامامۃ اقرأ کو قرار دیا ہے۔ اور مسجد میں عبد۔ ولد البغی (ولد الزنا) اور اعرابی سبھی آتے ہیں اسلئے یہ حکم سب کی طرف متوجہ ہوگا جو اقرأ ہوگا وہ احق ہوگا۔ اور اس میں کوئی قید ہے کہ عبد یا ولد الزنا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بھی ہو سکتا ہے۔ تو پھر اس کا امامت کرنا بھی جائز ہوگا۔ لایمنع العبد من الجماعۃ بغیر علۃ یہ دلیل کا تتمہ ہے۔ وان استولی حبشی چونکہ جو امیر ہوتا ہے وہی نماز بھی پڑھاتا ہے تو جب عبد حبشی امیر ہو سکتا ہے تو نماز بھی پڑھائے گا۔ لہٰذا امامت العبد ثابت ہوگئی۔ کان رائسہ زبیبۃ یہ بد صورتی سے کنایہ ہے۔

بابٌ اِذَا لَمْ يُتِمَّ الْاِمَامُ وَاَتَمَّ مَنْ خَلْفَهٗ۔

ترجمہ۔ جب امام نماز پوری نہ کر سکے تو جو شخص اس کے پیچھے ہے وہ پوری کرے۔

حدیث (۶۵۴) حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ (الخ) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يُصَلُّوْنَ لَكُمْ فَاِنْ اَصَابُوْا فَلَكُمْ وَاِنْ اَخْطَأُوْا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کچھ لوگ تمہیں نماز پڑھائیں گے اگر ٹھیک ٹھیک پڑھائیں۔ شرائط اور سنن کا لحاظ رکھیں تو تمہیں ثواب ملے گا۔ اگر وہ ٹھیک ٹھیک شرائط اور سنن کا لحاظ نہ کریں تو تمہارے لئے ثواب اور ان کے اوپر عذاب ہوگا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ امام نے نماز تمام نہیں کی یعنی کوئی ایسی حرکت کی جو مخل بالصلوۃ ہے تو ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ امام اور مقتدی کی نماز ایک نہیں ہوتی اس لئے امام کی نماز تو فاسد ہو جائے گی مقتدی کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا جبکہ ان کے شرائط اور سنن پورے ہوں۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ امام اور مقتدی کی نماز ایک ہوتی ہے اس لئے فساد صلوٰۃ مقتدی لازم آئے گا۔ اگر مقتدی کو اس کا علم نہیں ہوا تو قضا اس پر لازم نہیں۔ احنافؒ میں سے بھی ایک جماعت کا قول ائمہ ثلاثہ کے قول کے مطابق ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل حدیث باب ہے۔ مگر کہا جائے گا کہ اس روایت کے بعض طرق میں ہے کیف تصنع یااباذرؓ اذاتکون علیکم الامرأ من بعدی۔ الحدیث...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام نے جب نماز میں کوتاہی کی اور مقتدی کو علم نہیں ہو سکا تو شوافعؒ کے نزدیک مطلقاً نماز جائز ہے

امام اعظمؒ کے نزدیک مطلقاً نماز صحیح نہیں ہو گی۔ مالکیہؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک اگر امام نے بھول چوک کر بلا وضو نماز پڑھائی تو صحیح ہو جائے گی احنافؒ کا استدلال الامام ضامن والی حدیث ہے۔ اور جو صحت کے قائل ہیں وہ حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں۔ حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عواقب کے اعتبار سے ہے۔ چنانچہ دوسری روایت میں ہے یمیتون الصلوة عن اوقاتها ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ شرائط اور ارکان پر محمول نہیں۔ بلکہ خشوع و خضوع میں تقصیر پر محمول ہے۔ خلاصہ یہ کہ حنفیہؒ کے نزدیک امام کی نماز کے فساد سے مقتدی کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک اگر مقتدیوں کو امام کی نماز کے فاسد ہونے کا علم نماز میں ہو گیا تو ان کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ امام بخاریؒ کا رجحان ائمہ ثلاثہؒ کی طرف ہے۔ اور استدلال حدیث باب سے ہے وان خطأفلکم وعلیهم۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان امراء کی نماز کے فساد سے مقتدیوں پر اثر نہیں پڑتا۔ احنافؒ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے عموم پر تو کسی کے نزدیک نہیں ہے۔ کیونکہ اگر امام نے رکوع چھوڑ دیا اور سیدھا سجدہ میں چلا گیا۔ اور مقتدیوں نے اپنے رکوع کو پورا کر لیا تو پھر بھی کسی کے نزدیک کسی کی بھی نماز نہ ہو گی۔ تو یہاں امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو گئی ہے۔ لہذا ہم کہیں گے یہ حدیث سنن پر محمول ہے فرائض پر نہیں۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تاخیر اوقات پر محمول ہے کہ یعنی حضور انور ﷺ فرماتے ہیں کہ اخیر زمانے میں امراء کا حال یہ ہوگا کہ وہ تاخیر سے نماز پڑھیں گے۔ لہذا تم اپنی نماز پڑھ لیا کرو۔

بَاب اِمَامَةِ الْمَفْتُوْنِ وَالْمُبْتَدِعِ

ترجمہ۔ فتنہ انگیز اور بدعتی کی امامت کیسی ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ صَلِّ وَعَلَيْهِ بِدْعَتُهُ وَقَالَ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عُفَّانَؓ وَهُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ اِنَّكَ اِمَامُ عَامَّةٍ وَّنَزَلَ بِكَ مَاتَرٰى وَيُصَلِّيْ لَنَا اِمَامُ فِتْنَةٍ وَّنَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلٰوةُ اَحْسَنُ مَايَعْمَلُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ مَعَهُمْ وَاِذَا اَسَاءُوْا فَاجْتَنِبْ اِسَاءَتَهُمْ وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ قَالَ الزُّهْرِيُّ لَانَرٰى اَنْ يُصَلّٰى خَلْفَ الْمُخَنَّثِ اِلَّا مِنْ ضَرُوْرَةٍ لَابُدَّ مِنْهَا ....

ترجمہ۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ کہ بدعتی کے پیچھے نماز پڑھ لو بدعت کا وبال اس کے ذمہ ہے۔ اور حضرت عبیداللہؓ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس حاضر ہوئے جبکہ وہ نظر بند تھے۔ فرمایا آپ امام عامہ ہیں اور آپ پر وہ مصیبت اتری جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ اور ہمیں امام فتنہ نماز پڑھاتا ہے جس میں ہمیں حرج معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ نماز لوگوں کے اعمال میں سے اچھا عمل ہے جب وہ اچھا عمل کریں تو تم بھی ان کے ساتھ اچھائی میں شامل ہو جاؤ اور جب وہ برا کریں تو ان کی برائی سے بچتے رہو۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہم مخنث (ہیجڑے) کے پیچھے نماز پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھتے۔ ہاں کوئی ضرورت شدیدہ جس سے کوئی چارہ نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔

حدیث (٦٥٥) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانٍ الخ

اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِاَبِيْ ذَرٍّ اِسْمَعْ وَاَطِعْ وَلَوْ لِحَبْشِيٍّ كَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِيْبَةٌ ...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو ذرؓ سے فرمایا کہ امیر کا حکم سنو اور اس کی فرمانبرداری کرو۔ اگرچہ وہ عبد حبشی ہو جس کا سر کش مش کی طرح کالا ہو یا کش مش کی طرح چھوٹا ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ مفتون میں باغی بھی داخل ہے۔ اور مبتدع کی کئی قسمیں ہیں۔ اس باب سے مصنفؒ کا مقصد یہ ہے کہ مفتون اور مبتدع کے پیچھے نماز جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت عثمانؓ محصور تھے تو باغی امام کے پیچھے نماز پڑھی گئی۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مفتون کے پیچھے اس وقت نماز جائز ہے جبکہ فتنہ کا خوف ہو۔ اگر فتنہ کا خوف نہیں تو پھر غیر مفتون کے پیچھے نماز ادا کی جائے گی۔ اور مبتدع کے بارے میں مصنفؒ کے نزدیک تفصیل ہے۔ اگر بدعت بکرہ (مجبوری) نہیں تو اگر بغیر فتنہ کے دوسری جگہ نماز پڑھنا ممکن ہو تو کراہت کا ارتکاب نہ کرے۔ مخنث بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو خلقة لین اور تکسیر مثل النساء (زہ کی عادت یعنی عورتوں جیسے ناز وادائیں) رکھتے ہیں۔ اور ایک ایسے بناوٹی مخنث ہوتے ہیں۔ اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب امامة العبد میں آسکتا تھا۔ مگر چونکہ مالکیہؒ بہت شدت کرتے ہیں حتیٰ کہ امام مالکؒ ساری نمازیں اپنے گھر پڑھا کرتے تھے۔ صرف جمعہ کی نماز مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ اور آخر میں آکر اس کو بھی مسجد میں ادا کرنا چھوڑ دیا۔ کسی نے دریافت کیا تو فرمایا کہ بعض لوگ اپنا عذر بھی نہیں بتلا سکتے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے مستقل باب باندھ دیا۔ اور جمہور کی تائید فرمائی۔ جمہور فرماتے ہیں کہ ابو داؤد میں ہے صلو ا خلف کل بر وفاجر آیا ہے۔ یصلی النا امام فتنة بعض لوگوں نے کہہ دیا کہ امام فتنہ سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ مگر یہ غلط ہے۔ بلکہ اس سے مراد کنانہ بن بشر ہے جو باغیوں کا سرغنہ تھا اس کا مسجد پر تسلط تھا وہی نماز پڑھاتا تھا۔ لانری ان یصلی خلف المخنث الامن ضرورة مخنث دو طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔ اسم فاعل اور اسم مفعول کے وزن پر اسم فاعل ہونے کی صورت میں اس کا ترجمہ ہیجڑے کے ساتھ کریں گے۔ اور اسم مفعول کی صورت میں اس کا ترجمہ لوطی ہوگا جو لواطت کرتا ہو۔ تو فرماتے ہیں کہ ایسے قبیح کام کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنی بضرورت جائز ہے۔ اور اگر خنثیٰ مشکل ہو تو اس کی امامت جائز نہیں ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں لفظ مفتون غلط ہے۔ فاتن صحیح ہے۔ اس لئے کہ مفتون کے معنی ہیں فتنے میں پڑا ہوا۔ مفتون کے بعد مبتدع کو خاص طور پر ذکر فرمایا ہے اسلئے کہ اس میں ائمہ کے درمیان خصوصی اختلاف ہے۔ امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ فتان اور مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ قال لنا محمد بن یوسف قاعدہ یہ ہے کہ جب اس طرح کے الفاظ آئیں تو یہ مذاکرہ کہلاتا ہے یعنی یہ حدیث امام بخاریؒ نے شاگرد بن کر نہیں لی۔ حافظ ابن حجرؒ کی رائے ہے کہ یہ قاعدہ اکثریہ ہے۔ مخنث یعنی جو عورتوں جیسی حرکات کرتا ہو کبھی یہ فطرةً ہوتا ہے اس صورت میں کوئی ملامت نہیں۔ اور جو جان بوجھ کر اس طرح کرے تو وہ قابل عذاب گناہ اور ملامت ہے۔

باب يَقُومُ عَنْ يَّمِيْنِ الْاِمَامِ بِحَذَائِهِ سَوَاءً اِذَا كَانَا اثْنَيْنِ

ترجمہ۔ امام اور مقتدی دو ہی آدمی ہوں تو مقتدی امام کے داھنی جانب کھڑا ہو بلکل اس کے برابر مقابل۔

حدیث (٦٥٦) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْعِشَاءَ ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَصَلّٰى خَمْسَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيْطَهٗ اَوْ قَالَ خَطِيْطَهٗ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہؓ کے گھر رات بسر کی جناب رسول اللہ ﷺ جب عشاء کی نماز پڑھ چکے تو گھر تشریف لائے۔ اور چار رکعت نماز پڑھی پھر سو گئے۔ بعد ازاں کھڑے ہو گئے۔ تو میں بھی ان کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے مجھے اپنی داھنی طرف کھڑا کیا پھر پانچ رکعات پڑھیں۔ اس کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھی پھر سو گئے۔ یہاں تک کہ میں نے آپؐ کے خراٹے کی آواز سنی پھر آپؐ صبح کی نماز پڑھنے تشریف لے گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جمہور کے نزدیک اگر صرف دو آدمی نماز پڑھنے والے ہوں تو مقتدی امام کے دائیں جانب کھڑا ہو اور اس سے آگے نہ بڑھے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تھوڑا سا پیچھے کھڑا ہو۔ حضرت امام بخاریؒ کی غرض لفظ سواء سے شافعیہؒ پر رد کرنا ہے

باب اِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَّسَارِ الْاِمَامِ فَحَوَّلَهُ الْاِمَامُ اِلٰى يَمِيْنِهٖ لَمْ تَفْسُدْ صَلٰوتُهُمَا۔

ترجمہ۔ جب ایک آدمی امام کے بائیں جانب کھڑا ہو پس امام اسے پھیر کر دائیں جانب کھڑا دے تو دونوں کی نماز فاسد نہ ہو گی۔

حدیث (٦٥٧) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نِمْتُ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ وَالنَّبِيُّ ﷺ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَاَخَذَنِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَصَلّٰى ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ وَكَانَ اِذَا نَامَ نَفَخَ ثُمَّ اَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ ..الحديث ..

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت میمونہؓ کے پاس سو گیا اور جناب نبی اکرم اس رات ان کے پاس تھے آپؐ نے وضو کیا اٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ تو میں آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے مجھے پکڑا اور اپنی دائیں جانب کر دیا۔ تیرہ رکعات نماز پڑھی پھر سو گئے یہانتک کہ پھونک مارنے لگے اور آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب سوتے تھے تو پھونک مارتے تھے پھر موذن آیا آپؐ تشریف لے گئے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میں اس کے متعلق صفحہ ۱۰۰ پر باب اذاقام الرجل عن یسار الامام آنے والا ہے وہاں کلام کرونگا لم تفسد صلوتھما اس جملہ سے حنابلہ پر رد کرنا ہے کیونکہ ان کے نزدیک مقتدی اگر بائیں جانب کھڑا ہوگا تو اس کی نماز نہیں ہوئی لہٰذا اس کا تحریمہ بھی باطل ہو گیا۔ تو اب اگر امام اس کو دوسری جانب پھیر دے تب بھی اس کی نماز درست نہ ہونی چاہیئے حالانکہ بیان فرمایا گیا ہے کہ صحیح ہو جائے گی فاسد نہیں ہوگی۔

بَاب اِذَا لَمْ یَنوِالْاِمَامُ اَنْ یَّؤُمَّ ثُمَّ جَآءَ قَوْمٌ فَاَمَّهُمْ۔

ترجمہ۔ جب امام امامت کی نیت نہیں کرتا پھر قوم کے آجانے پر ان کی امامت کرتا ہے" تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۶۵۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِیْ مَیْمُوْنَةَ فَقَامَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ فَقُمْتُ اُصَلِّیْ مَعَهٗ فَقُمْتُ عَنْ یَّسَارِهٖ فَاَخَذَ بِرَاْسِیْ وَاَقَامَنِیْ عَنْ یَّمِیْنِهٖ.. الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہؓ کے پاس رات بسر کی جناب نبی اکرم ﷺ رات کو نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ لیکن بائیں جانب کھڑا ہوا تو آپؐ نے میرا سر پکڑا اور مجھے اپنی داھنی جانب کھڑا کر دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اما احمدؒ فرماتے ہیں کہ امام کو امامت کی نیت کرنی چاہیئے۔ مگر وہ بھی بعض صورتوں میں یعنی صلوٰۃ نافلہ میں اجازت ہے۔ فرائض میں نہیں۔ اور بعض صورتوں میں وہ ضروری قرار نہیں دیتے۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ مردوں کی نماز تو ہو جائے گی خواہ امام نیت کرے یا نہ کرے۔ البتہ وہ عورت جو محاذاۃ میں آگئی ہے اس کی نماز بغیر نیت امام کے نہیں ہوگی۔ اور جو مرد اس کے قریب ہیں ان میں سے مرد متصل کی نماز فاسد ہوگی۔ امام احمدؒ اور امام اعظمؒ بعض صورتوں میں نیت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نیت کو ضروری نہیں کہتے۔ چنانچہ روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس نے امامت کی نیت نہیں کی تھی اور کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے اس کی اقتدا کر لی تو جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ اور حنابلہ کے نزدیک فرائض میں صحیح نہیں۔ البتہ نوافل میں صحیح ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک عورت کے لئے امامت کی نیت کرنا ضروری ہے اگر نہیں کرے گا تو عورت کی نماز نہ ہوگی۔ یہ تین مذہب ہو گئے۔ حنابلہ کہتے ہیں کہ یہ نماز نفل تھی۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ من حیث الصلوۃ کوئی فرق نہیں اور عورت کے لئے احنافؒ کہتے ہیں کہ چونکہ محاذۃ المرأۃ مفسد ہے اس لئے اس کی نیت شرط ہوگی۔ امام بخاریؒ کے یہاں کوئی شرط نہیں ہے۔ تو گویا جمہور کی تائید کرتے ہیں۔

بابِ اِذا طَوَّلَ الاِمَامُ وَکَانَ لِلرَّجُلِ حَاجَۃٌ فَخَرَجَ وَصَلّٰی۔

ترجمہ۔ جب ایک امام قرأت لمبی کردے اور کسی مقتدی کو ضروری کام ہو تو وہ صف سے نکل کر الگ نماز پڑھ لے اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۶۵۹) حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ (الخ) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ اَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ کَانَ یُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ یَرْجِعُ فَیَؤُمُّ قَوْمَہٗ. ح. سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ کَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ یُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ یَرْجِعُ فَیَؤُمُّ قَوْمَہٗ فَصَلَّی الْعِشَاءَ فَقَرَأَ بِالْبَقَرَۃِ فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ فَکَانَ مُعَاذٌ یَنَالُ مِنْہُ فَبَلَغَ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ فَتَّانٌ فَتَّانٌ فَتَّانٌ ثَلٰثَ مِرَارٍ اَوْ قَالَ فَاتِنًا فَاتِنًا فَاتِنًا وَاَمَرَہٗ بِسُوْرَتَیْنِ مِنْ اَوْسَطِ الْمُفَصَّلِ قَالَ عَمْرٌو وَلَا اَحْفَظُہُمَا .. الحدیث ..

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر واپس آ کر اپنی قوم کی امامت کرتے تھے دوسری سند کے ساتھ یوں ہے کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر واپس آکر اپنی قوم کی امامت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے عشاء کی نماز پڑھی اور اس میں سورۃ بقرہ کی قرأت کی ایک آدمی جماعت سے پھر گیا تو حضرت معاذؓ اس پر تعن و تشنیع کرنے لگے۔ یہ خبر جناب نبی اکرم ﷺ کو پہنچی آپؐ نے فرمایا وہ فتنہ انگیز ہے۔ فتنہ انگیز ہے یا تین مرتبہ فاتن فرمایا اور اوساط مفصل کی دو سورتیں پڑھنے کا حکم دیا عمرو راوی کہتے ہیں کہ وہ دو سورتیں میں یاد نہیں رکھ سکا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس روایت باب سے معلوم ہوا کہ اگر طوالۃ قراۃ سے حرج واقع ہوتا ہو۔ اور کوئی شخص جماعت چھوڑ کے چلا جائے تو اس کے لئے جائز ہے۔ کیونکہ آپؐ نے ایسے شخص پر ملامت نہیں فرمائی بلکہ الٹا امام کو تنبیہ کی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے تو اب وہ اقتدا نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر اقتدا چھوڑ دی تو جہاں سے چھوڑی ہے وہاں سے بنا نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کی نماز فاسد ہو گئی دوبارہ نماز پڑھے۔ یہ جمہور فرماتے ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک جہاں سے امام کی اقتدا چھوڑی ہے وہیں سے بنا کر سکتا ہے. فخروج چونکہ شوافع کے نزدیک بنا صحیح ہے اس لئے شراح شوافعؒ خروج کا مطلب خروج عن الاقتدا کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اور شراح غیر شوافع کے نزدیک نماز صحیح نہیں ہے۔ اس لئے وہ اس کا مطلب خروج عن الصلوۃ قرار دیتے ہیں کہ امام نے اتنا طویل کر دیا کہ کوئی بے چارہ قادر ہی نہیں ہے اور اس نے امام کی نماز چھوڑ کر پھر شروع کی فانصرف یہ بظاہر جمہور کی تائید ہے کہ فخروج کے معنی خروج عن الصلوۃ کے ہیں۔ اور حافظ ابن حجرؒ اس کی توجیہ فرماتے ہیں

فانصرف عن الاقتداء . قال عمر ولا احفظهما یعنی مجھے یاد نہیں رہا کہ ان سورتوں کا نام کیا لیا تھا۔

باب تَخْفِيْفِ الْاِمَامِ فِي الْقِيَامِ وَاِتْمَامِ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ۔

ترجمہ۔ امام کا قیام میں کمی کرنا۔ لیکن رکوع اور سجود کو پورا ادا کرنا۔

حدیث (٦٦٠) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ (الخ)

قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ لَا تَأَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا فَمَارَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِيْ مَوْعِظَةٍ اَشَدَّ غَضَبًا مِّنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ فَاَيُّكُمْ مَاصَلّٰى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَاالْحَاجَةِ . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں کہ آدمی نے عرض کی اللہ کی قسم یارسول اللہ ﷺ میں صبح کی نماز سے فلاں شخص کی طوالت کرنے کی وجہ سے پیچھے رہ جاتا ہوں پس میں نے وعظ کرنے میں کبھی آپ کو اتنا غضب ناک نہیں دیکھا جس قدر اس دن دیکھا۔ پھر فرمایا تم میں سے بعض لوگ نفرت دلانے والے ہیں۔ پس جو شخص بھی تم میں سے جب بھی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اختصار کرے۔ کیونکہ اس میں کمزور اور بوڑھے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ روایات میں وارد ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز میں تخفیف فرماتے تھے۔ اسلئے امام بخاریؒ نے ان احادیث کی شرح فرمادی کہ اس سے تخفیف فی الارکان مراد نہیں ہے بلکہ تخفیف فی القیام والقرأة مراد ہے۔ اور تخفیف کا حکم قرأة میں ہے رکوع اور سجود میں نہیں ہے. لاتاخر الغ یہاں بعض شراح نے حضرت معاذ بن جبلؓ کا نام لیا ہے مگر یہ غلط ہے اس لئے کہ فجر کی نماز حضرت معاذؓ نے نہیں پڑھائی۔ بلکہ حضرت ابی بن کعبؓ نے پڑھائی تھی۔ جیسا کہ دوسری روایات میں اس کی تصریح ہے۔ اور حضرت معاذؓ عشاء کی نماز پڑھاتے تھے اور یہ ہو نہیں ہو سکتا کہ حضور اکرم ﷺ ایک بات سے منع فرمائیں اور پھر یہ حضرات دوبارہ کریں یہ محال ہے لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ ترمذی کی بعض روایات میں ہے لمایطول بنا معاذفی المغرب لہذا دو نمازیں تو ہو گئیں۔ اور عود من الصحابی الی مانهی عنه (صحابی کو جس سے روکا گیا ہے اسی طرف لوٹنا ہوا) پایا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ محدثانہ قاعدہ پر بخاری کی روایت راجح ہے اور مغرب کی نماز کے متعلق کسی کو وہم ہو گیا۔ یا یہ کہ وہاں مغرب بول کر عشاء مراد لیا گیا ہے قد يطلق المغرب على العشاء ۔ یا جواب یہ ہے کہ اوّلاً مغرب کا واقعہ پیش آیا۔ مگر چونکہ حضور اکرم ﷺ عشاء میں بہت تاخیر فرماتے تھے تو حضرت معاذؓ نے اس سے سمجھ لیا کہ اطالت (لمبا کرنا) مقصود ہے۔ اس لئے اطالت فرمائی۔ مگر جواب اوّل صحیح ہے۔

باب اِذَاصَلّٰى لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَاشَاءَ۔

ترجمہ۔ جب اپنے لئے یعنی منفرداً نماز پڑھے تو جس قدر اطالت چاہے کر سکتا ہے۔

حدیث (٦٦١) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ وَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَآءَ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے۔ کیونکہ ان میں کمزور۔ بیمار اور بڑی عمر والے ہوتے ہیں۔ اور جب خود اکیلا پڑھے تو جس قدر چاہے طوالت کرے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اذاصلی لنفسہ اس سے تنبیہ ہے کہ تخفیف کا حکم امام کیلئے ہے ورنہ مفرد کو اختیار ہے کہ جتنی چاہے لمبی نماز پڑھے۔ ماشاء کے دو مطلب ہیں۔ اوّل یہ کہ قرأت کو جتنا بھی چاہے طویل کرے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو چاہے طویل کرے۔ خواہ قرأت کو یا رکوع یا سجود کو۔ تو مسئلہ مختلف فیہ ہو جائے گا۔ آگے مستقل ایک باب آ رہا ہے۔ پہلی صورت میں ماشاء ای بقدر ماشاء چاہے پورا وقت پڑھتا رہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کلمہ ما مفعول ہو اور مطلب یہ ہے کہ اجزأ میں سے جس کو چاہے طویل کر دے۔

بَاب مَنْ شَكَا اِمَامَهٗ اِذَا طَوَّلَ وَقَالَ اَبُوْ اُسَيْدٍ طَوَّلْتَ بِنَا يَا بُنَیَّ

ترجمہ۔ جب امام لمبی قرأت کرے تو کوئی شخص امام کی شکایت کر دے اس کا کیا حکم ہے۔ اور حضرت ابو اسید نے فرمایا اے بیٹے! تو نے تو قیام اور قرأت ہمارے لئے لمبی کر دی۔

حدیث (٦٦٢) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَاَتَاَخَّرُ عَنِ الصَّلٰوةِ فِی الْفَجْرِ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا فُلَانٌ فِيْهَا فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا رَاَيْتُهٗ غَضِبَ فِیْ مَوْعِظَةٍ كَانَ اَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ فَمَنْ اَمَّ مِنْكُمُ النَّاسَ فَلْيَتَجَوَّزْ فَاِنَّ خَلْفَهُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ (الحدیث)....

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ میں فجر کی نماز سے اسلئے رہ جاتا ہوں کہ فلاں شخص نماز میں طوالت کرتا ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ بہت سخت ناراض ہوئے کہ ایسی ناراضگی وعظ کہنے میں میں نے اس سے زیادہ کبھی نہیں دیکھی پھر فرمایا اے لوگو! بعض لوگ تم میں سے نفرت دلانے والے ہیں پس جو شخص تم میں سے لوگوں کی امامت کرے تو اسے اختصار کرنا چاہئیے کیونکہ اس کے پیچھے کمزور بھی ہوتے ہیں بوڑھے آدمی اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں

حدیث (٦٦٣) حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ سَمِعْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِیَّ قَالَ اَقْبَلَ رَجُلٌ بِنَاضِحَيْنِ وَقَدْ جَنَحَ اللَّيْلُ فَوَافَقَ مُعَاذًا يُصَلِّیْ فَبَرَكَ نَاضِحَهٗ

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اپنی آبپاشی والی دو اونٹنیاں لے کر آیا جبکہ رات کافی سیاہ ہو چکی تھی۔ اتفاقاً حضرت معاذؓ نماز پڑھا رہے تھے اس نے

وَاَقْبَلَ اِلٰی مُعَاذٍ فَقَرَأَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ اَوِ النِّسَآءِ فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ وَبَلَغَهُ اَنَّ مُعَاذًا نَالَ مِنْهُ فَاَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَشَكَا اِلَيْهِ مُعَاذًا فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ يَامُعَاذُ اَفَتَّانٌ اَنْتَ اَوْقَالَ اَفَاتِنٌ اَنْتَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَوْلَاصَلَّيْتَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَاللَّيْلِ اِذَايَغْشٰی فَاِنَّهُ يُصَلِّیْ وَرَاءَكَ الْكَبِيْرُ وَالضَّعِيْفُ وَذُوالْحَاجَةِ اَحْسَبُ هٰذَافِی الْحَدِيْثِ (الخ)....

اپنی اونٹنیاں بٹھائیں اور حضرت معاذؓ کی طرف آئے انہوں نے سورہ بقرہ یا سورہ نساء پڑھ دی وہ آدمی چلا گیا۔ اسے خبر پہنچی کہ حضرت معاذؓ اس پر طعن و تشنیع کر رہے ہیں وہ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت معاذؓ کی شکایت کر دی تو آپؐ نے فرمایا اے معاذ کیا آپ فتنہ انگیز ہیں یعنی متنفر کرنے والے ہیں یا فاتن امت تین مرتبہ فرمایا تو نے سبح اسم ربك والشمس وضحها اور والليل اذايغشى کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھائی۔ کیونکہ آپ کے پیچھے بڑی عمر کے اور کمزور اور ضرورت مند نماز پڑھتے ہیں۔ مجھے گمان ہے کہ آخری جملہ بھی حدیث میں سے ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا واستعينوا بالصبر والصلوة فانها لكبيرة الاعلى الخاشعين تو اگر کوئی طوالت صلوۃ کی شکایت کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز اس پر ثقیل ہے۔ تو مصنفؒ بتلاتے ہیں کہ شکایت نہ کرنی چاہئے اگر کوئی شکایت طوالت کی کرتا ہے۔ تو وہ منافقین میں سے نہیں ہوگا۔ کیونکہ آیت میں نفس صلوۃ کے ثقل کو فرمایا گیا ہے۔ اور یہاں طوالت صلوۃ کی شکایت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر کوئی شخص امام کی شکایت کر دے تو یہ اس کی اہانت نہیں ہے۔ اور یہ شکایت گناہ بھی نہیں ہے۔ چونکہ امام محترم ہوتا ہے۔ تو وہم ہو سکتا تھا کہ اس کی شکایت کرنا بے ادبی ہو اس لئے امام بخاریؒ نے رفع ایہام فرما دیا۔ مما يطيل بنا فلان یہاں بین السطور فلاں کی شرح میں قسطلانی سے نقل کر کے لکھا ہے۔ معاذ او ابی بن کعب مگر یہ غلط ہے۔ اصل یہ ہے کہ جہاں اطالت صلوۃ کا ذکر ہے اور وہ مجمل ہو تو وہاں دونوں کا احتمال ہے۔ لیکن جہاں تفصیل ہو تو عشاء اور بعض روایات صحاح میں مغرب کا ذکر ہے تو حضرت معاذ مراد ہیں۔ اور جہاں صلوة الغداة ہے وہاں ابی بن کعب مراد ہیں۔ فشكا اليه معاذ چونکہ حضرت معاذؓ غایت اعتقاد و محبت میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے تھے۔ اور پڑھا بھی کرتے تھے۔ اور نبی اکرم ﷺ عامۃً ثلث لیل تک تو دیر فرمایا کرتے تھے اور کبھی کبھی نصف رات بھی ہو جایا کرتی تھی اس کے بعد جا کر اپنی قوم کو نماز پڑھایا کرتے تھے اسی کے ساتھ ساتھ یہ کہ سورہ بقرہ پڑھا کرتے تھے۔ تو اس رجل سے نہ رہا گیا تو اس نے نماز توڑ کر اپنی نماز الگ پڑھ لی اور پھر نبی اکرم ﷺ سے اس کی شکایت بھی کر دی۔ احسب هذا الخ امام شعبہ کا مقولہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ یہ تفصیل سورت حدیث مرفوع میں ہے۔ اور بعض کی رائے ہے کہ یہ موقوف ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے تو سورہٴ كذا وسورهٴ كذا ثابت ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد آخر کا جملہ ہے۔

فانه یصلی وراءك الکبیر الخ میری رائے یہ ہے کہ اس جملہ کو بیان کرنا مقصود نہیں۔بلکہ اس جملہ سے قبل جو سورتوں کی تعیین آئی ہے اس کی طرف اشارہ ہے چونکہ روایات میں اختلاف ہے۔ بعض میں سورت کی تعیین ہے اور بعض میں ابہام ہے۔اور سورۃ کذا وسورۃ کذا واقع ہوا ہے۔ تو اس لئے راوی نے تنبیہ کردی کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ تعیین حدیث ہی میں ہے۔

بَاب الْاِیْجَازِ فِی الصَّلٰوۃِ وَاِکْمَالِھَا

ترجمہ۔ نماز میں اختصار کرنا اور اسے مکمل بھی کرنا

حدیث(٦٦٤) حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ (الخ) عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُوْجِزُ الصَّلٰوۃَ وَیُکْمِلُھَا ۔ الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نماز کو مختصر کرتے۔اور اسے مکمل بھی کرتے تھے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اختصار اکمال کے خلاف نہیں۔کیونکہ حضور ﷺ سے یوخر الصلوۃ ویکملون منقول ہے۔

بَاب مَنْ اَخَفَّ الصَّلٰوۃَ عِنْدَ بُکَآءِ الصَّبِیِّ

ترجمہ۔ بچے کے رونے کے وقت جو نماز میں تخفیف کردے۔

حدیث(٦٦٥) حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ مُوْسٰی (الخ) عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنِّیْ لَاَقُوْمُ فِی الصَّلٰوۃِ اُرِیْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِیْھَا فَاَسْمَعُ بُکَآءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلٰوتِیْ کَرَاھِیَۃَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمِّہٖ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں میرا ارادہ ہوتا ہے کہ اس میں طوالت کروں تو میں چھوٹے بچے کی رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو نماز میں اختصار کردیتا ہوں مجھے ناپسند ہوتا ہے کہ میں اس کی ماں پر گرانی پیدا کردوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہاں پر شبہ ہوتا ہے کہ اگر امام نے لوگوں کی وجہ سے نماز میں طوالت یا خفت کی تو یہ شرك فی العبادت ہوگیا۔اس لئے تو فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر آنے والے کی آہٹ سن کر امام نے رکوع طویل کردیا تو یہ اس کے لئے مکروہ ہے۔ تو امام بخاریؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر رعایت الناس کا لحاظ کرتے ہوئے نماز میں خفت کی جائے تو اس سے نماز میں شرک لازم نہیں آتا۔کیونکہ آپؐ سے مراعات ثابت ہیں۔اور فقہا جو آنے کی والے کی آہٹ پر امام کو طویل رکوع کی اجازت نہیں دیتے اس کے بارے میں صاحب درمختار نے لکھا ہے کہ اگر آنے والے کو پہچانتا ہے یعنی کسی خاص آدمی کی وجہ سے طوالت فی الرکوع کردی تو یہ مکروہ ہے۔اگر امام آنے والے کو پہچانتا نہیں تو پھر اجازت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح بخاری فرماتے ہیں کہ کہ اب تک امام بخاریؒ نے تخفیف صلوۃ کو نقل فرمایا ہے وہ رعایت للمقتدین تھا۔ اب یہ باب منعقد کر کے تنبیہ فرماتے ہیں کہ اگر غیر مقتدین کی رعایت سے نماز کو مختصر کر دے تو یہ بھی جائز ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ بچوں کی رعایت فرما کر نماز مختصر کر دیا کرتے تھے۔ مگر میرے نزدیک اس باب کی یہ غرض نہیں جو شراح فرماتے ہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ ان بچوں کی ماؤں کی رعایت سے اختصار فرمایا کرتے تھے جیسا کہ روایات میں مخافة ان تفتن امه یہ مقتدی کی رعایت ہوئی نہ کہ غیر مقتدی کی۔ تاہم اس سے علماء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ غیر مقتدی کی رعایت سے نماز کو مختصر کیا جا سکتا ہے۔ تو اگر کوئی نماز میں شریک ہونا چاہے اور امام کو معلوم ہو جائے تو اطالت (لمبا کرنا) بھی جائز ہو گی کیونکہ اس میں مقتدی کی رعایت ہوئی اور میری رائے ہے کہ امام بخاریؒ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور یہ ان کی شان کے موافق بھی ہے۔ تو یہ ترجمہ کی دوسری غرض ہوئی یعنی آنے والے کیلئے نماز میں تطویل کی جا سکتی ہے۔ لیکن یہ مسئلہ مختلف فیھا رہا ہے بعض جواز کے قائل ہیں اور بعض انکار کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض علماء شرک کا خوف بتاتے ہیں۔ خود احنافؒ کے یہاں جواز و عدم جواز میں دونوں قول ہیں۔ اور مخافة فی الشرك بھی منقول ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر امام کو اطلاع ہو گئی کہ فلاں آرہا ہے اور اس نے اس کی رعایت کرتے ہوئے نماز طویل کر دی تو یہ ناجائز ہے اگر یہ خبر نہیں کہ کون آرہا ہے تو جائز ہے کیونکہ یہ اعانت علی ادراك الصلوة ہے۔ جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں کہ اس میں آنے والے کی رعایت تو کی جائے اور یہ بیچارے جو ابتداً سے موجود ہیں ان کی رعایت کیوں نہ کی جائے۔ بلکہ طوالت نہ کر کے ان کی رعایت ہو جائے گی۔ اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ چونکہ احادیث میں حضور اقدس ﷺ کی نماز کے متعلق قریباً من السواء وارد ہوا ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ نماز میں اعتدال ہو۔ اوّل اور آخر مساوی ہوں۔ تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اعتدال تو اصل ہے۔ لیکن اگر نماز شروع ہونے کے بعد کوئی عارض پیش آجائے مثلاً بارش ہونے لگے تو تخفیف کر دے یا بچہ کے رونے کی آواز آجائے تو تخفیف کر دے۔ اسی طرح آجکل اگر اسٹیشن پر نماز ہوتی ہو اور سیٹی بج جائے تو تخفیف کی جائے گی۔

حدیث (٦٦٦) حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ (الخ) سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ يَقُوْلُ مَاصَلَّيْتُ وَرَآءَ اِمَامٍ قَطُّ اَخَفَّ صَلٰوةً وَّلَا اَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَاِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَآءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ اَنْ تُفْتَنَ اُمُّهٗ الحديث....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جو جناب نبی اکرم ﷺ سے زیادہ نماز کو مختصر اور تمام کرنے والا ہو چنانچہ اگر آپؐ بچے کے رونے کی آواز سن لیتے تو تخفیف کر دیتے۔ اس خوف سے کہ کہیں اس کی ماں فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے کہ نماز سے غفلت برتنے لگے۔

حدیث (٦٦٧) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ (الخ)

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب

اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ حَدَّثَهٗ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنِّيْ لَاَدْخُلُ فِي الصَّلٰوةِ وَاَنَا اُرِيْدُ اِطَالَتَهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ فِيْ صَلٰوتِيْ مِمَّا اَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ اُمِّهٖ مِنْ بُكَائِهٖ .....

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نماز میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا ہوں کہ اس کو لمبا کروں پھر بچے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو اپنی نماز میں اختصار کر دیتا ہوں۔ کیونکہ مجھے علم ہے کہ بچے کے رونے سے اس کی ماں سخت غم میں ہوگی۔

حدیث (۶۶۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِنِّيْ لَاَدْخُلُ فِي الصَّلٰوةِ فَاُرِيْدُ اِطَالَتَهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ مِمَّا اَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ اُمِّهٖ مِنْ بُكَائِهٖ الحديث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں نماز میں داخل ہوں پس میرا اراداہ ہوتا ہے کہ اسے طول دوں پس بچے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو اختصار کر دیتا ہوں اس وجہ سے کہ بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں سخت غمگین ہوگی۔

باب اِذَا صَلّٰى ثُمَّ اَمَّ قَوْمًا

ترجمہ۔ جب نماز پڑھ چکے تو پھر قوم کی امامت کرائے اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۶۶۹) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَاْتِيْ قَوْمَهٗ فَيُصَلِّيْ بِهِمْ . الحديث ..

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذؓ جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ کر پھر اپنی قوم کے پاس آکر ان کو نماز پڑھاتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ اس روایت سے اقتدأ المفترض خلف المتنفل پر استدلال کیا جاتا ہے۔ مگر یہ استدلال تام نہیں ہے اس لئے کہ جائز ہے کہ حضرت معاذؓ قوم کو فرض پڑھاتے ہوں اور آپؐ کے پیچھے نفل پڑھتے ہوں۔ یا اس وقت کا واقعہ ہو جبکہ فرائض کو مکرر پڑھا جاتا تھا۔ یا ممکن ہے کہ آپؐ کو اس کا علم نہ ہوا ہو۔ اور بھی وجوہ ہیں جن کی وجہ سے استدلال تام نہیں ہوتا۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اقتدأ مفترض خلف المتنفل جائز ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ اور اس کا مبنی حدیث الامام ضامن ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ ضعیف قوی کا ضامن نہیں ہو سکتا۔ مالکیہؒ اور حنابلہؒ کے یہاں دونوں قول ہیں۔ بخاری شریف کی روایت سے تو کچھ ثابت نہیں ہوتا اس لئے اس کے اندر تو صرف اتنا ہے کہ حضرت معاذؓ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ پڑھتے اور پھر اپنی قوم کو پڑھاتے تھے۔ اب یہ بھی احتمال ہے کہ بہ نیت نفل پڑھتے رہے ہوں گے۔ جب احتمال ہو گیا تو اس قصہ سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ بہ نیت نفل پڑھتے رہے ہوں گے ایسا نہیں کہ ان کی نماز کو خراب کریں۔ ہاں جھگڑا وہاں ہے جہاں یہ ہے کہ هذه فريضة وتلك نافلة مگر وہ بھی

احناف کے موافق ہے۔ اس لئے کہ ھذہ کا اشارہ قریب کے لئے ہوتا ہے۔ اور تلك بعید کے لئے مستعمل ہے۔ امام طحاویؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے جبکہ ایک فرض نماز دو مرتبہ پڑھی جاسکتی تھی۔

باب مَنْ اَسْمَعَ النَّاسَ تَكْبِيْرَ الْاِمَامِ

ترجمہ۔ جو شخص لوگوں کو امام کی تکبیر سنائے اسکا کیا حکم ہے

حدیث (۶۷۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِیُّ ﷺ مَرَضَهُ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ اَتَاهُ بِلَالٌ یُؤْذِنُهُ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ قُلْتُ اِنَّ اَبَابَكْرٍ رَجُلٌ اَسِیْفٌ اِنْ یَقُمْ مَقَامَكَ یَبْكِ فَلَا یَقْدِرُ عَلَی الْقِرَاءَةِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْیُصَلِّ فَقُلْتُ مِثْلَهُ فَقَالَ فِی الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْیُصَلِّ فَصَلّٰی وَخَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ یُهَادٰی بَیْنَ رَجُلَیْنِ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْهِ یَخُطُّ بِرِجْلَیْهِ الْاَرْضَ فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْبَكْرٍ ذَهَبَ یَتَاَخَّرُ فَاَشَارَ اِلَیْهِ اَنْ صَلِّ فَتَاَخَّرَ اَبُوْبَكْرٍ وَقَعَدَ النَّبِیُّ ﷺ اِلٰی جَنْبِهٖ وَاَبُوْبَكْرٍ یُسْمِعُ النَّاسَ التَّكْبِیْرَ (الخ).....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب نبی اکرم ﷺ بیمار ہوئے وہ بیماری جس میں آپؐ کی وفات ہوئی تو حضرت بلالؓ نے آکر آپؐ کو نماز کی اطلاع دی۔ آپؐ نے فرمایا حضرت ابوبکر صدیقؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں میں نے عرض کی کہ حضرت ابوبکرؓ نرم دل آدمی ہیں جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو رونا شروع کر دیں گے اور قرأۃ پر قادر نہ ہوں گے آپؐ نے فرمایا پھر بھی ابوبکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں میں نے اسی طرح عرض کیا۔ آپؐ نے تیسری مرتبہ یا چوتھی مرتبہ فرمایا کہ تم تو یوسفؑ والی عورتیں ہو۔ جاؤ ابوبکر صدیقؓ کو حکم سناؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ آپ نے نماز پڑھانا شروع کی تو نبی اکرم ﷺ دو آدمیوں کے سہارے باہر تشریف لائے گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپؐ کے دونوں پاؤں زمین پر خط بناتے تھے جب حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے حضور اکرم ﷺ نے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ پیچھے ہٹ آئے اور جناب نبی اکرم ﷺ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ لوگوں کو آپ کی تکبیر سناتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ روایت میں مرض الوصال کا قصہ ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ کی یہ حاضری شنبہ کے دن ظہر کی نماز میں ہوئی تھی۔ اور ترمذی وغیرہ میں جو سترہ نمازیں آئی ہیں میرے نزدیک یہ ان سے مستثنیٰ ہے اور سترہ کا لفظ اغلبی ہے امام کے اعتبار سے اور امام بخاریؒ کا رجحان جمہور کے قول کی طرف ہے کہ اگر امام بیٹھ کر پڑھے تو مقتدی کھڑے ہو کر پڑھیں۔ اور امام بخاریؒ حمیدی کا قول پہلے نقل کر چکے ہیں۔ حنابلہ کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ اذا صلی الامام الراتب جالسا فالمقتدون ایضا وہ یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اس نماز میں مقتدی تھے۔ ورنہ سترہ کا عدد پورا نہیں ہوتا۔ حنابلہ انما جعل الامام لیوتم کی وجہ سے کہتے ہیں کہ جب امام راتب

معذور ہو جائے اور بیٹھ کر پڑھائے تو مقتدی بھی بیٹھیں گے۔ اور اس قصہ کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ ہی امام تھے۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ آپ کے یہاں یعنی حنابلہ کے یہاں امام کے یسار پر کھڑا ہونا مفسد صلوۃ ہے اور یہاں حضور اکرم ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے یسار پر تھے۔ اس کی توجیہ میں وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ عذر تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اس امامت میں تین احتمال ہیں اوّل یہ کہ حضور انور ﷺ امام تھے اور حضرت ابو بکرؓ مبلغ تھے۔ دوسرے یہ کہ حضرت ابو بکرؓ حضور اقدس ﷺ کی اقتدا کر رہے تھے اور قوم حضرت ابو بکرؓ کی اقتدا کر رہی تھی۔ لہذا دو امام ہو گئے۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ امام حضرت ابو بکرؓ تھے اور حضور اقدس ﷺ عذر کی وجہ سے بائیں طرف بیٹھے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ تیسرا احتمال تو بہت بعید ہے اس لئے اس کو امام بخاریؒ نے ذکر نہیں فرمایا بقیہ دو احتمال قریبی تھے اس لئے ان پر باب باندھ دیئے۔ پہلا باب جمہور کے مطابق ہے۔ اور دوسرا امام شعبیؒ کے مطابق۔ اس مقام پر تمام شراح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ جمہور کے خلاف اپنے استاد شعبیؒ کی رائے کے موافق ہیں۔ امام بخاریؒ کا مذہب اگلے باب الرجل یاتم بالامام الخ میں آ رہا ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب امام بخاریؒ من قال کذا ء کہیں تو وہ ان کا مذہب نہیں ہوتا۔ اور دوسرا ترجمہ حزم سے باندھا ہے لہذا دوسرے باب سے ان کا مذہب ظاہر ہے۔ لیکن میں کہہ چکا ہوں کہ یہ اصول کلی نہیں ہے۔

باب الرَّجُلِ يَأْتَمُّ بِالْإِمَامِ وَيَأْتَمُّ النَّاسُ بِالْمَأْمُومِ وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ائْتَمُّوا بِي وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَّنْ بَعْدَكُمْ

ترجمہ۔ اگر ایک آدمی امام کی اقتدا کرے اور لوگ مقتدی کی اقتدا کریں۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ تم میری اقتدا کرو اور تمہارے بعد آنے والے تمہاری اقتدا کریں۔

حدیث (۶۷۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ (الخ)

عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ جَاءَ بِلَالٌؓ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَابَكْرٍؓ رَّجُلٌ اَسِيْفٌ وَّاِنَّهٗ مَتٰى مَا يَقُوْمُ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ اَمَرْتَ عُمَرَ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍؓ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِيْ لَهٗ اِنَّ اَبَابَكْرٍ رَّجُلٌ اَسِيْفٌ وَّاِنَّهٗ مَتٰى مَا يَقُوْمُ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ اَمَرْتَ عُمَرَؓ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ بیمار ہوئے تو حضرت بلالؓ نے آکر آپ کو نماز کی اطلاع دی۔ آپؐ نے فرمایا حضرت ابو بکرؓ تک حکم پہنچا دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ حضرت ابو بکرؓ بہت جلدی رونے والا اور غم والا ہے جب آپؐ کی جگہ پر کھڑا ہوگا تو لوگوں کو نہیں سنا سکے گا پس اگر آپؐ حضرت عمرؓ کو حکم دیتے تو بہتر تھا آپؐ نے فرمایا کہ ابو بکر صدیقؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے میں نے بی بی حفصہؓ سے کہا کہ آپؐ کہیں کہ ابو بکرؓ غمزدہ آدمی ہے جب آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو

فَقَالَ اِنَّكُنَّ لَانْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍؓ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَلَمَّادَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَقَامَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرِجْلَاهُ يُخُطَّانِ فِي الْاَرْضِ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمَّا سَمِعَ اَبُوْ بَكْرٍؓ يَتَاَخَّرُ فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَجَآءَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ اَبِيْ بَكْرٍؓ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍؓ يُصَلِّيْ قَآئِمًاوَّكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ قَاعِدًايَّقْتَدِيْ اَبُوْبَكْرٍؓ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسُ مُقْتَدُوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍؓ ... الحديث

نہیں سنا سکیں گے۔ پس اگر آپؐ حضرت عمرؓ کو حکم دیتے تو بہتر تھا۔ آپؐ نے فرمایا تم تو یوسف علیہ السلام والی عورتیں ہو۔ حضرت ابوبکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں جب ابوبکرؓ نماز میں داخل ہوئے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اندر تخفیف محسوس فرمائی۔ تو کھڑے ہوئے اور دو آدمیوں کے سہارے چل پڑے۔ اس طرح کہ آپؐ کے دونوں پاؤں زمین پر خط بناتے تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ مسجد میں داخل ہوئے۔ پس جب حضرت ابوبکرؓ نے آپ کی کھسکھساہٹ سنی تو پیچھے ہٹنے لگے رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ پیچھے نہ ہٹیں۔ بہر حال نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکرؓ کی بائیں جانب آکر بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور جناب رسول اکرم ﷺ بیٹھ کر پڑھتے تھے گویا کہ ابوبکر صدیقؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتدا کرتے تھے۔ اور لوگ ابوبکرؓ کی اقتدا کرنے والے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ جیسے پہلے باب سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی لوگوں کو امام کی تکبیر سنائے تو اس سے نماز میں خلل نہیں آتا ایسے اگر اگلی صفوف کو مقتدیٰ بہ قرار دیا جائے اور ان کے فعل کی اقتدا کی جائے تو جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام شعبیؒ نے حدیث باب سے ایک مسئلہ مستنبط کیا ہے۔ وہ یہ کہ صف اوّل مقتدی ہوتی ہے امام کی اور امام ہوتی ہے صف ثانی کی اسی طرح صف ثانی صف ثالث کی امام ہوتی ہے ھلم جرا (اسی طرح آگے چلے جاؤ) اور ان کا استدلال ائتموا بی ولیأتم بکم من بعدکم سے ہے۔ حضرت امام بخاریؒ بھی اس مسئلہ میں امام شعبیؒ کے ساتھ ہیں مگر جمہور کے نزدیک امام ہی سب کا امام ہوتا ہے۔ اب ثمرۂ اختلاف اس صورت میں نکلے گا کہ ایک آدمی نماز میں رکوع کے اندر آکر شریک ہوا۔ امام نے سر اٹھالیا مگر مقتدیوں نے ابھی سر نہیں اٹھایا اور یہ آنے والا ان کے پیچھے کھڑا ہوا تو ان حضرات کے نزدیک اس آنے والے کو رکوع مل گیا۔ کیونکہ وہ صف اوّل کا مقتدی ہے۔ اور ابھی تک وہ رکوع ہی میں ہیں۔ لہٰذا اس نے اپنے امام کو رکوع میں پالیا اور جمہور کے نزدیک اس کو رکوع نہیں ملا کیونکہ وہ امام کی اقتدا کر رہا ہے نہ کہ ان مقتدیوں کی۔ اور ائتموا بی کا یہ مطلب نہیں کہ تم میری اقتدا کرو۔ اور تمہارے پیچھے جو مقتدی ہیں وہ تمہاری اقتدا کریں گے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ خوب غور سے میرے افعال کو دیکھو اور ان کا اتباع کرو۔ کیونکہ میرے بعد اور امتی تمہاری اقتدا کریں گے۔ اور جیسا تم کرو گے ویسا وہ کریں گے۔ میں تو رہوں گا نہیں کہ مجھ سے پوچھیں یا مجھ کو دیکھیں۔

باب هَلْ يَأْخُذُ الْإِمَامُ إِذَاشَكَّ بِقَوْلِ النَّاسِ ـ

ترجمہ۔جب امام شک کو گزرے تو کیاامام لوگوں کی بات پر عمل کر سکتا ہے۔

حدیث(٦٧٢)حَدَّثَنَاعَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ (الخ)عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهٗ ذُوالْيَدَيْنِ اَقَصُرَتِ الصَّلٰوةُ اَمْ نَسِيْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَصَدَقَ ذُوالْيَدَيْنِ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى اثْنَتَيْنِ اُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْاَطْوَلَ .....الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ دو رکعت نماز پڑھ کر پھر گئے تو حضرت ذوالیدینؓ نے فرمایایا رسول اللہ ﷺ کیا نماز میں کمی کی گئی ہے یا آپؐ بھول گئے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا کیا ذوالیدین سچ کہتا ہے لوگوں نے کہاہاں! تو حضور رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر دو آخری رکعتیں ادا فرمائیں پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہہ کر سجدے میں چلے گئے وہ سجدہ اس پہلے سجدے جیسا تھا یا اس سے لمبا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ حضرت امام اعظمؒ امام کو لقمہ لینے کی اجازت دیتے ہیں۔حضرت شافعیؒ اجازت نہیں دیتے۔روایت احناف کے مسلک کی تائید کرتی ہے کہ آپؐ نے لوگوں کے نعم کہنے پر اعتماد کیا۔

حدیث(٦٧٣)حَدَّثَنَااَبُو الْوَلِيْدِ (الخ)عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ فَقِيْلَ قَدْ صَلَّيْتَ رَكْعَتَيْنِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ . الحديث ..

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز دو رکعتیں پڑھیں تو کہا گیا کہ آپؐ نے تو دو رکعتیں پڑھی ہیں۔پس آپؐ نے دو رکعتیں اور پڑھیں پھر سلام پھیرا اور دو سجدے سہو کے ادا فرمائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر امام کو شک ہو گیا اور پیچھے سے مقتدیوں نے لقمہ دیا تو حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ امام انکے قول پر عمل نہ کرے جب تک کہ اس کو خود یقین نہ ہو جائے اور ابو داؤد کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں ہے لم يسجد حتى ايقنه الله یعنی اس وقت تک سجدہ سہو نہ کرے جب تک اللہ تعالیٰ اسے یقین نہ کرادیں۔احنافؒ کے نزدیک اگر امام کو پورے ہونے کا یقین ہو تو لقمہ جائز نہیں۔اور مقتدیوں میں سے جن کو یقین ہو کہ امام کو شک ہوا وہ پھر سے پڑھیں اور جن کو شک نہیں ہوا ان پر اعادہ نہیں حنابلہؒ کا مذہب یہ ہے کہ یاخذ بقول عدلین کہ دو عادل آدمیوں کے قول پر اعتماد کرے۔اور مالکیہؒ کے نزدیک اگر امام شک میں ہو تو عدلین کا قول لے گا۔اور اگر شک نہ ہو تو نہ لے۔امام بخاریؒ نے باب کے اندر هل بڑھا کر اختلاف ائمہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بَاب اِذَا بَكَى الْاِمَامُ فِي الصَّلٰوةِ

ترجمہ۔ جب امام نماز میں رونے لگے تو اس کا کیا حکم ہے

وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ سَمِعْتُ نَشِيْجَ عُمَرَ وَاَنَافِيْ اٰخِرِ الصُّفُوْفِ يَقْرَأُ اِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ . الحديث...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کی رونے کی آواز سنی جبکہ میں صفوں کے آخر میں تھا فرمارہے تھے میں اپنی پریشانی اور غم واندوہ کی شکایت اللہ کی طرف کرتا ہوں۔

حدیث (٦٧٤) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ (الخ) عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِيْ مَرَضِهٖ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ لَهٗ اِنَّ اَبَابَكْرٍ اِذَاقَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِيْ لَهٗ اِنَّ اَبَابَكْرٍ اِذَاقَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَهْ اِنَّكُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَاكُنْتُ لِاُصِيْبَ مِنْكِ خَيْرًا الحديث....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کی حالت میں فرمایا ابو بکر صدیقؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا حضرت ابو بکرؓ جب آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو نہیں سنا سکیں گے آپؐ حضرت عمرؓ کو حکم فرمائیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں آپؐ نے پھر بھی فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ کو حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ آپ حضور اقدسؐ سے کہیں کہ حضرت ابو بکرؓ جب آپؐ کے مقام پر کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو آواز نہیں سنا سکیں گے۔ اس لئے حضرت عمرؓ کو حکم فرمائیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت حفصہؓ نے ایسا ہی کیا۔ جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم تو یوسف علیہ السلام والی عورتیں ہو۔ حضرت ابو بکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ مجھے تو تمہاری طرف سے کبھی بھلائی نہیں پہنچی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اگر بکاء بالصوت لوجہ اللہ ہو تو یہ مفسد صلوٰۃ نہیں ہے۔ اگر زخم یا بیماری کی وجہ سے بکاء بالصوت ہے تو مفسد صلوۃ ہوگی۔ اگر بلاصوت ہے تو پھر کوئی حرج نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر نماز میں صوت کے ساتھ رو پڑے تو عند الشافعیہ نماز فاسد ہوگئی۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر دنیا کے لئے صوت کے ساتھ رویا ہو تو فاسد ہے ورنہ نہیں۔ اگر بلا آواز کے روتا ہے تو بالاتفاق نماز صحیح ہے کوئی فساد لازم نہیں آئے گا۔ اگر آواز کے ساتھ روتا ہے تو دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا دنیاوی اور جسمانی مصائب کی وجہ سے روتا ہے یا دین کی وجہ سے۔ اگر اوّل صورت ہے تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر اللہ کی یاد میں جنت اور دوزخ کے ذکر سے روتا ہے۔ تو اس میں اختلاف ہے امام شافعیؒ کے نزدیک مفسد صلوۃ ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے۔ امام بخاریؒ نے اس باب سے جمہور کی تائید فرما کر شوافعؒ پر رد فرما رہے ہے۔

بابِ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ عِنْدَ الْإِقَامَةِ وَبَعْدَهَا۔

ترجمہ۔ تکبیر کہنے کے وقت اور اس کے بعد صفوں کو برابر کرنا کیسا ہے۔

حدیث (۶۷۵) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ (الخ) قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ .. الحديث......

ترجمہ۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے اپنی صفوں کو سیدھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں میں مخالفت پیدا کر دے گا۔

حدیث (۶۷۶) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ (الخ) عَنْ أَنَسٍؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ أَقِيمُوا الصُّفُوفَ فَإِنِّي أَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهْرِي . الحديث....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ صفوں کو ٹھیک ٹھاک کرو اسلئے کہ اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی تم کو دیکھتا ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تسوية الصفوف مامور بہ ہے تکبیر کے درمیان میں اور تکبیر کے بعد بھی کرنا چاہئے امام بخاریؒ نے "اس پر تنبیہ اس لئے فرمادی کہ ابھی ایک باب گذرا ہے متى يقوم الناس اذا رأو والامام عند الاقامة وہاں میں ائمہ کا اختلاف بیان کر چکا ہوں۔ کہ کس کے نزدیک کب کھڑا ہونا چاہئے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ تکبیر کے بعد فوراً بعد نماز کھڑی ہو جانی چاہئے۔ حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ اگر صفوف میں کچھ کمی رہ گئی تو اس کو تکبیر کے بعد درست کر لے۔ او ليخالفن الله فى وجوهكم یہ مسخ سے کنایہ ہے۔ کہ تمہارے انسانی چہرے حیوانات کے چہروں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں باہمی مخالفت ڈال دیں گے۔ کہ ایک دوسرے کی کبھی موافقت نہیں کریں گے۔ ہمیشہ مخالف ہی رہیں گے۔ یہ زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں مخالفت ڈال دیں گے۔ او ليخالفن فى قلوبكم تو اب چہروں کی مخالفت کے یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک کا چہرہ

دوسرے سے بغض اور عدم موافقت کی وجہ سے پھرا ہوا ہو گا۔ بہر حال امام کو ہر وقت اقامت سے پہلے اور اس کے بعد اور اس کے دوران تسویۃ الصفوف کا اہتمام کرنا چاہئیے اس ترجمہ کی اقرب غرض یہ ہے کہ تسویہ صفوف مقتدیوں کا فریضہ ہے۔ کمایظھر من الحدیث اس طرح امام کا بھی ادب یہ ہے کہ وہ تسویۃ الصفوف کا اہتمام کرے اور شراح کے نزدیک عندالاقامۃ وبعدھا سے تعمیم مقصود ہے لیکن حدیث سے بعد ھا ثابت نہیں ہوتا۔ حضرت گنگوہیؒ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں عموم حدیث سے استدلال کیا گیا ہے اور میرے نزدیک بکل الاحتمال استدلال ہے۔ لیکن میرے نزدیک بعدھا سے مقصود یہ ہے کہ یہ مسئلہ مختلف فیھا ہے۔ کہ امام تکبیر کب کہے بعض علماء نے کہا ہے کہ جب قد قامت الصلوۃ کہا جائے۔ اور بعض علماء کے نزدیک جب اقامت کہنے والا اقامت سے فارغ ہو تو فوراً تکبیر کہے۔ ان دونوں قولوں کا تقاضا یہ ہے کہ امام کو تکبیر کہنے میں تاخیر نہ کرنی چاہیئے۔ ان اقوال کی بنا پر امام بخاریؒ اب یہ فرمارہے ہیں کہ تعجیل کی بنسبت تسویۃ الصفوف ضروری ہے۔

باب اِقْبَالِ الْاِمَامِ عَلَى النَّاسِ عِنْدَ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ۔

ترجمہ۔ صفوں کو برابر کرتے وقت امام کا لوگوں کی طرف سے متوجہ ہونا کیسا ہے

حدیث (۶۷۷) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ رَجَاءٍ الخ قَالَ نَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ.. الحدیث .

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نماز کی تکبیر کہی جاچکی تھی کہ جناب رسول اللہ ﷺ اپنے چہرہ انور کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اپنی صفوں کو سیدھا کرو۔ اور خوب ملاؤ کیونکہ مین تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب سابق کا تکملہ ہے کہ تسویۃ صفوف امامت تکبیر کے بعد ہو تو امام کو مناسب ہے کہ وہ منہ پھیر کر دیکھ لے کہ صفیں درست ہوئیں یا نہیں تو یہ امام کا ادب ہوا۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ غرض بیان جواز ہے۔

باب الصَّفِّ الْاَوَّلِ

ترجمہ۔ پہلی صف کا بیان

حدیث (۶۷۸) حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ (الخ) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ الشُّهَدَاءُ الْغَرِقُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْهَدِمُ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ شہید یہ لوگ ہیں۔ پانی میں ڈوب کر مر جانے والا۔ اسہال لگ جانے سے مرنے والا۔ طاعون کی بیماری سے مر جانے والا۔ اور دیوار کے نیچے دب کر مر جانے والا پھر فرمایا کہ اگر ان لوگوں کو اس ثواب کا

لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ وَلَوْيَعْلَمُوْنَ مَافِى الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْحَبْوًا وَّلَوْيَعْلَمُوْنَ مَافِى الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ لَاسْتَهَمُوْا . . . .

علم ہو جائے جو مسجد میں سخت گرمی کے وقت جانے میں ہے تو اس کی طرف ایک دوسرے کا مقابلہ کریں اور دوڑ لگائیں۔ اگر اس ثواب کا علم ہو جائے جو عشاء اور صبح کی نماز پڑھنے میں ہے تو اگر گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے تو آئیں گے اور اگر پہلی صف کے اندر کھڑے ہونے کے ثواب کا علم ہو جائے تو قرعہ اندازی کرنے لگیں

تشریح از شیخ زکریا۔ شراح فرماتے ہیں کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے صفِ اوّل کی فضیلت بیان کرنی ہے اگر ایسا ہو تو کچھ بعید نہیں۔ مگر اس صورت میں بخاری کا ترجمہ نہیں رہے گا۔ بلکہ اور اصحاب کتب حدیث کا ترجمہ ہو جائے گا۔ حافظ ابن حجرؒ نے ایک دوسری جگہ توجیہ فرمائی ہے جو یہاں چل سکتی ہے کہ آخر حدیث کی کتاب ہے اس لئے بعض ابواب ایسے ہی سیدھے سادے آگئے مگر میرے نزدیک جب امام بخاریؒ کا ترجمہ ٹھہرا تو پھر اس میں کوئی باریکی ہونی چاہئے۔ بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں پر شراحؒ نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ کہ یہاں ترجمہ سیدھا سادہ ہے۔ مگر میرے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ صف اوّل کے مصداق میں اختلاف ہو رہا ہے کہ کیا ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ صف اوّل کے مصداق وہ لوگ ہیں جو مسجد کے اندر پہلے آجائیں انہیں میں حافظ ابن عبداللہ بھی ہیں تو حضرت امام بخاریؒ اس باب سے صف اوّل کا مصداق مقرر فرما رہے ہیں اور جمہور کی تائید کرتے ہیں اور ابن عبداللہ پر ردّ کر رہے ہیں۔ ابن عبداللہ پر ردّ فرمانے کا یہ مطلب نہیں کہ ان پر خصوصیت کے ساتھ ردّ ہے۔ کیونکہ ابن عبدالبر تو امام بخاریؒ سے متاخر ہیں۔ بلکہ یہ قول انہی سے ظاہر ہوا۔ اس لئے اس کی طرف نسبت فرمادی۔ اور استدلال یوں ہے کہ فرماتے ہیں لو یعلمون مافی الصف المقدم الخ تو اگر صف اوّل کا مصداق وہ لوگ ہوتے جو مسجد میں پہلے آویں تو اس میں قرعہ اندازی کے کیا معنی۔ جو چاہتا اپنے گھر سے مسجد میں سویرے آجاتا۔ ابن عبدالبر نے جو قول نقل کیا ہے کہ صف اوّل کا مصداق وہ لوگ ہیں جو مسجد میں سویرے آجائیں خواہ انہیں صف اوّل میں جگہ ملے یا نہ ملے کیونکہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگ سویرے آکر بیٹھتے ہیں۔ مگر کسی بڑے کے لحاظ ملاحظہ میں وہ پیچھے ہو کر دوسرے کو آگے جگہ دیتے ہیں تو اس شخص کو جو پیچھے ہٹ گیا صف اوّل کا ثواب ملے گا۔ لیکن جمہور کے نزدیک یہ معنی معتبر نہیں۔ تو امام بخاریؒ نے اس باب سے جمہور کی تائید فرمائی۔ اور دوسرے قول کو ردّ فرمایا۔ اور اس شخص کے متعلق جمہور فرماتے ہیں کہ اس کو سویرے آنے کا ثواب ملے گا صف اوّل کا ثواب نہیں ملے گا۔ اور جمہور کی دلیل آنحضرت ﷺ کا لاستھموا ہے۔ کیونکہ اگر صف اوّل کا مصداق امام کے پیچھے والی صف نہ ہو بلکہ سویرے آنے والا ہو خواہ وہ کسی صف میں ہو تو پھر قرعہ اندازی اور استہام کی کیا ضرورت ہے۔ اب اس مسئلہ میں اختلاف ہے ایثار بالقرب جائز ہے یا نہیں۔ یعنی اپنی کسی نیکی کے کام کو دوسروں پر ایثار کر دینا جائز ہے یا نہیں۔ مثلاً کوئی شخص صف اوّل میں بیٹھا ہوا ہے کوئی استاذ یا بڑا آدمی آجائے تو خود پیچھے ہٹ جائے اور ان کو جگہ دے دے بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔ دوسرے بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر اس کو آگے اس وجہ سے جگہ دیتا ہے کہ وہ دنیادار ہے رئیس ہے اور بہت پیسے والا ہے تو جائز نہیں ہے۔ اگر دین دار ہونے کی وجہ سے دیتا ہے

کہ ہمیشہ پابندی سے نماز پڑھتا ہے۔ صف اوّل کا اہتمام کرتا ہے لیکن کسی عذر کی وجہ سے تاخیر ہو گئی تو ایسی صورت میں صف اوّل کے اندر جگہ دینی چاہئے۔ اور کیا عجب ہے کہ اس ایثار کا ثواب صف اوّل کے ثواب سے کہیں زیادہ بڑھ جائے۔

باب اِقَامَةِ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ

ترجمہ۔ صف کو سیدھا کرنا یہ بھی نماز کو پورا کرنے میں سے ہے

حدیث (۶۷۹) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَیْهِ فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ وَاَقِیْمُوا الصَّفَّ فِی الصَّلٰوةِ فَاِنَّ اِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلٰوةِ . الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ پس اس پر اختلاف نہ کرو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لك الحمد کہو۔ جب وہ سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو۔ اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی سب کے سب بیٹھ کر نماز پڑھو اور نماز میں صف کو سیدھا کرو کیونکہ صف کو سیدھا کرنا نماز کی خوبیوں میں سے ہے۔

حدیث (۶۸۰) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ الخ عَنْ اَنَسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِیَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ . الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا صفوں کو برابر کرو کیونکہ صفوں کا برابر کرنا نماز کو قائم کرنا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ نے بڑا اچھا ترجمہ باندھا۔ چونکہ روایات دو طرح کی وارد ہیں۔ ایک میں ہے اقامة الصف من حسن الصلوة جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اقامة الصف کو نفس صلوۃ میں کوئی دخل نہیں صرف اس کے ذریعہ سے حسن پیدا ہوتا ہے۔ اور دوسری راویت میں ہے تسویة الصفوف من اقامة الصلوة اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر اقامة الصفوف منتفی ہو جائے گی۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے اقامة الصف من تمام الصلوة کا باب باندھ کر تنبیہ فرمادی کہ نہ تو یہ بالکل ماهیت صلوة میں داخل ہے کہ اس کے انتفاء سے انتفاء صلوۃ ہو جائے اور نہ ہی اس کو نماز سے بالکلیہ الگ رکھا جائے بلکہ یہ متمحات صلوۃ اور اس کے مکملات میں سے ہے اور روایت میں من تمام الصلوة نہیں ہے۔

باب اِثْمِ مَنْ لَّمْ یُتِمِّ الصُّفُوْفَ

ترجمہ۔ جو شخص صفوں کو پورا نہ کرے اس کے گناہ کا بیان۔

حدیث (۶۸۱) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ اَسَدٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّهٗ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَقِيْلَ لَهٗ مَا اَنْكَرْتَ مِنَّا مُنْذُ يَوْمَ عَهِدْتَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا اَنْكَرْتُ شَيْئًا اِلَّا اَنَّكُمْ لَا تُقِيْمُوْنَ الصُّفُوْفَ۔ الحديث.....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جب مدینہ تشریف لائے تو ان سے کہا کہ آپ نے جب سے جناب رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا ہے اس وقت سے ہمارے اندر کیا تبدیلی پائی انہوں نے فرمایا اور تو کوئی تبدیلی نہیں البتہ یہ کہ تم صفوں کو سیدھا نہیں کرتے

باب اِلْزَاقِ الْمَنْكِبِ بِالْمَنْكِبِ وَالْقَدَمِ بِالْقَدَمِ فِي الصَّفِّ۔ وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنَّا يُلْزِقُ كَعْبَهٗ بِكَعْبِ صَاحِبِهٖ۔

ترجمہ۔ صف کے اندر کندھے کو کندھے سے اور قدم کو قدم کے ساتھ صف میں ملانا۔ حضرت نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے میں سے ایک آدمی کو دیکھا کہ ٹخنے کو ٹخنے کے ساتھ ملاتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہاں الزاق حقیقۃ مراد نہیں۔ کیونکہ کندھے سے کندھا نہیں ملتا۔ اور نہ ہی ٹخنے سے ٹخنہ ملتا ہے۔ بلکہ مجازی معنی اتصال صف مراد ہیں۔ غیر مقلد حقیقی معنی لیتے ہیں کہ قدم سے قدم ملا کر پاؤں پھیلا دیتے ہیں۔

حدیث (۶۸۲) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الخ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ وَكَانَ اَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَقَدَمَهٗ بِقَدَمِهٖ۔ الحديث..

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنجناب ﷺ نے فرمایا صفوں کو سیدھا کرو کیونکہ میں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی تمہیں دیکھتا ہوں۔ اور ہم سے ہر ایک اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندے اور اپنے قدم کو اپنے ساتھی کے قدم سے ملاتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب ثم لم یتم الصفوف میں امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ کی روایت ذکر فرمائی ہے اس میں یہ ہے کہ جب وہ مدینہ تشریف لائے تو لوگوں نے پوچھا کہ ہم میں کوئی منکر چیز آپؐ نے دیکھی۔ تو انہوں نے فرمایا انکرت شیئا الا الخ چونکہ منکرات کے بہت سے مراتب ہیں۔ اس لئے امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ یہ ان کا اثم کی وجہ سے تھا۔ اور اس روایت کے متعلق میں ماسبق میں کلام کر چکا ہوں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف صفوف کے اندر تغیر پیدا ہوا تھا۔ اور روایت متقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری چیزیں بدل گئی تھیں۔ میں اس تعارض کا جواب پہلے بھی دے چکا ہوں کہ یہ مدینہ کا واقعہ ہے جب وہ شام سے تشریف لائے اور وہ شام کا واقعہ ہے۔ اب ترجمہ کی غرض کیا ہے۔ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ شارحہ ہے۔ امام بخاریؒ نے بتادیا کہ حضرت انسؓ کا انکار

ترکِ واجب پر تھا۔ اور یہ اس لئے بتادیا کہ انکار کبھی ترک السنۃ پر بھی ہوتا ہے۔ اور اکثر شراح فرماتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ اہتمام صفوف سنت ہے یا واجب ہے ! تو امام بخاریؒ نے باب منعقد فرماکر وجوب کو ثابت فرمادیا۔ **باب الزاق المنکب الخ** چونکہ تسویۃ الصفوف کا ذکر فرمارہے تھے اسلئے بطور تکملہ کے یہ بیان فرمادیا کہ تسویہ اس طرح ہوگا۔ ہمارے زمانے کے اہل حدیث ٹخنوں سے ٹخنے ملانے پر بہت زور دیتے ہیں حالانکہ یہ مراد نہیں بلکہ مراد محاذات ہے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے منکب اور قدم دونوں کے الزاق کو ذکر کرکے اس طرف اشارہ فرمادیا۔ اس لئے کہ قدم کے ساتھ قدم کا الزاق حقیقی نہیں ہو سکتا۔ اگر ہو بھی جائے تو الزاق المناکب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ سارے لوگ ایک ہی قد کے نہیں ہوتے۔ کسی کا قد بڑا ہوتا ہے اور کسی کا چھوٹا۔ اور پھر الزاق منکب ذکر فرمایا۔ اس سے پتہ چلا کہ حقیقی مراد نہیں۔ تو مجازی مراد ہوگا۔ اور الزاق مجازی محاذات سے حاصل ہوتا ہے۔ فثبت ماقلت واللہ اعلم غرضیکہ یہاں پر الزاق سے غایۃ محاذاۃ مراد ہے۔ اور دلیل اس پر یہ ہے کہ ایک روایت میں آداب میں سے یہ بتلایا گیا ہے کہ مصلی اپنے دائیں جانب جوتے نہ رکھے کیونکہ اس طرف ملک یمین ہے۔ اور بائیں جانب بھی نہ رکھے کیونکہ اس کے پاس جو دوسرا شخص جماعت میں کھڑا ہے اس کا وہ یمین ہے۔ لہٰذا اس کو چاہیئے کہ اپنے قدمین کے درمیان میں جوتوں کو رکھ لے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کے دائیں اور بائیں جانب کچھ نہ کچھ جگہ ضرور ہے جس کے اندر جوتا رکھ سکے۔ ورنہ حضور اکرم ﷺ کیوں منع فرماتے۔

بَاب اِذَا اَقَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَّسَارِ الْاِمَامِ حَوَّلَهُ الْاِمَامُ خَلْفَهُ اِلٰى يَمِيْنِهٖ تَمَّتْ صَلٰوتُهٗ ۔

ترجمہ ۔ جب مقتدی امام کے بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اُسے اپنی پچھلی طرف سے پھیر کر دائیں طرف کھڑا کردے تو اس کی نماز تمام ہو جائے گی۔

حدیث (۶۸۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِرَاْسِيْ مِنْ وَّرَائِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَصَلّٰى وَرَقَدَ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ يُصَلِّيْ وَلَمْ يَتَوَضَّاْ ۔ الحديث .....

ترجمہ ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی تو میں آپؐ کے بائیں جانب کھڑا ہوا حضور اقدس ﷺ نے میرے پیچھے سے میرا سر پکڑ کر مجھے اپنی داہنی جانب کھڑا کردیا پھر نماز پڑھی اور سو گئے۔ پس مؤذن آیا آپؐ کھڑے ہوئے نماز پڑھائی اور وضو نہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہی وہ باب ہے جس کے متعلق میں نے باب اذاقام الرجل عن یسار الامام پر پہنچ کر یہ کہا تھا کہ میں اس باب پر کلام آگے کروں گا بظاہر دونوں ترجموں میں تکرار ہو گیا۔ اس لئے کہ دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ یہاں خلفہ بڑھادیا اور وہاں نہیں ہے۔ یہاں تمت صلوتہ فرمایا اور وہاں لم تفسد صلوتھما فرمایا۔ شراح فرماتے ہیں کہ رفع تکرار کے لئے اتنا ہی کافی ہے

کہ وہاں دو کی نماز کا ذکر ہے اور یہاں ایک نماز کا۔ وہاں خلفہ نہیں ہے اور یہاں ہے۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ اس سے رفع تکرار نہیں ہوتا کیونکہ لم تفسد اور تمت دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ فرق صرف لفظی ہے۔ اور صلوتھا کے اندر صلوۃ خود داخل ہے لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ یہاں دو مسئلے ہیں۔ دونوں پر امام بخاریؒ نے الگ الگ تنبیہ فرمائی ہے۔ ایک تو یہ کہ اگر مقتدی اپنے موقف کو مثلاً اس کو داہنے جانب کھڑا ہونا چاہیے اور وہ بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز صحیح ہو جائے گی۔ مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اور حنابلہؒ کے نزدیک فاسد ہو جائے گی۔ حضرت امام بخاریؒ نے باب سابق سے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک تقدم مقتدی علی الامام مفسد صلوۃ ہے۔ امام بخاریؒ نے اس مسئلہ کو یہاں بیان فرمایا کہ پیچھے سے کھینچ کر لائے۔ اگر مقتدی کو آگے سے لائے گا تو فاسد ہو جائے گی۔ اور باب سابق سے امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید فرمادی۔ اور حنابلہ پر رد فرمایا اس طرح کہ وہ اپنے غیر موقف میں کھڑا ہوا پھر بھی اس کی نماز فاسد نہ ہوئی۔

بَاب الْمَرْأَةُ وَحْدَهَا تَكُونُ صَفًّا

ترجمہ۔ عورت اکیلی صف ہے

حدیث (٦٨٤) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ صَلَّيْتُ اَنَا وَيَتِيمٌ فِي بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَاُمِّي خَلْفَنَا اُمُّ سُلَيْمٍ .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں اور یتیم اپنے گھر میں جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور میری والدہ ام سلیمؓ ہمارے پیچھے ہوتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض سلف کی رائے ہے کہ جب کوئی لڑکا یا مرد اگر اکیلا ہو اور دوسرا امام ہو تو وہ امام کے دائیں طرف کھڑا ہوگا۔ اسی طرح اگر صرف عورت ہو تو وہ بھی دائیں طرف کھڑی ہوگی۔ حضرت امام بخاریؒ اس پر ردّ فرما رہے ہیں کہ وہ الگ کھڑی ہوگی۔ کیونکہ وہ خود مستقل صف ہے۔ چنانچہ حضرت ام سلیمؓ حضرت انسؓ کے ساتھ کھڑی نہیں ہوئیں بلکہ پیچھے کھڑی ہوئیں۔

بَاب الْمَيْمَنَةِ الْمَسْجِدِ وَالْاِمَامِ

ترجمہ۔ مسجد اور امام کی دائیں جانب کا بیان

حدیث (٦٨٥) حَدَّثَنَا مُوسٰى (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قُمْتُ لَيْلَةً اُصَلِّي عَنْ يَسَارِ النَّبِيِّ ﷺ فَاَخَذَ بِيَدِي اَوْ بِعَضُدِي حَتّٰى اَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ وَقَالَ بِيَدِهِ مِنْ وَّرَائِي . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں جناب نبی اکرم ﷺ کے بائیں جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے میرے ہاتھ یا بازو کو پکڑ کر مجھے اپنی داھنی جانب کھڑا کر دیا۔ اور میرے پیچھے سے ہی اپنے ہاتھ سے مجھے پکڑا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ **میمنۃ الامام** تو روایت سے ثابت ہوتا ہے مگر **میمنۃ المسجد** کا ثبوت نہیں ملتا۔ دوسرے مسجد میں نماز ہی نہیں پڑھے گی۔ تو کہا جائے گا کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مصلی کے استقبال کا اعتبار کیا جائے گا جیسے کہ آپؐ کے میمنہ کے اعتبار کرنے میں استقبال کا اعتبار کیا گیا۔ ایسے مسجد کے میمنہ میں بھی استقبال کا لحاظ کیا جائے گا عوام الناس میں مشہور ہے کہ مسجد کا چہرہ ادھر ہوتا ہے جہاں دروازہ ہوتا ہے۔ مگر مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جیسے میمنہ ومیسرہ استقبال قبلہ کی حیثیت سے ہے تو مسجد کا میمنہ بھی استقبال قبلہ کی حیثیت سے ہوگا۔ دروازہ کی حیثیت سے نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کے سارے جواب ہی ٹیڑھے ہوتے ہیں جن میں سے کچھ گذر بھی چکے مثلاً **باب الحلاب والطیب ۔ باب قبلہ اھل المشرق والشام** ۔ اس کے علاوہ اور بھی ابواب اس نوع کے آگے آئیں گے جن میں شراح کے اقوال نقل کرتا رہوں گا۔ اور اپنی رائے بھی بیان کرتا رہوں گا۔ اس باب کے متعلق شراح فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض **میمنۃ الامام ومیمنۃ المسجد** کی فضیلت بیان کرنا ہے یہ ہم نے مان لیا تو پھر **میمنۃ الامام ومیمنۃ المسجد** دو کیوں ذکر فرمائے جبکہ **میمنۃ الامام** ہی **میمنۃ المسجد** ہوتا ہے۔ اور اس کے برعکس صرف ایک کو ذکر فرماتے بعض شراح مثلاً حافظ ابن حجرؒ نے اس سے بڑھ کر ایک اور بات فرمائی۔ وہ یہ کہ حضرت امام بخاریؒ کے اصول میں سے ہے کہ ترجمہ میں بعض ان روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جو امام بخاریؒ کی شرط کے موافق نہ ہو۔ چونکہ حضرت براءؓ کی روایت ہے کہ ہم داھنی طرف بیٹھتے تھے تاکہ نبی اکرم ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوں۔ اسلئے کہ نبی اکرم ﷺ داھنی طرف متوجہ ہوا کرتے تھے۔ اس جواب کو بھی ہم مان لیتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ تو **میمنۃ الامام** ہو گیا۔ پھر **میمنۃ المسجد** کیونکر ذکر فرمایا۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ ابن ماجہ شریف کی روایت پر رد فرماتے ہیں اس لئے کہ اس میں ہے **من عمر میسرۃ المسجد فلہ کفلان من الاجر** جس شخص نے مسجد کی بائیں جانب کو آباد کیا اس کے لئے دو حصے ثواب کے ہوں گے یہ توجیہ میرے نزدیک پہلی دو توجیہوں سے بہتر ہے۔ امام بخاریؒ نے **میمنۃ الامام** تو ذکر فرمایا کیونکہ روایت میں تھا مگر مسجد کا ذکر نہیں تھا۔ اسلئے مسجد کا لفظ ذکر فرما کر اس روایت پر رد فرما دیا۔ میری رائے یہ ہے کہ بظاہر **میمنۃ الامام** اور **میمنۃ المسجد** میں تخالف معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ **میمنۃ الامام** تو ظاہر ہے کہ اس کی داھنی طرف ہوگا۔ اور مسجد کا چہرہ امام کی طرف ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کا میمنہ امام کا میسرہ ہوگا کیونکہ ہمیشہ مواجھہ کا میمنہ دوسرے کا میسرہ ہوتا ہے اس لئے امام بخاریؒ نے اس وہم کو دفع فرما دیا۔ کہ جو امام کا میمنہ ہے وہی مسجد کا میمنہ ہے دونوں ایک ہی ہیں کوئی فرق نہیں ہے۔

بَاب اِذَا كَانَ بَيْنَ الْاِمَامِ وَبَيْنَ الْقَوْمِ حَائِطٌ اَوْسُتْرَةٌ

ترجمہ۔ جب امام اور قوم کے درمیان دیوار حائل ہو یا سترہ ہو۔

وَقَالَ الْحَسَنُ لَابَأْسَ اَنْ تُصَلِّیَ وَبَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ نَهْرٌ وَّقَالَ اَبُوْمِجْلَزٍ یَّأْتَمُّ بِالْاِمَامِ وَاِنْ کَانَ بَیْنَهُمَاطَرِیْقٌ اَوْجِدَارٌ اِذَاسَمِعَ تَکْبِیْرَ الْاِمَامِ ....

ترجمہ۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اگر تو ایسی حالت میں نماز پڑھے کہ تیرے اور امام کے درمیان نہر حائل ہو تو کوئی حرج نہیں۔ ابو مجلز فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کی اقتدا کر سکتا ہے۔ اگر چہ ان دونوں کے درمیان راستہ یا دیوار حائل ہو۔ جبکہ وہ امام کی تکبیر کو سن لیتا ہے۔

حدیث(۶۸۶)حَدَّثَنَامُحَمَّدُبْنُ سَلَامٍ (الخ)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ فِیْ حُجْرَتِهٖ وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِیْرٌ فَرَاَی النَّاسُ شَخْصَ النَّبِیِّ ﷺ فَقَامَ اُنَاسٌ یُّصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِهٖ فَاَصْبَحُوْا فَتَحَدَّثُوْابِذٰلِکَ فَقَامَ اللَّیْلَةَ الثَّانِیَةَ فَقَامَ مَعَهٗ اُنَاسٌ یُّصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِهٖ صَنَعُوْاذٰلِکَ لَیْلَتَیْنِ اَوْثَلٰثًا حَتّٰی اِذَاکَانَ بَعْدَ ذٰلِکَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ یَخْرُجْ فَلَمَّااَصْبَحَ ذَکَرَ ذٰلِکَ النَّاسُ فَقَالَ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُکْتَبَ عَلَیْکُمْ صَلٰوةُ اللَّیْلِ .

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ رات کو اپنے حجرے میں نماز پڑھتے تھے۔ حجرے کی دیوار چھوٹی تھی۔ جس سے لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کی ذات کو دیکھ سکتے تھے۔ تو لوگ کھڑے ہو کر حضور اکرم ﷺ والی نماز پڑھتے تھے۔ صبح کو اس کی باتیں کرنے لگتے۔ پھر دوسری رات آپؐ نے قیام فرمایا۔ تو بھی لوگ جناب رسول اللہ کے ساتھ کھڑے ہوئے کہ آپؐ کی نماز پڑھتے تھے۔ یہ کام انہوں نے دو یا تین راتیں کیا یہاں تک حضور انور ﷺ اس کے بعد بیٹھ گئے نماز کیلئے نہیں نکلے صبح کو لوگوں نے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے خطرہ ہے کہیں یہ رات کی نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ جبکہ بین المصلی والامام کوئی چیز حائل ہو۔ تو امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ خواہ کتنا بھی حائل ہو وہ مانع الاقتدا نہیں ہے۔ بلکہ علم بالامام ہونا چاہیئے۔ مگر اگر مکان بدل جائے تو امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مثلاً نہر یا سڑک حائل ہے۔ تو پھر اقتدا جائز نہ ہو گی مگر شراح نے اس کی تفصیل کی ہے۔ کہ اگر سڑک اور نہر سے ٹرک یا گاڑی نہیں گذر سکتی پھر تو کوئی ممانعت نہیں۔ اگر وہ گذر جاتی ہے تو پھر ممانعت ہو گی۔ مصنفؒ امام مالکؒ کا مذہب اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ان کا استدلال یصلی من اللیل فی حجرته سے ہے لیکن احناف فرماتے ہیں کہ یہ حجرہ ٹاٹ کا بنایا ہوا تھا۔ جو چھوٹی سی دیوار کے پیچھے تھا۔ جس سے انتقالات امام کا پتہ چلتا تھا۔ جب مکان نہ بدلا تو اس سے استدلال تام نہ ہو گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہاں امام بخاریؒ نے مختلف چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک امور میں کوئی فرق نہیں ہے۔ حائل ہو یا اختلاف مکان ہو کوئی شئے مانع اقتدا نہیں۔ اور ائمہ اربعہ میں باہم اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک

اگر امام کا حال معلوم ہوتا ہے تو حائل مانع نہیں ہے۔ اور اختلاف مکان مانع ہے۔ اور ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک اختلاف مکان بانع نہیں ہے۔ اور حائل مانع ہے۔ حضرت امام بخاریؒ کے نزدیک چونکہ ان اشیا میں سے کوئی شئی مانع عن الاقتدا نہیں ہے۔ اس لئے سب پر رد فرماتے ہیں **یصلی من اللیل فی حجرته** امام بخاریؒ نے اس سے استدلال فرمایا ہے۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ حجرہ سے مراد بوریہ کا حجرہ ہے جس کو حضور اقدس ﷺ نے اعتکاف کے لئے بنالیا تھا۔ اور اس سے انتقالات امام معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ **ان خشیت ان تکتب علیکم صلوة اللیل** جیسے نصاریٰ نے رہبانیت اختیار کرلی۔ اور پھر وہ اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کردی۔ اسی طرح یہاں ڈر ہوا کہ کہیں اللہ تعالیٰ رغبت دیکھ کر فرض نہ فرمادیں پھر مشقت میں پڑجائیں گے۔ اگر نباہ نہ ہوسکے تو مورد عتاب الٰہی ہوں۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی غایت شفقت ہے کہ **خشیة افتراض علی الامة** (امت پر فرض ہو جانے کے خوف سے) کی بنا پر نبی اکرم ﷺ نہیں نکلے۔ امام بخاریؒ نے ابو مجلز کا قول نقل کر کے خاص طور پر شوافعؒ پر رد فرمایا ہے کیونکہ ابو مجلز کا کہنا یہ ہے کہ اگر امام اور قوم کے درمیان دیوار وغیرہ کوئی حائل ہو تو اس کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ **قال الحسن لاباس ان نصلی** اس سے حنفیہ پر رد فرمایا کہ اختلاف مقام سے مثلاً امام اور مقتدی کے درمیان کوئی نہر وغیرہ حائل ہو تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

باب صَلٰوة اللَّيْلِ

ترجمہ۔ رات کی نماز کا بیان

حدیث (۶۸۷) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ (الخ) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ لَهٗ حَصِيْرٌ يَبْسُطُهٗ بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهٗ بِاللَّيْلِ فَثَابَ اِلَيْهِ نَاسٌ فَصَفُّوْا وَرَآءَهٗ. الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی ایک چٹائی تھی جس کو دن میں بچھالیتے تھے۔ اور رات کو اس کا حجرہ بنالیتے تھے۔ تو لوگ آپؐ کی طرف کود پڑے کہ انہوں نے آپؐ کے پیچھے صف بنالی۔

حدیث (۶۸۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ (الخ) عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِتَّخَذَ حُجْرَةً قَالَ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ مِنْ حَصِيْرٍ فِیْ رَمَضَانَ فَصَلّٰى فِيْهَا لَيَالِیَ فَصَلّٰى بِصَلٰوتِهٖ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا عَلِمَ بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ قَدْ عَرَفْتُ الَّذِیْ رَاَيْتُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ فَصَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ فِیْ بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةُ الْمَرْءِ فِیْ بَيْتِهٖ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک حجرہ رمضان شریف میں بنالیا میرا گمان ہے کہ وہ چٹائی کا تھا آپؐ نے کئی راتیں اس میں نماز پڑھی لوگوں نے بھی آپؐ کے اصحاب میں سے آپؐ جیسی نماز پڑھی جب آپؐ کو علم ہوگیا تو آپؐ بیٹھ گئے پھر ان کی طرف تشریف لائے فرمایا کہ میں نے تمہارا وہ کام پہچان لیا جو تم نے کیا اے لوگو یہ نماز تم گھروں میں پڑھو کیونکہ افضل نماز آدمی کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ہے۔ مگر فرض نماز مسجد میں پڑھی جائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ یہاں اشکال ہے کہ یہ ابواب صلوۃ اللیل کے نہیں ہیں۔ ان کے لئے تو مستقل کتاب لائے ہیں۔ پھر اس جگہ اسے کیوں لایا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مصنفؒ نے اہتمام شان کے لئے افراداذ کر کیا۔ مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مستقل باب نہیں۔ بلکہ باب سابق کا تتمہ ہے اور کالفصل ہے۔ جو کہ افادہ زائدہ کے لئے ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ رات کے وقت جب اقتدا کی جائے اور دیوار حائل ہو چونکہ اس حالت میں اختفاء زیادہ ہوتا ہے۔ تو مصنفؒ کا مقصد صلوۃ اللیل کو بیان کرنا نہ ہوا۔ بلکہ اس اختفاء کے باوجود اقتدا کی اجازت ثابت کرنا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اس باب کا یہاں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ بعض نسخوں میں یہاں پر یہ باب نہیں ہے۔ اور اس کا حذف ہی بہتر ہے۔ کیونکہ اس کا کوئی موقع نہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ روایت میں جو صلوۃ اللیل آیا ہے وہ کسی کاتب سے مکرر ہو گیا۔ کسی نے یہ سمجھ کر کہ باب کا لفظ ساقط ہو گیا یہاں پر باب بڑھا دیا۔ اور سطر کی ابتدا میں واقع ہوا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ التہجد فی الجماعۃ بیان کرنا ہے۔ یہ توجیہ پہلی دو توجیہوں سے بہتر ہے مگر اشکال یہ ہے کہ صلوۃ تہجد کے ابواب تو مستقل آرہے ہیں یہاں اس کا موقعہ نہیں۔ یہاں ایک توجیہ ہے جس کو حافظ ابن حجرؒ نے رد کر دیا۔ لیکن میرے نزدیک یہاں وہی توجیہ بہتر ہے۔ وہ یہ کہ حضرت امام بخاریؒ جب کسی چیز کے اثبات پر آتے ہیں تو اس کو مختلف طور سے ثابت فرماتے ہیں۔ اس باب سے بھی مسئلہ سابقہ ثابت فرمایا ہے۔ اس طور پر کہ جب تاریکی شب جو ایک حائل ہے وہ مانع عن الاقتداء نہیں تو اسی طرح اور حائل بھی مانع نہ ہوں گے آخر حائل میں مانع کیا ہے۔ دونوں برابر ہیں۔ جیسے امام اس میں مخفی ہوتا ہے ایسے اس میں بھی مخفی ہوتا ہے۔

بَاب اِيْجَابَ التَّكْبِيْرِ وَافْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ ۔

ترجمہ۔ تکبیر کو واجب قرار دینا۔ اور نماز کس طرح شروع کی جائے۔

حدیث (۶۸۹) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكِ الْاَنْصَارِیُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ رَكِبَ فَرَسًا فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ وَقَالَ اَنَسٌ فَصَلّٰى لَنَا يَوْمَئِذٍ صَلٰوةً مِّنَ الصَّلٰوٰتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهٗ قُعُوْدًا ثُمَّ قَالَ لَمَّا سَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَّاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک انصاریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپؐ کے دائیں پہلو پر خراشیں آئیں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں ان دنوں آپؐ نے نمازوں میں سے جو نماز پڑھائی وہ بیٹھ کر پڑھائی۔ پس ہم نے بھی آپؐ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی۔ پھر آپؐ نے جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی

وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ الحديث

کھڑے ہو کر پڑھو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ اور جب وہ سمع اللہ الخ کہے تو تم ربنا لك الحمد کہو۔

حدیث (۶۹۰) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّهٗ قَالَ خَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ فَصَلّٰى لَنَا قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا مَعَهٗ قُعُوْدًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ اِنَّمَا الْاِمَامُ اَوْ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا.. الحديث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ گھوڑے سے گر پڑے جس سے آپ کو خراشیں آئیں۔ آپؐ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی تو ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ بیٹھ کر نماز ادا کی۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب رکوع کرے تو رکوع کرو جب رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔ جب تسمیع کہے تو تم تحمید کہو۔ اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

حدیث (۶۹۱) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ (الخ) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ. . الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب تسمیع کہے تو تم تحمید کہو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی سب کے سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ افتتاح کا عطف ایجاب پر ہے یا تکبیر پر ہے۔ دونوں صورتوں میں معنی صحیح نہیں ہوتے۔ دوسرے روایت سے یہ دونوں چیزیں ثابت نہیں ہوتیں۔ تو شراح جواب دیتے ہیں کہ یہاں واؤ بمعنے مع کے ہے اور مصنفؒ یہاں سے دو جماعتوں پر رد کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ایک اس کی قائل ہے کہ بغیر ذکر اللہ کے نماز میں داخل ہو سکتا ہے۔ لیکن جمہور ذکر اللہ کو نیت کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں۔ اور دوسرا ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو عادۃً تکبیر کو ضروری نہیں سمجھتے البتہ مطلقاً ذکر اللہ کو ضروری کہتے ہیں چنانچہ امام اعظمؒ اس کے قائل ہیں۔ لیکن روایت میں لفظ تکبیر نہیں ہے اگرچہ پہلی روایت میں نہیں ہے لیکن دوسری راویت میں ہے

اذاکبر فکبروا صیغہ امر ہے جس سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔ چونکہ شرط کو ذکر کیا گیا ہے اس لئے تکبیر امام کے ساتھ ہی کہنی پڑے گی۔ اور مقتدی کی تکبیر سے پہلے امام کی تکبیر کا وقت کہا گیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ افتتاح صلوۃ اسی تکبیر سے ہوا۔ چونکہ یہ تینوں روایات ایک ہی صحابی کی مسندات میں سے ہیں اور ایک ہی واقعہ ہے۔ لہذا تکبیر کا اعتبار تینوں میں ہو گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر واؤ عاطفہ ہو تو یہاں سے دو مسئلے بیان کر دیئے گئے۔ ایک مسئلہ تکبیر تحریمہ کا اور دوسرا مسئلہ بطور تنبیہ افتتاح صلوۃ کا۔ اور حاصل یہ ہے کہ یہاں تک مقدمات متعلقات اور شرائط بیان فرمائے اور اب یہاں افتتاح صلوۃ کی ابتدا ہے۔ جیسے فقہا کرام باب صفة الصلوة بیان کرتے ہیں۔ اور یہ اقرب توجیہ ہے۔ اس لئے کہ ایجاب تکبیر الگ ہو جائے گا۔ اور افتتاح صلوۃ الگ مضمون۔ اور اس لئے کہ امام بخاریؒ اس میں امام ابو حنیفہؒ کی طرف جھک جائیں گے۔ چونکہ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ صلوٰۃ سے خارج ہے۔ اور یہاں بھی امام بخاریؒ اوّلاً ایجاب تکبیر اور اس کے بعد افتتاح صلوٰۃ بیان فرماتے ہیں۔ اگر تکبیر داخل صلوٰۃ ہوتی تو تکبیر کے ساتھ ہی افتتاح ہو جاتا۔ وقال تعالیٰ فذکر اسم ربه فصلی اور یہ بھی احتمال ہے کہ واؤ مع کے معنی میں ہو۔ پھر اس صورت میں مسئلہ ایک ہی رہ جائے گا۔ اور مطلب یہ ہو گا کہ تکبیر تحریمہ میں افتتاح صلوٰۃ کا باب ہے۔ اور تکبیر تحریمہ بالاتفاق بین الائمه الاربعه فرض ہے۔ صرف اختلاف شرطیت اور رکنیت کا ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک شرط ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رکن ہے۔ اور بعض سلف مثلاً امام اوزاعیؒ کے نزدیک تکبیر تحریمہ سنت ہے۔ اس صورت میں اس باب سے امام اوزاعیؒ پر رد ہو گا۔ یہاں اشکال اور ہے۔ وہ یہ ہے کہ ترجمہ میں ایجاب ذکر فرمایا اور حدیث کے کسی لفظ سے ایجاب ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے اذاکبر فکبروا امام کی اتباع فی التکبیر کا حکم ہے خواہ وہ تکبیر واجب ہو یا غیر واجب بعض علماء نے جواب دیا کہ مقتدی پر وجوب تو امر فکبروا سے ہو گیا۔ رہ گیا امام کا معاملہ تو اس طور پر ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ امام ہوتے تھے اور وہ اپنے فعل سے بیان واجب فرماتے تھے۔ کیونکہ بیان واجب واجب ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تکبیر واجب ہے لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ اگر اذاکبر فکبروا سے تکبیر مقتدی پر واجب ہے تو پھر فقولوا ربنالك الحمد سے تحمید بھی واجب ہونی چاہئیے۔ اس کا جواب ہے کہ ممکن ہے امام بخاریؒ اس کے قائل ہوں جیسا کہ بعض ظاہریہ کا مذہب ہے۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ ترجمہ شارحہ ہے۔ چونکہ اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ تکبیر فرض ہے یا سنت۔ تو امام بخاریؒ نے فرضیت کو ترجیح دی۔ فجحش شقة الایمن اس کے متعلق کلام گذر چکا ہے یہ واقعہ ۵ھ مدینہ میں پیش آیا۔ تکبیر کا مصداق کیا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر وہ لفظ جو عظمت باری پر دلالت کرے۔ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اس کا مصداق صرف اللہ اکبر ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک چونکہ اکبر اور الاکبر میں کوئی فرق نہیں اس لئے الله اکبر کے ساتھ الله الاکبر بھی کہہ سکتا ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ان دونوں کے ساتھ الله کبیر بھی کہہ سکتا ہے۔ اذاکبر فکبروا اشکال یہ ہے کہ اذا شرطیہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام تکبیر کہے تو تم بھی کہو۔ اگر وہ نہ کہے تو تم بھی نہ کہو حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ اذا یہاں صرف وقت کے معنی میں ہے۔ کہ اس سے محض وقت مراد ہے کہ کس وقت کہے۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيْرَةِ الْأُوْلٰى مَعَ الْإِفْتِتَاحِ سَوَاءً

ترجمہ۔ تکبیر اولیٰ میں افتتاح کے ساتھ دونوں ہاتھوں کو اٹھانا

حدیث (٦٩٢) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَاِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ اَيْضًا وَّقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَايَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ ..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تھے تو دونوں کندھوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اور جب رکوع کیلئے تکبیر کہتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے اور اسی طرح دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔ جبکہ سمع الله لمن حمده ربناولك الحمد فرماتے تھے سجدے میں ایسا نہیں کرتے تھے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ رفع یدین کی بحث ہے جس کو معرکۃ الآراء مسائل میں سمجھا جاتا ہے۔ مگر میری طبیعت اس میں لگتی نہیں۔ اس لئے کہ تم جو اپنے اساتذہ کے یہاں سنتے آرہے ہو وہی بحثیں بار بار کیا کریں۔ طبیعت تو تراجم بخاری میں لگتی ہے۔ نیز اس میں دو تین دن خرچ کرو اور پھر حاصل بھی کچھ نہیں ہوتا۔ دراصل وجہ یہ ہے کہ میں نے جب ١٣٤٠ھ میں مشکوٰۃ شریف پڑھائی تو میں نے مسائل مختلف فیھا تلاش کئے۔ اس میں مجھے صرف چار رکعات میں دو سو سے زائد اختلاف ملے۔ اور وہ سارے اس سلسلہ میں تھے کہ فلاں چیز فلاں امام کے یہاں اولیٰ ہے۔ اور فلاں کے یہاں نہیں۔ اور یہ چیز ان کے یہاں مستحب ہے اور ان کے یہاں مستحب نہیں۔ اور ایک چیز ایک کے یہاں سنت ہے اور دوسرے کے یہاں مسنون نہیں ان ہی میں رفع یدین ہے آمین بالجھر ہے۔ فاتحه خلف الامام ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ان ہی چند کی کیا خصوصیت ہے اور باقی کے متعلق کلام کیوں نہیں کرتے کیا وجہ ہے کہ یہی چند مسائل معرکۃ الآراء بن گئے سنو ! اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ نااہلوں کے ہاتھ آگیا۔ علامات قیامت کی احادیث میں ایک حدیث ہے اذا وسد الامر الی غیر اھله فانتظر الساعة ۔ جب معاملہ نالائق لوگوں کے سپرد ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اور ہمارے اکابرین میں سے بعض نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ ہر وہ شئی جو کسی نااہل کی نگرانی میں آجائے بس اس کی قیامت آگئی اسی طرح یہاں بھی اور یہی حال مسلم لیگ اور کانگریس کا ہے اتنا اختلاف ایک دوسرے میں کہ تکفیر تفسیق تذلیل سب کچھ کر گذرتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ کام نااہل لوگوں کے ہاتھ آگیا۔ جہاں تک مسئلہ کا تعلق ہے مسئلہ ہونے کی حیثیت سے ہے۔ اور مسائل کی حیثیت بھی یہی ہے۔ اور جہاں تک اختلاف ائمہ کا تعلق ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور رحمت ہے۔ ان ائمہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اصول مستنبط کئے ہیں اور استنباط میں اختلاف ہوتا ہی ہے۔ جو روایت اصول کے مخالف ملے اس کا جواب دے دیا اور تاویل کر دی اور اصل یہ ہے کہ ائمہ کے درمیان ہونے والا جھگڑا جھگڑا ہی نہیں ہوتا

اس کو لوگ جھگڑا سمجھتے ہیں۔ جہاں تک مسئلہ کا تعلق ہے میں یہی بیان کروں گا اور خلاصہ اس کا صرف یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے مختلف روایات وادر ہیں۔ جن کو ائمہ نے اپنے اپنے اصول کے مطابق بعض کو بعض پر ترجیح دی۔ اور وہ اصول بھی مسلم اور روایت کی صحت بھی مسلم ان میں کوئی جھگڑا اور اختلاف نہیں۔ اختلاف صرف ترجیح میں ہے۔ مثلاً یہی رفع یدین ہے اس میں بہت سے مسائل مختلف فیھا ہیں اصول کے ماتحت ہو کر۔ چنانچہ اس کے حکم کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ ابتدا ًمیں واجب ہے اس کے برخلاف بعض مالکیہ سے بدعت نقل کیا گیا ہے۔ اور جمہور کہتے ہیں کہ سنت ہے۔ نیز! ایک اختلاف اس میں یہ ہے کہ رفع یدین کہاں کہاں ہوگا۔ یہی معرکۃ الآراء ہے۔ نیز یہ کہ رفع یدین کب کرے۔ کب کرے کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھوں کو تکبیر کے ساتھ اٹھائے یا بعد میں یا پہلے اس میں علماء کے تینوں قول ہیں۔ ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مقارنت ہے اور یہی امام بخاریؒ کی رائے ہے۔ اور طرفین یعنی امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اوّلاً رفع کرے پھر تکبیر کہے۔ اور اس اختلاف کی وجہ اختلاف مناط ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مناط اعلام (بہرے کو بتلانا) اصم ہے۔ اسلئے مقارنت ہونی چاہیئے تاکہ بہرے کو اطلاع ہو جائے۔ اور طرفین کے نزدیک مناط یہ ہے کہ رفع نفی کے لئے ہے۔ اور تکبیر اثبات کے لئے ہے۔ اور لا الہ الا اللہ میں نفی اثبات پر مقدم ہے۔ تو یہاں بھی ایسا ہوگا۔ اور بعض کے نزدیک اوّلاً تکبیر ہوگی پھر رفع۔ یہ تین قول ہوگئے۔ نیز! یہ کہاں تک رفع کرے۔ احنافؒ کے نزدیک اذنین تک ہوگا۔ اور ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک منکبین تک ہوگا۔ مالکیہؒ کا ایک قول منکبین کا ہے۔ اور امام احمدؒ سے تخییر منقول ہے۔ اور امام شافعیؒ سے ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ اس طرح اٹھائے کہ کفین منقبین کے مقابل میں اور ابہامین شحمتین کے مقابل اور انگلیاں فروع اذنین کے مقابل ہوں اس صورت میں کوئی اختلاف ہی نہیں رہا۔ اور مالکیہ کا ایک قول یہ ہے کہ پہلا رفع یعنی تکبیر تحریمہ والا منکبین تک اور اس کے علاوہ اس سے کم ہوں گے۔ ثدیین (پستان) تک۔ یہ چار اختلاف ہوگئے۔ نیز پانچواں یہ کہ مرد اور عورت کے رفع میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ ہاں فرق ہے۔ عورت اپنے ہاتھوں کو مردوں کے مقابلہ میں کم اٹھائے گی۔ لانہ استر لھا یہ اس کیلئے زیادہ پردہ کا باعث ہے۔ مرد تو اذنین تک اور عورت ثدیین یعنی پستان تک۔ لوگوں نے لکھ دیا کہ حنفیہ تفریق کرنے میں منفرد ہیں یہ غلط ہے۔ بلکہ حنابلہؒ کی دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ عورت مرد سے کم اٹھائے گی۔ دوسری یہ کہ بالکل نہیں اٹھائے گی۔ چھٹا اختلاف یہ ہے کہ گرمی و سردی میں کوئی فرق کیا جائے گا یا نہیں۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک کوئی فرق نہیں۔ امام بخاریؒ کا مسلک یہ بتلایا جاتا ہے کہ گرمی میں سردی سے زیادہ اٹھائے۔ اس لئے کہ گرمی میں ہاتھ وغیرہ کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور سردی میں کپڑوں کی وجہ سے ڈھکے ہوئے ہوتے ہیں جیسا کہ وائل بن حجر کی روایت میں تصریح ہے جو ابوداؤد میں مروی ہے۔ ساتواں یہ کہ رفع کی کیا صورت ہوگی۔ یعنی ہاتھوں کو کیسے رکھے۔ بطون کف کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے یا بطون کفین خدین کی طرف ہوں۔ اس میں حنفیہؒ کے دونوں قول ہیں۔ آٹھواں یہ کہ انگلیاں کیسے رکھے۔ حنابلہ کے نزدیک غایۃ الضم ملی ہوئی۔ اور شافعیہؒ کے نزدیک غایۃ التفریق یعنی کھلی ہوئی۔ اور مالکیہؒ کے نزدیک مخفی رکھے اور حنفیہؒ کے نزدیک علی حالھا چھوڑ دے اور مسحنون مالکی کے نزدیک ظھر کف تو زمین کی طرف اور بطون آسمان کی طرف رکھے

یہاں تک آٹھ اختلاف ہو گئے اب اس میں اختلاف ہے کہ اس رفع کی حکمت کیا ہے بعض علماء کی رائے ہے کہ اس کی حکمت اعلام الاصم بہرے کو اطلاع دینا ہے۔ اور بعض نے اس کی حکمت یہ بتائی کہ سارے اعضاء مستقبل قبلہ ہو جائیں۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کی حکمت استعظام مادخل فیہ ہے۔ علامہ شیرازی۔ شافعی میزان کبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میزان کبریٰ علامہ شعرانی کی تصنیف تالیف ہے۔ جس میں انہوں نے یہ بیان کیا ہے۔ ائمہ میں باہم درحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رفع یدین کی حکمت طرح دینا ہے۔ چونکہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ بہت بڑے بزرگ تھے جہاں ایک مرتبہ طرح دینا فرمادیا پھر وہ لوٹ کر آتی ہی نہ تھی۔ بلکہ استغراق ہو جاتا تھا۔ لہذا انہوں نے ایک ہی بار رفع کا قول اختیار فرمایا۔ اور حضرت امام شافعیؒ امام اعظمؒ سے متاخر ہیں۔ ان کے زمانہ میں دنیا کا غلبہ کہیں زیادہ ہو گیا تھا انہوں نے جب دیکھا کہ ایک مرتبہ میں نہیں جاتی تو شروع کرتے ہوئے بھی اور رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے بھی رفع کا حکم فرمادیا۔ اور اوجز المسالک میں اس کی دس وجوہ لکھی ہیں۔ اگر تمہارا جی چاہے تو وہاں دیکھ لینا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ محل رفع میں اختلاف ہے۔ کہ کہاں کہاں کرے اسی طرح ان مواقع میں بھی اختلاف ہے۔ اب سنو! حضرت امام مالکؒ سے روایت ہے کہ کہیں بھی نہ اٹھائے۔ مگر ان کا مشہور قول حنفیہ کی طرح ہے۔ یعنی رفع یدین سوائے تکبیر تحریمہ کے اور کہیں نہیں۔ اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کے علاوہ دو جگہ اور رفع ہے۔ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے۔ مگر پھر ان میں باہم اختلاف ہو گیا کہ رکوع سے اٹھتے ہوئے جو رفع یدین ہو گا وہ انتقال کا وظیفہ ہے یا قومہ کا۔ شوافع کے نزدیک انتقال کا وظیفہ ہے۔ اور حنابلہ کے نزدیک قومہ کا وظیفہ ہے۔ اور اسی اختلاف کا یعنی ایک اور اختلاف ہے۔ وہ یہ کہ شوافعؒ کے نزدیک چونکہ رفع یدین عندا لرفع من الرکوع وظیفہ انتقال ہے لہذا اٹھنے کے ساتھ کرے۔ اور حنابلہ کے نزدیک چونکہ قومہ کا وظیفہ ہے لہذا وہ کھڑے ہونے کے بعد کرے چونکہ امام ابو داؤد حنبلی ہیں اسلئے انہوں نے روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کان اکثر مایقول ابو سفیان بعد ما یرفع اس میں یہ بھی اختلاف ہے کہ دو رکعت سے اٹھتے ہوئے رفع یدین ہے یا نہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ لیکن متاخرین شافعیہ وحنابلہ جیسے کہ بیہقی ابن المنذر وغیرہ اور امام بخاریؒ بھی اس کے انتقال کے قائل ہیں۔ جیسا کہ باب باندھیں گے۔ یہ حضرات شوافع جو رکعتین سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کے قائل ہیں یہ کہتے ہیں کہ ہمارے امام شافعیؒ سے منقول ہے اذاصح الحدیث فھو مذھبی میں کہتا ہوں کہ یہ صرف امام شافعیؒ سے نہیں بلکہ ائمہ اربعہ سے منقول ہے۔ تو یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جب ہمارے امام کا مقولہ اذاصح الحدیث الخ ہے تو ہمیں یہاں پر حدیث صحیح مل گئی۔ لہذا وہی ان کا مذہب ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ توصیح ہے کہ امام کا مقولہ اذ اصح الحدیث فھو مذھبی ہے۔ لیکن یہ تو اسی وقت کہا جائے گا کہ رفع الیدین عندا لرفع من الرکعتین امام شافعیؒ کا مذہب ہو۔ جبکہ یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ روایت امام شافعیؒ کو نہیں پہنچی اور تم کو پہنچ گئی۔ لیکن جب امام شافعیؒ کو روایت پہنچ گئی اور انہوں نے اسے رد کر دیا تو پھر تم کون ہوتے ہو کہ امام نے جس چیز کو قبول نہیں کیا تو تم اس کو اس کے سر تھوپ رہے ہو۔ اذاصح الحدیث یہ صرف ائمہ اربعہ کا نہیں بلکہ سارے مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ مگر یوں ہی کہہ دینا کہ چونکہ امام کا مقولہ ہے لہذا یہ امام کا مذہب ہوگا۔ مدعی ست گواہ چست کے مترادف ہے۔ جیسے امام مالکؒ کے نزدیک

صرف عند تکبیرۃ الاحرام ہے توا گر مالکیہؒ یوں کہنے لگیں کہ چونکہ حدیث میں اس کے علاوہ بھی رفع یدین مذکور ہے اس لئے بھی امام مالکؒ کا مذہب ہے حالانکہ مؤطا امام مالکؒ میں حضرت ابن عمرؓ کی رفع یدین والی روایت مذکور ہے۔ اور پھر بھی امام مالک اس پر عمل نہیں فرماتے۔ جیسے کہ مدونہ میں وغیرہ میں ان کا مذہب منقول ہے جو مالکیہ کی بہت معتبر کتاب ہے۔ معلوم ہوا کہ امام مالکؒ نے ایک روایت پاکر کسی علت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا اور وہ علت ہے۔ عمل اہل مدینہ کا اسی کے خلاف ہونا یہیں سے ایک بات اور معلوم ہوئی۔ کہ حدیث صحیح ہونے کیلئے ضروری نہیں کہ وہ معمول بہا بھی ہو۔ یہ حدیث صحیح ہے پھر بھی حضرت امام مالکؒ نے اس کو چھوڑ دیا کیونکہ معمول بہا ہونے کے لئے صرف صحت ہی کافی نہیں۔ بلکہ واقع کے مطابق ہونا بھی ضروری ہے۔ مثلاً بخاری شریف میں نبی اکرم ﷺ کے قیام قبا کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ایک میں مدت قیام چودہ دن ہے دوسری روایت میں چوبیس دن ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک واقعہ کے مطابق ہوگی۔ حالانکہ دونوں بخاری کی روایتیں ہیں۔ اور دونوں صحیح ہیں۔ اب سنو! رفع یدین بہت سی روایات سے ثابت ہے۔ اور ہر خفض رفع میں ثابت ہے۔ اس کے بعد بالاتفاق بین الائمہ الاربعہ فسخ ہوا اب جھگڑا اس میں صرف یہ ہے کہ کتنا منسوخ ہے اور کتنا باقی ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں سالم عن ابن عمرؓ کی روایت کو نہیں لیتا۔ اس لئے کہ سالم اور ابو حمید ساعدی کی روایت میں **فی کل خفض ورفع** میں رفع یدین ثابت ہے اور بخاری کی روایت میں **لایفعل ذالک فی السجود** ہے۔ تو اگر سالم کی روایت لے لوں گا تو **تعارض بین النفی والاثبات** لازم آئے گا۔ اور قاعدہ ہے کہ جہاں **تعارض بین النفی والاثبات** ہو تو وہاں اثبات کو ترجیح ہوتی ہے۔ لہٰذا فی **رفع وخفض** والی روایت کو ترجیح ہو جائیگی۔ اب جبکہ امام احمدؒ یوں فرماتے ہیں کہ میں سالم کی روایت کو نہیں لیتا۔ تو اگر حنابلہ یہ کہیں کہ ہمارے امام کا یہ فرمان **اذا اصح الحدیث فھو مذھبی** اور سالم کی حدیث صحیح ہے لہٰذا امام احمدؒ کا یہی مذہب ہو تو یہ ان کی بات کبھی درست نہ ہوگی۔ اب احنافؒ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ ابو حمید الساعدی کی روایت میں اضطراب ہے تین جگہ اور تین سے کم اور **فی کل حفض ورفع** رفع یدین نقل کیا گیا ہے۔ اس لئے وہ اس کو نہی لیتے۔ چونکہ بہت سی روایات میں **فی کل خفض ورفع** ثابت ہے۔ اور روایت ابن عمر **لایفعل ذالک فی السجود** وارد ہے۔ تو شافعیہ اور حنابلہ حدیث ابن عمرؓ **عند البخاری** کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ اسند اور اقویٰ ہے۔ اور ان کے اصول میں سے اوثق کی روایت کو ترجیح دینا ہے۔ اور امام مالکؒ کا قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ **اوفق بعمل اھل المدینہ** کو لیتے ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ اہل مدینہ رفع یدین نہیں کرتے اس لئے فرمادیا **لم یثبت** مدونہ میں ہے **وقال ابن القاسم کان رفع الیدین ضعیفا اید فی تکبیر الاحرام** (رفع یدین کی روایت ضعیف ہے اس لئے اسے تکبیر احرام پکا کیا گیا۔ اور ان سب سے اونچے حنفیہ ہیں۔ اور یہ میں اس وجہ سے نہیں کہتا کہ میں خود حنفی ہوں بلکہ واقعہ اور حقیقت یہی ہے۔ کیونکہ ان کے **اصول مطردہ** میں سے یہ ہے کہ جب دو روایتوں میں تعارض ہو جائے ایک تو اصح اور اسند ہو اور دوسری صحیح ہو مگر اس سے کم درجہ کی تو اصح کو ترجیح دے کر اس سے کم درجہ والی کو مرجوع قرار دے کر چھوڑتے نہیں۔ کیونکہ وہ بھی تو صحیح ہے۔ قابل احتجاج ہے اس لئے اگر خارج سے کوئی قرینہ کسی ایک کی ترجیح کا مل جائے تو جس کے موافق قرینہ ملے اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر یہ اس وقت کرتے ہیں جبکہ دونوں میں توفیق اور تطبیق ممکن نہ ہو ورنہ تطبیق دیتے ہیں

اسی طرح احناف ؒ کے اصول مطردہ میں سے یہ بھی ہے کہ اگر دو روایت میں تعارض ہو جائے اور ان میں سے ایک اوفق بالقرآن ہے تو اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس لئے کثرت سے روایات بالمعنی نقل کی جاتی ہیں۔ اور روایت بالمعنی میں تغیر کا احتمال ہے۔ اور الفاظ قرآنیہ قطعی ہیں ان میں تغیر کا احتمال نہیں لہذا جو روایت الفاظ قرآن کے زیادہ موافق ہو گی اس کو لیں گے۔ اسی قاعدہ مطردہ پر سب روایات صلوٰۃ کو ایک مسطر پر ناپ لیا۔ اور وہ ہے قوموا لله قانتین اے سا کنین اب جہاں ان روایات صلوٰۃ میں اختلاف ہو فیمابین الحرکت والسکون تو وہ سکون کو لیں گے۔ لانہ اوفق بالفاظ القرآن اب ہم کہتے ہیں کہ رفعات ثلاثہ کے غیر میں تو ہمیں کلام نہیں اس لئے کہ سب نے بالاتفاق اس کے ماسوا کو چھوڑ دیا اب رفعات ثلاثہ رہ گئیں۔ اس میں دو روایتیں وارد ہیں۔ ایک حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں رفع عند تکبیرۃ الاحرام وعندالرکوع وعند الرفع منه تینوں کا ذکر ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت رفع عندتکبیرۃ الاحرام کے علاوہ کی نفی ہے۔ لہذا ابن مسعودؓ کی روایت لے لیں گے۔ کیونکہ یہ اوفق بالفاظ القرآن ہے۔ اسی طرح آمین بالجھر والسر ہے۔ چونکہ بالسر اوفق بالقرآن ہے اس لئے احناف ؒ نے اس کو اختیار کیا۔

دوسرا کلیہ یہ ہے کہ بالاتفاق نماز حرکت سے سکون کی طرف چلی ہے۔ مثلاً پہلے کلام فی الصلوٰۃ جائز تھا۔ پھر منسوخ ہو گیا۔ جیسا کہ ابوداؤد میں ہے کہ احیلت الصلوۃ ثلثة احوال اور اس میں کلام کرنا بھی مذکور ہے۔ لہذا پہلے حرکت تھی اس کے بعد سکون ہوا۔ لہذا سکون کو لیا جائے گا۔ اور یہی مطلب ان بعض احناف کا ہے جن کی عبارت فی الباب سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ سکون موٴخر ہے اس لئے حرکت منسوخ ہے۔ لہذا رفع یدین منسوخ ہے۔ اور غیر رفع معمول بہ ہو گا۔ یعنی ان کی مراد نسخ حقیقی نہیں بلکہ مثل نسخ کے ہے۔ اس مسلمہ بات کی بناء پر کہ نماز حرکت سے سکون کی طرف آئی ہے۔ نہ کہ نسخ حقیقی۔ اس لئے کہ نسخ حقیقی کے لئے کوئی تصریح ہو پھر نسخ کا قول ہو سکتا ہے۔ لہذا جب ابن مسعودؓ اور ابن عمرؓ کی روایات میں تعارض ہو گیا تو ابن مسعودؓ کی روایت مذکورہ بالا قواعد کی بناء پر راجح ہو گی۔ روایتیں دونوں صحیح ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت پر اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ روایت مضطرب اور موقوف ہے۔ ضعیف ہے۔ لیکن یہ اعتراض لغو ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت محدثین کے قواعد کے موافق صحیح ہے۔ ہاں اگر کوئی لم یعد کو صحیح نہ کہے کہ یہ لفظ کسی اور روایت میں نہیں ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ابن عمرؓ کی روایت پر عامل ہے۔ اب لم یعد کا لفظ اس کے موافق نہیں پڑتا تو اس کو غلط کہتے ہیں اب اس کے بعد میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں صرف لفظ لم یعد ہے یہ صحیح نہیں بلکہ غلط ہے۔ مثلاً ابن مسعودؓ کو نسخ تطبیق معلوم نہ تھی۔ یہ ساری حماقت کی باتیں ہیں۔ اگر وہ ایسا کہتے ہیں تو پھر ہم بھی (گو ہمارا طریق طعن و تشنیع نہیں ہے بلکہ ہم ان کے ظلم برداشت کرتے ہیں) جیسا کہ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہاں کہیں گے کہ جیسے تم ابن مسعودؓ کی روایت کو موقوف کہتے ہو ہم بھی ابن عمرؓ کی روایت کو موقوف کہتے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ کے دو شاگرد ہیں ایک سالم دوسرے نافع۔ سالم تو مرفوع نقل کرتے ہیں۔ نافع موقوف نقل کرتے ہیں۔ امام ابوداؤد نے نافع کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ ان محدثین کا ظلم سنو! جیسا کہ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم ظلم برداشت کرتے ہیں۔ چار روایات ایسی ہیں کہ ان کو حضرت سالم تو مرفوع نقل کرتے۔

اور حضرت نافع ان کو موقوف نقل کرتے ہیں۔اس کے علاوہ دونوں ساری روایتوں میں رفعاً ووقفاً متفق ہیں۔ تو نافع کو مقدم کرتے ہیں اور رفع یدین میں سالم کو مقدم کرتے ہیں۔احناف فرماتے ہیں کہ جیسے اور مسائل میں نافع کی موقوفات کو ترجیح ہے اسی طرح یہاں بھی ان کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔اور اوجز پ ۲۱۴ میں دو روایتوں کے متعلق بعض محدثین سے منقول ہے کہ نافع کی روایت موقوفہ کو ترجیح دی ہے۔ لیکن ابن عبدالبر کی رائے ہے کہ چاروں میں سالم کا قول مقدم ہے۔اب ایک بات اور سنو! امام ابو داؤد کی طرف سے نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے لم یعد پر اعتراض کیا ہے کہ اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عمرؓ کی روایت میں رکوع میں جاتے ہوئے رفع یدین منقول بھی ہے اور نہیں بھی ہے۔ لہذا تم بھی اس کا انکار کرو۔ ابن عمرؓ کی روایت مضطرب ہے کوئی رکوع میں جاتے وقت رفع نقل کرتا ہے کوئی نہیں کرتا۔اسی طرح اس میں اختلاف ہے۔یہ رفع انتقال کے ساتھ ساتھ ہے۔یا کھڑے ہونے کے بعد قومہ میں۔ حضرت امام مالکؒ اس روایت کے مؤطا میں راوی ہیں۔اور پھر مدونہ میں لم یثبت فرماتے ہیں۔اب اگر اتنا متفق علیہ امام ایک حدیث کو نقل کر کے لم یثبت کہہ دے تو کیا یہ اس امام کا انکار نہیں ہے اگر نسائی اور ابو داؤد حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کو لم یثبت کہہ دیں تو وہ معتبر ہو تو حضرت امام مالکؒ کا لم یثبت فرما دینا بدرجہ اولیٰ معتبر ہو گا۔

ایک اعتراض یہاں اور ہے کہ ابن مسعودؓ کو نسخ تطبیق کا پتہ ہی نہ چل سکا۔اس کا جواب اللہ معاف کرے یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو وضو کرنی نہیں آتی تھی۔ وضو کرتے ہوئے آنکھوں میں پانی ڈالتے تھے۔اور ابو داؤد میں ہے حضرت ابن عمرؓ خود وضو فرماتے ہیں۔ اذاسمعنا الاذان توضانافخرجنا اب تم خود ہی بتلاؤ کہ تکبیر سن کر وضو کرتے تھے اور پھر پیچھے کھڑے ہوتے۔اسلئے کہ اصحاب صفہ جو دو سو کے قریب تھے پہلے ہی سے مسجد میں ہوا کرتے تھے۔ تو کیا وہ رفع یدین دیکھنے کے لئے آگے چلے جایا کرتے تھے۔خدا معاف کرے یہ سب لغو اور فضول باتیں ہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ جیسا کہنا ویسا سننا ورنہ میرے والد صاحب نے ابو داؤد کی حدیث کی توجیہ کی ہے کہ توضانا اذا سمعنا کی جزاء نہیں ہے۔بلکہ اس کی جزا خرجنا ہے اور توضأنا بتقدیر قدحال ہے۔ سمعنا کی ضمیر سے تقدیر عبارت یوں ہے اذاسمعنا الاقامۃوقد توضانا خرجنا لیکن اس توجیہ کے بعد بھی حنفیہؒ بطور الزام کہہ سکتے ہیں کہ جب ابن عمرؓ اقامت کے بعد مسجد میں جاتے تھے تو وہ پیچھے کھڑے ہوتے تھے۔ پھر رفع یدین کہاں سے دیکھ لیا۔ حضرت ابن عمرؓ قنوت فی الصبح کے قائل نہیں۔ حضرات شافعیہ قائل ہیں۔اور اعتذار یہ کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ بچے ہونے کی وجہ سے دور کھڑے ہوتے تھے۔اور قنوت نہیں سن پاتے تھے۔ تو کیا وہ رفع یدین دیکھنے کیلئے آگے جاتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کی جماعت آگے ہوتی تھی۔ آخر کیسے دیکھتے تھے۔احناف یہ بھی فرماتے ہیں کہ عدم رفع کی ترجیح کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ رفع یدین کے ناقلین یا تو وہ صحابہ ہیں جو احداث اور نو عمر تھے۔یا وہ صحابہ ہیں جو ایک دو بار خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آخر یہ بڑے بڑے صحابہ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کہاں چلے گئے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہاں تھے۔باوجود اتنے کثیر الروایۃ ہونے کے انہوں نے اس کو کیوں ذکر نہیں کیا۔ ابو حمید ساعدیؓ نے جب یہ کہا کہ انااعلمکم بصلوۃ رسول اللہ تو ان دس صحابہؓ جن کے سامنے کہا تھا جواب میں کہا ماکنت اقدمنا صحبۃ ولاالزمنا کہ آپ نہ تو ہم میں سے قدیم الصحبت ہیں اور نہ ہی

آپؐ کے لازم ملازم ہیں پھر آخر کیابات ہے صاحب بدائع تو یہ فرماتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ سے عدم رفع نقل ہے۔ حنفیہؒ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مجاہد کہتے ہیں کہ میں بہت دنوں تک ابن عمرؓ کے ساتھ رہا۔ اور ان کو میں نے سوائے تکبیرۃ الاحرام کے اور کہیں رفع کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آخر حضرت ابن عمرؓ کی روایت اور وہ اپنی مروی کے خلاف کرتے ہیں یہ کیابات ہے سنو! حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ روایات فعلیہ میں تو تعارض ہو گیا۔ اور روایت قولی ترک رفع پر سالم عن المعارضہ ہے۔ لہذا وہ مقدم ہو گی۔ اور وہ روایت حضرت جابر بن سمرہؓ سے مسلم میں مروی ہے۔ مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ یعنی مجھے کیا ہو گیا کہ تمہیں اس طرح ہاتھ اٹھانے والا دیکھ رہا ہوں۔ گویا کہ وہ شوخ گھوڑوں کی دمیں ہیں نماز میں سکون سے رہا کرو۔ اس پر امام بخاریؒ نے اعتراض فرمایا کہ بعض جاہل بے وقوف ناواقف اس سے ترک رفع پر استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سلام کا واقعہ ہے۔ صحابہ کرامؓ سلام پھیرتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔ تو حضور اکرم ﷺ نے ان پر نکیر فرمائی۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمدؒ نے بذل میں جواب دیا ہے کہ اعتراض کرنے والوں نے غور نہیں کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ جابر بن سمرہؓ کی دو روایتیں ہیں۔ اور دونوں الگ الگ ہیں۔ دونوں میں الگ الگ قصہ مذکور ہے اس لئے کہ دونوں کا سیاق مختلف ہے کہ رفع یدین کے متعلق تو روایت میں ہے خرج علینا رسول اللہ ﷺ ونحن رافعوا ایدینا فقال مالی اراکم الحدیث۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور ہم ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے تھے تب آپؐ نے مالی اراکم فرمایا۔ اور سلام والی روایت میں ہے کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ ﷺ الخ قال ما بال احدھم الخ سیاق کے اختلاف سے معلوم ہو گیا کہ دونوں میں الگ الگ قصہ مذکور ہے۔ اس لئے ایک دوسری روایت سے خلط کرنا درست نہیں ہے۔ اس کے بعد تم یہ سنو! کہ رفع یدین کے قائلین کہتے ہیں کہ ۸۰ صحابہ کرام سے رفع یدین مروی ہے۔ اور تواتر تک پہنچاتے ہیں۔ مگر یہ غلط ہے۔ ان روایات کو پہلے لاویں۔ اگر کسی صحابی کے متعلق منقول ہے کہ وہ رفع یدین کرتے تھے تو اس سے تمہارا رفع کیسے ثابت ہو گیا۔ ہم تو خود کہتے ہیں کہ وہ رفع یدین کرتے تھے مگر وہ احناف پر حجت نہیں آتا۔ آنکہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ رفع سے مراد رفعات ثلاثہ ہیں اور یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کے علاوہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ تین مرتبہ سے زائد کا قائل تو وہ بھی نہیں ہے اور اگر تین سے کم ہو تو وہ ان کی حجت نہیں۔ اس کا جواب وہ لوگ دیں گے ہم دیکھ لیں گے اس کے بعد مصنفؒ نے ایک باب اور منعقد فرمایا ہے باب الی این یرفع یدیہ اس پر کلام کیا جا چکا ہے۔

بَاب رَفْعِ الْيَدَيْنِ اِذَا كَبَّرَ وَاِذَا رَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ۔

ترجمہ۔ دونوں ہاتھوں کو اٹھانا جبکہ تکبیر کہے جب رکوع کیلئے جائے اور جب رکوع سے سر اٹھائے۔

حدیث (۶۹۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب وہ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تھے

اِذَاقَامَ فِی الصَّلٰوۃِ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی تَکُوْنَا حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ وَکَانَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ حِیْنَ یُکَبِّرُ لِلرُّکُوْعِ وَیَفْعَلُ ذٰلِکَ اِذَارَفَعَ رَأْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ وَیَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ وَلَایَفْعَلُ ذٰلِکَ فِی السُّجُوْدِ ....

تو دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے۔ اور اسی طرح کرتے تھے جبکہ رکوع کے لئے تکبیر کہتے۔ اور اس طرح کرتے جب سر رکوع سے اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے اور ایسے سجدہ میں نہیں کرتے تھے۔

حدیث (۶۹۴) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الْوَاسِطِیُّ (الخ) اَنَّہٗ رَاٰی مَالِکَ ابْنَ الْحُوَیْرِثِ اِذَاصَلّٰی کَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیْہِ وَاِذَااَرَادَ اَنْ یَّرْکَعَ رَفَعَ یَدَیْہِ وَاِذَارَفَعَ رَأْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ رَفَعَ یَدَیْہِ وَحَدَّثَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ صَنَعَ ھٰکَذَا ...

ترجمہ۔ حضرت اسحاق بن شاہین واسطی فرماتے ہیں کہ میں نے مالک بن حویرث رضی کو دیکھا جب وہ نماز شرع کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اور جب رکوع کرنے لگتے تو بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اور بیان کرتے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

باب اِلٰی اَیْنَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ وَقَالَ اَبُوْ حُمَیْدٍ فِیْ اَصْحَابِہٖ رَفَعَ النَّبِیُّ ﷺ حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ۔

ترجمہ۔ کہاں تک دونوں ہاتھ اٹھائے حضرت ابو حمید نے اپنے اصحابہ میں فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے کندھوں کے برابر تک اٹھاتے تھے۔

حدیث (۶۹۵) حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ (الخ) اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رضی قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ افْتَتَحَ التَّکْبِیْرَ فِی الصَّلٰوۃِ فَرَفَعَ یَدَیْہِ حِیْنَ یَجْعَلُھُمَا حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ وَاِذَا کَبَّرَ لِلرُّکُوْعِ فَعَلَ مِثْلَہٗ وَاِذَاقَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَعَلَ مِثْلَہٗ وَقَالَ رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ وَلَایَفْعَلُ ذٰلِکَ حِیْنَ یَسْجُدُ وَلَاحِیْنَ یَرْفَعُ رَأْسَہٗ مِنَ السُّجُوْدِ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے تکبیر کہہ کر نماز میں شروع ہوئے تو تکبیر کہتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ یہاں تک کہ انہیں اپنے دونوں کندھوں کے برابر لے گئے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہی تو بھی اسی طرح کیا اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو بھی اسی طرح کیا۔ اور بعد ازاں ربنالک الحمد کہا اور جب سجدہ کیا تو ایسا نہیں کیا اور نہ ہی جبکہ سجدہ سے سر اٹھایا۔

باب رَفْعِ الْیَدَیْنِ اِذَاقَامَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ۔

ترجمہ۔ جب دو رکعتوں سے کھڑا ہو تو رفع یدین ہے کہ نہیں۔

حدیث (۶۹۶) حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ الخ.
اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ. الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب نماز میں داخل ہوتے تھے تو تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب رکوع کیلئے جاتے تو بھی دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب سمع الله لمن حمده کہتے تب بھی دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب دو رکعتیں ادا کر کے کھڑے ہوتے تو بھی رفع یدین کرتے تھے اور اس حدیث کو جناب نبی اکرم ﷺ تک رفع کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ یہ راویت امام بخاریؒ نقل کر رہے ہیں۔ گویا کہ صحیح حدیث ہے۔ جس پر انہوں نے کوئی جرح بھی نہیں کی۔ لیکن امام شافعیؒ لدی القیا م من الر کعتین یعنی رکعتین سے اٹھتے وقت رفع یدین کو نہیں مانتے۔ جس پر امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ امام شافعیؒ کا مقولہ ہے اذاصح الحدیث فهو مذهبی۔ جب صحیح حدیث ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ لہذا وہ اس رفع یدین کے قائل ہوں گے۔ مگر امام نوویؒ شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اکثر شوافع اس رفع کے قائل نہیں ہیں۔ تو تین چار مقامات پر رفع یدین ترک میں احناف اور شوافع متفق ہیں۔ پھر جب لدی الر کوع وبعد الر کوع بھی ترک ثابت ہے۔ تو پھر امام شافعیؒ اس کو کیوں نہیں مانتے حیرت کی بات ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ خاص طور سے اس پر ترجمہ اس لئے باندھا کہ ائمہ اربعہؒ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ سوائے متاخرین شوافع اور حنابلہ کے۔ حافظ ابن حجرؒ نے سب پر ردّ فرمایا ہے۔ مگر سارے محدثین کی رائے ہے کہ رفع کرے۔ اور یہی امام بخاریؒ کی رائے ہے رفع ذلك ابن عمرؓ یہاں سے یہ بتلایا کہ جیسے ابن عمرؓ سے یہ موقوفا مروی ہے۔ اسی طرح مرفوعا بھی نقل کیا گیا ہے۔

باب وَضْعِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ۔

ترجمہ۔ نماز میں دائیں کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا ہے۔

حدیث (۶۹۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ (الخ)
عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ وَقَالَ اَبُوْ حَازِمٍ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا يَنْمِيْ ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِسْمٰعِيْلُ يُنْمٰى ذٰلِكَ وَلَمْ يَقُلْ يَنْمِيْ. الحدیث..

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ مرد نمازی نماز میں اپنے ہاتھ کو اپنے بائیں بازو پر رکھے۔ ابو حازم فرماتے ہیں کہ میں یہی جانتا ہوں کہ وہ اس کو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کرتے تھے اسماعیل نے ینمی کہا ہے یمنی نہیں کہا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میں نے بتایا تھا کہ اختلاف ائمہ ثلاثہ کئے تو صرف چار رکعات میں جو اختلافات تھے وہ دو سو سے زائد تھے۔ اور اکثر ان میں اولویت واستحباب کے اختلافات ہیں۔ اسی میں ایک وضع الیمنی علی الیسری ہے۔ اس میں تین اختلاف ہیں اوّل یہ کہ وضع ہے یا نہیں۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وضع الیمنی علی الیسری سنت ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک نوافل میں جائز ہے۔ اور فرائض میں ناجائز ہے۔ اور دوسرا قول مالکیہ کے یہاں یہ ہے کہ فرائض میں جائز ہے اور جب فرائض میں جائز ہے تو نوافل میں بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ اور اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ اصل تو ارسال ہے لیکن اگر کوئی وضع کرے تو جائز ہے اب یہاں بھی وہی ترجیح والی بات آگئی چونکہ وضع وارسال دونوں طرح کی روایات ہیں۔ مالکیہ نے اپنے اصول کے مطابق ارسال کو اصل قرار دیا۔ اور باقی روایات کو مؤوّل یا بیان جواز پر محمول کیا۔ اور ائمہ ثلاثہ نے اپنے اصول پر وضع کی روایات کو راجح قرار دیا۔ اس لئے کہ وضع کی روایات مصرح ہیں اور روایات ارسال مجمل ہیں۔ لہٰذا وضع کی روایات راجح ہوں گی۔ مالکیہؒ کہتے ہیں کہ حدیث میں ہے نهی رسول الله ﷺ عن الاعتماد فی الصلوة کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں سہارا لینے سے منع فرمایا ہے۔ اور نوافل میں ضرورۃً اجازت دی ہے۔ اور وضع بھی ایک قسم کا اعتماد ہے۔ اور ٹیک لگانا ہے۔ بلکہ باقاعدہ سواری ہے۔ امام بخاریؒ عید میں باقاعدہ سواری ثابت کریں گے اور ممنوع ہے۔ لیکن نوافل میں قیام طویل ہوتا ہے اسلئے ڈر ہے کہ کہیں انگلیوں میں خون نہ اتر آئے۔ لہٰذا اس عارض کی وجہ سے اجازت ہے کہ نوافل میں باندھ لے۔ اور وضع والی روایات باقی حالات میں بیان جواز پر محمول ہیں یا مؤوّل ہیں۔ ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے من السنة ان يضع الوجل على يده اليمنى على اليسرى فی الصلوة کہ سنت یہ ہے کہ آدمی نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔ مالکیہ فرماتے ہیں کہ یہ صحابی کا استنباط ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو کبھی کرتے ہوئے دیکھا اور کہہ دیا جیسے حضرت ابن عباسؓ سجدہ سے اٹھتے ہوئے کہتے ہیں کہ پہلے بیٹھ لے اور پھر اٹھے اور پھر انہوں نے من السنة فرمادیا۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ ارسال کی جتنی روایات ہیں سب مجمل ہیں۔ اور وضع کی مفصل وہ ان پر قاضی ہوں گی۔ اور ہم حضرت ابن عباسؓ کے ومن السنة کہنے کو استنباط اس لئے قرار دیتے ہیں کہ دوسری روایت میں آگیا كان ينهض على صدور قدميه آپؐ اپنے قدموں کے صدورؒ پر اٹھتے تھے۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ جس روایت سے تم نے رفع یدین ثابت کیا یعنی ابو حمید ساعدی کی روایت ہم اُسی سے ارسال ثابت کرتے ہیں۔ اس میں ہے حتی استقر کل عظم مو ضعه اور ہر ہڈی اسی وقت اپنی جگہ ہو سکتی ہے جبکہ ارسال ہو۔ شافعیہ نے جب یہ دیکھا تو جمع بین الروایات فرمایا کہ جب ہاتھوں کو اٹھائے تو ارسال کرے پھر اس کے بعد ہاتھ باندھے۔ احنافؒ اور حنابلہؒ کہتے ہیں کہ کسی روایت سے نصاً یہ ثابت نہیں پہلے ارسال کرے پھر وضع کرے لہٰذا معاً تکبیر کے ساتھ وضع کرے گا۔ اب پھر حنفیہ میں اختلاف ہو گیا۔ کہ یہ وضع وظیفہ قرأت ہے یا اس کے علاوہ کسی اور چیز کا وظیفہ ہے حضرت امام محمدؒ سے مروی ہے کہ وظیفه القراۃ ہے۔ لہٰذا جب وظیفہ قرأۃ ٹھہرا تو جب قرأۃ شروع کرے اس وقت ہاتھ باندھے۔ یعنی ثناء اور تعوذ میں چھوڑے رکھے۔ اس کے بعد پھر اختلاف ہے کہ جب وظیفه القراۃ دوسرے قول پر نہیں ہے تو پھر کیا ہے۔ قیل وظیفه الذکر وقیل وظیفه القیام اور ہمارے یہاں راجح یہ ہے کہ وظیفه الذکر ہے اسی لئے تکبیرات عیدین میں تکبیر اوّل کے بعد تو وضع کرتے ہیں کیونکہ

اس کے بعد ذکر مسنون ہے۔ اور اس کے بعد کی تکبیرات میں وضع نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے درمیان کوئی ذکر مسنون نہیں ہے۔ اور اس تکبیر کے بعد وضع ہے اس کے بعد قرأت شروع ہو جاتی ہے۔ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ موضع وضع کیا ہے۔ احناف ؒ کے نزدیک تحت السرۃ ناف کے نیچے۔ اور شافعیہ کے نزدیک تحت الصدر فوق السرۃ یعنی سینے سے نیچے اور ناف سے اوپر ہے۔ اور حنابلہ کے نزدیک دونوں قول ہیں۔ ہمارے موافق بھی اور شافعیہ کے موافق بھی۔ اور تیسرا قول جو امام احمدؒ سے منصوص ہے وہ تخییر ہے۔ حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ نماز میں بارگاہ خداوندی میں حضوری ہوتی ہے۔ اور جتنی بڑی بارگاہ ہوتی ہے اس کا ویسا ہی ادب ہونا چاہیئے۔ اور غایت ادب یہ ہے کہ منتہائے نظر پر ہاتھ بندھے ہوں۔ یہ نہیں کہ سینہ پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جائیں۔ جیسے بزرگوں اور بادشاہوں کے یہاں قاعدہ ہے کہ خدام بالکل نیچے ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے ہیں۔

قتل کر ڈالو یا جرم الفت بخش دو لو کھڑے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمہارے سامنے

شافعیہ فرماتے ہیں کہ عالی بارگاہ میں حاضری ہے۔ اور جتنی بڑی بارگاہ ہوتی ہے اتنا ہی بڑا نذرانہ ہونا چاہیئے۔ اور دل سے بڑھ کر بارگاہ خداوندی کے لائق اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اس لئے وہی محل ایمان ہے۔ محل انوار ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی کسی سے محبت کرتا ہے۔ اور اس پر اپنی جان نثار کرتا ہے اور زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتا تو ہاتھ دل پر رکھ کر اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

حَاوَلْنَ تفديتي خفن مراقباً ووضعن ايديهن فوق ترائباً

ان محبوباؤں نے مجھ پر فدا ہونے کا ارادہ کیا۔ یعنی فدینا ك کہنا چاہا تو تاڑ رکھنے والے سے ڈر گئیں تو اپنے سینے کی ہڈیوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے۔

یہ وہ نکتہ ہے جس کی بنا پر کتب شوافع میں اس بات کی تصریح ہے۔ سینہ کے نیچے مائل الی القلب ہاتھوں کو باندھے۔ فوق الصدر کسی کا قول نہیں ہے آجکل کے اہل حدیث اس کے قائل ہیں ہاں ایک ضعیف قول امام احمدؒ کا نقل کیا جاتا ہے۔ تیسرا اختلاف یہ ہے کہ کیونکر ہاتھ کو رکھے۔ حنفیہ کے نزدیک وضع الکف علی الکف کہ ہتھیلی پر ہتھیلی رکھے۔ مگر ہمارے یہاں مستحب طریقہ ہاتھ باندھنے کا یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھے۔ اور انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں کلائی کو پکڑے۔ باقی تین انگلیوں کو مسبحہ وسطی اور بنصر کو ساعد کلائی پر رکھے۔ تاکہ جمع بین الروایات ہو جائے۔ اور شافعیہ کہتے ہیں کہ ساعد یسریٰ کو دائیں ہاتھ سے پکڑے۔

باب الْخُشُوْعِ فِی الصَّلٰوۃِ ترجمہ۔ نماز کے اندر خشوع ہونا چاہیئے

خشوع غایت سکون اور غایۃ نظامن کا نام ہے۔ یوں کہتے ہیں کہ خشوع تو جوارح سے ہوتا ہے اور خضوع قلب سے ہوتا ہے۔ بہر حال خشوع کامل یہ ہے کہ قلب وجوارح دونوں سے توجہ ہو۔ اور کوئی ایک طرف ملتفت نہ ہو۔ کیونکہ بظاہر خشوع ہوتا ہے

مگر قلب متوجہ نہیں ہوتا۔ اور بسا اوقات اس کا مطلب عکس ہوتا ہے جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں ایک بزرگ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حج کو گیا کہ ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ استار کعبہ سے چمٹا ہوا رو رہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مگر اس کا قلب بالکل غافل تھا اور منیٰ میں ایک شخص کو کپڑے فروخت کرتے ہوئے دیکھا مگر اس کا قلب ایک دم کے لئے بھی غافل نہ تھا۔ حضرت امام بخاریؒ نے لفظ خشوع اس لئے اختیار فرمایا کہ خشوع فعل جوارح کا نام ہے۔ اور وہ اختیاری ہے۔ اور خضوع فعل قلب ہے اور وہ غیر اختیاری ہے لہذا اختیا پر باب باندھا کہ وہ اپنا فعل ہے اور مقدمہ ہے خضوع کا اب امام بخاریؒ کی غرض کیا ہے۔

حدیث (۶۹۸) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ (الخ) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ هٰهُنَا وَاللّٰهُ مَایَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا خُشُوْعُکُمْ وَاِنِّیْ لَاَرَاکُمْ وَرَآءَ ظَهْرِیْ . الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم یہی سمجھتے ہو کہ میرا قبلہ اسی جگہ ہے یعنی میری توجہ صرف قبلہ کی طرف ہے اللہ تعالیٰ کی قسم مجھ پر تمہارا رکوع اور خشوع پوشیدہ نہیں رہتا۔ اور میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

حدیث (۶۹۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اَقِیْمُوا الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ بَعْدِیْ وَرُبَّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِیْ اِذَا رَکَعْتُمْ وَسَجَدْتُمْ . الحدیث ..

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ تم رکوع اور سجود ٹھیک ٹھیک اور پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں تمہیں اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ اور کبھی فرمایا اپنی پیٹھ کے پیچھے دیکھتا ہوں۔ جبکہ تم رکوع کرتے اور سجدہ کرتے ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اشکال یہ ہوتا ہے کہ **هل ترون قبلتی ههنا** آپؐ کا ارشاد ہے جو استفہام انکاری ہے۔ حالانکہ قبلہ تو وہی ہے۔ تو کہا جائے گا کہ یہاں پر غفلت کی نفی کرنا ہے کہ تمہاری نقل و حرکت کو دیکھتا ہوں مستقبل الیہ اگرچہ قبلہ ہے تم سمجھتے ہو کہ اس کی طرف توجہ کرنے سے میں تمہاری حرکات و سکنات نہیں دیکھ سکتا یہ غلط ہے۔ چنانچہ بعد میں فرمایا **واللہ مایخفی علی رکوعکم الخ ....**

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض علماء کی رائے امام بخاریؒ کے انعقاد باب کی غرض کے متعلق یہ ہے کہ خشوع سے مراد سجود ہے اسلئے حدیث میں خشوع کا مقابلہ رکوع سے کیا گیا ہے۔ مگر میرے نزدیک بالکل غلط ہے۔ اسلئے کہ سجود تو ابھی بہت دور ہے ابھی تو قرأت بھی شروع نہیں ہوئی۔ ابھی سے سجود کہاں آ گیا ہے۔ لہذا امام بخاریؒ کے ترجمہ میں خشوع سے سجود مراد نہیں ہو سکتا۔ گو حدیث میں تقابل رکوع کی وجہ سے مراد ہو مگر امام بخاریؒ کے ترجمہ کے لحاظ سے یہاں وہ بھی نہیں ہے اور میری رائے ہے کہ بہت ممکن ہے کہ امام بخاریؒ نے

رفع یدین والے باب سے تو قائلین رفع کے مذہب کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور اس سے مذہب حنفیہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ نماز حرکت سے سکون کی طرف آئی ہے۔ اور خشوع سکون اطراف کا نام ہے۔ من بعدی بمعنے وراء ظهری . . .

بَاب مَا يُقْرَأُ بَعْدَ التَّكْبِيْرِ

ترجمہ۔ تکبیر کے بعد کیا پڑھے

حدیث (۷۰۰) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ (الخ) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَاَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ كَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ .....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ اور ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ الحمد لله رب العالمين سے نماز کو شروع کرتے تھے۔

حدیث (۷۰۱) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ (الخ) حَدَّثَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ اِسْكَاتَةً قَالَ اَحْسِبُهُ قَالَ هُنَيَّةً فَقُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ مَاتَقُوْلُ قَالَ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بَاعِدْبَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَابَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ . الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ تکبیر اور قرأت کے درمیان خوب چپ رہتے تھے۔ اور میرا گمان ہے کہ کچھ دیر چپ رہتے تھے۔ میں نے عرض کی میرا باپ اور میری ماں آپؐ پر قربان ہوں یارسول اللہ یہ تکبیر اور قراۃ کے درمیان چپ رہتے ہیں آپ کیا فرماتے ہیں فرمایا میں یہ دعا کہتا ہوں کہ اے اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان ایسی دوری کر دے جیسے مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔ اور مجھے گناہوں سے ایسے پاک صاف کر دے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے پاک وصاف ہوتا ہے۔ اور میرے گناہوں کو پانی۔ برف اور اولے سے دھودے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ امام مالکؒ تکبیر کے بعد نہ بسم الله کے قائل ہیں نہ تعوذ کے اور نہ ہی سبحانك اللّٰهم کے۔ اگر کوئی پڑھ لے تو جائز کہتے ہیں امام شافعیؒ اور امام اعظمؒ دعا افتتاح تعوذ بسم الله کی سنیت کے قائل ہیں۔ پھر دعا افتتاح میں اختلاف ہے کہ امام اعظمؒ سبحانك اللّٰهم الخ کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ توجیہ یعنی انی وجهت وجهی الخ کو ترجیح دیتے ہیں۔ امام بخاریؒ کا مسلک امام مالکؒ کا مسلک معلوم ہوتا ہے۔ اور باب کی پہلی روایت ان کا مستدل ہے کانو تفتحون الصلوٰة الخ میں اس کی یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ لا يفتتحون القراة لیکن امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں حقیقی معنی مراد لیتا ہوں مجازی نہیں لیتا۔ پھر جمہور کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ابھی تو تم افتتاح الصلوة بالتكبير کہہ چکے ہو۔ پھر اس کا انکار کیسے کرنے لگے۔ تو جواب دیا جاتا ہے کہ تکبیر تو

جزء خارج صلوۃ ہے۔ جزء داخل نہیں ہے۔ چنانچہ ایک جماعت تکبیر کو شرط کہتی ہے۔ شطر نہیں کہتی۔ لیکن مصنفؒ نے جیسے یہ روایت ذکر کی ایسے باب کے اندر دوسری روایت بھی ذکر کردی۔ جس میں ہے لیسکت بین التکبیر والقرأۃ اسکاتۃً اس کو مصنفؒ جواز پر محمول کرتے ہیں۔ اور آپؐ کے پہلے فعل کو دوام پر محمول کرتے ہیں۔ یا اسے فرائض پر۔ اور دوسری روایت کو نوافل پر محمول کرتے ہیں۔ بہر حال مصنفؒ امام مالکؒ کے ساتھ ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کے اصول میں سے معلوم ہو چکا ہے کہ جہاں روایات میں قوی اختلافات ہوں وہاں امام بخاریؒ کوئی حکم نہیں لگایا کرتے۔ یہاں بھی اختلافات روایات صحیحہ کی بنا پر کوئی حکم نہیں لگایا روایتیں دونوں طرح کی ذکر فرمائی ہیں حضرت انسؓ کی روایت ذکر کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نہ پڑھے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت بھی ذکر فرمائی جو دلالت ہے کہ حضور اکرم ﷺ پڑھتے تھے۔ بہر حال یہاں بھی بہت اختلاف ہے۔ اوّل اختلاف یہ ہے کہ تکبیر کے بعد کچھ پڑھے یا نہ پڑھے۔ مالکیہ کے نزدیک سوائے الحمدللہ کے کچھ نہ پڑھے۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ پڑھے اور اس میں ایک دوسرا اختلاف جو اسی پر مبنی ہے یہ ہو گیا کہ تعوذ پڑھے یا نہ پڑھے۔ جمہور کے نزدیک پڑھے اور امام مالکؒ کے نزدیک اسی اصل کے موافق کے معاً تکبیر کے بعد الحمد سے شروع کرے کچھ نہ پڑھے۔ اب جبکہ جمہور کے نزدیک پڑھے گا تو اس کے الفاظ کیا ہوں گے۔ صاحب ہدایہ کی رائے ہے کہ قرآن مجید میں چونکہ فاستعذ باللہ استعاذہ وارد ہوا ہے۔ لہٰذا اتباعاً للقرآن استعاذہ پڑھے گا۔ اور ہمارا دوسرا قول یہ ہے کہ اعوذ باللہ پڑھے۔ حنابلہؒ کے یہاں دونوں روایتیں ہیں۔ صاحب ہدایہ جیسا بھی اور اعوذ باللہ والی بھی۔ پھر اسی میں اختلاف ہے کہ تعوذ ثناء کے تابع ہے یا قرأۃ کے تابع ہے۔ دونوں قول میں ثمرۂ اختلاف مثلاً عیدین ہیں۔ نکلے گا ان لوگوں کے نزدیک جو کہتے ہیں کہ قرأۃ کے تابع ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تکبیرات زوائد کے بعد پڑھے اور جو ثنا کے تابع ہونے کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تکبیرات سے قبل پڑھے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ پہلی رکعت میں یا ہر رکعت میں۔ اور پھر جب تعوذ پڑھے گا تو کہاں پڑھے گا۔ جمہور کے نزدیک قرأۃ سے پہلے اور بعض ظاہریہ کے نزدیک قرأۃ کے بعد اور اذاقرأۃ القرآن فاستعذ باللہ سے استدلال ہے کہ استعاذہ کو معقب بفاء التعقیب کیا ہے۔ نیز قرأۃ قرآن سے جو فخر پیدا ہوا تو اس سے استعاذہ کرے۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ ہمیں روایات سے معلوم ہو گیا کہ قرأۃ سے پہلے ہونا چاہیئے۔ اسی طرح یہ بھی اختلاف ہے کہ بسملہ پڑھے یا نہ پڑھے۔ مالکیہؒ کے نزدیک نہ پڑھے۔ جمہور میں پھر اس میں اختلاف ہے کہ جھراً پڑھے۔ یا سراً امام شافعیؒ کے نزدیک جھراً پڑھے۔ اور حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک سراً پڑھے۔ پھر اس کی حقیقت کیا ہے۔ جزء فاتحہ ہے یا نہیں۔ احناف کے نزدیک جزء نہیں ہے۔ شوافع کے نزدیک جزء ہے۔ اور حنابلہ کے نزیک دونوں قول ہیں۔ ایک قول ہمارے ساتھ کا ہے اور دوسرا شوافع کے موافق ہے مگر باوجود اس جز نیت کے قول کے پھر بھی بہر حال سراً پڑھے گا۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ سورۃ کے ساتھ پڑھے یا نہ پڑھے اسی طرح ثناء پڑھے یا نہ پڑھے۔ مالکیہ نزدیک بالکل نہ پڑھے یہ لوگ حضرت انسؓ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نماز و قرأۃ کی ابتداء الحمدللہ رب العالمین سے فرماتے تھے معلوم ہوا اس سے پہلے کچھ نہ پڑھتے تھے جمہور فرماتے ہیں کہ

دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت اس پر دلیل ہے۔ کیونکہ انہوں نے حضور انور ﷺ سے پوچھا تھا اسکا تلك بين التكبير والقرأة اب کیا پڑھے حنفیہ کے نزدیک ثناء یعنی سبحا نك اللهم الخ پڑھے۔ یہی حنابلہ کا مسلک ہے۔ ابن قیم نے زادالمعاد کے اندر اس دعا کے لئے دس وجوہ ترجیح بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ انہی میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ اس کو منبر پر بمحضر من الصحابه لوگوں کو یاد کرایا کرتے تھے۔ اور شافعیہ کے یہاں دعا توجیه انی وجهت وجهی الخ اور امام ابو یوسف سے جمع منقول ہے۔ پھر اس میں جو انا اول المسلمین ہے ایسے ہی پڑھے یا ان من المسلمین پڑھے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ انا اوّل المسلمین کذب ہے اور مفسد صلوة ہے۔ ہماری کتابوں میں بھی یہ قول نقل کیا گیا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ انا اول المسلمین لان رسولی اول المسلمین ہر جگہ حضرت انسؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں اور جمہور جواب دیتے ہیں کہ چونکہ ثنا تعوذ اور تسمیه سراً ہوتا ہے اس لئے اس کو سنتے نہیں تھے۔ بلکہ الحمدلله سے سنتے تھے۔ لہذا اسی کو نقل کیا۔ اللهم اغسل خطا یا ی الخ یہاں اشکال ہوتا ہے کہ جب کپڑا میلا ہوتا ہے تو وہ گرم پانی سے زیادہ صاف ہوتا ہے۔ اور یہاں ثلج اور برد سے دھونے کی دعا فرمارہے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دعا اس مادی میل کے ازالہ کے لئے نہیں بلکہ غیر مادی میل کے ازالہ کے لئے ہے جو جہنم کا سبب ہے۔ لہذا جس قسم کا دنس ہے اسی قسم کا پانی بھی اس کے لئے چاہیئے۔

باب

حدیث (۷۰۲) حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی مَرْیَمَ الخ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِی بَکْرٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی صَلٰوةَ الْکُسُوْفِ فَقَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ قَدْ دَنَتْ مِنِّیَ الْجَنَّةُ حَتّٰی لَوِاجْتَرَأْتُ عَلَیْهَا لَجِئْتُکُمْ بِقِطَافٍ مِّنْ قِطَافِهَا وَدَنَتْ مِنِّیَ النَّارُ حَتّٰی قُلْتُ اَیْ رَبِّ اَوَ

ترجمہ۔ حضرت اسما بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کسوف سورج گرہن کی نماز پڑھائی۔ چنانچہ آپ کھڑے ہوئے تو قیام کو لمبا فرمایا پھر رکوع کیا تو رکوع کو لمبا کر دیا۔ پھر کھڑے ہوئے تو قیام کو لمبا کیا۔ پھر رکوع کیا تو رکوع کو لمبا کر دیا پھر سر اٹھایا اور سجدہ میں گئے۔ تو سجود کو لمبا کر دیا۔ پھر سر کو اٹھایا پھر سجدہ کیا۔ اور اس کو بھی لمبا کیا۔ پھر کھڑے ہو کر قیام فرمایا تو قیام کو لمبا کیا۔ پھر رکوع کیا اور رکوع کو لمبا کیا پھر سر اٹھایا اور قیام کو لمبا کیا پھر رکوع کیا تو رکوع کو لمبا کر دیا۔ پھر سر اٹھا کر سجدہ کیا اور سجدہ کو لمبا کیا۔ پھر سر اٹھا کے سجدہ کیا تو سجدہ کو لمبا کیا۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو فرمایا کہ جنت میرے اتنی قریب ہو گئی کہ اگر میں جرأت کرتا تو اس کے خوشوں میں سے ایک خوشہ تمہارے لئے لے آتا۔ اور جہنم بھی میرے قریب ہوئی حتیٰ کہ میں نے کہا اے میرے رب

اَنَا مَعَهُمْ فَإِذَا امْرَأَةٌ حَسِبْتُ أَنَّهٗ قَالَ تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ قُلْتُ مَاشَأْنُ هٰذِهٖ قَالُوْا حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا لَّا اَطْعَمَتْهَا وَلَا اَرْسَلَتْهَا تَاْكُلُ قَالَ نَافِعٌ حَسِبْتُ أَنَّهٗ قَالَ مِنْ خَشِيْشِ الْاَرْضِ اَوْ خَشَاشًا .....

کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ اچانک دیکھتا کیا ہوں کہ عورت ہے۔ میرا گمان یہ ہے کہ فرمایا ایک بلی اس کو خراشیں ڈال رہی ہے۔ میں نے کہا کہ اس کا یہ حال کیوں ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ اس عورت نے اس بلی کو روک رکھا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بھوکی مرگئی ہے نہ اس کو کھلاتی تھی اور نہ ہی اس کو چھوڑتی تھی کہ زمین کے گھاس پھوس میں سے کھاتی۔ خشیش فرمایا خشاش فرمایا مطلب ایک ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ اس روایت کو بعض کتابوں میں بغیر باب کے ذکر کیا ہے۔ اور بعض باب تو لائے مگر ترجمہ ذکر نہیں کیا۔ جس کی وجہ غالبا یہ ہے کہ تشحیذ الاذهان ہے۔ یا کالفصل من الباب السابق کے ہے۔ مگر جب کتابوں میں بغیر باب کے ذکر کیا گیا ہے اس صورت میں زیادہ اشکال ہوتا ہے۔ کہ اس میں با القراۃ بعدالتکبیر کا کہیں سے ثبوت نہیں ہوتا۔ اس کے کئی جوابات ہیں۔
ا۔ آپؐ نے اثناءِ صلوۃ میں دعا کی۔ ای رب اذاً انا معهم ای انت معذبهم وانا معهم تو جب دعا معلوم ہوئی تو اگر کوئی ابتداءِ صلوٰۃ میں دعا کرے تو جائز ہے۔ اور بعض نے کہا قیام کا طویل کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپؐ نے دعا افتتاح پڑھی ہے۔ مگر یہ دونوں توجیہیں نہیں چلتیں۔ کیونکہ اطالت قیام تو اس کے بعد بھی ہے۔ اور رکوع میں بھی اطالت ہے۔ اور ایسے اثناءِ صلوٰۃ میں دعا کرنے پر استدلال کرنا یہ بھی تکلف سے خالی نہیں۔ کیونکہ خصوصیت کوئی معلوم نہیں ہوتی۔ البتہ اگر تم باب منعقد کر لیتے تو پھر کوئی تکلف نہ ہوتا۔ تو بعض نے کہا کہ یہاں سے صلوٰۃ میں اطالت رکوع کے جواز کو ثابت کرنا ہے۔ باب یہی تھا مصنفؒ نے ہماری آزمائش کے لئے اسے ذکر نہیں کیا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ جب آپؐ کو یقین ہے کہ میری موجودگی میں عذاب نازل نہیں ہوگا پھر آپؐ ای رب اذانامعهم کیوں فرماتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض احکام ایسے نازل ہوتے ہیں کہ ان میں شرائط مخفی ہوتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر عموم اور اطلاق معلوم ہوتا ہے تو ایسے یہاں بھی آپؐ کو عدم ایتان عذاب کی قطعیت میں شبہ تھا۔ جیسے لا یکلف الله نفسا الخ کے بعد فرماتے ہیں ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به کہا جاتا ہے۔ تو آپؐ کو شبہ ہوا کہ ممکن ہے کہ وعدہ مقید بشروط ہو ہم اس کو مطلق سمجھ بیٹھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب باری تعالیٰ کوئی وعدہ کرلیں تو ان کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ دنیا میں تو قبول کی گئی مگر حضرت آدمؑ کو قیامت کے دن ڈر ہوگا اور شفاعت کبریٰ سے انکار کردیں گے۔ ایسے باقی انبیاءؑ بھی انکار کریں گے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اگر باری تعالیٰ کوئی وعدہ فرمالیں تو اس کی وجہ سے وہ مجبور نہیں ہوتے۔ جب دنیا میں معمولی بادشاہ اپنے عہود اور مواثیق پر اپنی اتنی قدرت بتلاتے ہیں تو کیا باری تعالیٰ اپنے وعدہ کے توڑنے پر قادر نہیں ہیں۔ یقیناً قادر ہیں۔ اس لئے آپؐ کو خداوندی جلال کے مقابلہ میں التجا کرنی پڑے گی۔ کیونکہ نزدیکاں را بیش بود حیرانی ان الله لا یخلف المیعاد کا فرمان ہے۔ تو ادھر ان الله علی کل شئ قدیر بھی موجود ہے۔

(اسی کو امکان کذب سے تعبیر کیا جاتا ہے)

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ باب بلاترجمہ ہے اس قسم کا باب باب سابق سے فی الجملہ لاحق اور فی الجملہ دور ہوتا ہے۔ روایت اس میں کسوف کی ذکر فرمائی ہے اور وجہ مناسبت میں اختلاف ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ فاطال القیام سے مایقرء بعدالتکبیر ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اطالت قیام دعا ہی کی وجہ سے تو ہوئی۔ مگر چونکہ یہ لفظ نص فی الدعاء نہیں تھا اس لئے باب بلاترجمہ سے فصل کر دیا۔ مگر ثابت کرنا اسی دعا کو ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ نماز ساری محل دعا ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ آیت رحمت پر دعا اور آیت عذاب پر پناہ چاہتے تھے۔ اور اس میں دعا رب اذاً انا معهم فرمایا اور یہ بھی دعا ہے۔ تو امام بخاریؒ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے رب وانا معهم کہہ کر دعا فرمائی۔ یعنی ابھی تک میں موجود ہوں تو یہ عذاب کیسا! لہذا عذاب اٹھا لیجئے لہذا دعا ثابت ہو گئی۔ اور بعض مشائخ علماء کی رائے ہے کہ باب سابق میں دو طرح کی روایات ذکر فرمائی ہیں ایک روایت میں قرأت سے قبل کچھ پڑھنا معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسری سے نہیں۔ تو یہ باب ذکر فرما کر اشارہ فرمادیا اس روایت کے مضمون کے موافق جس سے ثناء وغیرہ کا پڑھنا معلوم ہوتا ہے اس بات کی طرف کہ بعد التکبیر میں انحصار نہیں ہے۔ بلکہ وسط میں بھی پڑھ سکتا ہے۔ اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ باب ما یقرأ بعد التکبیر میں ایک روایت حضرت انسؓ کی ذکر کی ہے کہ الحمد لله سے شروع کرے اور دوسری روایت حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے دعا والی۔ یہاں باب باندھ کر ختم سورہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ چونکہ تکبیر کے بعد یہ بھی ہوتا ہے۔ مگر اس کے زمان کے تاخیر کی طرف الگ باب باندھ کر اشارہ فرمادیا کہ ضم الحمد اور دعا مؤخر ہے۔ اور امام بخاریؒ نے باب سابق سے دعا کا اثبات کیا ہے تو جیہ اور ثنا والی روایات تو ان کی شرط کے مطابق ہی نہیں ہیں۔ ای رب اذاً انامعهم حضور اقدس ﷺ نے وانا معهم کہہ کر اس وعدہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ وما کان الله معذبهم وهم يستغفرون اوانت فيهم میں فرمایا تھا کہ ابھی تو میں انہی میں ہوں اور آپ یہ وعدہ فرما چکے ہیں کہ تمہارے ہوتے ہوئے میں ان کو عذاب نہیں دوں گا۔ آخر یہ کیا ہے یہ دعا بھی ہوئی سوائے دعا اوّل کے۔ اور وسط میں ہوئی خشاش کیڑے مکوڑے۔ ضم سورت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے باب منعقد کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ ابو اب القرأة تو مستقل آگے آرہے ہیں۔ بلکہ اس باب کی غرض یہ ہے کہ بعد التکبیر قبل القرأة تین دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ ایک ثناء دوسرے تعوذ تیسرے تسمیہ تو ان دونوں بابوں سے ان تین اشیا کو ثابت کرنا مقصود ہے۔ نیز اوّل باب سے یہ ثابت کیا کہ شروع قرأة کے اندر دعا وغیرہ پڑھنی چاہئے۔ اور دوسرا باب لا کر اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ اگر درمیان قرأة کے بھی دعا کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بلکہ وسعت ہے۔ اللهم باعد بيني وبين خطاياى مشہور قول ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا یہ پڑھنا تعلیم امت کیلئے تھا۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی خطاؤں اور ہماری خطاؤں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جیسا کہ عبد اللہ بن ام مکتوم والے واقعہ میں ڈانٹ پڑ گئی۔ اور عبس وتولى نازل ہوئی اسی طرح اسا ریہ بدر کے بارے میں ڈانٹ پڑی۔ اس قسم کی چیزیں عصمت کے خلاف نہیں ہیں۔ لہذا ان کو ظاہر پر محمول کر کے حضور ﷺ کی خطاؤں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

بابٌ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلٰوةِ وَقَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي صَلٰوةِ الْكُسُوفِ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِيْنَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرْتُ۔

ترجمہ ۔ نماز میں امام کی طرف نظر اٹھانا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے صلوٰۃ کسوف میں فرمایا کہ جہنم کو میں نے دیکھا کہ اس کے شعلے ایک دوسرے کو توڑ رہے ہیں جبکہ تم نے مجھے پیچھے ہٹتے دیکھا۔

حدیث(۷۰۳) حَدَّثَنَا مُوْسٰى (الخ) عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ قُلْنَا لِخَبَّابٍ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ فَقُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ ذَاكَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهٖ. الحديث.

ترجمہ۔ حضرت ابو معمرؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت خباب بن الارتؓ سے پوچھا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأۃ کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔ ہم نے پوچھا آپ لوگ یہ کیسے پہچانتے تھے۔ فرمایا آپ کی داڑھی کے ہلنے کی وجہ سے۔

حدیث(۷۰۴) حَدَّثَنَا حَجَّاجُ الخ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ يَخْطُبُ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ وَكَانَ غَيْرَ كَذُوْبٍ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامُوْا قِيَامًا حَتّٰى يَرَوْهُ قَدْ سَجَدَ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت براءؓ نے جو جھوٹے نہیں ہیں ہمیں حدیث بیان کی کہ یہ لوگ جب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو آپؐ رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ لوگ اس وقت تک قیام میں رہتے تھے۔ جب تک کہ آپ کو دیکھتے تھے کہ آپؐ سجدہ کر رہے ہیں۔

حدیث(۷۰۵) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ (الخ) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَصَلّٰى قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ فَقَالَ اِنِّيْ رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُهٗ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا . الحديث....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں سورج بے نور ہوا تو حضور ﷺ نے نماز پڑھی صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے آپ کو اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے کسی چیز کو پکڑتے دیکھا پھر ہم نے آپؐ کو دیکھا کہ آپؐ پیچھے ہٹ گئے۔ فرمایا میں نے جنت کو دیکھا تو اس سے ایک خوشہ لینے لگا۔ اگر میں اس کو پکڑ لیتا تو جب تک دنیا باقی رہتی اس وقت تک تم اس سے کھاتے رہتے۔

حدیث (۷۰۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الخ
عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ صَلّٰى لَنَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَاَشَارَ بِيَدَيْهِ قِبَلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ الْاٰنَ مُنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمُ الصَّلٰوةَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مُمَثَّلَتَيْنِ فِيْ قِبْلَةِ هٰذَا الْجِدَارِ فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ ثَلَاثًا . الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے مسجد کے قبلہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے ابھی جبکہ تمہیں نماز پڑھا رہا تھا جنت اور دوزخ کو دیکھا جن کی اس دیوار کے قبلہ میں تصویریں بنادی گئی تھیں۔ پس میں نے آج کے دن جیسا کوئی دن نہیں دیکھا۔ جس میں خیر اور شر دونوں جمع ہوں یہ تین مرتبہ فرمایا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ حین رأیتمونی تا خوت الخ اس اثر میں تو رؤیۃ مقتدیوں کی مذکور ہے۔ مگر آخری روایت سے یہ چیز ثابت نہیں ہوتی۔ جواب یہ ہے کہ آپؐ نے جب دیوار میں جنت ونار کو دیکھا تو یہ دیوار آپ کا مرئی ہوئی۔ اس کی طرف دیکھنے سے جب فسا د فی الصلوۃ لازم نہیں آتا تو امام بھی صفوف کی بنسبت اسی طرح ہوتا ہے تو اس کی طرف دیکھنا بھی مفسد صلوۃ نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ امام اور جدار قبلہ کی طرف رفع بصر جائز ہے۔ اور آسمان کی طرف جائز نہیں جیسا کہ اگلے باب میں آرہا ہے تو پہلے باب سے جواز اور دوسرے سے کراہت ثابت فرمائی۔ مگر میرے نزدیک امام بخاریؒ نے پہلے باب سے اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ مقتدی کی نظر کہاں ہو۔ جمہور کے نزدیک موضع سجود پر لا نہ غایۃ الخشوع اور مالکیہؒ کے نزدیک امام کی طرف ہونی چاہئے اس لئے کہ اس کی وجہ سے اس کے انتقالات کا علم ہوتا رہے گا۔ رأیت جھنم اس سے استدلال فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے جہنم کو متمثل فی الجدار دیکھا۔ دیکھنا ثابت ہوگیا۔ حین رأیتمونی بعض نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جب انہوں نے امام کو دیکھا تو نظر الی الامام ثابت ہوگیا۔ بم کنتم تعرفون قرأته صحابہؓ میں سے بعض جیسے ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ سریہ میں قرأت نہیں ہے اور اکثر فرماتے تھے کہ قرأت ہے۔ اس لئے اس کے متعلق سوال ہوا کرتا تھا کہ قرأۃ ہے یا نہیں۔ چنانچہ حضرت خباب ابن الارتؓ سے بھی پوچھا گیا۔ تو جواب دیا کہ ہاں قرأت کرتے تھے۔ اس پر سائل نے پوچھا کہ تمہیں کیسے پتہ چلتا تھا تو فرمایا کہ باظطراب لحیتہ داڑھی کے ہلنے کی وجہ سے۔ مگر یہ دلیل تام نہیں ہے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ دعا کی وجہ سے ہو مگر حضرت ابو قتادہؓ کی روایت سے معلوم ہوگیا کہ قرأت کی وجہ سے اضطراب لحیۃ ہوتا تھا۔ کیونکہ ان کی روایت میں ہے ویسمعنا احیانا یعنی تعلیماً کبھی کبھی ہم کو سنایا کرتے تھے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ آمین میں بھی رفع صوت تعلیماً احیاناً تھا۔ اور یہاں جو غرض ہے یعنی رفع الی الامام وہ اس طرح ثابت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کی طرف نظر اٹھائی جب ہی تو اضطراب لحیہ کو دیکھا۔

بَاب رَفْعِ الْبَصَرِ اِلَى السَّمَاءِ فِى الصَّلٰوةِ۔

ترجمہ۔ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا

حدیث(۷۰۷) حَدَّثَنَا عَلِى بْنُ عَبْدُاللّٰهِ الخ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ اَنَّ اَنَسَ بْنِ مَالِكٍؓ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ ﷺ مَابَالُ اَقْوَامٍ يَّرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَاءِ فِىْ صَلٰوتِهِمْ فَاشْتَدَّ قَوْلُهٗ فِى ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ اَوْلَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ . . الحديث....

ترجمہ۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں حضرت انس بن مالکؓ نے ان کو حدیث سنائی کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ اور اس بارے میں آپ کا فرمان سخت ہو گیا یہانتک کہ فرمایا کہ لوگ اس کام سے رک جائیں۔ رونہ ان کی آنکھیں اچک لی جائیں گی۔

بَاب الْاِلْتِفَاتَ فِى الصَّلٰوةِ

ترجمہ۔ نماز میں ادھر ادھر جھانکنا کنکھیوں سے دیکھنا

حدیث (۷۰۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الخ) عَنْ عَآئِشَةَؓ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِى الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ .. الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے نماز میں ادھر ادھر جھانکنے کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا یہ چھین لینا ہے۔ جس کو شیطان بندے کی نماز سے چھینتا ہے۔

حدیث(۷۰۹) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ (الخ) عَنْ عَآئِشَةَؓ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ صَلّٰى فِىْ خَمِيْصَةٍ لَّهَا اَعْلَامٌ فَقَالَ شَغَلَتْنِىْ اَعْلَامُ هٰذِهٖ اذْهَبُوْا بِهَا اِلٰى اَبِىْ جَهْمٍ وَّاْتُوْنِىْ بِاَنْبِجَانِيَّةٍ ..الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک منقش چادر میں نماز پڑھی اور فرمایا کہ مجھے اس کے نقش و نگار نے مشغول رکھا۔ فرمایا اس کو ابو جہم کے پاس لے جاؤ اور میرے پاس انبجانیہ چادر لے آؤ جس میں نقش و نگار نہیں ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ التفات فی الصلوۃ کی دو صورتیں ہیں۔ قبلہ کی طرف چہرہ رہے۔ مگر آنکھوں کے کنارے سے ادھر ادھر دیکھا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قبلہ کی طرف سے چہرہ پھر جائے۔ پہلی صورت مکروہ تنزیہی ہے۔ اور دوسری صورت ممنوع ہے۔ آپؐ نے اعلام یعنی نقش و نگار کو کنکھیوں سے دیکھا۔ اس کو جمہور مکروہ تنزیہی کہتے ہیں۔ اور اہل ظواہر حرام کہتے ہیں۔

وہ ترمذی کی روایت کو مستدل بناتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ خلاصہ یہ ہے کہ التفات فی حدذاتہ تو مکروہ ہے۔ اگر ضرورت ہو تو باب ثانی سے استثناء فرمالیا۔ التفات کی مختلف قسمیں ہیں ایک التفات قلبی ہوتا ہے کہ قلب دوسری طرف متوجہ ہو جائے۔ اس التفات کے ساتھ نماز درست ہو جائے گی۔ لیکن یہ اعراض من حضور اللہ شمار ہوگا۔ اور اکمال صلوۃ کے منافی ہوگا۔ دوسرے یہ کہ گوشۂ چشم سے دیکھے یہ اوّل سے اخف ہے۔ تیسرا یہ ہے کہ گردن پھرا کر دیکھے۔ یہ اختلاس شیطان ہے۔ اور اس میں اوّل سے زیادہ کراہت ہے۔ اور چوتھے یہ کہ سینہ پھیر کر دیکھے۔ یہ مفسد صلوۃ ہے۔ لفوات الاستقبال کیونکہ استقبال قبلہ نہیں رہا اور اصل بات یہ ہے کہ کسی طرف التفات نہ ہو نہ قلب سے نہ جوارح سے۔ بلکہ استقبال کامل الی اللہ ہو۔ باب کی روایت میں وارد ہے شغلنی اعلام هذه حضور اقدس ﷺ سے اس قسم کے جتنے افعال منقول ہیں وہ ہمارے لئے خلاف اولیٰ ہیں۔ لیکن حضور اکرم ﷺ کے لئے اس میں ثواب ہے۔ کیونکہ اس طرح سے حضور انور ﷺ نے تعلیم فعلی کی ہے۔ اور بلغ ماانزل الیك کی تکمیل ہے۔ جیسے مؤطا میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے۔ انی لاانسی ولکن انسی میں بھولتا نہیں ہوں بھلوادیا جاتا ہوں۔ اور جن افعال کا صدور شان نبوت کے منافی تھا ان کا صدور صحابہ کرامؓ سے کرلیا گیا جیسے زنا وغیرہ ان امور کے لئے صحابہ کرامؓ نے اپنے آپ کو تکوینی طور پر پیش کیا۔ لہٰذا ہمیں ان صحابہؓ کے متعلق ذرا سا شبہ کرنا بالکل غیر مناسب اور حکماً ناجائز ہے۔

باب هَلْ يَلْتَفِتُ لِاَمْرٍ يَنْزِلُ بِهٖ اَوْيَرٰى شَيْئًا اَوْبُصَاقًا فِى الْقِبْلَةِ وَقَالَ سَهْلٌ اِلْتَفَتَ اَبُوْبَكْرٍؓ فَرَاَى النَّبِىَّ ﷺ۔

ترجمہ۔ کیا کسی ایسے معاملہ کے لئے جو اچانک پیش آجائے یا کسی چیز کو دیکھے یا کھنگار قبلہ کی طرف دیکھے تو کیا ان امور کے لئے ادھر ادھر دیکھ سکتا ہے۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ ابو بکرؓ ادھر متوجہ ہوئے تو جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔

حدیث (۷۱۰) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهٗ قَالَ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نُخَامَةً فِىْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ وَهُوَ يُصَلِّىْ بَيْنَ يَدَىِ النَّاسِ فَحَتَّهَا ثُمَّ قَالَ حِيْنَ انْصَرَفَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا كَانَ فِى الصَّلٰوةِ فَاِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهٖ فَلَايَتَنَخَّمَنَّ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کھنگار کو مسجد کے قبلہ کی طرف دیکھا جبکہ آپ لوگوں کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھا رہے تھے تو آپ نے اسے چھیل کر زائل فرمایا پھر جب نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک نماز کے اندر

اَحَدُ قِبَلَ وَجْهِهٖ فِی الصَّلٰوۃِ الحدیث.... ہوتا ہے تواللہ تعالیٰ اس کے سامنے چہرہ کی طرف ہوتے ہیں پس تم میں سے کوئی بھی نماز کے اندر اپنے سامنے کی طرف نہ تھوکے۔

حدیث (۷۱۱) حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ الخ اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍؓ قَالَ بَیْنَمَا الْمُسْلِمُوْنَ فِیْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ لَمْ یَفْجَأْھُمْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَشَفَ سِتْرَ حُجْرَۃِ عَائِشَۃَؓ فَنَظَرَ اِلَیْھِمْ وَھُمْ صُفُوْفٌ فَتَبَسَّمَ یَضْحَکُ وَنَکَصَ اَبُوْبَکْرٍؓ عَلٰی عَقِبَیْہِ لِیَصِلَ لَہُ الصَّفَّ فَظَنَّ اَنَّہٗ یُرِیْدُ الْخُرُوْجَ وَھَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ یَّفْتَتِنُوْا فِیْ صَلٰوتِھِمْ فَاَشَارَ اِلَیْھِمْ اَتِمُّوْا صَلٰوتَکُمْ وَاَرْخَی السِّتْرَ وَتُوُفِّیَ مِنْ اٰخِرِ ذٰلِکَ الْیَوْمِ. الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ اس اثنا میں کہ مسلمان فجر کی نماز میں تھے کہ اچانک جناب رسول اللہ ﷺ نمودار ہوئے کہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کا پردہ کھولا تو مسلمانوں کو صفیں باندھے ہوئے دیکھا مسکراتے ہوئے ہنس پڑے۔ حضرت ابوبکرؓ اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہوئے تاکہ آپؐ کی وجہ سے صف میں مل جائیں۔ ان کا گمان یہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لانے کا ارادہ فرمارہے ہیں اور مسلمانوں نے قصد کرلیا کہ اپنی نماز میں فتنہ میں مبتلا ہوجائیں کہ کہیں نماز نہ توڑدیں۔ توجناب رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی اپنی نماز پوری کرو پردہ لٹکایا اور واپس چلے گئے اور اس دن کے آخری حصہ میں آپؐ کی وفات ہوگئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون..

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ امام بخاریؒ نے جمع کی صورت بیان کی ہے۔ کہ اگر کسی امر عارض کی وجہ سے التفات ہو تو اس کی ممانعت نہیں ہے۔ اور بغیر ضرورت کے التفات کرنا جو مخل فی التوجہ ہو یہ ممنوع ہے۔ یہ تطبیق کی صورت اچھی ہے مگر پہلی روایت پر اشکال ہے۔ کہ فحتھا کے الفاظ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں چھیلا گیا۔ اور یہ فعل ممنوع فی الصلوۃ ہے۔ تو بعض نے کہا کہ یہ فعل قلیل تھا۔ مگر کہا جائے گا کہ جہاں آپؐ کھڑے ہوئے تھے وہاں تو چھیل نہیں سکتے ضرور دو چار قدم آگے بڑھے ہوں گے لکڑی وغیرہ لے کر پھر چھیلا ہوگا تو اس سارے عمل سے فعل کثیر کا نہ ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ تو دوسری توجیہ اچھی معلوم ہوتی ہے کہ فحتھا وقال میں تنازع فعلین واقع ہوا ہے۔ انصراف کے وقت آپؐ نے کچھ چھیلا پھر اس کے بعد فرمایا۔ اب کوئی اشکال نہ ہوگا۔

باب وُجُوْبِ الْقِرَأَۃِ لِلْاِمَامِ وَالْمَامُوْمِ فِی الصَّلٰوۃِ فِی الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ وَمَایُجْھَرُ فِیْھَا وَمَایُخَافَتُ۔

ترجمہ۔ قرأۃ امام اور مقتدی کیلئے سب نمازوں میں واجب ہے خواہ حضر ہو یا سفر ہو خواہ جہری نماز ہو یا سری یعنی جہراً قرأت کی جاتی ہے یا آہستہ پڑھی جاتی ہے۔

حدیث(۷۱۲)حَدَّثَنَا مُوْسٰی الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ سُمَرَةَ قَالَ شَکٰی اَهْلُ الْکُوْفَةِ سَعْدًا اِلٰی عُمَرَ فَعَزَلَهٗ وَاسْتَعْمَلَ عَلَیْهِمْ عَمَّارًا فَشَکَوْا حَتّٰی ذَکَرُوْا اَنَّهٗ لَا یُحْسِنُ یُصَلِّیْ فَاَرْسَلَ اِلَیْهِ فَقَالَ یَا اَبَا اِسْحَاقَ اِنَّ هٰؤُلَاءِ یَزْعُمُوْنَ اَنَّکَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّیْ قَالَ اَمَّا اَنَا وَاللّٰهِ فَاِنِّیْ کُنْتُ اُصَلِّیْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا اَخْرِمُ عَنْهَا اُصَلِّیْ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ فَاَرْکُدُ فِی الْاُوْلَیَیْنِ وَاُخِفُّ فِی الْاُخْرَیَیْنِ قَالَ ذٰلِکَ الظَّنُّ بِکَ یَا اَبَا اِسْحَاقَ فَاَرْسَلَ مَعَهٗ رَجُلًا اَوْ رِجَالًا اِلَی الْکُوْفَةِ یَسْاَلُ عَنْهُ اَهْلَ الْکُوْفَةِ وَلَمْ یَدَعْ مَسْجِدًا اِلَّا سَاَلَ عَنْهُ وَیُثْنُوْنَ عَلَیْهِ مَعْرُوْفًا حَتّٰی دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِیْ عَبْسٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ یُقَالُ لَهٗ اُسَامَةُ ابْنُ قَتَادَةَ یُکْنٰی اَبَا سَعْدَةَ فَقَالَ اَمَّا اِذْ نَشَدْتَنَا فَاِنَّ سَعْدًا کَانَ لَا یَسِیْرُ بِالسَّرِیَّةِ وَلَا یَقْسِمُ بِالسَّوِیَّةِ وَلَا یَعْدِلُ فِی الْقَضِیَّةِ قَالَ سَعْدٌ اَمَا وَاللّٰهِ لَاَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ اَللّٰهُمَّ اِنْ کَانَ عَبْدُکَ هٰذَا کَاذِبًا قَامَ رِیَاءً وَّسُمْعَةً فَاَطِلْ عُمُرَهٗ وَاَطِلْ فَقْرَهٗ وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ وَکَانَ بَعْدُ اِذَا سُئِلَ یَقُوْلُ شَیْخٌ کَبِیْرٌ مَّفْتُوْنٌ اَصَابَتْنِیْ دَعْوَةُ سَعْدٍ قَالَ عَبْدُ الْمَلِکِ فَاَنَا رَاَیْتُهٗ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰی عَیْنَیْهِ مِنَ الْکِبَرِ وَاِنَّهٗ لَیَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِیْ فِی الطُّرُقِ یَغْمِزُهُنَّ ....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن سمرةؓ فرماتے ہیں کہ کوفہ والوں نے حضرت سعدؓ کی شکایت حضرت عمرؓ سے کی تو حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ حضرت عمارؓ کو گورنر بنایا کوفہ والوں نے جہاں اور شکایات کیں ان میں ایک یہ شکایت بھی ذکر کی کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتے۔ حضرت عمرؓ نے قاصد بھیج کر انہیں بلوایا۔ پوچھا اے ابو اسحاق یہ حضرت سعد کی کنیت ہے کہ یہ کوفے والے کہتے ہیں کہ آپ ان کو نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھاتے۔ تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں تو ان کو جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھاتا رہا ہوں۔ جس میں میں نے کسی قسم کی کمی نہیں کی۔ چنانچہ میں ان کو عشاء کی نماز اس طرح پڑھاتا تھا کہ پہلی دو رکعتوں میں طوالت کرتا تھا اور آخری دو میں تخفیف کرتا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابو اسحاقؓ میرا بھی آپؓ کے متعلق یہی گمان تھا۔ پھر ان کے ساتھ ایک یا بہت سے آدمی کوفہ کی طرف بھیجے جو کوفہ والوں سے حضرت سعدؓ کے متعلق سوال کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کوئی مسجد نہ چھوڑی جس کے سکان سے ان کے متعلق سوال نہ کیا ہو۔ سب لوگوں نے آپ کے متعلق نیکی کے ساتھ تعریف کی یہاں تک کہ قبیلہ بنو عبس کی مسجد میں پہنچے تو ان میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا جس کا نام اسامة بن قتادہ تھا جس کی کنیت ابو سعدة تھی تو اس نے کہا جب آپ نے ہم سے قسم دے کر پوچھا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ حضرت سعدؓ جہاد میں نہیں چلتے۔ غنیمت کا مال برابر تقسیم نہیں کرتے۔ اور قضا اور فیصلہ میں عدالت انصاف نہیں کرتے۔ جس پر حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میں بھی اس کیلئے تین بددعائیں کرتا ہوں۔ اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے

محض دکھاوے اور شہرت کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی فرما۔ اس کے فقر کو بھی لمبا کر دے اور اس کو فتنوں کا نشانہ بنادے۔ چنانچہ اس کے بعد جب اس سے پوچھا جاتا تو کہتا تھا کہ میں بوڑھا خرانٹ اور فتنوں میں مبتلا شخص ہوں جس کو حضرت سعدؓ کی بد دعا لگ گئی ہے۔ عبدالملک راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اسے دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کے ابرو دونوں آنکھوں پر آپڑے تھے اور راستوں میں بچیوں لڑکیوں سے چھیڑ چھاڑ کرتا تھا کہ ان کی چٹکیا کاٹتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وجوب القراۃ کا ایک طویل باب ہے اگر میں یوں کہوں کہ یہ بمنزلہ کتاب کے ہے تو صحیح ہو گا۔ اسلئے کہ قراۃ میں کئی مسائل مختلف فیھا ہیں۔ لہذا میرے خیال میں ایک کلی باب بمنزلہ کتاب کے باندھ دیا۔ مسئلہ قراۃ میں بائیس اختلافات ہیں۔ ان اختلافات کی وجہ سے ایک کلی باب باندھا۔ فی الصلوات کلھا سے امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ وغیرہ پر رد فرمایا ہے۔ اس لئے کہ وہ جھری میں تو قراۃ کے قائل ہیں. سری میں نہیں بلکہ جب ان سے کہا گیا تو کہنے لگے خاموش رہو منہ نوچ لوں گا۔ کیا حضور ﷺ ہم سے چھپادیں گے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں پر ساری نمازوں میں قراۃ واجب ہوئی۔ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں یہ امام بخاریؒ کا مذہب ہے۔ ماموم پر تو ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی قراۃ واجب نہیں۔ سوائے امام شافعیؒ کے دو قولوں میں سے ایک قول میں وجوب فاتحہ کے قائل ہیں۔ اور اس قول کے ساتھ ساتھ ان کے یہاں تصریح ہے کہ اگر امام جلدی سے رکوع میں چلا گیا اگر مقتدی قرأت فاتحہ میں مشغول ہوتا ہے تو فوات رکوع کا اندیشہ ہے یا مقتدی کو کوئی عذر پیش آجائے مثلاً اتنا معذور ہے کہ سجدہ سے اٹھ کر امام کے ساتھ قیام میں شریک ہونا چاہ رہا تھا۔ اتنے میں امام نے رکوع کر دیا تو شافعیہ باوجود وجوب کے قول کے فرماتے ہیں کہ قراۃ چھوڑ کر رکوع میں چلا جائے۔ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے کسی قول میں واجب نہیں۔ اب کیا ہے۔ احنافؒ کے یہاں خلاف اولیٰ ہے اور مالکیہ کے یہاں سری میں اولیٰ ہے۔ حنابلہ بھی یہی کہتے ہیں۔ مگر یوں کہتے ہیں کہ اگر جھری میں اتنا دور ہو کہ امام کی آواز نہ آتی ہو تو پڑھنا اولیٰ ہے۔ فی الحضر والسفر الخ. ابواب الرکوع تک سارے ابواب ہیں۔ اس باب کی مثالیں اور توضیحات ہیں۔ لہذا اب یہ اشکال نہ ہو گا کہ جھر فی المغرب کا باب کیوں باندھا لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب سے استدلال کیا گیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اولاً تو روایت مضطرب ہے کما فی ابی داؤد اور اگر مان لیں تو یہ ہم پر وارد نہیں۔ اس لئے کہ دوسری جگہ ارشاد نبویؐ ہے کہ من کان له امام فقراۃ الامام قراۃ له کہ جس شخص کا امام ہو امام کی قراۃ اس کی قراۃ ہو گی۔ لہذا وہ قاری فاتحہ رہا۔ اس روایت کے بعض اسناد میں ومازاد بھی ہے اور مازاد کی فرضیت کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ شکی اھل الکوفۃ سعدا یہ سعد بن ابی وقاصؓ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں ان کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ کسی کو ان سے عناد ہوا اس نے دار الخلافہ میں حضرت عمرؓ کے یہاں جمیع اہل کوفہ کی طرف سے شکایت لکھ بھیجی۔ حضرت عمرؓ کے یہاں خبر پہنچی۔ انہوں نے فوراً حضرت سعدؓ کو معزولی کا حکم بھیج دیا۔ اور ان کی جگہ حضرت عمار بن یاسرؓ کو عامل بنا کر بھیج دیا۔ اور حضرت سعدؓ کو طلب کر لیا۔ فقال یا ابا اسحاق یہ حضرت سعدؓ کی کنیت ہے۔ ماخرم ای ما انقص میں کمی نہیں کرتا۔ فارکد ای فاطول لمبا کرتا ہوں۔ قال ذالك الظن حضرت عمرؓ نے جب ان سے پوچھا کہ یہ اہل کوفہ تمہاری شکایت

کررہے ہیں کہ تم اچھی طرح سے نماز نہیں پڑھتے ہو۔ توانہوں نے جواب دیا کہ میں توان کو حضور اکرم ﷺ کی نماز پڑھاتا ہوں یعنی جیسے حضور انور ﷺ پڑھایا کرتے تھے۔ اس پر کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ اوّلین میں قرأۃ طویل کرتا ہوں۔ اور اخیرین میں اختصار کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ سنا تو فرمایاذاك الظن بك یعنی تمہارے ساتھ یہی گمان رکھتا ہوں کہ تم ایساہی کرتے ہو گے۔ اور بات یہی ہے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں۔ فاتح عراق اور اجل صحابہؓ اور حضور انور ﷺ کے ماموں ہیں یہاں اشکال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے منہ پر تعریف کی۔ حالانکہ منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت وارد ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سعدؓ ناراض ہو گئے ہوں گے۔ لہٰذا حضرت عمرؓ نے اس وہم کو دفع فرمانے کے لئے ایسا فرمایا فارسل منه رجلا او رجالا اب تحقیق واقعہ کے لئے حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کے ساتھ آدمی بھیجے کہ جاکر معلوم کریں کہ آخر بات کیا ہے۔ وہاں جاکر انہوں نے حضرت سعدؓ کے متعلق پوچھااور کوئی مسجد نہیں چھوڑی جہاں انہوں نے تحقیق نہ کی ہو۔ اس لئے کہ حضرت سعدؓ امیر تھے۔ جمعہ کے دن لوگ جمع ہوتے ہی ہیں۔ ان کو حال معلوم ہوتا ہے۔ اور پہلے ایک ہی جگہ جمعہ ہوا کرتا تھا۔ اس زمانہ کی طرح نہیں جہاں چاہے جمعہ قائم کردیا وہ لوگ حضرت سعدؓ کی تعریف کرتے تھے تحقیق کرتے کرتے مسجد بنو عبس میں پہنچے۔ وہاں بھی دریافت کیا تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور ان سے کہا کہ جب تم قسم دلاکر پوچھتے ہو تو پھر سنو! اللہ کے نام کی عظمت کی وجہ سے کہتا ہوں کہ ان سعد لایسیر بالسریة کہ حضرت سعدؓ خود جہاد کو نہیں جاتے اور اپنی جان بچاتے ہیں ڈرتے ہیں۔ لا یقسم بالسویة اور برابر تقسیم نہیں کرتے۔ اپنوں کو ترجیح دیتے ہیں ولا یعدل فی القضیة اور حق بات میں انصاف نہیں کرتے۔ قال سعد اما واللہ لادعون بثلث حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ اس نے مجھ پر تین الزام لگائے ہیں۔ اور میں ان کے مقابل میں تین بددعائیں کرتا ہوں۔ اور پھر تین بددعائیں دیں۔ اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہو۔ محض ریااور سنانے کے لئے کھڑا ہوا ہے کہ میں نے تو حق بات حضرت سعدؓ کے مقابل میں بھی کہہ دی تو اس کی عمر طویل کردے۔ اور اس کا فقر بڑھادے۔ اور اس کو فتنوں سے دوچار کردے۔ حضرت سعدؓ صحابہ میں مستجاب الدعوات مشہور تھے۔ حضرت سعدؓ کی بددعا قبول ہوئی۔ اور اس شخص کی سخت بڑھاپے کی وجہ سے پلکیں جھک گئیں تھیں۔ فقر کی وجہ سے مانگتا پھرتا تھا۔ اور راستہ میں لڑکیوں کو چھیڑتا تھا۔ اور پھر ذلیل ہوا کرتا تھا۔ یہ تعریض بالفتن ہو گیا۔ چونکہ حضرت سعدؓ نے اپنی بددعا کو ایک شرط کے ساتھ معلق کیا تھا کہ اگر یہ قائل کاذب ہو تو ایسا فرما اور دعا قبول ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ وہ شخص کاذب تھا اور اس نے غلط الزام لگایا تھا اس کے بعد جب اس کا یہ حال ہو گیا تو جب لوگ دریافت کرتے تو کہتا تھا کہ حضرت سعدؓ کی بددعا لگ گئی۔

چو! یہ بات یاد رکھو کہ اہل اللہ کے قلوب کو اپنی طرف سے مکدر نہ ہونے دو۔ ان کی طبیعت کو تمہاری طرف سے کوئی ملال نہ ہونے پائے۔ ورنہ اس کا اثر ایک نہ ایک دن ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ میرے والد صاحب مرحوم کا جب انتقال ہو گیا تو بہت سے لوگ تعزیت کو آئے۔ ان میں ایک صاحب ایسے بھی آئے جن کو کشف قبور ہوا کرتا تھا۔ انہوں نے مجھے میرے والد صاحب مرحوم کی طرف سے بہت سے پیغاماتِ پہنچائے۔ ان میں ایک یہ بھی تھا کہ اس سے کہہ دو کہ بزرگوں کا دل اپنی طرف سے بُرا نہ ہونے دے اس لئے کہ دنیا میں

ان کی الٹی بھی سیدھی ہوتی ہے۔ میں نے کئی سال بعد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ سے پوچھا کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ بزرگوں کی الٹی بھی سیدھی ہوتی ہے۔ آخر اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ ناحق کو ترجیح دیں گے۔ انہوں نے فرمایا کہ ناحق کو کبھی ترجیح نہیں دیتے۔ ہوتا وہی ہے جو حق ہوتا ہے خواہ کتنا ہی بڑا بزرگ ہو۔ مگر بات یہ ہے کہ اہل اللہ کو جو کبھی تکدر ہو جاتا ہے اس کا اثر ہو کر رہتا ہے۔ چاہے جب کبھی ہو۔ ان کے قلب کو جو تکلیف پہنچتی ہے اس کا کسی نہ کسی دن اثر ظاہر ہوتا ہے۔

ہیچ قومے راخدا رسوانہ کرد تادلے صاحبدلے نیامد درد

الحاصل جس شخص نے مسجد میں کھڑے ہو کر حضرت سعدؓ کی شکایت کی تھی اس کا نام اسامہ بن قتادہ تھا۔ اور کنیت ابو سعدۃ تھی اس نے تین شکایتیں کیں جس کے بدلہ میں حضرت سعدؓ نے اس کو بھی تین بددعائیں دیں۔ اوّل اس نے شکایت کی کہ خود جہاد میں نہیں جاتے گویا موت کے خوف سے گھر میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اس کے بدلہ میں انہوں نے بددعا دی کہ اطل عمرہ یعنی اس کی شکایت کا ماحصل یہ ہے کہ میں طویل عمر چاہتا ہوں۔ اور موت کے خوف سے نہیں نکلتا اے اللہ مجھے تو طویل عمر کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس کو ضرور عطا فرمادے دوسری شکایت یہ تھی کہ برابری سے تقسیم نہیں کرتے جس کا ماحصل یہ ہے کہ فقرہ کا مجھے خوف ہے اس لئے میں تھوڑا تھوڑا بے انصافی سے دیتا ہوں۔ اس پر آپ نے بدعا کی اطل فقرہ کہ مجھے تو طول فقر نہیں چاہئیے۔ البتہ اس کو ضرور عطا فرمادے۔ تیسری شکایت تھی کہ معاملات کے اندر بے انصافی کرتے ہیں۔ گویا فتنہ پھیلاتا ہوں اس پر حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ اللہ اسے فتنوں میں مبتلا کر دے۔ چنانچہ یہ سب بدعائیں اسے لگیں۔

حدیث (۷۱۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَاصَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.. الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے سورۃ فاتحۃ الکتاب نہ پڑھی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی تو اس سے فرضیت قراۃ ثابت ہو گیا۔

حدیث (۷۱۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَرَدَّ وَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰى كَمَا صَلّٰى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا فَقَالَ وَالَّذِيْ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک اور شخص بھی داخل ہوا۔ اس نے نماز پڑھ کر جناب نبی اکرم ﷺ پر سلام کیا آپؐ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا تم جا کر پھر نماز پڑھو کیونکہ تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ اس نے جا کر ایسے ہی نماز پڑھی جیسے وہ پہلے پڑھ چکا تھا۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا آپؐ نے فرمایا واپس جا کر نماز پڑھو کیونکہ تم نے

بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اُحْسِنُ غَيْرَهٗ فَعَلِّمْنِيْ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَءْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَّافْعَلْ فِيْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا ......

نماز ہی نہیں پڑھی بہر حال یہ تین مرتبہ واقعہ پیش آیا۔ آخر اس شخص نے کہا کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے کہ میں تو اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا آپؐ مجھے سکھلائیں تو آپؐ نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو پہلے تکبیر تحریمہ کہو۔ پھر قرآن مجید میں سے جو تجھے آسان ہو اس کو پڑھو پھر رکوع کرو یہاں تک رکوع کی حالت میں تمہیں اطمینان ہو جائے۔ پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدے میں اطمینان حاصل ہو جائے۔ پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور اسی طرح اپنی سب نماز میں کرو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت عبادۃ بن الصامتؓ کی روایت سے معلوم ہوا کہ بغیر فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔ اسی بنا پر شوافعؒ کے نزدیک قراۃ فاتحۃ الکتاب نماز کے اندر فرض ہے۔ یہی مالکیہؒ کا مذہب ہے۔ اور حنابلہ کی روایت ہے اور دوسری روایت احنافؒ کے موافق ہے کہ مطلق قراۃ فرض ہے خاص طور سے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔ ہماری دلیل حدیث المسیء ہے۔ جس کے اندر فاقرء ما تیسرك من القرآن ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مطلق قراۃ فرض ہے۔ البتہ اس حدیث کی بنا پر فاتحہ کی قراۃ وجوب کے درجہ میں ہوگی۔ حدیث المسیء کے متعلق ایک لطیفہ سنو۔ وہ یہ کہ یہ روایت تنقیدا ت دار قطنی میں سے ہے۔ مگر سب ائمہ نے اس سے بہت سے مسائل کا استنباط فرمایا۔ چنانچہ علامہ شعرانی کے بھائی مولانا فضل اللہ مرحوم نے اس حدیث سے ٧٧٩ ؍ ۴ مسائل مستنبط فرمائے ہیں ایک اہم بات سنو! قرأت فاتحہ احناف کے نزدیک واجب ہے۔ یہ بات مشہور ہے کہ واجب صرف علماء احناف کے یہاں ہے۔ کسی اور امام کے یہاں نہیں ہے یہ بات صحیح نہیں۔ کیونکہ نفس واجب تو سب کے یہاں ہے۔ البتہ اس کا نام واجب احناف ہی کے یہاں ہے۔ دوسرے ائمہ اس واجب کو دوسرے اسماء سے تعبیر کرتے ہیں جیسے احناف کے نزدیک نماز مستحب سنت واجب اور فرض سے مرکب ہے اس طرح حنابلہ کے نزدیک مستحب سنت فرض غیر قطعی اور فرض قطعی سے مرکب ہے۔ شوافع کے یہاں آداب سنت ابعاد اور فرض یہ نماز کے اصل اجزا شمار کئے جاتے ہیں۔ اور مالکیہ کے نزدیک بھی نماز مندوب سنت مؤکدہ اور فرض مرکب ہے۔ تو گویا تمام ائمہ کے نزدیک نماز کے چار اجزاء ہوئے۔ اور یہ تمہیں معلوم ہے کہ احناف کے نزدیک واجب اور حنابلہ کے یہاں فرض غیر قطعی۔ شوافع کے یہاں ابعاد اور امام مالک کے نزدیک سنت مؤکدہ کے چھوڑنے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ لہٰذا شیٔ ایک ہی ہوئی البتہ تعبیر میں فرق ہو گیا کہ احنافؒ نے اسے واجب سے تعبیر کر دیا۔ شوافع نے ابعاد سے۔

بَاب الْقِرَاۃِ فِی الظُّهْرِ

ترجمہ۔ ظہر کی نماز میں قرأت ہے

حدیث(۷۱۵) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانُ (الخ)
عَنْ جَابِرِ ابْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَعْدٌ كُنْتُ اُصَلِّيْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةَ الْعَشِيِّ لَا اَخْرِمُ عَنْهَا كُنْتُ اَرْكُدُ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَاَحْذِفُ فِي الْاُخْرَيَيْنِ فَقَالَ عُمَرُ ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ .....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن سمرۃؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سعدؓ نے فرمایا میں تو ان کو جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھاتا تھا۔ شام کی دو نمازیں کہ جن میں کمی نہیں کرتا تھا۔ وہ اس طرح کہ پہلی دو رکعتوں میں سکون کرتا تھا اور آخری دو میں کم پڑھتا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا بھی آپ کے متعلق یہی گمان تھا۔

حدیث(۷۱۶) حَدَّثَنَا اَبُو نُعَيْمٍ (الخ) عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ يُطَوِّلُ فِي الْاُوْلٰى وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيُسْمِعُ الْاٰيَةَ اَحْيَانًا وَّكَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَا ب وَسُوْرَتَيْنِ وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الْاُوْلٰى وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحتہ الکتاب اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔ پہلی رکعت میں طوالت کرتے تھے اور دوسری میں قصر کرتے تھے اور کبھی کبھی ایک آیت سنا دیتے تھے اور عصر کی نماز میں فاتحتہ الکتاب اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور پہلی رکعت میں طوالت کرتے تھے۔ اور صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں طوالت کرتے اور دوسری میں کمی کرتے تھے۔

حدیث(۷۱۷) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ (الخ)
عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ قَالَ سَاَلْنَا خَبَّابًا اَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا بِاَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهٖ. الحديث .

ترجمہ۔ حضرت ابو معمر فرماتے ہیں کہ ہم نے خباب بن الارتؓ سے پوچھا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأۃ کرتے تھے انہوں نے فرمایا ہاں۔ ہم نے پوچھا آپ کس چیز سے یہ پہچانتے تھے فرمایا آپؐ کے داڑھی کے ہلنے کی وجہ سے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یسمع الا یۃ احیاناً صلوٰۃ میں اسماع آیتہ پر ہمارے فقہاء سجدہ سہو کہتے ہیں۔ تو بعض نے کہا کہ آپؐ عمداً جھراً نہیں پڑھا کرتے تھے بلکہ قرأۃ تو سراً ہوتی تھی۔ البتہ کبھی کبھی بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ تعلیماً۔ مگر دوسرا جواب اچھا ہے کہ آپؐ تعلیم امت کے لئے کہ اس میں کچھ پڑھا جاتا ہے۔ اسماع آیتہ یعنی آیت سنا دیا کرتے تھے۔ کسی اور کے لئے یہ جائز نہیں تو آپ کی خصوصیت ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میں باب وجوب القراۃ علی الامام والمأموم میں بتلا چکا ہوں کہ اصل تو یہ باب ہے اور اس کے بعد ابواب الرکوع تک جتنے ابواب آ رہے ہیں سب اس کی تفصیل اور تمثیل ہیں۔لہذا اب ہر جگہ اس بات کی تلاش کی ضرورت نہ ہوگی کہ امام بخاریؒ کی یہاں کیا غرض ہے۔گو کہیں فائدہ جدیدہ بھی حاصل ہو جائے۔جیسے یہاں ایک فائدہ جدیدہ یہ حاصل ہوا کہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک سری صلوٰت میں قرأت واجب نہیں۔ تو ان پر اس باب سے ردّ ہو گیا کہ ظہر کے اندر قرأت ہے کنت اصلی بھم یہ وہی حضرت سعدؓ کی روایت ہے۔اور ان کی روایت میں صلوتی العشاء صلوتی العشی دو طرح کے الفاظ وارد ہیں۔اگر صلوتی العشاء ہو تو مغرب اور عشاء مراد ہوگی۔ صلوتی العشی ہے تو صلوتین سے ظہر اور عصر مراد ہوگی۔اور اس میں لامحالہ ایک صحیح ہے اور ایک وہم ہے۔لہذا معلوم ہو گیا کہ بخاری میں ہونا اس کو مستلزم نہیں۔کہ موافق واقعہ بھی ہو۔اب یہاں متن میں صلوتی العشاء جو ہے وہ نہیں ہو سکتا۔اس لئے امام بخاریؒ کا ترجمہ ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ جو حاشیہ کا نسخہ ہے یعنی احدیٰ صلوتی العشی یہ ہونا چاہئے۔ یطول فی الاولی الخ یہ مسئلہ آگے آ رہا ہے۔

باضطراب لحیۃ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ محض اس سے اس بات پر استدلال تام نہیں ہوتا۔کہ حضور اکرم ﷺ قرأت فرماتے تھے۔یہ تو ضرور معلوم ہو گیا کہ حضور اقدس ﷺ کچھ پڑھتے تھے۔اس لئے کہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس ﷺ یوں ہی منہ کو نہیں ہلاتے تھے۔لیکن کیا پڑھتے تھے اس پر کوئی دلیل نہیں۔ ممکن ہے دعا پڑھتے رہے ہوں۔لہذا اس کے ساتھ ایک اور بات لگانی پڑے گی جو دوسری حدیث میں آ رہی ہے۔ کان یسمعنا الایۃ ۔احیانا اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ قرأت فرمایا کرتے تھے اور اس طرح آیۃ تعلیما ہوا کرتا تھا۔اس طرح ہم کہتے ہیں کبھی آمین بھی تعلیما زور سے ہو جایا کرتی تھی۔ یطول فی الرکعۃ الاولیٰ اس کے متعلق مستقل باب آ رہا ہے۔اس کے اندر اختلاف ہے کہ دونوں رکعتیں برابر ہوں گی یا کچھ فرق ہوگا۔امام احمدؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر نماز کی پہلی رکعت دوسری سے طویل ہوگی۔امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف صبح کی نماز کے اندر پہلی رکعت دوسری رکعت سے طویل ہوگی۔امام شافعیؒ کے نزدیک کسی نماز کے اندر بھی یہ حکم نہیں بلکہ سب برابر ہیں۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعَصْرِ

ترجمہ۔عصر کی نماز میں قرأت ہے

حدیث (۷۱۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ (الخ)

قُلْتُ لِخَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ قِرَاءَتَهُ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ ...

ترجمہ ۔ ابو معمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خباب بن الارتؓ سے کہا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ ظہر اور عصر میں قرأت کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے کہا آپ لوگ آپؐ کی قراۃ کو کس چیز سے معلوم کرتے تھے فرمایا آپ کی داڑھی کے حرکت کرنے کی وجہ سے۔

حدیث(۷۱۹) حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ (الخ) عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ وَّيُسْمِعُنَا الْاٰيَةَ اَحْيَانًا ..الحديث..

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر اور عصر کی دو رکعتوں میں فاتحۃ الکتاب اور ایک ایک سورۃ پڑھتے تھے۔اور کبھی کبھی ہمیں آیت سنادیا کرتے تھے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب کی غرض پہلے معلوم ہو چکی ہے۔

باب القرأة فی المغرب

ترجمہ۔ نماز مغرب میں قرأت ہے

حدیث(۷۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ اُمَّ الْفَضْلِ سَمِعَتْهُ وَهُوَ يَقْرَأُ وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ لَقَدْ ذَكَّرْتَنِيْ بِقِرَاءَتِكَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ اِنَّهَا لَاٰخِرُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ . الحديث

ترجمہ ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کہ ان کی والدہ حضرت ام الفضل نے ان کو والمرسلات عرفاً پڑھتے سنا تو فرمایا کہ تو نے اس سورت کو پڑھ کر مجھے یہ سورت یاد دلادی کیونکہ یہی وہ آخری صورت ہے جس کو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ وہ اسے مغرب کی نماز میں پڑھتے تھے

حدیث(۷۲۱) حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ (الخ) عَنْ مَّرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ لِيْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَّا لَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارٍ وَّقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ بِطُوْلَى الطُّوْلَيَيْنِ ..الحديث...

ترجمہ۔ حضرت مراوان ابن الحکمؒ فرماتے ہیں اور مجھے کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ آپ مغرب کی نماز میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے تھے۔ حالانکہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دو لمبی لمبی سورتوں میں لمبی سورت پڑھتے سنا ہے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح نے امام بخاریؒ پر اشکال کیا ہے کہ مغرب کی نماز میں تو قرأت ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں پھر باب کیوں باندھا۔ بعض علماء نے جواب دیا کہ نوعیت قرأت بیان کرنے کے لئے باب باندھا ہے کہ ظہر اور عصر کی نوعیت اور ہے۔ اور مغرب عشاء کی اور ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے یہ ابواب ابواب الرکوع تک باب وجوب القرأۃ علی الامام والمأموم کی تفاصیل ہیں۔ اگر انہوں نے یہاں یہ جواب دے دیا کہ نوعیت قرأت بیان کرنی ہے۔ تو پھر جھر بالمغرب وجھر بالعشا میں کیا کہیں گے۔ لانها لاخر ماسمعت من رسول اللہ ﷺ يقرأها فی المغرب یعنی یہ سورۃ والمرسلات عرفا آخری سورت ہے

جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب میں پڑھتے ہوئے سنا۔ مگر اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی یہ آخری نماز ہو کہ اس کے بعد پھر آپؐ نے کوئی نماز نہ پڑھی ہو۔ کیونکہ ممکن ہے بہت پہلے سنی ہو اور پھر دوبارہ سننے کا موقع نہ ملا۔ لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ اس روایت کے بعض طرق میں اخیر میں ماصلی لنا بعد بھی آیا ہے۔ کہ ہمیں بعد میں آپؐ نے نماز نہیں پڑھائی۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ کی آخری نماز ہو۔ لہذا اب دو اشکال ہو گئے۔ اوّل تو یہ کہ حضور اکرم ﷺ کی آخری نماز مغرب میں گویا سورۂ والمرسلات عرفا پڑھی گئی۔ حالانکہ فقہاء یہ کہتے ہیں کہ مغرب میں قصار مفصل پڑھنا اولیٰ ہے۔ اور دوسرا اشکال یہ ہے کہ محقق علماء کا قول یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی آخری نماز فجر ہے جو دوشنبہ کے دن پڑھی گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سترہ نمازیں پڑھائیں تو آخری نماز جو حضور اقدس ﷺ نے پڑھائی وہ جمعرات کی شام کو مغرب کی نماز ہے۔ اور اس کے بعد عشاء سے لے کر دوشنبہ کی صبح تک سترہ نمازیں حضرت ابوبکرؓ نے پڑھائیں۔ جس میں یھادی بین رجلین ہے۔ وہ دلیل ہے تو ممکن ہے کہ مغرب سے مراد آخیر مغرب ہو جو حضور اقدس ﷺ نے پڑھائی۔ مگر پھر مجھ پر اشکال یہ ہے کہ میری تحقیق کے موافق شنبہ کے دن کی ظہر کی نماز حضور اقدس ﷺ نے پڑھائی۔ کما قلت سابقاً تو پھر ماصلی لنا بعد درست نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اپنے اعتبار سے فرمایا۔ ظہر کی نماز میں وہ حاضر نہیں ہوئیں۔ یا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد جہراً نہیں پڑھائیں۔ اور تیسرا جواب جس کی طرف حافظ ابن حجرؒ مائل ہیں۔ وہ یہ ہے کہ آخری نماز نبی اکرم ﷺ نے اپنے حجرہ میں مغرب کی نماز پڑھائی وہ مراد ہے۔ اس میں حضرت ام الفضل حاضر تھیں۔ اب دوسرا اشکال یہ ہے کہ جمہور کے قول کے خلاف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ استحباب قصار فی المغرب کے قائل ہیں۔ امام ابوداؤدؒ نے سمعت النبی ﷺ یقرأ بطولی الطولیین نقل فرما کر عروہ کے اثر سے اس کے نسخ پر استدلال کیا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ یہ کیا ضروری ہے کہ پوری پڑھتے تھے کچھ حصہ پڑھتے ہوں۔ علماء کرام نے قرآن پاک کی سورتوں کی تقسیم اس طرح فرمائی ہے۔ کہ اوّل سبع طول اس کے اندر سورۂ اعراف تک سورۂ بقرہ سے لے کر چھ سورتیں ہوتی ہیں۔ ساتویں سورت کے اندر اختلاف ہے کہ وہ کون سی سورت ہے۔ بعض نے سورۃ فاتحہ کو بتلایا ہے۔ کیونکہ اگرچہ وہ چھوٹی سی سورت ہے لیکن ام القرآن ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ سورۂ انفال اور براءت ملا کر سات سورتیں ہوتی ہیں اس کے بعد گیارہ سورتیں مئین کہلاتی ہیں۔ اس کے بعد بیس سورتیں مثانی کہلاتی ہیں۔ پھر آخیر قرآن تک تمام سورتیں مفصلات کہلاتی ہیں اب یہ کہ اس کی ابتداً کہاں سے ہے۔ اس کے اندر اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ انا فتحنا سے فرماتے ہیں۔ اور احناف ؒ کے نزدیک سورۂ حجرات سے اس کی ابتداء ہے۔ پھر مفصل کی تین قسمیں ہیں۔ طوال مفصل۔ اوساط مفصل۔ اور قصار مفصل۔ شوافع کے نزدیک طوال مفصل۔ سورۂ انا فتحنا لک الخ سے لے کر سورۂ عبس تک ہے۔ اور ہمارے نزدک سورۂ حجرات سے لے کر سورۂ بروج تک ہے۔ اور اوساط مفصل کی انتہا شوافع کے نزدیک والضحی تک ہے۔ اور ہمارے نزدیک اذازلزلت الارض تک ہے۔ پھر اخیر تک قصار مفصل ہے۔ اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ صبح کی نماز کے اندر طوال مفصل کا پڑھنا اولیٰ اور مستحب ہے اور مغرب میں قصار مفصل پڑھنا اولیٰ ہے۔ اور بقیہ کے اندر اوساط مفصل پڑھے

بَاب الْجَهْرِ فِی الْمَغْرِب

ترجمہ۔ مغرب کی نماز میں بلند آواز سے پڑھنا

حدیث(۷۲۲)حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَرَأَ فِی الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ . الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو مغرب کی نماز میں سورۂ الطور پڑھتے سنا ہے۔

باب الجهر فی العشاء

ترجمہ۔ عشاء کی نماز میں بھی بلند آواز سے پڑھنا ہے

حدیث(۷۲۳)حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ الْعَتَمَةَ فَقَرَءَ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ لَهٗ قَالَ سَجَدْتُّ خَلْفَ اَبِی الْقَاسِمِ ﷺ فَلَا اَزَالُ اَسْجُدُ بِهَا حَتّٰی اَلْقَاهُ

ترجمہ۔ حضرت ابو رافع فرماتے ہیں کہ میں نے عشاء کی نماز حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ پڑھی توانہوں نے اذاالسماء انشقت پڑھا۔ اور اس میں سجدہ کیا۔ جب میں نے ان سے سجدہ کے بارے میں پوچھا توانہوں نے فرمایا کہ میں نے ابو القاسم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے پیچھے نماز میں سجدہ تلاوت کیا ہے۔ پس میں تو اب ہمیشہ اس سورۃ میں سجدہ کرتا رہوں گا۔ یہانتک حضور اقدس ﷺ سے جاکر ملوں گا۔

حدیث(۷۲۴)حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ (الخ) عَنْ عَدِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ فِیْ سَفَرٍ فَقَرَأَ فِی الْعِشَآءِ فِیْ اِحْدَی الرَّکْعَتَیْنِ بِالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ . الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت عدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براءؓ سے سنا کہ جناب نبی اکرم ﷺ سفر میں تھے تو عشاء کی دو رکعتوں میں سے ایک کے اندر والتین والزیتون پڑھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ مالکیہ کے نزدیک اس سورۃ کا پڑھنا جس میں سجدہ تلاوت ہو فرائض کے اندر مکروہ ہے اسلئے کہ عام لوگوں کو اشتباہ ہوگا۔ اس لئے خاص طور پر اس کے اثبات کے لئے باب باندھا۔

باب الْقِرَآءَةِ فِی الْعِشَآءِ بِالسَّجْدَةِ

ترجمہ۔ عشاء کی نماز میں سجدہ والی سورت پڑھنا

حدیث(۷۲۵)حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الخ) عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ الْعَتَمَةَ فَقَرَ أَ

ترجمہ۔ ابو رافع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے ہمراہ عشاء کی نماز پڑھی۔ انہوں نے اذاالسماء انشقت

اِذَاالسَّمَآءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ مَاهٰذِهٖ قَالَ سَجَدْتُّ فِیْهَا خَلْفَ اَبِی الْقَاسِمِ ﷺ فَلَااَزَالُ اَسْجُدُ فِیْهَا حَتّٰی اَلْقَاہُ ..الحدیث....

پڑھی اور اس میں سجدہ کیا۔ میں نے پوچھا یہ کیسا سجدہ ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب ابو القاسم ﷺ کے پیچھے اس میں سجدہ کیا ہے۔ پس اب تو ہمیشہ اس میں سجدہ کرتا رہونگا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ سے جاکر ملوں۔

باب الْقِرَآءَةِ فِی الْعِشَآءِ

ترجمہ۔ عشاء کی نماز میں قرأت ہے

حدیث(۷۲۶)حَدَّثَنَاخَلَّادُ بْنُ یَحْیٰی الخ اَنَّهٗ سَمِعَ الْبَرَاءَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقْرَأُ فِی الْعِشَآءِ بِالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ وَمَاسَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْهُ اَوْقِرَآءَةً ..الحدیث

ترجمہ۔ حضرت عدی بن ثابتؓ نے حضرت براء بن عازبؓ سے سنا وہ فرماتے تھے۔ کہ انہوں نے حضرت نبی اکرم ﷺ کو عشاء کی نماز میں والتین والزیتون پڑھتے ہوئے سنا وہ یہ بھی کہتے تھے کہ میں نے آنجناب ﷺ سے اچھی قرأت والا نہیں سنا۔

باب یُطَوِّلُ فِی الْاُوْلَیَیْنِ وَیَحْذِفُ فِی الْاُخْرَیَیْنِ۔

ترجمہ۔ آپؐ پہلی دو رکعتوں میں طوالت کرتے تھے اور آخری میں طوالت ترک کر دیتے تھے۔

حدیث(۷۲۷)حَدَّثَنَاسُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَبْنَ سَمُرَةَقَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ لَقَدْ شَکَوْکَ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ حَتَّی الصَّلٰوةُ قَالَ اَمَّااَنَا ، فَاَمُدُّ فِی الْاُوْلَیَیْنِ وَاَحْذِفُ فِی الْاُخْرَیَیْنِ وَلَااٰلُوْمَا اقْتَدَیْتُ بِهٖ مِنْ صَلٰوةِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ صَدَقْتَ ذَاکَ الظَّنُّ بِکَ اَوْظَنِّیْ بِکَ .....

ترجمہ۔ ابو عون فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرۃؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ کوفہ والوں نے ہر معاملہ میں آپ کے متعلق شکایت کی ہے۔ حتیٰ کہ نماز کے بارے میں بھی۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو پہلی دو رکعتوں میں درازی کرتا ہوں اور دو آخری میں طوالت کو ترک کرتا ہوں۔ اور جب سے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتدا کی ہے کبھی اس میں کوتاہی نہیں کی۔ حضرت عمر نے فرمایا آپ نے سچ فرمایا یہی گمان آپ کے ساتھ تھا یا میرا گمان آپ کے ساتھ یہی تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ اولیین اس لئے طویل ہوں گی کہ اس میں ضم سورۃ ہے اور اخیرین میں ضم سورۃ نہیں ہے۔

باب الْقِرَأَةِ فِی الْفَجْرِ وَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ قَرَأَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِالطُّوْرِ

ترجمہ۔ فجر کی نماز میں قرأت ہے۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فجر کی نماز میں سورہ طور پڑھی۔

حدیث (۷۲۸) حَدَّثَنَا اٰدَمُ (الخ) قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبِیْ عَلٰی اَبِیْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِیِّ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَوَاتِ فَقَالَ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّی الظُّهْرَ حِیْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَیَرْجِعُ الرَّجُلُ اِلٰی اَقْصَی الْمَدِیْنَةِ وَالشَّمْسُ حَیَّةٌ وَنَسِیْتُ مَاقَالَ فِی الْمَغْرِبِ وَلَایُبَالِیْ بِتَاْخِیْرِ الْعِشَاءِ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ وَلَایُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَلَا الْحَدِیْثَ بَعْدَهَا وَیُصَلِّی الصُّبْحَ فَیَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَیَعْرِفُ جَلِیْسَهٗ وَكَانَ یَقْرَأُ فِی الرَّكْعَتَیْنِ اَوْاِحْدٰهُمَا مَابَیْنَ السِّتِّیْنَ اِلَی الْمِائَةِ ....

ترجمہ۔ حضرت سیار بن سلامہؒ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا باپ حضرت ابو برزہ اسلمیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے ان سے نماز کے اوقات کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا جناب نبی اکرم ﷺ جب سورج ڈھل جاتا تھا تو ظہر کی نماز پڑھتے تھے۔ اور عصر کی نماز کو اس وقت پڑھتے تھے جبکہ ایک آدمی مدینہ کے انتہائی مقام تک واپس پہنچ جاتا تھا۔ جبکہ سورج ابھی تغیر پذیر نہیں ہوا تھا۔ اور مغرب میں جو کچھ آپ نے فرمایا میں اسے بھول گیا۔ البتہ تیسرے حصہ رات تک عشاء کی نماز مؤخر کرنے میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے تھے۔ البتہ اس سے پہلے سونا اور بعد میں باتیں کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور صبح کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے کہ آدمی فراغت صلوٰۃ کے بعد اپنے ساتھی کو پہچان سکتا تھا۔ دراں حالانکہ آپؐ دو رکعتوں میں یا ایک میں ساٹھ سے سو تک آیات پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قالت ام سلمة الخ یہ کتاب الحج کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے اور پہلے پوری روایت گذر چکی ہے میری رائے میں یہ ۱۴ ذوالحجہ کی صبح کی نماز کا واقعہ ہے۔ حضور اقدس ﷺ جب حج سے فارغ ہو گئے تو رات ہی میں مکہ میں طواف وداع کرنے آئے۔ ۱۴ ذوالحجہ کی صبح کو کعبہ کے پاس صبح کی نماز پڑھی۔ اور اس میں سورۃ والطور پڑھی۔ پھر طواف وداع کیا اور فراغت کے بعد مدینہ منورہ رخصت ہوئے۔

حدیث (۷۲۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَیْرَةَ یَقُوْلُ فِیْ كُلِّ صَلٰوةٍ یُقْرَأُ فَمَا اَسْمَعَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَسْمَعْنَاكُمْ وَمَا اَخْفٰی عَنَّا اَخْفَیْنَا

ترجمہ۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ہر نماز میں قرأت کی جاتی ہے جس میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سنا دیا یعنی جہر کیا ہم نے بھی وہ تمہیں سنا دیا اور جہاں مخفی پڑھا

عَنکُمْ وَاِنْ لَّمْ یَزِدْ عَلٰی اُمِّ الْقُرْاٰنِ اَجْزَأَتْ وَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ..الحدیث..

ہم نے بھی تم سے مخفی رکھا۔اگر نماز میں صرف ام القرآن سورۃ فاتحہ پر اکتفا کریں تو وہ کافی ہے۔اور زیادہ کریں یعنی اور سورت ملائیں تو بہتر ہے ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ اس روایت کی ترجمۃ الباب سے مطابقت معلوم نہیں ہوتی۔البتہ پہلے باب سے معلوم ہوتی ہے تو بعض نے کہا کہ یہ سہو کاتبین میں سے ہے کہ روایت پہلے باب کی تھی جس کو دوسرے باب میں ذکر کیا گیا۔دوسری توجیہ یہ ہے کہ قراء النبی ﷺ الخ ما اخفی منا اخفینا عنکم کے تقابل کی وجہ سے قراۃ جھر کے معنی ہوں گے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ یہ مستقل باب نہیں ہے بلکہ کالفصل للباب السابق ہے۔پہلی روایت سے قراۃ صلوٰۃ فجر جھرا کو بیان کر دیا پھر باب اوّل کی طرف عود فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔یقول فی کل صلوٰۃ یقرء یہ حضرت ابو ہریرۃؓ نے حضرت ابن عباسؓ پر رد کرنے کے لئے فرمایا۔

باب الْجَھْرِ بِقِرَاْءَۃِ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ

وَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَۃَؓ طُفْتُ وَرَآءَ النَّاسِ وَالنَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یُصَلِّیْ یَقْرَأُ بِالطُّوْرِ ..

ترجمہ۔فجر کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کرنا

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں لوگوں کے پیچھے طواف کر رہی تھی اور جناب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے۔اور اس میں سورہ طور کی قرأت فرما رہے تھے ۔

حدیث(۷۳۰)حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ انْطَلَقَ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ طَآئِفَۃٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ عَامِدِیْنَ اِلٰی سُوْقِ عُکَاظٍ وَّقَدْ حِیْلَ بَیْنَ الشَّیَاطِیْنِ وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ وَاُرْسِلَتْ عَلَیْھِمُ الشُّھُبُ فَرَجَعَتِ الشَّیَاطِیْنُ اِلٰی قَوْمِھِمْ فَقَالُوْا مَالَکُمْ قَالُوْا حِیْلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ وَاُرْسِلَتْ عَلَیْنَا الشُّھُبُ قَالُوْا مَا حَالَ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ اِلَّا شَیْءٌ حَدَثَ فَاضْرِبُوْا مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھَا فَانْظُرُوْا مَا ھٰذَا

ترجمہ۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ایک گروہ کے ساتھ بازار عکاظ کا قصد کر کے چل پڑے جبکہ شیاطین اور آسمان کی خبر کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی تھی۔اور شہاب ثاقب ان پر چھوڑ دیئے جاتے تھے۔تو شیطان اپنی قوم کے پاس واپس آئے ۔قوم نے ان سے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ واپس آ گئے۔انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے اور آسمانی خبر کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی ہے۔اور ہم پر آگ کے شعلے برسائے جاتے ہیں۔انہوں نے کہا ہو نہ ہو کوئی نیا واقعہ پیش آ گیا ہے۔جاؤ اور زمین کے مشرق اور

الَّذِیْ حَالَ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَانْصَرَفَ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ وَهُوَ بِنَخْلَةَ عَامِدِیْنَ اِلٰی سُوْقِ عُکَاظٍ وَّهُوَ یُصَلِّیْ بِاَصْحَابِهٖ صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْاٰنَ اسْتَمَعُوْا لَهٗ فَقَالُوْا هٰذَا وَاللّٰهِ الَّذِیْ حَالَ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَهُنَالِكَ حِیْنَ رَجَعُوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ قَالُوْا یَا قَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا ۔ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی نَبِیِّهٖ ﷺ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَاِنَّمَا اُوْحِیَ اِلَیْهِ قَوْلُ الْجِنِّ الحدیث

مغربی کناروں میں پھیل جاؤ۔ اور دیکھو کہ کیا چیز حائل ہو گئی ہے چنانچہ یہ لوگ تھامہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جہاں نبی اکرم ﷺ مقام نخلہ پر عکاظ کے بازار کی طرف جانے کی غرض سے ٹھہرے ہوئے تھے اور اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے جب انہوں نے قرآن مجید سنا تو کان لگا کر سننے لگے۔ کہنے لگے اللہ کی قسم یہی وہ چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی خبر کے درمیان حائل ہوئی ہے۔ پس وہیں سے وہ لوگ اپنی قوم کے پاس واپس لوٹ کر بیان کرنے لگے کہ اے ہماری قوم ہم نے تو ایسا عجیب قرآن سنا ہے جو رشد کی راہ دکھاتا ہے۔ پس ہم تو ایمان لے آئے اب ہم کبھی بھی اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرینگے

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر قل اوحی الی نازل فرمائی۔ یعنی جنوں کا قول آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے۔

حدیث (۷۳۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَرَاَ النَّبِیُّ ﷺ فِیْمَا اُمِرَ وَسَکَتَ فِیْمَا اُمِرَ وَمَا کَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا وَّلَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ...الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو جس جس مقام پر پڑھنے کا حکم ہوا وہاں آپؐ نے پڑھا اور جہاں چپ کرنے کا حکم ہوا وہاں چپ رہے۔ آپؐ کے رب بھولنے والے نہیں ہیں۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ میں تمہارے لئے بہتر نمونہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ طفت وراء الناس یہ وہی طواف الوداع والا واقعہ ہے۔ عامدین الی السوق عکاظ حضور اقدس ﷺ جب پیدا ہوئے تو جنات کا آسمان پر آنا جانا بند کر دیا گیا۔ اگر کوئی جاتا بھی تو اسے شہاب آگ کا شعلہ مارتے (میزائل) تو دو چار جنات یہ دیکھ کر سخت پریشان ہوئے۔ اور یہ سوچا کہ آسمان پر تو جانے سے رہے اب اطراف عالم میں پھر کر معلوم کرنا چاہیئے کہ ایسی نئی بات پیش آگئی جس سے ہمارا آسمانوں پر جانا بند ہو گیا۔ وہ اسی تلاش میں پھرتے تھے کہ اچانک ایک دن حضور اقدس ﷺ سوق عکاظ کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں جاتے ہوئے آپؐ نے بطن نخلہ میں جو مکہ کے قریب ایک مقام ہے جہاں کھجوروں کے باغات تھے نماز فجر پڑھی۔ آپؐ نماز پڑھ رہے تھے کہ وہ جنات جو تحقیق کے لئے نکلے تھے آپہنچے۔ انہوں نے جب یہ دیکھا تو کہا بس یہی چیز ہے جس کی وجہ سے ہمارا آسمانوں پر جانا بند ہو گیا۔ حضور اقدس ﷺ کی دل چیرنے والی قرأت تھی۔ اور سب سے بڑھ کر اللہ کا کلام تھا وہیں مسلمان ہو گئے۔

اور یہی سب سے پہلا گروہ جنات کا ہے جو مسلمان ہوا۔ پھر یہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ اور وہاں پہنچ کر انہوں نے کہا انا سمعنا قرانا عجبا الخ جب یہ قصہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن پاک میں اس طرح بیان فرمایا قل اوحی الی الخ یہاں ایک چیستاں یعنی پہیلی یہ ہے کہ وہ حدیث بتلاؤ جس کو محدثین نے اپنے اساتذہ سے سنا۔ اور انہوں نے اپنے اساتذہ سے یہاں تک کہ وہ حدیث صحابہ کرامؓ سے سنی گئی۔ اور پھر صحابہ نے حضور اکرم ﷺ سے سنی۔ اور حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے سنی وہ یہی حدیث ہے۔

باب الْجَمْعِ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ فِيْ رَكْعَةٍ

وَّالْقِرَآءَةِ بِالْخَوَاتِيْمِ وَبِسُوْرَةٍ قَبْلَ سُوْرَةٍ وَّبِاَوَّلِ سُوْرَةٍ وَّيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَرَاَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُؤْمِنُوْنَ فِي الصُّبْحِ حَتّٰى اِذَا جَآءَ ذِكْرُ مُوْسٰى وَهَارُوْنَ اَوْ ذِكْرُ عِيْسٰى اَخَذَتْهُ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ وَقَرَاَ عُمَرُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى بِمِائَةٍ وَّعِشْرِيْنَ اٰيَةً مِّنَ الْبَقَرِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِّنَ الْمَثَانِيْ وَقَرَاَ الْاَحْنَفُ بِالْكَهْفِ فِي الْاُوْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِيُوْسُفَ اَوْ يُوْنُسَ وَذَكَرَ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ عُمَرَ الصُّبْحَ بِهِمَا وَقَرَاَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ بِاَرْبَعِيْنَ اٰيَةً مِّنَ الْاَنْفَالِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ وَقَالَ قَتَادَةُ فِيْمَنْ يَّقْرَاُ بِسُوْرَةٍ وَّاحِدَةٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ اَوْ يُرَدِّدُ سُوْرَةً وَّاحِدَةً فِيْ رَكْعَتَيْنِ كُلٌّ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَقَالَ عُبَيْدُاللّٰهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍؓ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَؤُمُّهُمْ فِيْ مَسْجِدِ قُبَآءٍ وَّكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُوْرَةً يَّقْرَاُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ مِمَّا يُقْرَاُ بِهٖ افْتَتَحَ بِقُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا

ترجمہ۔ ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنا۔ سورتوں کے صرف آخری حصوں کو پڑھنا اور ایک سورۃ کو دوسری سورۃ سے پہلے پڑھنا۔ اور سورہ کا صرف اوّل حصہ پڑھنا اور حضرت عبداللہ بن سائب سے ذکر کیا جاتا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے صبح کی نماز میں سورۂ المؤمنون پڑھنی شروع کی جب موسیٰؑ اور ہارونؑ یا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا تو آپؐ کو کھانسی آگئی تو آپؐ رکوع میں چلے گئے۔ اور حضرت عمرؓ نے پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی ایک سو بیس آیات پڑھیں۔ اور دوسری رکعت میں مثانی کی ایک سورۃ پڑھی اور احنف بن قیس نے پہلی رکعت میں سورہ کہف پڑھی اور دوسری رکعت میں مفصلات کی ایک سورۃ پڑھی۔ اور حضرت قتادہؓ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو ایک سورہ کو دو رکعتوں میں یا ایک ہی سورۃ کو دو رکعتوں میں لوٹاتا ہے۔ تو فرمایا سب کتاب اللہ ہے ہر طرح پڑھنا جائز ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ کلثوم بن هدم انصار کا ایک آدمی تھا۔ جو قبا کی مسجد میں امامت کراتا تھا جب بھی وہ اس سورت کے شروع کرنے کا ارادہ کرتا جو نماز میں پڑھی جاتی ہے تو وہ اس کا افتتاح قل ھو اللہ احد سے کرتا۔ جب اس سے فارغ ہو جاتا پھر کوئی دوسری سورۃ اس کے ساتھ

ثُمَّ يَقْرَأُ بِسُوْرَةٍ أُخْرٰى مَعَهَا وَ كَانَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَكَلَّمَهُ اَصْحَابُهُ وَقَالُوْا اِنَّكَ تَفْتَتِحُ بِهٰذِهِ السُّوْرَةِ ثُمَّ لَاتَرٰى اَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتّٰى تَقْرَأَ بِاُخْرٰى فَاِمَّاتَقْرَأُ بِهَا وَاِمَّا اَنْ تَدَعَهَا وَتَقْرَأُ بِاُخْرٰى فَقَالَ مَا اَنَا بِتَارِكِهَا اِنْ اَحْبَبْتُمْ اَنْ اَؤُمَّكُمْ بِذٰلِكَ فَعَلْتُ وَاِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ وَ كَانُوْا يَرَوْنَ اَنَّهُ مِنْ اَفْضَلِهِمْ وَ كَرِهُوْا اَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ فَلَمَّااَتَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ اَخْبَرُوْهُ الْخَبَرَ فَقَالَ يَافُلَانُ مَايَمْنَعُكَ اَنْ تَفْعَلَ مَايَاْمُرُكَ بِهِ اَصْحَابُكَ وَمَايَحْمِلُكَ عَلٰى لُزُوْمِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَقَالَ اِنِّيْ اُحِبُّهَا قَالَ حُبُّكَ اِيَّاهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ ..

پڑھتا تھا اور وہ ہر رکعت میں ایسا کرتا تھا۔ اس کے مقتدیوں نے ان سے بات کی کہ آپ اس سورت کو شروع کرتے ہو پھر ہم سمجھتے ہیں کہ شاید آپ کو وہ کافی نہیں ہوتی کہ آپ دوسری سورت شروع کر دیتے ہیں۔ پس یا تو اسی قل ھو الخ کو پڑھو یا اسے چھوڑ دو اور کوئی دوسری سورت پڑھو۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں تو اس سورت کو نہیں چھوڑ سکتا البتہ اگر تمہیں پسند ہو تو میں اسی طرح تمہاری امامت کروں گا۔ اور اگر تمہیں ناپسند ہو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا سورت نہیں چھوڑتا۔ اہل قبا ان کو اپنے میں سے افضل سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے ان کو چھوڑ کر دوسرے کی امامت کو پسند نہ کیا۔ اتفاق سے جب جناب نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے یہ سارا واقعہ آپؐ کو سنایا چنانچہ آپؐ نے اس امام سے فرمایا کہ اے فلاں! اپنے مقتدیوں کی بات ماننے سے تمہیں کس چیز نے روکا اور کیا وجہ ہے کہ آپ نے ہر رکعت میں اس سورت کے پڑھنے کا التزام کیا ہے۔ اس نے جوابا کہا کہ حضرت والا توحید کی وجہ سے مجھے اس سورت اخلاص سے محبت ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کا سورۃ کا پسند کرنا تمہیں جنت میں داخل کرے گا۔

حدیث (۷۳۳) حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ فَقَالَ قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ اللَّيْلَةَ فِيْ رَكْعَةٍ فَقَالَ هَذًّا كَهَذِّالشِّعْرِ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِيْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرُنُ بَيْنَهُنَّ فَذَكَرَ عِشْرِيْنَ سُوْرَةً مِّنَ الْمُفَصَّلِ سُوْرَتَيْنِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ۔ الحدیث ......

ترجمہ۔ حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے تو آج کی رات ایک رکعۃ میں سارے مفصلات پڑھ لئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو اشعار کی طرح جلدی جلدی پڑھنا ہوا میں ان ہم مثل سورتوں کو جانتا ہوں جنہیں جناب نبی اکرم ﷺ ملاتے تھے۔ تو ان میں سے مفصلات کی بیس سورتیں ذکر فرمائیں کہ ان میں سے دو سورتیں ہر رکعت میں پڑھا کرتے تھے

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہاں مصنفؒ نے چار تراجم ذکر فرمائے ہیں جمہور علماء اگرچہ ان میں سے سب کے جواز کے قائل ہیں

مگر ترتیب مصحف عثمانی کے خلاف پڑھنے کو مکروہ تحریمی سمجھتے ہیں۔ ابن ماجہ کی روایت ان کا مستدل ہے۔ امام بخاریؒ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ اور اس روایت باب کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ترتیب مصحف عثمانی باجماع صحابہ واجب ہوئی ہے۔ اب جو اس کے بعد خلاف ترتیب کرے گا تو اس سے خرق اجماع لازم آئے گا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ترتیب پر اجماع نہیں ہوا تھا۔ اس لئے وہ اس طرح خلاف ترتیب پڑھتے تھے۔ صحت صلوٰۃ میں تو کوئی کلام نہیں البتہ کراہت ضرور ہے اس کے علاوہ جو دیگر تین تراجم ذکر فرمائے ہیں جمہور علماء اس کے جواز کے قائل ہیں۔ البتہ قرأۃ باالخواتیم میں کراہت کے قائل ہیں۔ کیونکہ ہر سورت کی حقیقت مستقلہ ہے۔ اگر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تو مضمون قطع ہو جائے گا۔ البتہ بعض حضرات بلا کراہت جائز کہتے ہیں۔ اگرچہ اولویت اس میں ہے کہ تمام سورت پڑھی جائے۔ کیونکہ ربط بین الآیات بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے بعض نے رکوع سے پڑھنا جائز کہا ہے کیونکہ اس میں قطع مضمون نہیں ہوتی۔ لیکن اوّلاً تو رکوعات کی تعیین میں اختلاف ہے۔ کیونکہ آنجناب ﷺ سے رکوعات کی تعیین میں اختلاف ہے۔ کیونکہ آنجناب ﷺ سے رکوعات کی تعیین منقول نہیں۔ اس لئے ربط بین الآیات کی اچھی صورت نہیں بنے گی۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور علامہ مہاونددیؒ نے اپنی کتب میں اس کا اہتمام کیا ہے۔ مگر ان میں بھی کماحقہ اہتمام نہیں کیا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے یہاں ابواب القرأۃ کی مختلف فروع اور جزئیات کو جمع فرمادیا اسلئے کہ حضرت الامام کے نزدیک ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دوسروں کے یہاں اختلاف ہے۔ قرأۃ باالخواتیم یعنی سورتوں کی آخری آیات کو پڑھنا مثلاً ایک رکعت میں سورۂ جمعہ کا آخری رکوع اور دوسری رکعت میں سورہ منافقون کا آخری رکوع پڑھے۔ یہ ائمہ کے یہاں جائز تو ہے مگر خلاف اولیٰ ہے۔ اسلئے کہ اولیٰ توطوال الی القصار علی التفصیل ہے۔ سورۃ قبل سورۃ مثلاً پہلی رکعت میں قل ھو اللہ احد الخ اور دوسری رکعت میں تبت یدا ابی لھب الخ پڑھے ائمہ کے یہاں یہ مکروہ ہے۔ اور امام بخاریؒ نے جو استدلال کیا ہے وہ ترتیب عثمانی سے پہلے کا واقعہ ہے۔ چونکہ ترتیب عثمانی پر اجماع ہو گیا اس لئے اس کے خلاف مکروہ ہے۔ وباوّل سورۃ یہاں بھی وہی ہے۔ حتی اذا جاء ذکر موسی وھارون الخ یہ سورۂ مؤمنون کے آخر میں ہے۔ حبك ایاھا الخ لیکن اس سے اس کا استحباب یا جواز کہاں لازم آیا۔ ھذا کھذ الشعر ھذا کے معنی منقطع کرنے کے ہیں۔ اس جملہ کا مطلب شراح کے نزدیک یہ ہے کہ شعر کی طرح سے جلدی جلدی پڑھ ڈالا اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ اشعار تو خوب الحان سے پڑھے جاتے ہیں۔ اس کا جواب ان لوگوں نے یہ دیا کہ عرب میں جلدی جلدی اشعار پڑھتے تھے۔ لیکن میرے نزدیک اگر اس کا یہ مطلب ہوتا تو اچھا تھا کہ شعر یعنی بال کاٹنے کی طرح سے جلدی جلدی گچ گچ کر ڈالا۔ مگر مجھ کو کہیں سے اس کی تائید نہیں ملی۔

بَاب يَقْرَأُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔

ترجمہ۔ آخری دو رکعتوں میں فاتحۃ الکتاب پڑھے۔

حدیث(۷۳۳) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ الخ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ يَقْرَأُ فِی الظُّهْرِ فِی الْاُوْلَيَيْنِ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ وَفِی الرَّكْعَتَيْنِ الْاُخْرَيَيْنِ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَيُسْمِعُنَا الْاٰيَةَ وَيُطَوِّلُ فِی الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى مَالَا يُطِيْلُ فِی الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَهٰكَذَا فِی الْعَصْرِ وَهٰكَذَا فِی الصُّبْحِ . الحديث

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں ام الکتاب اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔ اور آخری دو رکعتوں میں صرف ام الکتاب پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں آیت سنادیا کرتے تھے اور پہلی رکعت میں اتنا طول کرتے تھے جو دوسری رکعت میں نہیں ہوتا تھا۔ اور اسی طرح عصر میں اور اسی طرح صبح کی نماز میں کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ تقریباً اجماعی مسئلہ ہے اور تقریباً کا مطلب یہ ہے کہ امام شافعیؒ کی ایک روایت میں ضم سورۃ بھی ہے۔ اور بقیہ ائمہ کے یہاں نہیں۔ تو امام بخاریؒ نے اس باب سے امام شافعیؒ پر رد فرمادیا ہے۔

باب مَنْ خَافَتِ الْقِرَاءَةَ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

ترجمہ۔ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت کو آہستہ پست آواز میں پڑھے۔

حدیث(۷۳۴) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ قُلْنَا لِخَبَّابٍ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا مِنْ اَيْنَ عَلِمْتَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهٖ . الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابو معمر فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت خباب بن الارتؓ سے پوچھا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت کرتے تھے فرمایا ہاں۔ ہم نے پھر پوچھا کہ آپ کو کیسے علم ہو جاتا تھا۔ فرمایا آپؐ کی داڑھی مبارک کے ہلنے کی وجہ سے۔

باب اِذَا اَسْمَعَ الْاِمَامُ الْاٰيَةَ

ترجمہ۔ جب امام سری نماز میں کوئی آیت سنائے تو اسے نماز میں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

حدیث(۷۳۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ مَّعَهَا فِی الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ وَيُسْمِعُنَا الْاٰيَةَ اَحْيَانًا وَكَانَ يُطِيْلُ فِی الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى۔

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر اور عصر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں ام الکتاب اور اس کے ساتھ دوسری سورۃ بھی پڑھتے تھے۔ اور کبھی کبھی ہمیں آیت سنادیا کرتے تھے اور پہلی رکعت میں طول ہوتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی جب سری نماز میں امام کوئی آیت جهراً سنادے تو اس کی نماز فاسد نہ ہو گی۔ اور اسی طرح اگر آیت کی بجائے دو آیات سنادیں تب بھی فاسد نہ ہو گی۔

باب يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى

ترجمہ۔ پہلی رکعت میں قرأت کو لمبا کرے تو کوئی حرج نہیں

حدیث (۷۳۶) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ (الخ) عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ .. الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر کی نماز کی پہلی رکعت میں طوالت کرتے تھے اور دوسری میں قصر کرتے تھے۔ یعنی طوالت نہیں ہوتی تھی بلکہ چھوٹی سورت پڑھتے تھے۔ اور اسی طرح صبح کی نماز میں بھی کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام احمدؒ اور امام محمدؒ کا یہی مذہب ہے البتہ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ صرف فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں طوالت کی جائے تاکہ لوگ جماعت کو حاصل کر سکیں بقیہ نمازوں میں نہیں۔ امام شافعیؒ سے مختلف روایات ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ ہر نماز کی پہلی رکعت میں طوالت ہو۔ دوسری روایت جو ان کا صحیح مذہب ہے کہ پہلی دونوں رکعتوں میں مساوات کی جائے۔ امام بخاریؒ کی انعقاد باب سے یہی غرض معلوم ہوتی ہے کہ اطالت ہر رکعت میں ہونی چاہئیے۔ جمہور فرماتے ہیں یہ اطالت جو روایات سے ثابت ہے مثلاً تعوذ اور تسمیہ کی وجہ سے ہے۔ ورنہ سب میں مساوات ہو۔

باب جَهْرِ الْاِمَامِ بِالتَّاْمِيْنِ

ترجمہ۔ امام کو آمین بلند آواز سے کہنا ہے

وَقَالَ عَطَاءٌ اٰمِيْنَ دُعَاءٌ اَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَّرَاءَهٗ حَتّٰى اِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً وَّكَانَ اَبُوْهُرَيْرَةَؓ يُنَادِي الْاِمَامَ لَاتُفَوِّتْنِيْ بِاٰمِيْنَ وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَايَدَعُهٗ وَيَحُضُّهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِيْ ذٰلِكَ خَبَرًا ......

ترجمہ۔ حضرت عطاءؒ نے فرمایا کہ آمین دعا ہے (جس میں امام اور مقتدی دونوں شریک ہوں گے) حضرت عبداللہ بن زبیر اور ان کے پیچھے جتنے لوگ ہوتے تھے سب آمین کہتے تھے یہاں تک کہ مسجد میں اس کی وجہ سے ایک شور ہوتا تھا اور حضرت ابو ہریرہؓ امام کو پکار کر فرمایا کرتے تھے کہ میری آمین فوت نہ کرا دینا۔ اور حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اس آمین کو نہیں چھوڑتے تھے۔ بلکہ اس پر لوگوں کو ترغیب دیتے تھے۔ آمادہ کرتے تھے اور اس بارے میں میں نے ان سے ایک خبر مرفوع بھی سنی ہے۔

حدیث (۷۳۷) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَااَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ تَاْمِيْنُهٗ تَاْمِيْنَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اٰمِيْنَ . الحديث....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام آمین کہتا ہے تو تم بھی آمین کہو۔ کیوں کہ جن کی تامین فرشتوں کی تامین کے موافق ہو گئی اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور ابن شہاب زہریؒ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ بھی آمین کہتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو ابن حضرمی والی نے صفوف کو درست کرنے کے لئے مقرر کیا تھا جس کی وجہ سے ان کو آمین کہنے کا موقعہ کم ملتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے امام سے کہہ دیا کہ مجھے آمین کہنے سے محروم نہ رکھنا۔ ان آثار سے امام بخاریؒ زور لگا کر جهر بالتامين کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ بات مشکل چیز ہے۔ کیونکہ صراحۃً کہیں جهر کا لفظ نہیں۔ اور اتنی مخافتۃ کے ہم بھی قائل ہیں کہ جن سے مل کر گونج یا شور سنائی دے۔ کما هو المشاهد۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ مسئلہ بھی ان معرکۃ الآراء مسائل میں سے ہے جن کے متعلق میں نے کہا تھا کہ جہلاء نے حد سے زیادہ بڑھا دیا۔ ورنہ جتنا بڑھایا گیا اتنی ان مسائل کی اہمیت نہیں۔ روایات جهر وسر دونوں طرح کی وارد ہیں ائمہ نے اپنے اپنے اصول کے مطابق ایک کو اصل قرار دیا۔ اور دوسری کو عارض پر محمول کیا۔ شوافع اور حنابلہ میں سے یہ ہے کہ وہ اصح کو مقدم کرتے ہیں۔ اس طرح اس روایت کو جس میں وسائط کم ہوں۔ تو جب روایت ان کے اصول کے موافق ہو گی اسے ترجیح دیں گے۔ مالکیہؒ کے اصول میں یہ ہے کہ اصل عمل اہل مدینہ ہے کہ وہی مهبط وحی ہے۔ اور پھر امام مالکؒ اور حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں کچھ زیادہ بعد نہیں ہے۔ اور احنافؒ کے اصول میں سے ایک اصول یہ ہے کہ وہ روایات متعارضہ میں اوفق بالقرآن کو لیتے ہیں۔ اس لئے کہ روایات میں روایت بالمعنی کا احتمال ہے۔ بخلاف قرآن پاک کے کہ وہ کلام الٰہی ہے۔ اسلئے نماز کے بارے میں قوموا لله قانتين کے تحت احناف فرماتے ہیں کہ نماز سے سکون کی طرف رجوع ہوا ہے۔ اس طرح یہاں بھی احنافؒ فرماتے ہیں کہ لجه۔ جهر یا ارتجاج والی روایات یا تو منسوخ ہیں کہ جہر وغیرہ ابتداً پر محمول ہے۔ اور سر والی روایات آخری زمانہ کی ہیں۔ تو جہر منسوخ ہو گا۔ یا یوں تاویل کی جائے گی کہ اصل تو آمین میں سر ہے۔ البتہ کبھی کبھی تعلیماً للامۃ جہر فرمایا کرتے تھے۔ تو لجه والی روایت ردنہ ہوئی۔ اس طرح ارتجاج والی روایت میں حتى يسمعها من يليه من الصف الاول اس قدر مخافتة کا احناف بھی انکار نہیں کرتے۔ بلکہ اسرار اور اخفاء اس لئے بھی مناسب ہے کہ وہ بھی تضرع کی ایک قسم ہے۔ ادعو ربكم تضرعا وخفية الغرض یہاں تامین میں بھی مختلف مسائل مختلف فیہ ہیں۔ اوّل یہ ہے کہ اس کا حکم کیا ہے اکثر ظاہریہ کی رائے ہے کہ واجب ہے اور اس کے بر خلاف فرقہ امامیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ بدعت ہے اور نماز فاسد ہو جائے گی۔

اور ابن حزم ظاہری سے منقول ہے کہ امام کے لئے تو مستحب ہے اور مقتدیوں کے لئے فرض ہے۔ جنہوں نے مطلق وجوب کا قول اختیار کیا ہے وہ حضرات امنو ا کے امر سے استدلال کرتے ہیں۔ ابن حزم فرماتے ہیں کہ یہ خطاب تو مقتدیوں کو ہے۔ لہٰذا ان پر تو آمین واجب ہوگی اور امام کے متعلق اذاقال الامام آمین فرمایا ہے۔ لہٰذا اس پر مستحب ہے۔ اور ائمہ اربعہ میں سے حنابلہ کے نزدیک مسنون ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے یہاں سنت ہے۔

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ آمین کون کہے گا۔ حضرت امام مالکؒ سے مشہور یہ ہے کہ صرف مقتدی کہے کیونکہ حدیث میں امام اور مقتدی ہر دو کا وظیفہ الگ الگ مقرر کیا گیا ہے۔ اذاقال الامام ولا الضالین یہ امام کا وظیفہ۔ اور فامنو ا یہ مقتدی کا وظیفہ ہے۔ اور مالکیہ کے یہاں اذاقال الامام امین فامنوا والی حدیث بھی ہے۔ مگر انہوں نے حدیث اوّل کو ترجیح دی ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ امام اور مقتدی دونوں کہیں۔ قولہ اذاامن الامام فامنو ا۔

تیسرا اختلاف یہ ہے کہ جہراً کہے یا سراً۔ احناف کے یہاں سراً اور حنابلہ کے یہاں جہراً ہے۔ امام شافعیؒ کا قول قدیم تو حنابلہ کے موافق ہے۔ اور قول جدید حنفیہؒ کے۔ مالکیہ کے یہاں بھی دونوں روایات ہیں تو اصل اختلاف حنفیہ اور حنابلہ میں ہے۔ اب یہاں ایک بات سنو! وہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں تو قاعدہ ہے کہ اگر امام سے دو قول مروی ہوں تو جو آخری ہوگا وہ لیا جائے گا۔ اور وہی راجح ہوگا اور شوافعؒ کے یہاں جدید و قدیم دونوں برابر ہیں۔ اور ان میں سے اصحاب الترجیح جس کو ترجیح دیں گے وہی راجح ہوگا۔ یہاں پر آ کر شوافع میں بہت اختلاف ہو گیا۔ کبھی تو وہ کہتے ہیں کہ ماموم کے لئے دو قول ہیں۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ یہ دو قول تو امام کے لئے ہیں۔ اور ماموم تو بالاتفاق تأمین بالسر کرے گا۔ لامع میں مضمون دیکھ لیا جائے۔ لاتفتنی با مین چونکہ حضرت ابو ہریرہؓ فاتحہ پڑھتے تھے اسلئے اگر امام جلدی جلدی کہتے تو یہ رہ جاتے۔ اور امام کے ساتھ آمین نہ کہہ سکتے اس لئے یہ فرمایا سمعت منہ فی ذلک خبر ا خیر اور خبر بالیا والباء دونوں طرح ضبط کیا گیا ہے۔ اگر اوّل ہو تو مطلب یہ ہے کہ اس کی فضیلت سنی۔ اگر ثانی ہو تو مطلب یہ ہے کہ حدیث مرفوع ہے۔

باب فَضْلِ التَّأْمِيْنِ

ترجمہ۔ آمین کہنے کی فضیلت

حدیث (۷۳۸) عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ (الخ)
عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَاقَالَ اَحَدُكُمْ اٰمِيْنَ وَقَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ فِي السَّمَآءِ اٰمِيْنَ فَوَافَقَتْ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک آمین کہتا ہے تو فرشتے بھی آسمان میں کہتے ہیں۔ پس ایک کی آمین دوسرے کے موافق ہو جاتی ہے تو کہنے والے کے پچھلے گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تمہیں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ امام بخاریؒ کے اصول میں سے یہ بات ہے کہ جو روایت ان کی شرط کے مطابق نہ ہو وہ بسااوقات اس پر ردّ فرماتے ہیں۔ جبکہ وہ ان کے نزدیک صحیح نہ ہو۔ اور بسااوقات جبکہ اسی کا مضمون صحیح ہو تو ترجمہ سے اس کی تائید کرتے ہیں۔ یہاں ابوداؤد وغیرہ میں ایک روایت ہے جس میں ہے کہ آمین طابع ہے یعنی آمین جہر ہے۔ اس کی طرف امام بخاریؒ نے اشارہ فرما کر تائید فرمادی۔

بَابُ جَهْرِ الْمَأْمُومِ بِالتَّامِيْنِ

ترجمہ۔ مقتدی بھی آمین جہراً کہے

حدیث (۷۳۹) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُسْلَمَةَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ . . . .

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیهم ولاالضالین کہے تو تم آمین کہو۔ کیونکہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مذہب تو معلوم ہو چکا کہ ہمارے یہاں سرّ ہے اور حنابلہ کے یہاں جہر ہے۔ اور شافعیہ کے یہاں اختلاف ہے۔ اور مالکیہ کے یہاں راجح سرّ ہے۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ ترجمہ روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ روایت میں کہیں بھی جهر مأموم کا ذکر نہیں ہے۔ بعض علماء نے جواب دیا ہے اور یہ اسہل ہے کہ ترجمہ شارحہ ہے اور شارحہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاریؒ بتلاتے ہیں کہ روایت میں جو آمین مقتدی کا امر وارد ہوا ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ جہر کے ساتھ کہے۔ ہم کہتے ہیں امام بخاریؒ کا ترجمہ ثابت ہو گیا۔ سر آنکھوں پر مگر ہم تو ان کی تفسیر کو نہیں مانتے وہ ہم پر حجت نہیں۔ دوسرا جواب بعض علماء نے یہ دیا کہ جب قول کا لفظ مطلقاً بولا جاتا ہے تو اس سے زور سے ہی بولنا مراد ہوا کرتا ہے۔ اگر آہستہ بولنے کے متعلق کہا جائے تو اس کو سرّ سے مقید کرتے ہیں۔ اور حدیث میں فقولوا آمین وارد ہے لہذا ترجمہ ثابت ہو گیا۔ مگر یہ ضابطہ مسلّم نہیں ہے۔ حدیث میں ہے کہ اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولو ا ربنا لك الحمد تو زور سے تحمید کرنا چاہئے۔ ولم يقل به الخصم اسی طرح حدیث پاک میں ہے اذا ركع قال سبحان ربی العظیم واذاسجد قال سبحان ربی الاعلی لہذا تسبیحات کو بھی زور سے کہنا چاہئے۔ اس کے وہ بھی قائل نہیں ہیں۔

ونعيم المجمر بہت سے رواۃ کے اوصاف میں وارد ہے کہ یہ حضرات مسجد میں دھونی دینے کا کام کرتے تھے۔

بَابُ اِذَا رَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ

ترجمہ۔ صف میں پہنچنے سے پہلے جب رکوع کرے

حدیث (۷۴۰) حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّہٗ اَنْتَھٰی اِلَی النَّبِیِّ ﷺ وَھُوَ رَاکِعٌ فَرَکَعَ قَبْلَ اَنْ یَّصِلَ اِلَی الصَّفِّ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ .....

ترجمہ۔ حضرت ابی بکرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ تک اس وقت پہنچے جبکہ آپؐ رکوع میں تھے۔ توانہوں نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا۔ جب اس کا ذکر جناب نبی اکرم ﷺ سے کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری حرص علی الخیر بڑھائے۔ آئندہ ایسا نہ کرنا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حنابلہ کے نزدیک ترک موقوف سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور بقیہ ائمہ کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی۔ لہذا اگر کوئی وضو کر کے چلا اور امام رکوع میں چلا گیا اب اسے یہ خوف ہوا کہ اگر میں صف میں جا کر ملوں گا تو میری رکعت چلی جائے گی بس اس نے وہیں پیچھے صف سے الگ ہو کر رکوع کر لیا اور بدون توالی حرکات کے آہستہ آہستہ پھر صف سے جاملا تو عند الثلاثہ اس کی نماز ہو گئی۔ مگر ایسا کرنا مکروہ ہو گا۔ اور حنابلہ کے نزدیک نماز ہی فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ اس نے اپنا موقف چھوڑ دیا جمہور کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ابو بکرہؓ سے زادك الله حرصاً ولا تعد فرما کر اس فعل سے منع فرمایا ہے۔ مگر اعادۂ صلوٰۃ کا امر نہیں فرمایا۔ حنابلہؒ کہتے ہیں کہ آخر حضور اقدس ﷺ نے اس فعل کے کرنے سے منع فرمادیا۔ لہذا اب اگر کرے گا تو کافی نہ ہو گا۔ جمہور جواب دیتے ہیں کہ یہ لفظ لاتعد جس طرح مجرد سے ضبط کیا گیا ہے۔ بعض روایات میں اعادہ سے لا تعد ضبط کیا گیا ہے۔ لہذا حضور اقدس ﷺ نے اعادہ سے منع فرمایا ہے معلوم ہوا کہ نماز ہو گئی اعادہ واجب نہیں۔ مگر روایت مشہورہ مجرد سے ہے۔ امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید کی ہے۔

باب اِتْمَامِ التَّکْبِیْرِ فِی الرُّکُوْعِ۔

ترجمہ۔ رکوع میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کو رکوع میں جا کر پورا کرنا چاہیئے۔

قَالَ لَہٗ ابْنُ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ وَفِیْہِ مَالِكُ بْنُ الْحُوَیْرِثِ ....

ترجمہ۔ یعنی یہ بات حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے۔ اور اس بارے میں مالک بن الحویرثؓ کی راویت بھی ہے۔

حدیث (۷۴۱) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الْوَاسِطِیُّ الخ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ صَلّٰی مَعَ عَلِیٍّؓ بِالْبَصْرَۃِ فَقَالَ ذَکَّرَنَا ھٰذَا الرَّجُلُ صَلٰوۃً کُنَّا

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ انہوں نے بصرہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ تو فرمانے لگے کہ اس آدمی نے ہمیں وہ نماز یاد دلا دی

نُصَلِّیْهَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَذَکَرَ اَنَّهٗ کَانَ یُکَبِّرُ کُلَّمَا رَفَعَ وَکُلَّمَا وَضَعَ. الحدیث ....

جو ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھتے تھے تو انہوں نے ذکر کیا کہ جب وہ اٹھتے تھے یا نیچے جاتے تو تکبیر کہا کرتے تھے۔

حدیث (۷۴۲) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ (الخ) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ اَنَّهٗ کَانَ یُصَلِّیْ بِهِمْ فَیُکَبِّرُ کُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَاِذَا انْصَرَفَ قَالَ اِنِّیْ لَاَشْبَهُکُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب وہ ان کو نماز پڑھاتے تھے تو جب بھی نیچے اوپر جاتے تو تکبیر کہتے تھے اور جب فارغ ہو جاتے تو فرماتے کہ میں تم سب میں سے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کے زیادہ مشابہ ہوں یعنی میری نماز آپؐ کی نماز کی طرح ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اتمام التکبیر فی الرکوع کے ایک معنی یہ ہیں کہ تکبیر کو اس طرح دراز کیا جائے کہ رکوع میں آ کر ختم ہو۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں تمام نماز میں تکبیر کو لانا حتی کہ اس کے فرد رکوع میں بھی تکبیر کو لایا جائے یعنی ہر رفع و خفض کے وقت تکبیر کہی جائے۔ بظاہر یہی دوسرے معنی مصنفؒ کی مراد ہے۔ عمران بن حصینؓ کی روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ اور اتمام التکبیر فی السجود کے بھی یہی معنی ہیں۔ ای اتمام الصلوة بالتکبیر فی السجود۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابو داؤد میں ہے کان النبی ﷺ لایتم التکبیر یعنی جب سجدہ میں جائے اور رکوع سے اٹھے تو حضرت امام بخاریؒ نے اس پر ردّ فرمایا اور یہ اقرب ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضرت عثمانؓ حیا کی وجہ سے جھوری الصوت نہ تھے اور حضرت علیؓ جھوری الصوت تھے۔ اور زمانہ فرقہ پرستی کا ہو گیا تھا۔ علوی تو حضرت علیؓ کی ہر ایک بات میں اقتدا کرتے تھے اور عثمانی حضرات حضرت عثمانؓ کی اقتدا کرتے۔ ان دونوں حضرات کی آوازوں میں جہر اور عدم جہر طبعی تھا مگر ان پارٹی بازوں نے پارٹی بنالی۔ تو حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں جو اموی عمال وامراء تھے وہ حضرت عثمانؓ کی اقتدا میں یا تو بالکل آہستہ کہتے یا کہتے ہی نہ تھے۔ تو چونکہ اس سنت میں اس کا وہم تھا اس لئے محدثین نے یہ ابواب اتمام الرکوع وفی السجود کے باندھے تاکہ کہیں تکبیرات بالکل نہ چھوٹ جائیں۔

باب اِتْمَامِ التَّکْبِیْرِ فِی السُّجُوْدِ

ترجمہ۔ سجود میں تکبیر کو پورا کرنا!

حدیث (۷۴۳) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ (الخ) عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَیْنٍ فَکَانَ اِذَا سَجَدَ کَبَّرَ

ترجمہ۔ حضرت مطرف بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اور حضرت عمران بن حصینؓ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس جب وہ سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے تھے۔

وَاِذَارَفَعَ رَأْسَهٗ كَبَّرَ وَاِذَانَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ اَخَذَ بِيَدِىْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَقَالَ قَدْ ذَكَّرَنِىْ هٰذَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ ﷺ اَوْقَالَ لَقَدْ صَلّٰى بِنَاصَلٰوةَ مُحَمَّدٍ ﷺ ..الحديث...

اور جب سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دو رکعتیں ادا کر کے اٹھتے تو بھی تکبیر کہتے۔ جب نماز پوری کر لی تو حضرت عمران بن حصینؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اس نے حضرت محمد ﷺ کی نماز مجھے یاد دلا دی۔ یا ہمیں جناب محمد ﷺ والی نماز پڑھائی۔

حدیث (۷۴۴) حَدَّثَنَاعَمْرُوبْنُ عَوْنٍ (الخ) عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلاً عِنْدَالْمَقَامِ يُكَبِّرُفِىْ كُلِّ خَفْضٍ وَّرَفْعٍ وَّاِذَاقَامَ وَاِذَاوَضَعَ فَاَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍؓ فَقَالَ اَوَلَيْسَ تِلْكَ صَلٰوةَ النَّبِىِّ ﷺ لَااُمَّ لَكَ...

ترجمہ۔ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مقام ابراہیمؑ کے پاس ایک آدمی (ابو ہریرہؓ) کو دیکھا کہ وہ ہر خفض و رفع کے وقت تکبیر کہتے تھے اور جب کھڑے ہوتے یا نیچے جاتے جس کی اطلاع میں نے ابن عباسؓ کو دی تو انہوں نے فرمایا تیری ماں نہ ہو کیا وہ جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس کی ایک غرض تو وہ ہے جو پہلے بیان کی گئی۔ اور دوسری غرض اس باب کی خاص یہ ہے کہ تکبیر صلوٰۃ پورے انتقال کے ساتھ ہو مطلب یہ ہے کہ انتقالات صلوٰۃ کی ابتداء سے ان کی انتہا تک تکبیر حاوی ہونی چاہئے تو چونکہ رکوع میں تو خیر کچھ نہیں۔ سجود میں عام طور سے ایسا ہوتا ہے کہ سجدہ میں پہنچنے سے پہلے ہی تکبیر ختم کر دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی آگے بڑھا تو رکوع کی حد تک پہنچتے پہنچتے ختم کر دیتا ہے۔ اور کوئی اس سے آگے جاتا ہے۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرما دی کہ تکبیر پورے انتقال کو حاوی ہونی چاہیئے۔

باب التكبير اذاقام من السجود

ترجمہ۔ جب سجدہ سے کھڑا ہونے لگے تو بھی تکبیر کہے

حدیث (۷۴۵) حَدَّثَنَامُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ (الخ) عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ تَكْبِيْرَةً فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّهٗ اَحْمَقُ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ سُنَّةُ اَبِى الْقَاسِمِ ﷺ ..الحديث

ترجمہ۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ معظمہ میں ایک شیخ حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے نماز میں بائیس مرتبہ تکبیرات کہیں۔ تو میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ یہ شیخ کوئی بے وقوف ہے۔ انہوں نے فرمایا تجھے تیری ماں گم کرے یہی تو ابو القاسم ﷺ کی سنت ہے۔

حدیث (۷۴۶) حَدَّثَنَايَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ (الخ)

ترجمہ۔ حضرت ابو بکر بن عبد الرحمٰن نے حضرت

اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَاقَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِيْ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ ثُمَّ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِى الصَّلٰوةِ كُلِّهَا حَتّٰى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ وَلَكَ الْحَمْدُ الحديث .....

ابو ہریرہؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے تھے کھڑے ہوتے وقت پھر جب وہ رکوع کیلئے جاتے تو تکبیر کہتے پھر سمع الله لمن حمده کہتے۔ جبکہ رکوع سے اپنی پیٹھ کو اٹھاتے پھر کھڑے کھڑے ربنا لك الحمد فرماتے پھر جب نیچے جھکتے تو تکبیر کہتے اور جب اپنا سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر ساری نماز میں اسی طرح کرتے یہاں تک کہ نماز کو پورا کرتے۔ اور التحیات پر بیٹھنے کے بعد دو رکعتوں کے بعد اٹھتے تو بھی تکبیر کہتے تھے۔ عبداللہ نے فرمایا ولك الحمد ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ بنو امیہ نے تکبیرات کہنا چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ نے ضعف کی وجہ سے ترک کر دیا تھا۔ اور مکبرین اطلاع کر دیتے تھے۔ اور انہوں نے مقصورہ بنا رکھا تھا جس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے واقعہ کی وجہ سے بنو امیہ نے سمجھا کہ حضرت عثمانؓ نے تکبیرات کو ترک کر دیا تھا۔ اس لئے انہوں نے بھی چھوڑ دیا۔ کیونکہ الناس علی دین ملوکھم ہوا ہی کرتا ہے۔ عام لوگوں نے بھی چھوڑ دیا تھا۔ تو ابن عباسؓ کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یا تو نفس تکبیرات کا اثبات مقصود ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ پورے انتقال کو تکبیر حاوی ہونی چاہئیے۔ جیسا کہ باب یکبر اذانھض من السجد تین آرہا ہے۔ تو کہنا یہ ہے کہ یہاں من السجو د آیا ہے۔ اور وہاں من السجدتین ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ نہوض سجدتین سے ہو گا۔ ایک سجدہ سے ہو گا نہیں۔ لہذا دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس پر کلام آئندہ ہو گا۔

بَاب وَضْعِ الْاَكُفِّ عَلَى الرُّكَبِ فِى الرُّكُوْعِ ۔

ترجمہ۔ رکوع میں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھنا۔

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ فِىْ اَصْحَابِهٖ اَمْكَنَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَيْهِ مِنْ رُّكْبَتَيْهِ ...

ترجمہ۔ ابو حمید نے اپنے شاگردوں میں فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر لگاتے تھے ۔

حدیث (۷۵۰) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ سَمِعْتُ مُصْعَبَ ابْنُ سَعْدٍ صَلَّيْتُ اِلٰى جَنْبِ اَبِىْ فَطَبَّقْتُ بَيْنَ كَفَّيَّ ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَخِذَيَّ فَنَهَانِيْ اَبِيْ وَقَالَ كُنَّا نَفْعَلُهُ فَنُهِيْنَا عَنْهُ وَاُمِرْنَا اَنْ نَّضَعَ اَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكَبِ . الحديث..

ترجمہ۔ حضرت مصعب بن سعد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کے پہلو میں اس طرح نماز پڑھی کہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کی انگلیاں جمع کر کے اپنی دونوں رانوں کے درمیان رکھ دیا تو میرے باپ نے مجھے منع کر دیا۔ فرمایا ہم لوگ پہلے ایسا کرتے تھے۔ پھر ہمیں اس سے روک دیا گیا۔ اور ہمیں حکم ہوا کہ ہم ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ تصریح کے ساتھ روایات میں نسخ تطبیق اور وضع الاکف علی الرکب کا امر وارد ہوا ہے اسلئے نہ ائمہ اربعہ میں اس کے بارے میں اختلاف ہے اور نہ ہی ظاہر یہ کا کوئی اختلاف ہے۔ مسئلہ مجمع علیہ ہے۔ البتہ سلف صالحین میں سے بعض صحابہ جیسے حضرت ابن مسعودؓ اور بعض تابعین کا اختلاف تھا کہ یہ حضرات تطبیق کے قائل تھے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ تشبیک کر کے یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ضم کر کے ان کو رکوع کی حالت میں دونوں رانوں کے درمیان رکھ لے لیکن نسخ صریح کی وجہ سے جماہیر امت اس کے قائل نہیں ہیں۔

باب۔ اِذَا لَمْ يُتِمَّ الرُّكُوْعَ

ترجمہ۔ جبکہ نمازی رکوع پورا نہ کرے

حدیث (۷۵۱) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ قَالَ رَاٰى حُذَيْفَةُ رَجُلًا لَّا يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ وَقَالَ مَا صَلَّيْتَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِيْ فَطَرَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا ﷺ الحديث...

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ نے کسی نمازی کو دیکھا کہ وہ رکوع اور سجود پورا نہیں کر رہا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اگر تو اس حال میں مر گیا تو اس فطرت ملت پر نہیں مرے گا جس ملت کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کیلئے مقرر فرمایا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ عدم اتمام رکوع و سجود یہ ہے کہ اعتدال نہ کرے۔ رکوع کی حقیقت جھکنا ہے۔ اور سجود کی حقیقت پیشانی کو زمین پر رکھنا ہے۔ اب اگر کوئی اتنے ہی پر اکتفا کرے اور کچھ وقفہ نہ کرے۔ تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کی نماز نہ ہو گی۔ کیونکہ اعتدال فی الارکان فرض ہے۔ اور یہی حضرت امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے۔ اور حنفیہؒ کے یہاں دو قول ہیں۔ اوّل یہ کہ اعتدال واجب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ سنت ہے۔ وجوب کے قول پر اگر کسی نے ترک کر دیا تو ترک واجب کی وجہ سے اعادہ واجب ہو گا۔ بنا بر قول سنیت تارک سنت ہو گا۔ اور اعادہ مسنون ہو گا۔ اب شراح حنفیہ یوں کہتے ہیں کہ چونکہ اختلاف وسیع تھا اس لئے امام بخاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا

جیسا کہ ان کی عادت ہے۔اور شراح شوافع فرماتے ہیں چونکہ روایت سے مقصود واضح تھا اس لئے کوئی حکم نہیں لگایا۔اس کا جواب یہ ہے کہ جب امام کے اصول میں یہ بات تسلیم کرلی گئی ہے تو اب پھر روایت کے ظہور کا کیا مطلب ہے۔اگر یہی ہے تو امام بخاریؒ کو کہیں بھی حکم نہیں لگانا چاہئیے تھا۔بس روایت سے واضح ہو جاتا۔ ماصلیت یوں کہتے ہیں کہ صحابی نے کہا تو نے نماز نہیں پڑھی۔اور صحابی کا قول غیر مدرك بالرأى حکم میں مرفوع کے ہوا کرتا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ صرف اتنا ہی دیکھا اور لو مت مت علی غیر الفطرة الخ کو نہیں دیکھا فطرت سے مراد سنت ہے۔جیسا کہ دوسری روایت میں تصریح ہے۔اور ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر اس نے ایسا کیا تو وہ تارک سنت ہوگا۔اگر وہ اسی حالت میں مر گیا تو تارک سنت ہو کر مرے گا۔

بَاب اِذَا لَمْ يُتِمَّ الرُّكُوْعَ

ترجمہ۔رکوع میں پیٹھ کو سیدھا رکھنا

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ فِيْ اَصْحَابِهٖ رَكَعَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهٗ ....

ترجمہ۔اور ابو حمید نے اپنے شاگردوں میں یہ کہا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے رکوع کرتے ہوئے اپنی پیٹھ کو توڑا۔

بَاب حَدِّ اِتْمَامِ الرُّكُوْعِ وَالْاِعْتِدَالِ فِيْهِ وَالْاِطْمَانِيْنَةِ

ترجمہ۔رکوع کو مکمل کرنے کی حد اس میں اعتدال کرنا اور اطمینان کرنا ہے۔

حدیث(۷۵۲) حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ (الخ) عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رُكُوْعُ النَّبِيِّ ﷺ وَسُجُوْدُهٗ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوْعِ مَاخَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُوْدَ قَرِيْبًا مِّنَ السَّوَاءِ. الحديث...

ترجمہ۔حضرت براء ابن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کا رکوع کرنا سجدہ کرنا اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا اور اسی طرح جب رکوع سے سر اٹھا کر قومہ فرماتے تھے تو قریب قریب سب برابر ہوتے تھے۔سوائے قیام اور قعود کے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب سابق کا تکملہ ہے۔اس باب سے طریقہ اعتدال بتلایا ہے وہ یہ کہ سر کو اتنا جھکایا جائے کہ پیٹھ کے برابر ہو جائے۔ باب حد اتمام الرکوع سے اعتدال کی مقدار بتاتے ہیں کہ مقدار اتمام کیا ہونی چاہئیے۔اور اس میں حضرت براءؓ کی راویت ذکر فرمائی جو مشہور ہے بخاریؒ شریف میں کئی جگہ آئے گی۔ قريباً من السواء اس کے تین مطلب ہیں۔اول یہ کہ قریب سے قریب تام مراد ہے۔اور مطلب یہ ہے کہ اگر رکوع ایک منٹ کا تو سجود بھی ایک منٹ کا۔اگر سجود ایک منٹ کا تو مابین السجدتین جلسہ اور قومہ بھی ایک منٹ کا۔سوائے قیام و قعود کے۔اس میں برابری نہیں ہو سکتی۔اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ قرب سے تناسب مراد ہے۔اور مطلب یہ ہے کہ رکوع۔ سجود۔ قومہ۔ جلسہ سب مناسب ہوتے۔ یہ نہیں کہ ایک چیز ایک گھنٹہ کی اور دوسری چیز ایک منٹ کی۔

اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ مساوات سے مساوات النظیر مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ایک رکعت کا رکوع دوسری رکعت کے رکوع کے برابر اور ایک رکعت کا سجدہ دوسری رکعت کے سجدہ کے برابر۔ علی هذالقیاس اور اس صورت میں ظاہر ہے کہ قیام وقعود میں مساوات نہیں ہو سکتی کیونکہ اوّل دو قیاموں میں فاتحہ اور ضم سورت دونوں ہوتا ہے۔ اور ثانیتین میں صرف فاتحہ۔ اسی طرح اوّل قعدہ میں صرف تشہد اور ثانی میں درود اور دعائیں وغیرہ بھی ساتھ ہیں۔ بخاری شریف کی روایت میں صرف اتنا ہی ہے۔ اور ابو داؤد میں مسدد اور ابن بشار کی روایت میں بہت گڑبڑ ہے۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ ترجمہ روایت سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ترجمہ حداتمام الرکوع اور روایات میں ایک دوسرے کی مساوات مذکور ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اعتدال بھی ہو۔ ایک سیکنڈ میں مساوات ہو جائے۔ دونوں ذرا ذرا سی دیر کے بعد ہوں۔ علامہ سندھیؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ بعض امور کا حکم خارج ہوتا ہے۔ یہاں بھی ہمیں خارج سے مقدار معلوم ہو گئی ان روایات سے جن کے اندر تسبیحات رکوع و سجود کا ذکر ہے۔ اور دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ آخر یہ بھی تو ایک حد ہے کہ ایک دوسرے کے مساوی ہوتے تھے۔

باب اَمْرِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم الَّذِیْ لَایُتِمُّ رُکُوْعَهٗ بِالْاِعَادَةِ

ترجمہ۔ جس شخص نے رکوع کو پورا نہیں کیا تھا جناب نبی اکرم ﷺ نے اسے نماز لوٹانے کا حکم دیا

حدیث (۷۵۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰی ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فَرَدَّ عَلَیْهِ النَّبِیُّ ﷺ السَّلَامَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَصَلّٰی ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا فَقَالَ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اُحْسِنُ غَیْرَهٗ فَعَلِّمْنِیْ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَی الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَاْ مَا تَیَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک اور آدمی مسجد میں داخل ہوا۔ اور اس نے نماز پڑھی۔ آیا اور حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام کیا حضور نبی اکرم ﷺ نے سلام کا جواب دیا فرمایا واپس جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی چنانچہ پھر اس نے اسی طرح نماز پڑھی۔ آیا اور جناب رسول اللہ ﷺ کو تحفہ سلام پیش کیا آپؐ نے فرمایا واپس جاؤ نماز پڑھو۔ تم نے تو نماز نہیں پڑھی بہر حال ایسا واقعہ تین مرتبہ پیش آیا۔ پس اس شخص نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ حق دے کر بھیجا ہے میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ پس آپؐ مجھے نماز کا طریقہ سکھلائیں۔ آپؐ نے فرمایا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو

جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا .. الحديث ..

تکبیر کہو۔ پھر جو کچھ آسانی سے قرآن کا حصہ پڑھ سکتے ہو وہ پڑھو پھر رکوع کرو یہانتک کہ اطمینان سے رکوع کرنے والے ہو جاؤ پھر رکوع سے سر اٹھاؤ یہاں تک کہ اعتدال سے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ اطمینان سے سجدریز ہو جاؤ پھر سر اٹھاکر پھر اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ کرنے والے ہو جاؤ۔ پھر اسی طرح اپنی ساری نماز میں کرو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ ترجمہ شارحہ ہے۔ اور حدیث جو ذکر فرمائی ہے وہ فقہا اور محدثین کے یہاں حدیث المسیئ فی الصلوۃ کے نام سے مشہور ہے۔ میں نے تنبیہ اس لئے کر دی کہ کہیں تمہاری نظر پڑے کہ فی حدیث المسیئ کذا اور تم اس کو نہ سمجھ سکو۔ حالانکہ اس سے فقہا نے کثرت سے مسائل پر استدلال کیا ہے۔ اور چونکہ حضور اقدس ﷺ نے ارجع فصل فانك لم تصل فرمایا اور اس کی وجہ حدیث میں ذکر نہیں کی گئی۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے اس کی وجہ ذکر فرمادی۔ کہ رکوع و سجود پوری طرح نہیں ادا کیا تھا اس لئے اعادہ کا امر فرمایا۔ ثم اقرأ ماتیسر من القران حضور اقدس ﷺ نے تیسر کے پڑھنے کا امر فرمایا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فاتحہ پڑھنا واجب نہیں ہے۔ دونوں مقام تعلیم پر حضور ﷺ اسے ضرور تعلیم دیتے۔ اور فاتحہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

باب الدُّعَاءِ فِي الرُّكُوْعِ

ترجمہ۔ رکوع میں دعا مانگنا

حدیث (۷۵۴) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ (الخ)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ . الحديث....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اپنے رکوع اور سجود میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ ہمارے رب تو پاک ہے۔ اور ہم تیری حمد بیان کرتے ہیں۔ اے اللہ میری مغفرت فرمادے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ چونکہ امام مالکؒ کے نزدیک دعا فی الرکوع مکروہ ہے لہذا یہ باب ان پر رد کرنے کے لئے باندھ دیا امام بخاریؒ اور جمہور ائمہ کے نزدیک دعاء فی الرکوع جائز ہے مگر خلاف اولیٰ۔ کیونکہ اولیٰ یہ ہے کہ تسبیحات رکوع پڑھے۔ اللهم اغفرلی . حضور اقدس ﷺ فسبح بحمد ربك وَاسْتَغْفِرہ کے بعد کثرت سے اللّٰھم اغفرلی پڑھتے تھے۔ اور یہ آیت شریفہ آخیر زمانہ میں نازل ہوئی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ حضور اقدس ﷺ کی ابتدائی نعی تھی۔ یعنی موت کی خبر ہے اور یہیں سے میں نے استنباط کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا نائبین کی طرف رجوع ہو تو سمجھو کہ اب وقت قریب ہے۔ اسلئے کہ فتح مکہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے بعد حضور اقدس ﷺ کی طرف رجوع عام ہو گیا تھا۔

باب مَایَقُوْلُ الْاِمَامُ وَمَنْ خَلْفَهٗ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ ۔

ترجمہ۔جب امام اور اس کے مقتدی رکوع سے سر اٹھائیں تو کیا پڑھیں۔

حدیث(۷۵۵) حَدَّثَنَا اٰدَمُ (الخ) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا رَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ يُكَبِّرُ وَاِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ. الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب سمع الله لمن حمده کہتے تھے تو اللهم ربنا لك الحمد فرمایا کرتے تھے۔اور نبی اکرم ﷺ جب رکوع کرتے اور جب سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دونوں سجدوں سے فارغ ہونے لگتے تو اللہ اکبر کہتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک امام فقط سمع الله لمن حمده کہے لقوله عليه السلام اذاقال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا لك الحمد ہر ایک کا وظیفہ الگ الگ بنادیا گیا ہے۔بقیہ ائمہ فرماتے ہیں کہ امام تسبیح تسمیع اور تحمید دونوں کو جمع کرے گا۔اس لئے کہ جب دوسروں کو ترغیب دیتا ہے تو خود کو بھی ضرور کرنا چاہئے۔مالکیہ اور حنفیہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں امام کی تحمید ماموم کی تحمید سے مؤخر ہو جائے گی۔حالانکہ جعل الامام ليؤتم به تو یہاں قلب موضوع لازم آئے گا۔اور مقتدی بالاتفاق جمع نہ کرے۔مگر حضرت امام شافعیؒ کے ایک قول کے مطابق تسمیع کرے گا۔اور منفرد بالاتفاق جمع کرے گا۔اب یہاں اشکال یہ ہے کہ ما يقول الامام روروایت سے ثابت ہوتا ہے۔مگر ما يقول من خلفه یہ جز ثانی ثابت نہیں ہوتا۔اس کا جواب یہ ہے کہ انما جعل الامام ليؤ تم به حدیث میں وارد ہے۔لہٰذا امام کی اتباع کرے گا مگر یہ غلط ہے اس لئے کہ پھر تو تسمیع بھی کرے گا۔بلکہ اس کا جواب یہ ہے کہ اگلا باب باب در باب ہے۔مگر چونکہ روایت سے ایک نئی بات یعنی فضل اللهم ربنا لك الحمد معلوم ہوتا تھا اس لئے اس پر تنبیہ کرنے کے لئے باب باندھ دیا۔اور اس روایت میں فقولو ربنا لك الحمد وارد ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ مقتدی تسمیع نہیں کرے گا۔اللّٰهمّ ربنا لك الحمد کی فضیلت فانه من وافق قوله قول الملائكه سے ثابت ہو گئی ۔

باب فَضْلِ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

ترجمہ۔اللهم ربنا ولك الحمد کی فضیلت کیا ہے

حدیث(۷۵۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ (الخ) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام سمع الله لمن حمده کہے

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ...

تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو اس لئے کہ جس شخص کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے پچھلے سارے گناہ بخشے جائیں گے۔

باب

حدیث (۷۵۷) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ (الخ) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَاُقَرِّبَنَّ صَلٰوةَ النَّبِیِّ ﷺ فَكَانَ اَبُوْهُرَیْرَةَ یَقْنُتُ فِی الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَصَلٰوةِ الْعِشَاءِ وَصَلٰوةِ الصُّبْحِ بَعْدَ مَایَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَیَدْعُوْا لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَیَلْعَنُ الْكُفَّارَ. الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ میں تمہیں ایسی نماز پڑھاؤں گا جو جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز کے مشابہ اور قریب ہوگی۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ نماز ظہر کی۔ نماز عشاء اور نماز فجر کی آخری رکعت میں بعد سمع اللہ الخ کہنے کے دعا قنوت پڑھتے تھے۔ جس میں مؤمنین کے بارے میں دعا اور کفار کے لئے لعنت ہوتی تھی۔

حدیث (۷۵۸) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ (الخ) عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ الْقُنُوْتُ فِی الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ . الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ قنوت نازلہ فجر اور مغرب کی نماز میں ہوتی تھی۔

حدیث (۷۵۹) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُسْلَمَةَ الخ عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ الزُّرَقِیِّ قَالَ كُنَّا یَوْمًا نُصَلِّیْ وَرَآءَ النَّبِیِّ ﷺ فَلَمَّا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَالَ رَجُلٌ وَّرَآءَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَكًا فِیْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ قَالَ اَنَا قَالَ رَاَیْتُ بِضْعَةً وَّثَلَاثِیْنَ مَلَكًا یَّبْتَدِرُوْنَهَا اَیُّهُمْ یَكْتُبُهَا اَوَّلُ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت رفاعہ بن رافع زرقیؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے ایک آدمی نے کہا ربنا ولک الحمد الخ جب آپؐ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو فرمایا یہ بولنے والا کون تھا۔ اس شخص نے کہا کہ میں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تیس سے کچھ زائد فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ان کلمات کی طرف لپک رہے ہیں کہ ان میں سے کون ان کو پہلے لکھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ یہ باب بمنزلہ فصل کے ہے۔ پہلے باب میں اذکار بیان کئے گئے تھے چونکہ رکوع کے بعد دعا قنوت بھی

بھی مشروع تھی ویسے الفاظ حمد میں زیادتی تھی اس لئے اس کو الگ ذکر کردیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قومہ میں یہ الفاظ بھی مشروعہ ہیں مگر مقتدی کے لئے امام سے متخلف ہونا پڑے گا۔ کیونکہ متنفل اور منفرد کے لئے تو جائز ہے۔ مگر فرائض اور جماعت میں صرف امام ہی قنوت پڑھے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب بلاترجمہ ہے۔ حاشیہ کا نسخہ دعاء القنوت ہے اور اس کو بعض شراح نے ترجیح دی ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ قنوت کی صرف ایک روایت ہے اور باقی روایتوں میں قنوت کا ذکر نہیں اور پھر امام بخاریؒ قنوت کو ابواب الوتر میں ذکر کریں گے۔ یہیں سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ امام بخاریؒ قنوت فی الفجر کے قائل نہیں۔ کیونکہ ابواب الوتر میں تو قنوت کا ذکر کیا ہے مگر ابواب الفجر میں ذکر نہیں فرمایا۔ حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک رجوع الی الاصل ہے یعنی مایقول الامام والمأموم اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ فضیلت اللھم ربنا لک الحمد ہی مقصود ہے۔ مگر چونکہ روایت سے نصاًثابت نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے باب باندھ دیا اور میری رائے یہ ہے کہ اذکار دو قسم کے وارد ہیں۔ معمول بہا اور غیر معمول بہا۔ معمول بہا وہ اذکار ہیں جو نبی اکرم ﷺ سے کثرت سے منقول ہیں اور غیر معمول بہا وہ ہیں جو کسی عارض کی وجہ سے فرمایا ہو۔ اب جو معمول بہا ہیں ان کو اولاً ذکر فرمایا۔ اور جو معمول بہا نہیں ہیں ان کو اس باب سے ذکر فرمادیا۔ مثلاً قنوت وارد ہے مگر معمول بہا نہیں ہے۔ ایسے متکلم کا واقعہ۔

بابُ الطُّمَانِيْنَةِ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ ۔

ترجمہ۔ جب رکوع سے سر اٹھائے تو اطمینان کرنا چاہیئے۔

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ رَّفَعَ النَّبِيُّ ﷺ وَاسْتَوٰى حَتّٰى يَعُوْدُ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَه ..

ترجمہ۔ حضرت ابو حمید فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو سیدھا کھڑے رہتے یہاں تک ہر جوڑ اپنی جگہ پر آجاتا۔

حدیث (۷۶۰) حَدَّثَنَا اَبُوْ الْوَلِيْدِ الخ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رَكُوْعُ النَّبِيِّ ﷺ وَسُجُوْدُهٗ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيْبًا مِّنَ السَّوَاءِ . الحديث...

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کا رکوع آپؐ کا سجدہ اور جب آپؐ رکوع سے سر اٹھاتے اور دو سجدوں کے درمیان قریب قریب برابر ہوتے تھے۔

حدیث (۷۶۱) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يُرِيْنَا كَيْفَ كَانَ

ترجمہ۔ ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ ہمیں دکھاتے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کیسے نماز پڑھتے تھے

صَلٰوۃُ النَّبِیِّ ﷺ وَذَاکَ فِیْ غَیْرِ وَقْتِ صَلٰوۃٍ فَقَامَ فَاَمْکَنَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَمْکَنَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَہٗ فَاَنْصَتَ ھُنَیَّۃً قَالَ فَصَلّٰی بِنَا صَلٰوۃَ شَیْخِنَا ھٰذَا اَبِیْ یَزِیْدَ وَکَانَ اَبُوْ یَزِیْدَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ السَّجْدَۃِ الْاٰخِرَۃِ اسْتَوٰی قَاعِدًا ثُمَّ نَھَضَ (الحدیث).....

اور یہ کام نماز کے وقت میں نہیں ہوتا تھا چنانچہ وہ کھڑے ہوئے اور اچھی طرح ٹک کر قیام کیا پھر رکوع تو وہ بھی اسی طرح ٹک کر کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا تو تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں اس شیخ ابو یزید کی طرح نماز پڑھائی۔ اور ابو یزید جب آخری سجدہ سے سر اٹھاتے تھے تو سیدھے ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔ پھر کھڑے ہوتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب قومہ کے اعتدال کے بیان میں ہے۔

حدیث (۷۶۲) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ (الخ) قَالَ اَنَسٌ یَنْعَتُ لَنَا صَلٰوۃَ النَّبِیِّ ﷺ فَکَانَ یُصَلِّیْ فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ قَامَ حَتّٰی نَقُوْلَ قَدْ نَسِیَ۔ الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ ہمیں جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز کی صفت بیان کیا کرتے تھے چنانچہ وہ نبی اکرم ﷺ کی نماز پڑھتے تھے۔ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ ہم آپس میں کہتے کہ شاید آپ بھول گئے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قال حتی نقول قد نسی اتنا طویل قیام حنابلہ کے یہاں مستحب ہے۔ اور شوافع کے یہاں مفسد صلٰوۃ ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں جائز ہے۔ کبھی کبھی حضور اقدس ﷺ کو جب کوئی خاص تجلی ہوتی تو ایسا ہوا کرتا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ قد نسی کہتے تھے۔ ورنہ اگر عادت شریفہ ہوتی تو پھر قد نسی کہنے کی کیا ضرورت ہوتی۔ کیونکہ وہ تو روز کی عادت ہوئی۔ بہر حال اس باب میں قومہ میں اطمینان کو ثابت فرمایا۔

باب یَّھْوِیْ بِالتَّکْبِیْرِ حِیْنَ یَسْجُدُ

ترجمہ۔ جب سجدہ کیا جائے تو نیچے جھکتے ہوئے تکبیر کہے

وَقَالَ نَافِعٌ کَانَ ابْنَ عُمَرَؓ یَضَعُ یَدَیْہِ قَبْلَ رُکْبَتَیْہِ...

ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ گھٹنوں سے پہلے زمین پر ہاتھ رکھتے تھے۔

حدیث (۷۶۳) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ (الخ) اَنَّ اَبَاھُرَیْرَۃَؓ کَانَ یُکَبِّرُ فِیْ کُلِّ صَلٰوۃٍ مِّنَ الْمَکْتُوْبَۃِ وَغَیْرِھَا فِیْ رَمَضَانَ وَغَیْرِہٖ فَیُکَبِّرُ حِیْنَ یَقُوْمُ

ترجمہ۔ حضرت ابو بکرؒ اور ابو سلمہؒ فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت ابو ہریرہؓ ہر نماز میں خواہ وہ فرض ہو یا غیر فرض رمضان ہو یا غیر رمضان تکبیر کہتے تھے۔ چنانچہ جب کھڑے ہوتے

ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ اَنْ يَّسْجُدَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ حِيْنَ يَهْوِيْ سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الْجُلُوْسِ فِي الْاِثْنَتَيْنِ وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلٰوةِ ثُمَّ يَقُوْلُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَقْرَبُكُمْ شَبَهًا بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِنْ كَانَتْ هٰذِهٖ لَصَلٰوتَهٗ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا قَالَا وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ ؓ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ يَدْعُوْا لِرِجَالٍ فَيُسَمِّيْهِمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَّعَيَّاشَ ابْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ وَاَهْلُ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ مِّنْ مُّضَرَ مُخَالِفُوْنَ لَهٗ (الحديث)....

تو تکبیر کہتے پھر جب رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے پھر سمع الله لمن حمده کہتے پھر ربنا ولك الحمد کہتے سجدہ کرنے سے پہلے پہلے پھر جب سجدہ کرنے کیلئے نیچے کو جھکتے تو الله اكبر کہتے پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب سجدہ میں جاتے تو تکبیر کہتے پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے پھر جب دو رکعتوں میں بیٹھ کر اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ اور اس طرح ہر رکعت میں کرتے۔ یہاں تک کہ نماز میں سے فارغ ہو جاتے پھر جب نماز سے فارغ ہو کر پھرتے تو فرماتے قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بیشک میں تم میں سے سب سے زیادہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کے قریب المشابہت ہوں۔ بیشک یہی ان کی نماز ہوتی تھی یہاں تک کہ آپؐ دنیا سے جدا ہو گئے پھر ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہؓ یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھا کر سمع الله لمن حمده . ربنا ولك الحمد کہہ چکتے تو کچھ آدمیوں کیلئے دعا کرتے تھے پس ان کے نام بھی ذکر کرتے تھے۔ چنانچہ فرماتے اے اللہ ولید بن ولیدؓ۔ سلمہ بن ہشامؓ۔ عیاش بن ربیعہؓ اور کمزور مسلمانوں کو نجات دے۔ اور اپنی پکڑ قبیلہ مضر پر سخت کر دے۔ اور ان پر ایسی قحط سالی مسلط فرما جیسے قحط سالی حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں تھی۔ اور ان دنوں اهل المشرق قبیلہ مضر میں سے آپؐ کے مخالفین تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اشکال یہ ہے کہ روایت میں يكبر حين يهوى ساجداً ہے لیکن امام بخاریؒ نے ترجمہ میں اس کا برعکس کر دیا۔ اس کا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ یہاں سجدہ کا بیان شروع ہوتا ہے۔ اور امام بخاریؒ نے تکبیر اور هوى کے لزوم کی طرف اشارہ فرمایا۔ جیسا کہ فقہا فرماتے ہیں کہ تکبیر هوىٰ کے ساتھ ہو۔ اور هوىٰ تکبیر کے ساتھ ہو۔ یعنی جب سجدہ کے لئے جائے تو تکبیر کہتے ہوئے۔ اس مقارنت تكبير للهوى پر تنبیہ کرنے کے لئے عکس کر دیا۔ وكان ابن عمر يضع يديه الخ اشکال یہ ہے کہ

حدیث ترجمۃ الباب کے مناسب نہیں۔ اس کا بعض شراح نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ جزترجمہ ہے: مگر یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ اگر جز ہے تو روایت سے ثابت ہونا چاہئیے۔ حالانکہ ثابت نہیں ہوتا۔ بعض شراح نے دوسرا جواب دیا ہے کہ کبھی لفظ ترجمہ خاص ہوا کرتا ہے اور اس سے مراد عام ہوتا ہے۔ تو یہاں ترجمہ کے لفظ تو خاص ہیں مگر غرض عام ہے۔ یعنی بیا ن کیفة السجو د۔ اور وہ عام قول وفعل دونوں کو شامل ہے۔ ابن عمرؓ کے اثر سے کیفیت ثابت ہوگئی۔ یا یہ کہ اصل تو کیفیت قولی کوذکر کرنا تھا۔ مگر کیفیت فعلی کو تبعاً ذکر کر دیا۔ اب یہاں مسئلہ سنو ! ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک اوّلاً گھٹنے پھر ہاتھ پھر سر رکھے اور امام مالکؒ کے نزدیک اوّلاً ہاتھ پھر گھٹنے پھر سر رکھے۔ اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کے اثر سے استدلال فرمایا ہے۔ اور جمہور کی دلیل وائل بن حجر کی روایت ہے اس میں وضع رکبتیه قبل یدیه وارد ہوا ہے۔ اور وہ مرفوع ہے اور حضرت ابن عمرؓ کا اثر موقوف ہے تو مرفوع کو موقوف پر ترجیح ہوگی۔ اللهم انج الولید بن الولیدؓ الخ یہاں پر دو مسئلے ہیں۔ ایک قنوت کا وہ تو باب القنوت میں آئے گا۔ اور دوسری بحث اللهم اجعلها سنین الخ یہ کتاب الاستسقاء میں آئے گی۔

حدیث (٧٦٤) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَّقُوْلُ سَقَطَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ فَرَسٍ وَّرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ مِنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهُ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى بِنَا قَاعِدًا وَّقَعَدْنَا وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً صَلَّيْنَا قُعُوْدًا فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا كَذَا جَآءَ بِهٖ مَعْمَرٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَقَدْ حَفِظَ كَذَا قَالَ الزُّهْرِيُّ وَلَكَ الْحَمْدُ حَفِظْتُ مِنْ شِقِّهِ الْاَيْمَنِ فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ الزُّهْرِيِّ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَاَنَا عِنْدَهٗ فَجُحِشَ سَاقُهُ الْاَيْمَنُ .. الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر پڑے۔ تو آپ کا دایاں پہلو چھیلا گیا ہم آپؐ کی عیادت بیمار پرسی کے لئے حاضر ہوئے نماز کا وقت ہو گیا۔ تو آپؐ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور ہم بھی بیٹھ گئے اور سفیان کہتے تھے کہ ہم نے بیٹھ کر نماز پڑھی جب آپؐ نے نماز پوری کر لی تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ جب سمع اللہ الخ کہے تو تم ربنا لك الحمد کہو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ کیا معمر نے اسی طرح بیان کیا میں نے کہا ہاں ! سفیان نے کہا اسی طرح یاد رکھا۔ زہری فرماتے ہیں کہ ولك الحمد اور مجھے من شقه الایمن یاد ہے جب ہم زہری کے پاس سے نکلے تو ابن جریج نے کہا میں زہری کے پاس تھا تو انہوں نے کہا کہ آپؐ کی دائیں پنڈلی چھیلی گئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ کذاجاء به معمر ان دو سطروں میں امام بخاریؒ نے تین چیزیں الگ الگ ذکر فرمائی ہیں اوّل یہ کہ کذاجاء به معمر

یہ سفیان کا مقولہ انہوں نے اپنے شاگرد علی ابن المدینی سے یوں پوچھا کہ جیسے میں نے بیان کیا اسی طرح معمر نے بھی بیان کیا۔ علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ میں نے جواب میں نعم کہا۔ سفیان نے ابن المدینی سے معمر کا لفظ اس لئے معلوم کیا کہ وہ جس طرح سفیان کے شاگرد ہیں ویسے معمر کے بھی شاگرد ہیں۔ **قال لقد حفظ** اس کو صحیح یاد ہے یہ گویا سفیان نے معمر کی توثیق اور تائید کی دوسری بات **کذاقال الزهری ولك الحمد الخ.** ابن عیینہ نے بطور تنبیہ کے فرمایا کہ میرے استاد امام زہریؒ نے یوں ہی فرمایا تھا۔ اور بعض لوگ **ربنا لك الحمد** اور بعض **اللهم ربنا لك الحمد** نقل کر دیتے ہیں۔ یعنی بلاواؤ کے نقل کرتے ہیں۔ اور **اللهم** کا اضافہ کرتے ہیں۔ اور تیسری بات **حفظت من شقه الايمن** سفیان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد سے **شقه الايمن** ہی ضبط کیا ہے۔ اور جب ہم اپنے استاد کے پاس سے نکل کر آئے تو میرا ساتھی ابن جریج بجائے **من شقه الايمن** کے **ساقه الايمن** نقل کرنے لگا۔ **وانا عنده** یہ ضمیر یا تو زہری کی طرف راجع ہے تب تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں زہری کے قریب تھا۔ اور ابن جریج کے پیچھے تھا۔ اور میں نے **شقه الايمن** سنا تو انہوں نے **ساقه الايمن** کیسے سن لیا۔ یا ضمیر ابن جریج کی طرف راجع ہے اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں ابن جریج کے ساتھ رہا۔ ان سے جدا نہیں ہوا اور یہ احتمال کہ شاید ابن جریج نے بعد میں زہری سے پوچھ لیا ہو ختم ہوگیا۔ اور **انا عنده** کے قائل سفیان ہیں۔

بَاب فَضْلِ السُّجُوْدِ

ترجمہ۔ سجدہ کرنے کی فضیلت بیان کرنی ہے

حدیث (۷۶۵) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ (الخ) اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ اَخْبَرَهُمَا اَنَّ النَّاسَ قَالُوا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ هَلْ تُمَارُوْنَ فِى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُوْنَهٗ سَحَابٌ قَالُوْا لَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَهَلْ تُمَارُوْنَ فِى الشَّمْسِ لَيْسَ دُوْنَهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنَّكُمْ تَرَوْنَهٗ كَذٰلِكَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّتَّبِعُ الشَّمْسَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّتَّبِعُ الْقَمَرَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّتَّبِعُ الطَّوَاغِيْتَ وَتَبْقٰى هٰذِهِ الْاُمَّةُ فِيْهَا مُنَافِقُوْهَا فَيَاْتِيْهِمُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ اَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَاْتِيَنَا رَبُّنَا فَاِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَاْتِيْهِمُ اللّٰهُ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ خبر دیتے ہیں کہ لوگوں نے کہا یارسول اللہ کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھ سکیں گے آپؐ نے فرمایا کہ کیا چودھویں کے چاند جبکہ اس کے آگے بادل نہ ہو اس کے دیکھنے میں بھی تمہیں شک ہو سکتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں پھر آپؐ نے فرمایا جب سورج کے آگے کوئی بادل نہ ہو اس کے دیکھنے میں بھی کوئی شک وشبہ ہو سکتا ہے انہوں نے کہا نہیں فرمایا تم اسی طرح اپنے رب کو دیکھ سکو گے۔ چنانچہ قیامت کے دن جب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو اللہ تعالی فرمائیں گے جو شخص جس چیز کی عبادت کرتا تھا وہ اسی کے پیچھے لگ جائے تو سورج کے پرستار اس کے پیچھے لگیں گے چاند کے پرستار اس کے پیچھے بتوں کے پجاری ان کے پیچھے باقی یہ امت رہ جائیگی جس میں منافقین بھی ہوں گے تو ان کے پاس اللہ تعالی

عَزَّوَجَلَّ فَيَقُولُ اَنَارَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ اَنْتَ رَبُّنَا
فَيَدْعُوهُمْ وَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَىْ جَهَنَّمَ
فَاَكُونُ اَوَّلَ مَنْ يَّجُوزُ مِنَ الرُّسُلِ بِاُمَّتِهٖ وَلَايَتَكَلَّمُ
يَوْمَئِذٍ اَحَدٌ اِلَّاالرُّسُلُ وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اَللّٰهُمَّ
سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِىْ جَهَنَّمَ كَلَالِيْبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ
هَلْ رَاَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ قَالُوْانَعَمْ قَالَ فَاِنَّهَا مِثْلُ
شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ قَدْرَعِظَمِهَا اِلَّااللّٰهُ
تَخْطَفُ النَّاسَ بِاَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يُّوْبَقُ بِعَمَلِهٖ
وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُوْ حَتّٰى اِذَااَرَادَاللّٰهُ رَحْمَةَ
مَنْ اَرَادَ مِنْ اَهْلِ النَّارِاَمَرَ اللّٰهُ الْمَلٰٓئِكَةَ اَنْ يُّخْرِجُوْا
مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَيُخْرِجُوْنَهُمْ وَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِاٰثَارِ
السُّجُوْدِ وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ اَنْ تَاْكُلَ اَثَرَ السُّجُوْدِ
فَيُخْرَجُوْنَ مِنَ النَّارِ فَكُلُّ ابْنِ اٰدَمَ تَاْكُلُهُ النَّارُ اِلَّا
اَثَرَالسُّجُوْدِ فَيُخْرَجُوْنَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوْا
فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَّآءُ الْحَيٰوةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَاتَنْبُتُ الْحِبَّةُ
فِىْ حَمِيْلِ السَّيْلِ ثُمَّ يَفْرُغُ اللّٰهُ مِنَ الْقَضَآءِ بَيْنَ الْعِبَادِ
وَيَبْقٰى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَهُوَ اٰخِرُ اَهْلِ النَّارِ
دُخُوْلًا الْجَنَّةَ مُقْبِلًا بِوَجْهِهٖ قِبَلَ النَّارِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ
اصْرِفْ وَجْهِىْ عَنِ النَّارِ فَقَدْ قَشَبَنِىْ رِيْحُهَا
وَاَحْرَقَنِىْ ذَكَآؤُهَا فَيَقُوْلُ هَلْ عَسَيْتَ اِنْ فُعِلَ
ذٰلِكَ بِكَ اَنْ تَسْاَلَ غَيْرَذٰلِكَ فَيَقُوْلُ وَعِزَّتِكَ

اپنی شان کے مطابق تشریف لائیں گے اور فرمائیں گے میں
تمہارا رب ہوں۔امت مسلمہ کو لوگ کہیں گے کہ ہم تو اس
وقت تک اس مکان پر رہیں گے یہاں تک ہمارا رب ہمارے پاس
آئے گا جب وہ آئے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے چنانچہ ان کا رب
اسی صورت میں آئے گا جس سے وہ پہچان لیں گے۔اللہ تعالیٰ
فرمائیں گے میں تمہارا رب ہوں وہ پہچان کر کہیں گے کہ واقعی
تو ہمارا رب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو اپنے پاس بلائے گا۔ جبکہ
پل صراط جہنم کے درمیان پھیلائی جائے گی۔ پس رسولوں میں
سے میں پہلا رسول ہوں گا جو اپنی امت کو لے کر اس پل سے
عبور کرے گا۔اور اس دن رسولوں کے علاوہ کسی کو کلام کرنے
کی اجازت نہ ہو گی اور رسولوں کا کلام اس دن اللھم سلم سلم
ہو گا۔اے اللہ! بچالے بچالے اور جہنم میں سنڈر کے درخت
کے کانٹوں کی طرح سلاخیں ہوں گی۔ آپؐ نے پوچھا کیا سنڈر
کے درخت کے کانٹوں کو تم لوگوں نے دیکھا ہے انہوں نے
بتلایا کہ ہاں۔ آپؐ نے فرمایا سلاخیں سنڈر کے کانٹوں کی طرح
ہوں گی۔ مگر ان کی عظمت کی مقدار کہ وہ کتنی بڑے ہوں گے
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پس وہ لوگوں کو ان کے اعمال
کے مطابق اچک لیں گے۔ پس بعض ان میں سے اپنے عمل کی
وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ اور بعض ان میں سے وہ ہوں گے جو
ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے جیسے گوشت کا قیمہ ہوتا ہے
پھر وہ نجات پائیں گے۔ یہاں تک جب اللہ تعالیٰ اپنے جہنمی
مؤمنوں پر رحمت کرنے کا ارادہ فرمائیں گے تو فرشتوں کو حکم
دیں گے کہ ہر اس شخص کو جہنم سے نکال دو جو اللہ تعالیٰ کی
عبادت کرتا تھا۔ پس وہ فرشتے ان کو نکالیں گے اور سجدے کے

فَيُعْطِي اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مَايَشَاءُ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيَصْرِفُ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ فَإِذَا اَقْبَلَ بِهٖ عَلَى الْجَنَّةِ رَاٰى بَهْجَتَهَا سَكَتَ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّسْكُتَ ثُمَّ قَالَ يَارَبِّ قَدِّمْنِيْ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهٗ اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِيْثَاقَ اَنْ لَّاتَسْاَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنْتَ سَاَلْتَ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ لَااَكُوْنُ اَشْقٰى خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ فَمَاعَسَيْتَ اِنْ اُعْطِيْتَ ذٰلِكَ اَنْ لَّاتَسْاَلَ غَيْرَهٗ فَيَقُوْلُ لَاوَعِزَّتِكَ لَااَسْاَلُكَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيُعْطِيْ رَبَّهٗ مَاشَاءَ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيُقَدِّمُهٗ اِلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَاِذَابَلَغَ بَابَهَافَرَاٰى زَهْرَتَهَا وَمَافِيْهَا مِنَ النَّضْرَةِ وَالسُّرُوْرِ فَيَسْكُتُ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّسْكُتَ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ اَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَيْحَكَ يَاابْنَ اٰدَمَ مَااَغْدَرَكَ اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ الْعَهْدَ وَالْمِيْثَاقَ اَنْ لَّاتَسْئَلَ غَيْرَ الَّذِيْ اُعْطِيْتَ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ لَاتَجْعَلْنِيْ اَشْقٰى خَلْقِكَ فَيَضْحَكُ اللّٰهُ مِنْهُ ثُمَّ يَاْذَنُ لَهٗ فِيْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى حَتّٰى اِذَاانْقَطَعَ اُمْنِيَّتُهٗ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ زِدْمِنْ كَذَاوَكَذَا اَقْبَلَ يُذَكِّرُهٗ رَبُّهٗ حَتّٰى اِذَاانْتَهَتْ بِهِ الْاَمَانِيُّ قَالَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ وَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَكَ ذٰلِكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ

نشانات سے ان کو پہچانیں گے (ترجمۃ الباب ثابت ہوا) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جہنم پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ سجدے کے نشانات کو کھاجائے۔ چنانچہ وہ جہنم سے نکالے جائیں گے۔ ابن آدم کے بدن کے ہر حصہ کو کھاجائے گی۔ مگر سجدہ کی جگہ کو نہیں کھائیگی چنانچہ جب لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے تو جھلسے ہوئے ہوں گے۔ توان پر آب حیات پلٹا جائے گا۔ توان کے بدن ایسے جلدی اگیں گے جیسے سیلاب کی اٹھائی مٹی میں دانہ جلدی اگتا ہے الغرض جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائیں گے یعنی جب آپ کا حکم پورا ہو جائیگا جبکہ جنت اور جہنم کے درمیان صرف ایک آدمی بچ جائے گا جو جہنمیوں میں آخری آدمی جنت میں داخل ہونے والا ہوگا۔ جس کا رخ جہنم کی طرف ہوگا۔ کہے گا اے میرے رب میرے چہرے کو اس جہنم سے پھیر دے کیونکہ اس جہنم کی بدبو نے مجھے مسموم کردیا ہے اور اس کی تیز شعلہ زنی نے مجھے جلادیا ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے دیکھو اگر تمھارا یہ مطالبہ پورا کردیا جائے تو پھر اور کسی چیز کا سوال تو نہ کروگے۔ کہے گا نہیں تیری عزت وجلال کی قسم! چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ سے عہد وپیمان باندھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو جہنم سے پھیر دیں گے پھر جب وہ جنت کے پاس پہنچ کر اس کی رونق کو دیکھے گا تو کچھ عرصہ تک تو چپ سادھ لے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر کہے گا اے میرے رب مجھے جنت کے دروازے تک پہنچادے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تو نے عہد وپیمان نہیں کیا تھا کہ تو اس کے سوا اور کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا تو کہے گا اے میرے رب کیا میں ہی تیری ساری مخلوق میں سے زیادہ بدبخت ہوں کہ تیری جنت سے محروم رہوں۔

قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ لَمْ اَحْفَظْهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا قَوْلَهٗ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ اِنِّيْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ ذٰلِكَ لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ .الحديث

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے دیکھو اگر تمہارا یہ مطالبہ پورا ہو جائے تو پھر اور کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔ وہ کہے گا نہیں تیری عزت کی قسم ایسا نہیں ہو گا۔ تو اللہ تعالیٰ کو عہد و پیان دے کر اقرار کرے گا

کہ وہ اور کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ سے عہد و پیان باندھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے دروازے تک آگے بڑھا دیں گے دروازے پر پہنچ جانے کے بعد جب جنت کی رونق اور اس میں جو ترو تازگی اور خوش کن چیزیں دیکھے گا۔ تو کچھ عرصہ چپ رہنے کے بعد پھر کہے گا اے میرے رب مجھے جنت میں داخل کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے ابن آدم تجھ پر افسوس ہے تو کسقدر بد عہد ہے۔ کیا تو نے عہد و پیان باندھ کر یہ نہیں کہا تھا کہ میں اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ تو کہے گا کہ اے میرے رب مجھے اپنی ساری مخلوق میں سے بدبخت نہ بنا کہ جنت کی نعمتوں سے محروم رہوں اللہ تعالیٰ اس کی اس بات سے ہنس پڑیں گے پھر اس کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دیں گے اور فرمائیں گے جو چاہو اس کی تمنا اور آرزو کرو وہ آرزوئیں کرے گا یہاں تک کہ اس کی امیدیں ختم ہو جائیں گی۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جا اس سے بھی زیادہ تیرے لئے ہے۔ الغرض اس طرح اس کا رب آکر اس کو آرزوئیں یاد دلائے گا۔ یہاں تک کہ جب اس کی آرزوئیں انتہا کو پہنچ جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جا تیرے لئے یہ اور اس کے ساتھ اس جیسی نعمتیں اور بھی ہیں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تیرے لئے یہ اور اس جیسی دس گنا نعمتیں ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا مجھے تو یاد نہیں ہے میں نے لك ذلك ومثله معه یاد رکھا ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا کہ میں نے آپؐ سے ذلك وعشرة امثاله سنا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ فیأتیهم الله بعض شراح نے کہا اس کا معنی ہے فیأتیهم ملك الله باذن الله لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ ملك معصوم ہوتا ہے وہ دعویٰ خداوندی کیسے کر سکتا ہے۔ تو کہا جائے گا کہ یہ دعویٰ الوهیت اختبار وامتحان کیلئے بحکم الله ہے لہذا معصیت نہ ہو گا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اس ملك کا انا ربکم کہنا حکایۃً اور ادعاءً ہے۔ یعنی اس کا قول نہیں بلکہ حکایت ہے۔ اور حاکی کو حکایت میں عاصی نہیں کہا جاتا۔ یہ توجیہات اس وقت تھیں جب کہ مضاف محذوف ہو۔ اور اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ باری تعالیٰ غیر صورت و صفات سے کیسے ہو سکتا ہے۔ اور جو لوگ مضاف مقدر نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ باری تعالیٰ کی صفات میں تغیر نہیں ہوتا مگر اختبار وامتحان کے لئے بعض صفات کا اظہار کیا اور بعض کا اظہار نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو اشتباہ پیدا ہو گیا۔ اس لئے مضاف مقدر ماننے کی ضرورت نہیں۔ فاكون اوّل من یجوز الخ اس پر اشکال یہ کہ اس سے تو امت محمدیہ کی بقیہ رسل پر فضیلت لازم ہے آتی ہے تو جواب دیا جائے گا کا بامة میں باء بمعنے واؤ کے ہے۔ کہ رسل میں سے آپؐ سب سے پہلے جنت میں جائیں گے اور امتوں میں سے آپؐ کی امت سب سے پہلے جائے گی۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ آپؐ کی امت تبعاً داخل ہو گی۔ جیسے آقا کے ساتھ خدام

یاغلام چلے جاتے ہیں۔ توامت کی شرافت رسل پر لازم نہ آئے گی۔ ویعرفونهم باثار السجود یہ محل ترجمہ ہے۔ قبشني ای هلکني اوسمني .. ذکاء بمعنی لپیٹ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے اجزاء صلوٰۃ میں سے صرف سجود کے فضل کاباب باندھاہے دیگر اجزاء مثلاً رکوع قیام قرأت. جلسه بین السجدتین کے فضل کاباب نہیں باندھا۔اس کی دووجہیں ہوسکتی ہیں۔ایک یہ کہ سجدہ خارج صلوٰۃ بھی مشروع ہے۔ سجدہ تلاوت توبالاتفاق اور سجدہ شکربالاختلاف بخلاف رکوع وقیام کے لہذا سجدہ کوایک مزیته وفضیلت اوروں پر حاصل ہے لہذاباب فضل السجود باندھا۔اوردوسری وجہ یہ ہے کہ تم یہ جان چکے ہوکہ امام بخاریؒ ان روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جوان کی شرط کے موافق نہ ہوں تواس کی تردید کرتے ہیں یاتائید یہاں امام بخاریؒ نے ابوداؤدکی ایک روایت کی طرف اشارہ کر کے اس کی تائید فرمائی ہے۔وہ روایت ہے کہ اقرب مایکون العبد من ربه وهو ساجد فاجتهدوا فی الدعاء فمن ان یستجاب لکم یعنی بندہ رب کے قریب تب ہوتا ہے جب وہ سجدہ ریز ہو۔لہذادعاء میں کوشش کرواس لئے کہ ایسی حالت میں تمہاری دعاء قبول کی جائے گی۔اور یہی وہ روایت ہے جوعوام کی اس بات کاماخذ ہے کہ سجدہ میں دعازیادہ قبول ہوتی ہے۔اب یہاں ایک اشکال ہے کہ باب کا تقاضایہ ہے کہ سجدہ افضل الاجزاء ہے۔حالانکہ ایک دوسری روایت میں طویل قیام کوافضل الاجزاء کہاگیاہے۔اس کاجواب یہ ہے کہ کسی شیٔ میں کوئی خاص اثر ہونے سے یہ لازم نہیں آجاتاکہ وہ شیٔ اس شیٔ سے جس کے اندروہ اثر نہیں ہے افضل ہو۔جیسے اذان سے شیطان بھاگتاہےاور نماز میں آجاتاہے۔تواس سے نماز کے مقابلہ میں اذان کاافضل ہوناثابت نہیں ہوتا۔اسی طرح یہاں بھی سجدہ کی طول قیام پر فضیلت لازم نہیں آئی۔اگر سجدہ میں ایک خصوصیت ہے تواس سے لازم نہیں کہ جس میں یہ خصوصیت نہ ہووہ اس سے مرجوع اور مفضول ہو۔

هل نری ربنا الخ اهلسنت والجماعت کااس پراتفاق ہے کہ اہل جنت کو جنت میں اللہ تعالیٰ کادیدار ہوگا صحابہ کرامؓ کوجب معلوم ہواکہ جناب باری تعالیٰ کودیکھیں گے توانہیں تعجب ہواکہ جب اتنے سارے لوگ ہوں گے توایک مجمع کثیراورایک بڑاجم غفیراس کوکیسے دیکھ سکے گا۔لہذاانہوں نے جناب رسول اکرم ﷺ سے استعجاباً سوال کیا۔اس پر حضور اکرم ﷺ نے بطور مثال کے فرمایاکہ هل تمارون فی القمر الخ کہ کیاتم اس وقت شک وشبہ کااظہار کرتے ہوجب چودھویں کی رات بادل وغیرہ نہ ہوں توکیااس کے دیکھنے میں جنگ وجدال۔بھیڑبھڑکا کوئی چیز ہوتی ہے۔بلکہ سب برابر دیکھتے ہیں۔اسی طرح وہاں بھی دیکھوگے۔چاند کو لیلة البدر میں سب ہی دیکھتے ہیں۔گوجس وقت اوّلاً طلوع ہو اس وقت سب نہ دیکھیں۔مگر تھوڑی دیر بعد سب ہی دیکھتے ہیں توجب چاند کوسب دیکھتے ہیں حالانکہ اس کی اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں ہے وہ خالق یہ مخلوق تواللہ تعالیٰ بدرجہ اولیٰ دیکھے جائیں گے۔

یحشر الناس یوم القیامة چونکہ آخرت کاذکر ہورہاتھااس لئے حضوراقدس ﷺ نے ان کے ساتھ ساتھ آخرت کاایک منظر بھی بیان فرمادیاکہ محشر میں کیاہوگا۔وتبقی هذه الامة فیها منافقون یعنی کفار جتنے ہیں وہ سب کے سب اپنے معبودان باطلہ کے پیچھے پیچھے جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔بلاحساب وکتاب۔اس کے بعد یہ امت اور منافقین رہ جائیں گے۔حساب وکتاب کے لئے منافقین اس لئے

رہ جائیں گے کہ وہ اپنے آپ کو دنیا میں مسلمان کہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی توحید ظاہر کرتے تھے فیاتیھم اللہ وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک تجلی میں ظاہر ہوں گے اور چونکہ ہر جگہ امتحان ہی امتحان ہے ایک منزل یہ بھی امتحان کی ہے۔ اس لئے امتحاناً فرمائیں گے انا ربکم میں تمہارا رب ہوں جب لوگ یہ سنیں گے تو کہیں گے لا یعنی ہرگز نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جب وہ لوگ یہ سنیں گے تو کہیں گے معاذاللہ ان تکون ربنا اللہ کی پناہ کہ تو ہمارا رب ہو ہم تو یہیں رہیں گے اور جب ہمارے رب آئیں گے تو ان کو ہم خود پہچان لیں گے۔ فیاتیھم اللہ الخ ۔ پھر اللہ تعالیٰ دوسری تجلی میں ظاہر ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مختلف شئون اور مختلف تجلیات ہیں۔ مثلاً تجلی نوری۔ تجلی ظلماتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کل یوم ھو فی شأن اور پھر ارشاد فرمائیں گے انا ربکم میں تمہارا رب ہوں۔ اس مرتبہ مخلوق پہچان لے گی۔ اور کہیں گے انت ربنا تو ہمارا رب ہے۔ پہلی بار انکار کریں گے۔ اور دوسری بار پہچان لیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اوّلاً جو تجلی ہوگی وہ غیر مانوس ہوگی اور ثانیاً جو تجلی ہوگی وہ عھد الست کی تجلی ہوگی اس لئے پہچان لیں گے کیونکہ وہ مانوس ہوگی۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ تو محال ہے کہ اللہ تعالیٰ تشریف لائیں اور کوئی نہ پہچانے۔ بلکہ فیاتیھم اللہ کا مطلب یہ ہے کہ فیأتیھم رسول من اللہ اور انا ربکم کا مطلب یہ ہے کہ انا رسول ربکم اور اقامۃ المضاف الیہ مقام المضاف بحذف المضاف کے قبیل سے ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ فرشتہ ہی کا کلام ہے مگر یہ نقل ہے کلام باری کی جو فرشتہ لے کر آیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ انا ربکم میں ہمزہ استفہام محذوف ہے۔ چونکہ مقام امتحان ہے اسلئے اس طرح کا خطاب ہوگا۔ فاکون اوّل من یجوز الخ یہ نحن الاوّلون السابقون کے قبیل سے ہے۔ مگر یہاں اشکال یہ ہے کہ اس سے دیگر انبیاؑ علیہم السلام پر اس امت کے آحاد کا افضل ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ یہ تو حضور اقدس ﷺ کے ساتھ پل صراط سے پہلے گذر جائیں گے اور دوسرے انبیاؑ علیہم السلام اس کے بعد گذریں گے۔ اس اشکال کے دو جواب ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ ارشاد امم کے متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ انبیاؑ علیہم السلام تو اپنی اپنی منازل پر پہنچ گئے ہوں گے اس کے بعد پھر لوٹ کر آئیں گے اور اپنی اپنی امت کو لے جائیں گے۔ سب سے پہلے حضور اقدس ﷺ اپنی امت کو لینے کے لئے آئیں گے اس کے بعد دوسرے انبیاؑ علیہم السلام آئیں گے۔ اور اپنی امم کو لے کر جائیں گے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ آپؐ کی امت کے گذرنے سے امت کی فضیلت دیگر انبیاؑ علیہم السلام پر لازم نہیں آتی۔ اسلئے کہ یہ گذرنا خدام کی طرح گذرنا ہوگا۔ جیسے وزیر اعظم اور گورنر وغیرہ کہیں جارہے ہوں تو سب سے پہلے وزیر اعظم مع اپنے خدام کے اور پھر گورنر اپنے خدام کے ساتھ گذرے گا۔ تو یہاں وزیر اعظم کا گورنر سے افضل ہونا لازم آتا ہے۔ مگر ان خدام کی کہیں برتری لازم نہیں آتی۔ اور چونکہ یہ دن اللہ تعالیٰ کے انتہائی غضب کا ہوگا جیسے حدیث میں وارد ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ ایسے غضب ناک ہوں گے کہ اس جیسا غضب نہ کبھی پہلے ہوگا نہ بعد میں او کما قال چونکہ انبیاؑ علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی نہایت عظمت کرنے والے ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ جو جتنا بڑے کے قریب ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ اس پر غضب کے وقت ہیبت ہوتی طاری ہوتی ہے۔ اس لئے انبیاؑ علیہم السلام رب سلم سلم کہہ رہے ہوں گے ۔

کلالیب آنکڑوں کو کہتے ہیں السعدان سینڈر کا درخت جسے باغات کی حفاظت کے لئے ان کی باڑ کے کنارے لگادیا جاتا ہے۔

تخطف الناس باعمالھم وہ آنکڑے کنارے کنارے چل رہے ہو گے۔اور اس بات پر مامور ہوں گے کہ جو ان میں گناہ گار ہو ان کو خراش لگائے۔اب بعض تو ایسے ہوں گے جو کٹ کٹ کر جہنم میں جاپڑیں گے اور بعض پر خراش آئے گی اور بعض بچ بچ کر پار ہو جائیں گے ویعرفونھم باثار السجود روایت کے ذکر کرنے سے یہ مقصد ہے۔اور اس سے سجود کی فضیلت اس طرح ثابت ہوئی کہ سارے اعضاء تو کوئلہ ہو جائیں گے صرف اعضاء سجود باقی رہ جائیں گے۔ یہ سجدہ کی فضیلت کی وجہ سے ہے۔ قدامتحشوا یعنی جھلس گئے ہوں گے۔ کماتنبت الحبة فی حمیل السیل جیسے رو کے کنارے دانہ اگتا ہے۔ یبقی رجال ایک شخص ایمان کی وجہ سے جہنم سے نکال لیا جائے گا مگر ان اعمال کی وجہ سے نکالنے کے بعد فوراً جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ قبشنی کہ مجھے اس کی لو نے جھلس دیا ۔ یبقی رجل یا تو ایک شخص ہو گا یا ایک جماعت ہو گی۔جماعت مراد لینے میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔قال ابو سعیدؓ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ میں فضائل اعمال میں ایک قاعدہ بیان کر چکا ہوں کہ اقل کو ابتدا اور اکثر کو خیر پر حمل کرتے ہیں۔لہٰذا ابو ہریرہؓ کی روایت لك ذلك ومثله معه والی مقدم ہے۔اور حضرت ابو سعیدؓ کی روایت لك ذلك وعشرة امثاله مؤخر ہو گی۔اس طرح دونوں روایتیں موافق ہو نگی۔تعارض رجع ہوا۔

باب يُبْدِي ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِي فِي السُّجُودِ۔

ترجمہ۔ سجدہ میں اپنے بازو کو ظاہر کرے اور دور رکھے

حدیث(٧٦٦) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ (الخ)

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا صَلّٰى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ . الحديث ..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب نماز پڑھتے تھے تو دونوں ہاتھوں کے درمیان اتنی کشادگی کرتے تھے کہ دونوں بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ یہ صفت سجود ہے اس لئے اس کے تکملہ کے طور پر اس کی ہیئت بیان کی کہ دوری ہونی چاہیئے

باب يَسْتَقْبِلُ بِاَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ قَالَهُ اَبُوْ حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔

ترجمہ۔ یعنی سجدہ میں اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے ابو حمید نے جناب نبی اکرم ﷺ سے اس طرح روایت کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب پہلے گذر چکا ہے۔وہاں مبالغہ کے طور پر ذکر کیا تھا اور یہاں سے ہیئت صلوٰۃ کا ایک جز بیان کیا ہے۔کہ اصابع رجلین کا رخ قبلہ کی طرف ہونا چاہیئے۔

بَابٌ اِذَا لَمْ يُتِمَّ سُجُوْدَهٗ

ترجمہ۔ جب نمازی اپنے سجدہ کو پورا نہ کرے

حدیث (۷۶۷) حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ (الخ) عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهٗ رَاٰى رَجُلًا لَّا يُتِمُّ رُكُوْعَهٗ وَلَا سُجُوْدَهٗ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ قَالَ لَهٗ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ لَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا جو نہ رکوع پورا کرتا تھا اور نہ ہی سجدہ کو پورا ادا کرتا تھا۔ جب اس نے نماز پوری کر لی تو حضرت حذیفہؓ نے ان سے فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اور میرا گمان ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تو اس حالت میں مر گیا تو غیر سنت محمدؐ پر مرے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ عدم اتمام سجود میں اختلاف ہے۔ جو لوگ طمانیت کو فرض کہتے ہیں ان کے نزدیک نماز نہیں ہوتی اور جو واجب کہتے ہیں ان کے نزدیک واجب الاعادہ ہے۔ اور سب حضرات **علی غیر الفطرہ** ۔یا **غیر سنة محمدؐ** سے استدلال کرتے ہیں۔ چونکہ اس باب میں اختلاف وسیع تھا اس لئے امام بخاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا۔

بَابُ السُّجُوْدِ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ

ترجمہ۔ سات ہڈیوں پر سجدہ ہوتا ہے

حدیث (۷۶۸) حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اُمِرَ النَّبِيُّ ﷺ اَنْ يَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْضَاءٍ وَّلَا يَكُفَّ شَعْرًا وَّلَا ثَوْبًا الْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ ۔ الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور یہ کہ نہ بالوں کو روکے اور نہ کپڑے کو۔ وہ سات اعضاء یہ ہیں۔ پیشانی دو ہاتھ۔ دو گھٹنے۔ اور دو پاؤں۔

حدیث (۷۶۹) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اُمِرْنَا اَنْ نَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ وَّلَا نَكُفَّ شَعْرًا وَّلَا ثَوْبًا.....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ کہ نہ ہم بالوں کو روکیں اور نہ کپڑے کو۔

حدیث (۷۷۰) حَدَّثَنَا اٰدَمُ (الخ) حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍؓ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن یزید فرماتے ہیں کہ ہمیں براء بن عازب نے جو جھوٹے نہیں ہیں حدیث بیان کی کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب آپؐ سمع اللہ لمن حمدہ

لَمْ یَحْنِ اَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهٗ حَتّٰى یَضَعَ النَّبِیُّ ﷺ جَبْهَتَهٗ عَلَى الْاَرْضِ (الحدیث)....

کہتے تو ہم میں سے کوئی ایک بھی اس وقت تک پیٹھ نہیں جھکاتا تھا جب تک نبی اکرم ﷺ اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ لیتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ سبعة اعظم سے مراد دونوں پیر۔ دونوں ہاتھ۔ دونوں گھٹنے اور پیشانی ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اعضاء سبعہ پر سجدہ کرنا فرض ہے اور یہی حضرات حنابلہ کا ایک قول ہے۔ اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ صرف پیشانی پر سجدہ کرنا فرض ہے اس لئے کہ سجدہ کی حقیقت وضع الجبهة علی الارض ہے۔ اب احنافؒ پر اشکال یہ ہے کہ تم یہ کہتے ہو کہ اگر کوئی دونوں قدم سجدہ میں اٹھالے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر فرض نہیں تو فاسد کیوں کہتے ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر فساد کا ایک امر عارض کی وجہ سے آیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ استہزاء ہے۔ لہذا مفسد ہو گیا۔ وھو غیر کذوب علماء اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ صحابی کے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ محتاج تزکیہ نہیں ہیں بلکہ نیچے کے راوی کے متعلق ہے مگر میری رائے یہ ہے کہ اس میں کیا اشکال ہے کہ صحابی کے متعلق ہو مگر اس سے تزکیہ مقصود نہ ہو بلکہ مزید تقویت روایت اور اس کی تائید مقصود ہو۔

باب السُّجُوْدِ عَلَى الْاَنْفِ

ترجمہ۔ ناک پر سجدہ کرنا

حدیث (۷۷۱) حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَاَشَارَ بِیَدِهٖ عَلٰى اَنْفِهٖ وَالْیَدَیْنِ وَالرُّکْبَتَیْنِ وَاَطْرَافِ الْقَدَمَیْنِ وَلَا نَکْفِتَ الثِّیَابَ وَالشَّعَرَ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں۔ پیشانی پر اور اپنے دونوں ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اپنی ناک پر دونوں ہاتھوں دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں پر اور یہ کہ ہم کپڑے اور بالوں کو جمع نہ کریں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے تو کوئی حکم لگایا نہیں لہذا اب اس کی غرض کیا ہے بعض نے کہا کہ اس باب کی غرض اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ ناک کا حکم بھی زمین پر رکھنے میں پیشانی جیسا ہے۔ یہ امام اوزاعیؒ کا مسلک ہے۔ لیکن میرے نزدیک مصنفؒ کی غرض یہ ہے کہ سجدہ میں صرف ناک پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے کہ امام اعظمؒ کا مذہب ہے۔ البتہ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ عذر کی وجہ سے جائز ہے۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں انف پر اکتفا جائز نہیں۔ امام اعظمؒ کا استدلال باب کی اسی حدیث سے ہے جس میں ہے اشار بیدہ علی انفه تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انف جبهہ پیشانی میں داخل ہے۔ امام بخاریؒ کا خود اس حدیث کو اس باب میں ذکر کرنا ہمارے مسلک کی واضح دلیل ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ ہر ایک کی حقیقت مختلف ہے۔ دونوں ایک نہیں ہو سکتے۔ لیکن امام صاحب کا مسلک حدیث سے ثابت ہے۔

بَابُ السُّجُوْدِ عَلَى الْاَنْفِ فِي الطِّيْنِ

ترجمہ۔ مٹی اور کیچڑ میں ناک پر سجدہ کرنا

حدیث (۷۷۲) حَدَّثَنَا مُوْسٰى (الخ) عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ انْطَلَقْتُ اِلٰى اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ فَقُلْتُ اَلَا تَخْرُجُ بِنَا اِلَى النَّخْلِ نَتَحَدَّثُ فَخَرَجَ قَالَ قُلْتُ حَدِّثْنِيْ مَا سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ قَالَ اعْتَكَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ وَاعْتَكَفْنَا مَعَهٗ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِيْ تَطْلُبُ اَمَامَكَ فَاعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ وَاعْتَكَفْنَا مَعَهٗ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِيْ تَطْلُبُ اَمَامَكَ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ خَطِيْبًا صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ النَّبِيِّ فَلْيَرْجِعْ فَاِنِّيْ اُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَاِنِّيْ نُسِّيْتُهَا وَاِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فِيْ وِتْرٍ وَاِنِّيْ رَاَيْتُ كَاَنِّيْ اَسْجُدُ فِيْ طِيْنٍ وَّمَاءٍ وَّكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِيْدَ النَّخْلِ وَمَا نَرٰى فِي السَّمَاءِ شَيْئًا فَجَاءَتْ قَزَعَةٌ فَاُمْطِرْنَا فَصَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى رَاَيْتُ اَثَرَ الطِّيْنِ وَالْمَاءِ عَلٰى جَبْهَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَرْنَبَتِهٖ تَصْدِيْقَ رُؤْيَاهُ الحديث

ترجمہ۔ حضرت ابی سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی طرف چلا میں نے جاکر عرض کیا آپ ہمیں کھجور کے باغ کی طرف نہیں لے چلتے کہ وہاں باتیں کریں چنانچہ وہ باہر تشریف لائے تو میں نے کہا کہ آپ مجھے ایسی حدیث بیان کریں جو آپ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے لیلۃ القدر کے بارے میں سنی ہو۔ توانہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ رمضان شریف کی پہلی دہائی میں اعتکاف بیٹھے۔ ہم بھی آپؐ کے ہمراہ اعتکاف بیٹھے۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ جو چیز آپؐ تلاش کرتے ہیں وہ آپؐ کے آگے ہے۔ پھر آپؐ درمیانی دہائی اعتکاف بیٹھے ہم بھی آپؐ کے ساتھ اعتکاف بیٹھے تو جبرائیلؑ آپؐ کے پاس تشریف لائے فرمایا جس چیز کے آپؐ متلاشی ہیں وہ آگے ہے۔ تو آپؐ رمضان شریف کی بیس تاریخ کی صبح کو خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اعتکاف بیٹھ چکا ہے وہ واپس آئے کیونکہ مجھے لیلۃ القدر خواب میں دکھلائی گئی۔ اور پھر مجھے وہ بھلوادی گئی اور وہ تو آخری دہائی کی طاق راتوں میں ہے۔ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ گویا میں کیچڑ اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ اور حضور اکرم ﷺ کی مسجد کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی اور ہمیں اس وقت آسمان پر کوئی بادل وغیرہ نظر نہیں آرہا تھا۔ پس ایک ٹکڑا بادل کا آیا پس ہم پر بارش برسائی گئی۔ پس ہمیں جناب نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی حتیٰ کہ میں نے کیچڑ اور پانی کا نشان جناب رسول اللہ ﷺ کی پیشانی اور آپؐ کے ناک کے بانسے پر دیکھا۔ یہ آپؐ کے خواب کی تصدیق و تعبیر تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حدیث شریف میں مثلہ سے ممانعت آئی ہے اس لئے کہ اس میں تغییر خلق اللہ ہے جس پر نہی وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ آپؐ نے وشم اور وشر سے منع فرمایا۔ کیچڑ میں سجدہ کرنے سے چہرہ میں ایک قسم کی تبدیلی آجاتی ہے جس سے

مثلہ کا وہم ہو تا ہے۔اس لئے امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمائی کہ یہ سجو د فی الطین ۔ مثلہ کے افراد میں سے نہیں ہے یہ جائز ہے۔

چوتھا پارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَاب عَقْدِ الثِّيَابِ وَشَدِّهَا وَمَنْ ضَمَّ اِلَيْهِ ثَوْبَهُ اِذَا خَافَ اَنْ تَنْكَشِفَ عَوْرَتُهُ۔

ترجمہ۔باب نماز پڑھتے وقت کپڑوں کو گرہ دینا۔اور جب ننگ کھل جانے کا خطرہ ہو تو نمازی اپنے کپڑے سمیٹ لے۔

حدیث(۷۷۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ(الخ) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُمْ عَاقِدُوْا اُزْرِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ عَلٰى رِقَابِهِمْ فَقِيْلَ لِلنِّسَاءِ لَاتَرْفَعْنَ رُؤُسَكُنَّ حَتّٰى يَسْتَوِى الرِّجَالُ جُلُوْسًا .....

ترجمہ۔حضرت سھل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایسی حالت میں نماز پڑھ رہے تھے کہ وہ چھوٹے ہونے کی وجہ سے اپنی لنگیوں کو اپنی گردنوں پر باندھنے والے ہوتے تھے چنانچہ عورتوں سے کہا جاتا تھا کہ تم اسوقت تک اپنا سر سجدہ سے نہ اٹھاؤ جب تک مرد سیدھے ہو کر نہ بیٹھ جائیں تاکہ کہیں ان کی نگاہیں مردوں کے ننگ پر نہ پڑ جائیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ میں پہلے صفحہ ۵۶ پر ذکر کر چکا ہوں کہ یہ باب اور اس طرح لا یکف ثوبہ فی الصلوۃ ان کا ذکر ابوب السجود میں مناسب نہیں۔اسی طرح بازؤں کا ظاہر کرنا اور دوری رکھنا۔اور اس طرح ثم السجود وغیرہ کا ابو اب الثیاب میں ذکر کرنا بر محل نہیں ہے۔چنانچہ شراح نے قاطبۃً کہہ دیا کہ ایسا کاتبین کی غلطی سے ہوا ہے۔مگر میرے نزدیک امام بخاریؒ نے جان بوجھ کر ان ابواب کو ابواب السجو د میں ذکر کیا ہے۔اس لئے کہ ساجد کو جب ابداء ضبع اور تجافی کا حکم ہوا۔تو اس میں کشف عورت کا

خوف تھا۔ تو امام بخاریؒ نے یہ ابواب منعقد کر کے تنبیہ فرمادی کہ اگر ابداء اور تجافی کی صورت میں کشف عورت کا خوف ہو تو کپڑے کو گرہ لگادے۔ باندھ لے سمیٹ لے غرضیکہ کشف عورت کے خوف کے پیش نظر ابداء اور تجافی واجب نہیں ہے۔

باب لَا يَكُفُّ شَعَرًا

ترجمہ۔ نمازی بال نہ روکے

حدیث (۷۷۴) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ اُمِرَ النَّبِیُّ ﷺ اَنْ یَّسْجُدَ عَلٰی سَبْعَةِ اَعْظُمٍ وَّلَا یَكُفُّ شَعْرَةً وَّلَا ثَوْبَهٗ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپؐ سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اپنے بال نہ روکیں اور نہ ہی کپڑا روکیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بال بھی سجدہ کرتے ہیں۔ جیسے کہ دونوں ہاتھ سجدہ کرتے ہیں اس لئے کف ثیاب وکف شعر کی ممانعت کی گئی۔ پھر یہ کہ یہ نہی نماز کے ساتھ خاص ہے یا نہی عام ہے۔ علامہ داؤدی کے نزدیک کف ثیاب وشعر کی ممانعت نماز کے ساتھ مقید ہے۔ لہذا اگر نماز سے قبل کف ثیاب وشعر کرلے تو کوئی ممانعت نہیں۔ اور جمہور کے نزدیک اس حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے۔ لہذا نماز سے قبل بھی کف ثیاب وشعر نہ کرنا چاہئے۔

باب لَا يَكُفُّ ثَوْبَهٗ فِی الصَّلٰوةِ

ترجمہ۔ نماز کے اندر کپڑے کو بھی گرنے سے نہ روکے

حدیث (۷۷۵) حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰی سَبْعَةِ اَعْظُمٍ لَا اَكُفُّ شَعْرًا وَّلَا ثَوْبًا ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم ہوا اور یہ کہ نہ بالوں کو روکوں اور نہ کپڑے کو۔

باب التَّسْبِیْحِ وَالدُّعَاءِ فِی السُّجُوْدِ

ترجمہ۔ سجدہ میں سبحان الله کہنا اور دعا کرنا

حدیث (۷۷۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُكْثِرُ اَنْ یَّقُوْلَ فِیْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ یَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ . الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اکثر اپنے رکوع اور سجدہ میں سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفرلی یعنی تسبیح اور دعا دونوں کرتے تھے اور قرآن مجید سے استدلال کرتے تھے۔ فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حدیث میں وارد ہے اماالركوع فعظموا فیه الرب واماالسجود فاجتهدوا فی الدعاء

امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ تسبیح اور دعا کسی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ رکوع اور سجود دونوں میں دونوں کہہ سکتا ہے۔

باب الْمُكْثِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

ترجمہ۔ دو سجدوں کے درمیان ٹھہرنا

حدیث (۷۷۷) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ (الخ) عَنْ اَبِي قِلَابَةَ اَنَّ مَالِكَ ابْنَ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَذٰلِكَ فِيْ غَيْرِ حِيْنِ صَلٰوةٍ فَقَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَامَ هُنَيَّةً ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ هُنَيَّةً فَصَلّٰى صَلٰوةَ عَمْرِو ابْنِ سَلَمَةَ شَيْخِنَا هٰذَا قَالَ اَيُّوْبُ كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ اَرَهُمْ يَفْعَلُوْنَهٗ كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ فَاَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ فَاَقَمْنَا عِنْدَهٗ فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ اِلٰى اَهَالِيْكُمْ صَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا صَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ میں تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ بتلاؤں۔ اور یہ کسی نماز کے وقت میں نہیں تھا چنانچہ کھڑے ہوئے پھر رکوع کیا پھر تکبیر کہی بعد ازاں سر اٹھایا تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ پھر سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر اپنا سر اٹھایا پھر سجدہ میں چلے گئے۔ پھر تھوڑی دیر سر اٹھایا۔ اور ہمارے اس شیخ نے عمرو بن سلمہ کی نماز کی طرح نماز پڑھی ایوب راوی کہتے ہیں وہ شیخ چند ایسی باتیں کرتے تھے جو ہم نے صحابہ کرامؓ کو کرتے نہیں دیکھا چنانچہ وہ تیسری یا چوتھی رکعت میں بیٹھا کرتے تھے بہر حال ہم جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کچھ عرصہ آپؐ کے پاس رہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے گھر والوں کے پاس واپس جاؤ تو فلاں نماز فلاں وقت کے اندر ادا کرو۔ اور فلاں نماز فلاں وقت کے اندر ادا کرو پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ہر ایک اذان دے سکتا ہے البتہ امامت تم میں سے بڑی عمر کا کرائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ فصلے صلوۃ عمرو بن سلمۃ الخ حضرت ایوب سختیانی کبار تابعین میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جلسہ استراحۃ کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا اس سے معلوم ہوا کہ تابعین اور صحابہ کرامؓ عام طور پر جلسہ استراحۃ نہیں کرتے تھے۔ اور جو محل امام اعظم بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے ضعف کی وجہ سے جلسہ استراحۃ فرمایا۔ وہی عامہ تابعین اور صحابہ بیان کرتے ہیں۔ یہ احناف کی دلیل ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مکث بین السجدتین سے جلسہ مراد ہے۔ حنابلہ اس کی اطالت (لمبا کرنا) کے استحباب کے قائل ہیں شوافعؒ فرماتے ہیں کہ اگر اطالۃ بائنہ ہوئی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ یہ جلسہ مستحب ہے

كان يقعد في الثالثه والرابعه یہ بعض رواۃ کو شک ہے۔ اس قعود سے مراد جلسہ استراحت ہے جو تیسری رکعت کے بعد اور چوتھی رکعت سے پہلے ہوتا ہے۔ تو ثالثه سے مراد آخر ھا اور رابعھا سے مراد اولہا ہوگا۔

حديث(۷۷۸) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ (الخ)

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ اِنِّيْ لَا اٰلُوْا اَنْ اُصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ بِنَا قَالَ ثَابِتٌ كَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ اَرَكُمْ تَصْنَعُوْنَهٗ كَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامَ حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ . الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں کوتاہی نہیں کروں گا کہ میں تمہیں وہ نماز پڑھاؤں جو نماز میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو ہمیں پڑھاتے دیکھا۔ ثابتؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ ایسے کام کرتے تھے جو میں تم کو کرتے نہیں دیکھتا۔ وہ جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو یہاں تک کھڑے رہتے کہ کہنے والا کہتا کہ بھلا دیئے گئے اور سجدتین کے درمیان بھی بیٹھتے کہ کہنے والا کہتا بھول گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس روایت میں حضرت انسؓ کا یہ فعل نقل کیا گیا کہ جب وہ رفع رأس من السجده کرتے تو جلسہ کو اتنا طویل فرماتے کہ لوگ یہ سمجھتے کہ سجدہ کرنا بھول گئے اس سے حنابلہ نے طول مکث پر استدلال کر لیا لیکن جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ آگے جو لفظ نسی آیا ہے یہ دلیل ہے کہ یہ طول معروف نہیں تھا۔ ورنہ لوگ کیوں سمجھتے کہ ان کو نسیان ہو گیا۔

بَابُ لَا يَفْتَرِشُ ذِرَاعَيْهِ فِي السُّجُوْدِ۔

ترجمہ۔ سجدہ کی حالت میں اپنے دونوں بازوؤں کو فرش نہ بنائے بچھائے نہیں۔

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ سَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ وَوَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا.....

ترجمہ۔ حضرت ابو حمید فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے سجدہ کیا ہاتھوں کو ایسی حالت میں رکھا کہ نہ تو اس کو بچھانے والے تھے اور نہ ہی ان کو قبض کرنے والے تھے۔

حديث(۷۷۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (الخ)

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَلَا يَبْسُطْ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ..

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا سجدہ کی حالت میں اعتدال کرو۔ کہ تم سے کوئی ایک اپنے بازو کو ایسا نہ پھیلائے جیسے کتا پھیلاتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ افتراش طریق مسنون کے خلاف ہے اور ممکن ہے کہ اس باب میں جو حدیث وارد ہوئی ہے اس کی شرح کرنا مقصود ہو۔ چنانچہ حدیث میں ہے وضع یدیه کے معنی ہیں وضع کفیه کہ ہتھیلیاں رکھیں تو تنبیہ فرمائی کہ یدین سے مراد ذراعین ہیں۔

باب مَنِ اسْتَوٰى قَاعِداً فِي وِتْرٍ مِّنْ صَلٰوتِهٖ ثُمَّ نَهَضَ ۔

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو اپنی نماز کی طاق رکعتوں میں سیدھا ہو کے بیٹھے اور پھر اٹھے یعنی جلسہ استراحۃ کرے

حدیث (۷۸۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الخ

عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَؒ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ اللَّيْثِيُّ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ فَاِذَا كَانَ فِيْ وِتْرٍ مِّنْ صَلٰوتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِداً. الحدیث

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا جب اپنی نماز کی طاق رکعت میں ہوتے تھے تو اس وقت تک نہیں اٹھتے تھے جب تک سیدھے ہو کر نہیں بیٹھ جاتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اس باب سے جلسہ استراحۃ کو ثابت فرما رہے ہیں۔ شوافع کے نزدیک جلسہ استراحۃ مسنون ہے جمہور کے نزدیک خلاف اولی ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ سے علی صدور قدمیه سجدہ سے اٹھنا کثرت سے ثابت ہے شوافع کا استدلال حدیث الباب سے ہے نیز شوافعؒ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا آخری فعل ہے۔ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو آخری عمر میں ضعف ہو گیا تھا۔ اور بدن میں بھاری پن پیدا ہو گیا تھا اس لئے آپؐ جلسہ استراحۃ فرماتے تھے۔ خود امام بخاریؒ نے باب کے اندر من استوی کے لفظ سے اس طرح اشارہ کر دیا کہ ان کی رائے اس کے موافق نہیں ہے۔ اور حالت کبر پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جس میں ہے کہ لا تبادرونی فانی قد بدنت میرے سے جلدی نہ کیا کرو کیونکہ میں بھاری ہو گیا ہوں۔

باب كَيْفَ يَعْتَمِدُ عَلَى الْاَرْضِ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَةِ ۔

ترجمہ۔ جب رکعت سے اٹھے تو زمین پر کیسے سہارا لے

حدیث (۷۸۱) حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ الخ

عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ قَالَ جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فَصَلّٰى بِنَا فِيْ مَسْجِدِنَا هٰذَا فَقَالَ اِنِّيْ لَاُصَلِّيْ بِكُمْ

ترجمہ۔ حضرت ابی قلابہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمیں ہماری اس مسجد میں نماز پڑھائی اور فرمایا تمہیں ضرور نماز پڑھاؤں گا۔ میرا ارادہ نماز پڑھنے کا نہیں۔ میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں کہ میں نے

وَمَا اُرِیْدُ الصَّلٰوۃَ لٰکِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُرِیَکُمْ کَیْفَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یُصَلِّیْ قَالَ اَیُّوْبُ فَقُلْتُ لِاَبِیْ قِلَابَۃَ وَکَیْفَ کَانَتْ صَلٰوتُہٗ قَالَ مِثْلَ صَلٰوۃِ شَیْخِنَا ھٰذَا یَعْنِیْ عَمْرَو بْنَ سَلِمَۃَ قَالَ اَیُّوْبُ کَانَ ذٰلِکَ الشَّیْخُ یُتِمُّ التَّکْبِیْرَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ عَنِ السَّجْدَۃِ الثَّانِیَۃِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَی الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ. الحدیث

جناب رسول اللہ ﷺ کو کیسے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ میں نے ابو قلابہؓ سے پوچھا کہ وہ نماز کیسے تھی۔ فرمایا کہ ہمارے اس شیخ عمرو بن سلمہ کی نماز کی طرح تھی۔ ایوب فرماتے ہیں کہ وہ شیخ تکبیر پوری کرتے اور جب اپنا سر دوسرے سجدہ سے اٹھاتے تو بیٹھ جاتے۔ اور زمین پر سہارا لے کر پھر کھڑے ہوتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے تیس باب لفظ کیف سے باندھے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ مگر روایت میں کہیں کیفیت کا ذکر نہیں ہے۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ جلس واعتمد علی الارض ثم قام سے کیفیت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ صورت یہ ہوتی تھی کہ اولا قعود فرماتے تھے۔ پھر اعتماد علی الارض ہوتا تھا۔ پھر قیام ہوتا تھا۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ مقصود اثبات کیفیت نہیں ہے۔ بلکہ یہاں کیف۔ استفھامیہ ہے اور سوال کے لئے ہے۔ چونکہ یہاں اختلاف ہے۔ لہٰذا کیف سے باب باندھ دیا۔ شوافع اس کے قائل ہیں اور کیفیت میں اختلاف کرتے ہیں قال بعضھم یعتمد باسطا کفیہ قیل قابضا معتمدا علی کفیہ بعض نے کہا کہ ہتھیلیاں پھیلا کر سہارا لے۔ بعض نے کہا ہتھیلیاں بند کر کے سہارا لے جیسے آٹا گوندھنے والا کرتا ہے۔

بَابُ یُکَبِّرُ وَھُوَ یَنْھَضُ مِنَ السَّجْدَتَیْنِ وَکَانَ ابْنُ الزُّبَیْرِؓ یُکَبِّرُ فِیْ نَھْضَتِہٖ۔

ترجمہ۔ سجدتین سے اٹھتے ہوئے تکبیر کہے اور ابن الزبیرؓ اپنی اٹھتی حالت میں تکبیر کہتے تھے۔

حدیث (۷۸۲) حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ صَالِحٍ الخ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰی لَنَا اَبُوْ سَعِیْدٍ فَجَھَرَ بِالتَّکْبِیْرِ حِیْنَ رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ السُّجُوْدِ وَحِیْنَ سَجَدَ وَحِیْنَ رَفَعَ وَحِیْنَ قَامَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ وَقَالَ ھٰکَذَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ ...

ترجمہ۔ حضرت سعید بن الحارث فرماتے ہیں کہ حضرت ابو سعیدؓ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ پس بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے جب سجدہ سے سر اٹھاتے تھے۔ اسی طرح جب سجدہ کرتے۔ اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے۔ اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے۔ اور فرمایا میں نے اسی طرح جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا۔

حدیث (۷۸۳) حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ صَلَّیْتُ اَنَا وَعِمْرَانُ ابْنُ الْحُصَیْنِ

ترجمہ۔ حضرت مطرف فرماتے ہیں کہ میں نے اور عمران بن حصینؓ نے ایک نماز حضرت علی بن ابی طالب کے پیچھے

صلوٰۃً خلفَ عليّ بن أبي طالب رضيَ اللّٰهُ عنهُ فكانَ إذا سَجَدَ كبّرَ وإذا رفعَ كبّرَ وإذا نهضَ من الرّكعتين كبّرَ فلمّا سلّمَ أخذَ عمرانُ بيدي فقالَ لقد صلّى بنا هٰذا صلوٰةَ محمّدٍ ﷺ أو قالَ لقد ذكّرني هٰذا صلوٰةَ محمّدٍ ﷺ ..الحديث...

پڑھی جب وہ سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو بھی تکبیر کہتے جب انہوں نے سلام پھیرا تو حضرت عمران نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اس نے ہمیں محمد ﷺ والی نماز پڑھائی ہے۔ یا جناب محمد ﷺ کی نماز یاد دلادی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس سے پہلے صفحہ ۱۰۸ پر ایک باب گزرا ہے باب اذا قام من السجود وہاں میں نے یہ کہا تھا کہ دونوں میں بظاہر لفظی فرق ہے ورنہ معنی ایک ہیں لہذا تکرار ہو گیا۔ اور اس میں کلام باب یکبر وهو ینهض من السجد تین میں آئے گا تو اب سنو! کہ وہاں تو غرض اثبات تکبیر وقت النهوض من السجود بیان کرنی تھی روایۃ ابی داؤد۔ اور یہاں دو رکعت کے بعد تکبیر ہوتی ہے اس کا مقام بیان کرنا ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ وہ تکبیر کب ہو گی۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ حدیث پاک میں الصلوة مثنى مثنى وارد ہے۔ لہذا ہر شفعہ مستقل صلوۃ ہو گی تو جیسے ابتداء میں تکبیر تحریمہ ہوتی ہے اسی طرح یہاں بھی تکبیر تحریمہ ہو گی اور یہ تکبیر تکبیر قیام ہے اور جمہور کے نزدیک یہ تکبیر تکبیر انتقال ہے۔ لہذا اٹھنے کے ساتھ ساتھ ہو گی۔ امام بخاری یکبر وینهض فرما کر جمہور کی تائید کرتے ہیں اور مالکیہ پر رد فرماتے ہیں۔

باب سُنّةِ الجلوسِ في التّشهّدِ

وكانتْ أمُّ الدّرداءِ تجلسُ في صلوٰتها جلسةَ الرّجلِ وكانتْ فقيهةً۔

ترجمہ۔ التحیات میں بیٹھنے کا کیا طریقہ ہے حضرت ام الدرداءؓ اپنی نماز میں مردوں کی بیٹھک کی طرح بیٹھتی تھیں اور وہ سمجھدار تھیں۔

حدیث(۷۸۴) حدّثنا عبدُاللّٰهِ بنُ مسلمةَ عن عبدِاللّٰهِ بنِ عبدِ اللّٰهِ أنّهُ أخبرهُ أنّهُ كانَ يرى عبدَاللّٰهِ بنَ عمرَ يتربّعُ في الصّلوٰةِ إذا جلسَ ففعلتُهُ وأنا يومئذٍ حديثُ السّنِّ فنهاني عبدُاللّٰهِ بنُ عمرَؓ وقالَ إنّما سُنّةُ الصّلوٰةِ أن تنصبَ رجلكَ اليمنى وتثني اليسرى فقلتُ إنّكَ تفعلُ ذٰلكَ فقالَ إنّ رجلايَ لا تحملاني۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عبداللہ نے اپنے باپ عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ جب وہ بیٹھتے ہیں تو چوکڑی مار کر بیٹھتے ہیں۔ چونکہ میں ان دنوں نوجوان نو عمر تھا میں نے بھی ایسا کیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مجھے منع کر دیا۔ فرمایا نماز کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا کرو اور بائیں پاؤں کو موڑ کر اس پر بیٹھ جاؤ۔ میں نے کہا آپ تو ایسا کرتے ہیں جس سے مجھے روکا۔ فرمایا میرے پاؤں مجھے نہیں اٹھا سکتے۔

حدیث(۷۸۵)حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ الخ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ اَنَّهٗ کَانَ جَالِسًا مَّعَ نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ فَذَکَرْنَا صَلٰوۃَ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ اَبُوْ حُمَیْدٍ نِ السَّاعِدِیُّ اَنَا کُنْتُ اَحْفَظَکُمْ لِصَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ رَاَیْتُہٗ اِذَا کَبَّرَ جَعَلَ یَدَیْہِ حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ وَاِذَا رَکَعَ اَمْکَنَ یَدَیْہِ مِنْ رُّکْبَتَیْہِ ثُمَّ ھَصَرَ ظَہْرَہٗ فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ اسْتَوٰی حَتّٰی یَعُوْدَ کُلُّ فَقَارٍ مَّکَانَہٗ وَاِذَا سَجَدَ وَضَعَ یَدَیْہِ غَیْرَ مُفْتَرِشٍ وَّلَا قَابِضِہِمَا وَّاسْتَقْبَلَ بِاَطْرَافِ اَصَابِعِ رِجْلَیْہِ الْقِبْلَۃَ فَاِذَا جَلَسَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ جَلَسَ عَلٰی رِجْلِہِ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ الْیُمْنٰی فَاِذَا جَلَسَ فِی الرَّکْعَۃِ الْاٰخِرَۃِ قَدَّمَ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ الْاُخْرٰی وَقَعَدَ عَلٰی مَقْعَدَتِہٖ .الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت محمد بن عمر بن عطاءؒ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کی نماز کا تذکرہ کیا تو ابو حمید ساعدیؓ نے کہا کہ میں تم سے سب سے زیادہ جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز کو یاد رکھنے والا ہوں چنانچہ میں نے آپؐ کو دیکھا جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں کندھوں کے برابر لے جاتے۔ اور جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے دونوں گھٹنے پکڑ لیتے پھر اپنی پیٹھ جھکاتے۔ جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ یہاں تک کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آجاتا اور جب سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اس طرح رکھتے کہ نہ تو ان کو بچھانے والے ہوتے اور نہ ہی پیڈ کرنے والے۔ اور اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کے کناروں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرتے تھے۔ جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھنے کا ارادہ کرتے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھ جاتے۔ اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر لیتے۔ اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پاؤں کو آگے کر لیتے۔ اور دوسرے کو کھڑا کر دیتے۔ اور پھر اپنی مقعد پر بیٹھ جاتے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ احناف کے یہاں مشہور یہ ہے کہ مرد کے لئے تشہد میں افتراش مسنون ہے۔ عورت کیلئے تورک ہے۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ سب کے لئے افتراش ہے۔ چنانچہ حضرت ام الدرداءؓ افتراش کرتی تھیں۔ اور وہ فقیہ تھیں۔ لہذا ان کا فعل حجت ہوگا۔ مگر شوافعؒ پر جو کہ ھم رجال ونحن الرجال کہتے ہیں اس اثر سے استدلال نہیں کر سکتے دوسرے یہ کہ یہ حکم مدرک بالقیاس ہے کیونکہ عموماً رجال اور نسا کے احکام مشترک ہوتے ہیں۔ چنانچہ ام الدرداءؓ نے سمجھا کہ جیسے مردوں کے لئے افتراش ہے ایسے عورتوں کے لئے بھی افتراش ہوگا۔ تو یہ قیاسی چیز ہوئی۔ مگر احنافؒ کا مستدل مصنف ابن شیبہ کی راویات ہیں۔ جن میں ہے کہ عورت کیلئے تورک ہے کیونکہ اس میں تستر (پردہ کرنا) ہوتا ہے۔ البتہ احنافؒ کی ایک جماعت عورت کیلئے بھی افتراش کی قائل ہے۔ لیکن تورک اور افتراش میں یہ اختلاف جواز میں نہیں۔ اولویۃ اور عدم اولویۃ میں ہے جائز دونوں ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ تشہد میں بیٹھنے کا کیا طریقہ ہے۔ اس میں دو طرح کی روایات ہیں۔ ایک ابن عمرؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سنة الصلوة الخ ۔ اور دوسری ابو حمید ساعدیؓ کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں رایت النبی ﷺ جلس متورکا ۔ اوّل قولی حدیث ہے اس لئے کہ صحابی کا قول ہے۔ اور صحابی کا من السنة کہنا حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ لہذا حدیث مرفوع ہوئی۔ اور ابو حمید ساعدیؓ والی روایت فعلی ہے۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ جب ابن عمرؓ نے اپنے صاحبزادے کو متربعاً (چارزانوں) بیٹھے دیکھا تو انہیں روکا اور مسنون طریقہ بتلایا۔ اور اپنے چارزانوں بیٹھنے کی وجہ ظاہر فرمائی۔ تو معلوم ہوا کہ چارزانوں عذر کی وجہ سے بیٹھتے تھے۔ اس طرح ہم کہتے ہیں کہ قعود متورکا بھی عذر کی وجہ سے تھا۔ اور جو تورک مالکیہؒ نے اختیار فرمایا ہے وہ کسی اور مرجح کے پیش نظر ترجیح دی گئی ہوگی ورنہ بظاہر تو عمل اہل مدینہ نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عمرؓ مدنی ہیں۔ وہ خود ہی ارشاد فرما رہے ہیں سنة الصلوة هكذا تو اصل اختلاف فيما بين الاحناف والموالك ہے۔ کہ احناف تو قعود علے الرجل اليسرى کے قائل ہیں اور مالکیہ تورک کے قائل ہیں۔ حضرات شافعیہؒ اور حنابلہ جمع بین الروایات فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت تشہد اوّل پر محمول ہے۔ اور حضرت ابو حمید ساعدیؓ والی روایت تشہد اخیر پر محمول ہے۔ لیکن ایک فرق ہو گیا وہ یہ ہے کہ دونوں میں اختلاف ہو گیا کہ تورك فی الاخیرہ کی علت کیا ہے؟ حضرت امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ تشہد اوّل اور ثانی میں فرق کرنا ہے۔ لكی لا تشبه علے الناظر اور حضرات شافعیہؒ فرماتے ہیں کہ تورک کی علت تخفیف ہے چونکہ تشہد اوّل قصیر ہوتا ہے اسلئے اس میں تو ضرورت نہیں اور تشہد ثانی طویل ہوتا ہے۔ اس لئے شریعت مطہرہ نے تخفیف فرمائی کہ متورکا بیٹھ جایا کرے۔ اب چونکہ علت میں اختلاف ہو گیا۔ امام احمدؒ کے یہاں تفریق ہے اور شافعیہ کے یہاں طول القعود ہے لہذا امام احمدؒ کے یہاں جن نمازوں میں دو تشہد ہیں وہاں تو تورک ہوگا۔ کیونکہ تفریق کی ضرورت اسی میں ہے جیسے صلوٰۃ الظهر والعصر والعشاء اور جہاں دو تشہد نہ ہوں جیسے صلوٰۃ فجر اور صلوٰۃ جمعہ وہاں تورک نہ ہوگا۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک چونکہ علت طول قعود ہے اس لئے ہمیشہ قعدہ اخیر میں تورک ہوگا۔ کیونکہ اسی میں طول ہوتا ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے دونوں طرح کی روایات ذکر فرمادیں اور کوئی حکم نہیں لگایا کیونکہ مسئلہ میں اختلاف قوی ہے اور روایات دونوں ایک سی قوی ہیں۔ فاذا رفع رأسه استوىٰ الخ بعض اہل حدیث کا طریق یہ تھا کہ جب وہ رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کرتے تو ہاتھوں کو اسی طرح اٹھائے ہوئے سجدہ میں چلے جاتے۔ اور یوں کہتے کہ رفع اليدين وقت الرفع من الركوع تو ثابت ہے۔ اور ہاتھوں کا ارسال بعد الرفع حدیث میں کہیں نہیں ہے۔ اس لئے چاہیئے لیکن میں اس جملہ سے ارسال ید بعد الرفع پر اس طرح استدلال کرتا ہوں کہ حتى يعود كل فقار مكانه اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ ارسال ید کیا جائے۔

باب مَنْ لَّمْ يَرَ التَّشَهُّدَ الْاَوَّلَ وَاجِبًا لِاَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَرْجِعْ۔

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو پہلے تشہد کو واجب نہیں سمجھتا کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ دو رکعتوں پر کھڑے ہو گئے واپس نہیں آئے۔

حدیث(۷۸۶) حَدَّثَنَا اَبُوْ الْیَمَانِ الخ اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ بُحَیْنَۃَ قَالَ وَھُوَ مِنْ اَزْدِ شُنُوْءَۃَ وَھُوَ حَلِیْفٌ لِّبَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ وَّکَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی بِھِمُ الظُّھْرَ فَقَامَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ لَمْ یَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَہٗ حَتّٰی اِذَا قَضَی الصَّلٰوۃَ وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِیْمَہٗ کَبَّرَ وَھُوَ جَالِسٌ فَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یُّسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ. الحدیث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن بحینہ جو قبیلہ ازدشنوأۃ سے تھے اور بنو عبد مناف کے حلیف تھے اور اصحاب نبی اکرم ﷺ میں سے تھے۔وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کو ظہر کی نماز پڑھائی تو پہلی دو رکعتوں میں کھڑے ہو گئے بیٹھے نہیں۔ پس آپؐ کھڑے ہو گئے تو لوگ بھی آپؐ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب آپؐ نے نماز پوری کر لی اور لوگ سلام پھیرنے کے انتظار میں تھے کہ آپؐ نے بیٹھے بیٹھے تکبیر کہی۔ پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ہر دو تشہد کا کیا حکم ہے۔احنافؒ کے نزدیک قراۃ التشھد فی القعدتین (دو بیٹھکیں)واجب ہے اور مالکیہؒ کے یہاں سنت ہے اور شافعیہؒ کے یہاں اوّل قعدہ میں سنت ہے۔اور ثانی میں واجب ہے۔اور اس وجوب سے ہمارا وجوب مراد نہیں بلکہ فرض کے معنے میں ہے اور حنابلہ کے یہاں اوّل میں واجب اور ثانی میں رکن ہے۔ حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں من لم یر التشھد الا ول واجبا اور واجب سے ان کی مراد وہی فرض تو نہیں لیکن واجب ضرور ہے کیونکہ اگرچہ آپؐ واپس نہیں آئے لیکن سجدہ سہو سے اس کی تلافی کر دی۔

باب التَّشَھُّدِ فِی الْاُوْلٰی

ترجمہ۔پہلے قعدہ میں تشہد کیسا ہے

حدیث(۷۸۷) حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ مَالِکِ ابْنِ بُحَیْنَۃَ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ الظُّھْرَ فَقَامَ وَعَلَیْہِ جُلُوْسٌ فَلَمَّا کَانَ فِیْ اٰخِرِ صَلٰوتِہٖ سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ وَھُوَ جَالِسٌ ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ ابن مالک ابن بجینہؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ آپؐ کھڑے ہو گئے حالانکہ آپؐ پر بیٹھنا تھا۔جب آخر نماز میں ہوئے تو بیٹھے بیٹھے دو سجدے کئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اتنا تو باب سابق سے معلوم ہو گیا کہ تشہد قعدہ اولیٰ واجب نہیں ہے۔یہ واجب نہ ہونا عام ہے اس بات کو کہ مستحب بھی نہ ہو۔بلکہ مشروع ہی نہ ہو۔اس لئے امام بخاریؒ نے تنبیہ فرما دی کہ واجب و فرض تو نہیں ہے البتہ لازم ہے۔ کیونکہ اگر لازم نہ ہوتا تو سجدہ سہو کیوں فرماتے۔احناف بھی یہی کہتے ہیں۔

باب التَّشَهُّدِ فِی الْاٰخِرَۃِ

ترجمہ۔ آخری قعدہ کا تشہد کیسا ہے

حدیث (۷۸۸) حَدَّثَنَا اَبُو نُعَیمٍ (الخ) قَالَ عَبْدُاللّٰہِ کُنَّا اِذَا صَلَّیْنَا خَلْفَ النَّبِیِّ ﷺ قُلْنَا السَّلَامُ عَلٰی جِبْرِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ السَّلَامُ عَلٰی فُلَانٍ وَّفُلَانٍ فَالْتَفَتَ اِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّلَامُ فَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَقُلِ التَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ فَاِنَّکُمْ اِذَا قُلْتُمُوْھَا اَصَابَتْ کُلَّ عَبْدٍ لِلّٰہِ صَالِحٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ہم کہتے تھے سلام علے جبرائیل ومیکائیل السلام علے فلان وفلان جناب رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ سلام تو اللہ کا نام ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو تشہد کے یہ کلمات کہے۔ التحیات الخ تمام قولی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ اے اللہ کے نبی آپؐ پر سلامتی رحمت اور برکت نازل ہو ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلامتی ہو۔ جب تم نے یہ کلمات کہہ دیئے جو اللہ کا نیک بندہ آسمان یا زمین میں ہوگا۔ اس تک یہ دعائیہ کلمات پہنچیں گے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ روایت مختصر ہے جس کی وجہ سے معنی سمجھنے میں دشواری پیش آرہی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ التحیات میں السلام علی اللہ والسلام علے جبرائیل وغیرہ کہا کرتے تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے کہ سلام تحیہ ہے حالانکہ یہ دعا تھی اس لئے آپؐ نے فرمایا ان اللہ ھو السلام اس پر سلامتی بھیجنے کے کیا معنی ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ تشہد اول اور ثانی میں جمہور کے نزدیک فرق ہے۔ اس لئے تنبیہ کے لئے دو باب مستقل باندھ دیئے۔ مصنفؒ نے جو تشہد اور التحیات ذکر فرمائی ہے۔ یہ تشہد ابن مسعود کہلاتی ہے۔ احنافؒ کے نزدیک یہی اولیٰ ہے۔ حنابلہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ مالکیہؒ کے نزدیک ابن عمرؓ کا تشہد اور شافعیہ کے نزدیک ابن عباسؓ کا تشہد اولیٰ ہے۔

باب الدُّعَآءِ قَبْلَ السَّلَامِ

ترجمہ۔ سلام پھیرنے سے پہلے کی دعائیں

حدیث (۷۸۹) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ (الخ) عَنْ عَائِشَۃَؓ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ خبر دیتی ہیں کہ جناب

زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ یَدْعُوْ فِی الصَّلٰوۃِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ فَقَالَ لَهٗ قَائِلٌ مَّا اَکْثَرَ مَا تَسْتَعِیْذُ مِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَکَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ سَمِعْتُ خَلْفَ بْنَ عَامِرٍ یَّقُوْلُ فِی الْمَسِیْحِ وَالْمَسِّیْحِ لَیْسَ بَیْنَهُمَا فَرْقٌ وَّهُمَا وَاحِدٌ اَحَدُ هُمَا عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ وَالْاٰخَرُ الدَّجَّالُ وَعَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَسْتَعِیْذُ فِیْ صَلٰوتِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ .الحدیث..

رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اللہ کے ساتھ میں پناہ پکڑتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے۔ اور تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے اور تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں گناہ اور قرضے کے بواعث سے۔ کسی کہنے والے نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ آپؐ اکثر قرضہ سے پناہ مانگتے ہیں۔ فرمایا جب آدمی مقروض ہو جاتا ہے تو جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ خلف بن عامر نے مسیح کے بارے میں فرمایا کہ دونوں مسیحوں کے درمیان کوئی فرق نہیں دونوں ایک ہیں ایک عیسی علیہ السلام دوسرا دجال اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا کہ وہ اپنی نماز میں فتنۂ دجال سے پناہ مانگتے تھے۔

حدیث (۷۹۰) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ (الخ) عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ اَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلِّمْنِیْ دُعَآءً اَدْعُوْا بِهٖ فِیْ صَلٰوتِیْ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ.. الحدیث..

ترجمہ۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی مجھے ایسی دعا سکھلائیں جو میں نماز میں مانگا کروں فرمایا کہو اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت سے ظلم کئے ہیں اور گناہوں کو تیرے سوا کوئی نہیں بخشتا اپنے پاس سے میری بخشش فرما۔ اور مجھ پر رحم فرما اس لئے کہ آپ ہی تو بخشنے والے اور نہایت مہربان ہیں

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اس کی غرض میں اختلاف ہے۔ بعض اکابر کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض محل دعا کو بیان کرنا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو دعائیں حضور اقدس ﷺ سے منقول ہیں ان کو آپؐ قبل السلام پڑھتے تھے اور بعض دوسرے حضرات کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ شروع صلوٰۃ سے لے کر قبل السلام تک سب محل دعا ہے۔ وعد اخلف اگر ایفاء کے ارادہ سے

وعدہ کرے اور پھر وہ کسی عذر کی وجہ سے پورا نہ کر سکے تو یہ وعدہ خلافی نہیں کہلائے گی بلکہ وعدہ خلافی یہ ہے کہ ایفا کا ارادہ ہی نہ ہو۔ **سمعت خلف بن عامر يقول في المسيح** مسیح کا اطلاق دجال اور حضرت عیسیٰؑ دونوں پر ہوتا ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ دونوں میں کوئی لفظی فرق ہے یا نہیں۔ ابوداؤد کی رائے ہے کہ دجال کو مسیح **بكسر الميم وتشديد السين** کہتے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کو مسیح **بفتح الميم وكسر السين** کہتے ہیں امام بخاریؒ نے خلف بن عامر سے نقل کر کے بتلادیا کہ دونوں ایک دوسرے پر بولے جاتے ہیں کوئی فرق نہیں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس لئے بولا جاتا ہے کہ وہ مریضوں کو مسح کرتے تھے۔ جس سے وہ اچھے ہو جاتے تھے اور دجال کو اسلئے کہتے ہیں کہ وہ **ممسوح العين** تھا (جس کی ایک آنکھ مسخ ہو گئی) **مغفرة من عندك اے من غير استحقاق** سنی جاتی **لااستحق المغفرة مع العصيان لجنابك** یعنی بغیر استحقاق کے تیری بخشش چاہتا ہوں۔ مستحق اسلئے نہیں ہوں کہ آپ کی معصیت کر کے پھر مغفرت کا حق کیسے پہنچ سکتا ہے۔ **انی ظلمت نفسی** یہ دعا حضور اکرم ﷺ نے خاص طور سے حضرت صدیق اکبرؓ کو بتلائی اس لئے اکثر علما اسی کو اختیار کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ **انی ظلمت نفسی** یہاں اشکال ہے کہ ظلم کے معنی تو **تصرف فی ملك الغير** کے ہیں۔ تو اپنے نفس پر ظلم کیسے ہوگا۔ کہا جائے گا کہ انسان اپنے آپ کا مالک ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ بنا بریں خودکشی پر مؤاخذہ کیا جائے گا۔ تو جب اعمال سیئہ کی وجہ سے اسی کو جہنم میں پیش کیا جائے گا تو یہ اسی نفس پر ظلم ہوا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ معنی **وضع الشیٔ فی غیر محله** کے ہیں۔ تو اب مقصد یہ ہے کہ اپنے نفس کو نجات دلائے اور اسے غیر محل میں استعمال نہ کرے۔ **فاغفرلی مغفرة من عندك** تحصیل حاصل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ **مغفرت من عندك** کے معنی ہیں **مغفرت يليق بشانك** اور دوسرا جواب یہ ہے کہ مغفرت **بلا استحقاق منی** کے معنی ہیں۔

باب مَا يُتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ بَعْدَ التَّشَهُّدِ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ

ترجمہ۔ التحیات کے بعد جو مرضی آئے دعاء اختیار کرے لیکن یہ واجب نہیں ہے

حدیث (۷۹۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كُنَّا اِذَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الصَّلٰوةِ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ عِبَادِهِ اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَّ فُلَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَقُوْلُوا السَّلَامَ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ نماز میں ہوتے تھے تو ہم کہتے تھے **السلام على الله من عباده السلام على فلان و فلان** تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا **السلام على الله** نہ کہا کرو اللہ تعالیٰ تو خود ہی سلام ہے بلکہ یوں کہو **التحيات الخ** جب تم یہ کلمات کہو گے تو اللہ کا جو نیک بندہ آسمان یا آسمان اور

وَالصَّلٰوتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَاِنَّكُمْ اِذَا قُلْتُمْ ذٰلِكَ اَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ فِي السَّمَاءِ اَوْبَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ لْيَتَخَيَّرْ مِنَ الدُّعَاءِ اَعْجَبَهٗ اِلَيْهِ فَيَدْعُوْا . الحديث

زمین کے درمیان ہے اس کو یہ دعا پہنچے گی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر دعاؤں میں سے جو دعا اس کو پسندیدہ ہو اسے اختیار کر کے دعا مانگے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ چونکہ حدیث میں وارد ہے کہ تم میں سے کوئی التحیات پڑھے تو چار چیزوں سے ضرور پناہ پکڑے اس لئے بعض حنابلہ بعد الصلوۃ تعوذ من اربع کے وجوب کے قائل ہیں امام بخاریؒ ان پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تعوذ من اربع واجب نہیں ہے بلکہ جو دعا چاہے اختیار کرے واجب کوئی چیز نہیں ہے۔ جاننا چاہیئے کہ امام بخاریؒ نے صلوۃ علی النبی کا کوئی ترجمہ منعقد نہیں فرمایا۔ حالانکہ روایات کثرت سے اس پر دال ہیں اس لئے امام بخاریؒ نے خود کتاب الدعوات میں نماز کا درود ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے علماء نے استنباط فرمایا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک درود شریف نماز میں فرض نہیں دراصل مسئلہ اختلافیہ ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے اور بقیہ حضرات کے نزدیک سنت ہے۔ شافعیہؒ کہتے ہیں کہ صلوا علیه وسلموا تسلیما کا حکم صلوۃ ہی میں ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ آیت مبارکہ میں نماز کا کوئی ذکر نہیں۔ پھر جمہور کے نزدیک عمر میں ایک مرتبہ درود شریف آیت کے حکم کی وجہ سے فرض ہے۔ پھر اس کے بعد حنفیہ میں اختلاف ہے۔ کرخیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار ایک مجلس میں واجب ہے اور پھر مستحب۔ اور امام طحاویؒ کی رائے ہے کہ جب بھی ذکر شریف آئے درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ ان وعیدوں کی وجہ سے جو تارک درود پر وارد ہیں۔

بَاب مَنْ لَّمْ يَمْسَحْ جَبْهَتَهٗ وَاَنْفَهٗ حَتّٰى صَلّٰى ۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ رَاَيْتُ الْحُمَيْدِيَّ يَحْتَجُّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْ لَّا يُمْسَحَ الْجَبْهَةَ فِي الصَّلٰوةِ ----

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو جب تک نماز نہ پڑھ لے اپنی پیشانی اور ناک کو نہ پونچھے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حمیدی کو دیکھا وہ اس حدیث سے حجت قائم کرتے تھے کہ نماز میں پیشانی کو نہ پونچھے۔

حدیث (۷۹۲) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ فَقَالَ

ترجمہ ۔ حضرت ابو سلمہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَسْجُدُ فِی الْمَاءِ وَالطِّیْنِ حَتّٰی رَاَیْتُ اَثَرَ الطِّیْنِ فِیْ جَبْهَتِهٖ . الحدیث....

جناب رسول اللہ ﷺ کو پانی اور کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ یہاں تک کہ میں نے لگاگارے کا نشان آپ کی پیشانی میں دیکھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ آثار عبادت کو باقی رکھنا جمہور اسے پسند فرماتے ہیں اور ان کو زائل کرنا خلاف اولیٰ قرار دیتے ہیں کیونکہ باری تعالیٰ اس اثر کو پسند فرماتے ہیں جو نماز کی وجہ سے گٹھا وغیرہ پڑ جاتا ہے۔ سیما ھم فی وجوھھم من اثر السجود اور آپؐ نے بھی کبھی اثر عبادت کو زائل نہیں کیا۔ چنانچہ روایت باب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اثر عبادت کو زائل نہیں کیا۔ حمیدی نے بھی اسی سے استدلال کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میں بتلا چکا ہوں کہ چونکہ چہرہ وغیرہ پر مٹی لگ جانا بظاہر مثلہ ہے تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ اگر پیشانی پر مٹی لگ جائے تو یہ مثلہ نہیں ہے۔ اور اس کو اگر بعد الصلوۃ زائل نہ کرے تو یہ ریا اور نمود نہیں ہے۔

باب التَّسْلِیْمِ

ترجمہ۔ سلام پھیرنا

حدیث (۷۹۳) حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ (الخ) اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَآءُ حِیْنَ یَقْضِیْ تَسْلِیْمَهٗ وَمَکَثَ یَسِیْرًا قَبْلَ اَنْ یَّقُوْمَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاُرٰی وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اَنَّ مُکْثَهٗ لِکَیْ تَنْفُذَ النِّسَآءُ قَبْلَ اَنْ یُّدْرِکَهُنَّ مَنِ انْصَرَفَ مِنَ الْقَوْمِ . الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ سلام پھیرتے تھے جب آپؐ سلام پورا کر لیتے تو عورتیں کھڑی ہو جاتی تھیں۔ اور آپؐ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑا سا رُک جاتے تھے۔ ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں آپؐ کا یہ رُکنا اور ٹھہرنا اس لئے ہوتا تھا تاکہ عورتیں جلدی گذر جائیں پہلے اس کے قوم میں سے فارغ ہو کر پھرنے والا آدمی انہیں نہ پاسکے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ جمہور مقتدی کے لئے دو سلام کہتے ہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی کو تین سلام کرنے چاہئیں قبل الوجہ امام کے جواب دینے کے لئے ہو۔ چنانچہ فسلمنا حین سلم سے مصنف اسی کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر درمیان میں سلام کہا جائے تب تو سلمنا حین سلم ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ احناف کے نزدیک تسلیم واجب ہے بقیہ ائمہ کے نزدیک فرض ہے۔ ان کی دلیل حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد ہے۔ تحلیلھا التسلیم کہ نماز کو حلال کرنے والا سلام پھیرنا ہے۔ امام بخاریؒ نے اختلاف ائمہ اور اختلاف روایات کی وجہ سے

کوئی حکم نہیں لگایا۔ ہمارا مستدل حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ تشہد کے متعلق آپ نے ان سے فرمایا تھا۔ **اذا قلت هذا فقد تمت صلوتك ان شئت فقم وان شئت فاقعد** یعنی جب یہ لفظ سلام آپؐ کہہ دیں تو تیری نماز تمام ہو گئی اب چاہے تو آپ کھڑے ہو جائیں اور چاہے تو بیٹھ جائیں۔ پھر اختلاف ہے کہ دونوں فرض ہیں یا ایک فرض ہے جمہور کے نزدیک ایک سلام فرض اور دوسرا سنت ہے۔ لیکن بعض سے نقل کیا گیا ہے کہ دوسرا بھی فرض ہے۔ دوسو **مختلف فيه** مسائل میں سے ایک مسئلہ سلام بھی ہے۔ امام بخاریؒ نے اس پر ترجمہ باندھ کر تین **مختلف فيه** مسائل پر تنبیہ فرمادی۔ پہلا یہ کہ **سلام عند الاحناف** واجب ہے اور بقیہ کے نزدیک فرض ہے۔ دوسرا اختلاف یہ بتلایا کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مقتدی کا امام کے ساتھ سلام پھیرنا ضروری ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک بعد میں پھیرنا ہے۔ تیسرا مسئلہ **تقدم الی الا مام فی السلام** کا ہے جو جمہور کے نزدیک مفسد صلوٰۃ ہے۔ (امام سے پہلے سلام پھیرنا)۔

بَاب يُسَلِّمُ حِيْنَ يُسَلِّمُ الْاِمَامُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَسْتَحِبُّ اِذَا سَلَّمَ الْاِمَامُ اَنْ يُّسَلِّمَ مَنْ خَلْفَهٗ ۔

ترجمہ۔ مقتدی اس وقت سلام پھیرے جب امام سلام پھیرتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اسے پسند فرماتے تھے کہ جب امام سلام پھیرے تو پیچھے والے لوگ بھی اس وقت سلام پھیریں۔

حدیث (۷۹۴) حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰی (الخ)

عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ ... الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت عتبان بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ جب آپؐ سلام پھیرتے تو ہم بھی سلام پھیرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مالکیہؒ کے نزدیک امام کے ساتھ **مقارنت فی السلام** جائز نہیں ہے۔ بلکہ مفسد ہے۔ متابعت ضروری اور واجب ہے۔ غیر مالکیہ کے نزدیک اگر مقارنت کرے تو جائز ہے اور نماز ہو جائے گی۔ امام بخاریؒ نے مالکیہ کا رڈ کیا ہے۔

بَاب مَنْ لَّمْ يُرِدَّ السَّلَامَ عَلَى الْاِمَامِ وَاكْتَفٰى بِتَسْلِيْمِ الصَّلٰوةِ ۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو امام کو سلام کا جواب نہیں دیتا صرف نماز کے سلام پر اکتفا کرتا۔

حدیث (۷۹۵) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ (الخ) اَخْبَرَنِیْ

مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ وَزَعَمَ اَنَّهٗ عَقَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا مِنْ دَلْوٍ كَانَتْ فِیْ دَارِهِمْ قَالَ سَمِعْتُ

ترجمہ۔ حضرت محمود بن الربیع نے کہا ان کو رسول اللہ ﷺ کے آنے کا بھی ہوش ہے اور اس کلی کرنے کا جو آپؐ نے اس ڈول سے پانی لے کر جو ان کی حویلی کے کنویں میں سے

عُتْمَانَ بْنَ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيَّ ثُمَّ اَحَدِ بَنِي سَالِمٍ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ بَنِيْ سَالِمٍ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ اِنِّيْ اَنْكَرْتُ بَصَرِيْ وَاِنَّ السُّيُوْلَ تَحُوْلُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِيْ فَلَوَدِدْتُ اَنَّكَ جِئْتَ فَصَلَّيْتَ فِيْ بَيْتِيْ مَكَانًا اَتَّخِذُهٗ مَسْجِدًا فَقَالَ اَفْعَلُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ فَغَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَبُوْبَكْرٍ مَّعَهٗ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ فَاسْتَاذَنَ النَّبِيُّ ﷺ فَاَذِنْتُ لَهٗ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِيْ اَحَبَّ اَنْ يُّصَلِّيَ فِيْهِ فَقَامَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ الحدیث

لیا گیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عتبان بن مالک انصاریؓ جو بنو سالم قبیلہ کے ایک آدمی سے بھی ایسا ہی سنا۔ وہ فرماتے ہیں میں اپنی قوم بنو سالم کو نماز پڑھاتا تھا۔ میں جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی کہ میری آنکھوں میں ضعف ہے۔ اور یہ سیلابوں کا پانی میرے اور میری قوم کی مسجد کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ پس میں یہ چاہتا ہوں کہ آپؐ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیں تاکہ میں اسے مسجد بنالوں۔ آپؐ نے فرمایا اگر اللہ نے چاہا تو ایسا کروں گا چنانچہ ایک دن صبح کے وقت جبکہ دھوپ چڑھ چکی تھی آپؐ اور حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے۔ میرے سے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ میں نے اجازت دے دی۔ پس ابھی آپؐ بیٹھے نہیں تھے کہ فرمایا کہ آپؐ گھر کے کون سے حصہ میں میرا نماز پڑھنا پسند کرتے ہیں۔ تو انہوں نے اس مکان کی طرف اشارہ کیا جہاں وہ نماز پڑھوانا پسند کرتے تھے۔ چنانچہ آپؐ کھڑے ہوئے ہم نے آپؐ کے پیچھے صف باندھی۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا اور ہم نے بھی اس وقت سلام پھیرا جبکہ آپؐ نے سلام پھیرا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابوداؤد شریف میں ہے۔ امر نا ان نرد السلام علی الامام کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم امام کو بھی سلام کا جواب دیں۔ اس حدیث کی بنا پر مالکیہ کا مذہب مقتدیوں کے بارے میں یہ ہے کہ وہ تین سلام کریں۔ ایک دائیں دوسرا بائیں اور تیسرے امام کو قبل الوجہ۔ اور امام ایک سلام کرے یا دو سلام کرے علی اختلاف الروایات۔ اور دوسرے ائمہ کے نزدیک صرف دو سلام ہیں۔ امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید فرمائی ہے مالکیہ اور ان کے متدل کی تردید فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ تسلیم علی الامام کی ضرورت نہیں۔ جمہور ابو داؤد کی روایت کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ امام پر سلام کی نیت کرے جیسے کہ حفظہ ملائکہ پر سلام کی نیت کرے گا۔ فسلمنا حین سلم اس سے امام بخاریؒ نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ اگر مقتدی تین سلام کرے گا تو حین سلم نہیں ہوگا بلکہ بعد ماسلم ہوگا۔

بَاب الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ

ترجمہ۔ نماز کے بعد ذکر کرنا کیسا ہے

حدیث (۷۹۶) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ (الخ)
اَنِ بْنِ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ كَانَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ اَعْلَمُ اِذَا انْصَرَفُوْا بِذٰلِكَ اِذَا سَمِعْتُهُ . الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ جب لوگ فرض نماز کے ادا کرنے سے فارغ ہوتے تھے تو ذکر الٰہی کے ساتھ آواز کو بلند کرتے۔ یہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں ہوتا تھا۔ جب میں یہ ذکر سنتا تھا تو میں پہچان لیتا کہ اب لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔

حدیث (۷۹۷) حَدَّثَنَا عَلِيٌّ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كُنْتُ اَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوةِ النَّبِيِّ ﷺ بِالتَّكْبِيْرِ قَالَ عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو وَقَالَ اَبُوْ مَعْبَدٍ اَصْدَقَ مَوَالِيْ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ عَلِيٌّ وَاسْمُهٗ نَافِذٌ . الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں تکبیر سے ہی جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز کے ختم ہونے کو پہچانتا تھا۔ علماء کہتے ہیں کہ ابو معبد حضرت ابن عباسؓ کے غلاموں میں سے سب سے سچے غلام تھے جن کا نام نافذ تھا۔

حدیث (۷۹۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الخ
عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ جَاءَ الْفُقَرَاءُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوْا ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ مِنَ الْاَمْوَالِ بِالدَّرَجٰتِ الْعُلٰى وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَلَهُمْ فَضْلٌ مِنْ اَمْوَالٍ يَحُجُّوْنَ بِهَا وَيَعْتَمِرُوْنَ وَيُجَاهِدُوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ فَقَالَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ بِمَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ اَدْرَكْتُمْ مَنْ سَبَقَكُمْ وَلَمْ يُدْرِكْكُمْ اَحَدٌ بَعْدَكُمْ وَكُنْتُمْ خَيْرَ مَنْ اَنْتُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ اِلَّا مَنْ عَمِلَ مِثْلَهٗ تُسَبِّحُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ خَلْفَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلٰثِيْنَ فَاخْتَلَفْنَا بَيْنَنَا فَقَالَ بَعْضُنَا نُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَنَحْمَدُ ثَلَاثًا وَّثَلٰثِيْنَ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ فقرا صحابہ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے کہ مال کثیر کے مالک لوگ تو اپنے اموال کی بدولت بلند مقامات اور ہمیشہ کی نعمتیں حاصل کر گئے جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں جیسے ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں لیکن ان کو مال کی وجہ سے فضیلت حاصل ہو گئی کہ وہ اس مال سے حج کرتے ہیں۔ جہاد میں حصہ لیتے ہیں اور صدقہ خیرات بھی کرتے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی چیز نہ بیان کروں جن پر قائم رہنے کی وجہ سے تم ان پر سبقت کرنے والوں کو پالو گے اور تمہیں تمہارے بعد کوئی بھی نہیں پا سکے گا۔ اور جن لوگوں کے درمیان تم رہتے ہو ان سب سے تم بہتر ہو جاؤ گے۔ مگر وہ شخص جو اس جیسا عمل کرے گا وہ تو تمہارے برابر ہو جائیگا

وَنُكَبِّرُ اَرْبَعًا وَّثَلٰثِيْنَ فَرَجَعْتُ اِلَيْهِ فَقَالَ تَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُنَّ كُلُّهُنَّ ثَلَاثٌ وَّثَلٰثُوْنَ .. الحديث ..

تم سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ اور اللہ اکبر۔ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ کہا کرو۔ پھر ہمارے درمیان اختلاف ہو گیا۔ بعض کہتے تھے کہ ۳۳ مرتبہ تسبیح کہیں اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ کہیں اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہیں تو میں نے ابو صالح شاگرد ابو ہریرہؓ کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے فرمایا کہ سبحان اللہ والحمدللہ واللہ اکبر ان سب میں سب کے سب ۳۳ مرتبہ ہوں۔

حدیث (۷۹۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ (الخ) عَنْ وَّرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ اَمْلٰى عَلَيَّ الْمُغِيْرَةُ اَبْنُ شُعْبَةَ فِيْ كِتَابٍ اِلٰى مُعَاوِيَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَامُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَايَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ .. الحديث ..

ترجمہ۔ حضرت وراد حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے میر منشی سے مروی ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے جو خط حضرت امیر معاویہؓ کو لکھا اس میں مجھ سے املا کرائی کہ نبی اکرم ﷺ ہر فرض کے بعد یہ ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اللہ وحدہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی ہے اسی کے لئے حمد و ثنا ہے وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اے اللہ جسے جو کچھ تو دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں۔ اور جس سے تو کوئی چیز روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور کسی بخت والے کو اس کا بخت تیری پکڑ سے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ جمہور فرماتے ہیں کہ صلوٰت خمس کے بعد رفع الصوت بالذکر بدعت ہے۔ مگر ابن عباسؓ کی روایت سے جواز معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ صغیر السن تھے حضورؐ کی نماز کا اختتام اس سے پہچانتے تھے۔ ابن حزم ظاہری کا بھی یہی مسلک ہے دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں انقضاءؐ صلوۃ سلام سے معلوم کرتی تھیں۔ اور قرآن مجید میں ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ کا ارشاد بھی ہے۔ تو امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات آپؐ نے تعلیم امت کے لئے اس کا اظہار کیا ہے دوام ثابت نہیں ہے ورنہ عموماً آپؐ ذکر و اذکار خفیہ کرتے تھے۔ اور تیسری روایت میں جو ادرکتم من سبقکم الخ ہے اس سے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ تینوں کے اندر سبقیہ اور بعد یہ زمانا ہے۔ کیونکہ امم سابقہ میں عمریں بہت لمبی ہوا کرتی تھیں۔ جس میں وہ بہت سی ریاضات کر لیتے تھے مگر ہماری عمریں چھوٹی ہیں یقینی بات ہے۔ عبادت و ریاضت تھوڑی ہو گی تو آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم نے تسبیحات پڑھ لیں تو من سبقکم کو پالو گے۔ یعنی ان کا ثواب تمہیں ملے گا۔ اور ایسے ہی جو لوگ تمہارے زمانے میں موجود ہیں ان سے بھی سبقت لے جاؤ گے۔

مگر بعض محققین فرماتے ہیں کہ سبقیت سے سبقیت مرتبی مراد ہے۔کہ جو اپنے اموال کی وجہ سے مراتب حاصل کر گئے تم ان کو پالو گے۔چنانچہ یہ شکایت کرنے والے حضرات اسی کو کہہ رہے ہیں ولھم فضل من اموال الخ تو آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم نے تسبیحات پڑھیں تو ان متمولین سے بھی سبقت لے جاؤ گے۔اور جو تم جیسے ہیں وہ بھی تم کو نہیں پاسکیں گے البتہ جو بھی ان تسبیحات کو پڑھے گا خواہ وہ امیر ہو یا فقیر ان سب کو یہ مراتب حاصل ہوں گے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ممکن ہے درجہ جواز بتایا ہو اور ممکن ہے کہ سنیت اور استحباب بتایا ہو اگر میں یہ کہوں کہ حنفیہؒ پر ردّ فرمایا ہے تو صحیح ہوگا۔اس لئے کہ حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ جن نمازوں کے بعد سنن ہیں ان کے بعد متصلاً اور دعا نہ پڑھے۔ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ اللھم انت السلام الخ کے علاوہ کچھ نہ پڑھے۔ کنت اعرف انقضاء الخ بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ اللہ اکبر کہتے تھے۔اور علماء مالکیہؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ جہاد کے ساتھ خاص ہے۔ تاکہ جو لوگ ادھر ادھر ہوں وہ تکبیر کی آواز سے انقضاء صلوة کو جان لیں۔اور نمازیں پڑھ لیں۔ تاکہ ھیبت فی قلوب الکفار ہو۔اور حضرت امام بخاریؒ کی رائے ہے کہ یہ احتراز نہیں ہے۔بلکہ مطلق ذکر مراد ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ سے بہت سے اذکار مروی ہیں۔اس لئے جو ذکر بھی اذکار صلوة میں سے ہو وہ جائز ہے۔اور میرے نزدیک یہ ایام تشریق بمنی پر محمول ہے۔اور مطلب یہ ہے کہ روایت مختصر ہے۔اور یہ اس روایت کا ٹکڑا ہے جس میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں منیٰ میں آیا دیکھا کہ نماز ہو رہی تھی۔فارسلت الاتان ترتع الخ اسی میں یہ بھی ہے۔یہ نماز سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہتے کان ابو معبد اصدق موالی ابن عباسؓ یہ ابو معبد کے لئے توثیق ہے۔فاختلفنا بیننا یہ ابو صالح کے شاگرد کا مقولہ ہے۔یہ حضور اقدسؐ یا کسی صحابیؓ کے الفاظ نہیں ہیں۔اور مطلب یہ ہے کہ ابو صالح کے شاگرد فرماتے ہیں کہ ابو صالح نے تسبحون وتحمدون وتکبرون ثلثا وثلثین کہا۔اب اس کے بعد ان کے شاگردوں میں اختلاف ہو گیا۔کہ اس کا کیا مطلب ہے۔بعض کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اوّلا ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ۔پھر ۳۳ مرتبہ الحمد للہ۔پھر ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہے۔اور بعض شاگرد یہ کہتے تھے۔کہ یہ نہیں بلکہ سبحان اللہ۔الحمد للہ اور اللہ اکبر کا مجموعہ ۳۳ مرتبہ ہوگا۔یعنی ہر ایک گیارہ مرتبہ۔اس کے بعد شاگردوں نے ابو صالح سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے ؟ تو انہوں نے فرمایا تقول سبحان اللہ الخ یعنی انہوں نے فریق اوّل کی موافقت کی۔ لاینفع ذاالجد منك الجد یہ جملہ دو طرح سے پڑھا گیا ہے۔ایک یہ کہ ذالجد لاینفع کا مفعول ہو۔اور دوسرے یہ کہ لاینفع الك ہو۔اور ذاالجدمنك الجد الك ہو۔اگر مفعول ہو تو پھر جد کے چند معانی ہیں۔اور ہر ایک صحیح ہے۔ایک غنا۔دوسرے شرف۔ تیسرے کوشش۔چوتھے دادا (جد) لیکن کوشش کے معنیٰ اگر ہوں تو اکثر مکسور الجیم ہوتا ہے۔اگر غنا کے معنیٰ ہوں تو مطلب یہ ہے کہ نہیں نفع دیتا ہے غنیٰ والے کو غنیٰ بدون تیری مہربانی کے اگر شرف کے معنیٰ ہوں تو مطلب یہ ہوگا کہ کوشش والے کو بدون تیری مہربانی کے کوشش نافع نہ ہوگی اگر جد کا معنیٰ دادا سے کریں تو مطلب یہ ہے کہ نسب والے کو نسب بدون تیری رحمت کے نافع نہ ہوگی۔اگر جملہ الگ ہو تو لا ینفع ما قبل سے متعلق ہوگا۔اور ذاالجد منادیٰ حرف ندا محذوف کا ہوگا۔اور مطلب یہ ہے کہ اے غنیٰ وبزرگی والے تیری ہی طرف سے غنیٰ وبزرگی ہے۔ وقال الحسن جدغنی

یعنی تبارك وتعالیٰ جدّك میں جو جدّ کا لفظ آیا ہے اس کی تفسیر امام بخاریؒ اس جملہ غنی سے فرمادی ہے۔ الغرض بعض علماء کے نزدیک باب کی غرض یہ بتلانا ہے کہ اگر نماز فرائض اور اس کے سنن کے درمیان فصل ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اگرچہ بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ فرضوں کے بعد فوراً نماز سنن کے اندر ہمیں مشغول ہو جانا چاہیئے۔ دعائیں وغیرہ بعد میں مانگے زیادہ اچھا یہ ہے کہ ہر کلمہ کو ۳۳ بار گن لیں تو حدیث پر عمل ہو جائے گا۔ تو گویا انگلیاں قیامت میں گویا ہوں گی تو حرکت کی گواہی دیں گی۔

باب يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ النَّاسَ اِذَا سَلَّمَ۔

ترجمہ۔ جب امام سلام پھیرے تو لوگوں کے سامنے ہو کر بیٹھے۔

حدیث (۸۰۰) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ (الخ) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ ...

ترجمہ۔ حضرت سمرہ بن جندبؓ فرماتے کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب بھی کوئی نماز پڑھ لیتے تو چہرہ انور سے ہماری طرف متوجہ ہوتے۔

حدیث (۸۰۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ (الخ) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ اَنَّهٗ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى اِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ .. الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت زید بن خالد جہنیؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے مقام پر ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی اس بارش کے نشان پر جو رات کو ہوئی تھی جب حضور اکرم ﷺ نماز سے پھرے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا تم جانتے ہو تمہارے رب عزوجل نے کیا فرمایا ہے انہوں کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں سے کچھ تو میرے اوپر ایمان لانے والے ہوئے اور کچھ کافر ہوئے۔ جنہوں نے کہا ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی تو وہ مجھ پر ایمان لانے والے اور ستاروں سے کفر کرنے والے ہوئے اور جنہوں نے کہا ہم پر فلاں فلاں نچھتر کی وجہ سے بارش ہوئی تو وہ میرے سے کفر کرنے والے اور ستارے پر ایمان لانے والے ہوئے۔

حدیث (۸۰۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِیْرٍ (الخ)
عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اَخَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الصَّلٰوةَ ذَاتَ لَیْلَةٍ اِلٰی شَطْرِ اللَّیْلِ ثُمَّ خَرَجَ عَلَیْنَا فَلَمَّا صَلّٰی اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلُّوْا وَرَقَدُوْا وَاِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِیْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز کو آدھی رات تک مؤخر کیا پھر باہر تشریف لائے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو چہرۂ انور سے ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا لوگ تو نماز پڑھ کر سو چکے اور تم ہمیشہ نماز میں رہے جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ سلام پھیرنے کے بعد حضور اقدس ﷺ کا دائیں طرف پھرنا اور اسی طرح بائیں طرف ادر اسی طرح متوجهاً الی الناس ہو کر بیٹھنا۔ تینوں طرح کی روایات سے ثابت ہے اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ تینوں حالتیں جلوس پر محمول ہیں یا اور کچھ ہے۔ میرے مشائخ کی رائے ہے کہ یہ تینوں جلوس پر محمول ہیں اور مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کبھی دائیں طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے تھے۔ اور کبھی بائیں طرف اور کبھی بالکل لوگوں کی طرف متوجہ رہتے۔ اور بعض علما کی رائے ہے کہ دائیں اور بائیں طرف والی روایت انصراف الی البیت پر محمول ہے اور متوجها الی الناس والی صرف جلوس پر محمول ہے چونکہ یہ اختلاف ہے اس لئے محدثین انصراف اور استقبال کا مستقل باب باندھتے ہیں۔ اور میرے نزدیک مشائخ کا قول اولیٰ ہے۔ اس لئے کہ انصراف عن المکان تو اس طرف ہوگا جدھر ضرورت ہو۔ کوئی دائیں یا بائیں طرف کی خصوصیت نہیں۔ بنابریں اس کے بعد ایک باب اگلے صفحے کے شروع میں ہے۔ باب الا نفال والانصراف بعض مشائخ کی رائے ہے کہ اول باب سے مقصود یہ ہے کہ امام کو مقتدیوں کی طرف رُخ کر کے بیٹھنا چاہیے۔ گویا امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ اور دوسرے باب سے مراد امام کا نماز سے فارغ ہو کر اٹھ کر جانا ثابت کرنا ہے۔

باب مَكْثِ الْاِمَامِ فِیْ مُصَلَّاهُ بَعْدَ السَّلَامِ

ترجمہ۔ سلام پھیرنے کے بعد امام اپنی جگہ پر ٹھہرا رہے۔

حدیث (۸۰۳) وَقَالَ لَنَا اٰدَمُ (الخ) عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ یُصَلِّیْ فِیْ مَكَانِهِ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْهِ الْفَرِیْضَةَ وَفَعَلَهُ الْقَاسِمُ وَیُذْكَرُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَفَعَهٗ لَا یَتَطَوَّعُ الْاِمَامُ فِیْ مَكَانِهٖ وَلَمْ یَصِحَّ... الحدیث

ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اسی مکان میں نفل نماز پڑھتے تھے جس میں فرض نماز ادا کی۔ اور قاسم بھی اسی طرح کرتے تھے اور حضرت ابو ہریرہؓ سے اس حدیث کا مرفوع ہونا ذکر کیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ امام اسی جگہ نفل ادا نہ کرے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

حدیث(۸۰۴) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ (الخ) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا سَلَّمَ یَمْکُثُ فِیْ مَکَانِهٖ یَسِیْرًا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَنُرٰی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ لِکَیْ یَنْفُذَ مَنْ یَّنْصَرِفُ مِنَ النِّسَآءِ وَقَالَ ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ اَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ یَزِیْدَ قَالَ حَدَّثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِیْعَةَ اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ کَتَبَ اِلَیْهِ قَالَ حَدَّثَتْنِیْ هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ الْفِرَاسِیَّةُ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ وَکَانَتْ مِنْ صَوَاحِبَاتِهَا قَالَتْ کَانَ یُسَلِّمُ فَیَنْصَرِفُ النِّسَآءُ فَیَدْخُلْنَ بُیُوْتَهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّنْصَرِفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ..الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ سلام پھیر لیتے تھے تو تھوڑی سی دیر اسی مکان پر رُکے رہتے ابن شہاب فرماتے ہیں گمان یہ ہے کہ واللّٰہ اَعْلَم۔ تاکہ وہ عورتیں جو نماز سے فارغ ہو کر پھریں تو وہ نکل جائیں۔ ہند بنت الحارث فراسیہؓ۔ حضرت ام سلمہؓ زوج النبی ﷺ سے روایت کرتی ہیں جو حضرت ام سلمہؓ کی سہیلیوں میں تھیں وہ فرماتی ہیں حضور اقدس ﷺ سلام پھیرتے تو عورتیں چلی جاتیں۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کے چلے جانے سے پہلے پہلے وہ اپنے گھروں میں داخل ہو جاتی تھیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں ابو داؤد کی روایت لا یتطوع الامام فی مکانه پر ردّ کرنا مقصود ہے۔ جیسا کہ امام بخاری نے لم یصح کہہ کر خود تصریح فرمادی۔ اگر امام بخاریؒ تصریح نہ فرماتے تو ہم کہتے کہ امام بخاریؒ کی غرض ابو رمثہ کی روایت پر ردّ کرنا ہے۔ جس کے اندر یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کان رسول اللہ ﷺ ینفتل کانفتال ابی رمثه اس سے بظاہر ایہام ہوتا ہے کہ انفتال واجب ہے تو امام بخاریؒ نے اس کی تردید فرمادی۔ اور تیسری غرض یہ بھی ہو سکتی ہے کہ گذشتہ ترجمہ میں جو استقبال الامام مذکور ہے وہ ضروری نہیں۔ عن امراۃ عن قریش چونکہ ھند کی صفت میں اختلاف ہو گیا کہ یہ قریشیہ ہیں یا فراسیہ اور احتمال تھا کہ کوئی یہ سمجھے کہ اصل فراسیہ تھا تصحیف ہو کر قریشیہ ہو گیا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے دونوں قسم کی روایات ذکر فرما کر تنبیہ کر دی کہ دونوں میں کوئی تخالف نہیں ہے۔ اس لئے کہ بنو فراس قریش ہی کا ایک قبیلہ ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ تطوع فی مکانه پر ردّ کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ وہ ممانعت اس لئے ہے کہ بعد میں کوئی شبہ نہ کرے کہ ابھی نماز ہو رہی ہے اس لئے منع فرمادیا۔ اور یہ ممانعت مکث کے منافی نہیں ہے۔

باب مَنْ صَلّٰی بِالنَّاسِ فَذَکَرَ حَاجَتَهٗ فَتَخَطَّاهُمْ۔

ترجمہ۔ جب امام لوگوں کو نماز پڑھا رہا ہو تو اسے کوئی ضرورت یاد آجائے تو وہ لوگوں کو پھلانگ کر جا سکتا ہے۔

حدیث(۸۰۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَیْدٍ الخ عَنْ عُقْبَةَ

ترجمہ۔ حضرت عقبہؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں عصر کی نماز

قَالَ صَلَّيْتُ وَرَآءَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فَقَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ اِلٰى بَعْضِ حُجَرِ نِسَآئِهٖ فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهٖ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ فَرَاٰى اَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهٖ قَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِّنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ اَنْ يَّحْبِسَنِيْ فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِهٖ الحدیث

میں نے جناب نبی اکرم کے پیچھے ادا کی جب آپؐ نے سلام پھیرا تو جلدی جلدی اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر اپنی بعض بیویوں کے حجرے کی طرف چلے گئے۔ لوگ آپؐ کے جلدی کرنے کی وجہ سے گھبرا گئے۔ بہر حال آپؐ تشریف لائے۔ اور سمجھ گئے کہ ان لوگوں کو میری جلدی کی وجہ سے تعجب ہوا ہوگا فرمایا مجھے سونے کا ایک ٹکڑا جو ہمارے پاس تھا یاد آ گیا۔ تو میں نے مکروہ سمجھا کہ کہیں مجھے روک نہ دے۔ اس لئے اس کے تقسیم ہو جانے کا حکم دے آیا ہوں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ باب سابق سے مکث امام ثابت ہوا تھا اس لئے باب بطور استثناء کے ذکر فرمادیا کہ مکث لازم نہیں ہے۔ اگر کسی حاجت کی وجہ سے فوراً اٹھ جائے تو جائز ہے۔ اور دوسری غرض یہ ہو سکتی ہے کہ ضرورت کے درجہ میں تخطی رقاب کی جائے تو جائز ہے۔ لیکن اوّل توجیہ مقام کے زیادہ مناسب ہے۔

بَاب الْاِنْفِتَالِ وَالْاِنْصِرَافِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشِّمَالِ۔

ترجمہ۔ نماز سے پھر کر دائیں یا بائیں جانب چلنا کیسا ہے۔

وَكَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ يَنْفَتِلُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ وَيَعِيْبُ عَلٰى مَنْ يَّتَوَخّٰى اَوْ مَنْ تَعَمَّدَ الْاِنْفِتَالَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ .....

ترجمہ۔ نماز سے پھرنا اور پھر دائیں اور بائیں جانب پھر جانا۔ حضرت انس بن مالکؓ دائیں اور بائیں ہر طرف سے پھرتے تھے۔ اور جو ایک طرف کا قصد کرتا یا جو صرف دائیں جانب پھرنے کو لازمی قرار دیتا اس پر عیب لگاتے تھے۔

حدیث (۸۰۶) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ (الخ) عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِّنْ صَلٰوتِهٖ يَرٰى اَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَنْصَرِفَ اِلَّا عَنْ يَّمِيْنِهٖ لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ كَثِيْرًا يَّنْصَرِفُ عَنْ يَّسَارِهٖ ....

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ رکھے۔ یہی سمجھتا ہوں کہ اس پر لازم ہے کہ وہ دائیں طرف سے ہی پھرے گا۔ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو بہت مرتبہ دیکھا کہ آپؐ بائیں طرف سے بھی پھرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ آپؐ سے دونوں فعل ثابت ہیں۔ یمیناً بھی انصراف ہوتا تھا اور یساراً بھی۔ مگر ان میں سے ایک پر التزام کرنا اس پر شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔ اس لئے فقہاء نے ایک قاعدہ کلیہ استنباط کیا کہ التزام مالایلزم بدعت ہے۔ احیاناً اگر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں عادت نہ بنانی چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس کے متعلق جو اختلاف علماء کے درمیان تھا اس کو میں بیان کر چکا ہوں۔ انفتال اور انصراف کے دو لفظ لا کر امام بخاریؒ نے بتلا دیا کہ ان دونوں کے معنی میں کوئی فرق نہیں۔ اگرچہ تکلفاً فرق ہو سکتا ہے۔

باب مَاجَآءَ فِی الثَّوْمِ النَّیِّ وَالْبَصَلِ وَالْکُرَّاثِ ۔وَقَوْلِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَکَلَ الثَّوْمَ اَوِالْبَصَلَ مِنَ الْجُوْعِ اَوْغَیْرِہٖ فَلَایَقْرِبَنَّ مَسْجِدَنَا۔

ترجمہ۔ باب جو کچھ کچے لہسن۔ پیاز۔ گندنے کے بارے میں آیا ہے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ جو شخص پیاز لہسن بھوک یا غیر بھوک کی وجہ سے کھا کر آئے تو وہ ہماری مسجد کے بالکل قریب نہ پھٹکے۔

حدیث (۸۰۷) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ (الخ) سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَکَلَ مِنْ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ یُرِیْدُ الثَّوْمَ فَلَایَغْشَانَا فِیْ مَسْجِدِنَا قُلْتُ مَایَعْنِیْ بِہٖ قَالَ مَااُرَاہُ یَعْنِیْ اِلَّا نِیْئَہٗ وَقَالَ مُخَلَّدُ بْنُ یَزِیْدَ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ اِلَّا نَتْنَہٗ۔ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس درخت ان کی مراد لہسن ہے کھائے تو وہ ہماری مسجد میں نہ گھسے۔ میں نے کہا اس سے کیا مراد ہے۔ انہوں نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ ان کی مراد کچا لہسن ہے۔ اور ابن جریج فرماتے ہیں کہ ان کی مراد اس کی بدبو ہے۔

حدیث (۸۰۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فِیْ غَزْوَۃِ خَیْبَرَ مَنْ اَکَلَ مِنْ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ یَعْنِی الثَّوْمَ فَلَایَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر میں فرمایا جس شخص نے اس درخت یعنی لہسن سے کچھ کھا لیا تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔

حدیث (۸۰۹) حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عُفَیْرٍ (الخ) اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰہِ زَعَمَ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ اَکَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْیَعْتَزِلْنَا اَوْفَلْیَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لہسن اور پیاز کھالے وہ ہم سے الگ رہے یا یہ کہ ہماری مسجد سے الگ تھلگ رہے۔

وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ وَاَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اُتِيَ بِقِدْرٍ فِيهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُولٍ فَوَجَدَ لَهَا رِيحًا فَسَأَلَ فَأُخْبِرَ بِمَا فِيهَا مِنَ الْبُقُولِ فَقَالَ قَرِّبُوهَا اِلٰى بَعْضِ اَصْحَابِهٖ كَانَ مَعَهُ فَلَمَّا رَاٰهُ كَرِهَ اَكْلَهَا فَقَالَ كُلْ فَاِنِّي اُنَاجِي مَنْ لَّا تُنَاجِي وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ اُتِيَ بِبَدْرٍ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ يَعْنِي طَبَقًا فِيهِ خَضِرَاتٌ وَلَمْ يَذْكُرِ اللَّيْثُ وَاَبُو صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ قِصَّةَ الْقِدْرِ فَلَا اَدْرِي هُوَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ اَوْ فِي الْحَدِيثِ...

اور اپنے گھر میں بیٹھ جائے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک ہنڈیا لائی گئی جس میں یہ کچھ سبزیاں ترکاری تھی۔ جس کی وجہ سے بدبو آپؐ کو محسوس ہوئی آپؐ نے دریافت فرمایا توجو کچھ اس کے اندر سبزیاں یا ترکاری تھی اس کی آپؐ کو اطلاع دی گئی۔ آپؐ نے فرمایا ان کو میرے ان بعض ساتھیوں کے قریب کردو جو آپؐ کے ساتھ تھے۔ جب آپؐ نے محسوس کیا کہ وہ ان کے کھانے کو ناپسند کر رہے ہیں فرمایا تم کھاؤ میں تو ایسی ذات سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم نہیں کرتے ابن وھب نے طباق مراد لیا جس میں سبزیاں تھیں۔ اور لیث نے ہنڈیا کا ذکر نہیں کیا۔ پس مجھے معلوم نہیں کہ وہ امام زہری کا قول ہے یا حدیث کے الفاظ میں سے ہے۔

حدیث (۸۱۰) حَدَّثَنَا اَبُو مَعْمَرٍ (الخ) قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ ؓ مَا سَمِعْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ فِي الثُّومِ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ وَلَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا....

ترجمہ۔ حضرت عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت انس بن مالک ؓ سے سوال کیا کہ آپ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے اس لہسن کے بارے میں کیا سنا ہے انہوں نے فرمایا کہ آپؐ کا ارشاد ہے جو شخص اس درخت سے کھا کر آئے تو نہ وہ ہمارے قریب آئے اور نہ ہمارے ساتھ نماز پڑھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اشکال یہ ہے کہ یہ باب تو ابواب المساجد میں ہونا چاہئیے۔ یہاں اس کو کیوں ذکر کیا گیا۔ شراح فرماتے ہیں کہ یہ بطور ابواب متفرقہ کے ہے۔ اور میرے نزدیک اس کے ساتھ یہ ہے کہ امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ ان لہسن پیاز وغیرہ کے استعمال کی کراہت مسجد کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ مجامع سے متعلق ہے۔ تاکہ لوگوں کو ایذا رسانی نہ ہو۔ کراث ایک بدبودار سبزی کا نام ہے جسے گندنا کہتے ہیں۔ الانیئه یہ روایت اور اسی طرح دوسری روایت میں نتن ہے دونوں کا حاصل ایک ہے۔ اس لئے کہ نتن کچے ہی میں ہوتا ہے۔ اناجی من لاتناجی حضور اقدس ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا کہ آپؐ نے خود نوش نہیں فرمایا۔ اور دوسروں کو فرمادیا کہ تم کھاؤ۔ تو اس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ آپؐ نے ایسا کیوں کیا آپؐ نے اس کی وجہ بتادی۔

باب وُضُوءِ الصِّبْيَانِ وَمَتٰى يَجِبُ عَلَيْهِمُ الْغُسْلُ وَالطُّهُورُ وَحُضُورِهِمْ

ترجمہ۔ بچوں کا وضو کرنا۔ ان پر غسل اور وضو کب واجب ہوتا ہے اور ان کا جماعت کے اندر اور عیدین

الْجَمَاعَةَ وَالْعِيدَيْنِ وَالْجَنَائِزَ وَصُفُوفِهِمْ

اور جنازوں میں حاضر ہونا کب واجب ہے اور ان کی صفیں کس طرح ہوں۔

حدیث(۸۱۱)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى (الخ)قَالَ اَخْبَرَنِیْ مَنْ مَّرَّ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ عَلٰی قَبْرٍ مَنْبُوْذٍ فَاَمَّهُمْ وَصَفُّوْا عَلَیْهِ فَقُلْتُ یَااَبَاعَمْرٍ وَمَنْ حَدَّثَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ..الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس کا گذر بھراہی نبی اکرم ﷺ ایک ایسی قبر پر ہوا جو الگ تھلگ تھی۔ پھر حضور ﷺ نے ان کی امامت کرائی اور انہوں نے اس پر صفیں باندھیں۔ میں نے کہا ! ابو عمر آپ کو کس بیان کیا کہا کہ جناب عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا۔

حدیث(۸۱۲)حَدَّثَنَاعَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ (الخ)عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ الْغُسْلُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰی كُلِّ مُحْتَلِمٍ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن غسل کرنا (نہانا) ہر احتلام والے پر واجب ہے۔

حدیث(۸۱۳)حَدَّثَنَاعَلِیٌّ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَخَالَتِیْ مَیْمُوْنَةَ لَیْلَةً فَنَامَ النَّبِیُّ ﷺ فَلَمَّا كَانَ فِیْ بَعْضِ اللَّیْلِ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَتَوَضَّامِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوْءًا خَفِیْفًا یُخَفِّفُهٗ عَمْرٌو وَّیُقَلِّلُهٗ جِدًّا ثُمَّ قَامَ یُصَلِّیْ فَقُمْتُ فَتَوَضَّاْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّاَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ یَّسَارِهٖ فَحَوَّلَنِیْ فَجَعَلَنِیْ عَنْ یَّمِیْنِهٖ ثُمَّ صَلّٰی مَاشَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰی نَفَخَ فَاَتَاهُ الْمُنَادِیْ یُؤْذِنُهٗ بِالصَّلٰوةِ فَقَامَ مَعَهٗ اِلَی الصَّلٰوةِ فَصَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّاْقُلْنَالِعَمْرٍوْاِنَّ نَاسًا یَقُوْلُوْنَ اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ تَنَامُ عَیْنُهٗ وَلَایَنَامُ قَلْبُهٗ قَالَ عَمْرٌو وَسَمِعْتُ عُبَیْدَبْنَ عُمَیْرٍ یَّقُوْلُ اِنَّ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ میمونہؓ کے پاس بسر کی۔ پس جناب نبی اکرم ﷺ نے بھی انہیں کے گھر قیام فرمایا جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو جناب رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک پرانے مشکیزے لٹکے ہوئے سے ہلکا سا وضو فرمایا حضرت عمروؓ راوی اس کو بہت ہلکا اور بہت ہی قلیل بیان کرتے تھے۔ پھر آپؐ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے میں بھی اٹھا آپؐ جیسا ہلکا سا وضو کیا پھر میں آ کر آپؐ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے پچھلی طرف سے پھیر کر اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا پھر جس قدر اللہ نے چاہا آپؐ نے نماز پڑھی۔ پھر لیٹ گئے اور یہاں تک سوئے کہ پھونک مارنے لگے۔ موذن آپ کے پاس آیا اس نے آکر آپؐ کو نماز کی اطلاع دی پس حضور انور ﷺ اس کے ہمراہ نماز کیلئے کھڑے ہو گئے نماز پڑھی وضو نہیں فرمایا

رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ ثُمَّ قَرَأَ إِنِّيْ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْ أَذْبَحُكَ ....

ہم نے حضرت عمروؓ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی آنکھ سوتی ہے دل جاگتا ہے۔ عمروؓ نے فرمایا میں نے اپنے استاد عبید بن عمیرؓ سے سنا وہ فرماتے تھے انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے تائید کے لئے قرآنی آیت پڑھی کہ بیٹا میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔

حدیث (۸۱۴) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ (الخ) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ فَأَكَلَ مِنْهُ فَقَالَ قُوْمُوْا فَلِأُصَلِّيَ بِكُمْ فَقُمْتُ إِلٰى حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالْيَتِيْمُ مَعِيَ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَائِنَا فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ الحديث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ان کی دادی ملیحہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ایک کھانے کے لئے بلایا جو انہوں نے آپؐ کے لئے تیار کیا تھا۔ جب حضور انور ﷺ کھانا کھا چکے تو فرمایا اٹھو میں تمہیں نماز پڑھاؤں تو میں اپنی ایک چٹائی کی طرف اٹھا جو بہت دیر پڑے رہنے کی وجہ سے کالی ہو چکی تھی میں نے اس کو پانی کا چھینٹا دیا۔ چنانچہ حضور انور ﷺ اس پر کھڑے ہوئے۔ یتیم میرا بھائی میرے ساتھ تھا۔ اور بڑھیا میری دادی ہمارے پیچھے تھی۔

حدیث (۸۱۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى حِمَارٍ أَتَانٍ وَّأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْإِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ بِمِنًى إِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ وَأَرْسَلْتُ الْأَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ... الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی گدھیا پر سوار ہو کر آیا جبکہ میں احتلام کے قریب پہنچ چکا تھا اور رسول اللہ ﷺ منیٰ کے مقام پر بغیر کسی دیوار کے سامنے کئے لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے میں ایک صف کے آگے گذر گیا گدھیا سے اترا اور اسے چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اور میں خود صف اوّل میں شامل ہو گیا۔ اس ساری کاروائی پر مجھ پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

حدیث (۸۱۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (الخ) أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات عشاء کی نماز میں جناب رسول اللہ ﷺ نے دیر کر دی یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے آپؐ کو پکار کر کہا کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور انور ﷺ باہر تشریف لے گئے

فِي الْعِشَاءِ حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ قَدْ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ قَالَتْ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اِنَّهُ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ يُصَلِّيْ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ غَيْرُكُمْ وَلَمْ يَكُنْ اَحَدٌ يَوْمَئِذٍ يُصَلِّيْ غَيْرَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ. (الحديث)

اور فرمایا کہ روئے زمین پہ سوائے تمہارے اور کوئی شخص ایسا نہیں جو نماز پڑھ رہا ہو۔ اور ان دنوں سوائے اہل مدینہ کے اور کوئی یہ نماز نہیں پڑھتا تھا۔

حدیث (۸۱۷) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ وَقَالَ لَهُ رَجُلٌ شَهِدْتَ الْخُرُوْجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ نَعَمْ وَلَوْلَا مَكَانِيْ مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ يَعْنِيْ مِنْ صِغَرِهٖ اَتَى الْعَلَمَ الَّذِيْ عِنْدَ دَارِ كَثِيْرِ بْنِ الصَّلْتِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ اَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ اَنْ يَّتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْاَةُ تُهْوِيْ بِيَدِهَا اِلٰى حَلْقِهَا تُلْقِيْ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ ثُمَّ اَتٰى هُوَ وَبِلَالٌ الْبَيْتَ . الحديث....

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عباسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے سنا جبکہ ان سے کسی آدمی نے پوچھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کبھی نکلنے کا آپؐ کے ساتھ حاضری کا اتفاق ہوا ہے اگر میرا اقرب اور مقام حضور اکرم ﷺ سے اتنا نہ ہوتا تو میں چھوٹے ہونے کی وجہ سے آپؐ کے ساتھ حاضر نہ ہوتا۔ چنانچہ آپؐ اس مینار کے پاس تشریف لائے جو کثیر بن الصلت کی حویلی کے پاس ہے۔ خطبہ دیا پھر عورتوں کے پاس تشریف لائے ان کو نصیحت فرمائی اور ان کو وعظ و تذکیر فرمائی۔ اور ان کو صدقہ خیرات کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ عورتیں اپنے ہاتھوں کو جھکا کر اپنی بالیوں یا انگوٹھیوں کی طرف لے جاتی تھیں اور اس کو حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈالتی تھی۔ پھر جناب حضور انور ﷺ اور حضرت بلالؓ اپنے گھر تشریف لے آئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ چونکہ روایات میں وارد ہے رفع القلم عن الصبی حتی احتلم وعن المجنون حتی افاق وعن النائم حتی استیقظ کہ بچہ جب تک بالغ نہ ہو اس سے حکم کا قلم اٹھالیا گیا۔ اسی طرح مجنون سے جب تک اس کو افاقہ نہ ہو جائے اور سونے والے سے جب تک وہ بیدار نہ ہو اس لئے شبہ ہوتا تھا کہ اگر صبی۔ قبل الاحتلام اسلام لائے یا نماز پڑھے یا اور کوئی عبادت کرے تو اس کی وہ عبادت قابل اعتناء ہوگی یا نہ۔ جمہور فرماتے ہیں کہ صبی ممیز کے لئے تمام احکام کا اعتبار ہوگا۔ مگر کفر اور الحاد کی وجہ سے اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ غیر ممیز مثل مجنون کے ہے۔ امام بخاریؒ اسی مسئلہ کو یہاں بیان فرما رہے ہیں کہ صبی کے لئے فرائض و نوافل میں دو شانیں ہیں۔ اس عبادت کا معتبر ہونا اور دوسرا ثواب کا ہونا اور ان کے شرائط کا مطالبہ کرنا۔ ان سب کا اعتبار ہوگا اگر وہ ان کو ترک کر دے تو اس پر عتاب نہ ہوگا۔ یا امام بخاری کا مقصد انعقاد باب سے یہ ہے کہ زمانہ سعادت میں یہ چیزیں جاری کرائی گئیں۔ اس لئے یہ واجب ہیں مگر ترک پر عتاب نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ایجاباً واستحباباً کوئی حکم نہیں لگایا۔ للایہا م یعنی اگر واجب فرماتے تو شبہ ہو تا کہ بلا وضو نماز پڑھ سکتے ہیں اس لئے ترجمہ مجمل رکھ دیا۔ اور یہ بتلا دیا کہ وضو الصبیان فی نفسہ مشروع ہے اس پر وضو واجب نہیں۔ لیکن اگر نماز پڑھے گا تو وضو واجب ہو گا۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ بچہ کب بالغ ہو تا ہے احتلام تو سبب مجمع علیہ ہے (یعنی سب کا اتفاق ہے) اور انبات شعر عانہ یعنی (شرمگاہ کے بال اُگنا) اس میں اختلاف ہے۔ حنابلہ کے نزدیک یہ علامت بلوغ ہے۔ اور شافعیہ کے نزدیک کافر کے حق میں علامت ہے مسلم کے حق میں نہیں ہے۔ اور کافر کے حق میں معتبر ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اگر کفار کا قتل عام ہو تو چونکہ بچوں کا قتل جائز نہیں اس لئے بالغ و نابالغ میں اگر تمیز نہ ہو سکے تو زیر ناف کے بالوں پر مدار ہو گا۔ اور تفریق بین الکافر والمسلم کی وجہ میں یہ سمجھا ہوں کہ کافر تو جھوٹ بول سکتا ہے اور مسلم جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اس لئے مسلم کے حق میں معتبر نہیں اور کافر کے حق میں معتبر ہے تیسری چیز عمر ہے جمہور پندرہ سال کہتے ہیں۔ حنفیہ کے ہاں اٹھارہ سال لڑکے کے حق میں اور سترہ سال لڑکی کے حق میں معتبر ہے۔ وصفوفہم احنافؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک بچوں کی صف پیچھے ہو گی اور شافعیہؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک بڑوں کے بیچ بیچ میں دو کے درمیان ایک کھڑا ہو اس لئے کہ وہ شرارت کرتے ہیں۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ انہیں تنبیہ کر دے۔ نیز ! حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں بچوں کی صف علیحدہ ہوا کرتی تھی۔

علی قبر منبوذ یہ اصل مسئلہ تو کتاب الجنائز کا ہے میں وہاں کلام کروں گا کہ صلوٰۃ علی القبر جائز ہے یا نہیں یہاں تو اس روایت سے صرف یہ مقصود ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ابن عباسؓ نے نماز پڑھی اور وہ بچے تھے۔ الغسل یو م الجمعہ واجب اس سے متی یجب علیہم الغسل ثابت ہو گیا۔ بت لیلۃ یہ روایت متعدد بار گذر چکی ہے۔ یہاں مقصود یہ ہے کہ ابن عباسؓ باوجود بچہ ہونے کے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ وضو کر کے نماز کیلئے کھڑے ہو گئے۔ ان ناسا یقولون چونکہ روایت میں ابھی گذرا کہ حضور اقدس ﷺ سو کر اٹھے اور بغیر وضو کئے نماز پڑھائی اس لئے راوی نے اس کی وجہ بتائی کہ آپؐ کا قلب مبارک بیدار رہتا تھا۔ اگرچہ آنکھیں سوتی تھیں۔ تو آپؐ کو بیداری قلب کی وجہ سے حدث وغیرہ کا پتہ چلتا رہتا تھا۔ ان رؤی الانبیاء وحی یہ تائید کیلئے بیان فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ اور وحی کا حفظ اسی وقت ہو سکتا تھا جبکہ قلب بیدار ہو۔ ان جدتہ ملیکۃ یہ روایت بھی گذر چکی ہے یہاں مقصد یہ ہے کہ یتیم نماز میں شریک ہوا اور صف میں کھڑا ہوا۔ ودخلت فی الصف یہ مقصود باذکر الروایت ہے کہ نابالغ ہونے کے باوجود صف میں داخل ہو گئے۔ نام النساء والصبیان اس سے امام بخاریؒ نے استدلال فرمایا کہ مسجد میں بچے جاتے تھے اس لئے کہ حضرت عمرؓ کو علم غیب نہیں تھا کہ گھروں کے بچوں کے متعلق فرماتے۔ قدمو الحدیث مزاراً ولم یکن احد یومئذ یعنی یہ حدیث کئی مرتبہ گذر چکی ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اہل مدینہ کے علاوہ سب لوگ نماز عشاء پڑھ کر سو چکے ہیں۔ اس وقت تو صرف اہل مدینہ پڑھتے ہیں اور ایک مطلب یہ ہے کہ چونکہ عشاء اس امت کے خصائص میں سے ہے اسلئے اہل مدینہ یعنی مسلمین کے علاوہ کوئی نہیں پڑھتا۔ الغرض یہاں ترجمہ کے کئی اجزاء ہیں۔ پہلا جز وضو الصبیان ہے۔ شراح کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا

نہ وجوب نہ استحباب کا کیونکہ بچے مکلف نہیں ہوا کرتے۔ اگر وجوب کا حکم لگاتے تو غلط ہوتا۔ اگر استحباب کا لفظ لاتے تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ بغیر وضو کے بھی نماز جائز ہے اور یہ بھی غلط ہے۔ لیکن بعض متاخرین نے کہا ہے کہ یہاں صحت کا لفظ لا سکتے ہیں۔ علامہ سندھیؒ کی رائے یہ ہے کہ یہاں لفظ وجوب لایا جاسکتا ہے لیکن اس سے مراد وہ وجوب ہے جیسے کہ سو تتطوع پر وضو کرنا واجب ہے۔ دوسرا اجزء متی یجب علیھم الغسل والطھور اس میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ بلوغ کے بعد واجب ہوگا۔ اور امام احمدؒ کا ایک قول یہ ہے کہ دس برس کے بعد واجب ہو جائے گا۔ اور اس روایت سے استدلال کیا مروا صبیانکم بالصلوۃ. بچوں کو جب سات برس کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب دس برس کے ہو جائیں تو انہیں مارو۔ اور تیسرا اجزء ہے حضورھم الجماعۃ والعیدین والجنائز ان باتوں کو اس لئے ذکر کیا کہ ابن ماجہ کی روایت ہے جبنوا مساجد کم الخ کا مقتضی یہ تھا کہ بچوں کو مطلقاً مسجد میں نہ لایا جائے لیکن علماء کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے اور اس سے مراد وہ بچے ہیں جو بہت چھوٹے ہوں۔ اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں۔ امام بخاریؒ کے نزدیک چونکہ روایت ضعیف تھی اس لئے اس پر رد کر دیا۔

بَاب خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ وَالْغَلَسِ

ترجمہ۔ رات کے وقت اور اندھیرے میں عورتوں کا مساجد کی طرف نکلنا۔

حدیث (۸۱۸) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (الخ)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِالْعَتَمَةِ حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ غَيْرُكُمْ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا يُصَلّٰى يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِينَةِ وَكَانُوا يُصَلُّونَ الْعَتَمَةَ فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ الحدیث .....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات عشاء کی نماز میں آپؐ نے دیر کر دی یہاں تک کہ حضرت عمرؓ پکار اٹھے کہ عورتیں اور بچے سو گئے تو جناب نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اس نماز کا زمین والوں میں سے سوائے تمہارے اور کوئی انتظار نہیں کر رہا۔ اور ان دنوں سوائے مدینہ کے کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی۔ اور عشاء کی نماز وہ حضرات شفق کے غائب ہونے کے درمیان سے لے کر رات کی پہلی تہائی تک پڑھتے تھے۔

حدیث (۸۱۹) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى (الخ)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَاءُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأْذَنُوا لَهُنَّ .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب تم سے تمہاری عورتیں رات کے وقت مسجد جانے کی اجازت طلب کریں تو ان کو اجازت دے دو۔

حدیث (۸۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ قَالَ حَدَّثَتْنِیْ هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ ﷺ اَخْبَرَتْهَا اَنَّ النِّسَآءَ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كُنَّ اِذَا سَلَّمْنَ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ قُمْنَ وَثَبَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَنْ صَلّٰى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَآءَ اللّٰهُ فَاِذَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَامَ الرِّجَالُ الحدیث۔۔

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ زوج النبی ﷺ خبر دیتی ہیں کہ عورتیں جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جب فرض نماز سے سلام پھیرتی تھیں تو اٹھ کھڑی ہوتی تھیں۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ اور مردوں میں سے جو لوگ نماز پڑھتے جس قدر اللہ تعالیٰ چاہتا وہ ٹکے رہتے۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے تو مرد بھی کھڑے ہوتے۔

حدیث (۸۲۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيُصَلِّی الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ النِّسَآءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ ۔ الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ بیشک جناب رسول اللہ ﷺ البتہ صبح کی نماز پڑھتے تو عورتیں اپنی گرم چادروں میں لپٹی ہوئی واپس ہوتی تھیں۔ تاریکی کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔

حدیث (۸۲۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِيْنٍ الخ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنِّیْ لَاَقُوْمُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِيْهَا فَاَسْمَعُ بُكَآءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلٰوتِیْ كَرَاهِيَّةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمِّهٖ ۔ الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک البتہ میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا میرا ارادہ ہوتا ہے کہ نماز میں طوالت کروں پھر کسی بچے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو اپنی نماز میں تخفیف کر لیتا ہوں اس چیز کو ناپسند کرنے کی وجہ سے کہ کہیں اس کی ماں کو مشقت میں مبتلا نہ کر دوں۔

حدیث (۸۲۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَوْ اَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَحْدَثَ النِّسَآءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَآءُ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ اَوَمُنِعْنَ قَالَتْ نَعَمْ ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر جناب رسول اللہ ﷺ ان حالات کو پالیتے جو عورتوں نے نئے پیدا کر دیئے ہیں تو البتہ آپؐ ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔ میں نے عمرہ سے کہا کیا وہ عورتیں روک دی گئی تھیں فرمایا ہاں! ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ امام بخاریؒ نے باب خروج النساء کے تحت چند روایات ذکر کی ہیں جن سے خروج النساء الی المساجد کا

ثبوت ہوتا ہے۔ اخیر کی روایت عائشہ صدیقہؓ والی ممانعت پر دلالت کرتی ہے۔ غالباً امام بخاریؒ کا مسلک وہی ہے جو جمہور کا ہے۔ اگر فتنہ وفساد کا خطرہ نہ ہو اور تعلیم و تبلیغ کی ضرورت ہو تب تو ان کا نکلنا جائز ہے۔ اگر فتنہ وفساد کا خطرہ ہو تو پھر فساد زمانہ کی وجہ سے ممانعت ہے جیسا کہ فی زماننا (یعنی ہمارے زمانے میں)۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے عورتیں رات کے وقت مساجد میں جاسکتی ہیں۔ جیسا کہ احنافؒ کا مسلک ہے۔ اور مطلق روایات کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔ کہ اگر فتنہ کا خوف ہو تو ممانعت ہے۔ والا فلا یعنی ورنہ نہیں۔

باب صَلٰوةِ النِّسَآءِ خَلْفَ الرِّجَالِ

ترجمہ۔ عورتوں کی نماز مردوں کے پیچھے ہو۔

حدیث (۸۲۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزْعَةَ (الخ) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِيْنَ يَقْضِيْ تَسْلِيْمَهُ وَيَمْكُثُ هُوَ فِيْ مَقَامِهِ يَسِيْرًا قَبْلَ أَنْ يَّقُوْمَ قَالَ نَرٰى وَاللهُ أَعْلَمُ أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ لِكَيْ تَنْصَرِفَ النِّسَآءُ قَبْلَ أَنْ يُّدْرِكَهُنَّ مِنَ الرِّجَالِ ..الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز سے سلام پھیرتے تو عورتیں کھڑی ہو جاتیں جبکہ آنحضرت ﷺ اپنا سلام پھیرنا پورا کر لیتے اور خود حضور اقدس ﷺ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر اپنی جگہ پر رُکے رہتے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم یہ سمجھے ہیں واللہ اعلم کہ یہ رُکنا اس لئے تھا تا کہ عورتیں مردوں کے پالینے سے پہلے پہلے واپس چلی جائیں۔

حدیث (۸۲۵) حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ (الخ) عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِيْ بَيْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ فَقُمْتُ وَيَتِيْمٌ خَلْفَهُ وَأُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے میری والدہ حضرت ام سلیمؓ کے گھر نماز پڑھی میں اور یتیم آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور حضرت ام سلیمؓ ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ عورتوں کی صفیں ہمیشہ مردوں کے پیچھے ہونی چاہئیں۔

باب سُرْعَةِ انْصِرَافِ النِّسَآءِ مِنَ الصُّبْحِ وَقِلَّةِ مَقَامِهِنَّ فِي الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ۔ صبح کی نماز سے عورتوں کا جلدی چلا جانا اور مسجد میں ان کا تھوڑا قیام کرنا۔

حدیث (۸۲۶) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ عَائِشَةَؓ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یُصَلِّی الصُّبْحَ بِغَلَسٍ فَیَنْصَرِفْنَ نِسَاءُ الْمُؤْمِنِیْنَ لَایُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ اَوْلَایَعْرِفُ بَعْضُھُنَّ بَعْضًا . الحدیث . . .

ﷺ کی نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ مومن عورتیں جب واپس ہوتیں تو اندھیرے کی وجہ سے نہیں پہچانی جاتی تھیں یا اندھیرے کی وجہ سے ایک دوسرے کو نہیں پہچان سکتی تھیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جب یہ بات ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان کی وجہ سے بیٹھتے تھے تو پھر عورتوں کو جلدی سے لوٹ جانا چاہیئے

بَاب اِسْتِیْذَانِ الْمَرْأَۃِ زَوْجَھَا بِالْخُرُوْجِ اِلَی الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ۔ مسجد کی طرف جانے کے لئے عورت کا اپنے شوہر سے اجازت مانگنا۔

حدیث (۸۲۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِذَا اسْتَاْذَنَتِ امْرَأَۃُ اَحَدِکُمْ فَلَایَمْنَعْھَا . الحدیث . . . .

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب تم میں سے کسی ایک کی بیوی اس سے اجازت مانگے تو وہ شوہر اسے نہ روکے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو بغیر اجازت خاوند کے باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔ اگر مرد اجازت دے تب جاسکتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مرد روکنا چاہے تو روک سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کیلئے مسجد میں جانے کے واسطے عورت کو اپنے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے یہ سوچنا کافی نہ ہوگا کہ نماز تو حق اللہ ہے اس میں شوہر سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كِتَابُ الْجُمُعَةِ

باب فَرْضِ الْجُمُعَةِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ـ فَاسْعَوْا فَامْضُوْا......

ترجمہ۔ جمعہ فرض ہے۔ بوجہ قول اللہ تعالیٰ جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو ذکر الٰہی کی طرف چل پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ فاسعوا کا امضوا یعنی دوڑنا مراد نہیں صرف چل پڑنا مراد ہے۔

حدیث (۸۲۸) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ (الخ) اَنَّ سَمِعَ اَبَاهُرَیْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بَیْدَ اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا ثُمَّ هٰذَا یَوْمُهُمُ الَّذِیْ فُرِضَ عَلَیْهِمْ فَاخْتَلَفُوْا فِیْهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهٗ فَالنَّاسُ لَنَا فِیْهِ تَبَعٌ اَلْیَهُوْدُ غَدًا وَّالنَّصَارٰی بَعْدَ غَدٍ..الحدیث..

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے جناب رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم زمانہ کے اعتبار سے آخر میں آنے والے ہیں لیکن قیامت کے دن ہر معاملہ میں سب سے پہلے ہوں گے مگر یہ کہ ان لوگوں کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی۔ پھر یہ دن جو ان پر فرض کیا گیا اس میں انہوں نے اختلاف کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت فرمائی اب لوگ اس دن میں ہمارے تابع ہیں۔ یہود نے کل یعنی ہفتہ کا دن لیا۔ اور نصاریٰ نے پرسوں یعنی یک شنبہ کا دن اختیار کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ امام بخاریؒ آیت کریمہ اذانو دی للصلوۃ الخ سے فرضیت جمعہ پر اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ اذان خود فرض ہے اور وہ فرائض کیلئے ہوا کرتی ہے۔ نوافل کے لئے اذان نہیں ہوا کرتی۔ دوسرے فاسعوا الی ذکر اللہ فرمایا گیا۔

یہ امر کا صیغہ ہے۔ مگر ذلکم خیر لکم سے اشکال ہوتا ہے کہ نفس خیر ... عدم سعی میں پائی جاتی ہے۔ تو اس سے وجوب سعی کیسے ثابت ہوگا۔ تو کہا جائے کہ لفظ خیر اس جگہ اپنے تفضیلی معنی میں نہیں ہے۔ ...روایت کی تائید سے اس کی فرضیت ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ ابو داؤد کی روایت سے ثابت ہے کہ ترک جمعہ پر عتاب وعذاب ہے اور ذکر اللہ سے باتفاق المفسرین خطبہ مراد ہے۔ الذی فرض علیهم فرض بمعنے قدّر کے ہے۔ اور تقدیرات مستحبات اور سنن وغیرہ کے لئے بھی ہوا کرتی ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ فرض علیهم متردداً اسلئے انہوں نے اس کو اختیار نہ کیا۔ تو اب یہ اعتراض نہ ہوگا کہ انہوں نے فرض شدہ چیز کو چھوڑ دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جمعہ بضم المیم وسکونہا دونوں طرح سے لغت میں ضبط کیا گیا ہے۔ لیکن ضم میم اشہر ہے۔ اور یہی قرآن پاک کی لغت ہے اس میں اختلاف ہے کہ یہ اسلامی نام ہے یا جاہلی مطلب یہ ہے کہ یہ نام زمانہ جاہلیت میں بھی تھا یا اسلام میں ہی رکھا گیا اور پہلے اس کا کوئی اور نام تھا۔ علماء کے اس میں دونوں قول ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جاہلی نام ہے چونکہ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ اجتماع هبوط من الجنة کے بعد اس دن ہوا تھا۔ اس لئے اس کو جمعہ کہتے ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ کفار قریش کے بعض اکابر اس دن کسی جگہ جمع ہوتے تھے اس لئے اس کو جمعہ کہنے لگے اور بعض علما کہتے ہیں کہ اسلامی نام ہے۔ اور اس کا جاہلی نام یوم العروبہ ہے جو لوگ جاہلی کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تعدد اسما میں کیا حرج ہے لقول الله تعالیٰ اذا نودی للصلوة الخ حضرت امام بخاریؒ نے اس باب سے فرضیت جمعہ بیان فرمائی ہے۔ اور اپنی عادت کے مطابق آیت کریمہ استبرا کاً یعنی برکت حاصل کرنے کیلئے اور استدلال کے طور پر اول میں ذکر فرمائی ہے۔ مگر استدلال یہاں زیادہ واضح ہے اس لئے کہ لقول الله فرمایا ہے اب اس میں اختلاف ہے کہ وجوب کس چیز سے نکلتا ہے۔ بعض علما کی رائے ہے کہ فاسعوا الخ سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ یہاں پر سعی کا امر ہے اور بعض کی رائے ہے کہ و ذروا البیع سے ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ایک امر مباح کو منع فرما دیا۔ تو اس سے پتہ چلا کہ واجب ہے اور چونکہ فاسعوا میں سعی کا امر فرمایا ہے اور حدیث میں سعی الی الصلوة کی ممانعت ہے۔ اس لئے حضرت امام بخاریؒ نے رفع اشکال کے لئے اس کی شرح فرما دی فاسعوا فامضوا کے معنی میں ہے یعنی گو سعی لغت میں دوڑنے کے اور تیز چلنے کے معنی میں آتی ہے۔ لیکن یہاں مضی الی الصلوة مراد ہے۔ امام بخاریؒ خود اس پر باب باندھیں گے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ جمعہ کی فرضیت کہاں ہوئی مکہ میں یا مدینہ میں۔ حنفیہؒ کے نزدیک مکہ میں ہوئی۔ مگر شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے اقامت جمعہ نہیں فرمایا۔ اور قبا میں گاؤں ہونے کی وجہ سے جمعہ قائم نہیں فرمایا اور بنو سالم چونکہ مدینہ کے ملحقات میں تھا اس لئے وہاں جمعہ قائم فرمایا۔ شافعیہؒ فرماتے ہیں کہ فرضیت مدینہ میں ہوئی۔ مالکیہ اور حنابلہ گول مول ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے آیت مبارکہ فاسعوا الی ذکر الله الخ ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ جمعہ کی فرضیت مدینہ میں ہوئی۔ حنفیہؒ جواب دیتے ہیں کہ کیا معلوم راستہ میں فرضیت ہوئی ہو اور آیت کریمہ راستہ ہی میں نازل کی گئی ہو حتی کہ بنو سالم میں جناب نبی اکرم ﷺ نے جمعہ ادا فرمایا اور اسعد بن زرارہ والی روایت حنفیہ کی دلیل ہے کہ چالیس آدمی شرط ہیں۔ لیکن فرضیت کو نہیں مانتے۔ نحن الا خرون السابقون یوم القیامة الخ میں اسی پر کئی مرتبہ کلام کر چکا ہوں السابقون یوم القیامة کا مطلب یہ ہے کہ گو ہم زمانہ کے اعتبار سے

متاخر ہیں لیکن یہ ہمارا تاخر زمانی ہمارے تقدم رتبی کو مانع نہیں ہوگا۔ثم هذا یومهم الذی فرض علیهم یہ جمعہ کی فرضیت امت محمد یہ علی صاحبها الصلوٰة والسلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔اسی طرح تعظیم یو م السبت یہود کیلئے حکم الہی ہے۔شریعت موسوی کا ایک خاص حکم ہے اس طرح یو م الاحد شریعت عیسوی کا ایک خاص دن ہے۔اور عیسائیوں کے یہاں مبارک دن ہے۔لہذا اشکال یہ ہے کہ فاختلفوا کا کیا مطلب کیونکہ بظاہر تو اس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اختیار دیا گیا ہے۔پھر ان لوگوں نے اختلاف کیا کہ یہود نے یو م السبت اور نصاریٰ نے یوم الاحد کو اختیار کر لیا۔اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض احکام ابتلائی اور آزمائشی ہوا کرتے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ اختیار دے کر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتے ہیں۔شب معراج حضور اکرم ﷺ کے سامنے مختلف پیالے پیش کئے گئے حضور اقدس ﷺ نے دودھ کا پیالہ منتخب فرمالیا۔اس پر اشارہ ہوا کہ اگر شراب کا پیالہ لے لیتے توغوت امتك آپ کی امت گمراہ ہو جاتی اور دودھ پینے پر اصبت الفطرة فرمایا۔کہ تو چونکہ جمعہ کی روایات دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابتداً اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض نہ ہوا ہو بلکہ ہمارے اسلاف نے اس کو چھانٹا پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے فرض فرمادیا کیونکہ بہت سے احکام شوق کی وجہ سے فرض ہو جاتے ہیں کما دل علیه حدیث التراویح۔چنانچہ اس میں یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف نہیں لائے تو صحابہ کرامؓ کے سوال کرنے پر فرمایا کہ میں اس لئے نہیں آیا کہ کہیں یہ تراویح تم پر فرض نہ ہو جائے۔معلوم ہوا کہ شوق کی وجہ سے فرض ہو جاتی ہے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا جی بہت سی چیزوں کو چاہتا تھا مگر اس خوف سے نہیں کرتے تھے کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائے۔ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ ایک تابعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ ہر جمعہ کو اسعد بن زرارہؓ کے لئے دعا کرتے تھے۔میں نے پوچھا کہ اباجان یہ اسعد بن زرارہ کون تھے ؟انہوں نے جواب دیا اول من جمع بنا یعنی وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے ہمیں جمع کیا۔اس کا قصہ یہ ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہؓ اپنی قوم کی تعلیم کے لئے تشریف لائے وہ ان کو تعلیم دیا کرتے تھے۔اس میں انہوں نے یہ کہا کہ اگر ایک خاص دن مقرر کر لیتے تو اچھا ہوتا۔چنانچہ جمعہ کا دن مقرر کر لیا۔اس میں سب لوگ جمع ہو جاتے اور وہ لوگوں کو تعلیم دیتے۔اور پھر فراغت کے بعد دورکعت شکرانہ پڑھا کرتے۔اللہ تعالیٰ نے رغبت دیکھ کر فرض فرمادیا۔اس روایت سے امام ابو داؤدؒ نے جمعه فی القریٰ ثابت فرمایا ہے کہ بستیوں میں بھی جمعہ فرض ہے۔اور استدلال اوّل من جمع بنا فی حرة بنی بیاضه سے فرمایا ہے۔اس کا جواب اپنی جگہ پر آئے گا۔تو جس طرح ہمارے اسلاف کے اختیار کرنے سے فرض ہو گیا اسی طرح ابتداً قوم موسیٰ پر تعظیم یوم السبت وتعظیم یو م الاحد فرض نہ تھی۔مگر انہوں نے اس کو اختیار کیا۔اللہ تعالیٰ نے ان کے اختیار کی وجہ سے ان پر فرض فرمادیا۔فالناس لنا فیه تبع اوّلاً جمعہ آتا ہے پھر شنبہ اس کے بعد یک شنبہ آتا ہے۔

باب فَضْلِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهَلْ عَلَى الصَّبِيِّ شُهُودُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَوْ عَلَى النِّسَاءِ

ترجمہ۔اس باب میں جمعہ کے دن غسل کرنے کی فضیلت بیان کرنی ہے۔کیا بچے یا عورتوں پر جمعہ کے دن حاضری ضروری ہے یا نہیں۔

حدیث (۸۲۹) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ (الخ)
عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِذَاجَآءَ اَحَدُکُمُ الْجُمُعَۃَ فَلْیَغْتَسِلْ .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی بھی جمعہ کے لئے آئے تو اسے غسل ضرور کرنا چاہئیے۔

حدیث (۸۳۰) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ
عَنِ ابْنِ عُمَرؓ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ بَیْنَا ھُوَ قَائِمٌ فِی الْخُطْبَۃِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اِذْجَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُھَاجِرِیْنَ الْاَوَّلِیْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ فَنَادَاہُ عُمَرُ اَیَّۃُ سَاعَۃٍ ھٰذِہٖ قَالَ اِنِّیْ شُغِلْتُ فَلَمْ اَنْقَلِبْ اِلَی اَھْلِیْ حَتّٰی سَمِعْتُ التَّاْذِیْنَ فَلَمْ اَزِدْ اَنْ تَوَضَّاْتُ قَالَ وَالْوُضُوْٓءُ اَیْضًا وَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَاْمُرُ بِالْغُسْلِ .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ اس اثنا میں کہ جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے کہ اصحاب نبی اکرم ﷺ میں سے مہاجرین اوّلین میں ایک آدمی اچانک آگیا تو حضرت عمرؓ نے اس کو پکار کر فرمایا کہ کیا یہی گھڑی آنے کی ہے۔ انہوں نے فرمایا میں کسی کام میں مشغول ہو گیا اپنے گھر واپس نہیں جاسکا یہاں تک کہ اذان کی آواز سن لی۔ پس وضو کرنے پر کوئی چیز زیادہ نہیں کی کہ حاضر ہو گیا فرمایا وضو بھی ضروری ہے۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ غسل کا حکم دیتے تھے۔

حدیث (۸۳۱) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ (الخ)
عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ غُسْلُ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن نہانا ہر بالغ مسلمان پر واجب ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ امام احمدؒ اور امام مالکؒ غسل یوم الجمعہ کو واجب کہتے ہیں جیسا کہ صیغہ امر اس پر دلالت کرتا ہے مگر جمہور اس کے استحباب کے قائل ہیں۔ پہلی دو روایات سے فضل غسل یوم الجمعہ ثابت ہوا۔ اور دوسرا ترجمہ تیسری روایت سے ثابت کیا کہ غسل یوم الجمعہ ہر بالغ پر واجب ہے تو اس سے غیر محتلم نکل جائے گا اور سب صیغے مذکر کے ہیں۔ نساء اس حکم سے نکل جائیں گی۔ بعض حضرات غسل یوم الجمعہ کے وجوب کو منسوخ مانتے ہیں کیونکہ لوگ عوالی مدینہ سے آتے تھے محنت کش ہونے کی وجہ سے سخت گرمی میں ان کے اون والے کپڑے ہوا کرتے تھے۔ اس وقت غسل ضروری تھا مگر بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا۔ تو یہ حکم منتھی بانتھاء علت ہوا۔ اور ایک روایت میں وارد ہے کہ من غسل یوم الجمعہ فاحسن تو یہ روایت روایات وجوب کے لئے ناسخ ہو گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا۔ مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آتا اس لئے کہ

امام بخاریؒ نے فضل کا حکم لگایا ہے۔ اور مذاہب علماء اس میں یہ ہیں کہ بعض ظاہر یہ وجوب کے قائل ہیں۔ بکثرۃ الاوامر بالغسل فی یو م الجمعه کہ جمعہ کے دن غسل کے بارے میں بہت سی روایات آئی ہیں۔ اور متاخرین حضرات حنابلہؒ کے یہاں قول راجح اور مفتی بہ یہ ہے کہ مزدور پیشہ اور سخت کام کرنے والوں کے لئے تو فرض ہے۔ اور جو لوگ کچھ کام وکاج نہیں کرتے ان کا استدلال حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے ہے جس میں وہ غسل کی علت بیان فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں لوگ کام کاج کرتے تھے۔ اور پھر وہ اسی حالت میں جمعہ کے لئے آتے تھے تو ان کے کپڑوں سے بدبو آتی تھی۔ جس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا لو اغسلتم کاش تم غسل کر لیتے اور اب یہ بات نہیں ہے۔ اور بقیہ ائمہ کے نزدیک سنت ہے۔ اذدخل رجل یہ حضرت عثمان بن عفانؓ تھے. من المهاجرين الاولين اس سے کون لوگ مراد ہیں۔ جس کا ذکر آیت کریمہ السابقون الاولون من المهاجرين میں ہے۔ اور اس کے بارے میں علماء کا اختلاف یہ ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں مہاجرین اوّلین وہ اصحاب ہیں جو اصحاب الهجرتين ہیں اور بعض کے نزدیک وہ حضرات ہیں جو اصحاب القبلتين ہیں۔ اور بعض کی رائے ہے کہ مہاجرین اوّلین سے اصحاب بدر مراد ہیں۔ اور بعض اصحاب الشجره کو کہتے ہیں اور حضرت عثمانؓ صاحب الهجرتين ومن المصلين الى القبلتين ومن اصحاب الشجرة ہیں فناداه عمر اية ساعة هذه جو لوگ وجوب کے قائل ہیں وہ حضرت عمرؓ کے زجر سے استدلال کرتے ہیں۔ اور منکرین وجوب اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ تو حضرت عمرؓ تھے جو زجر پر اکتفا کر لیا۔ اگر مار بھی دیتے تو کوئی عجب نہیں تھا۔ اگر واجب ہوتا تو صرف زجر پر اکتفانہ فرماتے۔ بلکہ امر فرماتے کہ غسل کر کے آئیں۔ بجعہ پر غسل ہونے نہ ہونے کے اندر صراحۃً نص نہیں ہے۔ اس لئے لفظ هل بڑھا دیا۔ لیکن روایت میں کل محتلم کی قید یہ بات بتلا رہی ہے کہ بجعہ پر غسل واجب نہیں۔ نیز آگے روایت میں آتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ عورتوں کو رات کے وقت مسجد میں آنے کی اجازت دے دیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے لئے آنا واجب نہیں۔ اور نہ ہی ان پر غسل ہے۔ اب اس میں ایک اختلاف یہ بھی ہے کہ آیا غسل یوم الجمعہ کے لئے ہے یا صلوۃ جمعہ کے لئے دونوں قول ہیں۔ اب میری رائے سنو ! کہ روایات کے تتبع اور تلاش سے پتہ چلتا ہے کہ کل تین غسل کا ذکر آتا ہے۔ ایک لكل الاسبوع ہر ہفتہ کا غسل۔ دوسرے غسل یو م الجمعه۔ تیسرے غسل لصلوة الجمعه۔ اوّل کا تعلق نظافت سے ہے اور اس کا تعلق جمعہ سے کچھ نہیں۔ دوسرے غسل کو نماز سے کوئی تعلق نہیں۔ اور تیسرا غسل وہ ہے جو نماز کے لئے ہو۔ لہذا کوئی شخص نماز سے قبل غسل کر لے جمعہ کے دن کی اور اسبوع کی نیت کرے تو اسے تینوں غسلوں کا ثواب ملے گا۔

بَاب الطِّيْبِ لِلْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے لئے خوشبو لگانا

حدیث (۸۳۲) حَدَّثَنَا عَلِيٌّ (الخ) عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ اَشْهَدُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الْغُسْلُ

ترجمہ۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ پر اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن کا

يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ وَّاَنْ يَّسْتَنَّ وَاَنْ يَّمَسَّ طِيْبًا اِنْ وَّجَدَ قَالَ عَمْرٌ وَاَمَّا الْغُسْلُ فَاَشْهَدُ اَنَّهٗ وَاجِبٌ وَاَمَّا الْاِسْتِنَانُ وَالطِّيْبُ فَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَاجِبٌ هُوَ اَمْ لَا وَلٰكِنْ هٰكَذَا فِى الْحَدِيْثِ . الخ

غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔ اور یہ کہ مسواک کرنا اور یہ کہ اگر موجود ہو تو خوشبو لگائے۔ حضرت عمرو بن سلیم انصاریؒ نے فرمایا لیکن غسل اس کی تو میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ واجب ہے رہ گیا مسواک کرنا اور خوشبو لگانا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ آیا یہ واجب ہیں یا نہیں۔ لیکن حدیث میں اسی طرح ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ خوشبو کے بارے میں ائمہ اربعہ اور اصحاب ظواہر میں کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ دَور صحابہ میں اختلاف تھا۔ بعض حضرات وجوب کے قائل تھے اور بعض قائل نہیں اس واسطے روایات میں بعض حکم لگاتے ہیں اور بعض لاادری کہہ دیتے ہیں البتہ اب ائمہ اربعہ اور اصحاب ظواہر کے یہاں خوشبو لگانا اولیٰ ہے۔ قال ابو عبدالله حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ سند حدیث میں جو ابو بکر وارد ہے وہ محمد بن المنکدر کے بھائی ہیں اور ان کا کوئی نام ذکر نہیں کیا گیا اور ان سے متعدد راویوں نے روایت کی ہے جن میں سے بعض کا نام بخاری میں مذکور ہے یعنی وہ معروف آدمی ہیں۔ و کان محمد بن المنکدر الخ یعنی تم کو التباس نہ ہو جائے کہ محمد بن المنکدر کی کنیت ابو بکر بھی ہے اور ابو عبد اللہ بھی ہے۔

باب فَضْلِ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کی فضیلت کیا ہے

حدیث (۸۳۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً وَّمَنْ رَاحَ فِى السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا اَقْرَنَ وَمَنْ رَّاحَ فِى السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ دُجَاجَةً وَّمَنْ رَّاحَ فِى السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ . . الحديث . . . .

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن جنابت والے غسل کی طرح غسل کیا پھر جمعہ کے لئے چل پڑا تو گویا کہ اس نے اونٹ کی قربانی دی۔ اور جو دوسری گھڑی میں چلا گویا کہ اس نے گائے کی قربانی دی۔ اور جو تیسری گھڑی میں آگیا گویا کہ اس نے سینگوں والے مینڈھے کی قربانی دی اور جو چوتھی گھڑی میں چل کر آیا گویا اس نے مرغی کی قربانی دی۔ اور جو پانچویں گھڑی میں چل آیا گویا اس نے انڈے کی قربانی دی۔ پھر جب امام خطبہ کیلئے نکلتا ہے تو فرشتے حاضر ہو کر خطبہ کا ذکر سنتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یا تو صلوۃ جمعہ کی فضیلت بیان کرنی ہے یا ذهاب الصلوة الجمعه کہ جمعہ کی نماز کیلئے چلنا اس کی فضیلت

بیان کرنی ہے۔ من اغتسل غسل الجنابة غسل الجنابۃ یا تو منصوب نزع الخافض ہے اور مطلب یہ ہے کہ غسل الجنابة یعنی غسل جنابت کی طرح خوب استیعاب سے غسل کرے۔ اور مالکیہؒ کے یہاں تو دلك یعنی بدن کا ملنا بھی فرض ہے حتی کہ اگر ایک قطرہ کے برابر بھی جگہ چھوڑ دی گئی تو کسی کے یہاں بھی غسل نہیں ہوگا۔ اگر دلك چھوڑ دیا تو مالکیہ کے یہاں غسل نہ ہوگا۔ لہٰذا حاصل یہ ہوا کہ خوب استیعاب اور دلك کے ساتھ غسل کرے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ مفعول مطلق ہو۔ اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ غسل جنابت کرے یعنی پہلے اپنی بیوی سے ہمبستری کرے پھر غسل کرے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ معنی بالکل غلط ہیں۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ کام کوئی ایسا غلط تو ہے نہیں اور میری بھی یہی رائے ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کا دن اجتماع کا دن ہوتا ہے اس میں بازاروں میں سے ہو کر جانا ہوتا ہے تو ممکن ہے کسی عورت پر نگاہ پڑ جائے اور بد نظری ہو۔ بخلاف اس کے کہ جب غسل جنابت کئے ہوئے ہوگا اور جماع سے فارغ ہوگا تو پھر طبیعت آسودہ ہو گی۔ اس وقت طبیعت نہ چاہے گی۔ اور بد نظری سے محفوظ رہے گا۔ اب یہاں ایک فقہی مسئلہ مختلف فيه ہے وہ یہ کہ غسل جنابت غسل جمعہ کے لئے کافی ہوگا یا نہیں۔ جمہور کے یہاں کافی ہو جائے گا۔ کیونکہ مقصود ازالۂ ریاح ہے۔ اور مالکیہؒ کے یہاں اگر غسل جنابت کے ساتھ غسل جمعہ کی نیت بھی کر لے تو کافی ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ فاذا اخرج الامام یعنی جب خطبہ کے لئے امام منبر پر آجائے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جمعہ کو جانے والے لوگ امام کے خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے پہلے پانچ قسموں میں منقسم ہو جائیں گے۔ اب پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ ساعات خمسه، مذکورہ فی الحدیث کب سے شروع ہوں گی۔ جمہور کے نزدیک صبح کی نماز کے بعد سے لے کر امام کے خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہونے تک جتنا وقت ہوگا اس کو پانچ حصوں پر برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اگر مثلاً صبح کی نماز سے لے کر نہوض امام تک پانچ گھنٹے ہوں، تو ایک ایک گھنٹہ ہو جائے گا۔ فالذاهب فی الاولیٰ کالمهدی بدنة حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر ساعات سے مراد یہ ہو جو آپ فرماتے ہیں تو کوئی بھی بدنہ (اونٹ کا ثواب) حاصل نہ کر سکے گا۔ اس لئے کہ ہم نے نہیں سنا کہ صحابہ کرامؓ صبح سے ہی مسجد میں جا کر بیٹھ جاتے ہوں اور پھر حضور اکرم ﷺ کی ترغیب کے باوجود چھوڑ دیتے ہوں۔ اور حضرت عثمانؓ کی حدیث سے ابھی معلوم ہو گیا کہ وہ اذان کے وقت تک مشغول رہے جب خطبہ شروع ہو گیا اس وقت وہ تشریف لائے۔ تو مهاجرین اوّلین کا یہ حال تھا تو پھر اوروں کا کیا پوچھنا؟ اس لئے کہا جائے گا کہ یہ ساعات بعد الزوال شروع ہوں گی اور زوال سے شروع ہو کر نہوض الامام للخطبه تک جتنا وقت ہوگا اس کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا اگر ایک گھنٹہ ہو تو بارہ بارہ منٹ کی ساعات ہو جائیں گی۔ جمہور فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں زوال کے ہوتے ہی خطبہ کی اذان شروع ہو جایا کرتی تھی۔ اور حضور اکرم ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور اس وقت اذان اوّل تو تھی ہی نہیں۔ یہ تو حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں زیادہ کی گئی۔ پھر ساعات کہاں ملیں گی۔ لہٰذا ساری ترغیب بے کار ہو جائے گی۔ اور یہ کہنا کہ صحابہ کرامؓ سے منقول نہیں ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ عدم ذکر عدم مستلزم نہیں اور یہاں جمہور اور مالکیوں کے خلاف بہت کچھ اشکال ہے۔ اوجز کے اندر اس کے موافق روایات تلاش کر کے لکھی گئی ہیں وہاں دیکھ لو اجمال یہ ہے کہ ذهاب الی الجمعه کے بارے میں مختلف روایات ہیں بعض میں من غدا الی الجمعه ہے اور غدوة کے معنی صبح کو

جانے کے ہیں۔اور بعض میں من راح ہے اور رواح کے معنی زوال کے بعد جاتے کے ہیں۔ اور بعض میں من کبر ہے۔اور تکبیر اور غدوہ ایک ہی ہیں فرق یہ ہے کہ تکبیر میں کچھ مبالغہ ہے اور بعض میں المهجر کا لفظ ہے۔یعنی دوپہر کی دھوپ میں جانے والا۔میرے نزدیک مهجر والی روایت راجح ہے کیونکہ تهجير کے معنی ہیں دھوپ میں جانا اور اس کے مراد لینے میں سب روایات میں جمع ہو جاتا ہے کیونکہ تکبیر اور غدوة کی روایات مجازاً قرب کی وجہ سے تهجير والی روایات پر محمول ہو جائیں گی۔اس طرح راح والی روایت بھی اس پر محمول ہو جائے گی۔اب نہ مالکیہ کا اشکال رہتا ہے نہ ہی جمہور کا۔

باب

حدیث(۸۳۴)حَدَّثَنَا اَبُو نُعَيْمٍ الخ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِمَ تَحْتَبِسُونَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ الرَّجُلُ مَا هُوَ اِلَّا سَمِعْتُ النِّدَاءَ تَوَضَّأْتُ فَقَالَ اَلَمْ تَسْمَعُوا النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اِذَا رَاحَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ دریں اثنا کہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ تم لوگ نماز سے کیوں رُکتے ہو۔اس آدمی نے کہا کہ حضرت بس اتنی دیر ہوئی کہ میں نے اذان سنی وضو کیا اور حاضر ہو گیا۔آپ نے فرمایا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ کا یہ قول نہیں سنا کہ جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کی طرف چلے تو غسل ضرور کرے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس باب کو امام بخاریؒ بلا ترجمہ لائے ہیں شاید مقصد یہ ہو کہ ابھی روایات سے وجوب غسل معلوم ہو تا تھا۔مصنفؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ وجوب شرعی نہیں ہے ورنہ حضرت عثمانؓ غسل یوم الجمعه کو ترک نہ کرتے اور ایسے ہی حضرت فاروق اعظمؓ ان کو نہ چھوڑتے۔ اس سے امام شافعیؒ اور جمہور ائمہ غسل یوم الجمعه کے استحباب کے قائل ہیں اور ساعات کا شمار امام مالکؒ بعد الزوال کرتے ہیں۔اور جمہور فرماتے ہیں کہ طلوع شمس سے لے کر خروج الامام الی الخطبه تک ہے اور پھر یہ ساعات ہوتی ہیں روایت باب میں پانچ ساعات ذکر کی گئی ہیں۔مگر دوسری روایات میں چھٹی ساعۃ کا ذکر بھی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب بلا ترجمہ ہے۔حافظ ابن حجر کی رائے ہے کہ مالکیہؒ پر رد کرنا مقصود ہے۔اور میری رائے یہ ہے کہ مالکیہ کی تائید ہے۔حافظؒ نے حضرت عمرؓ کے انکار سے استدلال کیا ہے۔اور طریق استدلال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ پر اعتراض کیا کہ دیر سے کیوں آئے۔اور وہ زوال کے بعد اذان ہوتے ہی آئے تھے۔تو جب اس وقت سے ساعات شروع ہوتی ہیں تو پھر اعتراض کیوں کیا۔اور میرا استدلال راح کے لفظ سے ہے۔کہ باوجود انکار کے حضرت عمرؓ نے رواح کا لفظ استعمال کیا۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقصود جمعہ کی فضیلت ثابت کرنا ہو جو امر بالاغتسال سے کرتے ہیں۔

باب الدُّهنِ لِلجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے لئے تیل لگانا

حدیث (۸۳۵) حَدَّثَنَا اٰدَمُ (الخ) عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَایَغْتَسِلُ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَیَتَطَهَّرُ مَااسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَیَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ اَوْ یَمَسُّ مِنْ طِیْبِ بَیْتِهٖ ثُمَّ یَخْرُجُ فَلَایُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَیْنِ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَاکُتِبَ لَهٗ ثُمَّ یَنْصِتُ اِذَاتَکَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّاغُفِرَلَهٗ مَابَیْنَهٗ وَمَابَیْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی . الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے۔ اور جہاں تک ممکن ہو خوب طہارت کرے اور اپنا تیل استعمال کرے۔ اور گھر کی خوشبو لگائے۔ مسجد کے نکلنے اور دو آدمیوں کے درمیان جدائی نہ کرے۔ پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے لکھا ہے اس قدر نماز پڑھے۔ پھر چپ ہو کر بیٹھ رہے جبکہ امام خطبہ کے لئے بول رہا ہے۔ تو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس کے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ تیل خوشبو ہی کے قبیلہ سے ہے۔

حدیث (۸۳۶) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ قُلْتُ لِاِبْنِ عَبَّاسٍؓ ذَکَرُوْا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اغْتَسِلُوْا یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْسِلُوْا رُؤُسَکُمْ وَاِنْ لَّمْ تَکُوْنُوْا جُنُبًا وَاَصِیْبُوْامِنَ الطِّیْبِ قَالَ اَبْنُ عَبَّاسٍؓ اَمَّاالْغُسْلُ فَنَعَمْ وَاَمَّاالطِّیْبُ فَلَا اَدْرِیْ . الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ لوگ ذکر کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن غسل کرو اور اپنے سروں کو بھی دھوڈالو اگرچہ تم جنبی نہ بھی ہو اور خوشبو لگاؤ۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ لیکن غسل تو ہے ہی۔ البتہ خوشبو کے متعلق میں نہیں جانتا۔

حدیث (۸۳۷) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ ذَکَرَ قَوْلَ النَّبِیِّ ﷺ فِی الْغُسْلِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقُلْتُ لِاِبْنِ عَبَّاسٍؓ اَیَمَسُّ طِیْبًا اَوْدُهْنًا اِنْ کَانَ عِنْدَاَهْلِهٖ فَقَالَ لَااَعْلَمُهٗ . الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس جناب نبی اکرم ﷺ کا قول غسل یوم الجمعة کے بارے میں ذکر کیا گیا تو میں نے ابن عباسؓ سے عرض کی کہ کیا خوشبودار تیل اگر اس کے گھر والوں کے ہاں موجود ہو تو کیا لگا سکتا ہے انہوں نے کہا میں اس بارے میں علم نہیں رکھتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اماالطیب فلاادری اس میں اشکال یہ ہے کہ ابن ماجہ میں ابن عباسؓ کی روایت میں طیب کا ذکر ہے

اب یا تو یہ کہا جائے کہ تعارض کی صورت میں بخاری کی روایت راجح ہوگی۔ اور یا یہ کہا جائے کہ ممکن ہے پہلے یاد نہ رہا ہو اور پھر یاد آگیا ہو۔ لہذا ممکن ہے بخاری کی روایت مقدم ہو۔ اور ابن ماجہ میں جو مذکور ہے وہ بعد کا واقعہ ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابن ماجہ والی روایت از قبیل مراسیل صحابہ ہو۔ یعنی پہلے معلوم نہ تھا نفی کر دی پھر ابو سعید خدریؓ وغیرہ کو سن کر روایت فرمادی۔ اور دھن جمہور کے نزدیک مستحب ہے حضرت ابو ہریرہؓ کے نزدیک واجب ہے۔

باب يَلْبَسُ أَحْسَنَ مَا يَجِدُ

ترجمہ۔ اچھے کپڑے جو میسر ہوں وہ جمعہ کے دن پہنے

حدیث (۸۳۸) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَأَى حُلَّةً سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوِ اشْتَرَيْتَ هٰذِهٖ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ إِذَا قَدِمُوا عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهٖ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ ثُمَّ جَاءَتْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مِنْهَا حُلَلٌ فَأَعْطَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهَا حُلَّةً فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَسَوْتَنِيهَا وَقَدْ قُلْتَ فِي حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا فَكَسَاهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَخًا لَهٗ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا۔ الحديث....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے مسجد نبویؐ کے دروازے پر ایک قیمتی جوڑا سرخ رنگ کا دیکھا تو عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر آپؐ اس جوڑے کو خرید لیتے تو اچھا ہوتا۔ تاکہ آپؐ اس کو جمعہ کے دن پہنتے۔ یا اس وفد کیلئے جو آپؐ کے پاس آتا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ان جوڑوں میں کچھ جوڑے آئے۔ تو آپؐ نے ان میں سے ایک جوڑا حضرت عمرؓ کو دے دیا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپؐ مجھے یہ پہناتے ہیں حالانکہ عطار و تاجر کے جوڑے کے بارے میں آپؐ مجھے وہ بات فرما چکے ہیں جو آپؐ نے مجھے فرمائی کہ یہ آخرت والوں کا لباس نہیں ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ پوشاک میں نے تم کو اس لئے نہیں دی کہ آپ اسے خود پہنیں تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے وہ جوڑا اپنے اس مشرک بھائی کو پہنا دیا جو مکہ میں رہتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ روایت سے ترجمۃ الباب ثابت نہیں ہوتا۔ تو کہا جائے گا حلۃ سیراء وہ پوشاک ہے جس میں دھاریاں پڑی ہوئی ہوں۔ جس سے وہ خوبصورت لگتا ہے۔ اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے جو اس کے خریدنے کی خواہش ظاہر کی اور فرمایا کہ آپؐ اسے یوم الجمعہ میں پہنا کریں۔ جس سے معلوم ہوا کہ یوم الجمعہ میں احسن ثیاب کا پہننا راجح تھا اور آپؐ نے بھی اس پر کوئی نکیر نہیں کیا باقی چونکہ ریشمی تھا اسلئے آپؐ نے اسے نہیں خریدا۔ صفحہ ۱۳۰ پر باب العیدین میں ایک باب باب ماجاء فی العیدین والتجمل فیھما

آرہا ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے جو روایت یہاں ذکر فرمائی ہے وہی وہاں بھی ذکر فرمائی ہے اور الفاظ ترجمہ میں فرق فرمادیا۔ میرے نزدیک احسن مایجد سے تو امام بخاریؒ نے ابو اب الجمعه میں ذکر فرماکر یہ اشارہ کردیا کہ جمعہ میں نئے کپڑے خریدنے کی ضرورت نہیں بلکہ جو موجود ہیں ان میں سے جو اچھا ہو ان کو پہن لے۔ اور عیدین میں اگر نئے کپڑے خرید لے تو جائز ہے کوئی حرج نہیں۔ اور حضور اقدس ﷺ کا انکار تجمل پر نہیں تھا۔ بلکہ ریشمی ہونے کی وجہ سے تھا۔ لہذا معلوم ہو گیا کہ تجمل جائز ہے۔ اور انکار امر عارض کی وجہ سے ہے۔

باب السِّوَاكِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے دن مسواک کرنا

وَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْتَنُّ ....

ترجمہ۔ اور حضرت ابو سعیدؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ مسواک کرتے تھے۔

حديث (۸۳۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ اَوْلَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلَى النَّاسِ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلٰوةٍ . الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے امت کے مشقت میں پڑنے کا خوف نہ ہوتا۔ یا فرمایا لوگوں پر مشقت نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

حديث (۸۴۰) حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ حَدَّثَنَا اَنَسٌؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ .. الحديث....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے مسواک کے بارے میں تم سے بہت مبالغہ کیا ہے۔

حديث (۸۴۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ (الخ) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ . الحديث. ...

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب رات کو اٹھتے تھے تو اپنے منہ کو مسواک ملتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جمعہ کے دن مسواک کرنا بعض ظاہریہ کے نزدیک واجب ہے اور جمہور کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اور بعض ظاہریہ مثلاً اسحاق بن راہویہ کے نزدیک اگر مسواک عمداً چھوڑدی تو جمعہ ہی صحیح نہیں ہوگا اور میرے نزدیک حضرت امام بخاریؒ جمہور کے مذہب کی طرف مائل ہیں۔ اس لئے روایات عامہ ذکر فرمائیں۔ خاص طور سے جو مسواك فى الجمعه میں وارد ہیں ان کو ذکر نہیں فرمایا۔ اذا قام من الليل يشوص فاه اس روایت پر اشکال ہے کہ یہ ترجمہ کے مطابق نہیں کیونکہ اس کا تعلق تہجد سے ہے۔

بعض علماؑ فرماتے ہیں کہ تاکید مسواک پر استدلال فرماتے ہیں کہ جب نفل کے لئے مسواک کرتے تھے تو فرض کے لئے بطریق اولیٰ چاہیئے دوسرا جواب یہ ہے کہ اس روایت کو ذکر فرما کر یہ بتلادیا کہ حضور اقدس ﷺ نے بھی رات کو مسواک کی ہے۔ لہٰذا جمعہ کے دن کی کوئی خصوصیت نہیں۔ اس صورت میں ظاہر یہ پر رد ہوگا۔

بابُ مَنْ تَسَوَّكَ بِسِوَاكِ غَيْرِهِ

ترجمہ۔ جو شخص دوسرے کی مسواک استعمال کرے اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۸۴۲) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ (الخ) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ وَّمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهٖ فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهٗ اَعْطِنِيْ هٰذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَالرَّحْمٰنِ فَاَعْطَانِيْهِ فَقَصَمْتُهٗ ثُمَّ مَضَغْتُهٗ فَاَعْطَيْتُهٗ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَنَّ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلٰى صَدْرِيْ. الحديث.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ میرے گھر میں داخل ہوئے اور ان کے پاس ایک مسواک تھی جس سے وہ مسواک کر رہے تھے جناب رسول اللہ ﷺ نے اسکی طرف غور سے دیکھا تو میں نے کہا اے عبدالرحمٰن یہ مسواک مجھے دے دو۔ چنانچہ وہ مسواک انہوں نے مجھے دے دی میں نے اسے توڑا پھر چبایا اور پھر جناب رسول اللہ ﷺ کو دے دی۔ جس سے آپؐ نے اس حالت میں مسواک کیا کہ آپؐ میرے سینے کا سہارا لینے والے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسواک ایک مؤکد چیز ہے۔ لہٰذا اگر کسی سے مانگ کرلے تو جائز ہے۔ حالانکہ سوال ذلت ہے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہر شخص کا ریق یعنی تھوک اس کے حق میں طاہر اور دوسرے کے حق میں نجس ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ غرض ہوتی تو ابواب الطہارت میں جہاں سور (جھوٹا) کا ذکر آیا تھا وہاں یہ باب ذکر فرماتے۔ روایت مرض الوفات کے زمانہ کی ہے۔

بابُ مَا يُقْرَأُ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں کیا پڑھا جائے۔

حدیث (۸۴۳) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ (الخ) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل اور ہل اتی

يَوْمَ الْجُمُعَةِ الٓمٓ تَنْزِيْلُ وَهَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ .. علی الانسان الخ پڑھا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شوافعؒ نے تو افراط کیا کہ وہ ان دو سورتوں کے علاوہ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں اور کچھ نہیں پڑھتے اور احنافؒ نے یہ تفریط کی کہ انہوں نے عام طور پر اس کو چھوڑ ہی دیا۔

باب الْجُمُعَةِ فِى الْقُرٰى وَالْمُدُنِ

ترجمہ۔ بستیوں اور شہروں میں جمعہ جائز ہے

حدیث (۸۴۴) حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰیؓ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ مَسْجِدِ عَبْدِالْقَيْسِ بِجُوَاثٰى مِنَ الْبَحْرَيْنِ . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مسجد نبویؐ کے بعد جو پہلا پہلا جمعہ پڑھا گیا وہ بحرین کے جواثی چھاؤنی قبیلہ عبدالقیس کی مسجد میں تھا۔

حدیث (۸۴۵) حَدَّثَنِیْ بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّزَادَ اللَّيْثُ قَالَ يُوْنُسُ كَتَبَ رُزَيْقُ ابْنُ حَكِيْمٍ اِلٰى ابْنِ شِهَابٍ وَّاَنَا مَعَهٗ يَوْمَئِذٍ بِوَادِ الْقُرٰى هَلْ تَرٰى اَنْ اُجَمِّعَ وَرُزَيْقٌ عَلٰى اَرْضٍ يَّعْمَلُهَا وَفِيْهَا جَمَاعَةٌ مِّنَ السُّوْدَانِ وَغَيْرِهِمْ وَرُزَيْقٌ يَوْمَئِذٍ عَلٰى اَيْلَةَ فَكَتَبَ ابْنُ شِهَابٍ وَّاَنَا اَسْمَعُ يَاْمُرُهٗ اَنْ يُّجَمِّعَ يُخْبِرُهٗ اَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهٗ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ اَلْاِمَامُ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِىْ اَهْلِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِیْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے۔ اور لیث نے یہ زیادتی کی کہ یونس نے کہا رزیق بن حکیم نے ابن شہاب زہری کو لکھا۔ اور میں ان دنوں وادی القریٰ میں ابن شہاب کے ساتھ تھا۔ اگر میں جمعہ قائم کروں تو آپ کی کیا رائے ہے۔ اور رزیق ایسی زمین پر حاکم تھا جہاں وہ زراعت بھی کرتا تھا۔ اور ان میں سوڈانیوں اور دوسرے لوگوں کارکنوں کی ایک جماعت رہتی تھی۔ رزیق ان دنوں ایلہ کا امیر تھا لیکن عمل زراعت ہر جگہ تھا۔ تو ابن شہاب نے ان کو لکھا جبکہ میں سن رہا تھا کہ وہ ان کو جمعہ قائم کرنے کا حکم دیتے تھے۔ وہ اس کو خبر سناتے تھے کہ حضرت سالم نے انہیں حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے۔ تم میں سے ہر ایک نگران ہے۔ اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہو گا

وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ قَالَ وَحَسِبْتُ اَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ مَالِ اَبِيْهِ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ..الحدیث....

امام بھی نگران ہے اس سے اپنی رعایا کے متعلق سوال ہو گا اور آدمی (مرد) اپنے گھر والوں کا نگران ہے اس سے اپنی رعایا کے متعلق سوال ہو گا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اس سے اپنی رعایا کا سوال ہو گا نوکر اپنے سردار کے مال کا نگران ہے اس سے اپنی رعایا کا سوال ہو گا۔اور میرا گمان یہ ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا آدمی اپنے باپ کے مال کا بھی نگران ہے اس سے اپنی رعایا کا سوال ہو گا۔اور ہر ایک تم سے نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہو گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اختلاف اس میں ہے کہ آیا نماز جمعہ مثل صلوٰت خمسہ کے ہے۔یا اس میں کوئی خصوصیت ہے جمہور اس کی خصوصیت مخصوصہ کو مانتے ہیں۔ غیر مقلد اور بعض اہل ظواہر سے صلوٰت خمسہ کا حکم دیتے ہیں کہ خواہ کوئی صحرا ہو یا بنیا ن (آبادی) چھوٹا قریہ ہو یا بڑا سب جگہ جمعہ جائز ہے مگر ارباب مذاہب اربعہ اس میں خصوصیت مانتے ہیں کہ جمعہ اس صورت میں جائز ہے کہ جہاں کے لوگ منتقل ہونے والے نہیں ہیں۔امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ خیا م متصلہ (یعنی جو خیمے متصل ہو کر بستی بن جائے) اس میں بھی جمعہ جائز ہے۔البتہ امام مالکؒ مطلقاً خیام میں جمعہ جائز نہیں کہتے۔اگر اھل ابینة ذات عمود (ستون والے) نہ ہوں تو اس میں امام مالک وہی سوق (بازار) اور مسجد کی شرط لگاتے ہیں۔امام شافعیؒ اور امام احمدؒ ان شروط کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ چالیس احرار ہوں۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مصر اور فنا مصر میں جمعہ واجب ہے۔ فنا ٔمصر یعنی وہ آبادی جو شہر کی ضروریات و مصالح کے لئے بنائی جائے جہاز والوں پر جبال اور قفا ٔ (چٹیل میدان) میں جمعہ نہیں ہے۔ تو ارباب مذاہب اربعہ میں سے کسی نے بھی علی الاطلاق جمعہ واجب نہ کہا بلکہ ان حضرات نے قیود لگائی ہیں۔ قریہ کا لفظ عام ہے۔ لیکن اس روایت سے یہ معلوم نہیں ہو تا جو اثی قریہ ہے یا مدینہ یا حصن (قلعہ) ہے۔امام ابو داؤد نے صفحہ ۱۵۳ میں اسکو مفصل بیان کیا ہے۔ قرية من البحرين اور قریه من قریٰ عبدالقیس سے جمعه فی القریٰ پر زیادہ روشنی پڑتی ہے۔ دوسری روایت سے معلوم ہو تا ہے کہ وہ چالیس آدمی تھے تو قریہ میں جمعہ جائز ہوا۔لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ آیا لفظ قریہ کا اطلاق جو اثی پر باعتبار اس کے معنی کے ہے یا نہیں۔ ہمیں تفصح سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں قریہ اور ام القریٰ کا اطلاق مکہ معظمہ پر آیا ہے۔اور ایسے انطاکیہ اور طائف پر بھی قریہ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ تو محض لفظ قریہ کہنے سے یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ ضد مدینہ ہے۔اگر ضد مدینہ مان بھی لیا جائے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس جمعہ کا قیام آپؐ کے امر سے کیا گیا یا انہوں نے خود اپنی رائے سے قائم کیا۔ محض اس سے کہ یہ فعل آپؐ کے عہد میں ہوا۔اس سے استدلال تام نہیں ہو سکتا۔ ثالثاً یہ کہ جو اثی ایک حصن اور قلعہ ہے جو بہت بڑا شہر ہے اور اس میں بہت تاجر رہتے تھے۔اور اس میں کثرت سے امتعه (سامان) پائے جاتے تھے۔ چنانچہ ابو عبد اللہ بکری کہتے ہیں

جواثی حصن بالبحرین کہ جواثی بحرین میں ایک قلعہ ہے۔ اور امرأ القیس کا شعر اس کی تائید کرتا ہے۔ رضا کان جوا ثی... جس سے پتہ چلتا ہے کہ جوا ثی ایک تجارتی مرکز تھا۔ رابعا یہ ہے کہ یہی جواثی کا جمعہ احنافؒ کی دلیل ہے۔ کیونکہ مسجد نبویؐ کے بعد اولاً جمعہ بحرین میں قائم کیا گیا مگر عوالی مدینہ (قریٰ مدینہ) میں جمعہ قائم نہیں کیا گیا۔ وفد عبدالقیس ۹ھ میں آتا ہے۔ آپؐ نے ان کو جمعہ قائم کرنے کا حکم نہیں دیا۔ دوسرے روایات میں آتا ہے کہ اہل عوالی مسجد نبوی میں نوبت بنوبت آتے تھے اور بعض عوالی تو نو نو میل کے فاصلہ پر تھے۔ اگر قریہ میں جمعہ جائز ہوتا توان کو زحمت گوارا کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

امام بخاریؒ نے دوسرا استدلال حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے کیا ہے کہ ہر حاکم سے اپنی رعایا کے مفاد کے متعلق سوال ہوگا۔ یہاں تک تو ہم بھی متفق ہیں کہ ہر ایک کے لئے مایصلح کی حفاظت ضروری ہے وہ جمعہ کو بھی اس میں شمار کرتے ہیں۔ اور ابن شہاب کے استدلال کو حجت بناتے ہیں کہ۔ وادی القریٰ مدائن صالح کو کہتے ہیں کہ یہ مدینہ کے زیادہ قریب ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی جہاں بستی تھی وہ ایک سو تیں گاؤں پر مشتمل تھی۔ جسے وادی القریٰ کہتے تھے۔ ایلہ کا شہر فلسطین میں سمندر کے کنارے واقع ہے۔ یا مرہ ان یجمع اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جمعہ فی القریٰ جائز ہے۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ امام زہریؒ کا فتویٰ حضرت امام اعظمؒ پر حجت نہیں۔ ھم رجال ونحن رجال دوسرے ان کا استدلال صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر اہل خیام میں اگرچہ مایصلح کی حفاظت ہے تو یہی چیز چالیس سے کم آبادی میں بھی ہے۔ اگر دو گھر ہوں تب بھی مایصلح کی حفاظت مطلوب ہے۔ تو تمہارے قاعدے کے مطابق یہاں بھی جمعہ جائز ہو۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ تو امام بخاریؒ کا فتویٰ حضرت امام اعظمؒ پر کیسے حجت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ امام اوزاعیؒ کے مناظرے میں حضرت امام اعظمؒ نے امام زہریؒ کو ساکت کر دیا تھا۔ جبکہ اس نے کہا تھا کہ تم اہل کوفہ کو کیا ہو گیا کہ تم رفع یدین کو نہیں مانتے۔ اس پر امام صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ حماد افقه من الزهری بہر حال تابعی کا قول تابعی پر حجت نہیں ہو سکتا۔ جبکہ ان کا اجتہاد نہ شوافعؒ کے ہاں معتبر ہے اور نہ ہی ہمارے ہاں معتبر ہے۔ تو پھر امام زہریؒ کا قول امام صاحبؒ پر حجت نہ ہوا۔ بایں ہمہ یہ امام صاحبؒ کے مسلک کے مخالف نہیں۔ اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی حاکم اور والی نے حکم دیا اور وہ وہاں جمعہ پڑھاتا ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ ان کا یہ حکم واجب التعمیل ہے تاکہ نزاع پیدا نہ ہو۔ حضرت امام اعظمؒ کا استدلال مشہور یہ ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند عبد الرزاق میں نہایت صحیح سند کے ساتھ حضرت علیؓ سے منقول ہے لاجمعه ولاتشريق الافی مصر جامع اور امام نوویؒ دار قطنی کے واسطہ سے صحیح نقل کرتے ہیں۔ اگرچہ حجاج کے واسطہ پر ضعف کا اتفاق نقل کیا گیا ہے۔ اور مرفوعاً بھی ان سے روایت ہے اور آیت کریمہ میں بھی اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ وذروا البیع اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم ایسی آبادی کے لئے ہے جہاں سوق اور کاروبار پایا جاتا ہو اسلئے امام مالکؒ نے قیود لگا دیں کہ کل قریة فیها سوق او جامع امام اعظمؒ بھی اس قید کو اختیار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ہے کہ جمعہ مکہ معظمہ میں فرض ہو چکا تھا مگر جمعہ ادا کرنے کا موقعہ نہیں ملتا تھا۔ آپؐ چودہ دن قبا میں قیام پذیر رہے مگر جمعہ کی نماز نہ پڑھی اور نہ پڑھائی بلکہ جس روز صبح کے وقت وہاں سے روانہ ہوتے ہیں تو بنو سالم کے محلہ میں جمعہ پڑھا ہے قباء مدینہ کے قریٰ میں سے ایک قریہ ہے جو مدینہ سے تین میل کے

فاصلہ پر ہے اگر قریہ میں جمعہ جائز ہوتا تو قباء میں ضرور پڑھتے۔ نہیں پڑھا معلوم ہوا کہ جائز نہیں۔ اور دار قطنی میں ابن عباسؓ کی روایت ہے اور ابن اسحاقؒ نے اس کو سیرت میں ذکر کیا ہے کہ جمعہ مکہ میں فرض ہو چکا تھا لیکن کفار کے غلبہ کی وجہ سے ادا نہ ہو سکا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قریہ گاؤں کی چھوٹی آبادی کو کہتے ہیں۔ اور مدن شہر اور بڑی آبادی کو کہا جاتا ہے۔ اب میں یہاں جامع اور مختصر بات کہوں گا غور سے سنو! حضرت نبی اکرم ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو جس دن پہنچے وہ جمعہ کا دن تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے سب سے پہلا جمعہ مدینہ منورہ میں بنو سالم میں پڑھا۔ اس پر محدثین اور مؤرخین کا اتفاق ہے۔ اور قباء میں چودہ یا چوبیس دن قیام فرمایا۔ اور تحقیق گذر چکی مگر ان ایام میں وہاں جمعہ نہیں پڑھا۔ اور سب سے پہلے مسجد نبوی کے بعد جمعہ پڑھا گیا وہ جوالی میں جو قریۃ من قری البحرین ہے۔ اور اتنی مدت میں کتنے گاؤں مسلمان ہو گئے۔ مگر کہیں جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ اب چونکہ باوجود بہت سارے گاؤں مسلمان ہو جانے کے پھر بھی قبا اور ان گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ اس لئے اب یہ اجماعی مسئلہ ہو گیا۔ کہ ہر گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔ بلکہ اس کی کچھ شرائط ہیں۔ البتہ اس زمانے کے غیر مقلد جو جی میں آتا ہے وہ کر گذرتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ کہ جمعہ ایک تمدن کو چاہتا ہے۔ کیونکہ باوجود متعدد گاؤں مسلمان ہونے کے سوائے جوالی کے اور کہیں جمعہ نہیں پڑھایا گیا اب جو لوگ جمعہ فی القریٰ کے قائل ہیں وہ قریۃ من قری البحرین سے استدلال کرتے ہیں کہ جوالی کو قریہ فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ قریہ سے استدلال صحیح نہیں۔ اس لئے کہ قرآن پاک میں مکہ اور طائف پر قریہ کا اطلاق ہوا ہے۔ لو لا نزل ہذا القران علی رجل من القریتین عظیم ۔ چونکہ آٹھ برس تک سوائے مدینہ کے اور کہیں جمعہ نہیں ہوا اس لئے اتفاق ہے کہ ہر گاؤں میں تو جمعہ ناجائز ہے۔ اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ قریہ صغیرہ میں ناجائز ہے البتہ قریہ کبیرہ کی تحدید میں اختلاف ہو گیا کیونکہ حضور اقدس ﷺ سے کوئی تحدید منقول نہیں۔ صرف یہ ثابت ہے کہ مدینہ منورہ میں ہوتا رہا۔ اور پھر ۸ھ میں جوالی کے اندر ہوا۔ چونکہ امام اعظمؒ کے یہاں ایسے مواقع پر مدار عرف پر ہوتا ہے۔ اس لئے انہوں نے تو عرف پر رکھا۔ چونکہ ہر زمانے کا عرف بدلتا رہتا ہے۔ اس لئے تعریفات فقہا میں اختلاف ہو گیا۔ ایک زمانے میں یہ تھا کہ وہ گاؤں ہوا ہے جہاں کوئی حاکم یا قاضی ہو۔ لہذا انہوں نے قریہ کبیرہ کی پہچان یہ بتائی کہ جہاں کوئی حاکم یا قاضی ہو۔ اور حضرت گنگوہیؒ نے اپنے زمانہ میں قریہ کبیرہ کی تعریف کی جہاں ڈاکخانہ پولیس چوکی ہو اور الغیر میں پانچ ہزار کی آبادی کو معیار بنایا۔ اور مالکیہؒ کے یہاں بیوت متصلہ اور اسواق متصلہ ہوں۔ ہاں شوافعؒ اور حنابلہ کی شرائط آسان ہیں جو ان کی کتب میں مذکور ہیں۔ اب یہ جو مشہور ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دیہات میں جمعہ ناجائز ہے یہ صرف امام صاحبؒ کا مذہب نہیں بلکہ میرے خیال میں تو امام مالکؒ کا مذہب ان سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اور آج کل جو یہ گرر کھا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک دیہات میں جمعہ جائز ہے لہذا جواز کا فتویٰ دے دیتے ہیں اور پھر وہ جمعہ پڑھتے ہیں۔ ادھر یہ گرر کھا ہے کہ احنافؒ کے قول پر متعدد جگہ جمعہ پڑھتے ہیں یہ کسی قول پر صحیح نہیں۔ ہاں شوافعؒ کے نزدیک اول جمعہ صحیح ہو جائے گا۔ یہ تلفیق ہے۔ تلفیق حرام ہے۔ اور تلفیق کا مطلب یہ ہے کہ ایک قول ان کا لے لیا اور ایک قول دوسرے کا جیسے کوئی امام شافعیؒ کا قول اس میں اختیار کرے کہ خون سے وضو نہیں ٹوٹتا اور حنفیہ کا قول

اس میں لے لے کہ مس ذکر ناقض وضو نہیں۔ اور اس نے مس ذکر بھی کیا اور خون بھی نکلا۔ تو کسی کے نزدیک بھی وضو صحیح نہیں ہوگا لہذا التلفیق سے بچنا ہوگا۔ وانا معہ ای مع الزھری۔ اور بعض سے تسامح ہو گیا۔ کہ انہوں نے ضمیر رزیق کی طرف راجع کی۔ فکتب ابن شھاب الخ شراح کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ رزیق ایلہ کے حاکم تھے اور وہ ایک جگہ اپنے نوکروں کے ساتھ کھیتی باڑی کرتے تھے انہوں نے زہری کی طرف خط لکھا کہ کیا میں یہاں جمعہ پڑھ لیا کروں۔ ابن شہاب نے اجازت دے دی۔ اور کلکم راع ومسئول عن رعیتہ سے استدلال فرمایا۔ میرے نزدیک شراح کا یہ مطلب قرار دینا غلط ہے۔ امام زہریؒ نے جو جواب دیا اور جو استدلال فرمایا وہ صحیح ہے۔ اور میرے نزدیک مطلب یہ ہے کہ رزیق ایلہ کے حاکم تھے۔ اور وہ زادیہ میں رہتے تھے اور کھیتی کرتے تھے۔ زادیہ ایک گاؤں ہے۔ تو انہوں نے امام زہریؒ کو یہ لکھا کہ میں ایلہ کا حاکم ہوں کیا میرے ذمہ جمعہ کے دن ایلہ میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ امام زہریؒ نے ان کو لکھا کہ ہاں تمہارے ذمہ ضروری ہے۔ کیونکہ تم ایلہ کے حاکم ہو۔ اور وہاں لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے جاتے ہیں۔ تو اگر کوئی بات پیش آ گئی تو کیا ہوگا۔ تم سے سوال ہوگا اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ الاکلکم راع الخ میرے اور شراح کے بیان کرنے میں فرق یہ ہے کہ انہوں نے یجمع کا مطلب یہ لیا کہ جمعہ پڑھیں اور میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ میں حاضر ہوں۔ اور میری دلیل یہ ہے کہ آگے ایک باب آرہا ہے۔ باب من این یوتی الجمعہ اس میں حضرت انسؓ کے متعلق فرماتے ہیں کہ کان انسؓ فی قصرہ احیاناً یجمع اور یہاں پر جو معنی میں نے زہری کے قول کے بتائے ہیں وہی متعین ہیں یعنی حضرت انسؓ کبھی جمعہ میں حاضر ہوتے تھے اور کبھی حاضر نہیں ہوتے تھے اور شراح نے بھی یہاں اس کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اگر اس کے معنی جمعہ پڑھنے کے ہوں تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ کبھی پڑھتے تھے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے۔ یہ غلط ہے کیونکہ اگر جمعہ ہوتا تھا تو اس کے نہ پڑھنے کا کیا مطلب اس لئے وہی معنی متعین ہیں۔ اب میں کہتا ہوں کہ جو معنی یہاں مراد لیتے ہیں وہی معنی زہری کے قول میں بھی متعین اور مراد ہیں۔ الحاصل جمعہ فی القریٰ کو عوام کالانعام اور نیم مولویوں نے بہت اچھال رکھا ہے۔ ہمارے یہاں ایک مثل ہے۔ نیم مولوی خطرہ ایمان اور نیم حکیم خطرہ جان۔ متقدمین اور متاخرین سب اس پر متفق ہیں کہ جمعہ صرف پورے شہر یا قصبہ میں ایک جگہ ہونا چاہیئے مگر اعذار کی وجہ سے مختلف جگہوں میں جواز کا فتویٰ امام محمدؒ سے منقول ہے

بَاب۔ هَلْ عَلَى مَنْ لَا يَشْهَدُ الْجُمُعَةَ غُسْلٌ مِنَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَغَيْرِهِمْ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِنَّمَا الْغُسْلُ عَلَى مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ۔

ترجمہ۔ کیا عورتوں بچوں وغیرہم میں سے جو جمعہ میں حاضر نہیں ہوتا اس پر غسل ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس پر جمعہ واجب ہے غسل اس پر ہے۔

حدیث (۸۴۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الخ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا جو شخص تم میں سے جمعہ کو آئے

يَقُوْلُ مَنْ جَآءَ مِنْكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ . . .

تو وہ غسل کرے۔

حدیث(۸۴۷) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ . . .

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔

حدیث(۸۴۸) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْدَ اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ فَهٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ فَغَدًا لِلْيَهُوْدِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارٰى فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ يَغْتَسِلَ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْمًا يَغْسِلُ فِيْهِ رَاْسَهٗ وَجَسَدَهٗ رَوَاهُ اَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ حَقٌّ اَنْ يَغْتَسِلَ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْمًا . . . . .

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم زمانہ کے اعتبار سے آخر میں آنے والے ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے آگے جانے والے ہوں گے۔ مگر یہ کہ ان کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی اور ہمیں ان کے بعد ملی پس یہ وہ دن ہے جس میں ان لوگوں کا اختلاف ہو گیا۔ شنبہ یہود کا اور ایک شنبہ نصاریٰ کا پھر خاموش رہنے کے بعد فرمایا ہر مسلمان پر حق واجب ہے کہ وہ سات دنوں میں ایک دن ضرور غسل کرے جس میں اپنے سر اور جسم کو دھوئے۔ دوسری سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ کے لئے ہر مسلمان پر یہ واجب ہے کہ وہ ہر سات دن میں ایک دن ضرور غسل کرے۔

حدیث(۸۴۹) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ائْذَنُوْا لِلنِّسَآءِ بِاللَّيْلِ اِلَى الْمَسَاجِدِ . . الحديث . . . .

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ عورتوں کو رات کے وقت مساجد کی طرف آنے کی اجازت دے دو۔

حدیث(۸۵۰) حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَتِ امْرَاَةٌ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلٰوةَ الصُّبْحِ وَالْعِشَآءِ فِي الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ فَقِيْلَ لَهَا لِمَ تَخْرُجِيْنَ وَقَدْ تَعْلَمِيْنَ اَنَّ عُمَرَؓ يَكْرَهُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی ایک بیوی تھی جو مسجد نبویؐ میں صبح اور عشاء کی نماز میں حاضر ہوا کرتی تھی اس سے کہا گیا کہ تو کیوں نکلی ہے جبکہ تجھے علم ہے کہ حضرت عمرؓ اس کو ناپسند کرتے ہیں اور غیرت کھاتے ہیں

ذٰلِكَ وَيَغَارُ قَالَتْ فَمَايَمْنَعُهُ اَنْ يَّنْهَانِيْ قَالَ يَمْنَعُهُ قَوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاتَمْنَعُوْا اِمَآءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَاللّٰهِ (الحدیث).

کہنے لگیں کہ پھر وہ خود کیوں نہیں روک دیتے۔ کس چیز نے منع کیا ہے انہوں نے کہا جناب رسول اللہ ﷺ کے اس قول نے اس کو روک رکھا ہے کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکا کرو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ روایت کو ترجمۃ الباب سے مطابقت من حیث المفھوم ہے کہ غسل ان پر واجب ہے۔ جن پر جمعہ واجب نہیں ان پر غسل بھی واجب نہیں۔ لاتمنعوا امآء اللہ الخ حضرت عمرؓ کی بیوی مغرب' عشاء' اور فجر میں جایا کرتی تھیں اور پہلی روایت میں من اللیل کی قید ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عورتوں کا مساجد میں آنا جائز ہے۔ تو جب وہ جمعہ کے لئے مساجد میں نہیں آسکتیں تو ان پر غسل بھی واجب نہ ہوگا۔ کانت امرأۃ لعمرؓ الخ یہ ان کی پھوپھی کی بیٹی تھیں حضرت عمرؓ ان کا مسجد میں جانا پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ اس نے نکاح کے وقت شرط لگادی تھی کہ تم مجھے مسجد جانے سے نہیں روکو گے۔ اس لئے حضرت عمرؓ روک نہیں سکتے تھے۔ اور وہ لاتمنعوا اماء اللہ عن مساجد اللہ پر عمل کرتی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک حیلہ کر کے اُن کو رُک جانے پر مجبور کر دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کی عادت شریفہ یہ ہے کہ جہاں رویات میں اختلاف ہو یا ائمہ میں اختلاف ہو تو وہاں کوئی حکم نہیں لگاتے۔ بلکہ ھل بڑھا کر اس سے اختلاف کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ غسل یو م الجمعہ کے بارے میں دو طرح کی روایات ہیں۔ ایک یہ کہ غسل یو م الجمعہ واجب علے کل محتلم اس کا تقاضا ہے کہ ہر بالغ پر غسل یوم الجمعہ واجب ہے خواہ وہ نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ اس لئے کہ اس حدیث میں نماز پڑھنے اور نہ پڑھنے سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ من اتی الجمعہ فلیغتسل اس کا تقاضا ہے کہ غسل جمعہ صرف مصلی کے لئے ہے خواہ کوئی ہو۔ چونکہ ان دونوں روایتوں کے عموم میں تعارض ہو گیا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اس طرف اشارہ فرمادیا۔ اور ان ہی اختلاف روایات کی بنا پر اس میں اختلاف ہو گیا کہ یہ غسل نماز جمعہ کے لئے ہے یا یوم الجمعہ کے لئے۔ جمہور کی رائے ہے کہ یہ صلوٰۃ جمعہ کا غسل ہے۔ اور یہی حنفیہ کا راجح قول ہے۔ اور استدلال اسی روایت من اتی الجمعہ فلیغتسل سے ہے۔ اور اسی طرح اس روایت سے ہے جس میں ہے کہ لوگ مزدور پیشہ تھے۔ اون کے کپڑے پہنتے تھے۔ اور کام کرتے تھے۔ اور جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے آتے تو بدبو پھیلا کرتی تھی۔ اس وقت سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لو انکم تطھرتم لیؤمکم ھذا کاش تم اس دن کے لئے خوب طہارت حاصل کرتے۔ اس طرح من جاء بکم الجمعہ سے استدلال کیا جاتا ہے اس تقدیر پر کہ الجمعہ منصوب ہے۔ اسی طرح اذاراح احدکم الی الجمعہ فلیغتسل سے استدلال ہے۔ اور جو حضرات اس کو یوم الجمعہ کا غسل مانتے ہیں۔ ان حضرات کا استدلال غسل یوم الجمعہ واجب علی کل محتلم اذاجاء احدکم الجمعۃ برفع الجمعۃ سے ہے اور یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جیسے اور ایام متبرکہ مثلاً عیدین یا امکنہ مبارکہ مثلاً مکہ میں داخلہ کے وقت غسل ہے

اسی طرح یہاں جمعہ کی وجہ سے غسل ہے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ تین قسم کی روایات ہیں ایک من الی الجمعه فلیغتسل اس سے غسل لصلوة الجمعه ثابت ہوتا ہے۔ اور دوسری روایت وہ ہے جس سے غسل لیوم الجمعه ثابت ہوتا ہے۔ اور تیسری وہ روایت ہے جس میں ہفتہ میں ایک مرتبہ غسل کرنا معلوم ہوتا ہے۔ تو اب میرے نزدیک تین قسم کے الگ الگ مستقل غسل ہو گئے۔ ایک غسل نماز جمعہ کے لئے۔ دوسرا جمعہ کے دن کا۔ اور تیسرا ہفتہ میں ایک بار اور یہ غسل نظافة کا غسل ہے۔ اور کسی ایک میں تدافع نہیں بلکہ ہر ایک مستقل ہے۔ غسل نظافت کی احادیث پاک میں بہت سی نظائر ہیں مثلاً حضور اقدس ﷺ نے ایک شخص کو پراگندہ بال والا دیکھا تو فرمایا ان کی اصلاح کر لینا اور غسل کر لینا۔ او کما قال اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں غسل کر کے شامةً کی طرح آؤ۔ حتی تکونوا کالکم شامة من الناس اور غسل لیو م الجمعه تو ظاہر ہے۔ اور اسی طرح غسل لصلوة الجمعه ہے۔ اس لئے کہ امکنه وازمنه مقدسه کے لئے غسل وارد ہے۔ تو اگر جمعہ بھی اسی قبیل سے ہو تو کیا بات ہے۔ البتہ اگر کوئی کسی وجہ سے جمعہ کے دن غسل نہ کر سکے تو کم از کم ہفتہ میں ایک بار تو ضرور غسل کر لینا چاہئیے۔ اور اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز سے پہلے نماز جمعہ۔ یوم جمعہ۔ وغسل السبوع سب کی نیت کر لے تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔ حضرت امام بخاریؒ کا رجحان جمہور کے قول کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ کہ غسل لصلوة الجمعه ہے۔ ائذنوا النساء بالليل الى المساجد معلوم ہوا ان پر غسل واجب نہیں۔ کیونکہ جمعہ تو دن کو ہوتا ہے۔ اور عورتوں کو رات میں جانے کی اجازت دی جا رہی ہے۔ تو پھر جمعہ میں کیسے حاضر ہو سکتی ہیں۔ لم تخرجين الخ حضرت عمرؓ کی اہلیہ محترمہ صبح اور عشاء کی نماز مسجد میں حاضر ہو کر پڑھا کرتی تھیں۔ اور حضرت عمرؓ کو ان کا اور دیگر مستورات کا حرم میں جانا بہت گراں گذرتا تھا مگر منع نہیں کرتے تھے۔ کراہت تو فساد زمانہ کی وجہ سے تھی اور خاموشی ادباً لرسول اللہ ﷺ تھی۔ اور بات یہ ہے کہ حضرات حضور اقدس ﷺ کے جاں نثار تھے اور ان پر حد درجہ ادب کا غلبہ تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ باوجود اجازت کے بھی محض غلبہ ادب کی وجہ سے نماز میں پیچھے ہٹ گئے تھے۔ اور صرف حضرت عمرؓ ہی عورتوں کے جانے کو مکروہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ دوسرے صحابہؓ بھی اس کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ لو ادرك رسول الله ﷺ ماحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل حضرت زبیرؓ بھی اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ کی بیوی حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد حضرت زبیرؓ کے نکاح میں آئیں تو حسب معمول مسجد میں جاتی رہیں۔ حضرت زبیرؓ کو بڑا ناگوار گذرا۔ ایک دن جب وہ جانے لگیں تو حضرت زبیرؓ جلدی سے آگے بڑھ گئے۔ اور ان سے راستہ میں مل کر اس کے سرین پر تھپڑ مارا اور چل دیئے۔ چونکہ اندھیرا تھا اس لئے وہ حضرت زبیرؓ کو نہ پہچان سکیں۔ یہ صحابیہ وہیں سے لوٹیں۔ اور اگلے دن سے مسجد میں جانا بند کر دیا حضرت زبیرؓ نے دریافت کیا کہ اب تم نماز پڑھنے مسجد میں نہیں جاتیں۔ کہنے لگیں اب زمانہ نہیں رہا تو کہنا یہ ہے کہ جب خیر القرون میں حضرات صحابہؓ عورتوں کی اس آمد و رفت کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ تو اب اس دور فتن وفساد میں تو ہرگز نہ جانا چاہئیے۔

بَاب الرُّخْصَةِ إِنْ لَّمْ يَحْضُرِ الْجُمُعَةَ فِي الْمَطَرِ۔

ترجمہ۔ اگر بارش کی وجہ سے جمعہ میں حاضر نہ ہو سکے تو اس کی رخصت ہے۔

حدیث (۸۵۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِمُؤَذِّنِهِ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ إِذَا قُلْتَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَلَا تَقُلْ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قُلْ صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ فَكَأَنَّ النَّاسَ اسْتَنْكَرُوْا فَقَالَ فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ إِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ وَإِنِّيْ كَرِهْتُ أَنْ أُخْرِجَكُمْ فَتَمْشُوْنَ فِي الطِّيْنِ وَالدَّحْضِ ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک بارش والے دن اپنے مؤذن سے فرمایا کہ جب تم اشھد ان محمد رسول اللہ کہو تو حی علی الصلوۃ مت کہو بلکہ کہو اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔ گویا کہ لوگوں نے اس کو ناپسند کیا تو فرمایا کہ یہ کام اس ذات کا تھا جو مجھ سے بہتر تھی بے شک جمعہ واجب حتمی ہے مگر میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تمہیں نکالوں اور تم کیچڑ اور پھسلن میں چل رہے ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بارش ان اعذار میں سے ہے جن کی بنا پر جمعہ کی نماز اور نماز باجماعت ترک کرنا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ بارش میں نکلنے سے کسی نقصان کا خوف ہو۔ بل صلوۃ فی بیو تکم اس پر کلام کر چکا ہوں کہ اس جملہ کو اذان کے درمیان کہے یا بعد الفراغ من الاذان۔ باب کی یہ روایت امام بخاریؒ باب الکلام فی الاذان میں بھی ذکر کر چکے ہیں۔

بَاب ـ مِنْ أَيْنَ تُؤْتَى الْجُمُعَةُ وَعَلَى مَنْ تَجِبُ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا كُنْتَ فِي قَرْيَةٍ جَامِعَةٍ فَنُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَحَقٌّ عَلَيْكَ أَنْ تَشْهَدَهَا سَمِعْتَ النِّدَاءَ أَوْ لَمْ تَسْمَعْهُ وَكَانَ أَنَسٌ فِي قَصْرِهِ أَحْيَانًا يُجَمِّعُ وَأَحْيَانًا لَا يُجَمِّعُ وَهُوَ بِالزَّاوِيَةِ عَلَى فَرْسَخَيْنِ۔

ترجمہ۔ کہاں سے جمعہ کو آیا جائے اور کس شخص پر جمعہ واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ اور عطاء فرماتے ہیں کہ جب تو کسی بڑے گاؤں میں ہو اور جمعہ کے دن کی نماز کی اذان ہو جائے تو تم پر واجب ہے کہ جمعہ میں حاضر ہو خواہ اذان سنو یا نہ سنو اور حضرت انسؓ اپنے محل میں تھے کبھی جمعہ میں حاضر ہوتے تھے اور کبھی نہیں حاضر ہوتے تھے۔ اور وہ قصر زاویہ میں تھا جو چھ میل کے فاصلہ پر تھا۔

حدیث (۸۵۲) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ الخ

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ زوج النبی ﷺ

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِيْ فَيَأْتُوْنَ فِي الْغُبَارِ يُصِيْبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُمُ الْعَرَقُ فَأَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنْسَانٌ مِنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْ أَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هٰذَا . الحدیث ....

فرماتی ہیں کہ لوگ اپنے اپنے گھروں اور عوالی مدینہ سے باری باری جمعہ کے لئے آتے تھے۔ وہ گردو غبار میں آتے تو غبار انہیں لگ جاتا اور پسینہ بھی۔ پس ان سے پسینہ نکلتا تو ان میں سے ایک انسان جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپؐ میرے پاس تھے۔ تو آپؐ نے فرمایا کاش تم اس دن کے لئے پاک وصاف ہو جاتے تو کیا اچھا ہوتا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ یہ تو متفق علیہ مسئلہ ہے کہ شہر کے بسنے والے لوگوں پر جمعہ واجب ہے۔ ندا سنے یا نہ سنے مگر دیہاتیوں کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے ایک فرسخ یعنی تین میل کہا۔ بعض نے ایک میل۔ اور بعض نے تین فرسخ۔ اور بعض نے کہا من اواہ اللیل ۔ یعنی جمعہ پڑھ کر شام کو گھر واپس آسکیں۔ پھر ہمارے فقہاءؒ کے یہاں بھی اختلاف ہے۔ مگر جمہور یہی کہتے ہیں کہ جمعہ ان لوگوں پر واجب ہے جن کو اذان جمعہ سننا ممکن ہے۔ وہ آبادی جو شہر سے باہر ہو بساتین اور مزارات ان کے درمیان حائل ہوں تو ان پر بھی جمعہ واجب نہیں۔ چونکہ امر بالسعی سماع ندا پر مرتب ہے اس لئے اس کو علۃ قرار دیا گیا۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے تو دو فرسخ چھ میل کے ہوں گے۔ یجمع کے معنی بعض حضرات نے یصلی الجمعہ کے لئے ہیں۔ مگر پھر لا یجمع سے اس پر اشکال ہوگا کہ احیانا ان کا زاویہ میں جمعہ نہ پڑھنا یہ خلاف سنت ہوا۔ اور دوسرے ترجمۃ الباب کے بھی مخالف ہوگا۔ ورنہ مصنفؒ اسے جمعة فی القریٰ کے اندر ذکر کرتے اس لئے یجمع بمعنے یاتی للجمعة کے ہوگا۔ کہ کبھی جمعہ کے لئے آتے اور کبھی نہیں آتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام ترمذیؒ نے باب باندھا ہے۔ من کم توتی الجمعة یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ ہر ہر گاؤں میں باتفاق العلماء جمعہ جائز نہیں۔ بلکہ اس کے لئے ایک قسم کی مدنیت (شہر کا ہونا) شرط ہے۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ نے اس پر تواتر معنوی نقل کیا ہے اور اس وجہ سے ہر ہر گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔ ۱ھ سے لے کر ۸ھ تک کسی گاؤں میں جمعہ نہیں ہوا۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس جگہ کے آس پاس کے لوگوں پر کہاں تک جمعہ فرض ہے۔ ایک روایت میں ہے الجمعه علی من سمع النداء لیکن اس کا مصداق اہل شہر نہیں ہو سکتے کیونکہ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص شہر میں رہنے والا ہو اور کسی عارض کی وجہ سے وہ اذان نہ سن سکے تو اس پر جمعہ واجب ہی نہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ نواحی مصر میں جہاں تک اذان کی آواز جا سکتی ہو ان پر جمعہ فرض ہے۔ خواہ وہ اذان سنیں یا نہ سنیں۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ الجمعة علی من سمع النداء یہ مسافر کے بارے میں ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسافر شہر میں آجائے اور وہاں جمعہ ہوتا ہے تو اس پر حضور فی الجمعه فرض ہے۔

دوسری روایت میں **الجمعه علی من آواه اللیل** آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اتنی دور کے لوگوں پر فرض ہے جو نماز جمعہ پڑھ کر اپنے گھر پہنچ جائیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جو تین فرسخ پر ہو اس پر واجب ہے۔ اور یہ بھی حنفیہ کے یہاں ایک قول ہے۔ اور حنفیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ فنائے مصر والے مصر کے حکم میں ہیں۔ امام بخاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا صرف سر دروایات پر اکتفا فرمالیا۔ **قال عطاء اذا کنت فیٔ قریه جامعة** چونکہ **اذا نودی للصلوٰة ا لآیة** اسی طرح حدیث پاک **الجمعه علی من سمع النداء** یہ ابہام ہوتا تھا کہ جمعہ میں حاضر ہونا صرف اس پر ضروری ہے جو بالفعل اذان سنے اس لئے حضرت امام بخاریؒ عطاءؒ کا قول نقل کر کے اس شبہ کو دفع فرمادیا کہ جہاں جمعہ ہوتا ہو تو وہاں کے لوگوں پر **حضور فی الجمعه واجب** ہے۔ خواہ اذان سنیں یا نہ سنیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ حضرت عطاءؒ کے مقولہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قریٰ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک قریٰ جامعہ دوسرے غیر جامعہ اور عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ عطاءؒ سے قریہ جامعہ کے متعلق سوال کیا گیا کہ قریہ جامعہ کس کو کہتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا **التی لها امیر وقاض** جہاں حاکم اور قاضی ہو اور یہی حنفیہ کا ایک قول ہے۔ مگر چونکہ اس کا مدار عرف پر ہے۔ اس لئے تعریفیں بدلتی رہتی ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا فتویٰ یہ تھا کہ جہاں پولیس کی چوکی اور ڈاکخانہ ہو وہاں جمعہ پڑھنا جائز ہے۔ یہ فتویٰ اس زمانے کا ہے جبکہ بڑی بڑی جگھوں پر ڈاکخانے اور چوکیاں ہوتی تھیں اور اب تو یہ کہنا کہ ہر جگہ ڈاکخانہ اور چوکی ہوتی ہے حضرتؒ کے اس فتویٰ میں کوئی حد ودوغیرہ مروی نہیں۔ **وکان انسؓ فی قصره احیانا**۔ حضرت انسؓ کا بصرہ سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک قصر تھا جہاں ان کی زمین تھی۔ اور وہ کبھی کبھی جمعہ کیلئے بصرہ چلے جاتے تھے یہ وہی اثر ہے جس سے میں نے استدلال کیا تھا۔ کہ رُزیق نے جمعہ میں حاضر ہونے کے متعلق سوال کیا تھا۔ نہ کہ جمعہ پڑھنے کے متعلق اور زہریؒ نے جواب دیا کہ ضرور حاضر ہوا کرو کیونکہ تم وہاں کے حاکم ہو ۔ اور حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ **کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته ینتابون الجمعة الخ** اس سے معلوم ہوا کہ اہل عوالی پر جمعہ فرض نہیں۔ ورنہ انتیاب کے کیا معنیٰ؟ ہمشہ آنا ضروری ہوتا۔ یہ انتیاب تعلم کی غرض سے ہوتا تھا۔ جیسے حضرت عمرؓ اور انصاری صحابی میں انتیاب ہوتا تھا۔ اور یہ کہنا کہ ممکن ہے یہ لوگ اپنے گھر جمعہ پڑھ لیتے ہوں۔ صحیح نہیں اس لئے کہ جواثی کی روایت میں گذر چکا کہ مسجد نبویؐ کے علاوہ کسی جگہ سوائے جواثی کے جمعہ قائم نہیں کیا گیا۔ اب ایک مسئلہ سنو! اصل یہ ہے کہ جمعہ صرف پورے شہر یا قصبہ میں ایک جگہ ہونا چاہئیے۔ مگر اعذار کی وجہ سے مختلف جگھوں میں جواز کا فتویٰ امام محمدؒ سے منقول ہے۔ شامی نے بھی نقل کیا ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ اگر بغداد جیسا کوئی شہر ہو تو اس میں متعدد جگہ جائز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ اجتماع کیلئے ہوتا ہے تو ایک ہی جگہ ہونا چاہئیے۔ نوافل گھر میں۔ **صلوٰة مفروضه** مساجد اجتماعات میں اور جمعہ جامع مسجد میں ہونا چاہئیے۔

بَاب وَقْتِ الْجُمُعَةِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَذَالِكَ يُذْكَرُ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ وَعَمْرُو بْنِ حُرَيْثٍ۔

ترجمہ۔ جب سورج ڈھل جائے تو جمعہ کا وقت شروع ہے حضرت عمرؓ۔ علیؓ۔ نعمان بن بشیر۔ اور عمرو بن حریث سے اسی طرح ذکر کیا جاتا ہے۔

حدیث(۸۵۳)حَدَّثَنَا عَبْدَانُ (الخ) قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّاسُ مَهَنَةَ اَنْفُسِهِمْ وَ كَانُوْا اِذَا رَاحُوْا اِلَى الْجُمُعَةِ رَاحُوْا فِىْ هَيْئَتِهِمْ فَقِيْلَ لَهُمْ لَوِاغْتَسَلْتُمْ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں لوگ محنت کش تھے جب وہ لوگ جمعہ کیلئے روانہ ہوتے تو اسی محنت مزدوری کی شکل میں جاتے ان سے کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا

حدیث(۸۵۴)حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ نُعْمَانَ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّى الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ .. الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ جب سورج ڈھل جاتا تھا تب جمعہ کی نماز کی پڑھتے تھے۔

حدیث (۸۵۵) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُبَكِّرُ بِالْجُمُعَةِ وَنَقِيْلُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ ..الحدیث..

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم جمعہ کی نماز جلدی پڑھتے تھے اور جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ زوال شمس کے بعد جمعہ کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ بعض اہل ظواہر اور امام احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ وقت جمعہ زوال سے پہلے ہے۔ اور مشہور روایت یہ ہے کہ وقت جمعہ زوال کے بعد ہے۔ اگر زوال سے پہلے پڑھ لے تو جمعہ جائز ہو جائے گا۔ اسی بنا پر ہمارے ملک کے غیر مقلد دہلی میں دس بجے جمعہ پڑھ کر فارغ ہو جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ زکوٰۃ ادا کرنے میں بھی حیلے کرتے ہیں۔ کہ زیورات گیارہ مہینے عورت کو ہبہ کر دیتے ہیں۔ پھر وہ مرد کو ہبہ کر دیتی ہے نہ سال پورا ہوا نہ زکوٰۃ واجب ہوئی۔ تو ان کے ہاں احکام شرعیہ حیلہ کی نذر ہو گئے۔ اور اعتراض حنفیہ پر کرتے ہیں۔ تیسری روایت میں کنا نبکر بالجمعة میں تبکیر بمعنے تعجیل ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ باکورہ میں یعنی صبح صبح ہی پڑھ لیتے تھے۔ اور قیلولہ کو مؤخر کر دیتے تھے۔

تشریح شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کی عادت تم کو معلوم ہی ہے کہ جہاں کوئی قوی اختلاف ہو وہاں حکم نہیں لگاتے اور جہاں اختلاف ہو مگر دلیل قوی ہو تو بنائً الحکم کر دیتے ہیں۔ جیسے باب وجوب الجماعة میں کیا ہے۔ یہاں پر حنابلہؒ کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے۔ امام بخاریؒ نے ان پر رد فرمادیا۔ حنابلہؒ کا استدلال وماکنا نقیل ولانتغدی الابعد الجمعه یعنی ہم قیلولہ اور صبح کا کھانا جمعہ کے بعد کھاتے تھے۔ غدا صبح کے کھانے کو اور قیلولہ نوم وقت الزوال کو کہتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جمعہ پہلے ہی پڑھ لیتے تھے۔ ورنہ غدا اور قیلولہ جمعہ کے بعد کیسے ہوتا۔ جمہور جو زوال کے بعد جمعہ کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تم نماز کو کیوں آگے بڑھا دیتے ہو۔ قیلولہ اور غدا کو اپنے وقت سے کیوں نہیں بڑھا دیتے۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم بعد الزوال جمعہ سے

فارغ ہو کر کھانا کھاتے تھے۔ اور پھر قیلولہ کرتے تھے۔ اس پر ان لوگوں نے اشکال کر دیا کہ تغدی اور تقیل صحیح نہیں ہوگا۔ کیونکہ غدا لغت میں صبح کے کھانے کو اور قیلولہ وقت الزوال کی نیند کو کہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایک شئی کو دوسری شئی کی جگہ لیا جاتا ہے تو اس شئی ثانی پر اوّل کے نام کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ سحری کھا رہے تھے ایک صحابی گذرے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا هلم الی الغداء المبارك تو طعام وقت السحر پر حضور اکرم ﷺ نے غدا کا اطلاق فرمادیا۔ کیونکہ سحری کو غدا کی جگہ کھایا جاتا ہے ایسے ہی یہاں پر بھی غداء اور قیلوله کا اطلاق اسلئے کیا گیا کہ وہ کھانا اور سونا غدا اور قیلولہ کی جگہ ہوتا ہے۔ وكانوا اذا راحوا الى الجمعة امام بخاریؒ کا استدلال رواح کے لفظ سے ہے۔ اسلئے رواح سیر بعد الزوال کو کہتے ہیں۔ کنا نبکر بالجمعة اگر تبکیر سے مراد سویرے پڑھنا ہو تو یہ حنابلہ کی تائید ہوگی۔ اگر سویرے جانے کے معنی میں ہو تو پھر جمہور کی تائید ہوگی۔

باب اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے دن جب گرمی سخت ہو جائے تو کیا حکم ہے

حدیث (۸۵۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلٰوةِ وَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ بَرَّدَ بِالصَّلٰوةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ وَقَالَ يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ خَلْدَةَ وَقَالَ بِالصَّلٰوةِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْجُمُعَةَ وَقَالَ بِشْرُ بْنُ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَلْدَةَ صَلّٰى بِنَا اَمِيْرُ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَالَ لِاَنَسٍ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو خلدہ خالد بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ جب ٹھنڈک سخت ہو جائے تو نماز کو جلدی پڑھو اور جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو یعنی جمعہ کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو یعنی جمعہ کی نماز کو۔ اور یونس کی سند میں یہ ہے کہ صلوٰۃ کا ذکر ہے جمعہ کا ذکر نہیں ہے۔ اور بشر بن ثابت کی سند میں ابو خلدہ فرماتے ہیں کہ ہمیں جمعہ کے امیر نے نماز پڑھائی پھر حضرت انسؓ سے کہا کہ حضور اقدس ﷺ ظہر کی نماز کیسے پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس پر تو اتفاق ہے کہ اشتداد حر کے وقت ابراد فی الظهر اولیٰ ہے۔ لقوله عليه وسلم اذا اشتد الحر فابردوا بالظهر۔ جب گرمی سخت ہو جائے تو ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ جمعہ میں ابراد ہے یا نہیں اس لئے انہوں نے ابراد کی روایات ذکر فرمائی ہیں۔ اور یہی ہمارے یہاں راجح قول ہے جس کی طرف امام بخاریؒ کا میلان ہے کہ جمعہ میں بھی ابراد ہے۔ اس لئے میں نے بارہا یہ کہا ہے کہ جو شخص مذاہب علماء سے خوب واقف ہوگا پھر وہ بخاریؒ کے تراجم دیکھے تو اس کو احناف کی موافقت امام بخاریؒ سے زیادہ ملے گی۔ جمہور کی رائے یہ ہے کہ ابراد نہ کرنا چاہئے۔ علامہ عینیؒ نے ہمارا مسلک جمہور کے موافق نقل کیا ہے۔ لیکن معلوم نہیں کہاں سے نقل کر دیا۔ ہمارے یہاں تو راجح یہ ہے کہ ابراد ہونا چاہئے یعنی الجمعة قيل هو مدرج الراوی

اور بعض نے کہا کہ روایات میں یہ لفظ نہیں ہے۔ راوی نے درج کر دیا ہے۔

بَاب الْمَشْيِ إِلَى الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کی نماز کے لئے پیدل جانا

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ قَالَ السَّعْيُ الْعَمَلُ وَالذَّهَابُ لِقَوْلِهِ تَعَالَىٰ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ يَحْرُمُ الْبَيْعُ حِيْنَئِذٍ وَّقَالَ عَطَاءٌؒ تَحْرُمُ الصِّنَاعَاتُ كُلُّهَا وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ مُسَافِرٌ فَعَلَيْهِ أَنْ يَّشْهَدَ ....

ترجمہ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فاسعوا الی ذکر اللہ اور جو کچھ لوگ کہتے ہیں۔ سعی کا معنی عمل اور جانا ہے۔ سعی لها سعیها میں عمل کے معنی ہیں اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس اذان کے وقت بیع حرام ہو جائے گی۔ اور حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ بیع کی کوئی خصوصیت۔ نہیں سب کام حرام ہو جائیں گے اور امام زہریؒ سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن جب مؤذن اذان کہے تو مسافر کیلئے جمعہ میں حاضر ہونا ضروری ہے۔

حدیث (۸۵۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ (الخ) حَدَّثَنَا عَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ قَالَ أَدْرَكَنِيْ أَبُوْ عَبْسٍ وَّأَنَا أَذْهَبُ إِلَى الْجُمُعَةِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ ....

ترجمہ۔ حضرت عبایۃ بن رفاعہؒ فرماتے ہیں کہ میں جمعہ کے لئے جا رہا تھا کہ مجھے پیچھے سے حضرت ابو عبسؓ آ کر ملے انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جس شخص کے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہو گئے اللہ تعالیٰ اس کو جہنم پر حرام کر دیں گے۔

حدیث (۸۵۸) حَدَّثَنَا آدَمُ (الخ) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ بسند آخر قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَأْتُوْهَا تَسْعَوْنَ وَأْتُوْهَا تَمْشُوْنَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے جب نماز کی تکبیر کہی جائے تو دوڑتے ہوئے نماز کو نہ آؤ بلکہ آرام سے چل کر آؤ اور سکون اور وقار تم پر لازم ہے پس نماز کا جو کچھ حصہ مل جائے اسے پڑھو۔ اور جو چوک جائے اس کو پورا کرو۔

حدیث (۸۵۹) حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ (الخ) عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَقُوْمُوْا

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تک

حَتّٰی تَرَوْنِیْ وَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَۃَ .... مجھے دیکھ نہ لو کھڑے مت ہوا کرو تم پر سکون اور اطمینا لازم ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ سعی کے معنی عمل کے ہیں دوڑنے کے معنی مراد نہیں۔یحرم البیع، وہ بیع جومانع عن الجمعه ہووہ حرام ہے۔البتہ احناف اس بیع کو جائز کہتے ہیں جو نماز جمعہ کے لئے مانع نہ ہو مثلاً کشتی جامع مسجد کی طرف جارہی ہو اس میں بیٹھے بیٹھے بیع کرنا جائز ہے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے مشی بالاقدام الی الجمعه کی فضیلت بیان کرنا ہے۔اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ سے دو چیزیں ثابت فرمائی ہیں۔ایک، تو مشی با لاقدام کی فضیلت اور دوسرے سعی کے معنی کی تعیین۔اس لئے کہ قرآن پاک میں ہے فاسعوا الی ذکر الله اور حدیث پاک میں ہے لا تاتوھا وانتم تسعون تو یہاں دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے کیونکہ قرآن پاک سے امر با لسعی معلوم ہوتا ہے اور حدیث سے نہی معلوم ہوتی ہے۔اس لئے امام بخاریؒ نے دونوں میں جمع فرمادیا کہ فاسعوا الی ذکر الله لفظ سعی دوڑنے کے معنی میں نہیں ہے۔تاکہ حدیث میں لا تاتوھا وانتم تسعون سے تعارض ہو جائے۔بلکہ اس کے معنی مشی الی الصلوۃ کے ہیں۔ ولا یخالف النھی عن السعی فی الصلوۃ. والله اعلم ....

یحرم البیع حینئذ اس کا تعلق وذروا البیع سے ہے۔اس میں امام بخاریؒ نے دو قول نقل کئے ہیں۔ایک ابن عباسؓ سے کہ یہ حکم صرف بیع کے ساتھ خاص ہے۔اور دوسرا عطاءؒ سے کہ اس میں بیع کی کوئی خصوصیت نہیں۔بلکہ سارے اعمال اسی حکم میں ہیں یہی امام ابو حنیفہؒ اور جمہور کا مسلک ہے۔ اذا اذن المؤذن حنابلہ کے یہاں اذان ثانی مراد ہے۔یہی امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا قول ہے اور حنفیہ کے یہاں اذان اوّل مراد ہے۔ادرکنی ابو عبس بخاری کی روایت میں تو یہ ہے کہ یہ قصہ عبایہ اور ابو عبس کے درمیان پیش آیا اور نسائی میں یہ ہے کہ عبایہ اور ان کے شاگرد یزید بن ابی مریم کے درمیان پیش آیا۔اب تعارض کی صورت میں بخاری کی روایت کو بخاری میں ہونے کی وجہ سے ترجیح ہوگی۔اور حافظؒ نے جمع کیا کہ ممکن ہے دونوں کو پیش آیا ہو۔

باب لَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَیْنِ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ ۔

ترجمہ۔جمعہ کے دن دو آدمیوں کے درمیان جدائی اور تفریق نہ کرے۔

حدیث (۸٦٠) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنِ اغْتَسَلَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَتَطَھَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُھْرٍ

ترجمہ۔حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور جہاں تک ہو سکا صفائی ستھرائی کی پھر تیل لگایا اپنی خوشبو

ثُمَّ ادَّهَنَ اَوْ مَسَّ مِنْ طِيبٍ ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَصَلّٰى مَا كُتِبَ لَهٗ ثُمَّ اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ اَنْصَتَ غُفِرَلَهٗ مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى ..الحديث.

استعمال کی پھر جمعہ کے لئے چل پڑا اور دو آدمیوں کے درمیان تفریق اور جدائی بھی نہیں ڈالی جو کچھ مقدر تھا وہ نماز پڑھی جب امام خطبہ کے لئے نکلا تو یہ چپکے بیٹھا رہا۔ تو اس کے اور دوسرے جمعہ کے درمیان جس قدر گناہ ہیں سب بخش دیئے جائیں گے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ تفریق بین اثنین کے معنی یہ ہیں کہ دو آدمیوں کے درمیان آکر بیٹھ جانا۔ دوسرے معنی ہیں دو آدمیوں کے درمیان فساد ڈال دینا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اس کا مشہور مطلب یہ ہے کہ جہاں دو آدمی بیٹھے ہوئے ہوں تو ان کے درمیان نہ بیٹھے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نہی عن التخطی علی رقاب الناس ہے کہ لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر نہ جائے۔ اس لئے کہ یہ تفریق بین رؤوس الناس ہے لیکن مشہور پہلے معنی ہیں۔ شیخ کے معنی کا بھی احتمال ہے۔

باب لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ اَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَقْعُدُ فِيْ مَكَانِهٖ

ترجمہ۔ جمعہ کے دن اپنے بھائی کو کھڑا نہ کرے کہ پھر اس کی جگہ پر خود بیٹھ جائے۔

حدیث (۸۶۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ (الخ) سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ اَنْ يُّقِيْمَ الرَّجُلُ اَخَاهُ مِنْ مَّقْعَدِهٖ وَيَجْلِسَ فِيْهِ قُلْتُ لِنَافِعٍ اَلْجُمُعَةَ قَالَ الْجُمُعَةَ وَغَيْرَهَا . الحديث...

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی آدمی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو اس کے بیٹھنے کی جگہ سے اٹھائے اور پھر خود وہاں بیٹھ جائے۔ میں نے نافع سے پوچھا کیا جمعہ کے متعلق ہے فرمایا جمعہ اور غیر جمعہ دونوں برابر ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ بھی مثل سابق آداب میں سے ہے۔ زبان سے کہہ کر نہ اٹھائے۔ اور میرے نزدیک اپنی وجاہت ظاہری سے بھی نہ اٹھائے۔

باب الْاَذَانِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے دن اذان کہنا

حدیث (۸۶۲) حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَؓ

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن

قَالَ كَانَ النِّدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوَّلُهُ إِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ ؓ وَعُمَرَ ؓ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ ؓ وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَاءِ قَالَ أَبُو عَبْدِاللّٰهِ الزَّوْرَاءُ مَوْضِعٌ بِالسُّوْقِ بِالْمَدِيْنَةِ ......

پہلی پہلی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر آ کر بیٹھتا تھا حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں بھی ایسا رہا حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر ؓ کے زمانہ میں بھی ایسا رہا۔ جب حضرت عثمان ؓ کا دور آیا اور لوگ بھی بہت ہو گئے تو حضرت عثمان ؓ نے ایک تیسری اذان بڑھا دی جو زوراً کے مقام پر کہی جاتی تھی امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ زوراً مدینہ منورہ کے اندر بازار میں ایک جگہ کا نام ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ہمیشہ زیادتی انتہا میں نہیں ہوا کرتی۔ اس لئے اذان ثالث کی زیادتی خطبہ کی اذان سے پہلے کی گئی۔ اس کو غیر مقلد بدعت عثمانی کہتے ہیں۔ جیسے بیس تراویح کو بدعت عمری کہتے ہیں ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اصل اذان حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں خطبہ کے وقت ہوتی تھی۔ اور بعد میں حضرت عثمان ؓ نے کثرت اشتغال الناس کی وجہ سے دوسری اذان بمحضر من الصحابہ جاری فرمائی۔ اس کو اس باب سے ثابت فرمادیا اور اس اذان کو اذان اول اور اذان ثالث دونوں کہا جاتا ہے۔ اذان اول تو اس لئے کہ اولاً ہوتی ہے اور ثالث اس لئے کہ اس کو اذانین کے بعد حضرت عثمان ؓ کے زمانہ میں بڑھایا گیا۔ علی الزورا مسجد نبوی کے ساتھ ایک اونچی جگہ تھی۔

بَابُ الْمُؤَذِّنِ الْوَاحِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے دن کیلئے ایک ہی مؤذن چاہئے

حدیث (۸۶۳) حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الخ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ أَنَّ الَّذِيْ زَادَ التَّأْذِيْنَ الثَّالِثَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ ؓ حِيْنَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ وَلَمْ يَكُنْ لِلنَّبِيِّ ﷺ مُؤَذِّنٌ غَيْرَ وَاحِدٍ وَكَانَ التَّأْذِيْنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِيْنَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ يَعْنِيْ عَلَى الْمِنْبَرِ الحديث.

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزید ؓ سے مروی ہے کہ بے شک وہ شخص جس نے جمعہ کے دن تیسری اذان کا اضافہ کیا وہ حضرت عثمان بن عفان ؓ ہیں۔ جبکہ اہل مدینہ کثیر ہو گئے اور جناب نبی اکرم ﷺ کے لئے ایک کے سوا اور کوئی مؤذن نہیں تھا۔ اور اذان جمعہ کے دن اس وقت ہوا کرتی تھی جب امام منبر پر آ کر بیٹھتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ مؤذن غیر واحد پر اشکال ہوتا ہے کہ آپ ؐ کے مؤذن تو حضرت بلال ؓ اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم ؓ جیسے حضرات تھے۔ پھر ایک کا اثبات کیسے صحیح ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جمعہ کی اذان مستقل طور پر ایک آدمی دینے والا ہوتا تھا اور کئی مؤذنوں کا اذان دینا اصل نے کہا بنو امیہ نے ایجاد کیا تھا۔ مگر بخاری میں آتا ہے کہ خلیفہ راشد نے مقرر فرمایا تھا۔ جبکہ اس کی ضرورت محسوس کی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے کیا ہے۔ بعض علما کی رائے یہ ہے کہ احادیث میں یہ آتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے تیسری اذان زائد فرمائی۔ اس سے بعض مغاربہ نے یہ سمجھ لیا کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں دو اذانیں ہوا کرتی تھیں اور پھر حضرت عثمانؓ نے تیسری کا اضافہ فرمایا۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے ان پر رد فرمادیا کہ مغاربہ کا یہ خیال غلط ہے کہ تین اذانیں ہوا کرتی تھیں۔ بلکہ وہی دو اذانیں ہوتی تھیں جواب بھی ہوتی ہیں۔ تیسری تو تکبیر ہے جس پر مجازاً اذان کا اطلاق کر دیا گیا۔ اور بعض علما کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ نے اذان جوق پر رد فرمایا ہے۔

بَاب يُجِيبُ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنبَرِ اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ۔

ترجمہ۔ جب امام اذان سنے تو منبر پر ہی اس کا جواب دیتا رہے۔

حدیث (۸۶۴) حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ (الخ) قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمِنْبَرِ اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ وَاَنَا قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ مُعَاوِيَةُ وَاَنَا فَلَمَّا اَنْ قَضَى التَّاْذِيْنَ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى هٰذَا الْمَجْلِسِ حِيْنَ اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَقُوْلُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّيْ مِنْ مَّقَالَتِيْ .الحديث

ترجمہ۔ حضرت ابو امامہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ سے سنا جبکہ وہ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور مؤذن اذان کہہ رہا تھا۔ جب اس نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو حضرت معاویہؓ نے بھی کہا اللہ اکبر اللہ اکبر جب اس نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا اور میں بھی گواہی دیتا ہوں اور جب اس نے کہا اشھد ان محمد رسول اللہ تو آپ نے فرمایا میں بھی گواہی دیتا ہوں جب مؤذن اذان ختم کر چکا تو حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا اے لوگو! میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا اسی مجلس میں جبکہ مؤذن نے اذان کہی تو جس طرح تم نے میرا مقولہ سنا میں نے بھی ایسا ہی سنا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے اذاخرج الامام فلاصلوة ولا کلام جب امام خطبہ کے لئے نکلے تو نہ کوئی نماز ہے اور نہ کوئی کلام۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ خروج الامام مانع صلوٰۃ ہے۔ اور کلام الامام مانع کلام ہے اور یہی تقریبا بقیہ ائمہ کا مذہب ہے۔ لہذا ان حضرات کے قول پر اذان خطبہ کا جواب امام اور مقتدی دونو کو دینا چاہیے۔ لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک چونکہ خروج الامام مانع کلام ہے اس لئے جواب نہ دینا چاہیے۔ حضرت امام بخاریؒ نے ترجمہ یجیب الامام کا باندھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو جواب دینا چاہیے مقتدی کو نہیں۔ ہمارے یہاں مفتی بہ قول امام صاحبؒ کا ہے اس لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ دل سے جواب دے۔

مگر حضرت گنگوہیؒ نے لامع میں کئی جگہ فرمایا ہے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ امام کو کلام کرنے کا حق ہے۔اور دوسروں کو نہیں۔ یہاں بھی کہا ہے اور تحية المسجد کے مسئلہ میں سليك غطفاني کے قصہ میں بھی۔ مگر مجھے اپنی کتابوں میں کہیں نہیں ملا۔ مگر میرا خیال یہ ہے کہ چونکہ حضرت گنگوہیؒ فقہ کے اندر امام ہیں حتی کہ حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ فقہ میں حضرت گنگوہیؒ کا مرتبہ شامی سے بڑھا ہوا ہے۔ اس لئے ان کا قول حجت ہے۔ اسی کو دیکھ کر میں نے کہا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک امام جواب دے سکتا ہے۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام بخاریؒ جمہور کے قول کی طرف مائل ہوں اور امام کی قید روایت کے پیش نظر لگادی ہو۔ مگر قید لگانا کھٹکتا ہے۔ وانا یہیں آیا ہے۔ جو اب اذان کے بارے میں صرف انا نہیں آیا ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے وانااشهدُ اور اس صورت میں قولوا مثل مايقول المؤذن کے موافق ہو جائے گا۔ ابن حبانؒ کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف انا پر جواب میں اقتصاد کرنا جائز ہے۔ مگر یہ جمہور کا مذہب نہیں ہے۔ لیکن ابن حبانؒ ائمہ معتبرین میں سے ہیں۔اور ان کی صحیح معتبر ہے جیسے صحیح ابن خزیمہ معتبر ہے اس لئے ممکن ہے ان کا مذہب ہو۔

باب الْجُلُوسِ عَلَى الْمِنْبَرِ عِنْدَ التَّأْذِينِ۔

ترجمہ۔اذان کہنے کے وقت امام کا منبر پر بیٹھنا۔

حدیث(۸۶۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ (الخ)
أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَؓ أَخْبَرَهُ أَنَّ التَّأْذِينَ الثَّانِيَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَمَرَ بِهِ عُثْمَانُؓ حِينَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ التَّأْذِينُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِينَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ الحديث

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؓ خبر دیتے ہیں کہ جمعہ کے دن دوسری اذان کا حضرت عثمانؓ نے اس وقت حکم دیا تھا جبکہ مسجد والے بہت ہو گئے۔ اور جمعہ کے دن اذان اس وقت کہی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے بعض کوفیہ پر رد کرنا ہے کیونکہ ان کا مذہب ہے کہ امام منبر پر جا کر کھڑا رہے اور جب اذان خطبہ ہو جائے تو پھر فوراً خطبہ شروع کرے۔ اگر امام بخاریؒ کی غرض اس سے احناف ہیں تو یہ نقل غلط ہے۔ بلکہ ہمارے یہاں تو جلوس مستحب ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ جلوس لا ستماع الاذان ہے یا للاستراحت ہے۔ دونو قول ہمارے یہاں بھی ہیں۔ جو للاستراحت کہتے ہیں۔ ان کے یہاں جمعہ وعیدین میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں میں بیٹھے۔ اور جو لوگ لاستماع اذان کہتے ہیں کہ ان کے یہاں جمعہ میں بیٹھے عیدین میں نہ بیٹھے۔ یہی میرے اکابر کا بھی عمل رہا ہے۔

باب التَّأْذِينِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ

ترجمہ۔ خطبہ کے وقت اذان کہنا

حدیث (۸۶۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ (الخ) قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ اِنَّ الْاَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ اَوَّلُهُ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَبِيْ بَكْرٍ ؓ وَعُمَرَ ؓ فَلَمَّا كَانَ فِيْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ ؓ وَكَثُرُوْا اَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْاَذَانِ الثَّالِثِ فَاُذِّنَ بِهٖ عَلَى الزَّوْرَاءِ فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن اذان پہلے پہلے اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا حضور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اور ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایسا ہی رہا۔ جب حضرت عثمانؓ کی خلافت کا دور آیا اور لوگ بہت ہو گئے تو حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے دن تیسری اذان کا حکم دیا۔ پس وہ اذان زوراء مقام پر کہی جاتی تھی پھر عمل اسی پر قائم رہا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ صفحہ ۸۷ پر ایک باب گذرا ہے باب کم بین الاذان والاقامة وہاں میں نے بیان کیا تھا کہ ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ اذان اور اقامۃ میں وقفہ کیا کرو کہ کھانے والا کھانے سے فارغ ہو جائے اور حاجت والا اپنی حاجت پوری کرلے۔ اور وہاں میں نے بیان کیا تھا کہ امام بخاریؒ نے اس کی تائید فرمائی ہے۔ یہاں میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ اذان عندالخطبہ کو اس سے مستثنیٰ کرنا چاہتے ہیں اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اذان خطبہ اور خطبہ میں فصل نہیں کرنا چاہئے

باب الْخُطْبَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ وَقَالَ اَنَسٌ ؓ خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ

ترجمہ۔ منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے منبر پر خطبہ دیا

حدیث (۸۶۷) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ (الخ) قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَازِمِ بْنُ دِيْنَارٍ ؓ اَنَّ رِجَالًا اَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدِنِ السَّاعِدِيَّ ؓ وَقَدِ امْتَرَوْا فِي الْمِنْبَرِ مِمَّ عُوْدُهٗ فَسَاَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْرِفُ مِمَّا هُوَ وَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ اَوَّلَ يَوْمٍ وُّضِعَ وَاَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى فُلَانَةَ امْرَاَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ فَنَسِيْتُهَا

ترجمہ۔ حضرت ابو حازم بن دینارؓ نے حدیث بیان کی کہ کچھ لوگ حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ کے پاس آئے جن کو منبر رسولؐ کے بارے میں شک تھا کہ وہ کس لکڑی کا بنا ہوا تھا چنانچہ انہوں نے حضرت سہلؓ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم مجھے خوب پہچان ہے کہ وہ کس سے بنا تھا۔ اور میں نے اس کو پہلے دن بھی دیکھا جبکہ اسے رکھا گیا اور جس پہلے دن جناب رسول اللہ ﷺ اس کے اوپر بیٹھے واقعہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے انصار کی ایک عورت کی طرف

مُرِیْ غُلَامَكِ النَّجَّارَ اَنْ یَّعْمَلَ لِیْ اَعْوَادًا اَجْلِسُ عَلَیْهِنَّ اِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ فَاَمَرَتْهُ فَعَمِلَهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ ثُمَّ جَاءَ بِهَا فَاَرْسَلَتْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ هٰهُنَا ثُمَّ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰی عَلَیْهَا وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَیْهَا ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَیْهَا ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرٰی فَسَجَدَ فِیْ اَصْلِ الْمِنْبَرِ ثُمَّ عَادَ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَاْتَمُّوْا بِیْ وَلِتَعَلَّمُوْا صَلٰوتِیْ. الحدیث

پیغام بھیجا جس کا نام حضرت سہلؓ نے لیا تھا مجھے بھول گیا۔ حکم دیا کہ اپنے بڑھئی غلام کو حکم دو کہ وہ میرے لئے لکڑیوں کا ایک منبر بنادے تاکہ جب میں لوگوں سے کلام کروں تو اس پر بیٹھ کر کروں۔ چنانچہ اس نے اپنے غلام کو حکم دیا وہ غابۃ جنگل کے جھاڑ کے درخت سے بنا کر لے آیا۔ اس کی مالکہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔ تو آپؐ نے حکم دیا کہ اس منبر کو اس جگہ رکھ دیا جائے۔ چنانچہ وہ اس جگہ رکھ دیا گیا۔ پھر میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ نے اس پر نماز پڑھنی شروع کی۔ تکبیر بھی اسی پر کہی اور رکوع بھی اسی پر کیا۔ پھر الٹے پاؤں نیچے اتر آئے اور منبر کی جڑ میں زمین پر سجدہ کیا۔ پھر واپس منبر پر آگئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں پر متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ اے لوگو یہ سب کچھ میں نے اس لئے کیا ہے تاکہ تم میری اقتدا کرو اور میری نماز کو سیکھ لو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ منبر پر خطبہ دینا اولیٰ اور مستحب ہے۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے کیا ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ خطبہ علی المنبر امیر المؤمنین کا حق ہے۔ اسلئے امام بخاریؒ نے اس پر ردّ فرمادیا۔ لیکن اگر ایسا ہے تو روایت سے ردّ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ روایت میں منبر پر خطبہ دینے والے رسول اللہ ﷺ ہیں جو سب کے آقا اور امیر ہیں۔ ہاں عموم لفظ ترجمہ سے استدلال ہو جائیگا۔ اور منبر بنانے والے کے متعلق ہم کہہ چکے ہیں کہ اس کی وضع ۷ھ اور ۸ھ کے دو قول ہیں۔ اور بنانے والے کا نام میمون ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ امام بخاریؒ جواز بتانا چاہتے ہوں تخطی رقاب سے اسی لئے تو منع کیا گیا ہے کہ اس میں ایذاء مسلم اور اس کی تحقیر ہے اور منبر پر چڑھنے میں بظاہر حاضرین کی تحقیر ہے۔ اس لئے اس کا جواز ثابت فرمادیا کہ یہ تو حدیث سے ثابت ہے اور تعلیم کے باب میں داخل ہے اور تعلیم کی سہولت کی وجہ سے ارتفاع میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور ایک غرض یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ابو اب الاستسقاء میں آرہا ہے کہ وہاں منبر نہ ہونا چاہیئے۔ تو یہاں بتادیا کہ جمعہ کا یہ حکم نہیں ہے۔

غلامك النجار اور ایک روایت میں ہے کہ خود عورت نے درخواست کی تو جمع بین الروایتین کی یہ صورت ہو گی کہ اوّلاً عورت نے درخواست پیش کی جب دیر ہو گئی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے تقاضا کے لئے فرمایا قد سماها سهل نسبت تلمیذ سے ہوا۔ اس عورت کا نام عائشہ انصاریہ ہے اور بعض نے مینا نقل کیا ہے۔

حدیث (۸۶۸) حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ (الخ) اَنَّهٗ

ترجمہ۔ ابن انسؓ نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ [illegible] فرماتے تھے

سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كَانَ جِذْعٌ يَقُوْمُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ اَصْوَاتِ الْعِشَاءِ حَتّٰى نَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَيْهِ الخ .....

کہ کھجور کا ایک تنا تھا جس کا سہارا لے کر جناب نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو کر وعظ فرماتے تھے۔ جب آپؐ کے لئے منبر رکھا گیا تو ہم نے کھجور کے تنا کی ایسی آوازیں سنیں جیسے گابھن اونٹنی قریب الولادت آوازیں کرتی ہے۔ جناب حضور اکرم ﷺ بالآخر منبر سے اترے اور اپنا ہاتھ اس پر رکھا جس سے اسے سکون حاصل ہوا۔

حدیث (۸۶۹) حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ جَآءَ اِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ . الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا جبکہ آپؐ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ جو شخص جمعہ کے لئے آئے وہ ضرور غسل کرے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ العشار اس سے دس ماہ کی وہ گابھن اونٹنی مراد ہے جو درد زہ کی وجہ سے چیختی ہو۔

باب الْخُطْبَةِ قَآئِمًا وَقَالَ اَنَسٌؓ بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ قَائِمًا۔

ترجمہ۔ کھڑے ہو کر خطبہ دینا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا جناب نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے۔

حدیث (۸۷۰) حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ قَآئِمًا ثُمَّ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُوْمُ كَمَا تَفْعَلُوْنَ الْاٰنَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہو جاتے جیسا کہ اب تم لوگ کرتے ہو۔

باب اسْتِقْبَالِ النَّاسِ الْاِمَامَ اِذَا خَطَبَ وَاسْتَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَؓ وَاَنَسٌؓ الْاِمَامَ۔

ترجمہ۔ جب امام خطبہ دے تو لوگوں کو امام کے سامنے بیٹھ کر متوجہ ہونا چاہئیے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت انسؓ امام کے سامنے بیٹھ کر متوجہ ہوتے تھے

حدیث (۸۷۱) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فُضَالَةَ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ

ترجمہ۔ حضرت عطاء بن یسارؒ نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے سنا

اَبَاسَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيَّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ ..الحدیث...

کہ جناب نبی اکرم ﷺ ایک دن منبر پر بیٹھے اور ہم آپؐ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ خطبہ قائما عند الاحناف سنت ہے۔اور امام مالکؒ کے نزدیک واجب ہے۔ور امام شافعیؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک قیام شرط ہے۔لہذا اگر جالساً خطبہ دیا تو نماز جمعہ نہ ہوگی۔دوسرے باب کے متعلق فرمایا کہ میں ان تین جگہ کلام کروں گا۔ایک یہاں دوسرے عیدین اور تیسرے استسقاء میں امام بخاریؒ نے تینوں مقامات پر یہی باب باندھا ہے۔بس الفاظ میں کچھ تغیر و تبدل کر دیا۔ جس کے متعلق شراح نے کوئی کلام نہیں کیا۔یہاں شراح یہ فرماتے ہیں کہ استقبال الناس الامام ایک امر مستحب ہے۔لہذا استحباب کو بیان کر رہے ہیں اور میرے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ مالکیہؒ کے یہاں خطبہ میں امام کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا واجب ہے۔اور امام اعظمؒ سے بھی منقول ہے کہ وہ خطبہ کے وقت امام کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔متاخرین احنافؒ نے جمہور کے موافق خطبہ کے وقت استقبال امام قبلہ کی اصطفاف (صف بندی) کے لئے اجازت دی ہے۔امام بخاریؒ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ہماری مسجد میں تو صف بندی کے ساتھ ساتھ ہی استقبال بھی ہو جاتا ہے۔اس لئے میرے نزدیک اس مسئلہ کا تعلق مسجد مدینہ سے ہے۔کیونکہ وہاں محراب و منبر دونوں فاصلہ پر ہیں۔درمیان میں چند صفیں ہیں۔تو وہاں استقبال امام کی ضرورت ہے۔اگرچہ امام اس کے پیچھے ہے کیونکہ اعراض کرنا بظاہر امام سے تعاون ہے۔میرے حضرت جب مدینہ میں تھے تو اس پر عمل کرتے تھے۔

باب مَنْ قَالَ فِي الْخُطْبَةِ بَعْدَ الثَّنَاءِ اَمَّابَعْدُ رَوَاهُ عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ---

ترجمہ۔باب اس شخص کے بارے میں جو حمد و ثنا کے بعد اما بعد کہے حضرت عکرمہؓ نے ابن عباسؓ سے اور انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے ایسا ہی روایت کیا ہے

حدیث (۸۷۲) قَالَ مَحْمُوْدُ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ (الخ)

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَؓ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ قُلْتُ مَاشَانُ النَّاسِ فَاَشَارَتْ بِرَاْسِهَا اِلَى السَّمَاءِ فَقُلْتُ اٰيَةٌ فَاَشَارَتْ بِرَاْسِهَا اَىْ نَعَمْ قَالَتْ فَاَطَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جِدًّا حَتّٰى تَجَلَّانِىَ الْغَشْىُ وَاِلٰى جَنْبِىْ قِرْبَةٌ فِيْهَا مَاءٌ فَفَتَحْتُهَا فَجَعَلْتُ

ترجمہ۔حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ پر داخل ہوئی جب کہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے میں نے کہا لوگوں کا یہ کیا حال ہے تو حضرت عائشہؓ نے اپنے سر کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ کیا میں نے کہا اللہ کی قدرت کی نشانی ہے انہوں نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اتنی بڑی طوالت کی کہ مجھ پر گرمی کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہو گئی۔میرے پہلو میں ایک مشکیزہ تھا

أَصُبُّ مِنْهَا عَلَى رَأْسِي فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ قَالَتْ وَلَغَطَ نِسْوَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَانْكَفَأْتُ إِلَيْهِنَّ لِأُسَكِّتَهُنَّ فَقُلْتُ لِعَائِشَةَؓ مَا قَالَ قَالَتْ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَّمْ أَكُنْ أُرِيتُهُ إِلَّا وَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هٰذَا حَتَّى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَإِنَّهُ قَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ أَوْ قَرِيبًا مِّنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوْ قَالَ الْمُوقِنُ شَكَّ هِشَامٌ فَيَقُولُ هُوَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ هُوَ مُحَمَّدٌ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى فَآمَنَّا وَأَجَبْنَا وَاتَّبَعْنَا وَصَدَّقْنَا فَيُقَالُ لَهُ نَمْ صَالِحًا قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ إِنْ كُنْتَ لَمُؤْمِنًا بِهِ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ شَكَّ هِشَامٌ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُ قَالَ هِشَامٌ فَلَقَدْ قَالَتْ لِي فَاطِمَةُ فَأَوْعَيْتُهُ غَيْرَ أَنَّهَا ذَكَرَتْ مَا يُغَلَّظُ عَلَيْهِ ... الحديث...

جس میں پانی تھا اس کو میں نے کھولا اور اس سے اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ نماز سے اس وقت پھرے جب سورج کھل چکا تھا آپؐ نے لوگوں خطبہ دیا اللہ کی حمد بیان کی ان الفاظ کے ساتھ جن کا وہ اہل ہے پھر فرمایا امابعد حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ انصار کی کچھ عورتوں نے شور کرنا شروع کیا میں تو ان کی طرف جھکی کہ ان کو چپ کراتی تھی میں آپ کا کلام نہ سن سکی تو حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپؐ نے کیا فرمایا۔ انہوں نے کہا حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہیں جس کو میں نے نہ دیکھا ہو مگر وہ میں نے اس مقام پر دیکھ لی حتی کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا۔ اور میری طرف یہ وحی کی گئی کہ تمہارا قبروں میں ایسا امتحان لیا جائے گا مثل مسیح دجال کے فتنہ کے یا اس کے قریب قریب۔ چنانچہ تم میں سے ایک کو لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اس ذات کے متعلق تمہارا کیا علم ہے۔ لیکن مومن یا موقن ھشام کو شک ہے تو وہ کہے گا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں وہ محمد ﷺ ہیں جو ہمارے پاس واضح دلائل اور ہدایت لائے ہم ان پر ایمان لے آئے ان کی دعوت قبول کی ان کی پیروی کی اور ہم نے آپؐ کی تصدیق کی۔ پس اس سے کہا جائے گا کہ ٹھیک ٹھاک سو جاؤ ہم جانتے تھے کہ تو مومن تھا۔ لیکن منافق یا شک کرنے والا ھشام کو شک ہوا اس سے کہا جائے گا کہ تو اس آدمی کے بارے میں کیا جانتا تھا۔ وہ کہے گا میں نہیں جانتا لوگوں سے ایک بات سنتا تھا تو میں بھی ویسے کہہ دیتا تھا ہشام کہتے ہیں کہ مجھے حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ میں نے اس کو خوب محفوظ کر لیا۔ ماسوائے اس کے جو سختی اس کافر پر کی جائے گی اس کو انہوں نے تو ذکر کیا مجھے یاد نہ رہا۔

حدیث (۸۷۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ (الخ) حَدَّثَنَا

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن تغلبؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ

عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اُتِیَ بِمَالٍ اَوْ بِشَیْءٍ فَقَسَمَہٗ فَاَعْطٰی رِجَالاً وَّتَرَکَ رِجَالاً فَبَلَغَہٗ اَنَّ الَّذِیْنَ تَرَکَ عَتَبُوْا فَحَمِدَاللّٰہَ ثُمَّ اَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اَمَّابَعْدُ فَوَاللّٰہِ اِنِّیْ اُعْطِی الرَّجُلَ وَاَدَعُ الرَّجُلَ وَالَّذِیْ اَدَعُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الَّذِیْ اُعْطِیْ وَلٰکِنْ اُعْطِیْ اَقْوَامًا لِمَااَرٰی فِیْ قُلُوْبِھِمْ مِّنَ الْجَزَعِ وَالْھَلَعِ وَاَکِلُ اَقْوَامًااِلٰی مَاجَعَلَ اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مِنَ الْغِنٰی وَالْخَیْرِ فِیْھِمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ فَوَاللّٰہِ مَااُحِبُّ اَنَّ لِیْ بِکَلِمَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ حُمْرَ النَّعَمِ.. الحدیث

کے پاس کچھ مال یا سامان آیا آپؐ نے اس کو تقسیم فرمایا کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ کو چھوڑ دیا۔ پس حضور انور ﷺ کو یہ بات پہنچی کہ جن کو آپؐ نے چھوڑ دیا وہ ناراض ہو گئے۔ تو آپؐ نے اللہ کی حمد اور ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا اما بعد پس اللہ کی قسم میں کسی آدمی کو دیتا ہوں اور کسی کو چھوڑ دیتا ہوں حالانکہ جس کو میں نے چھوڑ دیا وہ میرے نزدیک اس شخص سے زیادہ پسندیدہ تھا بنسبت اس کے جس کو میں نے دیا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ میں کچھ لوگوں کو اس لئے دیتا ہوں کہ میں ان کے دلوں میں گھبراہٹ اور بے صبری دیکھتا ہوں اور کچھ لوگوں کو میں ان چیزوں کے سپرد کر دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں غنا اور بھلائی رکھ دی ہے ان میں عمرو بن تغلبؓ بھی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم حضور اکرم ﷺ کے اس کلمہ کے بدلے جو میرے بارے میں فرمایا مجھے سرخ چوپائے یا سرخ اونٹ پسند نہیں ہیں۔ (سرخ اونٹ عمدہ مال تھا)۔

حدیث (۸۷۴) حَدَّثَنَایَحْیٰی بْنُ بُکَیْرٍ الخ اَنَّ عَآئِشَۃَؓ اَخْبَرَتْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ خَرَجَ لَیْلَۃً مِّنْ جَوْفِ اللَّیْلِ فَصَلّٰی فِی الْمَسْجِدِ فَصَلّٰی رِجَالٌ بِصَلٰوتِہٖ فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْافَاجْتَمَعَ اَکْثَرُ مِنْھُمْ فَصَلُّوْا مَعَہٗ فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْافَکَثُرَ اَھْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّیْلَۃِ الثَّالِثَۃِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَصَلُّوْا بِصَلَاتِہٖ فَلَمَّا کَانَتِ اللَّیْلَۃُ الرَّابِعَۃُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ اَھْلِہٖ حَتّٰی خَرَجَ لِصَلٰوۃِالصُّبْحِ فَلَمَّاقَضَی الْفَجْرَ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَتَشَھَّدَ ثُمَّ قَالَ اَمَّابَعْدُ لَمْ یَخْفَ عَلَیَّ مَکَانُکُمْ لٰکِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَیْکُمْ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک رات آدھی رات کے وقت گھر سے نکلے تو مسجد میں آکر نماز پڑھی کچھ آدمیوں نے آپؐ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے تو دوسری رات ان سے بھی زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر صبح کو لوگوں میں چرچا ہوا تو تیسری رات مسجد والے بہت ہو گئے چنانچہ حضور تشریف لائے تو لوگوں نے آپؐ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی پھر جب چوتھی رات ہوئی تو لوگ اس قدر بڑھ گئے کہ مسجد میں گنجائش نہ رہی مگر حضور انور ﷺ تشریف نہ لائے حتی کہ صبح کی نماز میں تشریف آوری ہوئی۔ نماز فجر سے فراغت کے بعد آپؐ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا تَابَعَهٗ یُوْنُسُ ..الحدیث..

کلمہ شہادت پڑھا پھر فرمایا امابعد بیشک تمہارا اجتماع مجھ پر مخفی نہیں رہا۔ لیکن میں اس بات سے ڈر گیا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے۔ تو پھر تم اس سے عاجز ہو جاؤ گے۔

حدیث (۸۷۵) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ (الخ) عَنْ اَبِیْ حُمَیْدِ نِ السَّاعِدِیِّ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ عَشِیَّةً بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَتَشَهَّدَ وَاَثْنٰی عَلَی اللّٰهِ بِمَاهُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ تَابَعَهٗ اَبُوْ مُعَاوِیَةَ الخ ...

ترجمہ۔ حضرت ساعدیؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک شام نماز کے بعد کھڑے ہوئے کلمہ شہادت پڑھا اللہ کی حمد و ثنا بیان کی جس کا وہ مستحق ہے۔ پھر فرمایا امابعد ابو معاویہ نے متابعت کی الخ۔

حدیث (۸۷۶) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ (الخ) عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَسَمِعْتُهٗ حِیْنَ تَشَهَّدَ یَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ تَابَعَهُ الزُّبَیْدِیُّ عَنِ الزُّهْرِیِّ .. الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت مسعود بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے جب آپؐ نے کلمہ تشہد پڑھا تو میں نے آپؐ سے سنا فرماتے تھے اما بعد زبیدی نے اس کی متابعت کی۔

حدیث (۸۷۷) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اَبَانَ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَعِدَ النَّبِیُّ ﷺ الْمِنْبَرَ وَکَانَ اٰخِرَ مَجْلِسٍ جَلَسَهٗ مُتَعَطِّفًا مِلْحَفَةً عَلٰی مَنْکِبَیْهِ قَدْ عَصَبَ رَأْسَهٗ بِعِصَابَةٍ دَسِمَةٍ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ اَیُّهَا النَّاسُ اِلَیَّ فَثَابُوْا اِلَیْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ هٰذَا الْحَیَّ مِنَ الْاَنْصَارِ یَقِلُّوْنَ وَیَکْثُرُ النَّاسُ فَمَنْ وَلِیَ شَیْئًا مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ فَاسْتَطَاعَ اَنْ یَّضُرَّ فِیْهِ اَحَدًا اَوْیَنْفَعَ فِیْهِ اَحَدًا فَلْیَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَیَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِیْئِهِمْ ..الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے اور یہ حضورؐ کی آخری مجلس تھی جس میں آپؐ بیٹھے اپنے دو کندھوں پر ایک لمبی چادر لپیٹی ہوئی تھی اور اپنے سر کو ایک میلی سی سیاہ پٹی سے باندھا ہوا تھا پس اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی پھر فرمایا اے لوگو! میری طرف آجاؤ تو لوگ حضور اقدس ﷺ کی طرف اکٹھے ہو گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا امابعد پس یہ انصار کا قبیلہ تو تھوڑے ہوں گے اور ویسے اسلام میں لوگ بہت آجائیں گے پس امت محمد ﷺ سے جو کچھ بھی کسی چیز کا والی بنا کہ کسی کو اس سے نقصان یا کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے تو اس نیکی کرنے والی کی نیکی قبول کر لینی چاہیے۔ اور برائی کرنے والے سے درگذر کرنا چاہیے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب امام بخاریؒ نے عیدین۔ استسقا اور کسوف وغیرہ میں باندھا ہے مگر اس کی اہمیت سمجھ میں نہیں آئی

یوں کہتے ہیں کہ یہ فصل الخطاب ہے۔ مگر یہ بھی کوئی اہمیت کی بات نہیں بلکہ میرا خیال یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے دعاؤں کے اندر اللهم انی احمدك حمدا لا نهاية له وغیرہ جیسے الفاظ آئے ہیں اور اما بعد انتہا کو چاہتا ہے لہذا امام بخاریؒ نے اس کے جواز کی طرف اشارہ فرمادیا۔غیر انها ذكرت ما يغلظ عليه یعنی الفاظ تو مجھے یاد نہیں رہے البتہ مضمون یاد ہے۔ احب ان لی کلمة رسول الله اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ حضور اقدس ﷺ نے جو کلمہ تعریض ارشاد فرمایا اس کے مقابلہ میں لاکھوں اونٹ قربان۔اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب میں نے یہ سن لیا کہ بعض لوگوں کے قلوب میں جزع فزع ہے۔ تو بھائی میں ہزاروں اونٹ قربان کردوں بہتر ہے اس سے کہ میں اس کلمہ کا مصداق بن جاؤں۔تابعه یونس حاصل یہ ہے کہ لفظ اما بعد میں موافقت کی ہے۔گو الفاظ روایت میں کمی بیشی ہو۔و کان آخر مجلس جلسه میرے نزدیک یہ شنبہ کے دن ظہر کی نماز میں دیا جانے والا خطبہ ہے۔

ان هذا الحی من الانصار يقلون اس لئے کہ مؤمنین تو بڑھتے رہیں گے کیونکہ لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہوں گے۔ اور انصار تو صرف انہیں انصاریوں کی اولاد ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ انصار کی اولاد ہوگی لیکن غیر مسلم کثرت سے اسلام لائیں گے کہ مسلمانوں اور انصار میں وہ نسبت نہ رہے گی جواب ہے۔ چنانچہ آجکل ۸۰ کروڑ مسلمان ہیں اور انصار شاید چند لاکھ سے بھی زائد نہ ہوں۔ اتنی تعداد کے باوجود مسلمان کتنے ذلیل ہیں۔

باب الْقَعْدَةِ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے دن دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا ہے۔

حدیث (۸۷۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِاللهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَقْعُدُ بَيْنَهُمَا الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ دو خطبے دیتے تھے اور ان کے درمیان بیٹھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جمہور کے نزدیک قعدہ بین الخطبہ مستقل مسنون ہے۔ اور بعض کے نزدیک واجب ہے کہ بعض شافعیہؒ فرماتے ہیں کہ مقصود خطبتین ہیں لہذا اگر کھڑے کھڑے توقف کر لیا اور پھر دوسرا خطبہ شروع کردیا تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت امام بخاریؒ اس پر رد فرماتے ہیں۔بات یہ ہے کہ خطبہ کی حقیقت میں اختلاف ہے حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی حقیقت مطلق ذکر ہے۔صاحبین کے نزدیک ذکر طویل ہونا چاہئے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خطبہ پانچ اجزاء سے مرکب ہے۔ حمد دعا صلوٰۃ تلاوت اور تذکیر۔

باب الِاسْتِمَاعِ إِلَى الْخُطْبَةِ

ترجمہ۔ خطبہ کو کان لگا کر سننا

حدیث (۸۷۹) حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب

قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَاکَانَ یَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَآئِکَةُ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ یَکْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ کَمَثَلِ الَّذِیْ یُهْدِیْ بُدْنَةً ثُمَّ کَالَّذِیْ یُهْدِیْ بَقَرَةً ثُمَّ کَبْشًا ثُمَّ دُجَاجَةً ثُمَّ بَیْضَةً فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَیَسْتَمِعُوْنَ الذِّکْرَ. الحدیث

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں پہلے پہل آنے والے کو اور بعد میں آنے والے کو لکھتے رہتے ہیں۔ پس وہ شخص جو زوال کے بعد دھوپ میں آنے والا ہے اس کا حال اس شخص کی طرح ہے جس نے اونٹ کی قربانی دی پھر اس شخص کی طرح جو گائے ذبح کرتا ہے۔ پھر مینڈھا قربانی کرنے والا۔ پھر مرغی بعد ازاں انڈا قربان کرنے والے کا ثواب ملتا ہے۔ پھر جب امام خطبہ کیلئے نکلتا ہے تو فرشتے اپنے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور کان لگا کر ذکر الٰہی کو سنتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ استماع اس لئے واجب ہے کہ قرآن مجید میں ہے اذاقرء القران فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون جب قرآن مجیدؐ پڑھا جائے تو خوب کان لگا کر سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

بَاب اِذَا رَاَی الْاِمَامُ رَجُلًا جَآءَ وَهُوَ یَخْطُبُ اَمَرَهٗ اَنْ یُّصَلِّیَ رَکْعَتَیْنِ۔

ترجمہ۔ جب امام کسی آدمی کو آتا دیکھے اور وہ خطبہ دے رہا ہو تو اسے حکم دے وہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے

حدیث (۸۸۰) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ (الخ)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ وَّالنَّبِیُّ ﷺ یَخْطُبُ النَّاسَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ اَصَلَّیْتَ یَافُلَانُ فَقَالَ لَا قَالَ قُمْ فَارْکَعْ. الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اس وقت آیا جبکہ جمعہ کے دن جناب نبی اکرم ﷺ لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے۔ تو آپؐ نے پوچھا کہ تم نے نماز تحیۃ المسجد پڑھی ہے اس نے کہا نہیں آپؐ نے فرمایا کھڑے ہو کر رکوع کرو

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا مسلک ہے کہ اگرچہ امام خطبہ بھی دے رہا ہو تو بھی تحیة المسجد کو ادا کرے۔ یہ حضرات وجوب کے قائل نہیں۔ البتہ اہل ظواہر وجوب کے قائل ہیں۔ شوافع روایت باب کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ حضرت امام اعظمؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ دوسری روایت میں ہے اذاخرج الامام فلاصلوٰة ولا کلام نہی وارد ہوئی ہے۔ اور قم فارکع کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ایک دوسری حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ خطبہ کے دوران اگر کسی نے اذاقلت لصاحبك یوم الجمعة انصت والامام یخطب فقد لغوت کہہ دیا تو اس نے لغو کا ارتکاب کیا۔ حالانکہ وہ امر بالمعروف کر رہا ہے۔ جب امر بالمعروف سے ممانعت ہے تو تحیة المسجد کیسے جائز ہو گی۔ تو فصل رکعتین کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ان رکعتین سے

کیامراد ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے کوئی نماز فوت ہو گئی ہو۔ اور وہ صاحب ترتیب ہو۔ تو آپؐ نے اسے فرمایا کہ پہلے فائتہ کو ادا کرلو۔ پھر آکر شریک ہو جاؤ۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں بہت بسط سے اس پر بحث کی ہے۔ مگر ابن ماجہ صفحہ ۷۹ پر ہے کہ سُلیک غطفانی خطبہ کی حالت میں آئے تو آپؐ نے آتے ہی اس سے پوچھا کہ کیا تو نے وہ پہلی رکعتیں پڑھیں ہیں۔ اصلیت رکعتین قبل ان تجیئ ترجمہ آنے سے پہلے تو نے دو رکعتیں پڑھ لیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس سے کوئی اور نماز مراد ہے جو کہ انہوں نے ادا کرنی تھی۔ ورنہ تحیۃ المسجد تو دخول مسجد سے ہوا کرتی ہے۔ پہلے تو نہیں ہوتی۔ دوسرا تسلیمی جواب یہ ہے کہ مانا یہ تحیۃ المسجد تھی مگر دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا آپؐ خطبہ پڑھ رہے تھے یا خطبہ شروع کرنے والے تھے۔ یخطب میں امکان ہے کہ آپؐ خطبہ شروع کرنے والے ہوں اس وقت آپؐ نے امر فرمایا ہے چنانچہ مسلم شریف میں صفحہ ۲۸۷ ج ۱ پر ہے جاء سليك ورسول الله ﷺ قاعدا على المنبر تو معلوم ہوا کہ سلیک اس وقت آئے جب آپؐ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور بیٹھ کر خطبہ نہیں پڑھا جاتا۔ کیونکہ یہ آپ کی عادت مبارکہ نہیں تھی۔ تو یخطب میں تاویل کرنی پڑے گی۔ ای یرید الخطبة لیکن شوافعؒ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ احناف بھی تو کہتے ہیں کہ جب امام خطبہ کے لئے نکلے تو لا صلوة ولا كلام۔ مگر کہا جائے گا یہ مسلک امام اعظمؒ کا ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو۔ اس وقت نہ نماز پڑھے نہ کلام کرے اور بين الخطبتين کا قعود مراد ہو تو اس میں صاحبین بھی اجازت دیتے ہیں۔ دوسرے نسائی صفحہ ۱۵۸ پر ہے۔ اور باب بھی الحث على الصدقةفقال له رسول الله ﷺصليت قال لا قال فصل ركعتين وحث النبي ﷺ على الصدقة تو اگر امام اثناء خطبہ میں خطبہ چھوڑ دے اور کسی دیگر اہم امر کی طرف متوجہ ہو تو اس اثنا میں کوئی نماز پڑھ لے تو کون سی ممانعت ہے۔ چنانچہ آپؐ نے لوگوں کو ترغیب دی اور ہر طرف سے کچھ نہ کچھ جمع ہو گیا آخر اس میں بھی تو ضرور کوئی وقت صرف ہوا ہوگا۔ اس کا ہم انکار نہیں کرتے کہ امام کسی اہم امر کے لئے نماز پڑھنا چاہیں تو کوئی ممانعت نہیں۔ جیسا کہ آپؐ نے لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دی اور دو کپڑے دیئے تو کسی خاص مصلحت کی بنا پر ہوا۔ اس کو قاعدہ کلیہ نہیں بنایا جاسکتا۔ تو اس روایت سے استدلال تام نہ ہوا۔ البتہ مسلم اور ابوداؤد میں جو ایک قوی روایت ہے اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اذاجاء احدكم يوم الجمعة والامام يخطب فليركع ركعتين ويتجوز فيهما۔ کہ جب تم میں سے کوئی ایک جمعہ کے دن آئے اور امام خطبہ دے رہا ہے تو دو رکعت پڑھے اور ان میں اختصار کرے۔ نیز! پہلی دو روایت کی مؤید بہت سی روایات موجود ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے غسل جمعہ کے متعلق فرمایا مگر صلوٰة تحية المسجد کے متعلق کچھ نہیں فرمایا اور ایسے آپؐ جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک دیہاتی آکر کہتا ہے هلكت الاموال وانقطعت السبل (مال مویشی تباہ ہو گئے اور راستے بند ہو گئے) مگر آپؐ نے اس سے تحیۃ المسجد کے متعلق کچھ نہیں فرمایا اسی طرح ایک شخص تخطى رقاب کرتے ہوئے آرہا تھا آپؐ نے اسے فرمایا اجلس فانك آذيت الناس. الحديث کہ بیٹھ جاؤ تو نے لوگوں کو تکلیف پہنچائی ہے۔ الغرض ان روایات سے معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد ضروری نہیں ہے۔ البتہ قوی روایت جس کو تمام صحاح میں نقل کیا گیا ہے بخاری میں بھی موجود ہے دارقطنی نے امام بخاریؒ پر سو ۱۰۰ اعتراضات کئے ہیں جن کا ذکر مقدمہ فتح البار میں موجود ہے۔ ان میں سے چار روایات متن کی بھی ہیں

ان میں سے یہ قوی روایت بھی ہے۔ کہ یہ روایت فعلی تھی۔ راوی نے اس کو قولی بنالیا۔ جیسے حضرت عمار بن یاسرؓ کی تیمم کی راویت فعلی کو قولی بنایا گیا۔ اور ایسے استثناء فی الیمین کی فعلی روایت کو قولی بنایا گیا۔ اور روایت بالمعنی میں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ قولی کو فعلی اور فعلی کو قولی بنالیا کرتے ہیں۔ تو دار قطنی نے بھی امام بخاریؒ پر مؤاخذہ کیا۔ اور غالباً مصنفؒ نے اس روایت کو اس باب میں اس لئے ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ شراح لکھتے ہیں کہ جس روایت میں اختلاف ہوتا ہے امام بخاریؒ اپنی عادت کے موافق اس کو اس باب میں ذکر نہیں کرتے۔ البتہ مصنفؒ نے اسے صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ میں جاکر ذکر کیا ہے۔ تو یہ راوی کا تصرف ہوا کہ اس نے اسے قولی بنالیا۔ مسلم میں تو اذا خرج الامام فلیصل رکعتین کے الفاظ ہیں یخطب کا تذکرہ نہیں ہے۔ اور ابو داوٗد میں صفحہ ۱۵۹ پر ہے اذا جاء احدکم یوم الجمعة کے الفاظ ہیں جن کی وجہ سے حافظ ابن حجرؒ کو امام نوویؒ پر بہت غصہ آیا ہے۔ حالانکہ مسلم کی دوسری روایت میں ہے اذا جاء احدکم وخرج الامام فلیصل رکعتین ہے تو اس کے ہم بھی قائل ہیں کہ جب امام خطبہ کے لئے تیار ہو جاتا ہے تو جلدی سے رکعتین پڑھ لو۔ جیسا کہ یتجوز فیھما کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ان میں اختصار کریں۔ یہ جواب اس صورت میں ہے جبکہ روایت کو قولی تسلیم کیا جائے۔ تو ہم ارادہ فعل کی تاویل کریں گے۔ یا خرج الامام کی تاویل ہوگی۔ مصنف ابن شیبہ میں ہے ناھشیم عن محمد بن قیس ان النبی ﷺ حیث امره ان یصلی رکعتین امسك عن الخطبة حتی فرغ من رکعتیه ثم عاد الی الخطبة۔ دار قطنی نے بھی مسنداً اور مرسلاً اسے نقل کیا ہے۔ تو یہ مرسل صورت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابواب المساجد میں اس پر کلام گذر چکا اور میں بتلا چکا ہوں کہ حنفیہؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک یہ سلیک کے ساتھ خاص ہے اور حنابلہ اور شوافع کے یہاں کوئی خصوصیت نہیں حنابلہ اوقات مکروہہ میں تو احناف کے ساتھ ہیں۔ مگر اعراض کی وجہ سے یہاں رکعتین کے قائل ہیں۔ حنابلہؒ اور شافعیہ فرماتے ہیں کہ امام حکم کردے اور اگر حکم نہ کرے تو خود پڑھ لے۔ حنفیہ اس کا جواب دیتے کہ حضرت عمرؓ ایک مرتبہ خطبہ دے رہے تھے حضرت عثمانؓ تشریف لے آئے اور انہوں نے دو رکعتیں نہیں پڑھیں تو حضرت عمرؓ نے ان کو غسل کے متعلق فرمایا رکعتین کا حکم نہیں دیا۔

بَاب مَنْ جَاءَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جب وہ آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو دو ہلکی رکعتیں پڑھے

حدیث (۸۸۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ (الخ) عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ اَصَلَّيْتَ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ۔ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جمعہ کے دن داخل ہوا جبکہ نبی اکرم ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے آپؐ نے پوچھا کیا تو نے نماز پڑھی اس نے بتلایا کہ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا اٹھو اور دو رکعتیں پڑھ لو۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الْخُطْبَةِ

ترجمہ۔ خطبہ میں دونوں ہاتھوں کو اٹھانا

حدیث (۸۸۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الخ) عَنْ اَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِذْقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ هَلَكَ الْكُرَاعُ هَلَكَ الشَّاءُ فَادْعُ اللهَ اَنْ يَّسْقِيَنَا فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا.. الحدیث.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا جمعہ کے دن جناب نبی اکرم ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا اس نے کہا یا رسول اللہ گھوڑے اور بکریاں ہلاک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہم پر بارش برسائے۔ چنانچہ آپؐ نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور دعا فرمائی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح فرماتے ہیں کہ ترجمہ کی غرض اس کے جواز کو بتلانا ہے۔ اور جواز کے بتلانے کی ضرورت اسلئے پیش آئی کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ بنو امیہ کا کوئی امیر خطبہ دے رہا تھا اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر تقریر کر رہا تھا۔ کہ ایک صحابی نے دیکھا تو فرمایا قبح الله هاتين اليدين ما رايت رسول الله ﷺ شاهراً يديه (میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا) پھر فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو صرف انگلی اٹھاتے ہوئے دیکھا تو امام بخاریؒ نے اس پر رد فرمادیا۔ مگر میرے نزدیک رد کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ابوداؤد کی روایت میں شاهراً يديه ہے جو متکبرین کا طریقہ ہے۔ بخلاف بخاری کی روایت کے کہ اس میں مد یدین للدعاء ہے نیز ! نفس رفع یدین پر صحابی نے نکیر نہیں فرمائی۔ بلکہ ہاتھ جھاڑنے پر نکیر فرمائی تھی۔ شاهراً يديه اس پر دال ہے۔

بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔

ترجمہ۔ خطبہ میں بارش مانگنا۔

حدیث (۸۸۲) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَبَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فِيْ يَوْمِ جُمُعَةٍ قَامَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَانَرٰى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَاوَضَعَهَا حَتّٰى ثَارَ السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو گئے پس دریں اثناء کہ جناب نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی اٹھ کھڑا ہوا جس نے کہا یا رسول اللہ مال مویشی ہلاک ہو گئے۔ اہل و عیال بھوکے مر گئے۔ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش کی دعا فرمائیے پس آپؐ نے دونوں ہاتھ اٹھائے ۔ جبکہ ہمیں آسمان میں کوئی ٹکڑا بادل کا نظر نہیں آرہا تھا پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری

عَنْ مِنْبَرِهٖ حَتّٰی رَاَیْتَ الْمَطَرَ یَتَحَادَرُ عَلٰی لِحْیَتِهٖ فَمُطِرْنَا یَوْمَنَا ذٰلِکَ وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدَ الْغَدِ وَالَّذِیْ یَلِیْهِ حَتّٰی الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی فَقَامَ ذٰلِکَ الْاَعْرَابِیُّ اَوْقَالَ غَیْرُهٗ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ یَدَیْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَاعَلَیْنَا فَمَا یُشِیْرُ بِیَدِهٖ اِلٰی نَاحِیَةٍ مِنَ السَّحَابِ اِلَّا انْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِیْنَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِیْ قَنَاةُ شَهْرًا وَّلَمْ یَجِیْٔ اَحَدٌ مِنْ نَّاحِیَةٍ اِلَّا حَدَّثَ بِالْجُوْدِ . الحدیث....

جان ہے۔ ابھی آپؐ نے ہاتھ نہیں رکھے تھے یہاں تک بادل پہاڑوں کی مانند امنڈ آئے۔ پھر آپؐ منبر سے نہیں اترے تھے کہ میں نے بارش کو دیکھا کہ اس کے قطرے آپ کی داڑھی مبارک پر گر رہے تھے۔ ہم پر اس دن بھی سارا دن بارش ہوئی دوسرے دن تیسرے دن پھر اس کے متصل دن حتی کہ دوسرے جمعہ تک بارش ہوئی۔ تو وہی دیہاتی یا کوئی دوسرا اٹھا تو اس نے کہا یارسول اللہ مکان گر گئے۔ مال واسباب پانی میں ڈوب گیا پس اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا مانگیے کہ بارش رُک جائے۔ پس آپؐ نے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے۔ پس آپؐ نے فرمایا اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش ہو ہم پر نہ ہو۔ پس اپنے ہاتھ سے بادل کی جس ٹکڑی کی طرف بھی اشارہ کرتے تھے وہ کھل جاتی تھی۔ اور مدینہ گول حوض کی طرح ہو گیا۔ اور وادی قناۃ مہینہ بھر چلتی رہی اور ارد گرد کے اطراف سے جو شخص بھی آیا اس نے کثیر بارش کی بات بیان کی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس کا مستقل ذکر آگے آرہا ہے۔ چونکہ استسقاء کی تین صورتیں ہیں۔ ایک نماز کے بعد دعا کی جائے یہ اجماعاً جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ جمعہ کے خطبہ میں دعا کی جائے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ باقاعدہ جنگل میں جاکر نماز پڑھ کر دعا مانگی جائے ان سب صورتوں میں سے دوسری صورت کو یہاں بیان کر رہے ہیں۔

باب الْاِنْصَاتِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ وَاِذَاقَالَ لِصَاحِبِهٖ اَنْصِتْ فَقَدْ لَغَا وَقَالَ سَلْمَانُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم یُنْصِتُ اِذَاتَکَلَّمَ الْاِمَامُ

ترجمہ۔ جب امام جمعہ کا خطبہ پڑھ رہا ہو تو چپ رہنا چاہیئے اور جب کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہے چپ رہ تو اس نے لغو کیا حضرت سلمانؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چپ کراتے تھے جب امام بول رہا ہو۔

حدیث (۸۸۳) حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ (الخ) اَنَّ اَبَاهُرَیْرَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِذَاقُلْتَ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جمعہ کے دن تو نے اپنے

لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَنْصِتْ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ ..الحديث..

ساتھ والے سے اتنا کہہ دیا کہ چپ رہ جبکہ امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو تو نے لغو کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قرآن عزیز میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **اذاقرأى القران فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون** الاية بانفاق مفسرین یہ آیت خطبہ کے بارے میں نازل ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا امر فرمایا ہے۔ایک استماع کا دُوسرے انصات کا۔ استماع کان لگانے کو کہتے ہیں اور انصات خاموش رہنے کو۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات استماع تو ہوتا ہے مگر مستمع درمیان استماع کچھ بول دیتا ہے۔ گو اس کا کان متکلم کی طرف لگا ہوا ہو۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بولتا نہیں خاموش رہتا ہے۔ مگر استماع نہیں ہوتا کان نہیں لگاتا تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کا حکم فرمایا ہے۔یہ دونوں الگ الگ حکم ہیں۔اور امام بخاریؒ نے دونوں پر الگ الگ باب باندھے ہیں۔ مگر امام بخاریؒ نے یہ کیا کہ استماع کا باب باندھ کر متصلاً انصات کا باب نہیں باندھا۔حالانکہ دونوں قرآن پاک میں ایک دوسرے سے مقرون ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے کہ شراح حضرات نے اس سے کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ اوّلاً استماع کا باب باندھ کر حضرت امام بخاریؒ نے اشارہ فرمادیا کہ استماع قریب کے لئے ہے۔اور انصات کو اس سے دور ذکر کر کے بتلادیا کہ انصات بعید کے لئے ہے اور خاص طور سے باب اسلئے باندھا کہ کوئی یہ اشکال نہ کرے کہ جب ایک شخص دور ہے اور اس تک خطبہ کی آواز نہیں پہنچ رہی تو پھر اس کو خاموش رہنے کی کیا ضرورت ہے۔بلکہ ضرورت تو اس کو ہے جو قریب ہو تاکہ استماع کامل ہو۔ تو اس کو بھی تنبیہ کر دی کہ وہ بھی خاموش رہے۔اب اس کے بعد سنو !کہ انصات شافعیہؒ کے یہاں مستحب ہے۔اور یہ ان کا راجح مذہب ہے۔اور ان کا دوسرا قول جمہور کا مذہب یہ ہے کہ واجب ہے خواہ امام کی آواز آرہی ہو یا نہ آرہی ہو۔ **والامام يخطب** یہ جملہ بڑھا کر امام بخاریؒ نے ایک اور مسئلہ خلافیہ کی طرف اشارہ فرمادیا وہ یہ ہے کہ انصات کب واجب ہے۔امام کے کلام کے وقت واجب ہوتا ہے یا خروج امام سے واجب ہوتا ہے۔اور کلام امام قاطع کلام ہے یعنی جس وقت امام خطبہ دینے کے لئے نکلے اس وقت نماز شروع نہ کرے۔ لیکن بات کر سکتا ہے۔کیونکہ امام نے اب تک خطبہ شروع نہیں کیا۔ لیکن جب وہ شروع کر دے تو پھر فوراً خاموش ہو جائے۔ صلوٰۃ و کلام میں مابہ الفرق یہ ہے کہ صلوٰۃ ایک طویل کلام ہے۔ بخلاف کلام کے کہ وہ ایک آن میں قطع ہو سکتا ہے۔لہذا نماز تو خروج کے بعد فوراً منع ہے۔ لیکن کلام شروع فی الخطبہ کے بعد منع ہے۔امام بخاریؒ نے الانصات کو **والامام يخطب** کے ساتھ مقید فرما کر جمہور کی تائید فرمائی ہے۔ **واذا قال لصاحبه انصت لقد لغا** کیونکہ اس نے خود نص قرآنی **وانصتوا** کا خلاف کیا ہے۔

بابُ السَّاعَةِ الَّتِیْ فِیْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔باب اس گھڑی کے بارے میں جو جمعہ کے دن میں ہوتی ہے۔

حدیث (۸۸٤) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ ذَکَرَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِیْهِ سَاعَةٌ لَّا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ وَّهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّیْ يَسْاَلُ اللّٰهَ شَيْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ يُقَلِّلُهَا

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کا ذکر کیا پس فرمایا اس دن میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ جس مسلمان بندے کو اس گھڑی سے موافقت ہوگئی وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے جو چیز بھی مانگے گا اللہ تعالیٰ وہ مطلوب اسے ضرور عطا فرمائیں گے۔ اور اپنے ہاتھ سے اشارہ فرماتے تھے کہ وہ گھڑی لحظہ خفیفہ ہو گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جمعہ میں بڑی بابرکت اور بڑی ہی قیمتی ایک ساعت ہے مگر نہایت مختصر ہے۔ چنانچہ خود حدیث پاک میں ارشاد **بیدہ یقللها** سے اس کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں بندہ جو بھی دعا کرے وہ قبول ہوتی ہے۔ **لیلة القدر** تو ساری رات ہوتی ہے۔ اور یہ تھوڑی سی دیر کی ہے اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ ضرورت کی چیزیں ہیں جن کے بغیر انسانی زندگی دشوار ہے۔ مثلاً ہوا۔ پانی مٹی آگ وغیرہ ان کو تو بالکل عام کر رکھا ہے۔ اور جو ضرورت کی چیزیں نہ ہوں اس کو کمیاب فرمادیتے ہیں۔ جیسے کیمیا کی جلدی سے اس کے بنانے میں کامیابی نہیں ہوتی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے **لیلة القدر** کو چھپا رکھا ہے۔ اسی طرح ساعۃ جمعہ کو بھی چھپالیا۔ اور چھپانے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں علماء کے بیالیس قول ہیں کہ وہ مبارک ساعۃ کون سی ہے۔ اور ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ پچاس تک اقوال ہیں ان میں سے گیارہ مشہور ہیں جو اوجز میں منقول ہیں۔ ان گیارہ میں سے دو قول زیادہ مشہور ہیں۔ ایک شافعیہ کا دوسرا حنفیہ کا اور جمہور کا۔ تو شافعیہ فرماتے ہیں کہ وہ ساعۃ امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر اختتام **صلوٰۃ جمعہ** تک ہے۔ حنفیہ اور جمہور یہ فرماتے ہیں کہ وہ ساعۃ عصر کے بعد سے لیکر غروب شمس تک ہے۔ ان ہی دونوں قول میں بہت سے اقوال آجاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہی دونوں وقتوں میں خاص خاص اجزاء کی بعض علماء نے تعیین کی ہے۔ مثلاً ایک قول زوال سے بالکل متصل کا ہے۔ دوسرا قول دونوں خطبوں کے درمیان کا ہے۔ تیسرا قول خطبہ شروع ہونے کے بعد سے امام کے اللہ اکبر کہنے تک ہے۔ چوتھا قول نماز شروع ہونے کے بعد سے سلام پھیرنے تک کا ہے۔ یہ علماء شوافع کے اقوال ہیں۔ اسی طرح دوسرے ہیں عصر کے بالکل متصل عصر سے لے کر اصفرار تک اصفرار سے لے کر غروب تک۔ اور عین غروب کے وقت **وھو قائم یصلی الخ** اسی جملہ کی وجہ سے شوافع اس ساعۃ کو جمعہ کے اوقات صلوٰۃ میں کہتے ہیں۔ لیکن احناف کے نزدیک وہ ساعت بعد عصر ہے اسلئے اشکال یہ ہے کہ بعد عصر تو کوئی نماز ہی نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب یہ اشکال ایک صحابی نے دوسرے صحابی سے کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد نہیں فرمایا **من جلس ینتظر الصلوة فهو فی الصلوة** یعنی جو نماز کا انتظار کرتا ہے وہ بھی نماز میں ہے۔

باب اِذَا نَفَرَ النَّاسُ عَنِ الْاِمَامِ

ترجمہ۔ جب لوگ جمعہ کی نماز میں امام سے

فِیْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَصَلَاةُ الْاِمَامِ وَمَنْ بَقِیَ جَائِزَةٌ۔

بھاگ جائیں تو امام اور دوسرے باقی رہنے والے لوگوں کی نماز جائز ہو گی۔

حدیث (۸۸۵) حَدَّثَنَا مُعَاوِیَةُ بْنُ عَمْرٍو الخ

حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ اِذْ اَقْبَلَتْ عِیْرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا فَالْتَفَتُوْا اِلَیْهَا حَتّٰی مَا بَقِیَ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ اِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَیْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا ......

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان فرماتے ہیں کہ دریں اثنا ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ گندم اٹھائے ہوئے ایک قافلہ آ گیا اکثر لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے یہاں تک کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بارہ آدمیوں کے ماسوا کوئی باقی نہ رہا۔ جس پر یہ آیت اتری کہ جب وہ تجارت اور کوئی شغل کی بات دیکھتے ہیں تو اس کی طرف منتشر ہو جاتے ہیں اور آپؐ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ من بقی کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ بھاگ جانے والوں میں سے واپس کوئی نہیں آیا۔ تو اس سے ان لوگوں پر رد کرنا مقصود ہو گا جو جمعہ کی نماز کے وجوب کے لئے کم از کم چالیس آدمیوں کی شرط ضروری کہتے ہیں۔ علماء احنافؒ کے نزدیک امام کے نماز میں شروع ہو جانے کے بعد بالفرض سب کے سب بھاگ جائیں تب بھی امام کی نماز صحیح ہو گی۔ البتہ قبل از شروع امام کے سوا دو آدمی کی جماعت ضروری ہے۔ ابواب صلوۃ الخوف رجالا و رکبانا صفحہ ۲۸ / ۲۳ مقصد یہ ہے کہ جب جنگ کا خوف شدت اختیار کر لے کہ جیسی نماز شروع کی تھی ویسے ادا نہیں کر سکتے یا جیسے آیت کریمہ میں صلوۃ خوف کی صورت مذکور ہے۔ تو پھر بغیر جماعت کے اکیلے نماز پڑھیں خواہ سوار ہوں یا پیدل ہوں۔ رکوع اور سجود اشارے سے ادا کریں اور قتال کی حالت میں نماز ادا نہ کریں بلکہ اسے مؤخر کر کے قضا کریں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ میں پہلے بتلا چکا ہوں کہ اقامت جمعہ کے لئے ہر امام کے نزدیک کچھ نہ کچھ شرائط ہیں۔ منجملہ ان شرائط کے ایک شرط یہ ہے کہ کتنے آدمی ہونے چاہئیں کہ جمعہ قائم ہو۔ سب سے اھون ہمارا مذہب ہے۔ یعنی تین آدمی کافی ہیں۔ لیکن وہ امام کے علاوہ ہوں۔ اور صاحبین کے نزدیک مع الامام تین آدمی کافی ہیں۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک علاوہ امام کے بارہ آدمی ہوں گے اور امام شافعیؒ و امام احمدؒ کے نزدیک امام کے ساتھ چالیس آدمی ہونا ضروری ہیں اور ان حضرات کا استدلال ابو داؤد شریف کی اس روایت سے ہے۔ ان کعب بن مالکؓ ما سمع اللہ الخ یوم الجمعۃ الا ترحم لا سعد بن زرارۃ فقلت لا بی من هو قال هو الذی اقام بنا الجمعۃ الخ قلت کم کنتم یو مئذ قال اربعین تعجب یہ ہے کہ یہ لوگ اربعین کے لفظ سے استدلال کرتے ہیں۔ اسی طرح امام ابو داؤد

جمعه فی القرای پر اس سے استدلال کرتے ہیں لیکن اگر ان سے کہا جائے کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ ہجرت سے پہلے فرض ہوا تو اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ اگر اس کو تسلیم کرلیں تو پھر جمعه فی القرای ثابت نہ ہوگا کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے قبا میں جمعہ نہیں پڑھا۔ اب یہاں ایک مسئلہ ہے کہ اگر نماز شروع کرتے وقت تو بقدر شرط آدمی موجود تھے لیکن پھر کسی عارض کی وجہ سے کم ہوگئے اور چلے گئے تو ایسی صورت میں کیا ہوگا؟ صاحبین فرماتے ہیں کہ اب جبکہ جمعہ شروع ہوگیا تو پھر اب کم ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ یہی میلان امام بخاریؒ کا معلوم ہوتا ہے۔ اور حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایک رکعت سے قبل چلے گئے تو جمعہ باطل ہوگیا۔ اب چاہے نوافل کے طور پر پڑھے اور چاہے نیت توڑ کر ظہر کی نماز ادا کرلے۔ اگر ایک رکعت ہو جانے کے بعد گئے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایک رکعت ہو جانے کے بعد گئے ہیں تو نفل پوری کرلے۔ اور اگر ایک رکعت سے پہلے گئے ہیں تو انقلب ظهرا یعنی اسی پر امام بناء ظہر کرلے۔ شافعیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ ابتداء خطبہ سے لیکر امام کے سلام پھیرنے تک اس عدد کا ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک عدد بھی کم ہو جائے تو جمعہ باطل ہوگیا۔ مابقی الا اثنا عشر رجلا سے مالکیہ استدلال کرتے ہیں۔

بَاب الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَقَبْلِهَا

ترجمہ۔ جمعہ کے بعد اور جمعہ سے پہلے کتنی نماز ہے

حدیث (۸۸۶) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لَا يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ. الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے دو رکعات پڑھتے تھے اور اس کے بعد بھی دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور مغرب کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھتے اور عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے اور جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ گھر واپس آجاتے پھر دو رکعت پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ سنن بعدیہ پر علماء کا اتفاق ہے۔ اگرچہ اعداد میں اختلاف ہے کہ وہ دو ہیں یا چار یا چھ۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ دو ہیں۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ چار رکعات ہیں۔ امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ چھ رکعات ہیں۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ چار رکعات پہلے اور دو رکعات بعد میں پڑھے اور امام مالکؒ کے یہاں سنن رواتب ہیں ہی نہیں۔ البتہ سنت فجر کو وہ وتر سے ملا کر فرماتے ہیں۔ علامہ ابن قیمؒ سنن قبلیہ کا انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں زوال ہوتے ہی اذان خطبہ شروع ہو جایا کرتی تھی۔ اور خطبہ کے بعد نماز شروع ہو جاتی تھی۔ تو سنتیں پڑھا ہی نہیں کرتے تھے۔ لیکن ابن قیمؒ کا یہ فرمان مالکیہؒ کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ساعات کا شروع زوال سے ہوتا ہے۔ اور جب زوال کے ساتھ ہی اذان ہوتی تھی تو وہ ساعات خمسہ کس طرح ملیں گی۔ امام بخاریؒ نے جو باب باندھا ہے اس کے متعلق شراح فرماتے ہیں کہ یہ قیاس سے ثابت کر دیا کہ جمعہ ظہر کی جگہ

پڑھا جاتا ہے اور ظہر میں سنن قبلیہ اور بعدیہ ہیں۔ تو جمعہ میں جیسے سنن بعدیہ ہیں۔ اسی طرح قبلیہ بھی ہوں گی۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے اصول میں سے ہے کہ ترجمہ میں بسا اوقات وہ ایسی روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جو ان کی شرط کے موافق نہ ہوں مگر مضمون صحیح ہو گو الفاظ شرط کے موافق نہ ہوں۔ ابو داؤد شریف میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جمعہ سے پہلے طویل سنتیں پڑھا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا فرمایا کرتے تھے۔ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ بخاری کے اصول میں یہ ہے کہ جب ترجمہ میں متعدد چیزیں ذکر کریں اور روایت کسی ایک کی ذکر کریں اور دوسرے جز کی ذکر نہ کریں تو اس بات کی دلیل ہوا کرتا ہے کہ جس کی روایت امام بخاریؒ نے ذکر فرمائی ہے وہ ان کے نزدیک ثابت نہیں۔ لہذا امام بخاریؒ نے یہاں اس اصل کے مطابق سنن قبلیہ کا انکار کیا ہے۔ ترتیب کا تقاضا یہ ہے کہ باب الصلوة قبل الجمعة وبعدھا کہنا چاہئے تھا۔ علامہ ابن قیم اور بعض علماء ظاہریہ کے نزدیک جمعہ سے قبل سنن ونوافل ثابت نہیں ہیں۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اس کے عدم ثبوت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بعد الجمعة وقبلها کہا ہے۔

بَاب قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا (سورۂ جمعہ میں) یہ فرمانا جب جمعہ کی نماز ہو جائے تو (اپنے کام کاج کے لئے) زمین میں پھیل پڑو اور اللہ کا فضل (روزی رزق یا علم) ڈھونڈو۔

حدیث (۸۸۷) حَدَّثَنِیْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْيَمَ الخ عَنْ سَهْلٍ قَالَ كَانَتْ فِيْنَا امْرَاَةٌ تَجْعَلُ عَلٰى اَرْبِعَاءٍ فِیْ مَزْرَعَةٍ لَّهَا سِلْقًا فَكَانَتْ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ تَنْزِعُ اُصُوْلَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهٗ فِیْ قِدْرٍ ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِّنْ شَعِيْرٍ تَطْحَنُهَا فَتَكُوْنُ اُصُوْلُ السِّلْقِ عَرْقَهٗ وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَتُقَرِّبُ ذٰلِكَ الطَّعَامَ اِلَيْنَا فَنَلْعَقُهٗ وَكُنَّا نَتَمَنّٰى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذٰلِكَ.. الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں ہمارے اندر ایک عورت تھی جس نے ایک چھوٹی نہر پر اپنی کھیتی میں چقندر بوئے تھے۔ جب جمعہ کا دن ہوتا تو چقندر کے چند پودے کھینچ کر ہنڈیا میں ڈال لیتی تھی اور اس کے اوپر وہ جو کی ایک مٹھی ڈال دیتی تھی جو اس نے پیس رکھے تھے۔ پس اس کے چقندر گوشت والی ہڈی کا کام دیتے تھے۔ اور ہم جب نماز جمعہ سے واپس ہوتے تھے اس عورت پر سلام کرتے وہ یہ کھانا ہمارے قریب کرتی۔ جس کو ہم چاٹتے تھے اور جمعہ کے دن اس طعام کی ہم تمنا کیا کرتے تھے۔

حدیث (۸۸۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ بِهٰذَا وَقَالَ مَا كُنَّا نَقِيْلُ وَلَا نَتَغَدّٰى اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ ...الحديث.

ترجمہ۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت سہل بن سعدؓ یہ بھی فرماتے تھے کہ ہم لوگ قیلولہ اور صبح کا کھانا جمعہ کے بعد ہی کھاتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس آیت کا بظاہر تقاضا یہ ہے کہ نماز جمعہ سے فراغت کے بعد انتشار ضروری ہے۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ یہ امر ایجابی نہیں ہے بلکہ اباحت کے لئے ہے۔ بعض علماء اہل ظواہر نے وابتغوا من فضل الله کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد بیع وشراء واجب ہے۔ امام بخاریؒ اس ترجمہ سے اور آئندہ والے ترجمہ سے اس قول پر رد فرماتے ہیں کہ ان روایات میں کہیں یہ مروی نہیں کہ ان لوگوں نے نماز کے بعد بیع وشراء کی ہو بلکہ صحابہ کرامؓ نے اپنے اپنے معمولات نقل کئے ہیں۔

بَاب اَلْقَائِلَةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے بعد قیلولہ کرنا

حدیث (۸۸۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ الشَّيْبَانِيُّ (الخ) سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ كُنَّا نُبَكِّرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ نَقِيْلُ .. الحديث..

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن جلدی جمعہ پڑھتے تھے۔ پھر آکر قیلولہ کرتے تھے۔

حدیث (۸۹۰) حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ الخ عَنْ سَهْلٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ ثُمَّ تَكُوْنُ الْقَائِلَةُ . الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے پھر ہمارا قیلولہ ہوتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے یہ باب ثم تکون القائلة کے لئے ذکر فرمایا ہے ورنہ مضمون تو باب سابق میں آچکا اس سے امام بخاریؒ نے براعة الاختتام کی طرف اشارہ فرمادیا اور موت یاد دلادی۔ کیونکہ مشہور ہے النوم اخو الموت۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَبْوَابُ صَلٰوۃِ الْخَوْفِ

وَقَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اِلٰی قَوْلِہٖ عَذَابًا مُّھِیْنًا.....

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ نسا میں) فرمایا اور جب تم مسافر ہو تو تم پر گناہ نہیں اگر نماز کو کم کر دو اخیر آیت عذابا مھینا تک۔

حدیث (۸۹۱) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ عَنِ الزُّھْرِیِّ سَاَلْتُہٗ ھَلْ صَلَّی النَّبِیُّ ﷺ یَعْنِیْ صَلٰوۃَ الْخَوْفِ فَقَالَ اَخْبَرَنَا سَالِمٌ اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَؓ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَیْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَھُمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُصَلِّیْ لَنَا فَقَامَتْ طَآئِفَۃٌ مَّعَہٗ وَاَقْبَلَتْ طَائِفَۃٌ عَلَی الْعَدُوِّ فَرَکَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِمَنْ مَّعَہٗ وَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت امام زہریؒ سے پوچھا گیا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے صلوٰۃ خوف پڑھی ہے تو انہوں نے فرمایا ہمیں حضرت سالم نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ کے ہمراہ نجد کی طرف جہاد کے لئے نکلے۔ جب ہمارا دشمن سے آمنا سامنا ہوا اور ہم نے ان کے لئے صفیں باندھیں تو حضور اقدس ﷺ ہمیں نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک دستہ تو جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑا ہوا۔ دوسرا دستہ دشمن کے سامنے آیا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کئے پھر یہ لوگ اس دستے کی جگہ چلے گئے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی پس وہ لوگ آئے تو حضور اقدس ﷺ نے ان کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کئے پھر سلام پھیر دیا اور ان میں سے ہر ایک دستہ کھڑا ہو کر اپنے لئے رکوع اور دو سجدے کرے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ نحوا من قول مجاھد صفحہ ۱۲۹/۴ غرض یہ ہے کہ دونوں کا قول واحد ہے۔ پھر اس کو اذا اختلطو اقیاما سے بیان کیا ہے۔ یعنی جب کفار مسلمانوں کے ساتھ قتال میں گڈمڈ ہو جائیں تو کھڑے کھڑے مسلمان نماز پڑھیں اور رکوع سجود کے لئے اشارہ کریں۔ لیکن احنافؒ کے نزدیک قتال کی حالت میں نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے مستدل احنافؒ کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غزوہ خندق میں چار نمازیں قضا فرمائیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ فقہاء اور محدثین کا طریقہ یہ ہے کہ جمعہ کے بعد عیدین کا ذکر کرتے ہیں۔اس لئے کہ یہ بھی عید ہے اور وہ بھی عید ہے اس میں بھی تجمل ہوتا ہے اور اس میں بھی تجمل ہوتا ہے مگر امام بخاریؒ نے جمہور کے خلاف جمعہ کے بعد صلوۃ خوف کو ذکر فرمادیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ بھی فرض ہے صلوۃ خوف بھی فرض ہے اور عیدین کی نماز سنت ہے اور جمعہ بدل ہے ظہر کا اور صلوۃ خوف بدل ہے صلوۃ الطمانیت والسکون کا اس لئے دونو کو مقرون فرمادیا۔اور چونکہ جمعہ میں اختصار کم ہے۔کہ بجائے چار رکعات کے دو رکعت ہیں بخلاف صلوۃ خوف کے اس میں رکعات زیادہ ہیں۔جبکہ مقیم ہو۔اسلئے جمعہ کو مقدم فرمادیا۔صلوۃ الخوف کے متعلق اوجز میں آٹھ ابحاث ذکر کی گئی ہیں۔مثلا یہ کہ مشروع ہے یا نہیں۔غزوہ خندق سے پہلے شروع ہوئی یا بعد میں وغیرہ وغیرہ نبی اکرم ﷺ سے چوبیس مرتبہ صلوۃ الخوف پڑھنا ثابت ہے اور روایات میں اس کے سولہ طریقے ذکر کئے گئے ہیں جن میں سے بخاری میں تو ایک یا دو ہی طریقے مذکور ہیں لیکن زیادہ تر یہ طرق ابو داؤد میں مذکور ہیں۔ابو داؤد سے گیارہ صورتیں صاف ظاہر ہیں۔اور کچھ نسائی اور طبرانی کی روایت سے معلوم ہوتی ہیں۔حضور اکرم ﷺ سے چار مقامات پر صلوۃ خوف پڑھنی ثابت ہے۔ذی قرو۔عسفان۔نجد اور غزوہ طائف میں اور ایک ایک جگہ میں آپؐ نے متعدد مرتبہ پڑھیں جن کی تعداد چوبیس ہو جاتی ہے۔لیکن ان کی کیفیات سولہ طرق سے مروی ہیں جن میں سے صرف ایک بالاتفاق ناجائز ہے اور ایک صورت مختلف فیہ ہے باقی سب صورتیں معمول بہا ہیں جو بالاتفاق جائز ہیں وہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں فرضت صلوۃ الحضر اربعا علی لسان محمد ﷺ و صلوۃ السفر رکعتین وصلوۃ الخوف رکعۃ یعنی صلوۃ خوف ایک رکعت ہے یہ اس روایت کا تقاضا ہے کہ اختصار در اختصار ہو گیا۔اور مختلف فیہ صورت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک طائفہ کو دو رکعت پڑھادی۔اور پھر دوسرے طائفہ کو دو رکعات پڑھادی۔یہ صورت امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے۔کیونکہ وہ جواز اقتدا المفترض بالمتنفل کے قائل ہیں۔اور جمہور کے نزدیک جائز نہیں۔کیونکہ اس میں اقتدا المفترض بالمتنفل لازم آتی ہے۔اب رہ گئیں بائیس صورتیں یہ سب بالاتفاق جائز ہیں۔مگر باوجود اس اتفاق کے اولویۃ میں اختلاف ہے۔احنافؒ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کو راجح قرار دیتے ہیں۔ایک بات اور سنو! کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کے ہم معنی ہے۔بس فرق یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت مجمل ہے اور حضرت ابن مسعودؓ کی مفصل ہے۔ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک طائفہ کو ایک رکعت پڑھادی اور دوسرا طائفہ دشمن کے سامنے رہا۔جب پہلا طائفہ ایک رکعت سے فارغ ہو گیا تو وہ دشمن کے مقابل میں چلا گیا۔ اور دوسرا طائفہ آیا اس کو بھی ایک رکعت پڑھا کر نبی اکرم ﷺ نے سلام پھیر دیا۔اور پھر بقیہ لوگوں نے اپنی نمازیں پوری کیں۔اب یہ کس طرح پوری کیں اس کی کوئی تفصیل ابن عمرؓ کی روایت میں نہیں ملتی البتہ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے کہ جب دوسرے طائفہ کو رسول اللہ ﷺ نے ایک رکعت پڑھادی تو وہ دشمن کے مقابل میں چلے گئے۔اور طائفہ اولی نے آکر اپنی نماز پوری کی۔اب یہ لوگ اپنی نماز پوری کر کے دشمن کے مقابل چلے گئے۔اور دوسرے طائفہ نے آکر اپنی نماز پوری کرلی۔بس ان دونوں روایتوں میں اجمال اور تفصیل کا فرق ہے۔احنافؒ دونوں روایتوں سے استدلال کرتے ہیں۔دیگر علماء نے ابن عمرؓ

اور ابن مسعودؓ کی روایت کو دو شکل شمار کیا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک دونوں ایک ہی ہیں۔ امام مالکؒ نے قاسم بن محمد کی روایت کو اختیار کیا ہے۔ امام شافعیؒ کے یہاں تفصیل ہے۔ اگر دشمن قبلہ کی جانب میں ہو تو عسفان والی روایت کو اختیار کرتے ہیں اگر غیر قبلہ میں ہو تو یزید بن رومان کی روایت کو لیتے ہیں۔ امام احمدؒ نے یزید بن رومان کی روایت کو اختیار کیا ہے۔ قاسم اور یزید کی روایت میں فرق یہ ہے کہ یزید کی روایت سے انتظار الامام ثابت ہوتا ہے۔ اور قاسم کی روایت میں یہ ہے کہ فراغ کے بعد سلام پھیر دیا اور انتظار نہیں کیا۔ ایک اختلاف اس مسئلہ میں یہ ہے کہ صلوٰۃ خوف اب بھی باقی ہے یا نہیں۔ بعض علماء کے نزدیک اب مشروع نہیں ہے۔ صرف حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے ساتھ خاص تھی۔ اس لئے کہ آپؐ کے ساتھ خاص تھی۔ اس لئے کہ آپؐ کے ساتھ ہر شخص نماز پڑھنے کی تمنا کرتا تھا۔ اب یہ بات نہیں رہی۔ لیکن جمہور علماء کے نزدیک اب بھی مشروع ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے بعض صحابہ کرامؓ سے پڑھنا ثابت ہے۔ مختلف روایات میں اس نماز کا ذکر آیا ہے۔ امام ابو داؤد نے بہت تفصیل سے اس کو ذکر فرمایا ہے۔ اذا ضربتم فی الارض شراح فرماتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت صلوٰۃ الخوف میں نازل ہوئی۔ یا صلوٰۃ السفر میں احناف کے یہاں صلوٰۃ السفر میں ہے۔ اور شافعیہ کے یہاں صلوٰۃ الخوف میں۔ امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید کی ہے۔ اور تعجب ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنے تراجم میں بھی اس کو اختیار کیا ہے۔ حالانکہ شوافعؒ نے قصر فی السفر کے عدم وجوب پر لیس علیکم جناح سے ہی استدلال کیا ہے۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ دونوں کے یہاں دونوں قول ہیں۔ امام بخاریؒ نے اس باب میں ابن عمرؓ کی روایت نقل کی ہے۔ جو احنافؒ کا مستدل ہے۔ اگر میں کہوں کہ امام بخاریؒ احناف کے ساتھ ہیں اس لئے کہ انہوں نے اور کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی تو میرا یہ کہنا صحیح ہوگا۔

بَاب صَلٰوةِ الْخَوْفِ رِجَالًا وَّرُكْبَانًا رَاجِلٌ قَائِمٌ۔

ترجمہ۔ صلوٰۃ خواہ پیدل اور سوار ہو کر دونوں طرح پڑھی جا سکتی ہے۔ راجل کے معنی قائم کے ہیں۔

حدیث (۸۹۲) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيٰى (الخ)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوًا مِّنْ قَوْلِ مُجَاهِدٍ إِذَا اخْتَلَطُوْا قِيَامًا وَزَادَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَإِنْ كَانُوْا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَلْيُصَلُّوْا قِيَامًا وَّرُكْبَانًا. الحديث

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے رجالا کی تفسیر کے بارے میں حضرت مجاہد کی طرح منقول ہے کہ جب ان کی کھڑے کھڑے مٹھ بھیڑ ہو جائے۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے مزید نقل فرمایا کہ اگر وہ دشمن اس سے زیادہ ہوں تو پھر مسلمان کھڑے کھڑے اور سوار ہو کر جس طرح ممکن ہو نماز ادا کریں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ جب شدت خوف ہو جائے تو اس وقت سواری پر یا اقدام پر جس طرح ہو سکے پڑھنا جائز ہے۔ اور میرے نزدیک یہ غرض نہیں بلکہ یہ باب صلوۃ الطالب والمطلوب میں آرہا ہے۔

لہذا میرے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض یہاں پر آیت کریمہ کی تفسیر کرنی ہے۔ کیونکہ راجل قائم علی اقدامه کے معنی میں آتا ہے۔ اور سائر اور ماشی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیساکہ آیت کریمہ واذن فی الناس بالحج ان یأتوك رجالا میں رجال سے مشاۃ مراد ہیں۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ یہاں ماش کے معنی میں نہیں۔ بلکہ اس کے معنی یہاں قائم علی اقدامه کے ہیں۔

عن ابن عمر نحوا من قوله مجاهد اشکال یہ ہے کہ یہاں اس کے برعکس ہونا چاہیئے تھا۔ یعنی عن مجاهد نحوا من قول ابن عمرؓ کیونکہ مجاہدؒ تابعی ہیں اور ابن عمرؓ صحابی ہیں۔ میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا قول مجمل تھا۔ اور مجاہد کا مفصل۔ اور مجمل مفصل کی طرف محمول ہوتا ہے۔ اس لئے یہ طریقہ اختیار کیا۔ اذااختلطو قیاما اس قیاما کے بارے میں حافظؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ تحریف ہے صحیح اذا اختلطو قائما ہے۔ مگر میرے نزدیک محروف ماننے کی ضرورت نہیں بلکہ قیاما میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ امام بخاریؒ کا ترجمہ اس وقت صحیح ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے قیاما کا ترجمہ باندھا ہے۔

بَابُ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي صَلٰوةِ الْخَوْفِ۔

ترجمہ۔ صلوٰۃ خوف میں ایک دوسرے کی حفاظت اور نگرانی کرتے تھے۔

حدیث(۸۹۳) حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الخ/ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ فَكَبَّرَ وَكَبَّرُوا مَعَهُ وَرَكَعَ وَرَكَعَ نَاسٌ مِنْهُمْ ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدُوا مَعَهُ ثُمَّ قَامَ لِلثَّانِيَةِ فَقَامَ الَّذِيْنَ سَجَدُوا وَحَرَسُوا اِخْوَانَهُمْ وَاَتَتِ الطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى فَرَكَعُوا وَسَجَدُوا مَعَهُ وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِي صَلٰوةٍ وَّلٰكِنْ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا.... الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں کھڑے ہوئے تو لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ پس آپؐ نے تکبیر کہی تو انہوں نے بھی آپؐ کے ساتھ تکبیر کہی۔ آپؐ نے رکوع کیا تو لوگوں میں سے کچھ آدمیوں نے رکوع کیا پھر آپؐ نے سجدہ کیا تو ان لوگوں نے بھی آپؐ کے ساتھ سجدہ کیا پھر جناب رسول اللہ دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو وہ لوگ کھڑے ہوگئے جنہوں نے سجدہ کرلیا تھا اور وہ اپنے بھائیوں کی حفاظت کرنے لگے اور دوسرا طائفہ آیا تو انہوں نے رکوع کیا اور حضور انور ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا۔ اور یہ لوگ سارے کے سارے نماز میں تھے۔ لیکن ایک دوسرے کی حفاظت کرتے تھے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔فلم نصل الابد ارتفاع النهار صفحہ ۱۲۹/ ۱۴ اسی کو امام ابو حنیفہؒ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت انسؓ متفق ہوئے ہیں بلکہ ان کے علاوہ اور حضرات بھی ان دونوں کے ہمراہ ہیں۔ اور ان حضرات نے

جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھ کر ایسا کیا کیونکہ یہ فعل غیر مدرك بالعقل ہے۔ صلوٰۃ شرجیل بن السمط صفحہ ۱۲۹/ ۱۸ احدیث (۸۹۳) باب صلوۃ الطالب المطلوب الخ ان حضرات نے جانوروں کی پیٹھ پر نماز ادا کی تھی اور جنہوں نے اتر کر نماز ادا کی تھی ان پر ان حضرات نے نکیر کیا۔ مگر ان کا حصہ پوراذکر نہیں ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طالب تھے یا مطلوب تھے۔ پھر بنو قریظہ کی طرف جانے والے حضرات کے واقعہ سے بھی استدلال تام نہیں۔ کیونکہ وہ اس پر موقوف ہے جبکہ ثابت ہو جائے کہ ان ﷺ نے سوار ہونے کی حالت میں نماز ادا کی۔ وہ ثابت نہیں ہے۔ البتہ اتنا ثابت ہے کہ ان حضرات نے راستہ میں نماز ادا کی ظاہر یہ ہے کہ سواری سے اتر کر نماز ادا کی ہوگی۔ کیونکہ اگر ان حضرات نے سوار ہونے کی حالت میں نماز پڑھی ہوتی تو رکوع سجود کے لئے اشارہ کرتے۔ جب ان کے معترضین ان پر مطلع ہوئے تھے توانہوں نے کہا ہماری طرف سے اس کو روایت نہ کرنا۔ اور اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ ان حضرات نے سوار ہونے کی حالت میں پڑھی تو ممکن ہے کہ ان کو نماز کے دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انہیں اعادہ صلوٰۃ کا حکم نہیں دیا گیا تو ہم کہتے ہیں کہ اس طرح اشارہ سے نماز پڑھنے سے ان کا وقتی فریضہ ساقط ہو گیا۔ کیونکہ نص کے سمجھنے میں ان سے غلطی ہو گئی۔ تو اپنے اجتہاد میں خطاکار ثابت ہوں گے۔ تو ان کی نماز اپنی رائے کے مطابق ادا ہو گئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح فرماتے ہیں کہ ایک صورت صلوۃ الخوف کی ابن عمرؓ کی روایت میں گذری ہے۔ ایک اور صورت ذکر فرمارہے ہیں۔ اور بطور تفنن کے باب ذکر فرمادیا۔ تفنن کا مطلب یہ ہے کہ مقصد تو روایت نقل کرنا ہے۔ لیکن بطور تنبیہ کے باب منعقد فرمادیا اور میری رائے یہ ہے کہ نماز التفات کو اختلاس شیطان قرار دیا گیا ہے۔ تو امام بخاریؒ نے صلوۃ الخوف میں التفات کو اس سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے۔ تو امام بخاریؒ صلوۃ الخوف میں التفات کو اس سے مستثنیٰ قرار دے رہے ہیں۔ کیونکہ اس کے اندر التفات کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اس وقت تو دشمن سے اور چوکنا اور ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کہ کہیں وہ نماز میں مشغول دیکھ کر حملہ نہ کر دیں۔

بَابُ الصَّلٰوةِ عِنْدَ مُنَاهَضَةِ الْحُصُوْنِ وَلِقَاءِ الْعَدُوِّ۔

ترجمہ۔ قلعوں کی لڑائی ہونے اور دشمن سے مڈبھیڑ کے وقت نماز کیسے پڑھی جائے۔

وَقَالَ الْاَوْزَاعِیُّ اِنْ کَانَ تَهَيَّأَ الْفَتْحُ وَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ صَلُّوْا اِيْمَاءً وَكُلُّ امْرِئٍ لِنَفْسِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الْاِيْمَاءِ اَخَّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى يَنْكَشِفَ الْقِتَالُ اَوْ يَاْمَنُوْا فَيُصَلُّوْا رَكْعَتَيْنِ

ترجمہ۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر قلعہ کا فتح ہونا ممکن ہو اور مجاہدین نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو سکیں تو ہر ایک مجاہد الگ الگ اشارے سے نماز پڑھے اگر اشارے پر بھی قادر نہ ہوں تو نماز کو مؤخر کر دیں یہاں تک کہ لڑائی کا فیصلہ ہو جائے۔

فَاِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا صَلُّوْا رَكْعَةً وَّسَجْدَتَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا فَلَا يُجْزِئُهُمُ التَّكْبِيْرُ وَيُؤَخِّرُوْنَهَا حَتّٰى يَاْمَنُوْا وَبِهٖ قَالَ مَكْحُوْلٌ وَّقَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ حَضَرْتُ مُنَاهَضَةَ حِصْنِ تُسْتَرَ عِنْدَ اِضَاءَةِ الْفَجْرِ وَاشْتَدَّ اشْتِعَالُ الْقِتَالِ فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ فَلَمْ نُصَلِّ اِلَّا بَعْدَ اِرْتِفَاعِ النَّهَارِ فَصَلَّيْنَاهَا وَنَحْنُ مَعَ اَبِىْ مُوْسٰى فَفُتِحَ لَنَا قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَّمَا تَسُرُّنِىْ بِتِلْكَ الصَّلٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا . .

اور مجاہدین محفوظ ہو جائیں تو پھر دو رکعات نماز پڑھیں۔ اگر قدرت نہ ہو تو ایک رکوع اور دو سجدے کریں اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو محض اللہ اکبر کہنا ان کو کافی نہ ہوگا۔ اور نماز کو مؤخر کر دیں یہاں تک کہ امن قائم ہو جائے۔ یہی مکحول تابعی کا قول ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ تستر قلعہ کی فریقین کی باہمی لڑائی فجر روشن ہونے کے وقت شروع ہوئی اور لڑائی کا زور بڑا سخت ہو گیا۔ ہم نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو سکے تو ہم نے دن چڑھنے کے بعد نماز ادا کی۔ ہم نے وہ نماز حضرت ابو موسیٰ کے ہمراہ ادا کی پس وہ قلعہ فتح ہو گیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اس نماز کے مقابلہ میں مجھے دنیا اور اس کے اندر جتنی چیزیں ہیں خوش نہ کر سکیں۔

حدیث (۸۹۳) حَدَّثَنَا يَحْيٰى الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ جَآءَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَّيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا صَلَّيْتُ الْعَصْرَ حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ اَنْ تَغِيْبَ فَقَالَ النَّبِىُّ ﷺ وَاَنَا وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا بَعْدُ قَالَ فَنَزَلَ اِلٰى بُطْحَانَ فَتَوَضَّاَ وَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ بَعْدَهَا . . الحديث. . . .

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ خندق کی لڑائی کے دن تشریف لائے اور کفار قریش کو گالیاں دینے لگے اور فرماتے تھے یا رسول اللہ میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب آگیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے بھی ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی بہر حال جناب رسول اللہ ﷺ بطحان وادی میں اترے وضو فرمایا اور سورج غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھی اور اس کے بعد مغرب کی نماز ادا فرمائی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ایک صلوۃ المسابقۃ کہلاتی ہیں۔ یعنی جس وقت جانبین سے تلواریں چل رہی ہوں اس وقت نماز کیسے پڑھی جائے۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ مسابقۃ کے وقت نماز مؤخر کر دی جائے گی۔ اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ چلتے پھرتے کر و فر کے ساتھ جس طرح ممکن ہو فرادیٰ فرادیٰ نماز ہو سکتی ہے۔ یہ اسی بحث کے تحت داخل ہے کہ صلوۃ خوف غزوۂ احزاب سے پہلے مشروع ہوئی یا بعد میں۔ جو لوگ پہلے مشروع ہونے کے قائل ہیں ان کے نزدیک نماز کو مؤخر کیا جائے گا کیونکہ غزوۂ احزاب میں نمازیں قضا ہوئیں اور جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ بعد میں مشروع ہوئی ان کے نزدیک وقت پر پڑھی جائے گی۔ کیونکہ وہ ایسے ہی وقت کیلئے مشروع ہے

اور دوسری صلوۃ الطالب والمطلوب کہلاتی ہے۔ یہاں اس باب میں صلوہ المسابقۃ کو بیان فرمایا ہے۔ اور دوسرے باب میں صلوۃ الطالب والمطلوب کو۔ صلوا ایماءً یہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔ فان لم یقدروا فلا یجزئھم التکبیر اس سے بعض تابعین پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ اشارہ بھی نہ کر سکے تو ایک بار تکبیر کہہ دے یہ کافی ہے۔ ومایسرنی بتلک الصلوۃ الدنیا ومافیھا اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ میری جو نماز فوت ہوگئی اگر اس کے بدلہ میں مجھے دنیا ومافیھا مل جائے تو اس سے مجھے خوشی نہ ہوگی۔ اس صورت میں تلک کا اشارہ صلوۃ فائتہ کی طرف ہوگا۔ دوسرا مطلب یہ ہے یہ نماز جو ہم نے پڑھی گو وقت پر نہیں پڑھی تھی مگر اس کے مقابلہ میں دنیا ومافیھا کی میرے نزدیک کوئی قدر نہیں اور مجھے اس سے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ ہم نے اپنے لئے قضا نہیں کی بلکہ اللہ کے لئے کی ہے۔ اس صورت میں تلک کا اشارہ صلوۃ مقضیہ کی طرف ہوگا۔

باب صَلٰوۃِ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوْبِ رَاکِبًا وَّاِیْمَاءً

ترجمہ۔ حملہ کرنے والا اور جس پر حملہ کیا جائے وہ سواری پر اور اشارے سے نماز پڑھے۔

وَقَالَ الْوَلِیْدُ ذَکَرْتُ الْاَوْزَاعِیَّ صَلٰوۃَ شُرَحْبِیْلَ بْنِ السِّمْطِ وَاَصْحَابِہٖ عَلٰی ظَھْرِ الدَّابَّۃِ فَقَالَ کَذٰلِکَ الْاَمْرُ عِنْدَنَا اِذَا تُخُوِّفَ الْفَوْتُ وَاحْتَجَّ الْوَلِیْدُ بِقَوْلِ النَّبِیِّ ﷺ لَا یُصَلِّیَنَّ اَحَدُ الْعَصْرَ اِلَّا فِیْ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ ....

ترجمہ۔ ولید فرماتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعیؒ سے حضرت شرجیل بن السمط اور ان کے ساتھیوں کی نماز جانور کی پیٹھ پر کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا جب نماز کے قضا ہو جانے کا خوف ہو تو اس کا حکم ہمارے نزدیک ایسا ہی ہے۔ اور حضرت ولیدؒ جناب نبی اکرم ﷺ کے اس قول سے دلیل پکڑتے تھے جو آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ کوئی بھی عصر کی نماز بنو قریظہ کے سوا کہیں نہ پڑھے۔

حدیث (۸۹۴) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْاَحْزَابِ لَا یُصَلِّیَنَّ اَحَدٌ الْعَصْرَ اِلَّا فِیْ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ فَاَدْرَکَ بَعْضُھُمُ الْعَصْرُ فِی الطَّرِیْقِ وَقَالَ بَعْضُھُمْ لَا نُصَلِّیْ حَتّٰی نَاْتِیَھَا وَقَالَ بَلْ نُصَلِّیْ لَمْ یُرِدْ مِنَّا ذٰلِکَ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَلَمْ یُعَنِّفْ اَحَدًا مِّنْھُمْ ۔ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ہمیں فرمایا جبکہ آپ غزوۂ احزاب سے واپس لوٹے۔ کہ کوئی بھی عصر کی نماز بنو قریظہ کے سوا نہ پڑھے بعض کو عصر کی نماز نے راستہ میں پالیا تو بعض نے کہا ہم تو جب تک بنو قریظہ میں نہیں پہنچیں گے عصر کی نماز نہیں پڑھیں گے۔ اور بعض نے کہا کہ ہم تو پڑھیں گے حضور اقدس ﷺ نے ہم سے یہ نہیں چاہا تھا جب نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے کسی پر ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ طالب حملہ کرنے والا۔اور مطلوب جس پر حملہ کیا جائے۔ان سب میں احناف کا مذہب یہ ہے کہ صلوۃ المطلوب صرف راکبا جائز ہے۔یا یہ کہئے کہ صلوۃ المطلوب راکبا تو بالاتفاق جائز ہے اس کے علاوہ احنافؒ کے نزدیک کوئی صورت جائز نہیں۔اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک صلوۃ المطلوب ہر طرح جائز ہے۔اور صلوۃ الطالب راکبا وماشیا دونوں طرح جائز ہیں لیکن ایک شرط کے ساتھ۔وہ یہ کہ اگر نماز پڑھنے میں مشغول ہوگا تو دشمن فوت ہو جائے گا۔یا الٹ کر حملہ کردے گا اور امام مالکؒ کے نزدیک صلوۃ المطلوب راکبا اوماشیا دونوں طرح سے جائز ہے۔صلوۃ الطالب میں مختلف اقوال ہیں۔جن کی تفصیل اوجز المسالك میں دیکھ لی جائے۔علی ظهر الدابة حافظؒ فرماتے ہیں کہ مجھے تتبع اور تلاش کے باوجود یہ نہیں ملا کہ شرجیل بن اسمطؒ طالب تھے یا مطلوب۔بعض نے ان کو طالب میں ذکر کیا ہے اور بعض نے مطلوب میں۔اگر پورا قصہ ہوتا تو ہم بھی رائے قائم کرتے۔اگر مطلوب تھے تب تو احناف کیخلاف نہیں اگر طالب تھے تو احناف کے خلاف ہے۔لا یصلین احد العصر الخ اور مسلم شریف کی روایت میں لا یصلین احد الظهر ہے۔حافظؒ نے بجائے اس کے کہ بخاریؒ کی روایت کو اصول کے موافق راجح کہتے مسلم کی روایت کو راجح بتلایا۔اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جمع ممکن ہے۔اس طرح کے جو ظہر کے وقت جانے والے تھے ان کو تو مسلم شریف کی روایت کے مطابق کہا جائے اور جو ظہر میں نہیں گئے ان کے مطابق بخاری شریف کی روایت ہے بل نصلی لم یرید منا ذلك حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ انہوں نے اتر کر نماز پڑھی یا سواری پر پڑھ لی۔چونکہ یہ روایت حافظ ابن حجرؒ کے مذہب کے موافق ہے کیونکہ یہ لوگ طالب تھے اور دشمن کے فوت کا اندیشہ نہ تھا۔اور دشمن کے حملہ کا خوف تھا اس لئے حافظؒ نے کہہ دیا کہ تصریح نہیں ملی کہ راکبا پڑھی یا اتر کر۔ورنہ چپکے سے چل دیتے مگر میں بھی سمجھ جاتا ہوں فلم یعنف (ڈانٹا نہیں) اس لئے کہ ہر ایک نے اجتہاد کیا۔واحتج الولید الخ حضور اقدس ﷺ نے جب غزوۂ احزاب سے فارغ ہو کر اپنے ہتھیار اتار دیئے اور لوگوں نے غسل وغیرہ شروع کر دیا۔تو حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے آپؐ نے فرمایا کہ کیا ارادہ ہے۔انہوں نے عرض کیا بنو قریظه کا ارادہ ہے۔یہ یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا۔مدینہ میں اس نے مسلمانوں سے بدعہدی کی تھی۔اور منافقانہ طریقہ سے دشمن کی مدد کی تھی۔اس پر حضور پاک ﷺ بھی تیار ہو گئے اور اسی وقت اعلان فرمایا لا یصلین احد العصر الخ اور مسلم شریف میں بجائے عصر کے ظہر وارد ہے۔میرے والد صاحبؒ کی توجیہ یہ ہے کہ آپؐ نے صلوۃ فرمایا تھا۔جن لوگوں نے ظہر کی نماز پڑھ لی تھی انہوں نے صلوۃ عصر کی نماز مراد لی اور جنہوں نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی انہوں نے اس سے ظہر مراد لی۔بہر حال اس اعلان کے بعد صحابہ میں اس جملہ کے مطلب میں اختلاف ہو گیا۔بعض نے کہا حضور اقدس ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ نماز اسی جگہ پڑھی جائے۔اور بعض نے کہا اعلان کا مقصود تو یہ ہے کہ لوگ جلدی اس طرف چلیں۔لہذا اگر راستہ میں نماز پڑھ لیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔چنانچہ بعض لوگوں نے راستہ میں نماز پڑھ لی۔اور اس سے استدلال کیا گیا کہ طالب کے لئے راکبا نماز جائز ہے۔حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس سے رکوب کے ساتھ نماز پڑھنے پر استدلال نہیں ہے۔کیونکہ رکوب کی تصریح نہیں ملی ممکن ہے کہ راستہ میں اتر کر پڑھ لی ہو۔

باب التَّبْكِيْرِ وَالْغَلَسِ بِالصُّبْحِ وَالصَّلٰوةِ عِنْدَ الْاِغَارَةِ وَالْحَرْبِ

ترجمہ۔ صبح کی نماز میں جلدی کرنا اور اسے تاریکی میں پڑھنا اور لوٹ مار اور لڑائی کے وقت نماز کیسے پڑھی جائے

حدیث (۸۹۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى الصُّبْحَ بِغَلَسٍ ثُمَّ رَكِبَ فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ فَخَرَجُوْا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ وَيَقُوْلُوْنَ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ قَالَ الْخَمِيْسُ الْجَيْشُ فَظَهَرَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذَّرَارِيَّ فَصَارَتْ صَفِيَّةُ لِدِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ وَصَارَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ صَدَاقَهَا عِتْقَهَا فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ لِثَابِتٍ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ اَنْتَ سَاَلْتَ اَنَسًا مَا اَمْهَرَ فَقَالَ اَمْهَرَهَا نَفْسَهَا قَالَ فَتَبَسَّمَ .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز بہت تاریکی میں پڑھی پھر سوار ہوئے اور اللہ اکبر فرمایا خیبر خراب ہو گیا۔ بے شک جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ گھروں سے نکل کر گلی کوچوں میں دوڑتے تھے اور کہتے تھے محمدؐ اس کا لشکر آ گیا بہر حال جناب رسول اللہ ﷺ ان پر غالب آگئے لڑاکا لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور عورتوں بچوں کو قیدی بنانے کا۔ حضرت بی بی صفیہؓ حضرت دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں۔ اور بالآخر جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے ہو گئیں۔ پھر آپؐ نے اس سے نکاح کر لیا اور اس کی آزادی اس کا حق مہر مقرر فرمایا۔ عبد العزیز نے ثابت سے پوچھا کہ اے ابو محمد آپ نے حضرت انسؓ سے پوچھا تھا کہ آپؐ نے بی بی صفیہؓ کا کیا مہر باندھا تھا۔ فرمایا ان کی ذات ان کا مہر تھا تو وہ مسکرا دیئے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ بعض علما کی رائے ہے کہ امام کی غرض یہ ہے کہ جہاد میں تکبیر بعد الصلوۃ کہنی چاہیئے اس صورت میں بتاخیر الباء الموحدہ من الکاف ہو گا۔ یعنی تکبیر اللہ اکبر کہنا اور مقصود جہاد میں مصالح کی وجہ سے تکبیر کا جواز بیان کرنا ہے۔ اور کتاب الجہاد میں جو روایت آرہی ہے کہ حضور اقدس ﷺ رفع الصوت کو جہاد میں پسند نہیں کرتے تھے وہ اس وقت ہے جبکہ رفع الصوت بلا مصلحت ہو۔ اور بعض نے تبکیر پڑھا ہے۔ یعنی سویرے نماز پڑھے۔ اور غلس عطف تفسیری ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے ان لوگوں پر رد فرمایا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ میدان جنگ میں اطمینان کے ساتھ تاخیر سے نماز پڑھے۔ حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اگر اطمینان ہی حاصل نہ ہو تو اول وقت میں پڑھ لے وھو الراجح عندی ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كِتَابُ الْعِيدَيْنِ

بَابُ مَاجَاءَ فِي الْعِيدَيْنِ وَالتَّجَمُّلِ فِيهِمَا۔

ترجمہ۔ عیدین کے بارے میں جو کچھ آیا ہے اور عیدین میں خوبصورتی اختیار کرنا۔

حدیث(۸۹۶) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ اَنَّ عَبْدُاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِّنْ اِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوقِ فَاَخَذَهَا فَاَتٰى بِهَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَارَسُولَ اللّٰهِ ابْتَعْ هٰذِهٖ تَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيدِ وَالْوُفُودِ فَقَالَ لَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا هٰذِهٖ لِبَاسُ مَنْ لَّاخَلَاقَ لَهٗ فَلَبِثَ عُمَرُ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّلْبَثَ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِجُبَّةِ دِيبَاجٍ فَاَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ فَاَتٰى بِهَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَارَسُولَ اللّٰهِ اِنَّكَ قُلْتَ اِنَّمَا هٰذِهٖ لِبَاسُ مَنْ لَّاخَلَاقَ لَهٗ وَاَرْسَلْتَ اِلَيَّ بِهٰذِهِ الْجُبَّةِ فَقَالَ لَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ تَبِيعُهَا وَتُصِيبُ بِهَا حَاجَتَكَ ..الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے گاڑھے ابریشم کا جبہ لیا جو بازار میں بک رہا تھا۔ وہ اس کو لے کر جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پیش کیا اور فرمایا یا رسول اللہ اس کو خرید لیجئے تاکہ آپؐ ان سے عید اور وفود کے لئے خوبصورتی حاصل کریں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا یہ تو ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ اتنا عرصہ ٹھہرے رہے جس قدر اللہ تعالیٰ نے ٹھہرایا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف ابریشم کا ایک جبہ بھیجا جس کو حضرت عمرؓ لے کر حضور اقدس رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا یا رسول اللہ آپؐ نے تو فرمایا تھا کہ یہ ان لوگوں کا لباس ہے۔ پھر آپؐ نے اسے میرے پاس بھیج دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کو بیچ کر اپنے کام میں لاؤ

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ عید کہنے کی وجہ تم پڑھ ہی چکے ہو چونکہ عوائد اور نعمائے الٰھیہ کی کثرت ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو عید کہتے ہیں۔ اور بعض نے اسے تفاؤلاً عید کہا ہے۔ ۲ ھ میں اس کی مشروعیت ہوئی۔ عیدین کی نماز ہمارے یہاں واجب ہے۔ اور شوافعؒ اور مالکیہ کے نزدیک سنت ہے اور حنابلہؒ کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور عیدین کا ذکر کتاب الجمعه کے بعد کر دینا واضح ہے باب ماجاء فی العیدین الخ میں اس کے متعلق باب یلبس احسن مایجد میں بیان کر چکا ہوں کہ امام بخاریؒ نے سیاق ترجمہ بدل کر اشارہ فرمادیا کہ جمعہ میں نئے کپڑے ہونا ضروری نہیں صرف صاف ہونا کافی ہے لیکن اگر عیدین میں نئے بنالے تو کوئی حرج نہیں۔

باب الْحِرَابِ وَالدَّرَقِ يَوْمَ الْعِيدِ

ترجمہ۔ عید کے دن برچھا اور ڈھال کا رکھنا کیسا ہے

حدیث (۸۹۷) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَى النَّبِيُّ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثَ فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ وَدَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِیْ وَقَالَ مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ دَعْهُمَا فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا خَرَجَتَا وَكَانَ يَوْمَ عِيْدٍ يَلْعَبُ السُّوْدَ انُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ فَاِمَّا سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَاِمَّا قَالَ تَشْتَهِيْنَ تَنْظُرِيْنَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَاَقَامَنِیْ وَرَآءَهٗ خَدِّیْ عَلٰی خَدِّهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ دُوْنَكُمْ يَا بَنِیْ اَرْفِدَةَ حَتّٰی اِذَا مَلِلْتُ قَالَ لِیْ حَسْبُكِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاذْهَبِیْ ..الحدیث . .

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے کہ میرے پاس دو لڑکیاں جنگ بعاث کے گیت گا رہی تھیں۔ جناب رسول اکرم ﷺ چہرہ پھیر کر بستر پر لیٹ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے تو مجھے ڈانٹا کہ شیطان کے باجے اور گانے جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس۔ جناب رسول اللہ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ان کو چھوڑ دو کچھ نہ کہو جب حضور اقدس ﷺ ہم سے بے پرواہ ہوئے تو میں نے لڑکیوں کی چٹکی کاٹی وہ جلدی جلدی نکل گئیں چونکہ وہ عید کا دن تھا۔ سوڈانی غلام ڈھال اور برچھے کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ پس یا تو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی یا حضور انور ﷺ نے خود فرمایا کہ کیا تم یہ کھیل دیکھنا چاہتی ہو۔ میں نے عرض کی ہاں! چنانچہ آپؐ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا کہ میرا رخسارہ حضور انور ﷺ کے رخسارہ پر تھا۔ اور آپؐ فرما رہے تھے کہ اے بنی ارفدہ اپنا کام جاری رکھو یہاں تک کہ جب میں اکتا گئی تو آپؐ نے مجھے فرمایا بس تجھے کافی ہے میں نے کہا ہاں! تو آپؐ نے فرمایا اب چلو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حراب حربہ کی جمع ہے اس کے معنی برچھی کے ہیں اور درق درقہ کی جمع ہے اس کے معنی ڈھال کے ہیں۔ صفحہ ۱۳۲ پر مایکرہ من حمل السلاح آرہا ہے۔ شراح کی رائے یہ ہے کہ یہ جواز غیر حالت خوف کے وقت ہے اور کراہت حالت

خوف میں ہے اور میرے نزدیک یہ غرض نہیں۔ میں اپنی غرض آگے بیان کرونگا۔ فاضطجع علی الفراش الخ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو اس کا جواز اور دوسرے اس کی عدم اولویۃ کیونکہ حضور اقدس ﷺ نے چہرہ مبارک پھیر رکھا تھا۔ غرض مایکرہ من حمل السلاح میں آرہی ہے۔

باب سُنَّةُ الْعِيْدَيْنِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ ترجمہ۔ اسلام والوں کے لئے عیدین کا طریقہ

حدیث (۸۹۸) حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ الخ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَانَبْدَأُ مِنْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا .الحدیث ..

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو خطبہ پڑھتے ہوئے سنا۔ کہ فرماتے تھے پہلی وہ چیز جس کی ہم اس دن عید کے ابتداء کریں گے وہ یہ ہے کہ نماز پڑھیں اس کے بعد واپس آکر قربانی کریں جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنت کو پہنچا۔

حدیث (۸۹۹) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ وَّعِنْدِيْ جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْاَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثَ قَالَتْ وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَبِمَزَامِيْرِ الشَّيْطَانِ فِيْ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَذٰلِكَ فِيْ يَوْمِ عِيْدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَااَبَابَكْرٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَهٰذَا عِيْدُنَا ..الحدیث. ..

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس میرے باپ ابو بکر صدیقؓ اس وقت تشریف لائے کہ انصار کی لڑکیوں میں سے دو لڑکیاں وہ اشعار گارہی تھیں جو انصار نے جنگ بعاث کے بارے میں انصار نے ایک دوسرے کے بارے میں کہے تھے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وہ لڑکیاں کوئی خاص گانے والیاں نہیں تھیں۔ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا شیطان کے باجے جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر میں۔ یہ کتنے تعجب کی بات ہے۔ اور واقعہ عیدین کے دن کا ہے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر! ہر قوم کیلئے عید ہوتی ہے جس دن وہ خوشیاں مناتے ہیں یہ ہمارا عید کا دن ہے تو ان کو خوشیاں منانے دو

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ من جواری الانصار تغنیان الخ صفحہ ۱۳۰ر۱۷ یہ الفاظ اس لئے بڑھائے گئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والی نہیں تھیں اور اس سے اس طرف بھی اشارہ کرنا ہے کہ بڑے لوگوں کی عورتوں اور بچیوں کے لئے گانا اس وقت جائز ہے جبکہ اس میں مفسدہ نہ ہو۔ مثلاً محارم کی طرف نظر کرنا۔ یا حرام شہوت۔ یا عبادات کا فوت ہونا۔ یا آلات محرمہ میں سے کسی کو استعمال میں لایا جائے۔ جیسے سارنگی۔ طبلہ۔ وغیرہ یا ایسے مضامین کا ذکر اشعار میں کیا جائے جو شرعاً جائز نہیں ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ گانے کی حرمت لغیرہ ہے لنفسہ نہیں ہے۔ فقہاء نے جو گانے بجانے سے منع کیا ہے وہ فتنہ کا دروازہ بند کرنے کے لئے کیا ہے۔ ورنہ فی نفسہ غناء جائز اور امر مباح ہے۔

هذاعيدنا صفحہ ۱۳۰ ر ۱۹ مؤلفؒ نے اس حدیث کو اس باب میں لاکر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ عید کے دن تمام مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ مباح مثلاً کھیل۔ شغل اور دل لگی کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یا تو سنت سے مراد مسنون ہے یعنی اہل اسلام کیلئے عیدین میں مسنون طریقہ کیا ہے۔ یا سنت کے معنی طریقہ کے ہیں۔ یعنی عیدین میں اہل اسلام کا طریقہ بیان کرنا ہے۔ اگر معنی اوّل مراد لئے جائیں تو روایت اولیٰ موافق ترجمہ ہو گی لیکن دوسری روایت باب کے موافق نہ ہو گی اور اگر معنی ثانی مراد لیں تو روایت ثانیہ باب کے موافق ہے لیکن اولیٰ نہیں لہذا کسی صورت میں دونوں راولیات باب سے مناسبت نہیں رکھتیں۔ اگر معنی ثانی یعنی مصدری معنی مراد ہوں تو باب کی غرض سے ترمذی شریف کی اس راویت کی تائید مقصود ہو گی جس میں یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے دیکھا کہ کفار کے سال بھر میں دو دن عید کے ہیں ایک یوم نیروز اور مہر جان۔ تو حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کے لئے عید الفطر اور عید الاضحیٰ مقرر فرمائے۔ روایت ثانیہ تو بالکل ظاہر ہے اس کے معنی موافق ہے۔ روایت اولیٰ اور ثانیہ میں جوڑ اس طرح ہو گا کہ عید وہی معتبر ہے جس میں نماز بھی ہو۔ اگر معنی اوّل مراد ہوں تو ثانیہ کی تاویل یہ ہے کہ سرور بھی عید کے طریقوں میں سے ہے۔ اور ایک طریقہ جمع کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سنت کے دونوں معنی مراد ہوں عموم مشترک یا عموم مجاز کے طور پر۔

یوم بعاث یہ انصار کی ایک لڑائی ہے۔ جو ایک سو بیس برس تک شعلہ زن رہی۔ اس لڑائی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ایک قبیلہ کے کسی آدمی نے دوسرے قبیلہ کے کسی آدمی کی اونٹنی کا دودھ بلا اجازت نکال لیا تھا۔ دوسرے نے اس دودھ دینے والی اونٹنی کا تھن کاٹ لیا اس طرح ایک دوسرے سے لڑائی شروع ہو گئی۔ اور بھائی قاعدہ یہ ہے کہ خدا شرے برانگیز دراں خیرے نہاں باشد۔ اس لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس میں بڑے بڑے سردار سب ختم ہو گئے قتل کر دیئے گئے۔ اور جب ان کو نبی آخر الزمان کی بعثت کا علم ہوا اور حضور اقدس ﷺ مبعوث ہو گئے تو انصار کا قبیلہ جلدی جلدی مسلمان ہونے لگا اور دوسری بات انصار کی کثرت اسلام کی یہ ہوئی کہ یہود و انصار میں اسلام سے پہلے کشاکشی تھی۔ یہود کہا کرتے تھے کہ ہم نبی آخر الزمان کے ساتھ ہو کر تمہاری گوشمالی کرینگے۔ لیکن جب انصار کو حضور اکرم ﷺ کی بعثت کی خبر ہوئی تو جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔

فقال ابو بكر مزامير الشيطان یہاں اشکال یہ ہے کہ اگر یہ سماع جائز تھا تو حضرت ابو بکرؓ نے نکیر کیوں کی۔ اگر ناجائز تھا تو پھر حضور اقدس ﷺ نے کیوں گانے دیا۔ اور پھر حضرت ابو بکرؓ کے منع کرنے کے باوجود بھی باقی رکھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں یہ گانا بجانا تھا ہی نہیں۔ اس لئے کہ ان اشعار میں جنگی کارنامے تھے۔ اس لئے حضور اقدس ﷺ نے نکیر نہیں فرمائی۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے

یہ سوچ کر کہ لوگ اس کو غلط بات کا ذریعہ بنالیں گے اور اس سے استدلال کریں گے۔ لہذا منع فرمادیا۔ بعض لوگوں نے اس سے قوالی کے جواز پر استدلال کیا ہے کہ اس کے اندر بھی ناچ گانا نہیں ہوتا لیکن یہ کسی بھی طرح درست نہیں۔ کیونکہ یہاں گانا بچیوں کے ساتھ تھا اور بچوں کے آپس کے کھیل میں تسامح ہوتا ہے۔ نیز! جب محرم اور مبیح میں تعارض ہو جائے تو محرم روایات کو ترجیح ہوتی ہے۔ نیز! دوسری بعض روایات میں ان دونوں گانے والی بچیوں کے متعلق تصریح ہے کہ لیست بمغنیتین کہ درحقیت وہ گانے والیاں نہیں تھیں۔

بَاب الْاَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوْج

ترجمہ۔ نکلنے سے پہلے عید فطر کے دن کھانا چاہیئے

حدیث (۹۰۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَغْدُوْا يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَاْكُلَ تَمَرَاتٍ وَّقَالَ مُرَجّٰى بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنِىْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَنَسٌ عَنِ النَّبِىِّ ﷺ وَيَاْكُلُهُنَّ وِتْرًا ...الحديث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن اس وقت تک صبح سویرے نہیں جاتے تھے جب تک کہ چند کھجوریں نہ کھالیں۔ دوسری سند میں ہے کہ وہ کھجور جن کو کھاتے تھے وہ طاق ہوتی تھی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ باب الاکل یوم النحر صفحہ ۱۳۰/۲۳ قربانی کے دن کھانے پینے میں زیادتی میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ پہلا کھانا جو اس کے پیٹ میں پہنچے وہ اس کی قربانی کا گوشت ہونا چاہیئے۔ حدیث کو ترجمۃ الباب سے مناسبت اس طرح ہوئی کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بردہؓ کے کھانے اور کھلانے پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ قربانی کے جانور کو نماز ادا کرنے سے پہلے ذبح کرنے پر اعتراض کیا۔ اگر کھانے میں کوئی کراہت ہوتی تو آپؐ اس پر بھی ضرور رد فرماتے۔ جب کہ آپؐ نے اعتراض نہیں کیا۔ حالانکہ آپؐ کے سامنے اس نے صبح کو کھالینا اور ہمسایوں کو کھلانے کا ذکر فرمایا اور اس فاقہ کا ذکر کیا جس نے ان کو جلدی جانور ذبح کرنے پر آمادہ کیا۔ تو آپؐ کی طرف سے تقریر ہو گئی کہ نماز سے پہلے کسی چیز کا کھالینا اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ البتہ قربانی وغیرہ کی تقدیم نہ کرے۔ اور جو قربانی کرنا چاہتا ہو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ نماز ادا کرنے سے پہلے کچھ نہ کھائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ مسئلہ ائمہ کرام میں متفق علیہا ہے کہ عید الفطر کے روز نماز کے لئے جانے سے پہلے کچھ کھجوریں کھانی مسنون ہیں۔ اور یہ بھی مسنون ہے کہ وہ طاق ہوں یعنی ایک تین یا پانچ وغیرہا۔

بَاب الْاَكْلِ يَوْمَ النَّحْرِ

ترجمہ۔ قربانی کے دن کب کھانا چاہیئے

حدیث (۹۰۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيُعِدْ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ يُشْتَهٰى فِيْهِ اللَّحْمُ وَذَكَرَ مِنْ جِيْرَانِهٖ فَكَاَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَدَّقَهٗ قَالَ وَعِنْدِيْ جَذْعَةٌ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ فَرَخَّصَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَلَا اَدْرِيْ اَبَلَغَتِ الرُّخْصَةُ مَنْ سِوَاهُ اَمْ لَا...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے نماز عید سے پہلے ذبح کر لیا پس وہ اس کا اعادہ کرے۔ ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا اس نے کہا حضرت یہ دن تو وہ ہے جس میں گوشت کی خواہش کی جاتی ہے اور کچھ ہمسائیوں کا ذکر بھی کیا۔ تو گویا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی اس آدمی نے کہا حضرت میرے پاس بکری کا چھ سال سے کم کا ہے جو میرے نزدیک دو بکریوں کے گوشت سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے تو جناب نبی اکرم ﷺ نے اس کو ذبح کرنے کی رخصت دے دی۔ اب مجھے پتہ نہیں کہ یہ رخصت اس کے ماسوا دوسروں کو بھی پہنچی یا کہ نہ پہنچی۔

حدیث (۹۰۲) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ الخ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْاَضْحٰى بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ اَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَاِنَّهٗ قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَلَا نُسُكَ لَهٗ فَقَالَ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ خَالُ الْبَرَاءِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنِّيْ نَسَكْتُ شَاتِيْ قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَعَرَفْتُ اَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ اَكْلٍ وَشُرْبٍ وَاَحْبَبْتُ اَنْ تَكُوْنَ شَاتِيْ اَوَّلَ شَاةٍ تُذْبَحُ فِيْ بَيْتِيْ فَذَبَحْتُ شَاتِيْ وَتَغَدَّيْتُ قَبْلَ اَنْ اٰتِيَ الصَّلٰوةَ قَالَ شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّ عِنْدَنَا عَنَاقًا لَنَا جَذْعَةً اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ شَاتَيْنِ اَفَتَجْزِيْ عَنِّيْ قَالَ نَعَمْ وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ .....

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے دن بعد نماز کے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا جس نے ہماری نماز جیسی نماز پڑھی ہماری قربانی جیسی قربانی دی۔ پس ٹھیک نسک (قربانی) کو پہنچ گیا۔ اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا تو وہ نماز سے پہلے ہے۔ وہ کوئی قربانی نہیں ہے تو حضرت ابو بردہ بن نیارؓ جو حضرت براءؓ کے ماموں تھے انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ میں نے نماز سے پہلے قربانی کر لی ہے اور میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ دن کھانے پینے کا ہے اور میں نے پسند کیا کہ میری بکری پہلی بکری ہو جو میرے گھر میں ذبح کی جائے۔ چنانچہ میں نے اپنی بکری ذبح کر دی اور نماز میں آنے سے پہلے میں نے صبح کا کھانا کھا لیا فرمایا یہ تیری بکری گوشت کی بکری ہے تو اس نے کہا یا رسول اللہ ہمارے پاس ہمارا ایک بزغالہ ہے جو ایک سال سے کم عمر کا ہے جو میرے نزدیک دو بکریوں سے زیادہ محبوب ہے کیا وہ میری طرف سے کافی ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں لیکن تیرے بعد کسی کو کفایت نہیں کرے گا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ فانه قبل الصلوة الخ صفحہ ۱۳۱/۱ یہاں لازم کو ملزوم کی جگہ رکھا گیا ہے۔ کیونکہ قربانی کا وقت نماز ادا کرنے کے بعد ہے۔ تو معنی یہ ہوں گے کہ جس نے نماز سے پہلے قربانی کرلی تو وہ قربانی قبل از وقت واقع ہوگی۔ کیونکہ اس کا وقت نماز کے بعد ہے۔ تو یہ قربانی غیر معتبر ہوگی۔ کیونکہ یہ قبل از نماز واقع ہوئی ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام بخاریؒ نے باب سابق با ب الاکل یوم الفطر میں جو روایت ذکر فرمائی ہے وہ جمہور کے موافق ہے۔ اور یہ با ب الاکل یوم النحر ہے۔ اور اس میں فقہاء قاطبۃ کا یہ مذہب ہے کہ عید کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھائے۔ بلکہ نماز پڑھ کر اپنی قربانی میں سے کھائے۔ اس میں امام بخاریؒ نے جو روایت ذکر فرمائی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت ابو بردہ بن نیارؓ نے عید کی نماز سے قبل ذبح کی اور کھایا اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قربانی نہیں ہوئی اس کے بدلہ انہوں نے دوسری قربانی دی۔ اب امام بخاریؒ کی اس سے غرض کیا ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ جمہور کے خلاف یہ فرما رہے ہیں کہ نماز عید سے پہلے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اس ابو بردہؓ کی روایت سے ان کا استدلال اس طرح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کھانے پر کچھ نکیر نہیں فرمائی۔ بلکہ قربانی کے متعلق ارشاد فرمایا کہ قربانی نہیں ہوئی۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ جمہور کے ساتھ ہیں اور استدلال یوم یشتهی فيه اللحم سے ہے اور طریق استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس دن گوشت کی خواہش ہوتی ہے اور گوشت عید کے دن قربانی ہی کا ہوتا ہے اور قربانی بعد الصلوة ہوتی ہے اور حضرت ابو بردہ بن نیارؓ نے جو ذبح فرمایا تھا وہ محض عدم علم کی وجہ سے ہوا تھا فلا ادری ابلغت الرخصه یہ کس راوی کا مقولہ ہے حضرت انسؓ یا ابن سیرین کا نہیں ہے اور یہ تردد انہی راوی کو ہے ورنہ روایت میں تصریح ہے کہ یہ حکم انہی صحابی کے ساتھ خاص ہے لن تجزی عن احد بعدك یہ وہ تصریح آ گئی۔

بَاب الْخُرُوْجِ اِلَى الْمُصَلّٰى بِغَيْرِ مِنْبَرٍ

ترجمہ۔ بغیر منبر کے عید گاہ کی طرف جانا۔

حدیث (۹۰۳) حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدُ الْخُدْرِيّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى اِلَى الْمُصَلّٰى فَاَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلٰوةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰى صُفُوْفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ وَيُوْصِيْهِمْ وَيَاْمُرُهُمْ فَاِنْ كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَّقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهٗ اَوْ يَاْمُرَ بِشَيْءٍ اَمَرَ بِهٖ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں عید گاہ کی طرف نکلتے تھے پس پہلی چیز جس سے ابتداء کرتے وہ نماز تھی۔ پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد پھر کر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے اور لوگ اسی طرح اپنی صفوں پر بیٹھے ہوتے پس حضور ﷺ ان کو نصیحت کرتے وصیت فرماتے اور ان کو حکم دیتے اگر کسی فوجی دستہ کو الگ کر کے کہیں بھیجنے کا ارادہ ہوتا تو اس کو الگ کر لیتے یا کسی چیز کا حکم کرنا ہوتا تو اس کا حکم دیتے پھر چلے جاتے۔

عَلٰی ذٰلِکَ حَتّٰی خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَهُوَ اَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ فِيْ اَضْحٰی اَوْ فِطْرٍ فَلَمَّا اَتَيْنَا الْمُصَلّٰی اِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِيْرُ بْنُ الصَّلْتِ فَاِذَا مَرْوَانُ يُرِيْدُ اَنْ يَّرْتَقِيَهُ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ فَجَبَذْتُ بِثَوْبِهٖ فَجَبَذَنِيْ فَارْتَفَعَ فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقُلْتُ لَهٗ غَيَّرْتُمْ وَاللّٰهِ فَقَالَ يَا اَبَا سَعِيْدٍ قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ فَقُلْتُ مَا اَعْلَمُ خَيْرٌ مِّمَّا لَا اَعْلَمُ فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَجْلِسُوْنَ لَنَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلٰوةِ.. الحديث..

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں معاملہ اسی طرح رہا۔ یہاں تک میں مروان امیر مدینہ کے ہمراہ عید قربان یا عید فطر میں نکلا پس ہم عید گاہ تک پہنچے تو دیکھتا کیا ہوں کہ کثیر بن الصلت نے ایک منبر بنا رکھا ہے چنانچہ مروان نماز پڑھنے سے پہلے اس منبر پر چڑھنا چاہتے تھے۔ میں نے اس کو کپڑے سے کھینچا اس نے مجھے کھینچا پس منبر پر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے خطبہ دیا میں نے اس سے کہا کہ اللہ کی قسم تم لوگوں نے تبدیلی کر دی۔ اس نے کہا اے ابو سعید جو آپ جانتے ہیں وہ حکم چلا گیا۔ میں نے کہا اللہ کی قسم جو میں جانتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا۔ کہنے لگا کہ لوگ نماز کے بعد ہمارے لئے نہیں بیٹھتے تھے اسلئے میں نے اس خطبہ کو نماز سے پہلے کر لیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کی غرض ابو داؤد کی اس روایت پر رد کرنا ہے جس میں یہ ہے کہ مروان نے حکم دیا کہ منبر عید گاہ میں لے جا کر نصب کیا جائے۔ تو امام بخاریؒ نے بتلا دیا کہ حضور اقدس ﷺ عید گاہ میں بغیر منبر کے تشریف لے گئے۔ فیقوم مقابل الناس اس سے امام بخاریؒ نے منبر کے نہ ہونے پر استدلال فرمایا ہے۔ کیونکہ اگر منبر ہوتا تو قیام مقابل الناس نہ ہوتا۔ بلکہ اوپر قیام ہوتا۔ فان كان يريد ان يقطع بعثا اس لئے کہ لوگ مجتمع ہوتے تھے۔ لہٰذا حضور انور ﷺ وہیں فوجی دستہ تشکیل فرماتے تھے۔ حتی خرجت مع مروان بنو امیہ کے زمانے میں مروان نے عیدین میں دو تغیر کئے ایک تو یہ کہ عید گاہ میں منبر لے گیا۔ دوسرے یہ کہ عید کا خطبہ بعد میں ہوتا تھا اس کو نماز سے پہلے کر دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے اتباع اور اهل بيت کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ اور مسلمان اس کو سننا نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے وہ چپکے چپکے وہاں سے اٹھ کر چل دیا کرتے تھے۔ اور اس کا خطبہ نہیں سنتے تھے۔ مروان نے جب دیکھا کہ جن کو سنانا اصل ہے وہی اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو اس نے خطبہ کو نماز سے مقدم کر دیا کہ اب تو مجبور ہو کر نماز کے انتظار میں رُکے رہیں گے۔ اور ان کی لغویات سنیں گے۔ فقد ذهب ماتعلم یعنی اب وہ زمانہ نہیں رہا اب مصلحت یہی ہے کہ قبل الصلوة خطبہ دیا جائے۔

بَاب الْمَشْيِ وَالرُّكُوْبِ اِلَى الْعِيْدِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ۔

ترجمہ۔ عید کی طرف پیدل اور سوار ہو کر جانا جائز ہے۔ عید بغیر اذان اور اقامت کے ہو گی۔

حدیث(۹۰۴) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِیُّ (الخ) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یُصَلِّیْ فِی الْاَضْحٰی وَالْفِطْرِ ثُمَّ یَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ..الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ قربانی اور فطر میں پہلے نماز پڑھتے تھے نماز کے بعد خطبہ دیتے تھے۔

حدیث(۹۰۵) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِؓ قَالَ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ یَوْمَ الْفِطْرِ فَبَدَاَ بِالصَّلٰوۃِ قَبْلَ الْخُطْبَۃِ قَالَ وَاَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ اَرْسَلَ اِلَی ابْنِ الزُّبَیْرِ فِیْ اَوَّلِ مَا بُوْیِعَ لَہٗ اَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ یُؤَذَّنُ بِالصَّلٰوۃِ یَوْمَ الْفِطْرِ وَاِنَّمَا الْخُطْبَۃُ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ وَاَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ لَمْ یَکُنْ یُؤَذَّنُ یَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا یَوْمَ الْاَضْحٰی وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَامَ فَبَدَاَ بِالصَّلٰوۃِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ بَعْدُ فَلَمَّا فَرَغَ نَبِیُّ اللّٰہِ ﷺ نَزَلَ فَاَتَی النِّسَاءَ فَذَکَّرَهُنَّ وَهُوَ یَتَوَکَّأُ عَلٰی یَدِ بِلَالٍ وَّبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَہٗ تُلْقِیْ فِیْہِ النِّسَاءُ صَدَقَۃً قُلْتُ لِعَطَاءٍ اَتَرٰی حَقًّا عَلَی الْاِمَامِ الْاٰنَ اَنْ یَّاْتِیَ النِّسَاءَ فَیُذَکِّرَهُنَّ حِیْنَ یَفْرُغُ قَالَ اِنَّ ذٰلِکَ لَحَقٌّ عَلَیْهِمْ وَمَا لَهُمْ اَنْ لَّا یَفْعَلُوْا (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن باہر تشریف لائے تو خطبہ سے پہلے نماز سے ابتدا فرمائی۔ نیز حضرت عطاءؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف پہلے پہل جب ان کی بیعت کی گئی تو پیغام بھیجا کہ عید الفطر کے دن نماز کے لئے اذان نہیں کہی جاتی تھی۔ اور خطبہ بھی نماز کے بعد ہوتا تھا۔ نیز پھر حضرت عطاؒ دونوں حضرات یعنی حضرت ابن عباسؓ اور جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں دنوں میں اذان نہیں ہوتی تھی۔ اور صرف حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے تو نماز سے ابتدا کی اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا۔ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو نیچے اتر کر عورتوں کی طرف تشریف لائے۔ اور ان کو وعظ و نصیحت فرمائی۔ جبکہ حضرت بلالؓ کے ہاتھ پر سہارا لیا ہوا تھا اور حضرت بلالؓ اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے جس میں عورتیں صدقہ کا مال ڈالتی تھیں تو راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاؒ سے کہا کہ کیا اب بھی امام کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ عورتوں کے پاس آکر انہیں نصیحت کریں جبکہ نماز سے فارغ ہو جائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ ان کی ذمہ داری تو ہے لیکن ان کو کیا ہو گیا کہ اب وہ ایسا نہیں کرتے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ ارسل الی ابن الزبیر الخ صفحہ ۱۳۱ / ۱۵ جب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت ابن الزبیر صغیر سن تھے۔ تو حضرت ابن عباسؓ کو خطرہ لاحق ہوا کہ عدم علم کی وجہ سے کہیں سنت کی مخالفت نہ کردیں۔ اس لئے ان کو اس حدیث کی اطلاع کردی۔ باب من حمل السلاح الخ صفحہ ۱۳۲ / ۳ ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے کیا ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ترمذی شریف میں ہے کہ المشی علی الاقدام فی العیدین افضل ہے۔ اس پر ردّ کرنا ہے۔ اور ردّ اس طرح فرمادیا کہ حدیث میں ہے خرج یوم الفطر اور خروج عام ہے۔ را کبا ہو یا ماشیا اور یہ اقرب ہے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ کے اصول میں ہے کہ جب ترجمہ میں چند چیزیں ذکر فرمائیں اور کسی ایک کی روایت ذکر نہ فرمائیں تو وہ امام بخاریؒ کے نزدیک ثابت نہیں۔ یہاں امام بخاریؒ نے رکوب کی کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی جو رکوب پر صراحۃً دلالت کرے۔ لہذا گویا وہ امام بخاریؒ کے نزدیک ثابت ہی نہیں۔ اس صورت میں ترمذی کی روایت کی تائید ہوگی۔ اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے رکوب پر یتو کا علی ید بلال سے استدلال فرمایا ہے۔ کیونکہ ہاتھ پر ٹیک لگانا سواری ہے بچے ایک کھیل کھیلا کرتے ہیں جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو بچے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں اور تیسرا بچہ اپنی ٹانگ ان دونوں کے ہاتھ پر رکھتا ہے۔ اور دونوں کے مونڈھے پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر سب بچے چلتے ہیں اور اس کو باری دینا کہتے ہیں ۔ تو کیا عجب ہے کہ امام بخاریؒ نے ایک فطری چیز سے استدلال فرمایا ہو۔

والصلوة قبل الخطبة بغیر اذان واقامة یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ عیدین میں اذان اور اقامۃ نہیں ہے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے زمانے میں اختلاف تھا۔ اور وہ اپنے زمانہ میں اذان دلوایا کرتے تھے۔ تو ابن عباسؓ نے ان پر ردّ فرمادیا۔ پھر بعد میں یہ دستور ختم ہوگیا۔ اور عیدین میں اذان اور اقامۃ اس لئے نہیں ہوتی کہ یہ دونوں فرائض کے ساتھ خاص ہیں۔ اور عیدین فرائض نہیں ہیں۔ البتہ ایک اختلاف یہ ہے کہ عیدین کے دن الصلوة جامعة کا اعلان کرسکتے ہیں یا نہیں۔ شافعیہؒ کے نزدیک اعلان اولیٰ ہے۔ اور شرح ترمذی میں عراقی نے وجوب نقل کیا ہے۔ ملا علی قاریؒ نے اس کے جواز پر اتفاق نقل کردیا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں۔ حنابلہؒ اس کو خلاف سنت لکھتے ہیں کہ موفق نے مغنی میں اس طرح نقل کیا ہے۔ قاضی نے مالکیہ میں سے اس کو جائز لکھا ہے۔ مگر مالکیہؒ کے یہاں مشہور یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ اور بعض خلاف اولیٰ لکھتے ہیں۔ اور مجھے اپنی کتابوں میں اس مسئلے میں کوئی تصریح نہیں ملی۔ جو جائز کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ بغیر اذان والاقامت میں داخل نہیں۔ جو منع کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اپنے اطلاق کی وجہ سے اس کو بھی شامل ہے۔

باب اَلْخُطْبَةِ بَعْدَ الْعِيْدِ ترجمہ۔ عید کے بعد خطبہ ہونا چاہئیے

حدیث (۹۰۶) حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ ترجمہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں عید میں حاضر ہوا

قَالَ شَهِدْتُّ الْعِیْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَبِیْ بَکْرٍؓ وَّعُمَرَؓ وَعُثْمَانَؓ فَکُلُّهُمْ کَانُوْا یُصَلُّوْنَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ۔ الحدیث...

جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سب کے سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے

حدیث(۹۰۷)حَدَّثَنَایَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ (الخ)عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ وَاَبُوْبَکْرٍؓ وَّعُمَرُؓ وَیُصَلُّوْنَ الْعِیْدَیْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةَ .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ خطبہ سے پہلے عیدین یعنی دونوں عیدوں کی نماز پڑھتے تھے۔

حدیث(۹۰۸)حَدَّثَنَاسُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ (الخ)عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی یَوْمَ الْفِطْرِ رَکْعَتَیْنِ لَمْ یُصَلِّ قَبْلَهَاوَلَابَعْدَهَاثُمَّ اَتَی النِّسَآءَوَمَعَهٗ بِلَالٌ فَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلْنَ یُلْقِیْنَ تُلْقِی الْمَرْاَةُ خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا ..الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عید فطر کی نماز دو رکعت پڑھی۔نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کوئی نماز پڑھی۔ پھر عورتوں کی طرف تشریف لائے جبکہ حضرت بلالؓ آپؐ کے ہمراہ تھے تو عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا پس انہوں نے مال ڈالنا شروع کیا حتیٰ کہ عورتیں اپنی بالیاں اور ہار بھی ڈالتی تھیں۔

حدیث(۹۰۹)حَدَّثَنَااٰدَمُ (الخ) عَنِ الْبَرَآءِ ابْنِ عَازِبٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ اَوَّلَ مَانَبْدَأُ فِیْ یَوْمِنَاهٰذَااَنْ نُصَلِّیَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ اَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ نَحَرَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَاِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهٗ لِاَهْلِهٖ لَیْسَ مِنَ النُّسُكِ فِیْ شَیْءٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ یُقَالُ لَهٗ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِیَارٍؓ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَبَحْتُ وَعِنْدِیْ جَذَعَةٌ مِّنْ مُّسِنَّةٍ قَالَ اجْعَلْهُ مَکَانَهٗ وَلَنْ تُوْفِیَ اَوْتَجْزِیَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ .الحدیث

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اس عید کے دن میں ہم سب سے پہلے نماز پڑھتے ہیں۔ پھر واپس آکر قربانی کرتے ہیں جس نے ایسا کیا وہ ہمارے طریقے کو پہنچا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا تو یہ ایک گوشت ہے جو اس نے گھر والوں کے لئے پہلے کیا۔ قربانی میں سے کچھ نہیں ہے۔ تو انصار کے ایک آدمی جس کو ابو بردہ بن نیار کہا جاتا ہے اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں تو ذبح کر چکا ہوں اور میرے پاس ایک سال سے کم عمر کا بزغالہ ہے جو سال والے سے بہتر ہے۔ فرمایا اس کو اس کی جگہ ذبح کردو مگر یہ آپ کے بعد کسی کے لئے کافی نہیں ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب خاص طور سے اس لئے باندھا کہ بنو امیہ اپنے زمانہ میں نماز عید سے پہلے جمعہ کی طرح خطبہ دیا کرتے تھے۔ تو اس خوف سے کہ کہیں یہ طریقہ نہ بن جائے محدثین خاص طور سے اس پر رد کرنے کیلئے باب باندھتے ہیں۔ تلقی المرأة فرصها وسخابها یہ راویت عورتوں کے لئے زیورات بنانے کی دلیل ہے۔ یوم العید کے خطبہ کی روایات میں بہت سے زیوروں کا ذکر ملے گا۔

بَاب مَا يُكْرَهُ مِنْ حَمْلِ السِّلَاحِ فِي الْعِيْدِ وَالْحَرَمِ وَقَالَ الْحَسَنُ نُهُوْا اَنْ يَّحْمِلُوْا السِّلَاحَ يَوْمَ الْعِيْدِ اِلَّا اَنْ يَّخَافُوْا عَدُوًّا۔

ترجمہ۔ عید کے دن اور حرم پاک میں ہتھیاروں کا اٹھانا مکروہ ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ عید کے دن مسلمانوں کو ہتھیار اٹھانے سے روک دیا گیا۔ مگر ہاں اگر انہیں کسی دشمن کا خطرہ ہو تو پھر اجازت ہے۔

حدیث (۹۱۰) حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى (الخ)

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ حِيْنَ اَصَابَهُ سِنَانُ الرُّمْحِ فِيْ اَخْمَصِ قَدَمِهِ فَلَزِقَتْ قَدَمُهُ بِالرِّكَابِ فَنَزَلْتُ فَنَزَعْتُهَا وَذٰلِكَ بِمِنًى فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ فَجَاءَ يَعُوْدُهُ فَقَالَ الْحَجَّاجُ لَوْ نَعْلَمُ مَنْ اَصَابَكَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَؓ اَنْتَ اَصَبْتَنِيْ قَالَ وَكَيْفَ قَالَ حَمَلْتَ السِّلَاحَ فِيْ يَوْمٍ لَّمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيْهِ وَاَدْخَلْتَ السِّلَاحَ الْحَرَمَ وَلَمْ يَكُنِ السِّلَاحُ يُدْخَلُ فِي الْحَرَمِ .. الحديث ..

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ہمراہ تھا جس دن نیزے کی بھال ان کے تلوے میں چبھی جس کی وجہ سے ان کا پاؤں رکاب میں چمٹ گیا تو میں نیچے اترا اور اس کو کھینچا۔ یہ واقعہ منیٰ میں پیش آیا۔ حجاج بن یوسف کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو وہ آپ کی بیمار پرسی کے لئے آیا تو حجاج نے کہا کہ کاش مجھے اس شخص کا علم ہو جاتا جس نے آپ کو یہ تکلیف پہنچائی تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تم ہی نے یہ تکلیف مجھے پہنچائی ہے اس نے کہا یہ کیسے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ آپ نے ہی اس دن ہتھیار اٹھائے جس دن میں ہتھیار نہیں اٹھائے جاتے اور تو ہی نے حرم کے اندر ہتھیاروں کو داخل کیا حالانکہ حرم پاک میں ہتھیار داخل نہیں کئے جاتے تھے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ روایت سے امام بخاریؒ نے ثابت کیا ہے کہ چونکہ عید کا دن ازدحام کا دن ہے۔ ایسی حالت میں ہتھیار لے کر چلنا مکروہ ہوگا۔ ایسے ازدحام جہاں بھی ہوں گے وہاں ہتھیار لے کر چلنا مکروہ ہوگا۔

وذٰلك حين التسبيح صفحہ ۱۳۲ / ۱۰ ممکن ہے یہ مقولہ عبداللہ بن بسر کا ہو۔ معنی یہ ہوں گے کہ یہ وقت جس میں وہ آج

داخل ہوئے۔ عیدگاہ سے واپس آنے کے بعد یہ ہمارے گھروں میں نوافل پڑھنے کا وقت ہوتا تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اس شخص کا کلام ہو جس نے عبداللہ بن بسر سے نقل کیا اور ان سے تحمل روایت کیا ہے۔ تو اس وقت معنی یہ ہوں گے کہ یہ بات انہوں نے اس وقت کہی جبکہ تمہاری نفلی نماز کا وقت تھا جس کو تم ضحیٰ کے وقت پڑھتے تھے۔ لیکن پہلے معنی بہتر ہیں۔

حدیث (۹۱۱) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ الخ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَمْرٍو وعَنْ اَبِيهِ قَالَ دَخَلَ الْحَجَّاجُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ ؓ وَاَنَا عِنْدَهُ قَالَ كَيْفَ هُوَ قَالَ صَالِحٌ فَقَالَ مَنْ اَصَابَكَ قَالَ اَصَابَنِيْ مَنْ اَمَرَ بِحَمْلِ السِّلَاحِ فِيْ يَوْمٍ لَّا يَحِلُّ فِيهِ حَمْلُهُ يَعْنِيْ الْحَجَّاجَ۔ الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت سعیدؒ فرماتے ہیں کہ حجاج حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ میں بھی ان کے پاس تھا اس حجاج نے پوچھا کہ آپ کیسے ہیں فرمایا ٹھیک ہوں۔ کہا کہ یہ تکلیف آپ کو کس نے پہنچائی۔ فرمایا مجھے یہ تکلیف اس نے پہنچائی جس نے اس دن ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا۔ جس دن ہتھیار اٹھانا حلال نہیں ہے۔ یعنی حجاج نے سب کچھ کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ایک ورق پہلے ایک باب گذرا ہے باب الحراق والدرق یوم العید وہاں میں نے یہ کہا تھا کہ اگلے باب پر کلام کروں گا یعنی اس باب میں گذشتہ ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے عید کے دن اہل سوڈان کو ہتھیاروں سے کھیلنے کی اجازت دی اور اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حرم اور عیدوں میں ہتھیار لے جانا مکروہ ہے ان دونوں میں تعارض ہو گیا۔ شراح کی رائے یہ ہے کہ پہلی حالت امن پر محمول ہے۔ اور یہ باب حالت خوف پر محمول ہے یعنی جبکہ بدامنی وغیرہ کا اندیشہ ہو۔ لیکن میرے نزدیک یہ غرض نہیں ہے۔ بلکہ باب سابق کی کہ عید کے دن اظہار سرور کے طور پر مسجد سے باہر کھیلنا مندوب ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے اجازت دی ہے اور اس باب کی غرض یہ ہے کہ عید کی نماز کو جاتے ہوئے یا حرم میں مجمع کے وقت ہتھیار لے جانا بلا ضرورت مکروہ ہے اب دونوں میں فرق ہو گیا۔ وہاں تو یوم العید کا ذکر تھا اور یہاں ذهاب الى المصلى وفى الحرم کا ذکر ہے اور شراح نے امن و خوف سے فرق کیا ہے

كنت مع ابن عمرؓ واقعہ یہ ہوا کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کو شہید کر دیا۔ مسلمانوں میں بڑا غم و غصہ پھیلا۔ عبدالملک بڑا سمجھ دار تھا اس نے سوچا کہ یہ مسلمان حضرت ابن زبیرؓ کے قتل پر جب اتنا بگڑے ہیں تو اگر ان کے امر دینی میں کوئی گڑبڑ ہوئی تو یہ بالکل پھر جائیں گے۔ لہذا اس نے حجاج کو لکھا کہ ایام حج میں حضرت ابن عمرؓ سے پوچھ کر ارکان حج ادا کرے کیونکہ اگر حج میں کوئی گڑبڑ ہوئی تو پھر یہ سارا مجمع پھر جائے گا اور قابو میں نہیں آئے گا کیونکہ مسلمانوں کو شعائر اسلام میں گڑبڑ اور مداخلت کرنے سے جتنا غصہ آتا ہے اور کسی چیز سے نہیں آتا۔ حجاج اس کا حکم کیسے ٹالتا امیر کا حکم تھا مگر اس کو غصہ بہت آیا اس نے ایک آدمی کو کہا کہ اپنا ایک نیزہ زہر میں بجھا کر رکھ۔ اور جب ابن عمرؓ گذریں تو ان کے مار دینا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ابن عمرؓ کے بدن میں زہر سرایت کر گیا اسی میں ان کا انتقال ہوا۔ حجاج بھی دکھاوے کے طور پر ان کی عیادت کرنے آیا اور کہا کہ ایسا کس نے کیا اگر مجھ کو اس کا نام معلوم ہو جائے تو میں اس کی

خبر لوں حضرت ابن عمرؓ نے کچھ توریہ سے کام لے کر فرمایا کہ تو نے ہی تو کیا ہے۔ کہنے لگا میں نے کیسے کیا اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا حملت السلاح الخ یعنی تو نے اس دن میں ہتھیار لانے کی اجازت دی۔ حالانکہ اس دن ہتھیار نہیں اٹھائے جاتے۔ اور تو نے حرم میں ہتھیار داخل کئے۔ حالانکہ حرم میں ہتھیار نہیں داخل کئے جاتے۔ یہی جزء امام بخاریؒ کا مقصود ہے اور اسی سے امام بخاریؒ کا استدلال ہے۔ حجاج بڑا ظالم تھا۔ یوں کہتے ہیں کہ جیسے خیرات میں امت محمدیہ علی صاحبها الصلوة والسلام سب سے بڑھی ہوئی ہے۔ اسی طرح اگر ظالم دیکھا جائے تو ہمارا ایک حجاج کافی ہے۔ اس کا مقولہ ابو داؤد میں نقل کیا گیا ہے کہ اگر امیر کسی کو کہے اس دروازے سے نہ جاؤ اور وہ اس کے خلاف کرے تو مجھ کو اس کی گردن اڑا دینی جائز ہے۔

بَاب التَّكْبِيرِ لِلْعِيدِ وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ إِنْ كُنَّا فَرَغْنَا فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ وَذٰلِكَ حِيْنَ التَّسْبِيْحِ ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن بسر فرماتے ہیں کہ ہم اس گھڑی میں نماز عید سے فارغ ہوتے تھے اور یہی نفلی نماز کا وقت ہے۔

حدیث (۹۱۲) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهٖ فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ نُصَلِّيَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَّلَهٗ لِأَهْلِهٖ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ فَقَامَ خَالِيْ أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍؓ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُصَلِّيَ وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ فَقَالَ اجْعَلْهَا مَكَانَهَا أَوْ قَالَ اذْبَحْهَا وَلَنْ تَجْزِيَ جَذَعَةٌ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ قربانی کے دن جناب نبی اکرم ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا تو فرمایا کہ پہلے پہل جس کام کو ہم اپنے اس دن میں شروع کریں گے وہ نماز ہے پھر ہم واپس آکر ذبح کریں گے۔ پس جس نے یہ کیا وہ ٹھیک ہمارے طریقہ کو پہنچا اور جس نے ہمارے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر لیا تو وہ ایک گوشت ہے جس کو اس نے جلدی جلدی اپنے گھر والوں کے لئے بنایا ہے۔ وہ قربانی میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔ تو میرے ماموں حضرت ابو بردہ بن نیارؓ اٹھ کر کہنے لگے کہ میں نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر لیا۔ اور میرے پاس ایک بزغالہ ہے جو ایک سال کے بچے سے بہتر ہے۔ تو فرمایا کہ اس جذعہ کو اس کی جگہ ذبح کر لو اور جذعہ اور کسی کی طرف سے تمہارے بعد کفایت نہیں کرے گا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ومن ذبح قبل ان یصلی الخ صفحہ ۱۳۲/۱۲ اس حدیث سے ترجمة الباب ثابت ہوا

کہ نماز عید سے پہلے ذبح کرنا ممنوع ہے۔ اور نماز سے ابتدا کرنا مامور ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر قربانی کے ذبح کرنے میں مشغول ہو گیا تو نماز میں تاخیر ہو جائے گی۔ تو معلوم ہوا کہ تکبیر یعنی جلدی نماز ادا کرنا مستحب ہے۔ لیکن معلوم رہے کہ یہ حکم ان لوگوں کیلئے ہے جو ان میں سے عید نماز پڑھنے والے ہیں۔ اور جو نہیں پڑھتے جیسے بستی والے ان کے لئے جائز ہے کہ وہ شہر والوں کے نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ذبح کر لیں۔ کیونکہ اہل القریٰ بستی والوں پر نماز عید واجب نہیں ہے۔ اگر واجب ہوتی پھر تو قربانی میں مشغول ہونے کی وجہ نماز کی تاخیر کا امکان تھا۔ جب نماز ہی واجب نہیں تو قربانی کرنے میں کیوں دیر کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قربانی کو نماز پر مقدم کرنے سے ممانعت کا تقاضا یہ ہے کہ نماز کا وجود ہو۔ جب نماز ہی نہیں تو مقدم کیسے ہوگا۔ اس لئے دیہاتیوں کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہیں قربانی کریں خواہ شہریوں کے نماز ادا کرنے سے پہلے کریں یا بعد میں کریں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ واللہ اعلم۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تکبیر للعید کا مطلب یہ ہے کہ عیدین کی نماز اوّل وقت میں پڑھنی مستحب ہے۔ مگر عید الفطر ذرا پہلے ہوگی۔ ان کنا فرغنا فی ھذہ الساعۃ تاخیر کرنے پر نکیر فرمائی کہ اب پڑھنے جا رہے ہو۔ ہم تو حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں اس وقت فارغ ہو جاتے تھے۔

باب فَضْلِ الْعَمَلِ فِیْ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ

ترجمہ۔ ایام تشریق میں عمل کی فضیلت

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّاذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ اَیَّامُ الْعَشْرِ وَالْاَیَّامُ الْمَعْدُوْدَاتُ اَیَّامُ التَّشْرِیْقِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَاَبُوْ هُرَیْرَةَؓ یَخْرُجَانِ اِلَی السُّوْقِ فِی الْاَیَّامِ الْعَشْرِ یُكَبِّرَانِ وَیُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِیْرِهِمَا وَكَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ خَلْفَ النَّافِلَةِ۔۔

ترجمہ۔ ابن عباسؓ نے اذکروا اللہ فی ایام معلومات کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ ذوالحجہ کے دس دن ہیں اور واذکروا اللہ فی ایام معدودات میں ایام تشریق مراد ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ ذوالحجہ کے ان دس دنوں میں بازار میں چلے جاتے تکبیریں کہتے۔ لوگ بھی ان کی تکبیر کی وجہ سے تکبیریں کہتے تھے اور محمد بن علی الباقرؒ نفلی نماز کے بعد بھی تکبیر کہتے تھے

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ تکبیرات تشریق کے بعد از فرض وبعد از نفل کی فضیلت کا انکار نہیں ہے۔ انکار اگر ہے تو وہ وجوب تکبیر کا ہے۔ تو تکبیر کہنا اس شخص پر واجب ہے جس نے فرض نماز کو جماعت مسنونہ کے ساتھ ادا کیا ہو۔

حدیث (۹۱۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَا الْعَمَلُ فِیْ اَیَّامٍ اَفْضَلَ مِنْهَا فِیْ هٰذِهٖ قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ قَالَ وَلَا الْجِهَادُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ذی الحجہ کے اس پہلے عشرہ میں کوئی عمل ان تکبیرات سے افضل نہیں ہے۔ انہوں نے کہا جہاد بھی نہیں

اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ یُخَاطِرُ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ فَلَمْ یَرْجِعْ بِشَیْءٍ۔ فرمایا جہاد بھی نہیں مگر ہاں وہ شخص جو جہاد میں اس حال میں نکلا کہ اپنی ذات اور مال دونوں کو ہلاک کر دیتا ہے کوئی چیز واپس لے کر نہیں آتا ۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ وکان النساء یکبر ن صفحہ ۱۳۲/۲۲ کہ عورتیں بھی تکبیرات تشریق پڑھتی تھیں مگر وہ آہستہ پڑھتی تھیں۔ بلند آواز سے نہیں کیونکہ ان کی آواز بھی عورت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ایام تشریق گیارہ ۔بارہ ۔ تیرہ تاریخیں ہیں۔اور ایام نحر دس۔ گیارہ۔بارہ ہیں تو گویا دو تاریخیں مشترک ہیں۔ گیارہ اور بارہ کی۔ اور دو غیر مشترک ہیں۔ یعنی دس اور تیرہ ۔ دسویں تاریخ تو یو م النحر کی ہے۔ یوم التشریق نہیں۔ اور تیرہ یوم التشریق کی ہے۔ یو م النحر کی نہیں۔ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے ایام تشریق کی فضیلت بیان کرنی ہے۔ وقال ابن عبا سؓ واذکروالله فی ایا م معلومات یہاں پر اذکروا لله میں یہ تسامح ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں لیذ کرو الله الایة ہے۔ ایسا کیوں ہوا کہ بجائے لیذکروا کے اذکروا فرمادیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سارے رواۃ حفاظ نہیں ہوتے۔ بعض اوقات حافظ کو بھی سہو ہو جاتا ہے۔ تو بہت ممکن ہے کہ کسی حافظ سے سہو ہوا ہو۔ یا غیر حافظ سے غلطی ہو گئی ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مقصود آیت کی طرف اشارہ ہے۔ تلاوت مقصود نہیں ۔

یہاں مقصود بالذات ایام معدودات ہیں۔ کیونکہ اس کی تفسیر ایام تشریق ہے۔ اس پر اشکال ہے کہ پھر ایام معلومات کو کیوں ذکر فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں جگہ ذکر کا امر وارد ہے۔ تو ممکن ہے کہ کسی کو وہم ہو کہ دونوں ایک ہیں۔ اسلئے اس وہم کو دفع کرنے کے لئے تقابل کے طور پر دونوں کی تفسیر فرمادی۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک یوم النحر ایام تشریق میں سے ہے۔ لہذا ایام معلومات ایک دن کے اعتبار سے ایام تشریق میں داخل ہو گئے۔ اس لئے اس کو یہاں ذکر فرمادیا۔ ورنہ ایام معلومات کا ذکر کرنا مناسب نہ تھا کیونکہ باب سے ایا م تشریق کی فضیلت بیان کرنی ہے نہ کہ ایام النحر کی۔ یخرجان الی السوق یہاں اشکال یہ ہے کہ ایام النحر کی تکبیر کو کیوں ذکر فرمایا۔ ایک جواب یہ ہے کہ چونکہ ایام عشر کا ذکر آ گیا تھا اس لئے ان کی تکبیرات کا ذکر فرمادیا۔ اور دوسرا جواب وہی میرے والا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک یوم النحر. یوم التشریق ہے لہذا اس ایک دن کے لحاظ سے یہ ایا م تشریق کی تکبیر میں داخل ہو گیا۔ وکبر محمد بن علی خلف النافلة یہ بعض شافعیہ اور مالکیہ کا بھی مذہب ہے۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صرف فرائض کے بعد تکبیرات ہیں۔ ماالعمل فی ایام الخ ۔ ھذہ کی تفسیر ابو داؤد میں ایا م العشر یعنی عشرہ ذوالحجہ کے ساتھ واقع ہے مام بخاریؒ کے ترجمہ کی خاطر بہت سے شراح نے ھذہ کی تفسیر ایا م تشریق سے کی ہے۔ مگر محققین اس کا انکار کرتے ہیں۔ تفسیر وہی ہے جو حدیث میں آ گئی اب امام بخاریؒ کا ترجمہ کسی اور طرح ثابت ہوگا۔ میرے نزدیک اس کے ثبوت کا طریقہ یہ ہے کہ بعض علماء کے نزدیک جو یوم عشر ایام تشریق میں سے ہے اس لئے ایک دن کے اعتبار سے ترجمہ ثابت ہو گیا۔ اور حافظؒ کے نزدیک مقایسة سے ثابت ہے یعنی جب ایام عشر میں

یہ فضیلت ہے تو ایام تشریق میں بھی ہو گی۔

بَاب التَّكْبِيْرُ اَيَّامَ مِنًى وَاِذَا غَدَا اِلَى الْعَرَفَةِ۔

ترجمہ۔ایام منیٰ میں تکبیر کہنا۔اسی طرح جب عرفات کی طرف صبح سویرے جائے تو تکبیر کہے

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ فِيْ قُبَّتِهٖ بِمِنًى فَيَسْمَعُهٗ اَهْلُ الْمَسْجِدِ فَيُكَبِّرُوْنَ وَيُكَبِّرُ اَهْلُ الْاَسْوَاقِ حَتّٰى تَرْتَجَّ مِنًى تَكْبِيْرًا وَّكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ بِمِنًى تِلْكَ الْاَيَّامَ وَخَلْفَ الصَّلٰوةِ وَعَلٰى فِرَاشِهٖ وَفِيْ فُسْطَاطِهٖ وَمَجْلِسِهٖ وَمَمْشَاهُ وَتِلْكَ الْاَيَّامَ جَمِيْعًا وَكَانَتْ مَيْمُوْنَةُ تُكَبِّرُ يَوْمَ النَّحْرِ وَكَانَ النِّسَآءُ يُكَبِّرْنَ خَلْفَ اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَعُمَرَ ابْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ لَيَالِيَ التَّشْرِيْقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ ...

ترجمہ۔اور حضرت عمرؓ منیٰ کے اندر اپنے خیمہ میں تکبیر کہتے تھے جس کو مسجد والے سنتے تھے۔ تو وہ بھی تکبیر کہتے اور بازاروں والے بھی تکبیر کہتے یہاں تک کہ منیٰ تکبیر سے گونج اٹھتی اور حضرت ابن عمرؓ منیٰ میں ان ایام کے اندر تکبیر کہتے تھے اسی طرح سب نمازوں کے بعد اور اپنے بستر پر اپنے بڑے خیمہ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ اور چلنے کی جگہ اور ان سب ایام میں تکبیر کہتے تھے۔اور ام المؤمنین حضرت میمونہؓ یوم النحر میں تکبیر کہتی تھیں۔اور دوسری عورتیں بھی ابان ابن عثان اور عمر بن عبد العزیز رحمہما اللہ کے پیچھے تشریق کی راتوں میں مردوں کے ساتھ مسجد میں تکبیر کہا کرتی تھیں۔

حدیث(۹۱۴) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ (الخ) قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَنَحْنُ غَادِيَانِ مِنْ مِنًى اِلٰى عَرَفَاتٍ عَنِ التَّلْبِيَةِ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ كَانَ يُلَبِّي الْمُلَبِّيْ لَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ ...

ترجمہ۔حضرت محمد بن ابی بکر ثقفی فرماتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے تلبیہ کے متعلق سوال کیا جبکہ ہم دونو صبح سویرے منیٰ سے عرفات کی طرف جارہے تھے کہ آپ لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ کیسے کرتے تھے فرمایا تلبیہ کہنے والا تلبیہ کہتا تھا تو اس پر کوئی نکیر نہیں کرتا تھا اس طرح تکبیر کہنے والا تکبیر کہتا تو اس پر بھی نکیر نہیں ہوتا تھا۔

حدیث(۹۱۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ (الخ) عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا نُؤْمَرُ اَنْ نَّخْرُجَ يَوْمَ الْعِيْدِ حَتّٰى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا حَتّٰى نُخْرِجَ الْحُيَّضَ

ترجمہ۔حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا جاتا تھا ہم عید کے دن گھروں سے نکالی جائیں حتی کہ ہم باکرہ عورتوں کو ان کے پردے سے نکالتی تھیں۔اور حتی کہ حیض والی

فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ بِدُعَائِهِمْ يَرْجُوْنَ بَرَكَةَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهُ الحدیث

عورتوں کو بھی نکالتی تھیں ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہتیں اور ان کی دعا کے ساتھ دعا مانگتیں۔ اس دن کی برکت اور اس کی طہارت کی امید رکھتی تھیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ تکبیرات تشریق کہلاتی ہیں اس میں ابتداء اور انتہاء کے اعتبار سے بارہ قول ہیں۔ جو اوجز المسالک میں مفصل مذکور ہیں۔ راجح قول علماء کا یہ ہے کہ عرفہ کی صبح سے لے کر آخر ایام تشریق کی عصر تک یہ تکبیرات رہتی ہیں۔ اما صاحبؒ کے نزدیک یوم النحر کی عصر تک اس کا وقت ہے۔ لیکن فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

باب الصَّلٰوةُ اِلَى الْحَرْبَةِ يَوْمَ الْعِيْدِ

ترجمہ۔ عید کے دن برچھی کی طرف نماز پڑھنا

حدیث (۹۱۶) حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ تُرْكَزُ لَهُ الْحَرْبَةُ قُدَّامَهُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ ثُمَّ يُصَلِّيْ ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے لئے آپؐ کے آگے عید الفطر اور عید النحر میں برچھا گاڑ دیا جاتا تھا۔ پھر آپؐ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابواب السترہ میں صلوۃ الی الحربۃ اور صلوۃ الی العنزۃ کا باب گذر چکا ہے وہاں میں تخصیص کی وجہ بیان کر چکا ہوں کہ میرے والد صاحب کی رائے یہ ہے کہ چونکہ بعض اقوام ہتھیار کی عبادت کرتی ہیں۔ اسلئے خاص طور سے ذکر فرمایا جو غرض وہاں تھی وہ یہاں بھی ہوگی۔ مزید برآں یہ کہ چونکہ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں کوئی عید گاہ تو ہوتی نہیں تھی بلکہ میدان میں نماز پڑھتے تھے۔ تو عنزہ اور حربہ وغیرہ ساتھ لے جاتے تھے۔ تاکہ اس کا سترہ بنالیں۔ اگر کہیں عید گاہ نہ بنی ہو تو ایسا ہی کرنا چاہئیے کہ کوئی چیز ساتھ لے جائے تاکہ اس کو سترہ بنالے۔ حضرت گنگوہیؒ کے زمانے میں گنگوہ میں عید گاہ نہیں تھی۔ صرف ایک منبر بنا ہوا تھا اب کا حال معلوم نہیں۔

باب حَمْلِ الْعَنَزَةِ اَوِ الْحَرْبَةِ بَيْنَ يَدَيِ الْاِمَامِ يَوْمَ الْعِيْدِ۔

ترجمہ۔ عید کے دن چھوٹا یا بڑا نیزہ امام کے آگے آگے اٹھانا۔

حدیث (۷) : ر یعنی عید کے دن امام کے آگے آگے نیزہ اٹھا کر چلنا جائز ہے۔ پہلے گذرا تھا کہ ازدحام کے موقعہ پر ہتھیار لے کر نہیں چلنا چاہئیے۔ اب باب سے گویا کہ استثنا کر دیا۔ کہ امام کے آگے نیزہ لے کر چلنا اس لئے جائز ہے کہ علۃ نہی نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ نہی کا بہت خوف ہلاکت تھا۔ جب امام کے آگے اکیلا جا رہا ہے جس سے کسی کو اس کے ہتھیار سے تکلیف نہیں پہنچتی تو معلوم ہوا

حمل السلاح اس صورت میں جائز ہے توامام بخاریؒ نے علت جواز پر تنبیہ فرمادی کہ جواز کی وجہ حصول امن ہے۔ اس لئے کہ ظاہر ہے کہ حامل سلاح جب امام کے آگے ہے تو قوم کے بھی آگے ہوگا۔ کیونکہ قوم توامام کے پیچھے ہے۔ تو یہ قوم سے آگے ہوا۔ بنابریں جواز کی وجہ ثابت ہوگئی۔

حدیث (۹۱۷) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَغْدُوْا اِلَی الْمُصَلّٰی وَالْعَنَزَةُ بَیْنَ یَدَیْهِ تُحْمَلُ وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلّٰی بَیْنَ یَدَیْهِ فَیُصَلِّیْ اِلَیْهَا ... الحدیث..

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ صبح سویرے عیدگاہ کی طرف جاتے تھے۔ اور نیزہ آپؐ کے آگے آگے اٹھایا جاتا تھا۔ جس کو آپؐ کے سامنے عیدگاہ میں گاڑ دیا جاتا جس کی طرف منہ کر کے آپؐ نماز پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ بدعات آجکل جاری ہیں۔ بالکل بے اصل نہیں ہیں کسی نہ کسی درجہ میں اس کی اصل ہوتی ہے۔ جیسے تیجہ چالیسواں وغیرہ لیکن یہ بات غور سے سنو! تم جاکر یہ مت نقل کرنا کہ میں نے تیجہ کو جائز قرار دے دیا ہے۔ میں کہہ رہا ہوں اس کو غور سے سنو! حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اسمعوا منی اسمعونی ایسا نہ ہو کہ کوئی بات جاکر میری طرف سے نقل کرو جس کو میں نے نہ کہا ہو۔ جیسا کہ ایک مرتبہ ایک طالب علم نے مجھ سے یہ کہا کہ مولانا امیر احمد صاحب نے رؤیت باری کو دنیا میں ان آنکھوں سے ہونا ممکن بتلایا ہے اور انہوں نے مجھ سے نقل کیا ہے۔ جب یہ بات میں نے سنی تو تردید کردی کہ بالکل غلط ہے نہ میں ایسی بات کہہ سکتا ہوں اور نہ مولانا امیر احمد صاحب۔ اور اس کی کاپی لے کر یہ مضمون اسی وقت کاٹ دیا۔ کیونکہ یہاں تو خود حضور اقدس ﷺ کی رؤیت میں اختلاف ہے۔ کہ آپؐ نے اللہ کو دیکھا یا نہیں۔ پھر احاد بشر کا کیا کہنا۔ بہر حال رؤیت باری اس دنیا میں ان آنکھوں سے ممکن نہیں۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ بدعات بے اصل نہیں بلکہ کسی نہ کسی درجہ میں ان کی اصل ہے۔ مثلاً تیجہ ہے اس کی اصل یہ تھی کہ مرنے کے تیسرے دن کچھ اہل قرابت جمع ہو کر قرآن پاک پڑھتے تھے اور اس کا ثواب مرنے والے کو بخشتے تھے۔ لیکن اب یہ ہو گیا کہ خاص اس دن میں خصوصیت سمجھنے لگے۔ اور اس کو واجب سمجھ لیا۔ اور غیر واجب کو واجب سمجھ لیا۔ یہ بدعت اور حرام ہے۔ **مالیس من امرنا هذا فهو رد** کے تحت داخل ہو گیا۔ اسی طرح عرس ہے۔ اس کی اصل فی نفسہ جائز ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں مگر اس میں قیود بڑھا کر اس کو حرام تک پہنچا دیا۔ اس کے فی نفسہ اصل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک شیخ بقید حیات رہتا ہے اس کے مریدین آتے جاتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہتے ہیں مگر جب شیخ کا انتقال ہو جاتا ہے تو پھر یہ پتہ نہیں رہتا کہ کون کہاں ہے۔ کوئی کہیں ہوتا ہے اور کوئی کہیں۔ ان کا جمع کرنا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ہی نہیں رہا جس کی وجہ سے اجتماع ہوتا ہے۔ تو پہلے لوگوں نے یہ کیا کہ ایک دن مقرر کر لیا تاکہ اس مقررہ دن میں ایک دوسرے سے ملیں استفادہ اور استشارہ کر لیں۔ اور یہ شیخ کی موت کے دن سے اور اچھا دن اسی وجہ سے نہیں ہو سکتا کہ یہ دن نقش الحجر کی طرح رہتا ہے کیونکہ یہ بڑا جان کا صدمہ ہوتا ہے تو اس دن کو مقرر کر دیا تاکہ اس میں سب اکٹھے ہو جائیں

اور کسی کو بلانے کی ضرورت نہ پڑے۔ خلاف اس کے کوئی اور دن مقرر کرتے تو اس میں سب کو بلانا پڑتا اشتہار دینا ہوتا وقت مقرر کرنا پڑتا تو اصل مقصد اس اجتماع کا یہ تھا کہ ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات کرلیں۔ اور اس حد تک کوئی قباحت نہیں ہوتی۔ لیکن پھر بعد میں کیا کیا ہوا کہ نوبت حرام تک جا پہنچی۔ شیخ کی روح کو حاضر و ناظر سمجھا جانے لگا۔ اس اجتماع کو فرض کہنے لگے جو سب کچھ حرام ہے۔ تم خود ہی سوچو کہ اگر شیخ کی روح صالح ہے تو اعلیٰ علیین کو چھوڑ کر یہاں کیوں آنے لگی۔ اور اگر ایسی ویسی یعنی بری حالت میں ہے تو نا معلوم کہاں کہاں پھرتی ہوگی یہاں کیوں آنے لگی۔ اب غرض باب کی طرف آؤ تو حضور اقدس ﷺ کے زمانۂ حیات میں یہ طریقہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کہیں عید وغیرہ میں تشریف لے جاتے تو کوئی خادم حربہ وغیرہ ان مصالح کی وجہ سے لیتا جو میں ابھی بتا چکا۔ اور چونکہ وہ آپؐ کے ساتھ جاتا تھا۔ تو اب امیر المؤمنین کے ساتھ باقاعدہ چوب دار آگے آگے برچھا لے کر چلنے لگا۔ اسی واسطے یہاں دوسری حدیث میں فمن ثم اتخذ ھا الامراء آیا ہے۔ اور میری یہ ساری تقریر اسی پر ہے۔ تو خلاصہ یہ ہے کہ برچھے کی اصل تو کچھ اور تھی اور اس کو کچھ کا کچھ بنادیا۔

بَاب خُرُوْجِ النِّسَاۤءِ وَالْحُيَّضِ اِلَى الْمُصَلّٰى۔

ترجمہ۔ عورتوں اور حیض والی عورتوں کا عید گاہ کو نکلنا۔

حدیث (۹۱۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ الخ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ اُمِرْنَا اَنْ نُّخْرِجَ الْعَوَاتِقَ ذَوَاتِ الْخُدُوْرِ وَعَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ بِنَحْوِهٖ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِ حَفْصَةَ قَالَ اَوْقَالَتِ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ وَيَعْتَزِلْنَ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى۔۔

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم نوجوان نوخیز پردہ والیوں کو بھی عید کے لئے نکالیں۔ حضرت حفصہؓ کی حدیث میں ہے کہ نوجوان نوخیز اور پردہ والیوں کو نکالیں اور حیض والی عید گاہ سے الگ تھلگ رہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حائض نماز نہیں پڑھتیں اس طرح عورتیں دن کے وقت مسجد مین نہیں جاتیں تو پھر عید گاہ میں کیسے جائیں۔ امام بخاریؒ نے باب باندھ کر بتادیا کہ چونکہ اس میں فوائد ہیں اظہار شوکت المسلمین ہے اس لئے جانا چاہیئے۔

بَاب خُرُوْجِ الصِّبْيَانِ اِلَى الْمُصَلّٰى

ترجمہ۔ بچوں کا عید گاہ کی طرف نکلنا۔

حدیث (۹۱۹) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ (الخ) سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ فِطْرٍ اَوْ اَضْحٰى فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ اَتَى النِّسَاۤءَ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی طرف چلا تو حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا

فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ...

پھر عورتوں کی طرف تشریف لائے۔ان کو وعظ ونصیحت فرمائی اوران کوصدقہ کرنے کا حکم دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابن ماجہ کی روایت میں جنبوا صبیا نکم مساجدکم اپنے بچوں کو مسجدوں سے دور رکھو آیا ہے اس سے عیدگاہ کو مستثنیٰ کررہے ہیں۔

بَاب اِسْتِقْبَالِ الْاِمَامِ النَّاسِ فِي خُطْبَةِ الْعِيْدِ۔ وَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ قَامَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مُقَابِلَ النَّاسِ...

ترجمہ۔عید کے خطبہ میں امام کالوگوں کی طرف متوجہ ہونا اور حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے تھے۔

حدیث(۹۲۰) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ الخ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ اَضْحٰى اِلَى الْبَقِيْعِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ نُسُكِنَا فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نَبْدَاَ بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ وَافَقَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ ذٰلِكَ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ عَجَّلَهٗ لِاَهْلِهٖ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ ذَبَحْتُ وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّسِنَّةٍ قَالَ اذْبَحْهَا وَلَاتَفِيْ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ..الحديث...

ترجمہ۔حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ قربانی کے دن بقیع کی طرف تشریف لے گئے وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔پھر چہرہ انور سے ہماری طرف متوجہ ہوئے پس فرمایا کہ پہلا پہل حکم شرعی جو ہمارے اس دن کے اندر ہے وہ یہ ہے کہ ہم نماز سے ابتدا کریں پھر واپس آکر قربانی کریں۔پس جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنت کے موافق ہوا اور جس نے اس سے پہلے ذبح کیا پس یہ ایک چیز ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لئے جلدی بنائی ہے۔یہ قربانی میں سے کچھ نہیں ہے۔تو ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا اس نے کہا یارسول اللہ میں تو ذبح کر چکا ہوں۔اور میرے پاس ایک بزغالہ ہے جو سال کے بکرے سے بہتر ہے۔فرمایا اس کو ذبح کرو لیکن تمہارے بعد کسی کیلئے کافی نہیں ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح کی رائے یہ ہے کہ اس باب کی غرض اور باب یستقبل الامام القوم واستقبال الناس اس باب کی غرض اور جو باب ابو اب الجمعه میں صفحہ ۱۲۵ کے آخر میں گذرا ہے سب کی اغراض ایک ہی ہیں۔صرف تفنن کے لئے الفاظ بدل کر یہاں ذکر فرمادیا۔اور وہاں میں کلام کر چکا ہوں کہ شراح کی غرض کیا ہے۔مگر میری رائے یہ ہے کہ ابوا ب الاستسقاء صفحہ ۱۴۰ پر ایک باب آرہاہے باب استقبال القبله على الخطبه تو حضرت امام بخاریؒ خطبہ عید کو خطبہ استسقاء سے الگ کررہے ہیں۔

اور الگ کرنا اس وجہ سے ہے کہ دونوں میں مشابہت زیادہ ہے۔ وہ بھی میدان میں ہوتا ہے اور یہ بھی میدان میں ہوتا ہے۔ قام النبی ﷺ مقابل الناس جب مقابل الناس کھڑے ہوئے تو استقبال الامام الناس ہو گیا۔

بَاب اَلْعَلَمُ بِالْمُصَلّٰی
ترجمہ۔ عید گاہ کے اندر کوئی علامت مقرر کر دینا

حدیث (۹۲۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ ؓ قِيْلَ لَهٗ اَشَهِدْتَ الْعِيْدَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ نَعَمْ وَلَوْلَا مَكَانِيْ مِنَ الصِّغَرِ مَاشَهِدْتُهٗ حَتّٰى اَتَى الْعَلَمَ الَّذِيْ عِنْدَ دَارِ كَثِيْرِ بْنِ الصَّلْتِ فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ اَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهٗ بِلَالٌ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَاَيْتُهُنَّ يَهْوِيْنَ بِاَيْدِيْهِنَّ يَقْذِفْنَهٗ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَبِلَالٌ اِلٰى بَيْتِهٖ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ عید کی نماز میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے تو انہوں نے فرمایا ہاں! اگر میرا مرتبہ حضور ﷺ کے یہاں نہ ہوتا تو بچپن کی وجہ سے میں عید میں حاضر نہ ہوتا۔ بہر حال جناب نبی اکرم ﷺ اس علامت کے پاس تشریف لائے جو حضرت کثیر بن الصلت کی حویلی کے پاس تھی۔ نماز پڑھی پھر خطبہ دیا پھر عورتوں کی طرف تشریف لائے آپؐ کے ہمراہ حضرت بلالؓ تھے آپ نے عورتوں کو وعظ فرمایا نصیحت کی۔ اور ان کو صدقہ کا حکم دیا تو میں نے عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ جھکا کر حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈالتی تھیں۔ پھر وہ حضور ﷺ اور حضرت بلالؓ اپنے گھر کو چلے گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ راوی فرماتے ہیں کہ اگر عید گاہ میں مسجد نہ ہو اور کسی قسم کی علامت وہاں مقرر کر دی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر اشکال یہ ہے کہ جس روایت سے استدلال ہے اس میں علم کا ذکر ہے۔ وہ علم حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں کہاں تھا۔ جو اس کے ذریعہ استدلال کیا جا رہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ظاہر لفظ روایت سے استدلال فرمایا۔ اس تحقیق میں نہیں گئے کہ زمانہ نبویؐ میں تھا یا نہیں۔ ولو لا مکانی من الصغر ماشھدته اس کے دو مطلب ہیں۔ اول یہ کہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ میری قربت نہ ہوتی تو میں اپنے چھوٹے پن کی وجہ سے وہاں حاضر نہ ہو سکتا۔ مگر یہاں پر یہ مطلب مراد لینا غلط ہے۔ اور جس نے یہ مطلب بیان کیا اس نے غلطی کھائی۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اگر میں صغیر السن نہ ہوتا تو عورتوں کے مجمع میں نہ جا سکتا۔ اس صورت میں حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ عورتوں کے مجمع میں جانے اور ان کے دیکھنے کی علت بیان فرما رہے ہیں۔ میں اپنے صغیر السن ہونے کی وجہ سے وہاں گیا تھا۔ اگر یہ جملہ فرأیتھن یھوین بایدیھن کے بعد ہوتا تو یہ اشتباہ نہ رہتا۔

بَاب مَوْعِظَةِ الْاِمَامِ النِّسَاءَ يَوْمَ الْعِيْدِ
ترجمہ۔ امام کا عید کے دن عورتوں کو پند و نصیحت کرنا

حدیث(۹۲۲) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ قَامَ النَّبِیُّ ﷺ یَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰی فَبَدَأَ بِالصَّلٰوۃِ ثُمَّ خَطَبَ فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ فَاَتَی النِّسَآءَ فَذَکَّرَھُنَّ وَھُوَ یَتَوَکَّأُ عَلٰی یَدِ بِلَالٍ وَّبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَہٗ تُلْقِیْ فِیْہِ النِّسَآءُ الصَّدَقَۃَ قُلْتُ لِعَطَآءٍ زَکٰوۃَ یَوْمِ الْفِطْرِ قَالَ لَا وَلٰکِنْ صَدَقَۃً یَتَصَدَّقْنَ حِیْنَئِذٍ تُلْقِیْ فَتَخَھَا وَیُلْقِیْنَ قُلْتُ لِعَطَآءٍ اَتُرٰی حَقًّا عَلَی الْاِمَامِ ذٰلِکَ وَیُذَکِّرُھُنَّ قَالَ اِنَّہٗ لَحَقٌّ عَلَیْھِمْ وَمَالَھُمْ لَا یَفْعَلُوْنَہٗ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ وَاَخْبَرَنِی الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَھِدْتُّ الْفِطْرَ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ یُصَلُّوْنَھَا قَبْلَ الْخُطْبَۃِ ثُمَّ یُخْطَبُ بَعْدُ خَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْہِ حِیْنَ یُجْلِسُ بِیَدِہٖ ثُمَّ اَقْبَلَ یَشُقُّھُمْ حَتّٰی جَآءَ النِّسَآءَ مَعَہٗ بِلَالٌ فَقَالَ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنَاتُ یُبَایِعْنَکَ الْاٰیَۃَ ثُمَّ قَالَ حِیْنَ فَرَغَ مِنْھَا اَنْتُنَّ عَلٰی ذٰلِکَ فَقَالَتِ امْرَاَۃٌ وَّاحِدَۃٌ مِّنْھُنَّ لَمْ یُجِبْہُ غَیْرُھَا نَعَمْ لَا یَدْرِیْ حَسَنٌ مَّنْ ھِیَ قَالَ فَتَصَدَّقْنَ فَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَہٗ ثُمَّ قَالَ ھَلُمَّ لَکُنَّ فِدَآءٌ اَبِیْ وَاُمِّیْ فَیُلْقِیْنَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِیْمَ فِیْ ثَوْبِ بِلَالٍ قَالَ عَبْدُالرَّزَّاقِ الْفَتَخُ الْخَوَاتِیْمُ الْعِظَامُ کَانَتْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ..الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ عید الفطر کے دن جناب نبی اکرم ﷺ نماز پڑھنے کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو پہل نماز سے کی۔ پھر خطبہ پڑھا جب فارغ ہوئے تو نیچے اترے۔ اور عورتوں کی طرف تشریف لائے۔ ان کو وعظ و نصیحت فرمائی۔ جبکہ آپؐ حضرت بلالؓ کے ہاتھ کا سہارا لئے ہوئے تھے۔ اور حضرت بلال اپنا کپڑے پھیلائے ہوئے تھے جس میں عورتیں صدقہ کا مال ڈالتی تھیں۔ میں نے حضرت عطاء تابعی سے پوچھا کہ کیا یہ صدقۃ الفطر تھا فرمایا نہیں یہ ویسے ہی صدقہ نفلی تھا۔ جو اس وقت عورتیں کر رہی تھیں۔ وہ اپنی بڑی بڑی انگوٹھیاں ڈالتی تھیں۔ اور بھی جو کچھ تھا وہ ڈالتی جاتی تھیں۔ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کیا آپ ابھی امام پر حق سمجھتے ہیں کہ وہ عورتوں کے پاس آ کر ان کو وعظ کرے۔ فرمایا یہ ان کے ذمہ تو ہے۔ مگر خدا معلوم وہ کیوں نہیں کرتے اور دوسری سند کے ساتھ طاؤس بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں عید الفطر کے دن جناب نبی اکرم ﷺ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ حاضر ہوا۔ وہ سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔ پھر اس کے بعد خطبہ پڑھتے تھے چنانچہ نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے گویا کہ میں ابھی آپؐ کو دیکھ رہا ہوں۔ جبکہ آپؐ لوگوں کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے بٹھا رہے تھے۔ پھر جناب رسول اکرم ﷺ لوگوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے عورتوں کے پاس تشریف لائے حضرت بلالؓ آپؐ کے ہمراہ تھے۔ تو یاایھا النبی الخ والی آیت تلاوت فرمائی جب تلاوت سے فارغ ہوئے تو عورتوں سے پوچھا کہ کیا تم بھی اس عہد پر قائم ہو تو ان میں سے صرف ایک عورت نے کہا

جس کے علاوہ اور کسی نے آپؐ کو جواب نہیں دیا۔ اس نے کہا ہاں! یا رسول اللہ ﷺ حسن کہتے ہیں معلوم نہیں کہ وہ کون عورت تھی۔ پس انہوں نے صدقہ کیا۔ حضرت بلالؓ نے اپنا کپڑا پھیلایا اور کہا کہ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں لاؤ۔ چنانچہ عورتیں حضرت بلالؓ کے کپڑے میں بڑی اور چھوٹی انگوٹھیاں ڈالتی تھیں۔ عبدالرزاق راوی فرماتے ہیں کہ فتخ بڑی بڑی انگوٹھیاں زمانہ جاہلیت میں ہوتی تھیں۔ جنہیں عورتیں ہاتھوں اور پاؤں میں ڈالتی تھیں۔ پازیب ہوں گی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ حين يجلس بيده صفحہ ۱۳۳ر۲۴ آنحضرت ﷺ لوگوں کو ہاتھ کے اشارے سے بٹھارہے تھے۔ تاکہ وہ عورتوں کے چلے جانے سے پہلے جانانہ شروع کردیں۔ اس صورت میں مردوں کا عورتوں پر گذر ہوگا۔ اور ان کا عورتوں سے خلط ملط ہونا لازم آئے گا جو فتنہ کا باعث ہے۔ يجبه غيرها نعم صفحہ ۱۳۳ر۲۶ نعم یہی ایک عورت کہہ رہی تھی باقی عورتیں خاموش تھیں۔ تو ان کا سکوت سب کی طرف سے اقرار اور تصدیق ہوگئی۔ کہ جو کچھ اس نے کہا ہے سچ کہا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ عورت اسماء بنت یزید تھی جو خطيبة النساء کے لقب سے مشہور تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ عورتیں دور رہتی ہیں اسلئے اگر عورتیں امام کا خطبہ نہ سنیں تو امام عورتوں کے سامنے دوسرا خطبہ دے۔ مگر میری رائے اس کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے کہ امام بخاریؒ نے خطبہ نہیں فرمایا ہے بلکہ موعظتہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اور مقصد یہ ہے کہ امام کو چاہئیے کہ عید کے دن مردوں سے فارغ ہو کر عورتوں کو نصیحت کرے۔ یجلس تجلیس سے ہے۔ جس کے معنی بٹھانے کے ہیں۔ امرأة واحدة كانت طولة (ایک عورت لمبی قدوالی تھی)۔

بَاب إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ فِي الْعِيدِ

ترجمہ۔ عید میں جب کسی عورت کے لمبی چادر نہ ہو تو۔

حدیث (۹۲۳) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ (الخ) عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ جَوَارِيَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ يَوْمَ الْعِيدِ فَجَاءَتْ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ فَأَتَيْتُهَا فَحَدَّثَتْ أَنَّ زَوْجَ أُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً فَكَانَتْ أُخْتُهَا مَعَهُ فِي سِتِّ غَزَوَاتٍ قَالَتْ فَكُنَّا نَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى وَنُدَاوِي الْكَلْمَى فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعَلَى إِحْدَانَا

ترجمہ۔ حضرت حفصہ بنت سیرین فرماتی ہیں کہ ہم اپنی چھوکریوں کو عید کے دن نکلنے سے منع کرتی تھیں تو ایک عورت آکر قصر بنی خلف میں مقیم ہوئی تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس نے حدیث بیان کی کہ ان کا بہنوئی جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ بارہ جنگوں میں لڑائی کیلئے نکلا اس کی بہن چھ غزوات میں اس کے ہمراہ رہی فرماتی تھیں ہم مریضوں کی خبر گیری کرتی تھیں۔ اور زخمیوں کا علاج معالجہ کرتی تھیں تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کہ اگر کسی عورت کے پاس

بَاسٌ اِذَالَمْ يَكُنْ لَّهَاجِلْبَابٌ اَلَّاتَخْرُجَ فَقَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَامِنْ جِلْبَابِهَا فَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ حَفْصَةُ فَلَمَّا قَدِمَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ اَتَيْتُهَا فَسَاَلْتُهَا اَسَمِعْتِ فِيْ كَذَا وَكَذَا فَقَالَتْ نَعَمْ بِاَبِيْ وَقَلَّمَاذَكَرَتِ النَّبِيَّ ﷺ اِلَّاقَالَتْ بِاَبِيْ قَالَ لِتَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ اَوْقَالَ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ شَكَّ اَيُّوْبُ وَالْحُيَّضُ فَتَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ فَقُلْتُ لَهَاآلْحُيَّضُ قَالَتْ نَعَمْ اَلَيْسَ الْحَائِضُ تَشْهَدُ عَرَفَاتٍ وَّتَشْهَدُ كَذَاوَتَشْهَدُ كَذَا ..الحديث

لمبی چادر نہ ہو تو اگر وہ عید کیلئے نہ نکلے تو کوئی حرج تو نہیں آپؐ نے فرمایا اس کی ساتھی اپنی چادر سے اس کو پہنا دے۔ پس امور خیر میں اور مؤمنین کی دعا میں ضرور حاضر ہوں حفصہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ام عطیہؓ تشریف لائیں تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے اس مسئلہ کے بارے میں کچھ سنا ہے اس نے کہا ہاں! میرا باپ آپؐ پر قربان ہو۔ اور جب وہ جناب نبی اکرم ﷺ کا ذکر کرتی تھیں تو بابی ضرور کہا کرتی تھیں تو آپؐ نے فرمایا کہ نوجوان پردے والیاں یا نوجوان اور پردہ والیاں ایوب کو شک ہے ضرور نکلیں بلکہ حیض والی بھی لیکن حیض والی عید گاہ سے الگ تھلگ رہیں بہر حال امور خیر اور مؤمنین کی دعاؤں میں ضرور حاضر ہوں۔ حفصہؓ کہتی ہیں میں نے ان سے کہا کہ حیض والی بھی۔ انہوں نے فرمایا ہاں حیض والی بھی کیا حیض والی عرفات میں اور فلاں فلاں مقام پر حاضر نہیں ہوتیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ قالت كنّا نقوم على المرضى الخ صفحہ ۱۳۴/۳ یہ اس عورت کی بہن کا مقولہ ہے جو قصر بنی خلف میں فروکش تھی۔ اس عورت کا مقولہ نہیں ہے الیس الحائض تشهد الخ صفحہ ۱۳۴/۷ عید گاہ میں حائضہ عورتوں کی حاضری کو عجیب سمجھا جا رہا تھا تو اس عورت ام عطیہ نے کہا کیا عورتیں عرفات میں مزدلفہ میں منیٰ میں رمی جمرات کیلئے حاضر نہیں ہوتیں۔ مطلب یہ ہوا کہ عورتوں کو ذکر کرنے سے روکا جا سکتا ہے اور نہ ہی متبرک مقامات میں داخل ہونے سے روکا جا سکتا ہے۔ تو اگر وہ عید گاہ میں جمع ہو گئیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہاں پہنچ کر اللہ کا ذکر کریں گی۔ وعظ و نصیحت سنیں گی۔ البتہ ان حائضہ کو دخول مسجد اور نماز سے ممانعت ہے۔ عید گاہ مسجد نہیں ہے اور ان میں حاضر ہونے پر نماز لازم نہیں ہے۔ لہذا اجماعت مسلمین اور پند و نصیحت کے مواقع میں ان کو حاضر ہونے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی اہتمام کرے اگر اپنے پاس جلباب نہ ہو تو اپنی ساتھی سے مانگے اور وہ اس کو اڑھا دے۔ لتلبسها صاحبتها اس کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ عاریت پر دیدے۔ دوسرے یہ کہ اجرت پر دیدے۔

۱۸ باب اِعْتِزَالِ الْحُيَّضِ الْمُصَلّٰى

ترجمہ۔ حائضہ عورتوں کا عید گاہ سے الگ رہنا ہے

حدیث (۹۲۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى (الخ) قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ أُمِرْنَا أَنْ نَخْرُجَ فَنُخْرِجَ الْحُيَّضَ وَالْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ أَوِ الْعَوَاتِقِ ذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلْنَ مُصَلَّاهُمْ. الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم عید کے دن نکلیں تو ہم حیض والی نوجوان عورتیں اور پردے والیوں کو نکالا کرتی تھیں ۔ ابن عون فرماتے ہیں یاعواتق ذوات الخدور فرمایا۔ لیکن یہ حیض والی عورتیں مسلمانوں کی جماعت اور ان کی دعاؤں میں حاضر ہوتی تھیں۔ اور ان کی عید گاہ سے دور رہتی تھیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ ویعتزلن مصلاّھم کہ وہ عورتیں حائضہ عید گاہ سے الگ رہیں۔ جو لوگ عید گاہ کو مسجد قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک ان کا عید گاہ میں داخل ہونا حرام ہوگا۔ جو لوگ عید گاہ کو مسجد قرار نہیں دیتے وہ لوگ ان کو عید گاہ سے الگ رہنے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک تو ان کی حاضری سے صفوں میں خلل پڑے گا دوسرے حائضات کا طاہرات سے ان کی نماز میں اختلاط لازم آئے گا ۔ اس لئے ان کو الگ رکھا جائے۔ جمہور اسے کراہۃ تنزیہہ پر محمول کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حائضہ عورتوں کو عید گاہ میں نہ جانا چاہیئے۔ یا تو اس وجہ سے کہ عید گاہ مسجد کے حکم میں ہے اور حائضہ کا مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے یا اس وجہ سے کہ وہ نماز تو پڑھتی نہیں پھر صفوف میں انقطاع کیوں پیدا کریں۔ یہی جمہور علماء کی رائے ہے۔

باب النَّحْرِ وَالذَّبْحِ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْمُصَلّٰى

ترجمہ۔ عید گاہ میں قربانی کے دن اونٹ کا ذبح کرنا یا عام قربانی کے جانوروں کا ذبح کرنا۔

حدیث (۹۲۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْحَرُ أَوْ يَذْبَحُ بِالْمُصَلّٰى ..الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عید گاہ ہی میں اونٹ ذبح کرتے تھے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ نحر اونٹ کا ہوتا ہے اور ذبح دوسرے جانوروں کا اور باب کی غرض یہ ہے کہ نحر الاہل وذبح غیر الاہل عید گاہ میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد کرنا چاہیئے جمہور فقہا کا یہی مذہب ہے اور اس کی اوّلیت کے قائل ہیں اور اس کی بہت سی مصالح ہیں۔ ایک تو شعائر اسلام کا اظہار ہے۔ دوسرے اس میں نفع فقراء ہے۔ اس طور پر کہ جب عید گاہ میں قربانی ہوگی تو ظاہر ہے کہ کوئی سارا گوشت تو لے جا نہیں سکتا لہذا جو بچے گا وہ فقراء کا ہوگا۔ اور پھر راستہ میں مانگنے والے مانگ لیں گے۔ اور اگر گھر میں ذبح کرے گا تو

پہلے ہی سے کواڑ اور زنجیر لگادے گا۔ مگر فی زمانہ خاص ہندوستان میں بعض مجبوریوں کی بنا پر گھر میں ذبح کرنے کو ترجیح ہے۔ اب یہاں امام بخاریؒ پر اشکال کیا جا سکتا ہے کہ باب میں نحر اور ذبح دونوں کا ذکر ہے۔ اور روایت میں ینحر او یذبح شک کے ساتھ ہے پھر ترجمہ کیسے ثابت ہوا۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ او شک کے لئے نہیں تنویع کے لئے ہے۔ یعنی اگر اونٹ ہوتا نحر فرماتے اگر غیر اونٹ ہوتا تو ذبح فرماتے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ صفحہ ۸۸۸ پر یہی روایت کتاب الاضاحی میں آرہی ہے۔ وہاں او کی جائے واؤ ہے لہٰذا وہ دلیل ہے اس بات کی کہ او بمعنے واؤ ہے۔

باب كَلَامِ الْإِمَامِ وَالنَّاسِ فِيْ خُطْبَةِ الْعِيْدِ وَإِذَا سُئِلَ الْإِمَامُ عَنْ شَيْءٍ وَّهُوَ يَخْطُبُ۔

ترجمہ۔ عید کے خطبہ میں امام اور لوگوں کا کلام کرنا۔ اور جب امام سے کسی چیز کے متعلق پوچھا جائے جبکہ وہ خطبہ پڑھ رہا ہو۔

حدیث (۹۲۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ اَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَّسَكَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَتِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ فَقَامَ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ اَنْ اَخْرُجَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَعَرَفْتُ اَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ فَتَعَجَّلْتُ وَاَكَلْتُ وَاَطْعَمْتُ اَهْلِيْ وَجِيْرَانِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ قَالَ فَاِنَّ عِنْدِيْ عَنَاقًا جَذْعَةً لَّهِيَ خَيْرٌ مِّنْ شَاتَيْ لَحْمٍ فَهَلْ تَجْزِيْ عَنِّيْ قَالَ نَعَمْ وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ .. الحديث..

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن نماز کے بعد ہمیں خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ جس نے ہماری نماز پڑھی اور ہماری قربانی جیسی قربانی دی تو ہماری قربانی کو پہنچ گیا۔ اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو یہ گوشت کی بکری ہے۔ حضرت ابو بردہ بن نیارؓ اٹھے انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ میں نے نماز کی طرف نکلنے سے پہلے قربانی کرلی اور میں یہ سمجھا کہ آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے اسلئے میں نے جلدی کی خود کھایا گھر والوں اور ہمسائیوں کو کھلایا جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو گوشت کی بکری ہے قربانی نہیں ہے۔ میں نے عرض کی میرے پاس ایک بزغالہ ہے جو دو بکریوں کے گوشت سے بہتر ہے پس کیا وہ مجھے کافی ہوگا فرمایا ہاں! لیکن آپ کے بعد کسی کیلئے کفایت نہیں کرے گا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ عرفت اَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ فتعجّلت الخ یعنی ظاہر نص سے میں یہ سمجھا کہ آج عید کا دن کھانے پینے کا دن ہے اور اس میں عموم ہے کسی خاص وقت کی تخصیص نہیں اسلئے میں نے جلدی قربانی ذبح کر کے خود بھی کھایا اور

اور ہمسائیوں کو بھی کھلایا۔ نص فاذاوجبت فکلوھا ہے۔(نص یہ ہے کہ جب جانور ذبح ہو کر گر پڑے تو اسے کھاؤ)۔

حدیث(۹۲۷) حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ صَلّٰی یَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ فَاَمَرَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ اَنْ يُّعِيْدَ ذِبْحَهٗ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ جِيْرَانٌ لِّيْ اِمَّا قَالَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَاِمَّا قَالَ بِهِمْ فَقْرٌ وَّاِنِّيْ ذَبَحْتُ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ وَعِنْدِيْ عَنَاقٌ لِّيْ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ فَرَخَّصَ لَهٗ فِيْهَا ...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن نماز پڑھی پھر خطبہ دیا پھر حکم دیا کہ جس شخص نے نماز سے پہلے ذبح کیا وہ اس کو لوٹائے تو انصار کا ایک آدمی کھڑا ہوا اس نے کہا یارسول اللہ میرے ہمسائے ہیں یا تو کہا کہ ان کو بھوک تھی یا کہا کہ ان کو احتیاجی لاحق تھی اس لئے میں نے نماز سے پہلے ذبح کر لیا۔ اور میرے پاس ایک بزغالہ ہے جو دو بکریوں کے گوشت سے بہتر ہے تو آپؐ نے اس میں اس کو رخصت دے دی۔

حدیث(۹۲۸) حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ ذَبَحَ وَقَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ اُخْرٰى مَكَانَهَا وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِسْمِ اللّٰہِ ... الحدیث

ترجمہ۔ حضرت جندبؓ سے مروی ہے کہ قربانی کے دن جناب نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا پھر ذبح فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کیا وہ اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرے اور جو ذبح کرے اللہ کے نام پر ذبح کرے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ امام صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر خطبہ میں کر سکتا ہے۔ اور امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ امام جس سے چاہے جو چاہے بات کر سکتا ہے۔ اور اسی طرح اگر کوئی امام سے بات کرے تو کر سکتا ہے۔ اور یہی حضرت گنگوہیؒ نے اپنی مختلف تقریرات میں ہمارا مذہب نقل کیا ہے۔ مگر مجھ کو باوجود تحقیق و تفتیش کے کہیں کوئی روایت نہیں ملی البتہ حضرت گنگوہیؒ کو حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ علامہ شامیؒ سے افقہ بتلاتے تھے۔ اور خود حضرت علامہ شامیؒ کو معاصر فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ ان کی بات ہم پر حجت نہیں۔

بَاب مَنْ خَالَفَ الطَّرِيْقَ اِذَا رَجَعَ يَوْمَ الْعِيْدِ۔

ترجمہ۔ جبکہ عید کے دن واپس لوٹے تو راستہ بدل لے۔

حدیث(۹۲۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ (الخ) عَنْ جَابِرٍ قَالَ

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ تَابَعَهُ يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ فُلَيْحٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَحَدِيثُ جَابِرٍ أَصَحُّ ...الحديث...

عید کا دن ہو تا تھا تو راستہ بدل لیتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ لیکن حضرت جابرؓ کی روایت زیادہ صحیح ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں بیس سے زیادہ مصالح مخالفة الطريق في يوم العيد کی بیان فرمائی ہیں۔ من جملہ ان کے اظہار شوکت المسلمین اور دونوں طرف کے لوگوں سے ملاقات اور دونوں راستوں کا شہادت دینا بھی ہے۔ تا بعه یونس الخ یہاں اس عبارت میں گڑبڑ ہے۔ اور صحیح حاشیہ کا نسخہ ہے۔ متن کے نسخہ میں متابعة ہی نہیں بنتی۔ اصل عبارت یوں ہو گی۔ تابعه یونس بن محمد عن فلیح وقال محمد بن الصلت عن فلیح عن سعید عن ابی ہریرةؓ وحدیث جابر اصح اب حدیث جابر اصح کہنا صحیح ہوا۔ اس لئے کہ اس کا متابع موجود ہے۔ اور ابو ہریرہؓ کی روایت کا کوئی متابع نہیں۔

بَابُ إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ۔

ترجمہ۔ جب کسی سے عید کی نماز فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت پڑھے۔

وَكَذَلِكَ النِّسَاءُ وَمَنْ كَانَ فِي الْبُيُوتِ وَالْقُرَى لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ هَذَا عِيدُنَا يَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَأَمَرَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ مَوْلَاهُ ابْنَ أَبِي عُتْبَةَ بِالزَّاوِيَةِ فَجَمَعَ أَهْلَهُ وَبَنِيهِ وَصَلَّى كَصَلَاةِ أَهْلِ الْمِصْرِ وَتَكْبِيرِهِمْ وَقَالَ عِكْرِمَةُ أَهْلُ السَّوَادِ يَجْتَمِعُونَ فِي الْعِيدِ يُصَلُّونَ رَكْعَتَيْنِ كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ .. الحديث...

ترجمہ۔ اور اسی طرح عورتیں اور وہ لوگ جو گھروں اور بستیوں میں رہتے ہیں وہ بھی دو رکعت پڑھیں کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے اے اہل اسلام یہ ہمارا عید کا دن ہے اور انس بن مالکؓ زاویہ میں اپنے غلام ابن ابی عتبہ کو حکم دیتے تھے وہ ان کے گھر والوں ان کے بیٹوں سب کو جمع کرتا اور شہر والوں کی نماز کی طرح نماز پڑھتے تھے۔ اور ان جیسی تکبیر کہتے تھے اور حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ دیہاتی لوگ عید میں جمع ہوتے اور جیسے امام کرتا ہے یہ بھی اس کی طرح دو رکعت پڑھتے اور عطاؒ فرماتے ہیں کہ جب عید کی نماز فوت ہو جائے تو دو رکعت پڑھے

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ اذا فاتته العيد يصلی رکعتین صفحہ ۲۵/۱۳۴ یعنی جب کسی سے عید نماز فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت پڑھ لے۔ احنافؒ کے نزدیک یہ قضاء نہیں ہے بلکہ بطور استحباب اور نفل کے دو رکعت پڑھ لے۔ باقی حضرت انس بن مالکؓ نے جو زاویہ مقام میں اپنے اہل عیال اور بیٹوں کو جمع کر کے شہریوں کی طرح عید کی نماز پڑھی اور ان کی طرح تکبیرات تشریق بھی کہیں

تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فنا بصرہ میں رہتے تھے۔ زاویہ بصرہ کے نواح ہی میں واقع تھا۔ جو لوگ شہر کے متعدد مقامات پر عید کی نماز پڑھنے کو جائز کہتے ہیں حضرت انسؓ کا اثر ان کی حجت و دلیل ہے اور عطا تابعی کا قول کہ جس سے نماز عید فوت ہو جائے وہ دو رکعت پڑھ لے یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے جو احنافؒ پر حجت نہیں ہو سکتا۔ اور عکرمہ کا قول کہ دیہات والے عید کے دن جمع ہو کر امام کی طرح دو رکعت پڑھیں یہ بھی تابعی کا اجتہاد ہے۔ جس کا تسلیم کرنا واجب نہیں ہے۔

حدیث (۹۳۰) حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ (الخ/ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ اَبَا بَکْرٍؓ دَخَلَ عَلَیْهَا جَارِیَتَانِ فِیْ اَیَّامِ مِنًی تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَالنَّبِیُّ ﷺ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهٖ فَانْتَهَرَهُمَا اَبُوْ بَکْرٍؓ فَکَشَفَ النَّبِیُّ ﷺ عَنْ وَّجْهِهٖ فَقَالَ دَعْهُمَا یَا اَبَا بَکْرٍ فَاِنَّهَا اَیَّامُ عِیْدٍ وَّتِلْکَ الْاَیَّامُ اَیَّامُ مِنًی وَقَالَتْ عَائِشَةُؓ رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَسْتُرُنِیْ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَی الْحَبَشَةِ وَهُمْ یَلْعَبُوْنَ فِی الْمَسْجِدِ فَزَجَرَهُمْ عُمَرُ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ دَعْهُمْ اَمْنًا بَنِیْ اَرْفِدَةَ یَعْنِیْ مِنَ الْاَمْنِ ..... الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ ان کے پاس اس وقت تشریف لائے جبکہ دو لڑکیاں ایام منیٰ میں ان کے پاس دف بجا رہی تھیں۔ اور دف کو پیٹتی تھیں اور جناب نبی اکرم ﷺ اپنے کپڑے ڈھانپے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو ڈانٹا حضرت نبی اکرم ﷺ نے اپنے چہرۂ انور سے کپڑا ہٹا کے فرمایا اے ابو بکرؓ ان بچیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو کیونکہ یہ عید کے دن ہیں اور یہ منیٰ کے دن ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ مجھے چھپائے ہوئے تھے اور میں حبشیوں کو دیکھ رہی تھی جبکہ وہ مسجد میں کھیل رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو ڈانٹا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو اے بنی ارفدہ۔ امنًا امن سے مشتق ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ فانها ایام عید ا تلک الایّام ایام منی صفحہ ۱۳۵ / ۴ اس روایت کے عموم سے استدلال کرنا کہ عید سب کے لئے ہے۔ عورت۔ مرد۔ شہری۔ دیہاتی تو نماز بھی سب کے لئے ہو گی۔ اس میں کسی قوم کی تخصیص نہیں ہے۔ تو یہ احتجاج بھی واجب التسلیم نہیں ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں لاجمعة ولا تشریق الافی مصر جامع یہ صحابی کا قول ہے۔ تابعی کا قول صحابی کے قول کا معارضہ نہیں کر سکتا۔

من الامن صفحہ ۱۳۵ / ۵ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے بنو ارفدہ ان کو امن کی حالت میں چھوڑ دو تو یہ امنًا امن سے ہے امان سے ماخوذ نہیں ہے جس کا کفار پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں عید کی خوشیاں سب کو شامل ہو جائیں گی۔ خواہ وہ کافر اور مشرک کیوں نہ ہوں بلکہ یہ امن سے ماخوذ ہے جس سے مقصد یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو حبشیوں کو ڈانٹ ڈپٹ کی تھی اس کا ازالہ کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ ان کو امن کی حالت میں چھوڑ دو۔ جو کچھ کر رہے ہیں کرنے دو ڈراؤ دھمکاؤ نہیں۔ اے بنو ارفدہ امن کے ساتھ کھیلتے رہو

اور ممکن ہے اس لفظ سے ترجمۃ الباب کی طرف اشارہ ہو کہ جو سرور بنی ارفدہ کو شامل ہے جو حبشی غلام ہیں تو پھر یہ حکم آزاد مسلمان عورتوں اور بچوں سب کو شامل ہوگا۔ واللہ اعلم۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں پر دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ بعض کی نماز عید فوت ہو جائے اور جماعت میں شریک نہ ہو سکے تو حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک صلوۃ العید مردوں۔ عورتوں۔ آزاد۔ غلام سب کے حق میں ہے۔ لہٰذا جو لوگ کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکیں وہ دوسرے دن پڑھیں اور عورتیں اپنے گھروں میں دو رکعت پڑھیں۔ مرد جہراً تکبیر پڑھیں اور عورتیں سراً۔ یہی امام بخاریؒ کا میلان معلوم ہوتا ہے۔ اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ نماز عید کے لئے نماز جمعہ کی طرح مخصوص شرائط ہیں۔ اگر کوئی رہ جائے تو امام مالکؒ کے نزدیک دو رکعت عید کی طرح تکبیرات کے ساتھ پڑھے اور امام احمدؒ کے نزدیک دو یا چار رکعات پڑھے۔ اور امام صاحبؒ کے یہاں چار رکعت مثل ظہر کے پڑھے۔ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر سب ہی کی نماز فوت ہو جائے اور پہلے دن نہ ہو سکے اس مسئلہ سے امام بخاریؒ نے تعرض نہیں کیا ہے۔ اس سے امام ابو داؤدؒ نے تعرض کیا ہے اور ترجمہ قائم کیا ہے۔ باب اذا لم یخرج الامام للعید من یومہ یخرج من الغد کہ اگر امام پہلے دن کسی وجہ سے عید کے لئے نہ نکل سکے تو دوسرے دن نکلے۔ حنابلہؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگلے دن قضا کی جائے گی اس کے بعد نہیں۔ دلیل حدیث ابو داؤد کی ہے جو ابھی ذکر کی گئی۔ اور بقر عید کی نماز بارہ تاریخ تک ہے۔ اس لئے کہ یہ صلوۃ الاضحیٰ کہلاتی ہے اور اضحیٰ یعنی قربانی بارہ تک ہوتی ہے۔ تو نماز بھی بارہ تک ہوگی۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر بعد الزوال قبل المغرب ثبوت ہوا تو قضا نہیں ہے اور اگر اگلے دن کی رات میں بعد المغرب الی الصبح ثبوت ہوا تو دوسرے دن قضا کی جائے گی اسلئے اگر بعد الزوال قبل المغرب ثبوت ہوا تو چاند کل کا ہے۔ اور نوافل کی قضا نہیں۔ اور اگلے دن کی رات میں بعد الغروب ثبوت ہوا ہے تو اس دن کا چاند ہوگا۔ اور دوسرے دن عید کی نماز پڑھی جائے گی۔

بَابُ الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْعِيْدِ وَبَعْدَهَا

وَقَالَ اَبُوْ يَعْلٰى سَمِعْتُ سَعِيْدًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ كَرِهَ الصَّلٰوةَ قَبْلَ الْعِيْدِ

ترجمہ۔ عید سے پہلے اور عید کے بعد نماز پڑھنا کیسا ہے ابو الیعلی کہتے ہیں کہ میں نے سعید سے سنا وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ عید سے پہلے نماز کو مکروہ کہتے تھے۔

حدیث (۹۳۱) حَدَّثَنَا اَبُوْ الْوَلِيْدِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا وَمَعَهُ بِلَالٌ۔۔۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ عید الفطر کے دن باہر تشریف لائے دو رکعت نماز عید پڑھی۔ لیکن اس سے پہلے اور اس کے بعد کچھ نہیں پڑھا آپؐ کے ہمراہ حضرت بلالؓ بھی تھے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ عیدگاہ کے اندر عید کی نماز سے پہلے اور بعد میں نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔ لیکن دوسرے مقام پر عید کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا مکروہ نہیں۔ حدیث سے جو ممانعت قبل اور بعد معلوم ہوتی ہے وہ عیدگاہ کے اندر ہے۔ دوسرے مقام پر بعد ادائیگی صلوٰۃ عید کراہت نہیں ہے۔ یہی احنافؒ کا مسلک ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ عید کے دن حنابلہؒ کے یہاں قبل الصلوٰۃ نوافل مطلقاً مکروہ ہیں۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک گھر پر جائز ہے۔ اور عیدگاہ میں مکروہ ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف امام کے لئے مکروہ ہے۔ اور مقتدی جہاں کہیں بھی ہو پڑھ سکتا ہے۔ اور حنفیہؒ کے یہاں عیدگاہ میں قبل الصلوٰۃ اور بعد الصلوٰۃ مطلقاً مکروہ ہے اور گھر پر صلوٰۃ عید سے پہلے تو مکروہ ہے اور بعد میں پڑھ سکتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَبْوَابُ الْوِتْرِ

بَاب مَاجَآءَ فِی الْوِتْرِ

ترجمہ۔ وتر کے بارے میں جو کچھ وارد ہے

حدیث (۹۳۲) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرؓ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ عَنْ صَلٰوۃِ اللَّیْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ صَلٰوۃُ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی فَاِذَا خَشِیَ اَحَدُکُمُ الصُّبْحَ صَلّٰی رَکْعَۃً وَّاحِدَۃً تُوْتِرُ لَہٗ مَاقَدْ صَلّٰی وَعَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرؓ کَانَ یُسَلِّمُ بَیْنَ الرَّکْعَۃِ وَالرَّکْعَتَیْنِ فِی الْوِتْرِ حَتّٰی یَاْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِہٖ ..... الحدیث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے جناب نبی اکرم ﷺ سے رات کی نماز کے متعلق سوال کیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ جب تم میں سے کسی کو صبح ہونے کا خوف ہو تو ایک رکعت نماز پڑھ کر جو کچھ نماز پڑھ چکا ہے اسے وتر بنا لے حضرت نافع فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ وتر کی ایک اور دو رکعت کے درمیان سلام پھیرتے تھے۔ حتی کہ اپنی بعض ضرورت کا بھی حکم فرماتے تھے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ صلی رکعة واحدة الخ صفحہ ۱۳۵/۱۱ اس حدیث ابن عمرؓ میں ہے کہ یہ ایک رکعة ماصلی کو وتر بنادے گی۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں یہ ایک رکعت جو پہلی دو رکعت کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔ تو اس طرح تین رکعت وتر کی نماز بن جائے گی لیکن حق بات یہ ہے کہ وتر دراصل ایک رکعت تھے جو بعد میں نهى رسول الله ﷺ عن البتيراء ان يصلى الرجل بواحدة لوتر بها کہ آپؐ نے ایک رکعت نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ اس حدیث سے وتر رکعۃ واحدہ منسوخ ہو گیا لہذا ضروری نہیں ہے کہ جمیع روایات وحدت کو تین رکعات بنایا جائے۔ صحیح صورت یہی ہے کہ وتر ایک رکعت منسوخ ہیں۔ اور حدیث بتیراء ناسخ ہے۔ اس پر حمل کرنے سے پھر کسی تکلیف کی ضرورت نہیں رہتی۔ لہذا اسے مان لینا چاہئیے۔ ایتا ر بوا حدا اوّلاً تھا جو بعد میں نهى عن البتيراء کی حدیث سے منسوخ ہوا۔ ان عبدالله بن عمرؓ كان يسلم بين الركعة والركعتين صفحہ ۱۳۵/۱۳ کہ ابن عمرؓ وتر تین رکعت تو پڑھتے تھے لیکن دو رکعت کے بعد سلام پھیر لیتے۔ بعد ازاں ایک رکعت اور پڑھتے۔ گویا ثلث ركعات بتسلمتين دو سلاموں کے ساتھ تین رکعات پڑھتے تھے۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی کا اجتہاد ہے جو نص صریح کے مقابلہ میں قبول نہیں ہو گا۔ وہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ان النبى ﷺ لا يسلم فى ركعتى الوتر (الحديث) کہ وتر کی دو رکعات میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ اور حدیث ابن عمرؓ پر حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے ان کے باپ عمرؓ افقہ تھے۔ كان ينهض فى الثالثة بالتكبير کہ وتر کی تیسری رکعت کیلئے تکبیر کہہ کر اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کو دفن کرنے کے بعد حضرت عمرؓ نے تین رکعات نماز وتر پڑھی اور لوگوں نے بھی تین رکعات وتر پڑھے۔

حدیث (۹۳۳) حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَؓ وَهِىَ خَالَتُهُ فَاضْطَجَعْتُ فِىْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَاَهْلُهُ فِىْ طُوْلِهَا فَنَامَ حَتّٰى انْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْهُ فَاسْتَيْقَظَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَرَاَ عَشْرَ اٰيَاتٍ مِنْ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِلٰى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّىْ فَصَنَعْتُ مِثْلَهٗ وَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَاْسِىْ وَاَخَذَ بِاُذُنِىْ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ میمونہؓ کے پاس بسر کی میں تو سرہانے کے چوڑان میں لیٹ گیا۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے گھر والے اس کی لمبائی میں لیٹ گئے پس حضور انور ﷺ سو گئے یہاں تک کہ جب آدھی رات ہو گئی یا اس کے قریب ہوا تو حضور اقدس ﷺ نیند کو اپنے چہرہ سے پونچھتے ہوئے بیدار ہوئے۔ پھر آل عمران کی دس آیات پڑھیں پھر ایک پرانا مشکیزہ جو لٹکا ہوا تھا اس کی طرف تشریف لے گئے وضو فرمایا اور اچھی طرح وضو فرمایا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے میں نے بھی اسی طرح کیا جس طرح آپؐ نے کیا تھا اور میں

يَفْتِلُهَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ ..الحديث ...

آپؐ کے پہلو میں جا کر کھڑا ہو گیا تو آپؐ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے کان کو پکڑ کر مروڑا پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعت پھر دو رکعت پھر دو رکعت پھر دو رکعت پڑھی پھر دو رکعت اور ادا فرمائیں۔ پھر وتر پڑھے اور اس وقت تک لیٹے رہے جبکہ مؤذن نے آکر آپؐ کو اطلاع دی آپؐ کھڑے ہوئے دو رکعت پڑھی پھر باہر آکر صبح کی نماز پڑھی۔

حدیث (۹۳۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الخ/ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَنْصَرِفَ فَارْكَعْ رَكْعَةً تُوْتِرُلَكَ مَاصَلَّيْتُ قَالَ الْقَاسِمُ وَرَاَيْنَا اُنَاسًا مُنْذُ اَدْرَكْنَا يُوْتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ وَّاِنَّ كُلًّا لَوَاسِعٌ وَّاَرْجُوْا اَنْ لَّايَكُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْهُ بَاْسٌ .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رات کی نماز دو رکعت ہے۔ اور جب تو نماز سے پھرنے کا ارادہ کرے تو ایک رکعت پڑھ لے۔ جس سے ماصلت کو وتر بنا لے قاسم فرماتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو دیکھا جب سے ہم بالغ ہوئے کہ وہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ اور بے شک ہر ایک میں وسعت ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ راينا اناسا منذ ادركنا يوترون بثلاث الخ ابن عمرؓ کے بیٹے قاسم فرماتے ہیں کہ جب سے ہم لوگ بالغ ہوئے ہیں ہم نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ وتر کی تین ہی رکعات ادا کرتے ہیں۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ یہ نص صریح ہے کہ عمل اس پر جاری وساری تھا۔ جس کو ہم احناف نے اختیار کیا ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اجمع المسلمون على ان الوتر ثلثه لايسلم الافى اخرهن کہ تمام مسلمانوں نے اجماع کر لیا کہ وتر تین رکعات ہیں۔ آخری رکعت میں سلام پھیرا جائے۔

حدیث (۹۳۵) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ/ اَنَّ عَائِشَةَؓ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً كَانَتْ تِلْكَ صَلٰوتَهٗ تَعْنِيْ بِاللَّيْلِ فَيَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَايَقْرَاُ اَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهٗ وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلصَّلٰوةِ الحديث

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات پڑھا کرتے تھے۔ اور یہی آپؐ کی رات کی نماز ہوتی تھی۔ پس آپؐ اس کا ایک سجدہ اتنی دیر میں کرتے تھے جس قدر تم سے کوئی پچاس آیات پڑھ لے سر اٹھانے سے پہلے اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت پڑھتے تھے پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ مؤذن آپؐ کو نماز کی اطلاع آکر دیتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وتر میں سترہ مسئلے مختلف فیہ ہیں جو بخاری میں آتے رہیں گے میں بیان کرتا رہوں گا۔ سب سے اوّل مسئلہ حکم الوتر ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے اور بقیہ ائمہ کے یہاں سنت ہے امام بخاریؒ نے ابو اب الوتر کو ابو اب التطوع اور ابو اب التھجد سب سے الگ باندھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ نماز اور نوافل کی طرح نہیں ہے بلکہ الگ نماز ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام بخاریؒ باب الوتر علی الدابة منعقد نہ فرماتے تو میں یہ کہہ دیتا کہ امام بخاریؒ وجوب وتر کے قائل ہیں۔ احنافؒ جواب دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ امام بخاریؒ قول بالوجوب کے ساتھ جو از علی الدابة فی السفر کے قائل ہوں۔ باب ماجاء فی الوتر امام بخاریؒ نے حکم الوتر کا کوئی باب نہیں باندھا البتہ عدد وتر کا باندھا ہے۔ وتر احنافؒ کے یہاں تین رکعات ایک سلام کے ساتھ ہیں۔ اور مالکیہ کے یہاں ایک رکعت مستقل ہے۔ مگر اس سے پہلے شفع ضروری ہے ورنہ کراہت ہوگی۔ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک وتر دو قسم ہیں۔ ایک مفصول دوسرا موصول مفصول تو یہی کہ ایک رکعت پڑھے یا پہلے سے نوافل پڑھ رہا تھا اخیر میں ایک رکعت بالاستقلال پڑھ لے۔ اور موصول کی تفصیل میں مختلف اقوال ہیں۔

شافعیہ کے یہاں ادنی الکمال تین رکعات پھر پانچ۔ سات۔ نو۔ گیارہ رکعات ہیں۔ اب ان شفعات میں یا تو ہر شفعہ پر سلام پھیرے یا پڑھتا رہے۔ اور اخیر میں سلام پھیرے۔ اور حنابلہ کے یہاں اگر پانچ ہیں تو آخیر میں بیٹھے۔ اور سات اور نو میں دوبار بیٹھے۔ اور آخیر میں سلام پھیرے۔ اور تین اور گیارہ میں ہر شفعہ پر سلام پھیرے۔ حتی یأمر بحاجته اس سے مالکیہؒ نے استدلال کیا ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ ان کا اپنا فعل ہے جب حسن بصریؒ سے ان کا فعل نقل کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ کان ابوہ لایسلم وکان افقه کہ ان کے باپ سلام نہیں پھیرتے تھے۔ اور وہ زیادہ فقیہ تھے۔ ورأینا اناسا الخ یہ تو ان کی جماعت کا طور و طریقہ تھا۔ اور آگے قاسم کی رائے ہے۔ اب خود ہی فیصلہ کر لو۔ ابن ابی شیبہؒ نے حسن بصریؒ سے اجماع نقل کیا ہے اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلث لایسلم الافی آخرھن ۔ کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں۔ اور سلام ان کے آخر میں ہی ہونا چاہئیے۔ فیسجد السجدة الخ یہ سجدہ یا تو صلوتیہ ہوتا تھا مگر بعض خاص اوقات میں مخصوص تجلیات کی بنا پر اطالة ہو جاتی تھی۔ یا سجدہ صلوتیہ نہ تھا۔ اس صورت میں سجدہ شکر و مناجات کے قائلین اس سے استدلال کرتے ہیں ۔ حنفیہ جو سجدہ مناجات کے قائل نہیں وہ اس کی تقدیر پر یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ سجدہ تلاوت ہوتا تھا۔ اور سجدہ تلاوت میں جتنی دیر چاہے دعائیں پڑھتا رہے۔ اگر تم میں سے کوئی اس اختلاف کی جزئیات دیکھنا چاہے تو اوجز کی کتاب الوتر میں دیکھ لے۔

باذنی یفتلها کان مروڑنا یا تو تنبیہ کے لئے تھا یا نیند سے بیدار کرنے کے لئے۔ عبد الرحمٰن بن قاسم یہ قاسم بن محمد بن ابی بکر ہیں جو افقہ زمانہ تھے یہ کہتے ہیں کہ جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے صحابہ کو تین وتر پڑھتے دیکھا یعنی اکثریت تین وتر پڑھنے والوں کی تھی۔ فیسجد السجدة اس کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ سجدہ اتنا طویل ہوتا تھا کہ آدمی پچاس آیتیں پڑھ لے۔ اس میں نماز کے سارے سجدے داخل ہوں گے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ نماز کے بعد کا سجدہ شکر مراد ہے۔ اس صورت میں کوئی سجدہ داخل نہ ہوگا۔

باب سَاعَاتِ الْوِتْرِ

ترجمہ۔ وتر کے اوقات

قَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ اَوْصَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْوِتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی وصیت فرمائی۔

حدیث (۹۳۶) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ قُلْتُ لِاِبْنِ عُمَرَ اَرَاَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ اُطِيْلُ فِيْهِمَا الْقِرَاءَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ وَّيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ وَكَانَ الْاَذَانَ بِاُذُنَيْهِ قَالَ حَمَّادٌ اَيْ بِسُرْعَةٍ الحديث....

ترجمہ۔ انس بن سیرین فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ مجھے بتلایئے صبح کی نماز سے پہلے جو دو رکعتیں ہیں میں ان میں قرأت لمبی کر سکتا ہوں تو انہوں نے فرمایا جناب نبی اکرم ﷺ رات کو دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور ایک رکعت کے ساتھ وتر بناتے اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت اس طرح پڑھتے تھے گویا اذان ان کے کانوں میں ہے۔ حماد کہتے ہیں کہ اس سے مراد جلدی ہے کہ رکعتیں جلدی پڑھتے تھے۔

حدیث (۹۳۷) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُلَّ اللَّيْلِ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَانْتَهٰى وِتْرُهٗ اِلَى السَّحَرِ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رات کے ہر حصہ میں جناب رسول اللہ ﷺ نے وتر پڑھے ہیں۔ اور آپؐ کا وتر سحور تک پہنچتا تھا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ قالت کل اللیل اوتر رسول اللہ الخ روایت میں مطلق لیل کا لفظ وارد ہوا ہے۔ اور یہ بھی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ سحری کے وقت وتر پڑھتے تھے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کو حکم دیا کہ تم طالب علم ہو نیند سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔ تو تینوں روایات سے ثابت ہوا کہ رات کی ہر گھڑی میں اسے پڑھا جا سکتا ہے۔ لیکن جب حکم دیا کہ فرائض ادا کرنے کے بعد رات کی آخری نماز وتر ہو تو فرائض عشاء سے ان کو مقدم نہ کیا جائے۔ کیونکہ عشاء کے بعد سے وتر کا وقت شروع ہو کر انتہائے سحر تک پہنچتا ہے۔ اس طرح سب احادیث پر عمل ہو جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض علماء نے بیان فرمایا ہے اوّلاً عادت شریفہ یہ تھی کہ رات کے جس حصہ میں چاہتے وتر پڑھتے مگر پھر آخیر میں آخر حصہ میں پڑھنے لگے۔ وقد اوردوا انتھی وترہ الی السحر اس سے بظاہر ابہام ہوتا تھا کہ اور اوقات منسوخ ہو گئے اسلئے ساعات الوتر کا باب باندھ کر تنبیہ فرمادی کہ صرف ایک ساعۃ نہیں بلکہ ساعات اس کے اوقات ہیں۔ اوصانی النبی ﷺ کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ تعلیم و تعلم میں مشغول رہتے تھے اسلئے ان کو وتر قبل النوم کی وصیت فرمائی۔ اور یہی معمول حضرت ابو بکر صدیقؓ کا تھا

کان الاذان باذنیہ یہاں پر بعض حضرات نے اذان سے اقامت مراد لی ہے۔ یعنی اتنی عجلت فرماتے تھے کہ گویا اقامت ہو رہی ہے اور جلدی فرما رہے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ اذان حقیقی مراد ہو۔ اور مطلب یہ ہے کہ عین اذان کے ساتھ شروع فرماتے تھے۔

بَاب اِیْقَاظِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْوِتْرِ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم ﷺ کا وتر کیلئے اپنے گھر والوں کو جگانا

حدیث (۹۳۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّیْ وَاَنَا رَاقِدَۃٌ مُعْتَرِضَۃٌ عَلٰی فِرَاشِہٖ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یُّوْتِرَ اَیْقَظَنِیْ فَاَوْتَرْتُ الحدیث . . .

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ رات کو نماز پڑھتے تھے اور میں چوڑان میں لیٹی ہوئی ان کے بستر پر نیند کرنے والی ہوتی تھی۔ جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو مجھے جگا دیتے میں بھی وتر پڑھ لیتی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ایقظنی فاوترت صفحہ ۱۳۶ / ۵ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ رات کو وتر ادا کرنے کا ارادہ فرماتے تو مجھے بیدار کرتے تو میں بھی وتر نماز ادا کرتی تھی۔ تو آپؐ کا ہمیشہ وتر پڑھنے کے لئے بیدار کرنا اور اس کے لئے تاکید احکم فرمانا جو نوافل میں نہیں ہوتا یہ وجوب کی علامت ہے۔ ابو محمد صحابیؓ کا قول آرہا ہے ان الوتر واجب اور امام بخاریؒ کا تہجد اور نوافل سے الگ وتر کا ترجمہ رکھنا بھی اس کے وجوب کی دلیل ہے۔ اور سواری پر سفر میں وتر ادا کرنا بقول ابن عباسؓ وابن عمرؓ کے وتر سفر میں ادا کرنا سنت ہو جاتا ہے۔ شاید اسی بنا پر ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ بھی وتر کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ اگر وتر واجب نہ ہوتے تو پھر وتر کیلئے کیوں جگاتے تہجد کے لئے کیوں نہ جگاتے تھے۔

بَاب لِیَجْعَلْ اٰخِرَ صَلٰوتِہٖ وِتْرًا

ترجمہ۔ رات کی آخری نماز وتر کو بنالے

حدیث (۹۳۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِکُمْ بِاللَّیْلِ وِتْرًا . . الحدیث . . . .

ترجمہ۔ رات کے وقت اپنی آخری نماز وتر کو بنالو

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حدیث پاک میں اجعلوا اخر صلوتکم باللیل وترا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس میں تھوڑا سا تغیر کر کے اپنا ترجمہ بنادیا۔ اس حدیث کی وجہ سے اسحٰق بن راہویہ کا مذہب یہ ہے کہ وتر بالکل آخر میں ہونے چاہئیں اگر کسی نے اوّلاً وتر پڑھے

اور پھر رات کو جاگ کر تہجد کی نماز پڑھ لی تو وہ وتر باطل ہو گئے دوبارہ پڑھے۔ امام ابو داؤدؒ نے اس پر ردّ کرنے کے لئے نقض الوتر کا باب باندھا ہے۔ اور لا وتر ان فی لیلۃ والی روایت ذکر فرمائی ہے۔ جمہور کے نزدیک اجعلوا کا امر استحباب کے لئے ہے۔ میرے والد صاحبؒ نے حضرت گنگوہیؒ سے نقل فرما کر ایک اور توجیہ فرمائی وہ یہ ہے کہ ہم نے تسلیم کر لیا کہ امر ایجابی ہے مگر یہاں صلوۃ سے مراد نوافل نہیں ہیں۔ بلکہ فرائض اللیل ہیں۔ اور وہ مغرب وعشاء ہے۔ تو اب مطلب یہ ہو گا کہ وتر عشاء کے بعد پڑھو۔ یعنی وتر کا ابتدائی وقت بیان فرمایا کہ عشاء سے پہلے وتر نہ ہوں گے۔ لہٰذا امر کا صیغہ وجوب کے لئے ہی رہے گا۔ اور حدیث بالکل صاف ہو جائے گی۔ نیز! یہ حدیث فقہاء کی اس مسئلہ میں دلیل بن گئی کہ اگر کسی وجہ سے عشاء کی نماز دھرائی جائے تو وتر بھی دہرائے جائیں گے۔

بابُ الْوِتْرِ عَلَى الدَّآبَّةِ ترجمہ۔ جانور پر وتر ادا کرنا

حدیث (۹۴۰) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ الخ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَّارٍ اَنَّهُ قَالَ كُنْتُ اَسِيْرُ مَعَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ فَقَالَ سَعِيْدٌ فَلَمَّا خَشِيْتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَاَوْتَرْتُ ثُمَّ لَحِقْتُهُ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَيْنَ كُنْتَ فَقُلْتُ خَشِيْتُ الصُّبْحَ فَنَزَلْتُ فَاَوْتَرْتُ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ اَلَيْسَ لَكَ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فَقُلْتُ بَلٰى وَاللّٰهِ قَالَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ عَلَى الْبَعِيْرِ ....

ترجمہ۔ حضرت سعید بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ہمراہ مکہ کے راستہ میں چل رہا تھا سعید فرماتے ہیں جب مجھے صبح ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہوا تو میں سواری سے اترا اور وتر پڑھ کر ان سے جا ملا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے میرے سے پوچھا تم کہاں تھے میں نے کہا صبح ہونے کا اندیشہ ہوا تو میں نے اتر کر وتر پڑھ لئے۔ جس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات میں تمہارے لئے اچھا نمونہ نہیں ہے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم کیوں نہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ بے شک جناب رسول اللہ ﷺ اونٹ پر وتر پڑھتے تھے۔

تشریح قطب گنگوہیؒ۔ کان یوتر علی البعیر کہ آنحضرت ﷺ وتر کو اونٹ کی پیٹھ پر پڑھتے تھے۔ علماء احناف کے نزدیک یہ ضرورت پر محمول ہے۔ جیسے فرض نماز کو ہلاکت کے خوف سے خواہ وہ دشمن کی وجہ سے ہو یا کسی درندے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے ہو الدابۃ پر ادا کرنا جائز ہے۔ تو وتر کو بھی اسی حالت ضرر پر محمول کیا جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ وہ باب ہے جس کی وجہ سے حافظؒ نے امام بخاریؒ کے عدم القول بالوجوب کا تعلل فرمایا ہے۔ کان یوتر علی البعیر یہ ابتداء پر محمول ہے اور ایجاب سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ان اللہ امدکم بصلوۃ وھی الوتر یہ الف ولام عہد کا ہے۔ اس سے وہی وتر مراد ہے جو پہلے پڑھی جاتی تھی۔ امداد وزیادت کے درجہ میں

نہیں آئی تھی۔ اس باب کے متعلق حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ احناف کے خلاف ہے۔ ورنہ تمام ابواب احنافؒ کے موافق ہیں۔ ہماری طرف سے اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہ باب ہمارے خلاف نہیں۔ بلکہ ہمارے نزدیک بھی زلہ یعنی پھسلن کی صورت میں دابہ پر وتر جائز ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ وتر کے وجوب سے قبل کا ہے۔ یہ باب ان لوگوں کے لئے مؤید ہے جو وتر کو سنت کہتے ہیں کیونکہ احناف کے یہاں بغیر عذر کے دابہ پر ادا نہیں کیا جاسکتا اور بہت ممکن ہے کہ امام بخاریؒ وتر کو واجب مانتے ہوئے اسے دابہ پر ادا کرنے کے قائل ہوں کیونکہ امام بخاری کے لئے یہ کمزوری نہیں کہ وہ جمیع جزیات میں احناف کے ساتھ اتفاق کریں۔ اور خود شوافعؒ کے یہاں ایک واجب کو دابہ پر ادا کر سکتے ہیں وہ یہ کہ اگر راکب رکوب کی حالت میں سجدہ تلاوت سنے تو وہ دابہ پر سجدہ کر سکتا ہے۔

بَاب الْوِتْرِ فِي السَّفَرِ

ترجمہ۔ سفر میں وتر ادا کرنا

حدیث (۹۴۱) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ يُومِئُ إِيمَاءً صَلَاةَ اللَّيْلِ إِلَّا الْفَرَائِضَ وَيُوتِرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ .. الحديث

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ سفر میں اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے جدھر وہ سواری منہ کرتی تھی خوب اشارہ کرتے تھے۔ یہ رات کی نماز میں ہوتا تھا فرائض سواری پر نہیں پڑھتے تھے البتہ وتر سواری پر پڑھتے تھے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ضحاک بن مخلد وغیرہ وتر فی السفر کے قائل نہیں۔ ان پر ردّ فرما رہے ہیں۔ اور بقیہ ائمہ بالاتفاق قائل ہیں۔

بَاب الْقُنُوتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ وَبَعْدَهُ

ترجمہ۔ دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے یا بعد میں

حدیث (۹۴۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الخ) سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ أَقَنَتَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الصُّبْحِ قَالَ نَعَمْ فَقِيلَ أَوَقَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ قَالَ بَعْدَ الرُّكُوعِ يَسِيرًا . الحديث...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا گیا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز میں دعاء قنوت پڑھتے تھے انہوں نے فرمایا ہاں پھر پوچھا گیا کہ رکوع سے پہلے فرمایا تھوڑا سا رکوع کے بعد قنوت کیا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم ﷺ نے صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی ہے آپ نے فرمایا ہاں پھر پوچھا کیا قبل الرکوع انہوں نے فرمایا بعد الرکوع۔ دراصل قنوت دو ہیں۔ ایک قنوت وتر ہے دوسرا قنوت نازلہ ہے قنوت نازلہ احناف کے نزدیک بعد الرکوع ہے جب کوئی مصیبت مسلمانوں پر نازل ہو جائے۔ حضرت انسؓ کی حدیث اسی قنوت نازلہ پر

دلالت کر رہی ہے۔ اسے منسوخ ماننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ احناف کے نزدیک اب بھی معمول بہا ہے جو آنحضرت ﷺ کا آخر حیات تک معمول رہا اور حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ قنوت قبل الرکوع ہے تو انہوں نے فرمایا بعد الرکوع اور قنوت وتر قبل الرکوع ہوتا ہے۔ چنانچہ جب ان سے مطلق قنوت کے متعلق سوال ہوا کسی وقت کی قید نہیں تھی تو انہوں نے قبل الرکوع فرمایا وہ قنوت وتر ہے۔ جو سارا سال معمول بہ رہتا ہے۔

حدیث (۹۴۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الخ) سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوْتُ قُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ أَوْ بَعْدَهٗ قَالَ قَبْلَهٗ قَالَ فَإِنَّ فُلَانًا أَخْبَرَنِيْ عَنْكَ إِنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ كَذَبَ إِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا أُرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يُّقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ زُهَاءَ سَبْعِيْنَ رَجُلًا إِلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ دُوْنَ أُولٰٓئِكَ وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَهْدٌ فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَهْرًا يَّدْعُوْا عَلَيْهِمْ ..الحدیث ....

ترجمہ۔ عاصم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے قنوت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ بے شک قنوت ہے۔ میں نے کہا رکوع سے پہلے یا بعد۔ فرمایا رکوع سے پہلے۔ عاصم نے کہا کہ مجھے فلاں شخص نے آپ کی طرف سے خبر دی کہ آپ رکوع کے بعد فرماتے ہیں فرمایا اس نے جھوٹ کہا اسلئے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مہینہ بھر بعد الرکوع قنوت کیا وہ بھی میں سمجھتا ہوں کہ قراء کی ایک جماعت جو قریبا ستر ۷۰ کے قریب تھے۔ نجد کے مشرکین کی ایک قوم کی طرف ان کو بھیجا تھا یہ وہ لوگ نہیں تھے جن پر بد دعا کی۔ بہر حال اس قوم اور جناب رسول اللہ ﷺ کے درمیان معاہدہ تھا جس کو انہوں نے توڑ کر قراء کو قتل کر دیا تو مہینہ بھر قنوت میں ان پر بد دعا کرتے رہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ جب سائل نے حضرت انسؓ سے قنوت مطلق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے قبل الرکوع فرمایا جب اس نے کہا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ آپ نے قنوت بعد الرکوع فرمایا۔ فرمایا کذب۔ پھر قنوت نازلہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ جو ایک ماہ تک پڑھی گئی۔ اور کذب کا مطلب ہے کہ جان بوجھ کر میرے مقصد سے پھیر اجا رہا ہے۔ یا یہ کہ سائل نے ان کے کلام سے یہی سمجھا تھا۔ یہ نہیں کہ اس نے جان بوجھ کر جھوٹ بولا۔ تو کذب کا اطلاق مشاکلۃ صوریہ کے طور پر ہوگا۔ حقیقی معنی میں نہیں ہوگا۔ کہ جو بات اس کے نزدیک ٹھیک تھی اس کو خلاف مراد نقل کیا گیا۔ اگرچہ اس نقل اور تعبیر میں عدم فہم اور ان کے معنی میں تدبر نہ کرنے کو دخل ہے۔ تو حضرت انسؓ کی تصریح سے معلوم ہوا قنوت فجر جو کسی عارض کی وجہ سے ہوئی تھی وہ بعد الرکوع تھی۔ اور جو قنوت دائمی ہوتی تھی وہ قنوت وتر ہے جو قبل از رکوع ہوتی تھی۔

دون اولئك صفحہ ۱۳۶/۱۸ یعنی قرأ کو قتل کرنے والے وہ لوگ نہیں جن کی طرف ان کو بھیجا گیا۔ کیونکہ وہ تو معاہد تھے۔ بلکہ ان کے علاوہ دوسرے مشرکوں نے جن سے نہ معاہدہ تھا نہ ہی قرأئی جماعت ان کی طرف بھیجی گئی تھی ان لوگوں نے ان کو قتل کیا تھا وہ رعل اور ذکوان قبیلہ کے لوگ تھے۔ جن کے خلاف آپؐ نے قنوت نازلہ پڑھی۔

حدیث (۹۴۴) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَنَتَ النَّبِيُّ ﷺ شَهْرًا يَدْعُوْا عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ ..الحديث....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مہینہ بھر دعائے قنوت نازلہ میں رعل اور ذکوان پر بددعا کرتے رہے۔

حدیث (۹۴۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الخ) عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ الْقُنُوْتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ۔ الحدیث

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ دُعائے قنوت نازلہ فجر کی نماز میں ہوتی تھی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ کان القنوت فی المغرب والفجر صفحہ ۱۳۶/۲۰ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ قنوت نازلہ فجر اور مغرب کی نماز میں پڑھی جاتی تھی۔ بلکہ ظہر عصر اور عشاء میں بھی پڑھی جاتی تھی کچھ مدت کے بعد آپؐ نے بددعا کرنا چھوڑ دیا۔ تمام نمازوں میں قنوت نازلہ منسوخ ہو گئی۔ البتہ اصل قنوت نازلہ باقی ہے۔ جب بھی کبھی مسلمان کسی مصیبت میں گرفتار ہوں تو امام قنوت نازلہ پڑھ سکتا ہے وہ بھی صرف فجر کی نماز میں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک سب نمازوں میں۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک کسی نماز میں بھی قنوت نازلہ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے قنوت کو ابواب الوتر میں ذکر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ قنوت فی الوتر کے قائل ہیں۔ جیسا کہ حنفیہ وحنابلہ فرماتے ہیں نہ کہ قنوت فی الفجر کے۔ جیسا کہ شافعیہ اور مالکیہ کی رائے ہے۔ یہ اختلاف قنوت مستقل کا ہے۔ یعنی فیما بین الائمہ اس میں اختلاف ہے کہ قنوت وتر مستقل ہیں یا قنوت فجر احناف اور حنابلہ تو قنوت وتر کے مستقل ہونے کے قائل ہیں مالکیہ اور شافعیہ قنوت فجر کے اور وتر میں مالکیہ کے قول کے موافق قنوت ہے ہی نہیں ہاں ان کے یہاں کی دوسری روایت اور شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ نصف آخر رمضان میں قنوت ہے تو اب جبکہ صرف وتر میں نصف ماہ قنوت ہے اور فجر میں پورے سال اور پھر امام بخاریؒ نے قنوت کو ابو اب الوتر میں ذکر فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ قنوت وتر کے قائل ہیں البتہ ایک حاشیہ کا نسخہ گذرا ہے مگر میں نے وہاں تنبیہ کردی کہ سوائے ایک روایت کے اور روایات اس کی مساعدت نہیں کرتیں تو اب یہاں دو اختلاف ہو گئے۔ ایک یہ کہ وتر میں قنوت ہے یا نہیں۔ احناف اور حنابلہ کے نزدیک پورے سال ہے اور مالکیہ کے مشہور قول میں نہیں ہے۔ اور مالکیہ کا دوسرا قول اور شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ نصف آخر رمضان میں ہے۔ اور دوسرا اختلاف یہ ہے کہ فجر میں قنوت ہے یا نہیں۔ مالکیہ اور شافعیہ فرماتے ہیں کہ پورے سال ہے۔ اور حنفیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ فجر میں قنوت نہیں۔ البتہ اگر کوئی آفت اور مصیبت آجائے تو قنوت نازلہ پڑھی جائے گی۔

اور تیسرا اختلاف یہ ہے کہ قنوت قبل الرکوع چاہے فجر کا قنوت ہو یا وتر کا۔ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک وتر و فجر سب میں قنوت بعد الرکوع ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک سب قبل الرکوع ہیں۔ اور حنفیہ کے نزدیک وتر کا قبل الرکوع ہے اور نازلہ کا بعد الرکوع اب بعض روایات میں جو قنوت قبل الرکوع ہے اور بعض میں قنوت بعد الرکوع ہے۔ یہ حنفیہ کے خلاف نہیں اور نہ ہی ہمیں کسی تاویل یا جواب دینے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جہاں قبل الرکوع آتا ہے وہ وتر پر محمول ہے۔ اور جہاں بعد الرکوع آتا ہے وہ نازلہ پر محمول ہے۔ امام بخاریؒ نے اس باب کو وتر میں ذکر فرما کر یہ اشارہ فرمادیا کہ مستقل قنوت وتر میں ہے۔ اور قبل الرکوع اور بعد الرکوع سے اشارہ فرمادیا کہ اگر وتر میں ہو تو قبل الرکوع اگر نازلہ میں ہو تو بعد الرکوع۔

اور چوتھا اختلاف الفاظ قنوت میں ہے۔ حنفیہ کے یہاں سورۃ الحفد والخلع افضل ہے اور شافعیہ کے یہاں اللھم اھدنی من ھدیت قنت النبی ﷺ فی الصبح حضرت انسؓ کی روایت اس مدعا میں بالکل واضح ہے کہ قنوت فجر مستقل نہیں اور اسی طرح اس مدعا کو بھی روایت انسؓ واضح کرتی ہے کہ قنوت فی النوازل بعد الرکوع ہوتا ہے۔ اور قنوت بعد الرکوع مستقل نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک ماہ صبح کی نماز میں حادثہ اور نازلہ کی بنا پر تھا۔ اور جو لوگ اس روایت میں گڑبڑ بتلاتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ اسلئے کہ جب حضرت انسؓ سے مطلقاً قنوت کے متعلق سوال ہے اور روایت میں کسی قسم کی قید نہیں ہے۔ تو اس سے مراد قنوت دائمی ہوگا۔ اور وہ وتر ہی کا ہے۔ اور قبل الرکوع ہے اسلئے کہ حضرت انسؓ نے ان لوگوں کی تکذیب کی جنہوں نے ان سے یہ نقل کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ قنوت بعد الرکوع ہے بلکہ یہ فرمایا کہ انما قنت رسول اللہ ﷺ بعد الرکوع شھراً اور پہلی روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ صبح کی نماز میں ایک ماہ بعد الرکوع تھا۔ معلوم ہوا کہ یہاں اور کسی قنوت کے متعلق سوال ہے اور وہ سوائے وتر کے اور کوئی ہے ہی نہیں۔ ارا ہ کان بعث قوماً یہ سریہ حضور اکرم ﷺ نے ایک قوم کی درخواست پر ۴ھ میں بھیجا تھا۔ یہ ستر ۷۰ قراء پر مشتمل تھا۔ اور ان کو دھوکہ سے قتل کر دیا گیا حضور اکرم ﷺ نے ان کے لئے بددعا کی اور ایک ماہ تک فجر کی نماز میں بعد الرکوع قنوت نازلہ پڑھی اور یہی سب سے پہلا واقعہ ہے جبکہ قنوت نازلہ پڑھا گیا۔ کان القنوت فی المغرب والفجر قنوت نازلہ ہمارے یہاں صرف فجر میں جائز ہے۔ اور کسی نماز میں نہیں اور یہی اور ائمہ کا مذہب ہے۔ مگر شوافع فرماتے ہیں کہ شدت نوازل کے وقت پانچوں نمازوں میں پڑھنا جائز ہے اور بعض روایات میں جہریہ نمازوں میں قنوت نازلہ کا ذکر ہے اس وجہ سے در مختار میں صلوۃ جھریہ میں لکھ دیا۔ مگر سب منسوخ ہے صرف فجر کی نماز میں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَبْوَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ

باب الْاِسْتِسْقَاءِ وَخُرُوْجِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِی الْاِسْتِسْقَاءِ۔

ترجمہ۔ پانی طلب کرنا۔ جناب نبی اکرم ﷺ کا بارش طلب کرنے کے لئے باہر نکلنا۔

حدیث (۹۴۵) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ الخ عَنْ عَمِّہٖ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ یَسْتَسْقِیْ وَحَوَّلَ رِدَاءَہٗ الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت عباد بن تمیمؒ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ بارش طلب کرنے کے لئے باہر تشریف لے گئے اور اپنی چادر کو بدلا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ استسقاء کے متعلق اوجز میں سات ابحاث لکھ دی ہیں۔ ان میں سے جو بخاری میں آتی رہیں گی ان کو بیان کرتا رہوں گا۔ منجملہ ان ابحاث کے یہ بھی ہے کہ صلوۃ الاستسقاء مسنون بھی ہے یا نہیں۔ امام صاحبؒ کا مذہب جو میرے نزدیک دلائل کے اعتبار سے قوی ہے۔ گو ہمارے یہاں فتویٰ اس پر نہیں ہے۔ بلکہ صاحبینؒ کے قول پر ہے۔ وہ یہ ہے کہ استسقاء میں کوئی نماز مسنون نہیں بلکہ اس کی حقیقت دعا ہے۔ اور صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک استسقاء میں صلوٰۃ مسنونہ ہے۔ اب میں نے جو یہ کہا کہ امام صاحبؒ کا مذہب دلائل کے اعتبار سے قوی معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام صاحبؒ کی نظر اوّل قرآن پر ہوتی ہے اور قرآن پاک میں ہے استغفروا ربکم انه کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا تو ارسال ما کو استغفار پر مرتب فرمایا اور پھر روایات میں بکثرت جناب نبی اکرم ﷺ سے استسقاء ثابت ہے۔ جب کوئی آتا اور قلت مطر کی شکایت کرتا تو آپؐ دعا فرماتے اور بارش ہو جاتی اور نماز کے ساتھ استسقاء صرف رمضان ۶ھ میں ثابت ہے۔ تو اب ساری روایات کو اصل قرار دیا جائے اور کہا جائے کہ اصل یہ ہے کہ استسقاء میں صلوٰۃ مسنونہ نہیں ہے یا اس واقعہ کو اصل قرار دیا جائے۔ لہذا امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اذا حذبه امر بادر الی الصلوٰۃ ترجمہ جب آپؐ کو کوئی مشکل معاملہ پیش آجاتا تو نماز کی طرف جلدی کرتے تھے کے قبیلہ سے ہے۔ جیسا کہ سنن کی

روایات میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد مدینہ میں ایک بار اندھیرا چھا گیا۔ حضرت انسؓ سے کسی نے پوچھا کہ تم ایسے وقت میں حضور ﷺ کے زمانے میں کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں ذرا ہوا چلتی تھی سارے مسجد میں چلے جاتے تھے کہ قیامت آگئی۔ اس طور پر یہاں بھی حضور ﷺ نے نماز پڑھی۔ مزید براں یہ کہ حضور اقدس ﷺ کے غزوہ تبوک سے واپسی پر ۹ھ میں استسقاء ثابت ہے مگر اس میں حضور اقدس ﷺ نے نماز نہیں پڑھی اور جیسا کہ قاعدہ ہے یوٴخذ بالاخر تو پھر سرے سے نماز ہی نہ ہونی چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے کہا کہ دلائل کے اعتبار سے امام صاحبؒ کا مذہب قوی ہے۔ اور امام محمدؒ سے تو منقول ہے کہ صلوٰۃ الاستسقاء میں صرف ایک روایت ہے۔ غالباً ان کا مطلب یہ ہے کہ ایک روایت سے ثابت ہے یا ان کو ایک ہی روایت پہنچی۔

باب دُعَآءِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اجْعَلْهَا سِنِیْنَ کَسِنِیْ یُوْسُفَ۔

ترجمہ۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا بددعا کرنا کہ اللہ ان کو یوسف علیہ السلام کے سالوں کی طرح قحط سالی کی سال بنادے۔

حدیث (۹۴۶) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ (الخ) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرَّکْعَةِ الْاٰخِرَةِ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ عَیَّاشَ بْنَ اَبِیْ رَبِیْعَةَ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَکَ عَلٰی مُضَرَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِیْنَ کَسِنِیْ یُوْسُفَ وَاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ قَالَ ابْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ اَبِیْهِ هٰذَا کُلُّهٗ فِی الصُّبْحِ ...الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب آخری رکعت سے اپنا سر اٹھاتے تھے تو فرماتے اے اللہ عیاش بن ابی ربیعہ۔ سلمہ بن ہشام۔ الولید بن الولید کو نجات دے اور کمزور سمجھے جانے والے مؤمنوں کو بھی نجات دے اور اے اللہ قبیلہ مضر پر اپنی گرفت سخت کردے۔ اور وہ گرفت قحط سالی کی صورت میں ہو جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں کئی سالوں تک قحط سالی رہی۔ اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قبیلہ غفار کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا۔ اور قبیلہ اسلم اللہ تعالیٰ نے اسے سالم رکھا۔ یہ ابن الزناد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ سب صبح کی نماز میں تھا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ نے دو قصوں کو اس لئے جمع کردیا کہ ان کے استاذ نے ان دونوں کو اکٹھا ہی ذکر کیا تھا ورنہ امام بخاریؒ کی شان اس سے ارفع ہے کہ یہ مسئلہ ان پر مخفی رہا ہو۔ کیونکہ قحط سالی کی دعا آپؐ نے مکہ والوں کے لئے مکہ میں مانگی تھی اور مسلمانوں کے لئے آپؐ کی دعا مدینہ منورہ تھی۔

حدیث (۹۴۷) حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ (الخ)

ترجمہ۔ حضرت مسروقؒ سے مروی ہے کہ حضرت

عَنْ مَسْرُوْقٍ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا رَاٰى مِنَ النَّاسِ اِدْبَارًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ سَبْعًا كَسَبْعِ يُوْسُفَ فَاَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى اَكَلُوا الْجُلُوْدَ وَالْمَيْتَةَ وَالْجِيَفَ وَيَنْظُرُ اَحَدُهُمْ اِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى الدُّخَانَ مِنَ الْجُوْعِ فَاَتَاهُ اَبُوْ سُفْيَانَ فَقَالَ يَامُحَمَّدُ اِنَّكَ تَأْمُرُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَبِصِلَةِ الرَّحِمِ وَاِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوْا فَادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ اِلٰى قَوْلِهٖ اِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى فَالْبَطْشَةُ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَدْ مَضَتِ الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ وَاٰيَةُ الرُّوْمِ..... الحديث...

عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس تھے کہ انہوں نے فرمایا جناب نبی اکرم ﷺ جب لوگوں سے پیٹھ پھیرنا پیچھے ہٹنا دیکھا کہ قریش اسلام سے پیٹھ پھیر رہے ہیں۔ تو فرمایا اے اللہ کہ ان کے سات سال ایسے کردیں جیسے یوسف علیہ السلام کے قحط سالی کے سات سال تھے۔ چنانچہ قریش کو قحط نے آپکڑا کہ ہر شئے اس نے کاٹ کے رکھ دی یہاں تک کہ وہ لوگ چمڑے مردہ جانور اور مردار چیزیں کھانے لگے۔ اور ان میں سے کوئی ایک جب آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتا تو بھوک کی وجہ سے اسے دھواں دکھائی دیتا تو ابو سفیان حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا کہ اے محمد ﷺ آپؐ تو اللہ کی فرمانبرداری اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ قحط کی وجہ سے آپ کی قوم برباد ہو چکی پس اللہ تعالیٰ سے ان کیلئے دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فارتقب الخ آپؐ انتظار کریں اس دن تک جبکہ آسمان ایک واضح دھواں لائے گا جس دن کہ ہم ان کو سخت پکڑیں گے۔ تو وہ بطشہ پکڑ تو بدر کی لڑائی میں ہوئی دخان بطشہ اور لزام یعنی قتل اور قید یہ بدر میں گذر چکے اور آیت الروم واقع ہو کر رہی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضور اکرم ﷺ نے بددعا فرمائی جو قبول ہو گئی۔ مگر سات سال پورے نہیں ہوئے۔ بلکہ جب قحط شروع ہو گیا تو ابو سفیان آیا اور آپؐ سے منت سماجت کی۔ حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی اور قحط دور ہو گیا۔ یہاں پر دو اشکال ہیں۔ ایک ترجمۃ الباب پر اور دوسرا احادیث پر۔ باب پر اشکال یہ ہے کہ ذکر ابو اب الاستسقاء کا ہے اور استسقاء میں دعا ہوتی ہے نہ کہ بددعاء۔ تو امام بخاریؒ نے بددعا کا باب کیوں باندھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کے اصول میں استدلال بالضد ہے۔ بضدھا تتبین الاشیاء ضد سے چیزیں واضح ہو جاتی ہیں۔ یہ باب بھی اسی قبیل سے ہے۔ اس طور پر کہ جب بددعاء کی جاسکتی ہے حالانکہ بظاہر کچھ رحمت کی شان کے خلاف ہے تو دعا بدرجہ اولیٰ ہو سکتی ہے۔ اور بعض شراح فرماتے ہیں کہ حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ دیکھو جہاں قحط پڑا ہو تو فوراً باہر نکل کر دعا نہ کرنے لگے بلکہ مقحوطین کے حال کا جائزہ لے اگر فسق و فجور میں مبتلا ہوں تو بجائے دعا کے بددعا کرے چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے بددعا کی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْجِ سَلَمَه بن هشام میں ابھی بیان کر چکا ہوں باب اور روایت پر اشکال ہے باب کا شکال گذر چکا اب حدیث پر اشکال ہے

وہ یہ کہ شراح اور مشائخ ؒ فرماتے ہیں کہ یہ دو واقعے ہیں۔ امام بخاریؒ نے دونوں کو یکجا کر دیا۔ انج سلمه بن هشام یہ ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے اور میری تحقیق کے مطابق ۲ھ کا ہے۔ اور اللهم اجعلها سنين الخ یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ امام بخاریؒ نے قبل الهجرت اور بعد الهجرت کو یکجا کر دیا لامع الدراری میں اس اشکال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے اپنے استاد سے اسی طرح سنا تھا اس لئے یک جا جمع کر دیا۔ ورنہ امام بخاریؒ کی شان سے بعید ہے کہ ان کو خبر نہ ہو کہ دونوں دو واقعے ہیں یا ایک واقعہ۔ اور میری رائے یہ ہے کہ یہ کئی قصے الگ الگ ہیں۔ ایک مکہ کا ہجرت سے قبل کا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللهم اجعلها سنين یہ آپؐ نے کفار مکہ پر بد عا کی تھی جبکہ ابو جھل وغیرہ بیٹھے تھے اور حضور اقدس ﷺ تشریف لائے۔ اور بیت اللہ کے پاس نماز پڑھنے لگے تو شقی القوم عبداللہ بن ابی معیط نے اونٹ کی او جھری گندگی سمیت حضور اقدس ﷺ کی پشت مبارک پر رکھ دی۔ یہ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے۔ دوسرا واقعہ وہ ہے جو حضرت انسؓ کی روایت میں ہے۔ اور حضرت انسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کی روایات میں دونوں الگ الگ قصے ہیں۔ ایک قصہ نہیں ہے اور شراح و مشائخ نے دونوں کو اشتراك فى الالفاظ اور دعا کی وجہ سے ایک سمجھ لیا۔ حالانکہ اشتراك فى اللفظ۔ اشتراك فى القصه کو مقتضی نہیں ہے۔ بلکہ میری رائے یہ ہے کہ حضرت انسؓ کی روایت میں خاص قبیلہ مضر کے متعلق ہے۔ چنانچہ بعض روایات میں اهل المشرق يومئذ من مضر مخالفون له آیا ہے۔ اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں وفد عبد القيس کے آنے کا ذکر ہے۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے کہا ان هذا الحى من كفار مضر بيننا وبينك الخ اور یہ وفد ۸ھ میں آیا ہے تو اگر دونوں قصے ایک ہوں تو مکہ کا واقعہ ہو تو کفار مضر کے حائل ہونے کا کیا معنی؟ بلکہ حضرت انسؓ کی روایت ۴ھ کی ہے۔ شراح فرماتے ہیں کہ مضر قریش کا قبیلہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خواص کے لئے بد دعا کرنے سے عام کے لئے بد دعا کرنا لازم نہیں آتا۔ اور تیسرا واقعہ ۶ھ کا ہے۔ جس میں صلوٰۃ الاستسقاء پڑھی گئی۔ اور چوتھا خطبہ جمعہ میں دعاء استسقاء کا واقعہ ہے وہ ۹ھ کا ہے جو غزوۂ تبوک سے واپسی پر پیش آیا۔ شراح نے پہلے دونوں کو جوڑا پھر امام بخاریؒ پر اشکال کر دیا۔

فقد مضت الدخان الخ۔ یہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرما رہے ہیں کہ یہ گذر گئیں۔ ان میں آية الروم الم غلبت الروم الخ تو متفق علیہ ہے کہ گذر چکی۔ باقی تین میں جمهور مفسرین اور حضرت ابن مسعودؓ کا اختلاف ہے۔ دخان سے مراد حقیقی دھواں نہیں بلکہ وہ ہے جو قحط کے زمانے میں قریش کو بھوک کی وجہ سے محسوس ہوتا تھا۔ اور جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ علامات قیامت میں سے ہے کہ قیامت کے قریب ایک دھواں آئے گا جو منہ سے داخل ہو کر ناک سے نکلے گا۔ اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ يوم نبطش البطشة الكبرى میں جو بطشه ہے اس سے مراد بدر کے روز قتل اور قید کفار ہے اور وہ بھی گذر گیا جمہور کے نزدیک یہ قیامت میں ہوگا۔ اور فسوف يكون لزاما ہے اس سے مراد قید کفار ہے وہ بھی گذر چکی اور جمہور کے نزدیک اس سے مراد کفار کو جہنم میں پکڑ کر ڈالنا ہے۔

بابُ سُؤَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ الْاِسْتِسْقَاءَ إِذَا قَحِطُوْا۔

ترجمہ۔ جب لوگ قحط زدہ ہو جائیں تو امام سے بارش طلب کرنے کا سوال کریں۔

حدیث(۹۴۸) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ (الخ) سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَؓ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ اَبِيْ طَالِبٍ وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتٰمٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا سَالِمٌ عَنْ اَبِيْهِ وَرُبَّمَا ذَكَرْتُ قَوْلَ الشَّاعِرِ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلٰى وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْتَسْقِيْ فَمَا يَنْزِلُ حَتّٰى يَجِيْشَ كُلُّ مِيْزَابٍ وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتٰمٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ طَالِبٍ.. الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ابو طالب کے اس شعر کو پڑھا کرتے تھے۔ وہ سفید رنگ کے ہیں جن کے چہرہ انور کی بدولت بارش طلب کی جاتی ہے۔ جو یتیموں کا ملجا و ماویٰ ہیں اور غریب بیوگان کی حفاظت گاہ ہیں۔ نیز اس سند سے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں شاعر کا قول ذکر کرتا تھا۔ اور ادھر جناب نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھتا تھا جس کے واسطے سے بارش طلب کی جاتی تھی۔ پس ابھی نیچے نہیں اترتے تھے کہ ہر پرنالہ پانی سے جوش مارتا تھا۔ وابیض الخ یہ ابو طالب کا قول ہے ۔

حدیث(۹۴۹) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ اِذَا قَحِطُوا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِؓ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا ﷺ فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ ...الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ جب ان پر بارش نہیں ہوتی تھی تو حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے تھے۔ فرماتے تھے اے اللہ! ہم اپنے نبی کا واسطہ دے کر آپ سے بارش طلب کرتے تھے تو آپ ہمیں سیراب کرتے تھے۔ اب ہم اپنے نبی کے چچا کا واسطہ دے کر آپ سے بارش مانگتے ہیں۔ پس ہمیں سیراب کردے۔ چنانچہ ان پر بارش ہو جاتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی ادب یہ ہے کہ اگر قحط آجائے تو لوگ امام یعنی امیر سے درخواست کریں تاکہ وہ استسقاء کا انتظام کردے۔ اور لوگوں کو چاہیئے کہ وہ امام کے ساتھ ہو کر دعا کریں۔ استسقی بالعباس بعض لوگوں نے جو توسل بالمیت کے قائل نہیں اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضور اقدس ﷺ کا وسیلہ نہیں لیا۔ بلکہ حضرت عباسؓ کا وسیلہ اختیار کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ توسل نہ کرنا حرمت کی دلیل نہیں ہے۔ حضرت عباسؓ سے جو توسل کیا گیا وہ ان کے بوڑھے ہونے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ

حضور اکرم ﷺ کے چچا ہونے کی وجہ سے تھا۔ عم نبینا فرمایا گیا ہے پھر بھی واسطہ حضور کا ہوا۔ وابیض یستسقی الغمام الخ یہ ابو طالب کے ایک طویل قصیدہ کا شعر ہے جس میں ستر اسی اشعار ہیں۔ اس میں سے بعض حافظ ابن حجرؒ نے نقل کئے ہیں اور بعض میں نے لامع کے حاشیہ میں نقل کئے ہیں۔ اشکال یہ ہے کہ واقعات استسقاء تو ابو طالب کی وفات کے بعد پیش آئے پھر انہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ آپؐ کے ذریعہ سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بحیوا راہب کے ذریعہ سے انہیں معلوم ہو گیا تھا اس کا ذکر انہوں نے اپنے شعر میں کر دیا۔ اور میری رائے ہے کہ مؤرخین نے دو واقعے نقل کئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بچپن میں آپؐ کے ذریعہ استسقاء کا واقعہ پیش آچکا ہے ایک واقعہ سہیل نے نقل کیا ہے کہ عبد المطلب کے زمانے میں قحط سالی ہوئی تو انہوں نے استسقاء کیا اس وقت حضور اقدس ﷺ نو عمر تھے اور عبد المطلب کے ساتھ تھے اور آپ کی برکات ظاہر ہوئیں اور دوسرا واقعہ ابن عساکر نے نقل کیا ہے کہ ابو طالب کے زمانہ میں قحط سالی ہوئی۔ لوگوں نے ابو طالب سے آکر استسقاء کی درخواست کی۔ ابو طالب حضور اقدس ﷺ کو ساتھ لے کر گئے اور آپ کی برکت سے بارش ہوئی۔ آپؐ نے کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر بارش کی دعا فرمائی۔ ابو طالب نے اپنے اشعار میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

باب تَحْوِيلِ الرِّدَآءِ فِي الْاِسْتِسْقَآءِ ترجمہ۔ بارش طلب کرنے میں چادر کو تبدیل کرنا

حدیث (۹۵۰) حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ (الخ) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اِسْتَسْقٰی فَقَلَبَ رِدَآءَهٗ ..الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے بارش کے لئے دعا مانگی اور تفاؤل کیلئے اپنی چادر کو الٹ پلٹ کیا۔

حدیث (۹۵۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ (الخ) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ اِلَی الْمُصَلّٰی فَاسْتَسْقٰی فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَلَبَ رِدَآءَهٗ وَصَلّٰی رَكْعَتَيْنِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُوْلُ هُوَ صَاحِبُ الْاَذَانِ وَلٰكِنَّهٗ وَهَمٌ فِيْهِ لِاَنَّ هٰذَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمِ الْمَازِنِيُّ مَازِنُ الْاَنْصَارِ .الحدیث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے مروی کہ جناب نبی اکرم ﷺ عید گاہ کی طرف تشریف لائے پس بارش کیلئے دعا مانگی قبلہ کی طرف منہ کیا اور اپنی چادر کو نیک فالی کیلئے الٹ پلٹ کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ابن قتیبہ نے کہا عبداللہ بن زید اذان والے ہیں لیکن یہ وہم ہے اسلئے کہ یہ تو عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی ہیں اور مازن انصار کا قبیلہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جو لوگ سنیت صلوٰۃ کے قائل ہیں وہ تحویل رداء کے بھی قائل ہیں مگر اس کے محل میں اختلاف ہے کہ پہلے خطبہ میں یا دونوں کے درمیان یا دونوں کے ختم کے بعد چونکہ امام صاحب سنیۃ صلوٰۃ کے قائل نہیں اسی طرح تحویل رداء کے بھی

قائل نہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے نیک فالی کے لئے ایسا کیا تھا۔ ہم تو حضور اقدس ﷺ کے مقابل میں کیا چیز ہیں۔
صاحب الاذان یعنی ابن عینیہ فرماتے تھے کہ یہ روایت عبداللہ بن زید بن عبد ربہ صاحب اذان کی ہے۔ مگر یہ وہم ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ عبداللہ بن زید بن عاصم کی روایت ہے۔ اور صاحب اذان عبداللہ بن زید بن عبد ربہ کی روایت صحاح ستہ میں صرف ایک ہی ہے جو اذان کی ہے۔ شراح غیر صحاح میں ایک آدھ روایت اور بتلا رہے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ سے چونکہ صرف ایک مرتبہ نماز ثابت ہے۔ لہذا اب روایات میں تحویل رداء کی کیفیت میں جو اختلاف منقول ہے اس کے اندر جمع کی ضرورت ہے۔ بعض نے یہ کیفیت نقل کی کہ یمنیٰ کو یسریٰ پر اور یسریٰ کو یمنیٰ پر کرے اور بعض نے یہ کیفیت بیان کی کہ تقلیب کرے۔ میرے والد صاحب نے دونوں کے اندر اس طرح جمع فرمایا ہے کہ چادر کے نیچے کے دائیں کونے کو بائیں مونڈھے پر کرے۔ تو تقلیب بھی متحقق ہو جائے گی اور تحویل بھی۔

باب اِنْتِقَامِ الرَّبِّ تَعَالٰى عَزَّوَجَلَّ مِنْ خَلْقِهٖ بِالْقَحْطِ اِذَا انْتُهِكَ مَحَارِمُهٗ

ترجمہ۔ جب اللہ تعالیٰ کے محارم کی بے حرمتی ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے قحط کے ذریعہ بدلہ لیتے ہیں

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے کہ جب ان کے محارم کا انتہاك (پردہ دری) کیا جاتا ہے تو وہ بلائیں مسلط فرماتے ہیں۔ من جملہ ان کے قحط ہے۔ احادیث میں خاص خاص گناہوں پر خاص خاص عذاب وارد ہیں اب یہاں اشکال یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے کوئی قصداً تشحیذ الاذہان کے لئے ذکر نہیں فرمایا۔ ابھی ابن مسعودؓ کی روایت گذری ہے اس آیت پاک میں ان المنتقمون تک سارا ضابطہ بیان فرمادیا ہے۔ بخاریؒ نے میرے نزدیک اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس الحمیدی کی روایت میں ہے لما رای من الناس ادبارا تو اس سے معلوم ہو گیا کہ بارش نہ ہونے کا سبب انتقام ادبار الناس ہے۔

باب الْاِسْتِسْقَاءِ فِی الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ

ترجمہ۔ مسجد جامع میں بارش کی دعا طلب کرنا

حدیث (۹۵۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ يَذْكُرُ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وُجَاهَ الْمِنْبَرِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ يَّخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَائِمًا فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّغِيْثَنَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جمعہ کے دن اس دروازے سے مسجد نبویؐ میں داخل ہوا جو دروازہ منبر کے بالکل سامنے ہے۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ تو وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ مال مویشی ہلاک ہو گئے راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگئے کہ وہ ہم پر بارش برسائے فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے دونو ہاتھ اٹھائے اور

فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا قَالَ اَنَسٌ فَلَا وَاللّٰهِ مَا نَرٰی فِی السَّمَآءِ مِنْ سَحَابٍ وَّلَا قَزَعَةً وَّلَا شَيْئًا وَّلَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِّنْ بَيْتٍ وَّلَا دَارٍ قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَّرَآئِهٖ سَحَابَةٌ مِّثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَآءُ انْتَشَرَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا رَاَيْنَا الشَّمْسَ سَبْتًا ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِی الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ يَّخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهٗ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّمْسِكَهَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ عَلَی الْاٰكَامِ وَالْجِبَالِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَانْقَطَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِیْ فِی الشَّمْسِ قَالَ شَرِيْكٌ فَسَاَلْتُ اَنَسًا اَهُوَ الرَّجُلُ الْاَوَّلُ قَالَ لَا اَدْرِیْ ..الحديث .

فرمایا اے اللہ ہم پر بارش برسا اور ہم پر بارش برسا تین مرتبہ فرمایا حضرت انسؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم ہم آسمان میں نہ تو کوئی بڑا بادل دیکھ رہے تھے اور نہ ہی کہ کوئی بادل کی ٹکڑی اور نہ ہی کچھ اور چیز اور نہ ہی ہمارے درمیان اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی گھر اور حویلی تھی کہ جہاں بادل ہو۔ فرماتے ہیں کہ اس سلع پہاڑ کے پیچھے سے ایک بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا جو ڈھال کی طرح تھا۔ جب وہ آسمان کے درمیان میں آیا تو پھیل گیا پھر خوب بارش ہوئی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم نے ہفتہ بھر سورج نہیں دیکھا۔ پھر اسی دروازے سے دوسرے جمعہ کو ایک آدمی داخل ہوا جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ پس آپؐ کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ مال مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو روک لے چنانچہ حضور ﷺ نے دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھائے۔ ثم فرمایا کہ اے اللہ! اب بارش ہمارے ارد گرد ہو ہمارے اوپر نہ ہو اے اللہ اب یہ بارش ٹیلوں پر چھوٹے اور بڑے پہاڑوں پر وادیوں اور درختوں کے اگنے کی جگہوں میں ہو پس وہ بادل چھٹ گیا اور ہم دھوپ میں چلنے لگا۔ شریک راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے سوال کیا یہ وہی آدمی تھا فرمایا میں نہیں جانتا

<u>تشریح از شیخ گنگوہیؒ</u> ۔ اللھم اسقنا الخ امام بخاریؒ اس حدیث سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ استسقاء صرف دعا ہے اور کوئی چیز نہیں۔ نماز تحویل رداء وغیرہ استسقاء میں داخل نہیں اگر یہ ضروری ہوتے تو آنحضرت ﷺ اسے کبھی ترک نہ کرتے دیکھو یہاں آپؐ نے محض دعا پر اکتفا کیا ہے نہ چادر کو بدلا اور نہ ہی کوئی نماز پڑھی نیز! باب الاستسقاءؑ کے انعقاد سے امام بخاریؒ ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جو مسجد کے اندر خصوصاً جامع مسجد میں بارش کے لئے دعا مانگنے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مسجد محل شکر اور محل دعا ہے اس میں ضروریات دنیاوی پیش نہیں کرنی چاہئے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ استسقاء بھی ایک دعا ہے جو مسجد میں مانگی جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث انسؓ سے ثابت ہوا یہ محض دنیا کے لئے نہیں بلکہ اس میں اخروی منافع بھی بہت سے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مطلب یہ ہے کہ استسقاء کے لئے باہر جانا جو باب خروج النبی الخ سے ثابت کیا گیا ہے وہ ضروری نہیں ہے۔ میری تحقیق کے موافق یہ واقعہ ۹ھ کا ہے اور داخل ہو نیوالا خارجہ بن حصن ہے۔ عتیبہ بن حصن قراری کے بھائی ہیں سبتاً بفتح السین و بکسر السین دونو طرح ضبط کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی تعارض نہیں۔ ھلکت الاموال پہلے خشک سالی کی وجہ سے کہا تھا اور یہاں کثرت بارش کی وجہ سے۔ اکام ریت کے ٹیلے۔ لاادری یہ صحیح ابو عوانہ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ اس میں ہے وہی آدمی تھا۔ تو یا تو بخاری کی روایت کو ترجیح دی جائے گی یا یہ کہ روایت کرنے کے بعد وہ بھول گئے۔ جب نسیان کے بعد پوچھا گیا تو کہنے لگے لا ادری

بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ فِيْ خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةِ۔

ترجمہ۔ جمعہ کے خطبہ میں بغیر قبلہ رو ہو کے بارش مانگنا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ جو اعتراضات پہلے وارد ہوئے تھے اس جگہ بھی وارد ہوئے۔ ان کا جواب مؤلفؒ نے دیا ہے کہ جمعہ کے خطبہ میں دعا مانگنا جائز ہے۔ اور ایک مزید فائدہ ذکر کر دیا کہ اس دعا استسقاء کے لئے استقبال قبلہ شرط نہیں ہے۔ اگر چہ وہ دعا ہے مگر اینما تولوا فثم وجه الله کی وجہ سے استقبال ضروری نہیں۔ جب استقبال قبلہ داخل نہیں تو استسقاء میں نماز۔ تحویل رداء وغیرہ کیسے داخل ہوں گے۔ یہی امام اعظمؒ کا مسلک ہے۔

حدیث (۹۵۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ نَحْوَ دَارِ الْقَضَاءِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ يَّخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَائِمًا ثُمَّ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يُغِيْثُنَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اَغِثْنَا اللّٰهُمَّ اَغِثْنَا اللّٰهُمَّ اَغِثْنَا قَالَ اَنَسٌ وَّلَا وَاللّٰهِ مَا نَرٰى فِى السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَّلَا قَزَعَةٍ وَّمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِّنْ بَيْتٍ وَّلَا دَارٍ قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَّرَائِهٖ سَحَابَةٌ مِّثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی جمعہ کے دن مسجد کے اس دروازے سے داخل ہوا جو دار القضا کی طرف ہے جبکہ جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ پس حضور اقدس ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ یا رسول اللہ مال ہلاک ہو گیا۔ اور راستے مسدود ہو گئے۔ تو آپؐ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہم پر بارش برسائیں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر یوں دعا فرمائی اے اللہ ہم پر بارش برسا اے اللہ ہم پر بارش برسا اے اللہ ہم پر بارش برسا حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم نے آسمان پر کوئی بڑا یا چھوٹا ٹکڑا بادل کا نہیں دیکھتے تھے اور اسی طرح ہمارے اور سلع کے درمیان کسی گھر اور حویلی پر بھی بادل نہیں تھا خدا کا کرنا یہ کہ سلع کے پہاڑ کے

تَوَسَّطَتِ انْتَشَرَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ فَلَا وَاللّٰهِ مَارَأَيْنَا الشَّمْسَ سَبْتًا ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ يَّخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهٗ قَائِمًا فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يُمْسِكْهَا عَنَّا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَاَقْلَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِيْ فِي الشَّمْسِ قَالَ شَرِيْكٌ فَسَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ اَهُوَ الرَّجُلُ الْاَوَّلُ فَقَالَ مَا اَدْرِيْ ...

پیچھے ڈھال کی طرح ایک بادل ظاہر ہوا۔ جب وہ آسمان کے وسط میں آیا تو ادھر ادھر پھیل گیا پھر برسنے لگا پس اللہ کی قسم ہم نے ہفتہ بھر سورج نہیں دیکھا۔ پھر اسی دروازے سے دوسرے جمعہ کے دن ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا۔ جبکہ جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ پھر وہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا کہ یارسول اللہ اب بارش کی وجہ سے مال واسباب ہلاک ہو گئے۔ اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم سے اس بارش کو روک دے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ اب یہ بارش ہمارے اردگرد تو ہو ہمارے اوپر نہ برسے اے اللہ اب یہ ریت کے ٹیلوں پر چھوٹے بڑے پہاڑوں پر وادیوں کے پیٹ میں اور درختوں کے اگنے کی جگہ پر برسا۔ پس یک لخت بادل اکھڑ گئے اور ہم نکل کر دھوپ میں چلنے لگے۔ شریک راوی فرماتے ہیں کہ کیا وہی پہلا آدمی تھا انہوں نے فرمایا میں نہیں جانتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں سے تنبیہ فرمارہے ہیں کہ جب جمعہ کے خطبہ میں دعا استسقاء ہو گی تو پھر استقبال قبلہ نہ ہو گا جیسا کہ جنگل میں استقبال قبلہ ہوتا ہے۔ دار القضاء بعض نے دار القضاء کا ترجمہ دار الامارت اور مقام فیصلہ سے کر دیا۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اس کو دار القضاء اسلئے کہتے ہیں کہ اس کو حضرت عمرؓ کے دَین میں فروخت کیا گیا تھا حضرت عمرؓ نے وصیت کی تھی کہ یہ مکان میرے قرضے کی ادائیگی میں فروخت کر دیا جائے۔ اگر کچھ قرضہ رہ جائے تو بنو عدی سے مدد لی جائے۔ جو حضرت عمرؓ کے بطن اور خاص قبیلہ تھا۔ اگر کچھ رہ جائے تو قریش سے مدد لی جائے اس سے آگے اور کسی سے مدد نہ لی جائے۔

بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ عَلَى الْمِنْبَرِ

ترجمہ۔ منبر پر سے بارش طلب کرنا

حدیث (۹۵۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ فَقَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا جناب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی آکر کہنے لگا کہ یارسول للہ بارش بند ہو گئی

قُحِطَ الْمَطَرُ فَادْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّسْقِیَنَا فَدَعَا نُمْطَرُ فَمَا کِدْنَا اَنْ نَّصِلَ اِلٰی مَنَازِلِنَا فَمَازِلْنَا نُمْطَرُ اِلَی الْجُمُعَۃِ الْمُقْبِلَۃِ قَالَ فَقَامَ ذَالِکَ الرَّجُلُ اَوْ غَیْرُہٗ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ادْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّصْرِفَہٗ عَنَّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا قَالَ فَلَقَدْ رَاَیْتُ السَّحَابَ یَتَقَطَّعُ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا یُّمْطَرُوْنَ وَلَا یُمْطَرُ اَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ۔ الحدیث ....

اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمایئے اللہ تعالیٰ ہمیں سیر اب کرے۔ پس حضور ﷺ نے دعاء فرمائی اور ہم پر بارش برسنی شروع ہوئی۔ ہم بڑی مشکل سے اپنے اپنے گھروں کو پہنچے اور آئندہ جمعہ تک ہم پر بارش ہوتی رہی۔ تو وہی آدمی یا کوئی اور کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمایئے کہ اس بارش کو ہم سے پھیر دے۔ تو آنجناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ ہمارے ارد گرد ہو ہم پر نہ ہو تو بادل کو میں نے دیکھا کہ بادل کے دائیں بائیں ٹکڑے ہو گئے نہ ان پر بارش ہوتی تھی اور نہ ہی مدینہ والوں پر ہوتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اس باب سے مالکیہ پر رد فرمایا۔ مالکیہ منبر پر دعا کے ہونے کے قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ خلاف تضرع ہے۔ اور وہ وقت تضرع وزاری کا ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ نے رد فرمایا کہ یہ حضور ﷺ سے ثابت ہے۔

باب مَنِ اكْتَفٰى بِصَلٰوةِ الْجُمُعَةِ فِى الْاِسْتِسْقَآءِ

ترجمہ۔ استسقاء کے لئے جو شخص صرف جمعہ کی نماز پر اکتفا کرتا ہے

حدیث (۹۵۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُسْلَمَۃَ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ ھَلَکَتِ الْمَوَاشِیْ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَدَعَا فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَۃِ اِلَی الْجُمُعَۃِ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ تَھَدَّمَتِ الْبُیُوْتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَھَلَکَتِ الْمَوَاشِیْ فَقَامَ فَقَامَ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاِکَامِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِیَۃِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِیْنَۃِ انْجِیَابَ الثَّوْبِ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا کہ مال ہلاک ہو گیا راستے بند ہو گئے۔ آپؐ نے دعا فرمائی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ہم پر بارش برستی رہی۔ پھر آکر اس نے کہا گھر گر گئے راستے بند ہو گئے اور جانور ہلاک ہو گئے آپؐ نے کھڑے ہو کر دعا فرمائی اے اللہ اب بارش ٹیلوں پر چھوٹے پہاڑوں پر وادیوں اور درختوں کے اُگنے کی جگہوں پر برسا پس مدینہ منورہ سے بادل ایسے چھٹ گیا جیسے کپڑا پھٹتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہی حنفیہؒ کہتے ہیں کہ صلوۃ استسقاء مستقل سنت ہے۔ اتفاقاً جمعہ کے بعد دعا استسقاء کرے

تو مقصود حاصل ہو جائے گا۔ لیکن شافعیہ وغیرہ سب کو کھینچ تان کر اصل صلوٰۃ الاستسقاء کو قرار دیتے ہیں اور صلوٰۃ جمعہ کے بعد استسقاء میں باب الاکتفاء قرار دیتے ہیں۔

باب الدُّعَآءِ اِذَا تَقَطَّعَتِ السُّبُلُ مِنْ کَثْرَۃِ الْمَطَرِ۔

ترجمہ۔ جب کثرت بارش کی وجہ سے راستے بند ہو جائیں تو دعاء کرنا جائز ہے۔

حدیث (۹۵۶) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلَکَتِ الْمَوَاشِیْ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰہَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَمُطِرُوْا مِنْ جُمُعَۃٍ اِلٰی جُمُعَۃٍ فَجَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ تَھَدَّمَتِ الْبُیُوْتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَھَلَکَتِ الْمَوَاشِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَللّٰھُمَّ عَلٰی رُؤُسِ الْجِبَالِ وَالْاٰکَامِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِیَۃِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِیْنَۃِ اِنْجِیَابَ الثَّوْبِ۔ الحدیث۔۔۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یارسول اللہ ﷺ قحط سالی کی وجہ سے مال مویشی ہلاک ہو گئے راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائیں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ان پر بارش برستی رہی۔ پھر ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یارسول اللہ اب کثرت بارش کی وجہ سے گھر گر گئے راستے بند ہو گئے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ! اب یہ بارش پہاڑ کی چوٹیوں پر ریت کے ٹیلوں پر اور وادیوں کے اندر اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر ہو پس مدینہ سے بادل ایسے پھٹ گئے جیسے کپڑا پھٹ جاتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی اگر کثرت بارش کی وجہ سے نقصان ہو رہا ہے تو بارش رکنے کی دعا کر سکتے ہیں۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ استسقاء کے لئے تو باہر جانا مستحب ہے مگر بارش رکنے کی دعا کے لئے باہر جانا مستحب نہیں ہے مگر بھائی صرف بیان جواز کرنا ہے۔

باب مَاقِيلَ اِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ يُحَوِّلْ رِدَآءَهٗ فِى الْاِسْتِسْقَآءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔

ترجمہ۔باب اس بارے میں جو کہا جاتا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے جمعہ کے دن استسقاء میں چادر کی تحویل نہیں فرمائی ہے۔

حديث(۹۵۷)حَدَّثَنَاالْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ الخ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ رَجُلًا شَكٰى اِلَى النَّبِىِّ ﷺ هَلَاكَ الْمَالِ وَجَهْدُ الْعِيَالِ فَدَعَااللّٰهَ يَسْتَسْقِىْ وَلَمْ يَذْكُرْ اَنَّهٗ حَوَّلَ رِدَآءَهٗ وَلَااسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ . الحديث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے جناب نبی اکرم ﷺ سے مال کے ہلاک ہونے اور اہل وعیال کی مشقت کی شکایت کی۔ تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائی۔اور اس میں چادر کے الٹ پلٹ کرنے کا اور نہ ہی قبلہ کی طرف متوجہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب منعقد فرما کر امام بخاریؒ نے بتلا دیا کہ احناف کے نزدیک جو تحویل رداء سنت نہیں ہے اس کی بھی اصل موجود ہے وہ یہ کہ جب حضور اکرم ﷺ نے خطبہ کے اندر استسقاء کی دعا فرمائی تو تحویل رداء نہیں کی اگر یہ استسقاء کا جزو ہوتی تو آپؐ ضرور تحویل کرتے۔ تو معلوم ہوا کہ تحویل رداء ضروری نہیں۔

باب اِذَا اسْتَشْفَعُوْا اِلَى الْاِمَامِ لِيَسْتَسْقِىَ لَهُمْ لَمْ يَرُدَّهُمْ۔

ترجمہ۔جب کہ لوگ امام کی طرف سفارش کریں کہ ان کیلئے بارش کی دعا کرے تو امام انہیں رد نہ کرے

حديث(۹۵۸)حَدَّثَنَاعَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّهٗ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِىْ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ فَدَعَااللّٰهَ فَمُطِرْنَامِنَ الْجُمُعَةِ اِلَى الْجُمُعَةِ فَجَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِىِّ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِىْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ عَلٰى ظُهُوْرِ الْجِبَالِ وَالْاٰكَامِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ الحديث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ قحط سالی کی وجہ سے مال مویشی ہلاک ہو گئے راستے بند ہو گئے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمایئے چنانچہ آپؐ نے دعا فرمائی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ہم پر بارش ہوتی رہی پھر ایک آدمی جنابؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ اب کثرت بارش کی وجہ سے گھر گر گئے ہیں راستے بند ہو گئے مال مویشی تباہ ہو گئے تو آپ رسول اللہ ﷺ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ! اب یہ بارش پہاڑوں کی پیٹھ پر ٹیلوں پر اور وادیوں کے اندر اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر برسے۔ چنانچہ مدینہ سے ایسے پھٹ گئے جیسے کپڑا پھٹ جاتا ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ لوگ امام سے درخواست کریں کہ وہ ان کیلئے دعا کرے وزاد اسباط عن منصور صفحہ ۱۳۹ یہ عبارت قصہ میں داخل نہیں ہے اسے طرداً للباب ذکر کیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ پہلے یہ بیان کیا تھا کہ اگر قحط آجائے تو امام سے دعا استسقاء کی درخواست کریں اب اس باب سے بتلاتے ہیں کہ امام کو چاہئے کہ ان کی درخواست قبول کرے۔

بَابٌ اِذَا اسْتَشْفَعَ الْمُشْرِكُوْنَ بِالْمُسْلِمِيْنَ عِنْدَ الْقَحْطِ ۔

ترجمہ۔ جب قحط کے زمانہ میں مشرکون مسلمانوں سے درخواست کریں۔

حدیث (۹۵۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ الخ قَالَ اَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ اِنَّ قُرَيْشًا اَبْطَؤُا عَنِ الْاِسْلَامِ فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ ﷺ فَاَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتّٰى هَلَكُوْا فِيْهَا وَاَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ فَجَآءَهٗ اَبُوْ سُفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ جِئْتَ تَاْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَاِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوْا فَادْعُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَقَرَاَ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ اَلْاٰيَةَ ثُمَّ عَادُوْا اِلٰى كُفْرِهِمْ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى يَوْمَ بَدْرٍ وَزَادَ اَسْبَاطٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَسُقُوا الْغَيْثَ فَاَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ سَبْعًا وَّشَكَا النَّاسُ كَثْرَةَ الْمَطَرِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَانْحَدَرَتِ السَّحَابَةُ عَنْ رَّاْسِهٖ فَسُقُوا النَّاسُ حَوْلَهُمْ. الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قریش مکہ اسلام سے پیچھے رہے تو جناب نبی اکرم ﷺ نے ان پر بددعا فرمائی تو ان کو قحط سالی نے آپکڑا یہاں تک کہ وہ اس میں تباہ ہو گئے۔ مردہ جانور اور ہڈیاں تک کھاتے تھے۔ تو ابو سفیان آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمدؐ آپؐ تو صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں یہاں آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے تو آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے تو ابن مسعودؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فارتقب یوم تاتی السماء الایۃ پھر جب وہ اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے تو اللہ تعالیٰ کا قول یوم نبطش اس کا مصداق یوم بدر ہے۔ اسباط منصور سے مزید براں نقل کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے قریش کیلئے دعا کی تو بارش سے ان کو سیراب کیا گیا۔ اور یہ بارش ان پر سات دن تک مسلسل برستی رہی۔ اور لوگوں نے کثرت بارش کی شکایت کی۔ تو آپؐ نے دعا فرمائی اے اللہ ہمارے اردگرد ہو اور ہمارے اوپر نہ ہو۔ چنانچہ بادل آپؐ کے سر مبارک سے ہٹ گیا اور مدینہ کے لوگ مع اردگرد والوں کے سیراب ہو گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یعنی مسلمانوں کو ضرورت نہیں۔ اور کفار دعا کی درخواست کریں تو کیا کرے۔ امام بخاریؒ نے اس کا

کوئی جواب ذکر نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ مختلف احتمالات ہیں۔ ایک یہ کہ دعا کردے۔ جیسا کہ حضور اقدس ﷺ نے کردی تھی۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اگر اپنی بددعا سے یہ قحط آیا ہے تو دعا استسقاء کرے ورنہ نہیں۔ زاد اسباط یہ ابن مسعودؓ کی روایت ہے اور یہ بالاتفاق مکہ کی ہے۔ اس میں اسباط نے فدعا رسول الله ﷺ بڑھا دیا۔ اس پر شراح نے اور میرے حضرت نے اعتراض کیا کہ ابن مسعودؓ کی روایت مکہ کی ہے اور کثرت مطر کا واقعہ مدینہ کا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے توجیہ فرمائی کہ ممکن ہے کہ دونو جگہ یہ واقعہ پیش آیا ہو اور میری رائے یہ ہے کہ زاد اسباط فدعا رسول الله ﷺ یہ پہلا واقعہ ہے اور ابن مسعودؓ کی مکہ والی روایت کے متعلق ہے۔ فاطبقت علیها سبعا یہ مدینہ کا واقعہ ہے اسباط نے تبعاً و استطرادًا اس کو ذکر فرمادیا ہے۔ نیز! پہلے گزر چکا کہ لوگوں کی حالت دیکھنے کے بعد استسقاء کی دعا کرنی چاہیئے کہ وہ لوگ خدا کی رحمت کے اہل ہیں یا نہیں یہ بھی دلیل ہے کہ مشرکین کے واسطے دعا نہ کرنی چاہیئے۔

باب الدُّعَآءِ اِذَا كَثُرَ الْمَطَرُ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا۔

ترجمہ۔ جب بارش زیادہ ہوجائے تو حوالینا ولا علینا کے الفاظ کے ساتھ دعا کرنی چاہیئے

حدیث (۹۶۰) حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَخْطُبُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَامَ النَّاسُ فَصَاحُوْا فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَحَطَ الْمَطَرُ وَاحْمَرَّتِ الشَّجَرُ وَهَلَکَتِ الْبَهَائِمُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ یَّسْقِیَنَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا مَرَّتَیْنِ وَاَیْمُ اللّٰهِ مَا نَرٰی فِی السَّمَآءِ قَزَعَةً مِّنْ سَحَابٍ فَنَشَاَتْ سَحَابَةٌ وَّاَمْطَرَتْ وَنَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَصَلّٰی فَلَمَّا انْصَرَفَ لَمْ تَزَلْ تُمْطِرُ اِلَی الْجُمُعَةِ الَّتِیْ تَلِیْهَا فَلَمَّا قَامَ النَّبِیُّ ﷺ یَخْطُبُ صَاحُوْا اِلَیْهِ تَهَدَّمَتِ الْبُیُوْتُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ یَحْبِسُهَا عَنَّا فَتَبَسَّمَ النَّبِیُّ ﷺ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا وَتَکَشَّفَتِ الْمَدِیْنَةُ فَجَعَلَتْ تُمْطِرُ حَوْلَهَا وَمَا تُمْطِرُ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے تو کچھ لوگ اٹھ کر چیخ کر کہنے لگے یا رسول اللہ بارش رک گئی درخت سرخ ہوگئے۔ اور چوپائے جانور ہلاک ہوگئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں سیراب کرے۔ آپؐ نے دو مرتبہ فرمایا اے اللہ ہمیں سیراب فرما۔ اللہ کی قسم ہمیں بادل کا کوئی ٹکڑا دکھائی نہیں دیتا تھا کہ اچانک بادل اٹھا اور برسنے لگا جناب رسول اللہ ﷺ منبر سے اترے اور نماز پڑھی پھر واپس گھر کو لوٹے یہ بارش اگلے جمعہ تک ہوتی رہی پھر جناب نبی اکرم ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے آپؐ سے چیخ کر کہا کہ گھر گر گئے اور راستے بند ہوگئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو ہم سے روک لے تو جناب نبی اکرم ﷺ مسکرادیئے اور فرمایا اے اللہ ہمارے اردگرد بارش ہو ہم پر نہ ہو اور مدینہ کھل گیا تو وہ بادل مدینہ کے

بِالْمَدِیْنَةِ قَطْرَةٌ فَنَظَرْتُ اِلَی الْمَدِیْنَةِ وَاِنَّهَا لَفِیْ مِثْلِ الْاِکْلِیْلِ ... الحدیث ...

اردگرد تو بارش برساتا تھا لیکن مدینہ میں ایک قطرہ بھی نہیں برساتا تھا۔ تو میں نے ذرا غور سے مدینہ منورہ کو دیکھا کہ وہ مدینہ تاج کی طرح کی چیز میں ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ آنحضرت ﷺ کو تعجب ہوا کہ تھوڑی سی مدت کی بارش سے گھبرا گئے۔ اور اس پر بھی تعجب ہوا کہ تھوڑے سے زمانہ میں ان کی حالت بدل گئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی کثرت باراں کے وقت اس کو بند کرنے کی دعا جائز ہے۔ اور یہ الفاظ و لاعلینا اولیٰ ہیں۔ شراح کے نزدیک اس باب سے قبل جو باب الدعاء اذا انقطعت السبل گذرا ہے اس سے الفاظ دعا مراد ہیں۔ اور یہاں نفس دعا مراد ہے۔ اور میرے نزدیک اس باب کی غرض یہ ہے کہ دعا کا ادب بیان کیا جاتا ہے۔ کہ حضور اقدس ﷺ کے فرمائے الفاظ سے دعا کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہ نہایت جامع الفاظ ہیں اور حکمت سے پُر بھی ہیں۔

باب الدُّعَاءِ فِی الْاِسْتِسْقَاءِ قَائِمًا

ترجمہ۔ استسقاء میں دعا کھڑے ہو کر مانگنی چاہئے

حدیث (۹۶۱) وَقَالَ لَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ الخ خَرَجَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ یَزِیْدَ الْاَنْصَارِیُّ وَخَرَجَ مَعَهُ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَّزَیْدُ بْنُ اَرْقَمَ فَاسْتَسْقٰی فَقَامَ لَهُمْ عَلٰی رِجْلَیْهِ عَلٰی غَیْرِ مِنْبَرٍ فَاسْتَسْقٰی ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ یَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ وَلَمْ یُؤَذِّنْ وَلَمْ یُقِمْ قَالَ اَبُوْ اِسْحَاقَ وَرَاٰی عَبْدُاللّٰهِ بْنُ یَزِیْدَ النَّبِیَّ ﷺ .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن یزید انصاری نکلے اوان کے ہمراہ حضرت براء بن عازبؓ اور زید بن ارقم بھی تھے تو انہوں نے بارش طلب کی کہ اپنے دونوں پاؤں پر بغیر منبر کے کھڑے ہو گئے دعاء استسقاء مانگی پھر دو رکعت نفل ادا فرمائی جس میں قراءۃ کو بلند آواز سے پڑھا۔ لیکن نہ اذان ہوئی اور نہ تکبیر۔ ابو اسحاق کہتے ہیں کہ عبداللہ بن یزید نے جناب نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے۔

حدیث (۹۶۲) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ اَنَّ عَمَّهٗ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ اَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ بِالنَّاسِ یَسْتَسْقِیْ لَهُمْ فَقَامَ فَدَعَا اللّٰهَ قَائِمًا ثُمَّ تَوَجَّهَ قِبَلَ الْقِبْلَةِ وَحَوَّلَ رِدَاءَهٗ فَاُسْقُوْا۔

ترجمہ۔ حضرت عباد بن تمیم کے چچا جو اصحاب النبی ﷺ میں سے تھے وہ ان کو خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ لوگوں کو لے کر بارش مانگنے کیلئے نکلے۔ کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور چادر کو الٹ پلٹ کیا پس لوگوں کو پانی سے سیراب کیا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ چونکہ دعا میں تضرع مقصود ہے اس لئے آداب میں سے یہ ہے کہ یہ دعا قائما ہو۔

باب الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الِاسْتِسْقَاءِ

ترجمہ۔ استسقاء میں قرأت بلند آواز سے ہونی چاہئیے

حديث (۹۶۳) حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الخ عَنْ عَمِّهِ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْتَسْقِي فَتَوَجَّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ يَدْعُو وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ ... الحديث...

ترجمہ۔ حضرت عباد بن تمیم کے چچا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ بارش مانگنے کیلئے باہر تشریف لائے قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگی چادر کو الٹ پلٹ کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی جس میں قرأت کو بلند آواز سے پڑھا۔

تشریح قطب گنگوہیؒ ۔ صلی رکعتین یجهر فيهما کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے دو رکعت نماز استسقاء پڑھی اور اس میں قرأت کو بلند آواز سے پڑھا۔ اما صاحبؒ کا مسلک بھی یہی ہے کہ اگرچہ نماز استسقاء میں داخل نہیں لیکن کوئی امام نماز پڑھے تو اسے قرأۃ اونچی آواز سے پڑھنی چاہئیے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ مسئلہ متفق علیہا ہے۔ خرج النبی ﷺ یستسقی یہ روایت اجماع کے خلاف ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ صلوٰۃ الاستسقاء میں خطبہ نماز کے بعد ہوگا۔ اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہوگا۔ اب اس کی توجیہ یہ ہے کہ روایت میں قلب واقع ہوگا۔ یا یہ کہا جائے کہ ثم ترتیب ذکر کے لئے ہے۔

باب كَيْفَ حَوَّلَ النَّبِيُّ ﷺ ظَهْرَهُ إِلَى النَّاسِ ۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کی طرف پیٹھ کیسے پھیری

حديث (۹۶۴) حَدَّثَنَا آدَمُ الخ عَنْ عَمِّهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ خَرَجَ يَسْتَسْقِي قَالَ فَحَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُوا ثُمَّ حَوَّلَ رِدَاءَهُ ثُمَّ صَلَّى لَنَا رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ الحديث...

ترجمہ۔ حضرت عباد بن تمیم کے چچا فرماتے ہیں کہ جس دن آپؐ بارش کی دعا مانگنے کے لئے باہر تشریف لائے تو میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ نے لوگوں کی طرف اپنی پیٹھ پھیری۔ قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے دعا فرماتے تھے۔ اور اپنی چادر کو الٹ پلٹ کرتے تھے۔ پھر آپؐ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی جس میں آپؐ نے قرأۃ بلند آواز سے پڑھا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ اس حدیث سے تحویل کی بعض صورتوں کو بیان فرمایا ہے۔ یہ نہیں کہ آپؐ کی تحویلہ کی کیا کیفیت ہوتی تھی۔ تو اس حدیث کو اس باب میں لا کر بتلا دیا کہ آپ کا پیٹھ کو پھیرنا دعا سے پہلے ہوتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میری رائے یہ ہے کہ اگر ترجمہ یوں ہوتا کیف حول النبی ﷺ ردائہ تو امام بخاریؒ کی شان کے زیادہ لائق ہوتا۔ کیونکہ تحویل رداء کی کیفیت میں اختلاف ہے لیکن چونکہ امام بخاریؒ نے حول ظھرہ کا باب باندھا ہے۔ اسلئے ہم انشاء اللہ تعالیٰ اختلاف تو پیدا ہی کر دیں گے۔ اس لئے کہ پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک اختلاف ہی اختلاف ہے اور علماء اس میں مختلف ہیں کہ دعا کس وقت کرے۔ یہ تو ضرور ہے کہ دعا مستقبل قبلہ ہوگی۔ مگر اس کا محل اور وقت کیا ہے۔ آیا خطبتین کے درمیان ہے یا خطبہ ثانیہ کے شروع میں۔ یا درمیان یا آخر میں۔ اس صورت میں کیف متی کے معنی میں ہوگا۔ اور یہ کیف کے ساتھ ساتواں باب ہے۔ اور میرے نزدیک یہ کیفیت ثابت کرنے کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ کیفیت کے اختلاف کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ تو یہاں بھی یہ اختلاف ہے کہ تحویل کس وقت ہوگی۔ امام احمدؒ کے نزدیک خطبہ کے بعد اور امام شافعیؒ کے نزدیک پہلے خطبہ کے درمیان بعض علماء کے نزدیک دونوں خطبوں کے درمیان ہوگی۔

بَاب صَلٰوةِ الْاِسْتِسْقَآءِ رَكْعَتَيْنِ

ترجمہ۔ استسقاء کی نماز دو رکعت ہے

حدیث (۹۶۵) حَدَّثَنِیْ قُتَيْبَةُ الخ عَنْ عَمِّهٖ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اسْتَسْقٰى فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَبَ رِدَآءَهٗ ...الحديث...

ترجمہ۔ حضرت عباد بن تمیم کے چچا کی روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے بارش طلب فرمائی تو دو رکعت نماز پڑھی اور اپنی چادر کو الٹ پلٹ کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مطلب یہ ہے کہ دو رکعت سے زیادہ نہیں ہے اس لئے کہ زیادتی ثابت نہیں۔

بَاب الْاِسْتِسْقَآءِ فِی الْمُصَلّٰى

ترجمہ۔ نماز استسقاء عید گاہ میں پڑھی جائے

حدیث (۹۶۶) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ اِلَى الْمُصَلّٰى يَسْتَسْقِیْ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَبَ رِدَآءَهٗ قَالَ سُفْيٰنُ وَاَخْبَرَنِی الْمَسْعُوْدِیُّ عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَ جَعَلَ الْيَمِيْنَ عَلَى الشِّمَالِ. الحديث

ترجمہ۔ حضرت عباد بن تمیم کے چچا فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نماز استسقاء کے لئے عید گاہ میں تشریف لائے۔ قبلہ رو ہوئے دو رکعت نماز پڑھی چادر کو الٹا کیا ابی بکر سے مروی ہے کہ دائیں طرف کو بائیں طرف پر رکھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ غرض باب یہ ہے کہ استسقاء کی نماز اگر عیدگاہ میں پڑھیں تو کوئی حرج نہیں۔ اور جس طرح مسجد جامع میں جائز ہے ایسے ہی عیدگاہ میں بھی جائز ہے۔ اور جو روایت میں واقعہ ہے یہ ٦ھ کا ہے۔ جعل الیمین علی الشمال کیفیت قلب رداء میں روایات مختلف ہیں۔ ایک تو یہی کہ جعل الیمین علی الشمال ہے اور دوسری روایت میں چادر کا اوپر سے نیچے کر دینا ہے دونوں روایات میں علماء نے جمع فرمادیا ہے۔

بَاب اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

ترجمہ۔ استسقاء میں قبلہ رو ہونا چاہئیے

حدیث(٩٦٧) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيَّ اَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ اِلَى الْمُصَلّٰى يُصَلِّيْ وَاِنَّهٗ لَمَّا دَعَا اَوْ اَرَادَ اَنْ يَّدْعُوَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوَّلَ رِدَآءَهٗ .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب نماز پڑھنے کیلئے عیدگاہ کی طرف تشریف لائے تو جب دعا مانگی یا دعا مانگنے کا ارادہ کیا تو قبلہ کی طرف رُخ کیا اور چادر کو بدلا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰہِ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ زَيْدٍ هٰذَا مَازِنِيٌّ وَّالْاَوَّلُ كُوْفِيٌّ هُوَ ابْنُ يَزِيْدَ ...

ترجمہ۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ عبداللہ بن زید مازن کے قبیلہ کے ہیں۔ اور پہلا عبداللہ کوفی ہے۔ جو یزید کا بیٹا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میں بتلا چکا ہوں کہ استسقاء کے خطبہ میں استقبال قبلہ ہوگا۔ قال ابو عبدالله چونکہ باپ کے نام میں صرف یا یا عدم یا کا فرق ہے بقیہ نام متحد ہے۔ اس لئے ممکن تھا کہ کسی کو وہم ہو جائے کہ دونوں ایک ہی ہیں۔ تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ یہ مازنی ہیں اور اوّل کوفی ہیں۔

بَاب رَفْعِ النَّاسِ اَيْدِيَهُمْ مَّعَ الْاِمَامِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

ترجمہ۔ لوگ نماز استسقاء میں امام کے ساتھ ہی اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھائیں۔

حدیث(٩٦٨) وَقَالَ اَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ قَالَ اَتٰى رَجُلٌ اَعْرَابِيٌّ مِنْ اَهْلِ الْبَدْوِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ دیہاتیوں میں سے ایک دیہاتی آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے میرا کنبہ اور لوگ ہلاک ہو گئے تو آپ رسول اللہ ﷺ دونوں ہاتھ اٹھا کر

يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ هَلَكَتِ الْمَاشِيَةُ هَلَكَ الْعِيَالُ هَلَكَ النَّاسُ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ يَدْعُوْ وَرَفَعَ النَّاسُ اَيْدِيَهُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَدْعُوْنَ قَالَ فَمَاخَرَجْنَا مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰى مُطِرْنَا فَمَازِلْنَا نُمْطَرُ حَتّٰى كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْاُخْرٰى فَاَتَى الرَّجُلُ اِلٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ بَشِقَ الْمُسَافِرُ وَمُنِعَ الطَّرِيْقُ بَشِقَ اَىْ مَلَّ .بسند آخر رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَاَيْتُ بَيَاضَ اِبْطَيْهِ.....

دعا فرمانے لگے لوگ بھی آپؐ کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں ہم ابھی مسجد سے باہر نہیں نکلے تھے کہ بارش شروع ہو گئی۔ پھر یہ بارش ہم پر دوسرے جمعہ تک رہی۔ پس ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یارسول اللہ مسافر سفر سے عاجز آگئے۔ راستے رُک گئے (بشق بمعنے مل اکتا جانا عاجز ہونا) حضرت انسؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے تو میں نے حضورؐ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اس باب کی غرض ان لوگوں پر ردّ کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ استسقا میں صرف امام ہی دعا کے لئے رفع یدین کرے۔ بقیہ حضرات ویسے ہی ہاتھ اٹھائے بغیر آمین کہیں گے۔ جمہور کے نزدیک دعا کے وقت امام اور مقتدی دونوں رفع یدین کریں گے امام بخاریؒ کی رائے بھی یہی ہے۔ اتى رجل اعرابى من اهل البدر میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ یہ ۹ھ کا واقعہ ہے کیونکہ میرے نزدیک یہ چار واقعے ہیں۔ ایک تو مکہ مکرمہ کا۔ دوسرا ۳ھ کا۔ تیسرا ۶ھ کا جس میں نماز پڑھی۔ اور چوتھا ۹ھ کا جو غزوۂ تبوک سے واپسی پر ہوا۔ شراح کے کلام میں بعض جگہ ان میں تخلیط واقع ہو گئی ہے۔

بَاب رَفْعِ الْاِمَامِ يَدَهٗ فِى الْاِسْتِسْقَاءِ

ترجمہ۔ امام کا استسقاء میں اپنے ہاتھ کو اٹھانا

حدیث (۹۶۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِىْ شَيْءٍ مِّنْ دُعَائِهٖ اِلَّا فِى الْاِسْتِسْقَاءِ وَاِنَّهٗ يَرْفَعُ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ ..الحديث...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ دعا میں کسی جگہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے سوائے استسقاء کے۔ اور اس میں اس قدر اونچے ہاتھ اٹھاتے کہ آپؐ کے بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ پہلے باب میں امام بخاریؒ رفع الناس ايديهم مع الامام فرما چکے ہیں۔ جس سے امام کا رفع ثابت ہو گیا اب یہ باب مکرر ہو گیا۔ شراح فرماتے ہیں کہ اوّلاً استطراداً تھا اور یہ استقلالاً ہے۔ مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اگر یہی تھا تو اوّلاً امام بخاریؒ کو اس کی شرافت کی وجہ سے استقلالاً ذکر کرنا چاہئے تھا۔ پھر استطراداً بھی ذکر فرما دیتے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ باب سابق کی غرض تو وہ ہے

جو میں بیان کر چکا اور اس باب سے کیفیت رفع ثابت کرنا ہے اور وہ اس طرح پر کہ رفع میں مبالغہ کرے حتی کہ بیاض ابطین ظاہر ہو جائیں

بَابُ مَا يُقَالُ اِذَا مَطَرَتْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ كَصَيِّبٍ الْمَطَرِ وَقَالَ غَيْرُهٗ صَابَ وَاَصَابَ يَصُوْبُ

ترجمہ۔ جب بارش برس رہی ہو تو کون سے کلمات کہے جائیں ابن عباسؓ صیّب کی تفسیر مطر سے کرتے ہیں اور غیر ابن عباس صاب واصاب یصوب سے مشتق گردانتے ہیں

حدیث (۹۷۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا رَاَى الْمَطَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا تَابَعَهُ الْقَاسِمُ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب بارش کو دیکھتے تو فرماتے اے اللہ اس کو نفع دینے والی بارش بنادے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی بارش کے وقت یہ دعا کرنی چاہئے۔ چونکہ لفظ صیب خود حدیث پاک میں آرہا ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ کا ذہن آیت کریمہ او کصیب من السماء کی طرف منتقل ہو گیا۔ اور اس کی تفسیر فرمادی کہ اس کے معنی بارش کے ہیں۔ نیز ! مطر کا لفظ آیا تھا۔ اور صیب کے معنی بھی مطر کے ہیں۔ اس لئے آیت کی طرف ذہن منتقل ہو گیا۔ وقال غیر وصاب واصاب الخ امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ صیب اجوف واوی ہے۔ اجوف یائی نہیں اور یا تفصیل کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ صاب یصوب سے مشتق ہے۔ اب حضرت امام بخاریؒ پر یہاں اشکال کیا گیا کہ امام نے صاب اور اصاب دونوں کا مضارع یصوب لکھا۔ ان کو اتنی بھی خبر نہیں کہ اصاب کا مضارع یصوب نہیں یصیب ہے۔ مدافعین عن البخاری جواب دیتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض صرف یہ ہے کہ صاب اور اصاب دونوں ایک معنی میں ہیں۔ اصاب کا مضارع ذکر نہیں فرمایا۔ اللھم صیباً نافعاً ۔ نافعاً اس وجہ سے فرمایا کہ بعض اوقات بارش ضرر و نقصان کا سبب بن جاتی ہے اس لئے مقید فرمادیا کہ نافع ہو ضار نہ ہو۔

بَابُ مَنْ تَمَطَّرَ فِي الْمَطَرِ حَتّٰى يَتَحَادَرَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ

ترجمہ۔ جو شخص بارش میں نہاتا ہے۔ حتی کہ بارش آپ کی داڑھی پر اترتی ہے یا پہنچتی ہے

حدیث (۹۷۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ قَالَ اَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَبَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک مرتبہ لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو گئے دریں اثناء جناب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ

عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَامَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا اَنْ يَّسْقِيَنَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ وَمَا فِي السَّمَاءِ قَزَعَةٌ قَالَ فَثَارَ سَحَابٌ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهٖ حَتّٰى رَاَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ قَالَ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِيْ يَلِيْهِ اِلَى الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى فَقَامَ ذٰلِكَ الْاَعْرَابِيُّ اَوْرَجُلٌ غَيْرُهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا قَالَ فَمَا جَعَلَ يُشِيْرُ بِيَدِهٖ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ السَّمَاءِ اِلَّا تَفَرَّجَتْ حَتّٰى صَارَتِ الْمَدِيْنَةُ فِيْ مِثْلِ الْجَوْبَةِ حَتّٰى سَالَ الْوَادِيْ قَنَاةَ شَهْرًا قَالَ فَلَمْ يَجِيْءْ اَحَدٌ مِّنْ نَّاحِيَةٍ اِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ.

دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی کھڑا ہو کے کہنے لگا یا رسولؐ اللہ! مال ہلاک ہو گیا اہل و عیال بھو کے مر گئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش برسائیں چنانچہ آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے حالانکہ آسمان میں کوئی ٹکڑا بادل کا نہیں تھا۔ مگر یک لخت پہاڑوں میں بادل پھیل گئے۔ ابھی جناب رسول اللہ ﷺ منبر سے نہیں اترے تھے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ بارش کے قطرے آپؐ کی داڑھی مبارک پر اتر رہے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں اس دن بھی سارا دن ہم پر بارش ہوتی رہی دوسرے دن۔ تیسرے دن۔ چوتھے دن حتیٰ کہ دوسرے جمعہ تک بارش رہی۔ پھر وہی دیہاتی یا کوئی دوسرا کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ یا رسول اللہ عمارتیں گر گئیں مال غرق ہو گیا پس ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ تو حضور اکرم ﷺ نے دعا کے لئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمانے لگے اے اللہ! ہمارے اردگرد ہو ہم پر بارش نہ ہو۔ پس آپؐ آسمان کے جس طرف بھی اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے وہ کھل جاتا تھا۔ یہاں تک مدینہ چھاتے کی طرح ہو گیا اور وادی قناۃ مہینہ بھر چلتی رہی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ کے اطراف میں سے جو شخص بھی آتا وہ کثیر بارش کی خبر دیتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کے اصول مطردہ میں سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ امام بخاریؒ بعض اوقات ترجمہ سے کسی ایسی روایت کی تائید کرتے ہیں جس کا مضمون تو صحیح ہوتا ہے مگر روایت شرط کے مطابق نہیں ہوتی۔ اور بعض اوقات تردید فرماتے ہیں۔ جبکہ مضمون بھی امام بخاریؒ کے نزدیک صحیح نہ ہو۔ یہاں مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ پر ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی تو آپؐ نے چادر اتار دی اور بارش کو اپنے اوپر لینے لگے۔ اور فرمایا حدیث عهد بربه ابھی ابھی اپنے رب کی طرف سے آئی ہے۔ چونکہ یہ روایت امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہیں تھی مگر مضمون صحیح تھا اس لئے امام نے اس کی تائید فرمائی۔ اور تائید اس طرح کر دی کہ حضور اکرم ﷺ پر بارش ہو رہی تھی مگر حضور اقدس ﷺ ہٹے نہیں۔ تمطر سے مراد قائم رہے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ موسم کی سب سے پہلی بارش میں غسل کرنا چاہیے۔

باب اِذَا هَبَّتِ الرِّیْحُ

ترجمہ۔جب ہوائیں چلیں

حدیث(۹۷۲)حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ یَّقُوْلُ كَانَتِ الرِّیْحُ الشَّدِیْدَةُ اِذَا هَبَّتْ عُرِفَ ذٰلِكَ فِیْ وَجْهِ النَّبِیِّ ﷺ. الحدیث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب سخت آندھیاں چل رہی تھیں تو جناب نبی اکرم ﷺ کے چہرہ میں اس کا اثر پہچانا جاتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حاصل یہ کہ چونکہ ریح شدیدہ عذاب الٰہی کا پیش خیمہ ہے اسلئے ایسے وقت میں مشغول ہو جانا چاہئے

باب قَوْلِ النَّبِیِّ ﷺ نُصِرْتُ بِالصَّبَا

ترجمہ۔آپؐ کا ارشاد ہے کہ پروا ہوا سے میری مدد کی جاتی ہے

حدیث(۹۷۳)حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ ..الحدیث..

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا پروا ہوا سے میری مدد کی گئی۔اور پچھم کی ہوا سے عاد کی قوم برباد ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح فرماتے ہیں کہ اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ وہ صباء کا استثناء فرما رہے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر خوف اس وقت طاری ہوتا تھا جبکہ دبور پچھم کی ہوا ہو۔ صبا پروا ہوا کے وقت خوف طاری نہیں ہوتا تھا

باب مَاقِیْلَ فِی الزَّلَازِلِ وَالْاٰیَاتِ

ترجمہ۔زلزلوں اور قدرت کی نشانیوں کے بارے میں جو کچھ فرمایا گیا ہے۔

حدیث(۹۷۴)حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ (الخ) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُقْبَضَ الْعِلْمُ وَتَكْثُرُ الزَّلَازِلُ وَیَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَیَكْثُرُ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ حَتّٰی یَكْثُرُ فِیْكُمُ الْمَالُ فَیَفِیْضُ ..الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی یہاں تک کہ دینی علم اٹھالیا جائے گا۔ زلزلے کثرت سے ہوں گے زمانہ گھٹتا جائے گا۔ فتنے ظاہر ہوں گے۔اور ہرج یعنی قتل بہت ہوں گے یہاں تک کہ تمہارے اندر مال کی کثرت ہوگی پس بہنے لگے گا یعنی عام ہو جائے گا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ہرج کے معنی قتل کے ہیں دو مرتبہ قتل قتل یا تو اسلئے کہا گیا کہ مجاز کا وہم نہ ہو یا تکرار سے کثرت کی طرف اشارہ ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ زلازل کا وقوع شدت ہوا میں اکثر ہوا کرتا ہے۔ اس لئے زلازل کو بھی اس میں ذکر فرمادیا اب ان زلازل وغیرہ میں استسقاء کی طرح نماز ہے یا نہیں۔ حنابلہؒ کے یہاں ہے اور جمہور کے نزدیک نہیں۔ البتہ چونکہ یہ علامات قیامت میں سے ہے اس لئے تضرع وزاری کرنا چاہیئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونا چاہیئے۔ یتقارب الزمان تقارب زمان کے کئی مطلب ہیں۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ برکت جاتی رہے گی۔ ایسے طور پر دن ورات گزریں گے کہ کچھ پتہ نہیں چلے گا کہ رات کب آئی اور دن کب ختم ہوا۔ اور اسی معنی کے قریب بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ لذات اور شہوات میں اتنا غلو ہوگا کہ کچھ پتہ نہ چلے گا کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی شئے میں انہماک ہوتا ہے تو وقت کا پتہ نہیں چلتا کب گذرا اور کتنی دیر میں گذرا۔ نہ اہل معاصی کو اور نہ ہی اہل طاعت کو پتہ چلتا ہے اور تیسرا مطلب بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ کثرت مصائب کی وجہ سے دن ورات کا پتہ نہ چلے گا۔ مگر اشکال یہ ہے کہ مصیبت کے وقت ایک گھڑی کاٹنا بھی مشکل ہو جاتا ہے اور پہاڑ سا معلوم ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کثرت مصائب کی وجہ سے اس میں تعطل پیدا ہو جائیگا اور پتہ ہی نہ ہوگا کہ کب رات آئی اور کب دن ختم ہوا۔ یا اس کے برعکس۔ نیز !ایک اور مطلب بھی بتلایا جاتا ہے کہ دن رات میں مساوات فی المقدار ہو جائے گی مگر یہ معنی یہاں مراد نہیں بلکہ یہ کتاب الرؤیا والی حدیث میں مراد لیا جائے گا کیونکہ مساوات کے وقت خواب صحیح ہوتا ہے اور اس رؤیا والی کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ قرب قیامت مراد ہے کہ قرب قیامت میں خواب سچے ہونے لگیں گے۔

حدیث (۹۷۵) حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا وَفِیْ یَمَنِنَا قَالَ قَالُوْا وَفِیْ نَجْدِنَا قَالَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا وَفِیْ یَمَنِنَا قَالُوْا وَفِیْ نَجْدِنَا قَالَ هُنَالِكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے اللہ ہمارے شام اور یمن میں ہمارے لئے برکت فرمادے۔ راوی کہتے ہیں لوگوں نے کہا نجد کے بارے میں بھی۔ آپؐ نے پھر فرمایا کہ اے اللہ ہمارے لئے ہمارے شام اور یمن میں برکت فرمادے لوگوں نے پھر کہا ہمارے نجد کے بارے میں بھی دعا فرمایئے آپؐ نے فرمایا وہاں زلزلے ہوں گے اور فتنے برپا ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا لشکر نکلے گا۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ شُكْرَكُمْ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم نے اپنی روزی یہی بنالی ہے کہ تم جھٹلاتے رہو گے ابن عباسؓ رزق کی تفسیر شکر سے کرتے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ تجعلون رزقکم ای حظکم وقسطکم رزق کے معنی حصہ کے ہیں۔ ابن عباسؓ نے

اس کی تفسیر شکر سے کی ہے۔ اور شکر سے مراد بارش ہے یعنی تم نے اپنا حصہ قرآن سے یہی بنالیا ہے کہ تم اسے جھٹلاتے رہو۔ یا یہ کہ اپنے رزق کا شکر یہ یہی ادا کیا کہ قرآن کو جھٹلاتے رہو۔ واللہ اعلم

حدیث (۹۷۶) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ (الخ) عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِیِّ اَنَّهٗ قَالَ صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَیْبِیَةِ عَلٰی اَثَرِ سَمَآءٍ کَانَتْ مِنَ اللَّیْلَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِیُّ ﷺ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ بِالْکَوْکَبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ کَذَا وَکَذَا فَذٰلِكَ کَافِرٌ بِیْ مُؤْمِنٌ بِالْکَوْکَبِ.. الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت زید بن خالد جہنیؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حدیبیہ کے مقام پر صبح کی نماز پڑھائی جبکہ رات کو بارش ہونے کی وجہ سے ابھی اس کے آثار باقی تھے۔ جب حضور اقدس ﷺ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے اس وقت کیا فرمایا۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ فرمایا بعض میرے بندے تو مجھ پر ایمان لانے والے بنے اور بعض کافر ہوئے جس نے کہا کہ ہم پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی تو وہ تو مجھ پر ایمان لانے والے اور ستاروں سے کفر کرنے والے بن گئے لیکن جس نے کہا کہ ہم پر تو نچھتر اور برج میں جانے کی وجہ سے بارش ہوئی تو یہ مجھ سے کفر کرنے والا اور ستارے پر ایمان لانے والا ہوا۔

باب لَا یَدْرِیْ مَتٰی یَجِیْءُ الْمَطَرُ اِلَّا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی۔

وَقَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ خَمْسٌ لَا یَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حدیث (۹۷۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مِفْتَاحُ الْغَیْبِ خَمْسٌ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا اللّٰهُ لَا یَعْلَمُ اَحَدٌ مَا یَکُوْنُ فِیْ غَدٍ وَلَا یَعْلَمُ اَحَدٌ مَا یَکُوْنُ فِی الْاَرْحَامِ وَلَا تَعْلَمُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا غیب کی چابی پانچ ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔ اور یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ بچہ دانیوں میں کیا ہے۔ اور کوئی جی یہ بھی نہیں جانتا کہ

نَفْسٌ مَّاذَاتَكْسِبُ غَدًاوَّمَاتَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ وَمَايَدْرِیْ اَحَدٌمَّتٰی يَجِیْءُ الْمَطَرُ...

وہ کل کیا کمائے گا اور کوئی جی یہ بھی نہیں جانتا کہ کون سی زمین میں اسے موت آئے گی۔ اور کوئی یہ بھی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی بارش کے متعلق یہ یقین نہ کرنا چاہیئے کہ فلاں وقت ہو گی جیسا کہ ماہرین فلکیات کہہ دیتے ہیں یہ صرف الکل پچو ہے۔ سب اللہ کے قبضہ میں ہے اور رہے قرائن تو بسا اوقات اس کے خلاف بھی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بقیہ پانچ چیزیں جن کا ذکر حدیث میں ہے ان کا بھی علم یقینی صرف اللہ کو ہے۔

الحمدللّٰہ علی ذلك تمت کتا ب الاستسقاء۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَبْوَابُ الْكُسُوْفِ

باب الصَّلٰوةِ فِی كُسُوْفِ الشَّمْسِ

ترجمہ۔ سورج کے بے نور ہونے کے وقت نماز پڑھنا

حدیث(۹۷۸) حَدَّثَنَاعَمْرُوبْنُ عَوْنٍ(الخ) عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَؓ قَالَ كُنَّاعِنْدَالنَّبِیِّ ﷺ فَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَجُرُّرِدَاءَهٗ حَتّٰی دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْنَافَصَلّٰی بِنَارَكْعَتَيْنِ حَتّٰی انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَايَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَاِذَارَاَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا وَادْعُوْاحَتّٰی يُكْشَفَ مَابِكُمْ...الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابی بکرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ سورج گرہن لگ گیا۔ تو آپؐ کھڑے ہو گئے اور چادر کو کھینچتے ہوئے مسجد میں داخل ہو گئے۔ ہم بھی مسجد میں داخل ہوئے تو آپؐ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی یہاں تک سورج کھل کر روشن ہو گیا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ سورج اور چاند کسی کی موت کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے اور جب تم اس قسم کے حوادث دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو یہاں تک کہ وہ مصیبت تم سے ٹل جائے۔

حدیث (۹۷۹) حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ الخ
سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا..

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک سورج اور چاند لوگوں میں سے کسی کے مرنے کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے لیکن یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جب ان کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور نماز پڑھو۔

حدیث (۹۸۰) حَدَّثَنَا اَصْبَغُ (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهٗ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا.. الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ جناب نبی اکرم ﷺ سے خبر دیتے ہیں کہ بے شک سورج اور چاند کسی کے مرنے یا کسی کی زندگی کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے بلکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں نشانیاں ہیں۔ جب ان کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

حدیث (۹۸۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ
عَنِ الْمُغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ فَقَالَ النَّاسُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ اِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيٰوتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمْ فَصَلُّوْا وَادْعُوا اللّٰهَ۔

ترجمہ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جس دن کہ آپؐ کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات ہوئی تو سورج گرہن لگ گیا۔ لوگ کہنے لگے کہ صاحبزادہ ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج بے نور ہوا جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک سورج اور چاند کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے تو جب اس قسم کے حوادث دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو۔

تنبیہ ۔ حضرت شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے افادات جلد اوّل کے تحیۃ المسجد تک ختم ہو گئے۔ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ کے افادات جو تقریر بخاری اردو کے نام سے طبع ہوئے وہ کتاب الاستقاء پر ختم ہو گئے۔ اب حضرت شیخ مدنیؒ کے فرمان پر کہ شیخ الحدیث مولانا زکریا مرحوم ومغفور کو حکم ہوا کہ آپ فقیہ امت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی تقریر جو مولانا زکریاؒ کے والد ماجد مولانا محمد یحی کاندھلویؒ نے ضبط فرمائی تھی۔ اس کو طبع کرا کر شائع کریں تا کہ حضرت گنگوہیؒ کے افادات سے مستفید ہوں چنانچہ اب آئندہ پہلے حضرت گنگوہیؒ کے افادات درج ہوں گے پھر اس پر جو حاشیہ مولانا زکریاؒ نے لامع الدراری علی الجامع البخاری کے نام سے طبع ہوا۔ اس کو تحریر کیا جائے گا۔ ھو اللہ الموفق

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لکنهما ایتان من ایات الله الخ اہل ہیئۃ جو کہتے ہیں کہ سورج گرہن چاند کے سورج اور زمین کے درمیان حائل ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ حدیث اس کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ آیۃ کے معنی علامت کے ہیں اور سورج و چاند دونوں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کی نشانیاں ہیں اور سورج گرہن کے موقع پر ان دونوں کے نور کا سلب ہو جانا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان پر پوری قدرت حاصل ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ مسئلہ کسوف میں دس ابحاث ہیں جن کی تفصیل اوجز مسالک میں بیان کی گئی یہاں اختصار اپنایا جاتا ہے پہلی بحث تو لغت میں ہے کسوف۔ خسوف۔ انکساف اور انخساف لغت کے اعتبار سے سب ہم معنی ہیں۔ البتہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ کسوف شمس کے لئے اور خسوف قمر کے لئے اور بعض اوقات ایک دوسرے پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ فقہاء کے یہاں یہی مشہور ہے اور جمہور یہ فرماتے ہیں کہ کسوف اور خسوف دونوں میں بالکلیہ ان کی روشنی چلی جاتی ہے۔ اور بعض اوقات کچھ حصہ روشنی کا چلا جاتا ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ خسوف دونوں کے رنگ کا چلا جانا ہے۔ اور کسوف میں رنگ کی تبدیلی ہوتی ہے۔

دوسری بحث یہ ہے کہ اہل ہیئۃ والحساب کہتے ہیں کہ کسوف شمس کی کوئی کیفیت حقیقت نہیں سورج میں کبھی تغیر نہیں آتا البتہ کبھی کبھی زمین اور سورج کے درمیان چاند حائل ہو جاتا ہے۔ سورج کا نور باقی رہتا ہے حیلولة ارض کی وجہ سے کسوف قمر میں روشنی بالکل باقی نہیں رہتی۔ علامہ ابن العربی نے ان کے استدلال کو اس طرح باطل کیا ہے کہ اہل ہیئۃ کے نزدیک مسلمہ ہے کہ سورج چاند سے کئی گنا جسامت میں زیادہ ہے تو پھر اصغر اکبر کے لئے کیسے حاجب ہو گا۔ علامہ عینیؒ نے بھی تفصیل سے ان کا ابطال کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تخویف کیلئے کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اس طرح اپنی قدرت کا اظہار فرمادیتے ہیں۔ اہل حساب کی بات اگر حق بھی ہو تو وہ تخویف کے منافی نہیں جیسے زلزلہ ان کے نزدیک تحت الارض والجبال تغیر احوال کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جو ان سے نہ ڈرتا ہو علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ کسوف ایک ایسا تغیر الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ سورج اور چاند میں اس امر کے لئے پیدا کر دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے لیکن اس حکمت کا ہمیں ادراک نہیں۔

تیسری بحث یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ مشہور تھا کہ سورج گرہن اور چاند گرہن کسی امر عظیم یا کسی کی موت و حیات کے لئے ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے اس خیال کو رد فرمادیا۔

چوتھی بحث یہ ہے کہ کسوف کا حکم کیا ہے اور اس کے کیا فوائد ہیں۔ تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیات الٰہیہ ظاہر ہوتی ہیں تو نفوس انسانیہ پر ان کا اثر ہوتا ہے۔ اور وہ دنیا سے کٹ کر ذکر الٰہی کی طرف مجبور ہوتے ہیں۔ یہ حالت مومن کیلئے غنیمت ہے کہ وہ دعا اور نماز میں مشغول رہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب بھی ان حوادث کو دیکھتے تو گھبرا کر دعا و نماز میں مشغول ہو جاتے تھے

پانچویں بحث یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کسوف کب اور کتنی مرتبہ ہوا ملا علی قاری تو فرماتے ہیں صرف ۵ھ میں

بکسوف ہوا۔ مگر جمہور اہل السیر کی تحقیق یہ ہے کہ یہ کسوف ۱۰ھ ربیع الاول کے مہینہ میں ہوا جبکہ صاحبزادہ ابراھیم کی وفات ہوئی۔ اسلئے لوگ کہنے لگے کہ ان کی وفات کی وجہ سے سورج گرہن ہوا۔

چھٹی بحث یہ ہے کہ بقول اہل ہیئۃ عموماً کسوف مہینہ کی آخری تاریخ ۲۸ اور ۲۹ کو ہوتا ہے مگر اہل تاریخ کے نزدیک اس کے اوقات مختلف ہیں۔ چنانچہ صاحبزادہ ابراھیم کی وفات ۱۰ھ ربیع الاوّل کی دس کو بدھ کے دن ہوئی۔ جس دن سورج گرہن ہوا۔ اور شہادت امام حسینؓ عاشورہ محرم میں ہوئی اس دن بھی سورج بے نور ہوا۔

ساتویں بحث یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کتنی بار کسوف ہوا۔ علامہ خطابی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ آپؐ کے عہد میں دومرتبہ کسوف ہوا پہلی مرتبہ ۶ھ میں حدیبیہ کے موقعہ پر اور دوسرا ۱۰ھ میں وفات ابراھیم پر مگر ابن قیم اور علامہ بھیقی کا میلان اس طرف ہے کہ آپؐ کے زمانہ میں کسوف صرف ایک ہی مرتبہ ہوا ہے وہ ۱۰ھ جبکہ صاحبزادہ ابراھیم کی وفات ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ کتب احادیث سے کسوف شمس تو صرف ایک مرتبہ ثابت ہے۔ اور خسوف قمر حضور ﷺ کے زمانہ میں دومرتبہ ہوا ہے۔

آٹھویں بحث صلوٰۃ کسوف کی ہے اس میں بھی چند مسائل ہیں۔ پہلا تو یہ ہے کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک صلوٰۃ کسوف سنت مؤکدہ ہے مالکیہ کے نزدیک سنت غیر مؤکدہ۔ علماء احناف کے نزدیک علامہ عینیؒ فرماتے ہیں الاصح انها سنة اور بعض نے وجوب کا قول بھی نقل کیا ہے۔ مگر متفق علیہ مسئلہ سنیۃ کا ہے۔ دوسرا مسئلہ وقت کا ہے۔ شوافعؒ کے نزدیک تو اس کا کوئی وقت نہیں۔ کیونکہ یہ صلوٰۃ ذات سبب ہے۔ حنابلہ اور حنفیہ نے اوقات مکروہہ کو مستثنیٰ کیا ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ وقتها وقت العيد۔ تیسرا مسئلہ صلوٰۃ کسوف کی کیفیت کا ہے۔ احناف کے نزدیک یہ نماز دورکعت بر کوعین (دو رکوع کے ساتھ) ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر رکعت میں دورکوع ہیں۔ چوتھا مسئلہ قرأۃ کے جہر اور سر کا ہے۔ احناف اور حنابلہ جہر کے قائل ہیں۔ اور دیگر ائمہ سرا کے قائل ہیں۔ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک اس کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت ہے بعض کہتے ہیں کہ جماعت مشروع نہیں ہے۔ چھٹا مسئلہ خطبہ کا ہے امام شافعیؒ اور اسحاق بن راہویہ نماز کے بعد خطبہ کی سنیۃ کے قائل ہیں۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ نماز کسوف کے بعد خطبہ نہیں ہے۔

نویں بحث خسوف قمر کے بارے میں ہے شراح احیاء میں ہے کہ خسوف قمر ۴ھ جمادی الاخری میں واقع ہوا حضور اکرم ﷺ نے اس پر لوگوں کو جمع نہیں کیا۔ اور دوسرا خسوف حسب قول سیرۃ ابن حبان ۵ھ جمادی الاخری میں ہوا۔ جس میں آپؐ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

دسویں بحث یہ ہے کہ صلوٰۃ کسوف کی طرح یا اس سے مختلف ہے امام مالکؒ تو فرماتے ہیں کہ سوائے کسوف شمس کے آپؐ نے خسوف قمر میں کوئی نماز نہیں پڑھی۔ البتہ دار قطنی نے ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کسوف وخسوف میں چار رکوع اور چار سجدے کئے ہیں بہر حال احناف کے نزدیک اگر صلوٰۃ خسوف پڑھی جائے تو بغیر تکرار رکوع اور بدون الخطبه پڑھی جائے اور جماعت مالکیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ احناف کے نزدیک غیر مسنون ہے۔

تنبیہ ۔ حضرت امام بخاریؒ نے ترجمہ صلوٰۃ الکسوف کا باندھا جس کے تحت چند ایسی روایات ذکر فرمائیں جن کے اندر تعدد رکوع کا ذکر نہیں ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ امام بخاریؒ تعدد رکوع کو نہیں لیتے ورنہ کوئی ایک روایت تو اس بارے میں ذکر فرماتے۔ چنانچہ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ صلی بنا رکعتین یہ حدیث اس پر دال ہے۔ کہ صلوٰۃ کسوف صلوٰۃ نافلہ کی طرح ہے اور نسائی میں یہ زیادتی بھی ہے صلوا کما کنتم تصلون اور صلوٰۃ معلومہ نافلہ ہے۔ نیز ! ہر رکعت میں دس رکوع کی روایات بھی آئی ہیں۔ ان کو کیوں چھوڑا جاتا ہے۔ مزید تفصیل اوجز میں دیکھی جا سکتی ہے۔

قولہ اصحاب الھیئۃ ۔ گذر چکا کہ اہل ہیئۃ کے جتنے مقدمات ہیں وہ سب باطل ہیں۔ اگر تسلیم بھی کر لئے جائیں تو اگر ان کی غرض صرف یہ ہے کہ عادت اللہ یونہی جاری ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر ان کا مقصد یہ ہے کہ یہ عقلاً واجب ہے اس کی حسب ذاتہ تاثیر ہے تو یہ باطل ہے۔ کیونکہ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ تعالیٰ۔ فان الآیۃ ھی العلامۃ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ علامۃ لعذاب الناس یا قیامت کے قرب کی نشانی ہے یا سورج کے مخلوق ہونے کی نشانی ہے کہ وہ اللہ کی قدرت میں اس طرح مسخر ہے کہ اس کو اپنے نفس سے دفع کرنے کی قدرت نہیں۔ چہ جائیکہ وہ کسی غیر پر قدرت رکھے۔

بَابُ الصَّدَقَةِ فِي الْكُسُوفِ

ترجمہ۔ کسوف کے وقت صدقہ خیرات بھی کرنا چاہئے

حدیث (۹۸۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالنَّاسِ فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُخْرٰى مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج بے نور ہوا تو حضور رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اس طرح نماز پڑھائی کہ کھڑے ہوئے اور قیام بہت لمبا کیا تو رکوع کو بھی لمبا کیا پھر کھڑے ہو گئے تو قیام کو اتنا لمبا کیا کہ وہ پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر رکوع کیا اور رکوع کو اتنا لمبا کیا کہ وہ پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ کیا اور سجدہ کو لمبا کیا پھر دوسری رکعت میں بھی ایسا کیا جیسے کہ پہلی رکعت میں کیا تھا۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر اس وقت پھرے جبکہ سورج مکمل چکا تھا تو لوگوں کو خطبہ دیا اس طرح کہ پہلے اللہ کی حمد بیان کی اور پھر تعریف فرمائی پھر فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جو کسی کی موت اور حیات کیلئے

لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيٰوتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَادْعُوا اللّٰهَ وَكَبِّرُوْا وَصَلُّوْا وَتَصَدَّقُوْا ثُمَّ قَالَ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ مَامِنْ اَحَدٍ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ اَنْ يَّزْنِيَ عَبْدُهٗ اَوْتَزْنِيَ اَمَتُهٗ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا. الحديث

بے نور نہیں ہوتے۔ پس جب تم اس کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تکبیر پڑھو اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔ پھر فرمایا اے امت محمد ﷺ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں ہے کہ اس کا بندہ یا اس کی باندی زنا کرتے ہیں۔ اور اے امۃ محمدؐ اللہ کی قسم! کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے ہوتے تو تھوڑا ہنستے اور بہت روتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ کسوف سے اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کا علم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کے محارم کی پردہ دری اور معاصی کے ارتکاب کے وقت اس کے انتقام اور ایمان کے سلب ہونے اور دیگر مصائب سے بے خوف نہیں ہونا چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مامن احد اغیر من اللہ الخ اللہ تعالیٰ کی طرف غیرت کی نسبۃ مجازاً ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زانی اور زانیہ پر نہایت غضب و غصہ کا اظہار فرماتے ہیں یا یہ استعارہ مصرحہ تبعیہ ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ اپنے عبد زانی اور زانیہ سے انتقام اور عذاب و عتاب کا نزول فرمائیں گے اس حالت کے ساتھ تشبیہ ہے جبکہ وہ اپنے غلام زانی کے ساتھ زجر و تعزیر کا سلوک کرتا ہے اس کلام کو ماقبل سے تعلق یہ ہے کہ جب رسالت مآب ﷺ نے اپنی امت کو کسوف سے ڈراتے ہوئے نماز دعا تکبیر اور صدقہ و خیرات کا حکم دیا۔ اب ارادہ فرما کر ان کو دیگر گناہوں سے بھی روکا جائے ان معاصی میں سے زنا کی خصوصیت یہ ہے کہ نفس کا جتنا میلان زنا کی طرف ہوتا ہے اتنا دیگر معاصی کی طرف نہیں ہوتا۔ اس معاملہ میں خلق الانسان ضعیفا چونکہ زنا اقبح معاصی میں سے ہے اور اس کا اثر نفوس کے بھڑکانے اور غلبہ غضب میں زیادہ اس کو غیرت مند کی پکڑ اور گرفت سے ڈرایا گیا۔

قال العارف الرومی ابر نیاید از پئے منع زکوۃ وزنا افتد بلا اندر جہات

ترجمہ۔ زکوٰۃ روکنے سے بارش نہیں آتی۔ اور زنا کی وجہ سے چاروں طرف سے آفات بلایا نازل ہوتی ہیں۔ (مرتب)

باب النِّدَاءِ بِالصَّلٰوةِ جَامِعَةً فِي الْكُسُوْفِ۔

ترجمہ۔ کسوف میں الصلوۃ جامعۃ کے الفاظ سے اعلان کیا جائے۔

حديث (۹۸۳) حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نُوْدِيَ اَنِ الصَّلٰوةَ جَامِعَةً. الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب سورج گرہن لگا تو اعلان کیا گیا کہ الصلوۃ جامعۃ یعنی بیشک نماز جمع کرنے والی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ نے صلوۃ عیدین کو اس پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا کہ جیسے کسوف میں نداء ہوتی ہے عیدین میں بھی ہونی چاہیئے۔ لیکن علماء احنافؒ فرماتے ہیں کہ عیدین میں اس حکم کا تعدیہ نہیں ہو سکتا کیونکہ کسوف میں ہر شخص متنبہ نہیں ہوتا۔ ہاں جب کسوف سے اندھیرا چھا جائے تو تب لوگوں کو تنبہ ہوتا ہے۔ خلاف عیدین کے کہ ان کا دن اوران کا وقت کسی پر پوشیدہ نہیں ہوتا۔ بایں ہمہ روایات میں آچکا ہے۔ لم یکن الصلوۃ العیدین اذان ولا اقامۃ ولا شیٔ تو یہ لا شیٔ کا لفظ دوسری ہر چیز کی نفی کرتا ہے او الصلوۃ جامعۃ تو بہر حال ایک شی ہے جس کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ ابن حجرؒ الصلوۃ جامعۃ میں دونوں پر نصب کے قائل ہیں۔ الصلوۃ کی نصب جامعۃ کی نصب حال پر محمول ہے۔ ای احضر والصلوۃ فی حال کونھا جامعۃ یعنی نماز میں سب لوگ حاضر ہو جاؤ جبکہ وہ جمع کرنے والی ہے اور بعض نے دونوں پر رفع پڑھا ہے۔ الصلوۃ مبتداء اور جامعہ خبر بمعنی ذات جماعۃ۔ بہر حال علماء کا اس پر اجماع ہے کہ صلوۃ کسوف میں نہ تو اذان ہے نہ اقامت ہے اور نہ ہی کوئی اور چیز ہے البتہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر منادی الصلوۃ جامعۃ کا نعرہ لگائے تاکہ لوگ مسجد کی طرف آجائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اس میں امام شافعیؒ متفرد ہیں۔ جو حدیث عبداللہ بن عمرؓ سے استدلال کرتے ہیں۔ جمہور فرماتے ہیں کہ حدیث عبداللہ بن عمرؓ ابتداء اسلام پر محمول ہے۔ کیونکہ ابتداء میں صلوۃ کسوف کا لوگوں کو علم نہیں تھا۔ اس لئے نداء کا حکم دیا گیا چنانچہ مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے لا اذان فی یوم الفطر حین یخرج الامام ولا بعدما یخرج الامام ولا اقامۃ ولا ندا ولا شیئ۔ یعنی حضرت جابرؓ فرماتے ہیں عید الفطر میں جب امام باہر آتا تھا نہ اس وقت اذان ہوتی اور نہ ہی امام کے باہر آنے کے بعد کوئی اقامۃ نہ کوئی نعرہ اور نہ ہی کوئی اور شیئ ہوتی تھی اوجز میں ابن قیم کا قول نقل کیا گیا ہے کان النبی ﷺ اذا انتھی الی المصلی اخذ فی الصلوۃ من غیر اذان ولا قول الصلوۃ جامعہ والسنۃ لا یفعل شیئ من ذلک۔ یعنی جب نبی اکرم ﷺ عیدگاہ پہنچتے تھے تو نماز شروع کر دیتے تھے نہ اذان ہوتی تھی اور نہ ہی الصلوۃ جامعہ کا نعرہ ہوتا تھا۔ پس سنت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی چیز نہ کی جائے۔ چنانچہ بعض نے اسے مکروہ وخلاف اولیٰ بلکہ بدعت تک کہا ہے۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ خود حضرت گنگوہیؒ نے کوکب دری میں اس کی مشروعیت کا قول کیا ہے۔ چنانچہ بغیر اذان ولا اقامۃ کے بعد فرماتے ہیں ھذا لیس نفیا للاعلام مطلقا بل ھذا نفی للاعلام بطریق مخصوص الخ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شاید شیخ نے اختلاف ائمہ کی طرف اشارہ فرمایا ہو کہ بعض احنافؒ بعد میں اس کے جواز کے قائل ہو گئے۔ (ملخصاً)۔

باب خُطْبَةِ الْاِمَامِ فِی الْکُسُوْفِ۔
وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَاَسْمَاءُ خَطَبَ النَّبِیُّ ﷺ

ترجمہ۔ کسوف میں امام کا خطبہ دینا۔ دونوں بہنیں حضرت عائشہؓ اور اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے خطبہ دیا۔

حدیث (۹۸۴) حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِیْ حَیٰوةِ النَّبِیِّ ﷺ فَخَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ قَالَ فَصَفَّ النَّاسُ وَرَاءَهٗ فَکَبَّرَ فَقَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قِرَاءَةً طَوِیْلَةً ثُمَّ کَبَّرَ فَرَکَعَ رُکُوْعًا طَوِیْلًا ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقَامَ وَلَمْ یَسْجُدْ وَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِیْلَةً هِیَ اَدْنٰی مِنَ الْقِرَاءَةِ الْاُوْلٰی ثُمَّ کَبَّرَ وَرَکَعَ رُکُوْعًا طَوِیْلًا هُوَ اَدْنٰی مِنَ الرُّکُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَالَ فِی الرَّکْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَاسْتَکْمَلَ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ فِیْ اَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ یَّنْصَرِفَ ثُمَّ قَامَ فَاَثْنٰی عَلَی اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ هُمَا اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰهِ لَا یَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیَاتِهٖ فَاِذَا رَاَیْتُمُوْهَا فَافْزَعُوْا اِلَی الصَّلٰوةِ وَکَانَ یُحَدِّثُ کَثِیْرُ بْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ کَانَ یُحَدِّثُ یَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ حَدِیْثِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ اِنَّ اَخَاكَ یَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِالْمَدِیْنَةِ لَمْ یَزِدْ عَلٰی رَکْعَتَیْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ قَالَ اَجَلْ لِاَنَّهٗ اَخْطَاَ السُّنَّةَ ... الحدیث

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ زوج النبی ﷺ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں سورج بے نور ہوا تو آپؐ مسجد کی طرف تشریف لائے تو لوگوں نے آپؐ کے پیچھے صف باندھی۔ آپ نے تکبیر کہی اور جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک لمبی قرأت پڑھی۔ پھر تکبیر کہہ کر ایک لمبا رکوع کیا پھر سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا اور سجدہ نہ کیا بلکہ پھر ایک لمبی قرأت پڑھی جو پہلی قرأۃ سے کم تھی۔ پھر تکبیر کہہ کر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے قدرے کم تھا پھر سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا ولك الحمد فرمایا۔ پھر سجدہ میں چلے گئے پھر دوسری رکعت میں بھی ویسا کیا جیسا پہلی رکعت کے اندر کیا تھا تو اس طرح چار رکوع چار سجدوں کے ساتھ کئے اور حضور ﷺ کے نماز سے فارغ ہونے سے پہلے پہلے سورج روشن ہو گیا۔ پھر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جیسے کہ وہ اس کا مستحق ہے پھر فرمایا کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جو کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے۔ جب تم اس کو دیکھو تو گھبرا کر نماز کی طرف جاؤ۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں۔ کثیر بن عباسؓ حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جس دن سورج بے نور ہوتا تو ایسے ہی حدیث بیان کرتے تھے جیسے حضرت عروہؒ تو میں نے یعنی زہریؒ نے حضرت عروہ سے کہا کہ آپ کے بھائی عبداللہ بن الزبیرؓ تو جس دن مدینہ میں سورج بے نور ہوتا تھا تو صبح کی نماز کی طرح دو رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا ہاں وہ اس طرح پڑھتے تھے کیونکہ انہوں نے سنت کا خلاف کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ امام زہریؒ کی تحقیق حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر واضح دلیل ہے اسلئے کہ حضرت عروہؒ

تابعی ہیں جو کسی دوسرے سے سن کر بیان کر رہے ہیں اور حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ صحابی ہیں اور خود حدیث بیان کر رہے ہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ صلوۃ کسوف کے مسئلہ کی تحقیق کئے بغیر وہ قوم کی امامت کرتے ہوں۔ نیز! ان کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت ہے جن سے ان کے فعل پر انکار منقول نہیں ہے۔ اگر نکیر ہوتا تو جیسے ان کے چھوٹے بھائی جو سناً علماء چھوٹے ہیں ان کا انکار نقل کیا ہے تو بڑے بھائی پر نکیر کو ضرور نقل کیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے قول کو مان لیا اور اسے اچھا سمجھا۔ مزید بر اں یہ کہ حضرت عروہؓ کے انکار کا مبنیٰ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے جس سے صلوۃ ابن الزبیرؓ کی مخالفت معلوم ہوتی ہے جس سے ان کو گمان ہو گیا کہ ان کا فعل سنۃ کے خلاف ہے۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ صلوۃ کسوف کے وقت وہاں موجود نہیں بلکہ اپنے حجرہ میں تھیں جو نفس الامر اصل واقعہ کو نہیں جانتیں حالانکہ جو لوگ واقعہ میں موجود تھے وہ حضور اکرم ﷺ کے فعل کو معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے وہ مسلک احنافؒ کے بالکل موافق ہے کہ ہر رکعت میں ایک رکوع تھا۔ بایں ہمہ خود حضرت عائشہؓ کی روایت مضطرب ہے کسی میں ہر رکعت کے اندر چار رکوع۔ کسی میں چھ رکوع منقول میں معلوم ہوا ان کے نزدیک کوئی امر واضح نہیں تھا۔ راویوں نے اپنی ترجیحات کے مطابق ان سے روایات نقل کر دیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ ابن حجرؒ نے حضرت عائشہؓ کی روایت کی بنا پر فرمادیا کہ صلوٰۃ کسوف میں سنت یہ ہے کہ ہر رکعت میں دو رکوع ہوں۔ مگر علامہ عینیؒ نے جواب دیا کہ عروہؓ تابعی ہیں عبداللہ بن الزبیرؓ صحابی ہیں۔ صحابی سنت رسولؐ کو زیادہ جانتا ہے یا تابعی اس لئے خطا کی نسبت عروہ تابعی کی طرف مناسب ہے نہ کہ صحابی کی طرف جو کہ اپنے علم کے مطابق عمل کر رہے ہیں پھر حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ خلیفہ ہیں ایک خلق کثیر ان کے پیچھے نماز پڑھتی ہے۔ اگر اس نے سنت کی خلاف ورزی کی تو سب صحابہ اور غیر صحابہ خاطی ہوئے کہ ان میں سے کوئی بھی ایک حرف نہیں بولتا۔ نیز **مثل الصبح** ایسے ہے جیسے ابو داؤد کی روایت میں ہے کا**حدث صلوۃ صلیتموھا** تو یہ تشبیہ وحدت رکوع میں ہے تعدد رکعتین میں نہیں ہے۔ بلکہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہو **صلوا کصلوٰتی ھذا** بلکہ احادیث میں یا **صلوٰۃ مطلقہ** کا حکم ہے۔ اور **صلوٰۃ الصبح** سے تشبیہ وارد ہوئی ہے۔

الافی حجرتھا۔ اور وہ خود بھی اس طرح اپنے حجرہ میں صلوٰۃ کسوف پڑھ رہی تھیں اور دوسری عورتیں بھی وہاں جمع ہو گئیں چنانچہ نسائی میں الفاظ ہیں **عن عائشۃؓ ان النبی ﷺ خرج مخرجا فخسف الشمس فخرجنا الی الحجرۃ فاجتمع الینا نساء واقبل رسول اللہ ﷺ فقام قیاما طویلا**۔۔ ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لے گئے تو سورج بے نور ہو گیا تو ہم ہجرہ کی طرف نکلیں اور دوسری عورتیں بھی ہماری طرف جمع ہو گئیں۔ حضور ﷺ تشریف لائے تو لمبا قیام فرمایا۔ **الی اخرہ**۔

وتحری فعل النبی ﷺ چنانچہ حضرت سمرۃ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ میں اور انصار کا ایک لڑکا تیر اندازی کر رہے تھے تو جب سورج دو نیزے یا تین نیزے کی مقدار تک پہنچا تو سیاہ ہو گیا۔ تو ہم نے ایک دوسرے سے کہا کہ چلو حضور ﷺ کا حال دیکھیں کہ وہ ایسی صورت میں کیا کرتے ہیں ابو داؤد کے الفاظ ہیں کہ **فیہ الصلوۃ برکوع واحد** اور مسلم کے الفاظ ہیں **قرء بسورتین وصلی رکعتین**

اوراسی طرح عبدالرحمٰن بن سمرہؓ کی حدیث ہے قلت لانظرن ماحدث لرسول اللہ ﷺ فی کسوف الشمس الیوم ۔ تواس میں بھی رکعتین ای رکوعین ہے۔ بہر حال یہ اہتمام کے ساتھ حضور ﷺ کے فعل کو دیکھنے والے صحابہؓ ہر رکعت میں ایک ہی رکوع نقل فرماتے ہیں۔ فھی مترددة فی روایة القصة چنانچہ ائمہ ستہ نے تو حضرت عائشہؓ سے ہر رکعت میں دو رکوع نقل کئے ہیں۔ اور مسلم میں ہر رکعت میں تین رکوع۔ مسلم کے الفاظ ہیں ست رکعات اربع سجدات چھ رکوع اور چار سجدے تھے۔ تو روایت عائشہؓ مضطرب ہوئی۔ کیف یستدل بھا ....

باب هَلْ يَقُوْلُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ اَوْخَسَفَتْ وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَخَسَفَ الْقَمَرُ

ترجمہ۔ کیا سورج کیلئے کسوف اور خسوف دونوں کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے خسف القمر تو جب قمر کیلئے خسوف ہے تو شمس کیلئے کسوف ہوگا دونوں صحیح ہیں۔

حدیث (۹۸۵) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ (الخ) اَنَّ عَآئِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَكَبَّرَ فَقَرَاَ قِرَآءَةً طَوِيْلَةً ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقَامَ كَمَا هُوَ ثُمَّ قَرَاَ قِرَآءَةً طَوِيْلَةً وَّهِيَ اَدْنٰى مِنَ الْقِرَآءَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهِيَ اَدْنٰى مِنَ الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ سَجَدَ سُجُوْدًا طَوِيْلًا ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ سَلَّمَ وَقَالَ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ اِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَافْزَعُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ. الحدیث

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ حضرت عروہؓ کو خبر دیتی ہیں کہ جس دن سورج بے نور ہوا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھنی شروع کی کہ کھڑے ہو کر تکبیر کہی پھر لمبی قرأت فرمائی پھر رکوع لمبا کیا پھر سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا پھر ایسے کھڑے ہوئے جیسے کہ وہ پہلے کھڑے ہوتے تھے پھر لمبی قرأت فرمائی جو پہلی قرأت سے قدرے کم تھی اور رکوع بھی اتنا لمبا کیا جو پہلے رکوع سے قدرے کم تھا پھر لمبا سجدہ فرمایا پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا پھر اس وقت سلام پھیرا جبکہ سورج روشن ہو چکا تھا تو لوگوں کو خطبہ دیا۔ پھر کسوف شمس اور قمر کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ کسی کی موت وحیات کے لئے بے نور نہیں ہوتے۔ پس جب تم ایسے حوادث دیکھو تو گھبرا کر نماز کی طرف جاؤ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فقال فی کسوف الشمس والقمر الخ اس سے امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب ثابت کیا ہے کہ

پہلے تو راوی نے دونوں کے لئے کسوف کا لفظ استعمال کیا پھر لا یخسفان کے لفظ سے ذکر فرمایا۔ معلوم ہوا کہ دونوں لفظوں کا اطلاق معا جائز ہے۔ اگرچہ غالب شمس کے لئے کسوف اور قمر کے لئے خسوف ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں قمر کے لئے خسوف اور روایت میں شمس کے لئے کسوف وارد ہوا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عروہؒ کی روایت میں ہے **لا تقولوا کسفت الشمس ولکن قولوا خسفت** تو امام بخاریؒ نے حضرت عروہؒ کی تائید میں حدیث باب ذکر فرمائی کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں **خسفت الشمس** لیکن علامہ عینیؒ اور قسطلانیؒ نے بہت سی احادیث صحیحہ نقل کر کے بتلادیا ہے کہ لفظ **کسفت** بھی بہت جگہ استعمال ہوا ہے چنانچہ مسلم کی روایات کثیرہ اس پر دال ہیں۔ لیکن امام بخاریؒ کے نزدیک کوئی قول راجح نہیں تھا تو انہوں نے **ھل** استفہامیہ سے ترجمہ باندھا البتہ **خسف القمر** کو لانے سے ان کا میلان یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب قمر کے لئے خسوف ہے تو شمس کے لئے کسوف ہوگا۔ چنانچہ فقہاء کے یہاں بھی یہی مشہور ہے کہ کسوف شمس کے لئے اور خسوف قمر کے لئے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ لغت کے اعتبار سے کسوف کا مدلول اور ہے اور خسوف کا اور ہے۔ کیونکہ کسوف تو **تغیر الی سواد** کو کہتے ہیں اور خسوف کے معنی نقصان کے ہیں۔ تغیر اور نقصان شمس و قمر دونوں میں ہوتا ہے۔ لہذا ان میں ترادف ہوگا الغرض حضرت عروہؒ کے قول سے جو قول کا اختصاص کا احتمال پیدا ہوتا تھا اس کو دفع فرمایا کہ دونوں کا استعمال دونوں میں صحیح ہے۔ پھر امام بخاریؒ نے ترجمہ میں آیت کریمہ ذکر فرمائی۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں اس سے اشارہ فرمایا کہ قرآن مجید میں **خسف القمر** آیا ہے۔ تو اس کیلئے **کسف** نہ لایا جائے۔ مگر احادیث کثیرہ میں قمر کے لئے بھی **کسف** کا لفظ وارد ہوا ہے۔ لہذا حضرت شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ اوجہ اور راجح ہوگی کہ دونوں کا اطلاق دونوں کے لئے جائز ہے۔

باب قَوْلِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم يُخَوِّفُ اللّٰهُ عِبَادَهٗ بِالْكُسُوْفِ
قَالَهٗ اَبُوْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ کسوف کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے حضرت ابو موسیٰؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح روایت کیا ہے۔

حدیث (۹۸۶) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ (الخ) عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلٰكِنْ يُّخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِمَا عِبَادَهٗ لَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ الْوَارِثِ (الخ) يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهٗ وَتَابَعَهٗ مُوْسٰی (الخ)

ترجمہ۔ حضرت ابو بکرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک سورج اور چاند اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ جو کسی کی موت کیلئے بے نور نہیں ہوتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتے ہی عبد الوارث وغیرہ نے یونس سے اس جملہ کو نقل کیا۔ البتہ موسیٰ اور اشعث نے

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِمَا عِبَادَهٗ وَ تَابَعَهٗ اَشْعَثُ الخ ..الحديث.... حضرت حسن سے اس جملہ کو نقل کیا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ تابعه موسى یعنی روایت مذکورہ کے ذکر کرنے میں موسیٰ نے یونس کی متابعت کی ہے رہ گیا تخویف کاذکر کرنا اس میں متابعہ کے ذکر نہ کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا ظاہر عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متابعہ ذکر تخویف میں ہے کیونکہ تخویف کے سوا اس ترجمہ میں اور کسی سے تعرض نہیں کیا گیا تو ان دونوں حضرات کا روایت کو ذکر کرنا جبکہ اس مقصد کو ذکر نہ کیا جائے جس کے اثبات کے لئے مصنفؒ درپے ہے تو کوئی فائدہ بخش نہیں ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں عدم ذکر تخویف میں متابعہ ہے تو متن کا نسخہ اس کی تردید کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں تخویف کا ذکر صراحۃً موجود ہے۔ نیز! موسیٰ اور اس کے ساتھی کو اس جماعت سے الگ کر دینا جنہوں نے اس جملہ کو ذکر نہیں کیا مناسب نہیں بلکہ ان کو ایک مسلک میں پرونا اولیٰ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان سب حضرات نے تخویف کا جملہ ذکر نہیں کیا۔ صرف حماد بن زید نے ذکر کیا اس کی متابعت موسیٰ نے مبارک کے واسطے سے اور اشعث نے بغیر واسطہ کے حسن سے روایت کی ہے تو تابعہ کی ضمیر یونس کی طرف راجع کرنا بہتر ہے اور مقام کا بھی تقاضا ہے کیونکہ یونس کی روایت سے وہی روایت مراد ہے جس میں یہ جملہ تخویف مذکور ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ تابعه موسیٰ چنانچہ علامہ عینیؒ نے بھی یہی کیا ہے۔ تابعه یونسؒ في روا ية عن الحسن موسى عن مبارك حضرت شیخ گنگوہیؒ نے متابعات کی وضاحت میں بسط سے کلام فرمایا ہے۔ وجہ یہ ہے بخاریؒ کے نسخے مختلف ہیں۔ تابعه اشعث ان ہمارے نسخوں میں موسیٰ کے متابعہ کے بعد مذکور ہے اور حافظؒ نے اس کی تقدیم کو راجح قرار دیا ہے اور اس اختلاف سے متابعہ کی غرض مختلف ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ نے بسط سے کلام کیا ہے کرمانیؒ خاموش ہے۔ قسطلانیؒ نے حافظ ابن حجرؒ کے کلام کا لحاظ کیا ہے مختصر یہ ہے کہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ عبدالوارث۔ شعبہ۔ خالد بن عبد اللہ اور حماد بن سلمہ ان سب نے یونس سے روایت مذکورہ نقل نہیں کی جس میں جملہ تخویف کا ذکر ہے۔ البتہ یونس کی متابعت اس روایت کے بارے میں جس میں جملہ تخویف موجود ہے۔ اشعث نے کی ہے اور موسیٰ نے بھی بواسطہ مبارک ان کی متابعت فرمائی تو اس متابعت سے ان لوگوں کا رد کرنا مقصود ہے جو حضرت حسن بصریؒ کے سماع عن ابی بکرہ کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ امام نسائی نے اولاً حدیث یونس عن الحسن کو مفصلاً ذکر کیا جس میں جملہ تخویف موجود ہے بعد میں اشعث عن الحسن کی روایت مختصراً بیان فرمائی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ صلى ركعتين وذكر كسوف الشمس ۔

بَاب التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فِي الْكُسُوفِ ۔

ترجمہ۔ کسوف کی نماز میں عذاب قبر سے پناہ مانگنا۔

حدیث(۹۸۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ
عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّ یَهُوْدِیَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ لَهَا اَعَاذَكِ اللّٰہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَیُعَذَّبُ النَّاسُ فِیْ قُبُوْرِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَائِذًا بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ فَرَجَعَ ضُحًی فَمَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَیْنَ ظَهْرَانِی الْحُجَرِ ثُمَّ قَامَ یُصَلِّیْ وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهٗ فَقَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِیْلًا فَقَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِیَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِیْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِیَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِیْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِیَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِیْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ وَانْصَرَفَ فَقَالَ مَاشَاءَ اللّٰہُ اَنْ یَّقُوْلَ ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ یَّتَعَوَّذُوْا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ..... الحدیث..

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ فرماتی ہیں کہ ایک یہودی عورت آئی جو ان سے کچھ مانگتی تھی۔ جس نے حضرت عائشہؓ سے کہا اللہ تعالیٰ تجھے قبر کے عذاب سے پناہ دے حضرت عائشہؓ نے اس کے متعلق جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا لوگوں کو اپنی قبروں میں عذاب دیا جائے گا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ پکڑتے ہوئے فرمایا۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ ایک دن صبح کے وقت سواری پر سوار ہوئے تو سورج گرہن لگ گیا تو حضور انور ﷺ چاشت کے وقت واپس تشریف لائے تو آپ رسول اللہ ﷺ کا گذر حجرات ازواج رضی اللہ عنہن کے درمیان سے ہوا۔ پھر حضور ﷺ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور لوگ بھی آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ پس آپؐ نے ایک لمبا قیام کیا اور لمبا رکوع کیا۔ پھر ایک لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا اور لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سر اٹھایا اور سجدہ کیا۔ پھر قیام کیا تو لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا اور لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا اور لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا سجدہ کیا اور نماز سے فارغ ہو کر پھرے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ آپؐ نے بیان فرمایا پھر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ پکڑیں ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تسئلها وہ فقر کی وجہ سے مانگتی تھی۔ اعاذك الله یہ جملہ دعائیہ اس نے شکریہ کے طور پر کہا۔ فقام قیاماً طویلا دون القیام الاول بعض حضرات نے جمع بین الروایات کے طور پر یہ تاویل کی ہے کہ جب ہر دوسرا قیام اور رکوع پہلے قیام اور رکوع سے کم ہوتا تھا تو یہ اس گمان کی بنا پر ہے کہ بعض مقتدی تھکاوٹ کی وجہ سے سر اٹھا کر دیکھتے تو وہ یہ سمجھتے کہ آگے والے حضرات دوسرے قیام اور رکوع میں ہیں۔ حالانکہ وہی پہلا طویل قیام اور رکوع ہوتا تھا اسلئے کہ دو قیام اور دو رکوع کی بات پچھلی صفوں والے بچے اور

عورتیں بیان کرتی ہیں۔ اگلے صفوں والے مرد تو وہی عام صلوۃ کا ذکر کرتے ہیں اور ایسے مجامع میں ایسا عموماً ہو جاتا ہے۔

تشریح از شیخ محمد زکریاؒ۔ اعاذك الله قالت لها ذلك شكرا حضرت عائشہؓ سے عذاب القبر کے بارے میں روایات مختلفہ ہیں۔ کتاب الجنائز میں تو حضرت عائشہ سے امام بخاریؒ نے یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک یہودیہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئی اور اس نے عذاب القبر کا ذکر کیا۔ تو حضرت عائشہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں عذاب قبر حق ہے اور کتاب الدعوات میں حضرت عائشہؓ سے امام بخاریؒ یوں روایت بیان کرتے ہیں کہ یہود مدینہ کی دو بوڑھی عورتیں حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں اور انہوں نے کہا کہ اہل قبور اپنی قبور میں عذاب دیئے جائیں گے۔ تو حضرت عائشہؓ نے ان دونوں کی تکذیب کی حضور اکرم ﷺ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپؐ ڈر تو گئے لیکن فرمایا کہ یہود عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ پھر چند روز کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری طرف وحی آئی ہے کہ مسلمان قبور میں معذب ہوں گے۔ تو پھر ہمیشہ آپؐ عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے تو ان دونوں روایتوں میں مخالفت معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس دوسری روایت سے انکار اور پہلی روایت سے اقرار ثابت ہوتا ہے۔ تو امام نوویؒ نے تو رفع تعارض کی یہ توجیہ کی ہے کہ یہ دو قصے ہیں۔ پہلے قصہ میں آپؐ کو علم نہیں تھا بعد میں بذریعہ وحی آپ کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے انکار کے بعد اس کا اقرار کیا۔ حضرت عائشہؓ کو چونکہ علم نہ ہو سکا تھا اسلئے انہوں نے تعجب کا اظہار کیا تو اس کے بعد حضور اکرم ﷺ اعلانیہ عذاب قبر سے تعوذ کرتے رہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان سب روایات سے یہ ثابت ہوا کہ آنجناب کو عذاب القبر کا علم مدینہ منورہ میں آخری ایام میں ہوا جیسے کسوف کا واقعہ اس پر شاہد ہے لیکن قرآن مجید کی آیت سے اس پر اشکال ہوتا ہے کہ يثبت الله الذين امنوا الاية یہ کلیہ ہے اور اسی طرح النار يعرضون عليها غدوا وعشيا کہ آگ ان پر صبح شام پیش کی جائے گی۔ یہ بھی کلیہ ہے تو احادیث اور آیات میں تعارض واقع ہوا۔ جواب یہ ہے کہ پہلی آیت سے عذاب قبر کا ثبوت بطریق مفہوم مخالف کے کفار کے لئے ثابت ہوتا ہے۔ اور دوسری آیت بطور منطوق آل فرعون کے بارے میں ہے جو عام کفار کیلئے بھی ہوگا۔ تو جس عذاب قبر کا آپؐ نے انکار کیا وہ موحدین کے بارے میں تھا۔ کفار کے بارے میں تو آپؐ کو ان آیات کی وجہ سے شک نہیں تھا۔ لیکن صلوٰۃ کسوف میں جب آپؐ کو معلوم ہوا کہ عذاب قبر يقع عن من يشاء تو اس سے آپؐ کو جزم ہو گیا۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا تعوذوا من عذاب القبر اور خود بھی تعليماللامته کثرت سے استعاذہ کرنے لگے اس طرح تعارض رفع ہو گیا۔

قام قیاماً طویلاالخ تعدد رکوع کی روایات کی توجیہ کے بارے میں احنافؒ کے مختلف اقوال ہیں بعض قریب ہیں بعض بعید ہیں ان میں سے چند کو میں نے اوجز میں بیان کیا ہے۔ ایک توجیہ یہ ہے کہ روایت تعدد مضطربہ میں کما مرّ. دوسری توجیہ یہ ہے کہ روایات تعدد قولی روایت کے مخالف ہیں۔ جب قول اور فعل میں تعارض ہو تو قول کو ترجیح ہوتی ہے۔ اور تیسری توجیہ یہ ہے کہ جب لوگوں نے رکوع معتاد سے رکوع کسوف کو طویل دیکھا تو جناب رسول اللہ ﷺ کو رکوع میں پایا تو انہوں نے بھی رکوع کر دیا۔ پھر اس طرح دوسری مرتبہ اور تیسری مرتبہ کیا تو وہ بھی رکوع کرتے رہے۔ اور ان سب نے یہ گمان کیا کہ یہ سب کچھ جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے۔

اسلئے اپنے گمان کے مطابق ہر ایک روایت کرتا رہا۔ اور یہ اشتباہ آخری صفوف کو ہوا۔ اور اس قسم کا مشاہدہ اعیاد کی نمازوں میں ہوتا رہتا ہے اور چوتھی توجیہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب سورج کی حالت معلوم کرنے کے لئے سر اٹھاتے تو بعض لوگ اسے نیا رکوع سمجھ لیتے باقی توجیہات لوجز میں دیکھ لی جائیں۔

بَاب طُوْلِ السُّجُوْدِ فِي الْكُسُوْفِ

ترجمہ۔ کسوف میں سجدہ کو لمبا کرنا

حدیث (۹۸۸) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَنَّهُ قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نُوْدِيَ اَنَّ الصَّلٰوةَ جَامِعَةٌ فَرَكَعَ النَّبِيُّ ﷺ رَكْعَتَيْنِ فِيْ سَجْدَةٍ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ سَجْدَةٍ ثُمَّ جَلَسَ ثُمَّ جُلِّيَ عَنِ الشَّمْسِ قَالَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ مَا سَجَدْتُ سُجُوْدًا قَطُّ كَانَ اَطْوَلَ مِنْهَا ..الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب سورج بے نور ہوا تو الصلوۃ جامعۃ کا اعلان کیا گیا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک رکعت میں دو رکوع کئے پھر کھڑے ہوئے تو دوسری رکعت میں دو رکوع کئے۔ پھر بیٹھ گئے پھر کہیں جاکر سورج کھلا اور اس مین روشنی آئی وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے کبھی بھی ایسا لمبا سجدہ نہیں کیا۔

بَاب صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ جَمَاعَةً

وَصَلّٰى لَهُمُ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ صُفَّةِ زَمْزَمَ وَجَمَّعَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَصَلّٰى ابْنُ عُمَرَ۔

ترجمہ۔ کسوف کی نماز جماعت سے ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے لوگوں کو زمزم کے چبوترے میں نماز پڑھائی اور حضرت علی بن عبداللہ بن عباسؓ نے بھی لوگوں کو جماعت سے نماز کسوف پڑھائی اور اس طرح عبداللہ بن عمرؓ نے بھی لوگوں کو نماز کسوف پڑھائی۔

حدیث (۹۸۹) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَةِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج بے نور ہوا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی پس قیام اتنا لمبا فرمایا کہ سورۃ بقرہ کی قرأت کے مثل تھا۔ پھر لمبا رکوع کیا پھر سر اٹھا کر لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ فرمایا۔ بعد ازاں ایک طویل قیام فرمایا جو

دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيٰوةٍ فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ ثُمَّ رَاَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ الْجَنَّةَ وَتَنَاوَلْتُ عُنْقُوْدًا وَّلَوْ اَصَبْتُهٗ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَابَقِيَتِ الدُّنْيَا وَاُرِيْتُ النَّارَ فَلَمْ اَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ اَفْظَعَ وَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءَ قَالُوْا بِمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ قِيْلَ اَيَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَيَكْفُرْنَ الْاِحْسَانَ لَوْ اَحْسَنْتَ اِلٰى اِحْدٰهُنَّ الدَّهْرَ كُلَّهٗ ثُمَّ رَاَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَارَاَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ .. الحديث...

پہلے قیام سے کم تھا۔بعد ازاں رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا پس ایک لمبا قیام فرمایا۔جو پہلے قیام سے کم تھا۔پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔پھر سجدہ فرمایا پھر نماز سے فارغ ہو کر اس وقت پھرے جبکہ سورج کھل چکا تھا۔پس فرمایا بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔جو کسی کی موت وحیات کے واسطے بے نور نہیں ہوتے پھر جب تم اس قسم کا حادثہ دیکھو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم آپؐ کو اپنی اسی جگہ پر کسی چیز کو پکڑتے اور لیتے دیکھا۔پھر ہم نے دیکھا کہ آپؐ پیچھے ہٹ گئے۔فرمایا میں نے جنت کو دیکھا۔اور میں اس کا ایک انگور کا خوشہ لے رہا تھا اگر میں اس کو پہنچ جاتا تو جب تک دنیا باقی رہتی تم اس کو کھاتے رہتے۔اور میں نے جہنم کو دیکھا پس آج کے دن کی طرح میں نے کبھی بھی کوئی منظر قبیح نہیں دیکھا اور میں نے جہنم والی اکثر عورتیں دیکھیں صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کس وجہ سے یارسول اللہؐ۔فرمایا اپنے کفر کی وجہ سے۔کہا گیا کیا اللہ تعالیٰ سے کفر کرتی ہیں۔فرمایا شوہر کی ناشکری کرتی ہیں۔اور اس کے احسان کی ناقدری کرتی ہیں۔اگر تم ان میں سے کسی ایک کے ساتھ زندگی بھر احسان کرتے رہو پھر وہ تم سے کوئی شکوہ دیکھے تو کہیں گی کہ میں نے تو تیرے سے کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں ہے۔گویا کہ وہ احسان کا اعتراف نہیں کرتیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اگر اشکال ہو کہ لیلۃ المعراج میں بھی آپؐ نے جنت دوزخ کا مشاہدہ فرمایا پھر الیوم کی نفی عموم کی کیسے صحیح ہوگی۔جواب یہ ہے کہ وہاں مشاہدہ ایسا تھا جس میں یہ قباحت نہیں تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ الیوم سے مطلق وقت مراد ہے اسلئے لیلۃ المعراج کی رؤیۃ سے اشکال نہ ہوگا۔البتہ یہ شبہ ضرور ہوگا کہ لیلۃ المعراج میں جنت ودوزخ کی رؤیۃ اس اجمالی رؤیۃ سے وسیع تھی وہاں قباحت کیوں نہ ظاہر ہوئی۔

تو شیخ گنگوہی نے بہترین جواب دیا کہ وہاں کی رؤیۃ قباحت اور شناعت سے خالی تھی۔ جن کی تائید مسلم وغیرہ کی ان روایات سے ہوتی ہے جس میں رؤیۃ نار کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے دیکھا مجھے ڈر لگا کہ کہیں مجھے اس کی لپیٹ نہ پہنچ جائے۔ اور جہنم میں بعض لوگوں کو بعض پر سوار ہوتے دیکھا۔ بہر حال کہنا پڑے گا لیلۃ المعراج والی رؤیۃ جمال تھی اور کسوف والی رؤیۃ رؤیۃ جلالی تھی جس سے گھبراہٹ لاحق ہوئی۔

بَاب صَلٰوةِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْكُسُوْفِ۔

ترجمہ۔ کسوف میں عورتوں کا مردوں کے ساتھ نماز پڑھنا۔

حدیث (۹۹۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّهَا قَالَتْ اَتَيْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَاِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُّصَلُّوْنَ فَاِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّيْ فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ فَاَشَارَتْ بِيَدِهَا اِلَى السَّمَاءِ وَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَقُلْتُ اٰيَةٌ فَاَشَارَتْ اَيْ نَعَمْ قَالَتْ فَقُمْتُ حَتّٰى تَجَلَّانِيَ الْغَشْيُ فَجَعَلْتُ اَصُبُّ فَوْقَ رَاْسِيَ الْمَاءَ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ اَرَهُ اِلَّا وَقَدْ رَاَيْتُهُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ لَا اَدْرِيْ اَيَّتَهُمَا قَالَتْ اَسْمَاءُ يُؤْتٰى اَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهٗ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ اَوْ قَالَ الْمُوْقِنُ لَا اَدْرِيْ اَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ اَسْمَاءُ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى فَاَجَبْنَا وَاٰمَنَّا

ترجمہ۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنی بہن حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ کے پاس آئی۔ جبکہ سورج بے نور ہو چکا تھا تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ لوگ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور حضرت عائشہؓ بھی کھڑی نماز پڑھ رہی ہے تو میں نے پوچھا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ فرمایا اور کہنے لگیں۔ سبحان اللہ تو میں نے کہا یہ کوئی قدرت الٰہی کی نشانی ہے انہوں نے اشارہ سے بتلایا کہ ہاں! نشانی ہے۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں میں بھی نماز میں کھڑی ہو گئی لیکن شدت گرمی کی وجہ سے مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی پھر فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہیں جس کو میں نے نہ دیکھا ہو۔ مگر میں نے اسے اس مقام پر دیکھ لیا حتیٰ کے جنت اور جہنم کو بھی دیکھا اور میری طرف وحی بھیجی گئی کہ تم لوگ قبور میں مثل یا قریب فتنہ دجال کے آزمائش میں مبتلا ہو گے مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماءؓ نے مثل کا لفظ کہا یا قریب کا بہر حال ان دو میں سے ایک ضرور تھا حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا تم میں سے ایک کو لایا جائے گا تو اس سے

وَاتَّبَعْنَا فَيُقَالُ لَهُ نَمْ صَالِحًا فَقَدْ عَلِمْنَا اِنْ كُنْتَ لَمُوْقِنًا وَّاَمَّا الْمُنَافِقُ اَوِ الْمُرْتَابُ قَالَ لَا اَدْرِيْ اَيُّهُمَا قَالَتْ اَسْمَاءُ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِيْ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ ..الحديث ....

پوچھا جائے گا کہ تمہیں اس آدمی کے بارے میں کیا علم ہے مؤمن یا موقن ان میں سے ایک لفظ تھا وہ تو کہے گا یہ محمد رسول اللہؐ ہیں جو ہمارے پاس واضح دلائل اور ہدایت لے کر تشریف لائے ہم نے ان کی دعوت قبول کی ایمان لے آئے اور ہم نے ان کی پیروی کی تو اس سے کہا جائے گا کہ تو ٹھیک ٹھاک ہو کر سو جا ہمیں علم تھا کہ تو بے شک موقن ہوگا۔ لیکن منافق یا مرتاب۔ ان میں سے ایک لفظ کہا وہ کہے گا کہ میں تو نہیں جانتا البتہ لوگوں سے سنا وہ کچھ بات کہتے تھے تو میں بھی کہنے لگا بہر حال اس روایت سے ترجمۃ الباب ثابت ہو گیا کہ عورتوں نے مردوں کے ساتھ پچھلی صفوف میں نماز کسوف پڑھی۔ حالانکہ گزر چکا ہے کہ عورتیں حضرت عائشہؓ کی حجرہ میں جمع تھیں مع الرجال نہیں تھیں۔

بَاب صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ فِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ۔ کسوف کی نماز مسجد میں ادا کرنا

حدیث (۹۹۱) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ الخ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِيْ قُبُوْرِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا فَكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَرَجَعَ ضُحًى فَمَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ الْحُجَرِ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ وَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ سُجُوْدًا طَوِيْلًا ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی جو ان سے کچھ مانگتی تھی۔ تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے عذاب قبر سے پناہ دے۔ پس حضرت عائشہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا لوگوں کو قبر میں عذاب دیا جائے گا۔ تو حضور اکرم ﷺ نے اس عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ پکڑتے ہوئے اثبات میں جواب دیا پھر ایک مرتبہ صبح سویرے آپ رسول اللہ ﷺ کسی سواری پر سوار ہوئے تو سورج بے نور ہو گیا حضور ﷺ چاشت 'اشراق کے وقت واپس آگئے۔ تو آپؐ ازواج مطہرات کے حجرات کے درمیان سے گذرے پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی لوگ بھی آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو گئے تو آپؐ نے ایک لمبا قیام فرمایا پھر لمبا رکوع کیا پھر سر اٹھا کر لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا اور لمبا سجدہ کیا۔ پھر کھڑے ہو کر لمبا قیام فرمایا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے

دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ وَهُوَ دُوْنَ السُّجُوْدِ الْاَوَّلِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ يَّتَعَوَّذُوْا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، الحدیث ..

رکوع سے کم تھا۔ پھر لمبا قیام فرمایا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ کیا جو پہلے سجدہ سے کم تھا۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو رسول اللہ ﷺ نے وہ کچھ فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر ان کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ مانگیں (اگرچہ صراحۃً اس روایت کے اندر مسجد کا لفظ نہیں ہے لیکن امام بخاریؒ نے جو ازواج مطہرات کے حجرات کے بعد فصلی نقل کیا ہے اس سے ترجمہ ثابت فرمایا ہے نیز! مسلم میں اس حدیث کے اندر صلی فی المسجد کی تصریح آگئی ہے) مرتب

باب مَنْ اَحَبَّ الْعَتَاقَةَ فِیْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ۔

ترجمہ۔ کسوف شمس کے موقعہ پر جو غلام آزاد کرنا پسند فرماتے ہیں

حدیث (۹۹۲) حَدَّثَنَا رَبِيْعُ بْنُ يَحْيٰى الخ عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ لَقَدْ اَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْعَتَاقَةِ فِیْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ ... الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کسوف شمس میں غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

باب لَاتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيٰوتِهٖ رَوَاهُ اَبُوْ بَكْرَةَؓ وَالْمُغِيْرَةُؓ وَاَبُوْمُوْسٰیؓ وَابْنُ عَبَّاسٍؓ وَّابْنُ عُمَرَؓ

ترجمہ۔ سورج کسی کی موت وحیات کیلئے بے نور نہیں ہوتا ابوبکرہ۔ مغیرہ۔ ابو موسیٰ۔ ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنھم نے روایت کی ہے۔

حدیث (۹۹۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَايَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا .. الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورج اور چاند کسی کی موت کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے۔ لیکن یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ پس جب تم ان دونوں کو اس حال میں دیکھو تو نماز پڑھو۔

حدیث(۹۹۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ

عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ فَاَطَالَ الْقِرَآءَةَ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَاَطَالَ الْقِرَاْةَ وَهِيَ دُوْنَ قِرَآءَتِهِ الْاُوْلٰى ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ وَهُوَ دُوْنَ رُكُوْعِهِ الْاَوَّلَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَصَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيٰوتِهٖ وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ يُرِيْهِمَا عِبَادَهٗ فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ.. الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج بے نور ہوا تو حضور نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے لوگوں کو نماز پڑھائی تو قراۃ کو لمبا کیا پھر رکوع کیا تو رکوع کو لمبا کیا۔ پھر اپنا سر اٹھایا پھر قراۃ کو لمبا کیا جو پہلی قراۃ سے کم تھی پھر رکوع کیا جو رکوع کو لمبا کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر اپنے سر مبارک کو اٹھایا تو دو سجدے کیئے۔ پھر کھڑے ہوئے تو دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کیا۔ پھر کھڑے ہو کر فرمایا۔ بے شک سورج اور چاند کسی کی موت اور کسی کی حیات کے لئے بے نور نہیں ہوتے۔ لیکن یہ دونوں اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دکھاتا ہے پس جب تم اس حال کو دیکھو تو جلدی نماز کی طرف دوڑ کے جاؤ۔

بَابُ الذِّكْرِ فِي الْكُسُوْفِ رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ۔

ترجمہ۔ کسوف میں ذکر الٰہی کرنا اس کو ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے۔

حدیث(۹۹۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَزِعًا يَّخْشٰى اَنْ تَكُوْنَ السَّاعَةُ فَاَتَى الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى بِاَطْوَلِ قِيَامٍ وَّرُكُوْعٍ وَّسُجُوْدٍ رَّاَيْتُهٗ قَطُّ يَفْعَلُهٗ وَقَالَ هٰذِهِ الْاٰيَاتُ الَّتِيْ يُرْسِلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَا تَكُوْنَ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنْ يُّخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهٗ فَاِذَا رَاَيْتُمْ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوْٓا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَدُعَآئِهٖ وَاسْتِغْفَارِهٖ ..الحدیث..

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ سورج بے نور ہوا تو جناب نبی اکرم ﷺ گھبرا کر کھڑے ہو گئے فکر لاحق ہوئی کہ کہیں قیامت نہ قائم ہو جائے۔ پھر مسجد کی طرف تشریف لائے ایسی نماز پڑھی کہ ایسا لمبا قیام رکوع اور سجود کبھی آپؐ کو کرتے نہیں دیکھا۔ اور فرمایا کہ قدرت کی نشانیاں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نہ کسی کی موت کے لئے اور نہ کسی کی حیات کے لئے بھیجتے ہیں بلکہ ان کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں پس جب تم اس قسم کی حالت دیکھو تو ذکر الٰہی سے دعا اور استغفار کی طرف گھبرا کر جاؤ۔

بَاب الدُّعَاءِ فِي الْكُسُوفِ قَالَهُ اَبُوْ مُوْسٰى وَعَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

ترجمہ۔ کسوف میں دعا کرنا۔ یہ حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت عائشہؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے بیان کیا ہے

حدیث(۹۹۶) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُوْلُ اِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ فَقَالَ النَّاسُ اِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ اِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَادْعُوا اللّٰهَ وَصَلُّوْا حَتّٰى يَنْجَلِيَ

ترجمہ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ جس دن صاحبزادہ ابراہیم کی وفات ہوئی اس دن سورج گرہن لگا تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ یہ حضرت ابراہیمؓ کی موت کی وجہ سے بے نور ہوا ہے پس جناب رسول اللہ نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یہ نہ تو کسی کی موت کی وجہ سے اور نہ ہی کسی کی حیات کی وجہ سے بے نور ہوتے ہیں پس جب تم ان آیات الٰہی کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اور نماز پڑھو یہاں تک کہ سورج کھل جائے حضرت ابو موسیٰؓ مغیرہ بن شعبہؓ اور ابو بکرہؓ جو اگلی صفوف میں کھڑے ہونے والے ہیں ان کی روایات میں تعدد رکوع نہیں ہے البتہ اطالۃ رکوع وقیام اور سجود ضرور ہے۔ جس کو پیچھے کھڑے ہونے والے لوگوں نے تعدد پر محمول کر دیا۔

بَاب قَوْلِ الْاِمَامِ فِي خُطْبَةِ الْكُسُوْفِ اَمَّا بَعْدُ وَقَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ

ترجمہ۔ کسوف کے خطبہ میں امام کا اما بعد کہنا ابو اسامہ نے ایسا کہا ہے۔

حدیث(۹۹۷) حَدَّثَنَا هِشَامٌ الخ عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ ..

ترجمہ۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اس وقت نماز سے پھرے جبکہ سورج کھل چکا تھا تو آپؐ نے خطبہ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی جس کا وہ مستحق ہے پھر فرمایا اما بعد۔

بَاب الصَّلٰوةِ فِي كُسُوْفِ الْقَمَرِ

ترجمہ۔ چاند کے بے نور ہونے پر نماز ادا کرنا

حدیث(۹۹۸) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ الخ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ اِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت ابو بکرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج بے نور ہوا تو آپؐ نے دو رکعات نماز پڑھی۔

تشریح ۔ اس حدیث سے امام بخاریؒ نے بتلادیا کہ کسوف شمس میں تو نماز ہے لیکن کرمانیؒ کی یہ توجیہ صحیح نہیں کیونکہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ الاصیلی کی روایت میں انکسف القمر ہے۔ بدل الشمس تو اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو ترجمۃ الباب سے مناسبت ظاہر ہے۔ اور بعض نے کہا کہ حدیث مختصر ہے۔ مطول میں ہے اذا رأیتموھما فصلوا تو اب ترجمہ ثابت ہو گیا۔ مرتب

حدیث (۹۹۹) حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَخَرَجَ یَجُرُّ رِدَآءَہٗ حَتّٰی انْتَھٰی اِلَی الْمَسْجِدِ وَثَابَ اِلَیْہِ النَّاسُ فَصَلّٰی بِھِمْ رَکْعَتَیْنِ فَانْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ وَاِنَّھُمَا لَا یَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ فَاِذَا کَانَ ذٰلِکَ فَصَلُّوْا وَادْعُوْا حَتّٰی یُکْشَفَ مَابِکُمْ وَذٰلِکَ اَنَّ ابْنًا لِلنَّبِیِّ ﷺ یُقَالُ لَہٗ اِبْرَاھِیْمَ مَاتَ فَقَالَ النَّاسُ فِیْ ذٰلِکَ الحدیث ......

ترجمہ۔ حضرت ابو بکرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج بے نور ہوا تو حضور انور ﷺ چادر کھینچتے ہوئے باہر نکلے یہاں تک کہ مسجد تک پہنچے اور لوگ بھی آپؐ کی طرف جمع ہو گئے۔ تو آپ نے ان لوگوں کو دو رکعات پڑھائیں پس سورج کھل گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یہ کسی کی موت کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے۔ پس جب یہ حالت ہو تو نماز پڑھو اور اس وقت تک اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو جب تک کہ وہ مصیبت ٹل نہ جائے یا کھل نہ جائے (اس سے مصنفؒ نے ترجمہ ثابت کیا ہے) اور یہ واقعہ تب پیش آیا جبکہ نبی اکرم ﷺ کا صاحبزادہ جن کو ابراھیم کہا جاتا تھا وہ وفات پاگئے تو لوگوں نے اس میں چہ میگوئیاں کرنی شروع کیں تو تب آپؐ نے یہ اصلاح فرمائی کہ یہ باطل عقیدہ ہے۔

باب صَبِّ الْمَرْأَۃِ عَلٰی رَأْسِھَا الْمَآءَ اِذَا اَطَالَ الْاِمَامُ الْقِیَامَ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی

ترجمہ۔ پہلی رکعت میں جب امام قیام لمبا کردے تو عورت گرمی رفع کرنے کیلئے اپنے سر پر پانی پلٹ سکتی ہے

تشریح از قاسمیؒ ۔ مرتب ' امام بخاریؒ نے اس ترجمہ کے لئے حدیث ذکر نہیں فرمائی۔ صاحب توضیح فرماتے ہیں کہ حضرت اسماءؓ کی اس روایت پر اکتفا کیا جو سات ابواب پہلے مفصل ذکر ہوئی۔ جس میں اس ترجمہ کے لئے نص موجود ہے یا بعض نے یوں بھی فرمایا کہ مصنفؒ ترجمہ کے بعد حدیث بیان کرنا چاہتے تھے مگر ان کی غرض پوری نہ ہو سکی۔

باب الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی فِی الْکُسُوْفِ اَطْوَلُ

ترجمہ۔ کہ کسوف کی نماز کی پہلی رکعت لمبی ہوتی ہے۔

حدیث(۱۰۰۰) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غِیْلَانَ الخ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی بِهِمْ فِیْ کُسُوْفِ الشَّمْسِ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ فِیْ سَجْدَتَیْنِ الْاُوْلٰی اَطْوَلُ. الحدیث

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کسوف شمس میں ان کو نماز پڑھائی دو رکعتوں میں چار رکوع تھے جن میں پہلی رکعت لمبی سے لمبی تر تھی۔

باب الْجَهْرِ بِا لْقِرَآءَةِ فِی الْکُسُوْفِ

ترجمہ۔ کسوف کی نماز میں قرأت بلند آواز سے پڑھی جائے

حدیث(۱۰۰۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَهَرَ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ صَلٰوةِ الْخُسُوْفِ بِقِرَاءَتِهٖ فَاِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَآءَتِهٖ کَبَّرَ فَرَکَعَ وَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرَّکْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ یُعَاوِدُ الْقِرَآءَةَ فِیْ صَلٰوةِ الْکُسُوْفِ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ فِیْ رَکْعَتَیْنِ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ وَقَالَ الْاَوْزَاعِیُّ وَغَیْرُهٗ سَمِعْتُ الزُّهْرِیَّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَبَعَثَ مُنَادِیًا اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰی اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ فِیْ رَکْعَتَیْنِ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ قَالَ وَاَخْبَرَنِیْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ نَمِرٍ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ مِثْلَهٗ قَالَ الزُّهْرِیُّ فَقُلْتُ مَاصَنَعَ اَخُوْكَ ذَاكَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الزُّبَیْرِ مَاصَلّٰی اِلَّا رَکْعَتَیْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ اِذَاصَلّٰی بِالْمَدِیْنَةِ وَقَالَ اَجَلْ اِنَّهٗ اَخْطَاَ السُّنَّةَ تَابَعَهٗ سُلَیْمَانُ بْنُ کَثِیْرٍ وَّسُفْیٰنُ ابْنُ حُسَیْنٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ فِی الْجَهْرِ. الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ صلوٰۃ خسوف میں جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی قرأت کو بلند آواز سے پڑھا جب قرأت سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہی پھر رکوع کیا جب رکوع سے سر اٹھایا تو سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولك الحمد پڑھا پھر صلوٰۃ کسوف میں قرأت کو لوٹاتے تھے جو دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے تھی۔ اور امام زہریؒ نے عروہ عن عائشہؓ سے یوں روایت کیا کہ سورج جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بے نور ہوا تو منادی کو بھیجا جو الصلوٰۃ جامعۃ کہتا تھا آپ آگے بڑھے تو دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کئے زہری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عروہؓ سے کہا کہ تیرے بھائی عبداللہ بن الزبیرؓ نے کیا کیا کہ دو رکعتیں مثل صبح کی پڑھی جبکہ انہوں نے مدینہ میں نماز پڑھائی تو انہوں نے فرمایا ہاں! بے شک وہ سنت سے چوک گئے۔ اس حدیث کی بحث باب خطبة الامام فی الکسوف میں گذر چکی ہے۔ بہر حال حدیث باب سے ترجمہ تو ثابت ہو گیا کہ صلوٰۃ کسوف میں قرأت جھراً ہونی چاہیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب سجود القرآن

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ وَسُنَّتِهَا۔

ترجمہ۔ قرآن پاک کے سجدوں کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے اور سجدہ کا طریقہ کیا ہے۔

حدیث(۱۰۰۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ قَرَأَ النَّبِیُّ ﷺ النَّجْمَ بِمَكَّةَ فَسَجَدَ فِيهَا وَسَجَدَ مَنْ مَّعَهٗ غَيْرَ شَيْخٍ اَخَذَ كَفًّا مِّنْ حِصًى اَوْتُرَابٍ فَرَفَعَهٗ اِلٰى جَبْهَتِهٖ وَقَالَ يَكْفِيْنِىْ هٰذَا فَرَاَيْتُهٗ بَعْدُ قُتِلَ كَافِراً ... الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں آپؐ نے سورۂ النجم پڑھی تو آپؐ نے اس میں سجدہ کیا۔ اور ان لوگوں نے بھی سجدہ کیا جو آپؐ کے ساتھ تھے مگر ایک بوڑھے آدمی نے کنکری یا مٹی کی مٹھی لے کر اپنی پیشانی کی طرف اٹھا کر لے گیا اور کہنے لگا مجھے یہی کافی ہے۔ پس میں نے اس کو اس کے بعد دیکھا کہ وہ کافر ہو کر قتل ہوا۔ (بدر میں)

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ قتل کافر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ پہلے مسلمان تھا پھر کافر ہو کر مرا بلکہ مقصود یہ ہے کہ وہ امیہ بن خلف کفر میں اتنا سخت تھا کہ مرتے دم تک کفر میں رہا اگرچہ دوسرے کافر ایمان لائے۔ یہ تو کبھی بھی ایمان نہیں لایا۔ جیسے فتح مکہ وغیرہ مواقف میں کئی کفار مسلمان ہو گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اکثر شراح نے اس ترجمہ کی غرض یہ بتائی ہے کہ سجد تلاوت سنت ہے۔ جو لوگ اس کے وجوب کے قائل ہیں ان کا رد کرنا مقصود ہے۔ یعنی احنافؒ۔ امام شافعیؒ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے لیکن اس فقیر کے نزدیک امام بخاریؒ کی یہ غرض نہیں ہے

دووجہ ہیں۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ایسی کوئی چیز اس باب میں ذکر نہیں فرمائی جو اس غرض کے مناسب ہو۔ دوسرے یہ کہ اس معنی کی طرف تو امام بخاریؒ کے نزدیک ایک باب آرہاہے باب من رأی اللہ لم یوجب السجود تو اگر سنیۃ ثابت کرنا ہو تا تو پھر تکرار لازم آئے گا۔ میرے نزدیک ترجمہ کی غرض دوامر ہیں ایک تو ہدایت سجدہ کی طرف اشارہ کرناہے۔ تو حدیث سے معلوم ہوا کہ اس کی ہدایت سورہ نجم سے ہوئی۔ چنانچہ اسرائیل کی روایت میں سورہ النجم کی تفسیر میں ہے اول سورۃ انزلت فیھا سجدہ کہ سورہ نجم پہلی سورت ہے جس میں آیت سجدہ نازل ہوئی۔ ان ابواب کو اس حدیث سے شروع کرنے کاراز مصنفؒ کے نزدیک یہی معلوم ہوتاہے۔ لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ سورہ اقرأ تو اوّل سورۃ نزولاً ہے جس میں آیت سجدہ بھی ہے۔ تو وہ النجم پر سابق ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سورۂ اقرأ کا اوائل سابق ہے۔ بقیہ تو بعد میں نازل ہوا جس کی دلیل ابو جہل کا واقعہ ہے جس میں اس نے جناب نبی اکرم ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکا اور آیت سجدہ بھی اسی میں ہے۔ یا اوّلیت سے اولیت مقیدہ بشئ محذوف مراد ہے۔ چنانچہ ابو اسحاق سے روایت ہے کہ اوّل سورۃ استعلن بھا رسول اللہ ﷺ والنجم واوّل سورۃ تلاھا علی المشرکین النجم تو تینوں روایات کو جمع کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ پہلی سورت ہے جس میں آیت سجدہ ہے جس کو مشرکین پر بلند آواز سے تلاوت کیا گیا۔

دوسری غرض ترجمہ کی یہ ہے کہ یہاں سنت سے لغوی معنی طریقہ کے مراد ہیں تو اس سے امام بخاریؒ نے اس اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا جو سجدہ تلاوت کے اداکرنے کے طریقے میں ائمہ کے درمیان ہے چنانچہ ابن سیرینؒ "امام شافعیؒ" اور اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ سجدہ تلاوت خواہ صلوتیہ ہو یا غیر صلوتیہ۔ تو سجدے کے لئے تکبیر اور اس سے رفع کرنا چاہیئے۔ مالکیہ صلوتیہ میں ان کے ساتھ ہیں۔ احنافؒ کا مستدل حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے جس میں ہے کان رسول اللہ ﷺ قرء علینا القران فاذامر بالسجدۃ کبر وسجد وسجدنا معہ. امام شافعیؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ جب سجدہ خارج صلوۃ ہو تو دو تکبیریں کہے۔ ایک تکبیر افتتاح کے لئے اور دوسری سجدہ کے لئے۔ امام احمد بن حنبلؒ سجدہ تلاوت کے لئے سلام کو واجب کہتے ہیں۔ پھر یہاں ایک دوسرا مسئلہ بھی علماء کے درمیان مختلف فیھا ہے۔ جس کو اوجز میں بسط سے بیان کیا گیاہے۔ وہ یہ ہے کہ عدد سجدات میں اختلاف ہے۔ اوجز میں بارہ مذاہب بتائے گئے ہیں۔ احناف اور شوافعؒ تو فرماتے ہیں کہ سارے قرآن پاک میں چودہ سجدات ہیں۔ مگر پھر سورۃ ص کے سجدہ میں ان کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ شافعیہ اس کے قائل نہیں۔ وہ سورہ حج کے دوسرے سجدہ کا قول کرکے اس طرح چودہ پورے کرتے ہیں۔ مالکیہ کے نزدیک گیارہ سجدے ہیں۔ وہ مفصلات کے تین سجدات کے قائل نہیں ہیں۔ اور امام احمدؒ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ وہ پندرہ سجدات کے قائل ہیں۔ سورہ ص کا سجدہ اور سورہ حج کے دونوں سجدوں کے قائل ہیں۔ اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے۔ بہر حال مشہور مذہب کے مطابق عزائم سجود چودہ ہیں۔ امام احمدؒ کے نزدیک پندرہ ہیں۔ ابن حزم فرماتے ہیں کہ ہم سورۂ حج کے دوسرے سجدہ کے بالکل قائل نہیں ہیں بلکہ اس سے نماز باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ اس میں حدیث نہیں صرف لیک اثر مرسل وارد ہے۔

قتل کافراً کے نام میں اختلاف ہے۔ قسطلانیؒ نے امیہ بن خلف کا نام لیا ہے۔ یا ولید بن مغیرہ یا عتبہ بن ربیعہ وغیرہم۔ مگر شیخ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تو عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں وہ متعین ہے۔ کیونکہ سورہ النجم کی تفسیر میں انہوں نے صراحۃً فرمایا کہ هوامیه بن خلف۔ مالکیہ اس کی سنیت یا فضیلت کے قائل ہیں۔ احناف فاسجدو ا واسجدوا واقترب کے امر سے وجوب ثابت کرتے ہیں کہ۔

باب سَجْدَةِ تَنْزِيلِ السَّجْدَةِ

ترجمہ۔ الم تنزیل السجدہ میں سجدہ کرنا

حدیث(۱۰۰۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ۔ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ السَّجْدَةِ وَهَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ ..الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل السجدہ اور هلی اتی علی الانسا ن پڑھتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اگرچہ حدیث میں سجدہ کا ذکر نہیں ہے مگر مصنفؒ نے تنزیل السجدہ سورۃ کے نام سے سجدہ ثابت کیا ہے۔ یا حدیث کی شرح ترجمہ میں کر دی گئی۔ تو ترجمہ شارحہ ہوا یا قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ طبرانی کی اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس میں ہے کہ سجدہ فی صلوۃ الصبح فی تنزیل السجدۃ بہر حال تنزیل سجدہ میں سجدہ ثابت ہوا۔

باب سَجْدَةِ صٓ

ترجمہ۔ سورہ صٓ میں سجدہ ہے

حدیث(۱۰۰۴) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ صٓ لَيْسَ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُوْدِ وَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْجُدُ فِيْهَا ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سورہ صٓ کا سجدہ عزائم سجو د میں سے نہیں ہے۔ البتہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو اس میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔

باب سَجْدَةِ النَّجْمِ
قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

ترجمہ۔ سورہ نجم میں سجدہ ہے ابن عباسؓ نے اس کو جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے

حدیث(۱۰۰۵) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَاَ سُوْرَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ بِهَا

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے سورہ نجم تلاوت کی تو آپؐ نے اس میں

فَمَا بَقِیَ اَحَدٌ مِّنَ الْقَوْمِ اِلَّا سَجَدَ فَاَخَذَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ کَفًّا مِّنْ حِصًی اَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهٗ اِلٰی وَجْهِهٖ وَقَالَ یَکْفِیْنِیْ هٰذَا قَالَ عَبْدُاللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَیْتُهٗ بَعْدُ قُتِلَ کَافِرًا.. الحدیث..

سجدہ کیا قوم میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہا جس نے سجدہ نہ کیا ہو مگر قوم میں سے ایک آدمی نے کنکری یا مٹی کی مٹھی بھر لی اور اس کو اپنے چہرہ کی طرف اٹھا کر لے گیا کہنے لگا مجھے تو یہی کفایت کرے گا۔ حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ بے شک میں نے اس کو دیکھا کہ وہ بعد میں بدر کے اندر کافر ہو کر قتل ہوا۔

باب سُجُوْدِ الْمُسْلِمِیْنَ مَعَ الْمُشْرِکِیْنَ وَالْمُشْرِکُ نَجَسٌ لَّیْسَ لَهٗ وَضُوْءٌ وَّکَانَ ابْنُ عُمَرَؓ یَسْجُدُ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ...

ترجمہ۔ مسلمانوں کا مشرکوں کے ساتھ سجدہ کرنا مشرک نجس ہے اس کے وضو کا کوئی اعتبار نہیں اور حضرت ابن عمرؓ بغیر وضو کے سجدہ کرتے تھے۔

حدیث(۱۰۰۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ سَجَدَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِکُوْنَ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ الخ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے سورہ نجم میں سجدہ کیا تو آپؐ کے ساتھ مسلمانوں نے مشرکوں نے جن اور انسانوں سب نے سجدہ کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ نے اس باب سے یہ ثابت کیا ہے کہ سجود تلاوت طہارت پر موقوف نہیں ہیں۔ کیونکہ اس میں سجود المشرکین کا ذکر ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ نہ وہ وضوء پر تھے اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ نے ان کو سجود سے روکا۔ نیز! اس میں سجود المشرکین والمسلمین تو مذکور ہے۔ لیکن اس میں یہ مذکور نہیں کہ آیا مسلمان سبھی وضو پر تھے یا نہ تھے۔ تو دونوں امر برابر رہے کسی کو ترجیح نہ ہوئی۔ اور اسی طرح جن اور انس میں طہور کی قید نہیں ہے۔ لہٰذا استدلال تام نہ ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کے ترجمہ کی غرض ظاہرا یہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ سجدہ تلاوت بلا وضوء کے جواز کے قائل ہیں۔ حالانکہ اس سجدہ کے لئے بھی وہی شرائط ہیں جو صلوٰۃ نافلہ کے لئے فرماتے ہیں۔ سوائے امام شعبیؒ کے اس مسئلہ میں امام بخاریؒ کے کوئی بھی موافق نہیں ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا سجود مشرکین سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔ اس لئے کہ ان کا سجود تو عبادت کے لئے نہیں تھا۔ بلکہ القاء شیطان کی وجہ سے تھا۔ وہ قصہ مشہور یہ ہے کہ تلك الغرانیق العلی وان شفاعتهن لقد ترتجی شیخ گنگوہیؒ نے اگرچہ یہاں اس قصہ سے تعرض نہیں کیا لیکن کوکب دری میں اس کے ابطال پر بسط سے کلام کیا ہے۔ سجدہ مشرکین کی صحیح توجیہ یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے جب سورہ النجم تلاوت فرمائی تو اللہ تعالیٰ کا جلال اور کبریائی نے اطراف عالم کا احاطہ کر لیا حتی کہ عالم میں مومن۔ مشرک۔ جن وانس حتی کہ کوئی درخت ایسا نہ رہا جس نے حضور ﷺ کی قرأت پر حضور ﷺ کے ساتھ

سجدہ نہ کیا ہو۔ تو یہ آپؐ کا معجزہ ہوا۔ اور وہ قصہ موضوعہ ہے کیونکہ اکرم المرسلین خیر المخلوقات پر شیطان کیسے مسلط ہو سکتا ہے تو مشرکین کا یہ سجدہ اضطراری ہوا جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کلما اضاء لهم مشوا فيه چنانچہ حجۃ البالغہ میں بھی شاہ ولی اللہؒ یہی فرماتے ہیں ظهر الحق ظهورا بينا فلم يكن لاحدا لا الخضوع والاستسلام فلما رجعوا الى طبيعتهم كفر من كفرو اسلم من اسلم قریش کے شیخ نے جو اس غاشیہ الهيه کو قبول نہ کیا اس لئے کہ اس کے دل پر مہر لگ چکی تھی اس نے مٹی کو پیشانی تک اٹھایا تو اس کو بدر میں جلدی عذاب میں مبتلا کیا گیا۔ اور اس کے قریب وہ قول ہے جو علامہ عینیؒ نے نقل کیا ہے کہ عن ابی هريرةؓ ان النبی ﷺ كتبت عنده سورة النجم فلما بلغ السجدة سجدو سجدنا معه و سجدت الدواة والقلم مسند بزار اسناده صحيح .

وهما لم يقيد ابالطهور حافظؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ صغر سنی کی وجہ سے اس واقعہ میں تو حاضر نہ تھے تو اس واقعہ کو انہوں نے آپؐ سے بالمشافہ سنا یا کسی واسطہ سے سنا۔ حافظؒ نے اس کلام سے کرمانی پر رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ راوی کو جن کا سجدہ کیسے معلوم ہو گیا۔ تو کہا جائے گا کہ امابا خبار الرسول او بازالة الله الحجاب یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کے خبر دینے سے راوی کو علم ہو گیا یا اللہ تعالیٰ نے درمیانی حجاب زائل فرما دئے۔ سجود جمادات کے اور واقعات بھی منذری نے ذکر فرمائے ہیں۔ بہر حال جناب نبی اکرم ﷺ بعد میں اس سجدہ کا بہت اہتمام کرتے تھے۔

باب من قَرَاَءَ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَسْجُدْ

ترجمہ۔ جس نے آیت سجدہ تلاوت کی مگر سجدہ نہ کیا

حديث (۱۰۰۷) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الخ . اَنَّهٗ سَاَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَزَعَمَ اَنَّهٗ قَرَأَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّجْمِ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا ..

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ پر سورہ النجم پڑھی لیکن آپؐ نے اس میں سجدہ نہ کیا۔

حديث (۱۰۰۸) حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِىْ اَيَاسٍ الخ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّجْمِ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا ...

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ پر سورۂ النجم پڑھی آپؐ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ امام بخاریؒ اس باب کی دو حدیثوں سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے۔ جیسا کہ زید بن ثابت کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر کہا جائے گا کہ وجوب علی الفور نہیں ہے۔ ورنہ ماقبل میں ذکر کردہ احادیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ آپؐ نے بعد میں سورۂ النجم کے سجدہ کو بھی ترک نہیں فرمایا۔ اصول حدیث کے مطابق نافی اور مثبت میں جب تعارض ہو تو مثبت حدیث کو ترجیح دی جاتی ہے ۔

بَاب سَجْدَةِ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ

ترجمہ۔ اس میں بھی سجدہ ہے حالانکہ یہ مفصلات میں سے ہے

حدیث(۱۰۰۹) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ قَرَأَ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ بِهَا فَقُلْتُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَلَمْ اَرَكَ تَسْجُدُ قَالَ لَوْلَمْ اَرَ النَّبِیَّ ﷺ سَجَدَ لَمْ اَسْجُدْ

ترجمہ۔ حضرت ابو سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو دیکھا کہ انہوں نے اذالسماء انشقت پڑھی اور اس میں سجدہ کیا میں نے عرض کی کہ اب تک تو میں نے آپ کو سجدہ کرتے نہیں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو سجدہ کرتے نہ دیکھا ہوتا تو سجدہ نہ کرتا۔ حدیث باب سے معلوم ہوا کہ اذالسماء انشقت میں سجدہ ہے۔ اس سے مالکیہ پر ردّ فرمادیا جو مفصلات میں سجدہ کے قائل نہیں۔ (مرتب)

بَاب مَنْ سَجَدَ بِسُجُوْدِ الْقَارِیِّ

ترجمہ۔ جو قاری کے سجدہ کی وجہ سے سجدہ کرتا ہے

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لِتَمِيْمِ بْنِ حَذْلَمٍ وَهُوَ غُلَامُهُ فَقَرَأَ عَلَيْهِ سَجْدَةً فَقَالَ اسْجُدْ فَاِنَّكَ اِمَامُنَا فِيْهَا..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے غلام تمیم بن حذلم سے فرمایا تو انہوں نے آپ پر آیت سجدہ تلاوت کی تو انہوں نے فرمایا سجدہ کرو اسلئے کہ تم اس بارے میں ہمارے امام ہو

حدیث(۱۰۱۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يَقْرَأُ عَلَيْنَا السُّوْرَةَ الَّتِیْ فِيْهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ حَتّٰى مَا يَجِدُ اَحَدُنَا مَوْضِعَ جَبْهَتِهٖ ..الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر وہ سورۃ تلاوت کرتے تھے جس میں سجدہ ہوتا تھا تو حضور ﷺ خود بھی سجدہ کرتے اور ہم بھی سجدہ کرتے حتی کہ ہم میں سے بعض کو پیشانی رکھنے کی جگہ بھی نہیں ملتی تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اپنے سجود کو جناب نبی اکرم ﷺ کے سجود پر مرتب فرمایا جس سے اس روایت کا اس باب میں لانا صحیح ہو گیا کہ سجود قاری کی وجہ سے سامع پر بھی سجود لازم ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ لدلالتها على سجود السامع مع سجود القاری۔ یہ مسئلہ خلافیہ ہے احناف کے نزدیک قاری اور سامع دونوں پر سجدہ تلاوت واجب ہے مطلقاً خواہ سماع کا مقصد ہو یا نہ ہو خواہ تالی (تلاوت کرنے والا) امامت کا اہل ہو یا نہ ہو۔ شافعیہؒ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے سامع کے لئے اور سنت مؤکدہ مستمع کے لئے۔ کیونکہ ان کے نزدیک گویا استماع ضروری ہے۔ مالکیہ کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ سامع پر سجدہ سنت ہے۔ ایک شرط کہ سامع قصد کرے۔ دوسرے یہ کہ قاری سجدہ کرے۔ تیسرے یہ کہ قاری سامع کے امام بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اور چوتھی شرط یہ ہے کہ تلاوت سے مقصود لوگوں کو سنانا نہ ہو۔

ایک مسئلہ یہاں حائضہ کا ہے۔ جب وہ آیت سجدہ سنے تو ابن مسیّب فرماتے ہیں کہ وہ سجدہ کے لئے سر سے اشارہ کرے۔ احنافؒ کے نزدیک حائضہ پر سجدہ نہیں ہے۔ جب وہ نماز کی اہل نہیں تو سجدہ کی اہل کیسے ہوگی۔ **اسجد فانك امامنافيها اى متبوعنا** مطلب یہ ہے کہ یہ سجدہ ہم پر تمہاری طرف سے واجب ہوا اس لئے آپ سجدہ کریں تاکہ ہم بھی سجدہ کریں۔ یہ مطلب نہیں کہ اگر آپ سجدہ نہ کریں تو ہم بھی نہ کریں۔

بَاب اِزْدِحَامُ النَّاسِ اِذَا قَرَاَ الْاِمَامُ السَّجْدَةَ

ترجمہ۔ جب امام آیت سجدہ تلاوت کرے لوگوں کا رش ہو ، بھیڑ ہو تو کیا کرے۔

حدیث (۱۰۱۱) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ اٰدَمَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يَقْرَأُ السَّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهٗ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهٗ فَنَزْدَحِمُ حَتّٰى مَايَجِدُ اَحَدُنَا لِجَبْهَتِهٖ مَوْضِعًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ آیت سجدہ پڑھتے تھے اور ہم آپؐ کے پاس بیٹھے ہوتے تھے آپؐ سجدہ کرتے تو ہم بھی آپؐ کے ساتھ سجدہ کرتے اتنا رش ہو جاتا کہ ہم میں سے کوئی ایک بھی اپنی پیشانی کے لئے جگہ نہ پاتا جہاں سجدہ کر سکے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں کوئی حکم نہیں بتایا شاید ترجمہ سے غرض یہ ہو کہ سجدہ تلاوت حتمی ہے کسی عذر کی وجہ سے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ اور اس کے بعد جو ترجمہ باندھا ہے اگرچہ اس کا عنوان بدلا ہوا ہے مگر مضمون ایک ہے۔ وہاں عنوان ہے **من لم يجد موضعا للسجود من ازدحام** اس باب کی غرض اس کا حکم بیان کرنا ہے۔ کہ ایسا شخص کیا کرے آیا دوسرے وقت تک مؤخر کر دے یا دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کرے۔ یا سجدہ اس سے ساقط ہو جائے گا۔ چونکہ ان احتمالات میں سے مصنفؒ کے نزدیک کوئی متعین نہیں تھا۔ اس لئے حکم بیان نہیں کیا۔ بلکہ اسے مبہم رکھا۔ اور روایت جو ذکر کی ہے اس سے کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت گنگوہیؒ نے دو ترجموں کا فرق واضح کر دیا۔ لیکن تعجب ہے کہ شراح قاطبۃً غرض ترجمہ سے ساکت ہیں۔ ترجمہ کو تکرار سے بچانے کی کوئی سعی نہ کی۔ شیخ گنگوہیؒ نے پہلے ترجمہ کی غرض یہ بتائی کہ **ان السجود حتم لايترك بعذر** اور دوسرے ترجمہ سے حکم کے اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا۔ **لله دره ماذايفعل** یہ مسئلہ خلافیہ ہے امام احمدؒ۔ اسحاق بن راہویہؒ اور حضرت عمرؓ کا مسلک ہے کہ دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کرے۔ عطاءؒ اور زہریؒ امام مالکؒ اور جمہور فرماتے ہیں کہ مؤخر کرے۔ یہ حکم سجود فریضہ میں ہے تو یہی حکم سجدہ تلاوت میں بھی ہوگا۔ امام بخاریؒ کے عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ قدر استطاعت سجدہ کرے۔ اگرچہ دوسرے کی پیٹھ پر ہی کرنا پڑے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ دوسرے کی پیٹھ اور قدم پر بھی کر سکتا ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ایسا نہ کرے

ورنہ اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ ان کا مستدل جناب رسول اکرم ﷺ کا قول ہے مکن جبھتکم علی الارض کہ پیشانی کو زمین پر رو کو ہمارا مستدل حضرت عمرؓ کا یہ قول ہے۔ کہ اذا شدالزحام فلیسجد علی ظهر اخیه یہ آپ نے محفل صحابہؓ میں جمعہ کے دن ارشاد فرمایا کسی نے اس کی مخالفت نہ کی۔ تو گویا یہ اجماع صحابہؓ ہو گیا۔

بَاب مَنْ رَاٰى اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يُوْجِبِ السُّجُوْدَ

وَقِيْلَ لِعِمْرَانِ بْنِ حُصَيْنٍ الرَّجُلُ يَسْمَعُ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَجْلِسْ لَهَا قَالَ اَرَاَيْتَ لَوْ قَعَدَ لَهَا كَاَنَّهٗ لَايُوْجِبُهٗ عَلَيْهِ وَقَالَ سَلْمَانُ مَالِهٰذَا غَدَوْنَا۔ وَقَالَ عُثْمَانُ اِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلٰى مَنِ اسْتَمَعَهَا وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَايَسْجُدُ اِلَّااَنْ يَّكُوْنَ طَاهِرًا فَاِذَاسَجَدْتَّ وَاَنْتَ فِيْ حَضَرٍ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَاِنْ كُنْتَ رَاكِبًا فَلَاعَلَيْكَ حَيْثُ كَانَ وَجْهُكَ وَكَانَ السَّائِبُ ابْنُ يَزِيْدَ لَايَسْجُدُ لِسُجُوْدِ الْقَاصِّ ۔

ترجمہ۔ باب ان لوگوں کے بارے میں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سجدہ تلاوت واجب نہیں کیا حضرت عمران بن حصینؓ صحابی سے کہا گیا کہ جو آدمی سجدہ کی آیت سنتا ہے لیکن وہ اس کے لئے بیٹھا نہیں تھا یعنی سماع کا قصد نہیں تو انہوں نے فرمایا اگر وہ اس کیلئے بیٹھا ہو تا تو پھر بتلاؤ اس کا کیا حکم ہے۔ کانه سے امام بخاریؒ فرماتے ہیں گویا کہ وہ اس پر سجدہ واجب نہیں کرتے اور حضرت عثمان بن عفانؓ کا قول ہے کہ سجدہ تلاوت اس پر ہے جو قصداً کان لگا کر سنے اور امام زہریؒ نے فرمایا کہ تم سجدہ نہ کرو جب تک طاہر نہ ہو اور جب تو سجدہ حضر کے اندر کرے تو قبلہ رو ہو کر کر واگر سوار ہو تو پھر جدھر تمہارا رخ ہو اس میں تم پر کوئی گرفت نہیں اور حضرت سائب بن یزید واعظ کے سجدہ کی وجہ سے سجدہ نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ نہ تلاوت کا قصد کرتا ہے اور نہ ہی سماع مقصود ہوتا ہے۔

حدیث (۱۰۱۲) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ

رَبِيْعَةُ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَرَاَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ بِسُوْرَةِ النَّحْلِ حَتّٰى اِذَاجَاءَ السَّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ حَتّٰى اِذَاكَانَتِ الْجُمُعَةُ الْقَابِلَةُ قَرَاَبِهَا حَتّٰى اِذَاجَاءَتِ السَّجْدَةُ قَالَ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا نَمُرُّبِالسُّجُوْدِ فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ اَصَابَ وَمَنْ لَّمْ يَسْجُدْ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَسْجُدْ عُمَرُ زَادَ

ترجمہ۔ حضرت ربیعہؒ حضرت عمر بن الخطابؓ سے خبر دیتے ہیں کہ جمعہ کے دن حضرت عمرؓ نے منبر پر سورۂ نحل پڑھی جب آیت سجدہ پڑھی تو اتر کر سجدہ کیا اور دوسرے لوگوں نے بھی سجدہ کیا یہاں تک کہ جب اگلا جمعہ آیا پھر انہوں نے یہ سورۃ پڑھی۔ جب آیت سجدہ آئی تو فرمایا اے لوگو! ہم آیت سجدہ سے گذرے ہیں جس نے سجدہ کر لیا اس نے ٹھیک کیا اور جس نے سجدہ نہ کیا اس پر کوئی گناہ نہیں اور خود حضرت عمرؓ نے سجدہ نہ کیا۔ حضرت نافع نے ابن عمرؓ سے یہ الفاظ زائد نقل کئے کہ

نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضِ السُّجُوْدَ اِلَّا اَنْ نَّشَاءَ . .الحدیث . . . . اللہ تعالیٰ نے سجدہ فرض نہیں کیا مگر اگر ہم چاہیں تو کر سکتے ہیں

تشریح از شیخ از گنگوہیؒ ۔ ارأیت لو قعد لها الخ امام بخاریؒ کے کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سماع کے لئے بیٹھے یانہ بیٹھے بہر حال اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے۔ مگر یہاں تاویل کی گنجائش ہے کہ علی الفور واجب نہیں۔ سوأ قعد اولم یقعد کانه لایوجبه علیه میں کان کے لفظ سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ مصنفؒ کو تعیین مراد میں ایک قسم کا تردد ہے۔ علی من استمعها جواس کے قرآن کے سننے کا قصد کرے اس پر سجدہ تلاوت واجب ہے۔ جیسا کہ باب افتعال سے اس کا ہونا اس پر دال ہے۔ لا تسجد الاان تکون طاهرا الخ اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ ہے کہ جب سجدہ تلاوت تجھ پر واجب ہے خواہ کسی طرح سے ہو تو اس کی ادائیگی طہارت کے بغیر جائز نہیں تو اس کا یہاں لانا محض احکام سجود کے مناسبت سے ہو گا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ سجدہ تلاوت تم پر اس وقت تک واجب نہیں جب تک تم طاہر نہ ہو۔ اگر طاہر نہیں تو سجدہ بھی واجب نہیں۔ تو پھر اس کا اس باب سے ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ غیر متطهر پر سجدہ واجب نہیں ہے۔ اسی طرح فان کنت راکبا بھی اس پر دال ہے کہ رکوب کی حالت میں فرض استقبال ساقط ہو جائے گا۔ جیسا کہ اوّل کلام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ محدث سے بھی استقبال قبلہ ساقط ہو جائے گا۔ فمن سجد ای علی الفور فقد اصاب الاان نشاء ای اقیا نه علی الفور۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تو ہم پر سجدہ فرض نہیں کیا البتہ ہم اگر فی الفور ادا کرنا چاہیں تو اس کا ہمیں اختیار ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ کانه سے تردّد کی طرف اشارہ کیا ہے کہ شیخ گنگوہیؒ نے بہترین توجیہ کی اور کسی شارح نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ البتہ کرمانیؒ اور علامہ عینیؒ نے اتنا کہا ہے کہ کا نه لایوجب علیه یہ کلام امام بخاریؒ کا ہے کہ حضرت عمران بن حصین مستمع پر وجوب سجدہ کے قائل نہیں تھے۔ تو سامع پر تو بطریق اولیٰ واجب نہیں ہو گا۔ الغرض امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے ایک مسئلہ اختلافیہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ آیا سجدہ تلاوت واجب ہے یا نہیں۔ چونکہ امام بخاریؒ منکرین وجوب کے موافق نہیں اس لئے باب میں من رای سے ترجمہ باندھا۔ جیسا کہ ماقبل سے ان کی عادت معلوم ہو چکی۔ حاصل یہ ہے کہ سجدہ تلاوت عند الحنفیہ واجب۔ عند الشافعیہ عند الحنابلہ سنۃ مؤکدہ وعند المالکیہ سنۃ فضیلۃ یہ دونوں قول مشہور ہیں۔ شیخ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کا کلام سن کر سجدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔ اور جو سجدہ نہیں کرتے ان کی مذمت فرمائی ہے۔ لہٰذ جو لوگ وجوب سجدہ کے قائل ہیں ان کا قول دلیل کے اعتبار سے قوی ہے۔ علی من استمعها قال الکرمانی لاعلی السامع والفرق بينهما ان المسامع من کان قاصداً للسماع مصغیاً یعنی مستمع وہ ہے جو کان لگا کر بالقصد قرآن سن رہا ہو۔ السامع من اتفق سماعه من غير القصد اليه یعنی جو بغیر قصد کے اتفاقاً قرآن سن لیتا ہے وہ سامع ہے۔ فایراده همنا لان الباب فی عدم وجوب السجدة اس معنی کے اعتبار سے اثر ترجمہ پر

دلالت نہیں کرتا اس لئے میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ اس کو اس لئے ذکر کر دیا کہ یہ امام زہریؒ کے اثر کا جزء ہے۔ استدلال کے لئے پیش نہیں کیا۔

لا تسجدا لا ان تلون طاهرًا۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ قول عدم وجوب سجدہ پر دلالت نہیں کرتا اس لئے کہ مدعی یہ ہے کہ فعل سجود کو وجود طہارت کی شرط سے معلق کیا گیا ہے تو جب شرط پائی جائے گی یعنی طہارت تو تب سجدہ واجب ہوگا۔ حالانکہ یہ مقصد نہیں ہے بلکہ موضع ترجمہ اثر کا یہ جملہ ہے ان کنت راکبا تو یہ اس کے نفل ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ امن کے زمانہ میں واجب دابہ پر ادا نہیں کیا جاتا۔ مگر سجدہ راکبا احناف کے مسلک کے خلاف نہیں۔ کیونکہ احناف کا مسلک یہ ہے جو سجدہ دابہ پر واجب ہو اس کو دابہ پر ہی لوا کیا جائے ادی کما وجبت اور جو زمین پر واجب ہو اس کو دابہ پر ادا نہ کیا جائے البتہ ائمہ ثلاثہ یہ فرماتے ہیں کہ اذا کان علی راحلة فی السفر جاذان یومی بالسجود حیث کان وجهه کصلوة النافلة فمن سجدای علی الفور علی مسلك الحنفية کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا یہ فعل بمحضرت الصحابة ہے جس پر کسی نے مخالفت نہیں کی تو عدم وجوب پر اجماع سکوتی ہوا۔ علامہ سندھیؒ اس اجماع کے متعلق فرماتے ہیں کہ مختلف فیہ کا انکار غیر لازم ہے خصوصا جبکہ قائل امام ہو یا قول عمرؓ کو من سجدهم علی الفور ومن لم یسجد علی الفور پر محمول کریں گے۔ فیض الباری میں حضرت انور شاہؒ کی تقریر انیق نقل کی گئی ہے کہ سورۃ نحل میں حضرت عمرؓ کا یہ فعل حضور اکرم ﷺ کے اس فعل کی اقتداء میں تھا جو آپؐ نے سورۃ صٓ کے سجدہ میں اختیار فرمایا جبکہ آپؐ نے بھی اس کو منبر پر پڑھا تھا جیسے سورۃ صٓ بعد میں حتمی ہو گیا ایسے سجدہ نحل بھی حتمی ہوگا۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ کے فعل کا اعتبار ہوا نہ کہ فعل عمرؓ کا۔ دوسری دلیل ائمہ ثلاثہ کی ابن عمرؓ کا یہ قول ہے ان الله لم یفرض علینا لیکن احناف فرماتے ہیں کہ فرضیت کے ہم بھی قائل نہیں البتہ ہم وجوب سجدہ کا قول کرتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ واجب غیر الفرض یہ اصطلاح جدید ہے جو صحابہؓ کے زمانہ میں نہیں تھی تو کہا جائے گا کہ جب اہل لغت فرض واجب اور دیگر احکام شرعیہ میں لغت کے اعتبار سے فرق کرتے ہیں تو کیا صحابہ کرامؓ کو اپنی زبان کی لغت بھی معلوم نہیں تھی۔ باقی فلااثم علیه کا مطلب ہے لا اثم علیه فی التاخیر اس طرح لم یسجد عمرؓ اس میں یہ احتمال ہے کہ کسی عارض کی وجہ سے علے الفور سجدہ نہ کیا ہو یا اشارہ ہو کہ علے الفور واجب نہیں اس کی دلیل من سجد فقد اصاب ای اصاب السنة ہے اور جناب نبی اکرم ﷺ سے مواضع سجود القرآن میں سجدہ ثابت ہے قد تواترت الاخبار عن النبی ﷺ۔

بَابُ مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ فِی الصَّلٰوةِ فَسَجَدَ بِهَا

ترجمہ۔ جو نماز میں آیت سجدہ تلاوت کرے تو اسے نماز میں ہی سجدہ کرنا چاہیے۔

حدیث (۱۰۱۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَبِی رَافِعٍ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ اَبِی هُرَیْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَاَ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ مَاهٰذِهٖ قَالَ سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ اَبِی الْقَاسِمِ ﷺ فَلَا اَزَالُ اَسْجُدُ فِیْهَا

ترجمہ۔ حضرت ابو رافع فرماتے ہیں کہ میں نے عشاء کی نماز حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے پڑھی تو انہوں نے اس میں اذا السماء انشقت پڑھا اور سجدہ کیا۔ میں نے کہا یہ کیسا سجدہ ہے فرمایا کہ میں نے جناب ابو القاسم ﷺ کے پیچھے سجدہ کیا تھا اب میں

حَتّٰی اَلْقَاهُ ..الحدیث.... ہمیشہ اس میں سجدہ کرتا رہوں گا یہانتک کہ آپؐ سے جا کر ملوں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس سے مالکیہ پر رد ہوا جو مفصلات کا سجدہ نہیں مانتے۔

باب مَنْ لَّمْ يَجِدْ مَوْضِعًا لِّلسُّجُوْدِ مِنَ الزِّحَامِ۔

ترجمہ۔ جو شخص بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے سجدہ کرنے کی جگہ نہ پائے تو کیا کرے۔

حدیث(۱۰۱۴)حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ السُّوْرَةَ الَّتِيْ فِيْهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ حَتّٰی مَا يَجِدُ اَحَدُنَا مَكَانًا لِّمَوْضِعِ جَبْهَتِهٖ ..الحدیث..

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ وہ سورت تلاوت فرماتے تھے جس میں سجدہ کی آیت ہوتی تو آپؐ بھی سجدہ کرتے اور ہم بھی سجدہ کرتے یہاں تک ہمیں کوئی ایسی جگہ نہیں ملتی تھی جہاں ہم اپنی پیشانی رکھ سکیں۔

اس کی مفصل بحث گذر چکی ہے اور دونوں باب کی غرض بھی الگ الگ بیان ہو چکی ہے

اَبْوَابُ تَقْصِيْرِ الصَّلٰوةِ

بابُ مَا جَاءَ فِی التَّقْصِيْرِ وَكَمْ يُقِيْمُ حَتّٰی يَقْصُرَ۔

ترجمہ۔ نماز میں کمی کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے اور کتنے دن اقامت کرے یہانتک کہ قصر کرتا رہے

حدیث(۱۰۱۵)حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ تِسْعَةَ عَشَرَ يُقَصِّرُ فَنَحْنُ اِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ قَصَّرْنَا وَاِنْ زِدْنَا اَتْمَمْنَا ..الحدیث..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ انیس دن مقیم رہے تو قصر کرتے رہے۔ ہم بھی جب انیس دن کا سفر کرتے تو قصر کرتے اس سے زائد ہوتا تو پھر اتمام کرتے تھے ۔

حدیث(۱۰۱۶)حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ سَمِعْتُ اَنَسًا يَّقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰی مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰی رَجَعْنَا اِلَی الْمَدِيْنَةِ قُلْتُ اَقَمْتُمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا قَالَ اَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا ۔ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مدینہ سے مکہ کو نکلے تو آپؐ دو رکعت پڑھتے تے یہاں تک ہم مدینہ واپس پہنچے۔ میں نے پوچھا کہ مکہ میں کتنا دار قیام رہا۔ فرمایا ہم اس میں دس دن مقیم رہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قصر اقصار اور تقصیر سب کے معنی ایک ہیں۔ اور تینوں لغت صحیح ہیں۔ قصر سے مراد رباعی نماز

میں تخفیف کر کے دو رکعت کرنا ہے۔ مغرب اور صبح میں قصر نہیں ہے۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ اس پر تو متفق ہیں کہ سفر کو قصر کے اندر تاثیر ہے اس پر تو سب کا اتفاق ہے۔ البتہ پھر پانچ مواضع پر اختلاف ہے۔ ا۔ حکم قصر کیا ہے۔ ۲۔ کتنی مسافت پر قصر ہے۔ ۳۔ کون سے سفر میں قصر ہے۔ ۴۔ کہاں سے قصر کی ابتداء کرے۔ پانچواں یہ ہے کہ جب مسافر کسی جگہ مقیم ہو جائے تو قصر کے لئے زمانہ کی کیا تعداد ہے شیخ گنگوہیؒ ترمذی اور ابو داؤد میں بھی تقاریر میں مفصل بحث کر چکے ہیں۔ یہاں دو بحثیں ہیں۔ ایک حکم القصر کیا ہے۔ احنافؒ کے نزدیک مسافر پر قصر فرض ہے۔ اتمام نہ کرے۔ شافعیہ کے نزدیک قصر اور اتمام دونوں فرض ہے جس کو چاہے اختیار کرے۔ جیسے واجب کفارہ میں اختیار ہے۔ امام مالکؒ کی اشہر روایت یہ ہے کہ قصر سنت ہے اور امام شافعیؒ کی اشہر روایات میں یہ ہے کہ قصر رخصت اتمام افضل ہے۔ امام احمدؒ سے مختلف روایات ہیں۔ قصر فرض ہے۔ سنت ہے۔ اور افضل ہے اور ان سے یہ بھی منقول ہے **انی احب العافیة عن هذه المسئله** دوسری بحث مبدٔ القصر میں ہے حضرت عائشہؓ سے تو منقول ہے کہ **الصلوة اول مافرضت رکعتان فاقرت صلوة السفر اتمت صلوة الحضر** لیکن سب اوّلہ کے جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز لیلة الاسراء میں دو رکعت فرض ہوئی۔ سوائے مغرب کے پھر ہجرت کے بعد اس میں اضافہ ہوا سوائے فجر کے پھر نزول آیت کی وجہ سے فرض رباعی سفر میں نصف ہو گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ شرح بخاری میں جو جمع بین الروایات کی صورت بیان کی گئی وہ مذہب شافعیؒ پر مبنی ہے کہ **الصلوة قصر الاتمام** اور آیت میں قصر سے قصر صفة مراد ہے۔ باب کی دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک سے انیس دن اور دوسرے سے دس دن **اقامت بمكة** معلوم ہوتی ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ انیس دن قیام فتح مکہ کے موقع پر رہا۔ اور دس دن حجة الوداع کے موقعہ پر۔ البتہ بعض روایات میں فتح مکہ قیام سترہ۔ بعض اٹھارہ دن۔ اور بعض پندرہ دن وارد ہوا ہے۔ علامہ بیہقی نے ان کو یوں جمع کیا ہے کہ **تسعة عشر** میں تو **یوم دخول و خروج** شامل ہے **سبعة عشر** میں شامل نہیں ہے اور **ثمانية عشر** میں ایک دن کو شامل کیا گیا دوسرے کو نہیں کیا گیا۔ رہ گئی پندرہ کی روایت تو اس کو امام نوویؒ نے ضعیف گردانا ہے۔

باب الصَّلٰوةِ بِمِنًى

ترجمہ۔ مقام منیٰ میں نماز کیسے پڑھے۔

حدیث (۱۰۱۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ وَ مَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا مِّنْ اَمَارَتِهٖ ثُمَّ اَتَمَّهَا .. الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مقام منیٰ میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ دو رکعت نماز پڑھی اس طرح حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ابتدائی دور خلافت میں پھر وہ اتمام کرنے لگے۔

حدیث (۱۰۱۸) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ اٰمَنَ مَا كَانَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ ....

ترجمہ۔ حضرت حارثہ بن وہبؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ سب سے زیادہ امن والے تھے تو ہمیں مقام منیٰ میں دو رکعت پڑھائی۔

حدیث (۱۰۱۹) حَدَّثَنِيْ قُتَيْبَةُ الخ سَمِعْتُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ صَلّٰى بِنَا عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ

ترجمہ۔ حضرت عبد الرحمٰن بن زید فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عثمان بن عفانؓ نے منیٰ میں چار رکعات پڑھائیں

بِمِنًی اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ فَقِیْلَ فِیْ ذٰلِكَ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِمِنًی رَکْعَتَیْنِ وَصَلَّیْتُ مَعَ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِؓ بِمِنًی رَکْعَتَیْنِ وَصَلَّیْتُ مَعَ عُمَرَابْنِ الْخَطَّابِ بِمِنًی رَکْعَتَیْنِ فَلَیْتَ حَظِّیْ مِنْ اَرْبَعِ رَکَعَاتٍ رَکْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ ....

تو اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا گیا پہلے تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا پھر فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مقام منیٰ پر دو رکعتیں پڑھیں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ بھی دو رکعت پڑھیں حضرت عمر بن الخطابؓ کے ساتھ بھی منیٰ میں دو رکعت پڑھی کاش! مجھے ان چار رکعات کے بدلے وہ دو مقبول بارگاہ رکعتیں میرے حصہ میں آئیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ آمن ماکان اس روایت سے امام بخاریؒ نے ان لوگوں پر رد کیا ہے جو قصر کو خوف اور حرب کے ساتھ مختص کرتے ہیں۔ یہ حدیث جمہور کی دلیل ہے کہ قصر فی السفر بغیر خوف جائز ہے۔

باب کَمْ اَقَامَ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ حَجَّتِهٖ

ترجمہ۔ کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنے حج کے دوران مکہ میں کتنے دن قیام فرمایا۔

حدیث (۱۰۲۰) حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ ﷺ وَاَصْحَابُهٗ لِصُبْحِ رَابِعَةٍ یُلَبُّوْنَ بِالْحَجِّ فَاَمَرَهُمْ اَنْ یَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً اِلَّا مَنْ کَانَ مَعَهٗ هُدْیٌ تَابَعَهٗ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کرامؓ ذوالحجہ کی چار کی صبح کو مکہ پہنچے تو وہ حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے پھر حضور اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس کو عمرہ بنالیں مگر ہاں جس شخص کے ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ دونوں کا تلبیہ کہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اگرچہ اس حدیث میں مدت کی تصریح نہیں ہے لیکن لصبح رابعة موضع ترجمہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے مکہ میں حج الوداع کے موقعہ پر دس دن قیام فرمایا چوتھی ذوالحجہ کو پہنچے اور چودہ کو واپسی ہوئی۔

باب فِیْ کَمْ تُقْصَرُ الصَّلٰوةُ

ترجمہ۔ کتنی مسافت میں نماز میں قصر کیا جاتا ہے

وَسَمَّی النَّبِیُّ ﷺ السَّفَرَ یَوْمًا وَّلَیْلَةً وَّکَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ یَقْصُرَانِ وَیُفْطِرَانِ فِیْ اَرْبَعَةِ بُرُدٍ وَّهُوَ سِتَّةَ عَشَرَ فَرْسَخًا ....

ترجمہ۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک دن اور رات کی مسافت کا نام بھی سفر رکھا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ چار برید کے اندر نماز قصر کرتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے۔ اور چار برید سولہ فرسخ کے ہیں اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ اور برید بارہ میل کا ہوتا ہے۔ اس طرح گویا کہ مسافر کی مدت سفر اڑتالیس میل ہوئی جس پر قصر کیا جاتا ہے۔

حدیث (۱۰۲۱) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْاَةُ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ .. الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنجناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔

حدیث(۱۰۲۲)حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثًا اِلَّا مَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ .الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنجنابؐ نے فرمایا کوئی عورت تین دن کا سفر نہ کرے مگر اس کے ساتھ اس کا محرم ضرور ہو۔

حدیث(۱۰۲۳)حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَا یَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُسَافِرَ مَسِیْرَةَ یَوْمٍ وَّلَیْلَةٍ لَیْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ تَابَعَهٗ یَحْیٰی . الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر وہ عورت جو اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ ایک دن اور ایک رات کا سفر اس حال میں کرے کہ اس کے ساتھ کوئی حرمت والا آدمی نہ ہو۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اس روایت میں یوم و لیلۃ آیا ہے۔ دوسری روایت میں بریداور ایک میں یومین آیا ہے۔ اور ابن عمرؓ سے تین دن کی روایت گذر چکی ہے۔ ان اختلاف روایات کی وجہ سے مسافر اور اقل سفر کی تفسیر میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ روایات اس پر متفق ہیں کہ عورت کے لئے تین دن کا سفر بغیر محرم کے حلال نہیں ہے۔ البتہ مادون الثلث میں روایات میں اختلاف ہے تو اب ہم دیکھتے ہیں کہ ما دون الثلث کی روایات ثلث کی روایات سے متقدم ہیں یا متاخر ہیں۔ اگر متقدم ہیں تو ثلث والی روایات ان کے لئے ناسخ ہوں گی۔ ورنہ ثلث کے ذکر کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور اگر وہ متاخر ہیں تو یہ تو ممکن نہیں کہ وہ خبر ثلث کے لئے ناسخ ہو۔ البتہ حرمت زائدہ کے لئے خبر ثلث ثبت ہو گی۔ تو یہ ما دون الثلث کو بھی حرام قرار دے گی۔ اور ثلث کی حرمت تو باقی ہے ہی تو حدیث ثلث بہر حال واجب الاستعمال ثابت ہوئی۔ تو خبر ثلاث دونوں حالتوں میں واجب الاستعمال ہوئی۔ اور مادون الثلث صرف تاخیر کی صورت میں واجب الاستعمال ہوئی۔ تو وہ حدیث جو دو حالتوں میں واجب الاستعمال ہو وہ اس حدیث سے اولیٰ ہے جو صرف ایک حالت میں واجب الاستعمال ہو ملخص عینیؒ۔

الحاصل امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب کو تین طرح سے ثابت کیا ہے کیونکہ سفر میں ابہام تھا پہلے تو اس کی تفسیر یوماً ولیلۃً سے کی دوسرے ابن عمرؓ وابن عباسؓ کے قول سے تفسیر فرمائی کہ سفر چار برید ہے اور ہر برید بارہ میل کا اس طرح ۴۸ میل ہوئے۔ اور تیسری تفسیر سفر مرأۃ ثلاثۃ ایام سے کی۔ اور ابہام ترجمہ ان تینوں صورتوں کو شامل ہے۔ بنا بریں احنافؒ ۴۸ میل تک کی مسافت کو سفر قرار دیتے ہیں۔ شوافع یوم ولیلۃ الخ۔

باب یَقْصُرُ اِذَا خَرَجَ مِنْ مَّوْضِعِهٖ وَخَرَجَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَصَرَ وَهُوَ یَرَی الْبُیُوْتَ فَلَمَّا رَجَعَ قِیْلَ لَهٗ هٰذِهِ الْکُوْفَةُ قَالَ لَا حَتّٰی نَدْخُلَهَا ۔

ترجمہ۔ مسافر جب اپنے گھر سے نکلے تو قصر کرنا شروع کر دے چنانچہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے قصر فرمایا حالانکہ وہ ابھی گھروں کو دیکھ رہے تھے جب واپس آئے تو کہا گیا یہ تو کوفہ نظر آرہا ہے۔ آپ کیسے قصر فرما رہے ہیں فرمایا جب تک ہم کوفہ میں داخل نہیں ہوں گے اس سے پہلے قصر کر سکتے ہیں یہی احناف کا مسلک ہے کہ جب تک شہر میں اور اس کے فناء میں داخل نہ ہو اتمام نہ کرے۔

حدیث(۱۰۲۴)حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ صَلَّیْتُ الظُّهْرَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ میں تو جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز

بِالْمَدِيْنَةِ اَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِى الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ الحديث

چار رکعت پڑھی اور ذی الحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت پڑھی

حدیث (۱۰۲۵) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ الصَّلٰوةُ اَوَّلُ مَا فُرِضَتْ رَكْعَتَانِ فَاُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ وَاُتِمَّتْ صَلٰوةُ الْحَضَرِ قَالَ الزُّهْرِىُّ فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ فَمَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ قَالَ تَاَوَّلَتْ مَا تَاَوَّلَ عُثْمَانُ .....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پہلے پہلے جو نماز فرض ہوئی تھی وہ دو دو رکعت ہے پھر سفر کی نماز تو برقرار رہی البتہ حضر کی نماز میں اتمام کیا گیا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عروہؓ سے پوچھا کہ حضرت عائشہؓ اتمام کیوں کرتی تھیں تو انہوں نے فرمایا کہ وہ بھی وہی تاویل کرتی تھیں جو حضرت عثمانؓ کرتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ لفظ سفر سے امام بخاریؒ نے ترجمہ ثابت کیا ہے۔ اقرت صلوة السفر اور سفر تب شروع ہوتا ہے جب مسافر گھر سے نکل کھڑا ہو۔ اب بین الائمہ اس میں اختلاف ہے کہ قصر فرض ہے یا اتمام بھی کر سکتا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور بعض مالکیہ کا قول یہ ہے کہ قصر فرض ہے۔ اتمام اللہ تعالیٰ کے عطیہ کو رد کرنا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ صلوة السفر رکعتان تمام غير قصر على لسان نبيكم عليه السلام ابن عمرؓ فرماتے ہیں من ترك السنة كفر امام شافعیؒ کے نزدیک قصر اور اتمام دونوں جائز ہیں۔ ان کا استدلال حضرت عثمانؓ کی تاویل سے ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مکہ میں متاہل ہو گئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ دیہاتی لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ سفر اور حضر میں فرض صلوة دو رکعت ہیں۔ لیکن حضرت عائشہؓ کے اتمام پر اشکال باقی رہے گا۔ چنانچہ امام زہریؒ نے حضرت عروہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا وہ بھی حضرت عثمان والی تاویل کرتی تھیں اور حضرت عثمانؓ کے اتمام کا اصلی سبب یہ تھا کہ وہ قصر اس شخص کے ساتھ مختص کرتے جو ہمیشہ چلتا رہے کہیں اقامت نہ کرے۔ چنانچہ امام احمدؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ جب مکہ میں آتے تو اتمام کرتے۔ ظہر عصر عشاء چار چار رکعت پڑھتے۔ جب منیٰ اور عرفات جاتے تو قصر کرتے جب حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں مقیم ہوتے تو اتمام کرتے اس روایت سے حضرت عائشہؓ کی خبر اور ان کے فعل کے درمیان جو اختلاف ہے وہ بھی رفع ہو جائے گا۔ کہ وہ بھی اس مسافر کے لئے قصر کی قائل تھیں جو ہمیشہ چلتا رہے۔ اقامت نہ کرے جہاں اقامت کی خواہ وہ کچھ دن کی کیوں نہ ہو وہاں اتمام۔ پھر سفر شروع تو

باب يُصَلِّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا فِى السَّفَرِ

ترجمہ۔ سفر میں مغرب کی نماز تین رکعات پڑھی جائے

حدیث (۱۰۲۶) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِى السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ اِذَا اَعْجَلَهُ السَّيْرُ وَزَادَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِىْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَالِمٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَؓ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ قَالَ سَالِمٌ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب انہیں سفر میں جلدی جانا ہوتا تو مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیتے یہاں تک کہ مغرب اور عشاء کی نماز میں جمع فرماتے حضرت سالمؒ فرماتے ہیں کہ میرے باپ ابن عمرؓ کو بھی جب جلدی جانا ہوتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتے تھے دوسری سند میں سالم فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں جمع کرتے تھے۔ پھر حضرت سالم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ کی بیوی حضرت صفیہ

وَاَخَّرَ ابْنُ عُمَرَ الْمَغْرِبَ وَكَانَ اسْتُصْرِخَ عَلَى امْرَاَتِهٖ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِيْ عُبَيْدٍ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ سِرْ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ سِرْ حَتّٰى سَارَ مِيْلَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ اِذَا اَعْجَلَهُ السَّيْرُ وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ اِذَا اَعْجَلَهُ السَّيْرُ يُقِيْمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيْهَا ثَلٰثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتّٰى يُقِيْمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيْهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلَا يُسَبِّحُ بَعْدَ الْعِشَاءِ

بنت ابی عبید کی مدد کے لئے جب انہیں جلدی بلایا گیا تو انہوں نے مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیا۔ میں ان سے نماز نماز کہتا رہا۔ انہوں نے فرمایا چلو میں نے پھر نماز کے بارے میں کہا تو ان کا حکم یہ تھا کہ چلو یہاں تک وہ دو یا تین میل تک چلے گئے پھر اترے نماز مغرب کی اقامت ہوئی تو اس کی انہوں نے تین رکعات پڑھی پھر سلام پھیرا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ٹھہرے ہوں گے کہ عشاء کی تکبیر ہوئی تو اس کی دو رکعات پڑھیں سلام پھیرا اور عشاء کے بعد کوئی نفل نہ پڑھی یہاں تک کہ آدھی رات کو تہجد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حدیث ابن عمرؓ سے ترجمہ الباب تو بہر حال ثابت ہوا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر میں فرائض کے سوا کچھ نہ پڑھا۔ حتی کہ وتر کا ذکر بھی نہیں ہے۔ شاید امام بخاریؒ کا مقصد احنافؒ پر رد کرنا ہو جو وجوب وتر کے قائل ہیں مگر کہا جائے گا کہ یہ استحکام امر وتر سے قبل کا واقعہ ہے۔ اور جمع سے جمع صوری مراد ہے۔ البتہ مزدلفہ میں جمع حقیقی ہوتی ہے۔

باب صَلٰوةُ التَّطَوُّعِ عَلَى الدَّوَابِّ حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ۔

ترجمہ۔ نفل نماز جانوروں پر سواری کی حالت میں اس طرح ادا کی جائے کہ جدھر جانور منہ کر لے فثم وجہ اللہ کے تحت نفل نماز اس طرف پڑھ سکتا ہے۔

حدیث (۱۰۲۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَامِرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهٖ ..الحديث

ترجمہ۔ حضرت عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو سواری پر جدھر کا وہ رخ کرتی تھی اس طرف آپؐ کو نماز پڑھتے دیکھا۔

حدیث (۱۰۲۸) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي التَّطَوُّعَ وَهُوَ رَاكِبٌ فِيْ غَيْرِ الْقِبْلَةِ.....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نفل نماز سوار ہو کر غیر قبلہ کی طرف پڑھتے تھے۔

حدیث (۱۰۲۹) حَدَّثَنَا عَبْدُالْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ الخ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَيُوْتِرُ عَلَيْهَا وَيُخْبِرُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهٗ

ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ نفل نماز اپنی سواری پر پڑھتے تھے اور وتر بھی اسی پر پڑھتے اور خبر دیتے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ اس طرح کرتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ یہی ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے کہ وتر سواری پر پڑھے جا سکتے ہیں۔ احناف فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ وجوب وتر

سے قبل کا ہے۔ کمامر اور ابن عباسؓ کو جب نسخ کا علم ہوا تو انہوں نے اس سے رجوع کیا پھر وتر کو سواری سے اتر کر پڑھتے تھے۔

باب الْإِيْمَاءِ عَلَى الدَّابَّةِ

ترجمہ۔ سواری پر نماز میں رکوع و سجود اشارہ سے کرنا

حدیث (۱۰۳۰) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الخ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يُصَلِّيْ فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ أَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ يُوْمِئُ وَذَكَرَ عَبْدُ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سفر میں سواری پر نماز پڑھتے تھے جس طرف اس کا رُخ ہوتا تھا۔ اور اشارہ کرتے تھے اور ذکر کرتے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔

باب يَنْزِلُ لِلْمَكْتُوْبَةِ

ترجمہ۔ فرض نماز ادا کرنے کیلئے سواری سے اتر جاتے تھے

حدیث (۱۰۳۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ أَنَّ عَامِرَ بْنَ رَبِيْعَةَ أَخْبَرَهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الرَّاحِلَةِ يُسَبِّحُ يُوْمِئُ بِرَأْسِهِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ وَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ سَالِمٌ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّيْ عَلَى دَابَّتِهِ مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُسَافِرٌ مَا يُبَالِيْ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ قَالَ ابْنُ عُمَرَؓ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ وَيُوْتِرُ عَلَيْهَا غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّيْ عَلَيْهَا الْمَكْتُوْبَةَ...

ترجمہ۔ حضرت عامر بن ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو سواری پر سوار نفل نماز اس طرح پڑھتے دیکھا کہ جدھر بھی رُخ کرتے اپنے سر سے اشارہ کرتے تھے اور جناب رسول اللہ ﷺ ایسا فرض نماز میں نہیں کرتے تھے۔ نیز! دوسری سند کے ساتھ حضرت سالمؒ فرماتے ہیں کہ رات کے وقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سفر کی حالت میں اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے جس طرف اس کا رُخ ہوتا اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ بھی سواری پر ایسے نفل پڑھتے تھے جدھر اس کا رُخ ہوتا تھا۔ مگر فرض نماز اس پر نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث (۱۰۳۲) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فُضَالَةَ الخ حَدَّثَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ عَلَى رَاحِلَتِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ الْمَكْتُوْبَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ...الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اپنی سواری پر مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے جب فرض نماز ادا کرنا چاہتے تو سواری سے اتر جاتے اور قبلہ کی طرف رُخ فرمالیتے۔

چوتھا پارہ ختم شد